(ٹائیٹل طبع اوّل) حصہ اوّل

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بفضلِ عظیم حضرت ہادی عالم و عالمیان و رحمتِ عمیم رہنمائے گمگشتگان کتاب لاجواب موسوم بہ

براہینِ احمدیہ

ملقّب بہ

البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللّٰہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ

جس کو فخر اہل اسلام پنجاب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام اقبالہم نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجتِ اسلام پوری کرنے کیلئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا

امرتسر پنجاب

سفیر ہند پریس میں درسنہ ۱۸۸۰ء طبع ہوئی

امیر علی دولہ پرنٹر

اعلان[1]

کتاب براھین احمدیہ کی قیمت اور دیگر ضروری گذارش

بعالی خدمت تمام معزز اور بزرگ خریداران کتاب براھینِ احمدیہ کے گذارش کی جاتی ہے کہ کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جزو سے کچھ زیادہ ہوگی اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی اور ایسی عمدگی کاغذ اور پاکیزگی خط اور دیگر لوازمِ حُسن اور لطافت اور موزونیت سے چھپ رہی ہے کہ جس کے مصارف کا حساب جو لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اصل قیمت اُس کی یعنے جو اپنا خرچ آتا ہے فی جلد پچیس روپیہ ہے مگر ابتدا میں پانچ روپیہ قیمت اُس کی اس غرض سے مقرر ہوئی تھی اور یہ تجویز اُٹھائی گئی تھی جو کسی طرح سے مسلمانوں میں یہ کتاب عام طور پر پھیل جائے اور اس کا خریدنا کسی مسلمان پر گراں نہ ہو اور یہ امید کی گئی تھی کہ اُمراءِ اسلام جو ذی ہمّت اور اولی العزم ہیں ایسی ضروری کتاب کی اعانت میں دلی ارادت سے مدد کریں گے تب جبر اس نقصان کا ہو جائیگا۔ پر اتفاق ہے کہ اب تک وہ اُمید پوری نہیں ہوئی بلکہ بجز عالی جناب حضرت خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب بہادر وزیر اعظم و دستورِ معظم ریاست پٹیالہ پنجاب کہ جنہوں نے مسکین طالب علموں کو تقسیم کرنے کیلئے پچاس جلدیں اس کتاب کی خریدیں اور جو قیمت بذریعہ اشتہار شائع ہو چکی تھی دو سو بھیجدی اور نیز فراہمی خریداروں میں بڑی مدد فرمائی۔ اور کئی طرح سے اَور بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا۔ خدا ان کو اس فعل

[1] یہ اعلان طبع دوم میں نہیں ہے لیکن طبع اوّل اور سوم میں ہے۔ (شمس)

خیر کا ثواب دے اور اجرِ عظیم بخشے) اور اکثر صاحبوں نے ایک یا دو نسخہ سے زیادہ نہیں خریدا۔ اب حال یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بموجب اشتہار مشتہرہ سوم دسمبر ۱۸۷۹ء بجائے پانچ روپیہ کے دس روپیہ قیمت کتاب کی مقرر کر دی مگر تب بھی وہ قیمت اصل قیمت سے ڈیڑھ حصہ کم ہے۔ علاوہ اس کے اس قیمتِ ثانی سے وہ سب صاحب مستثنیٰ ہیں جو اس اشتہار سے پہلے قیمت ادا کر چکے لہذا بذریعہ اِس اعلان کے بخدمت اُن عالی مراتب خریداروں کے کہ جن کے نام نامی حاشیہ میں بڑے فخر سے درج ہیں اور دیگر ذی ہمت اُمراء کے جو حمایتِ دینِ اسلام میں مصروف ہو رہے ہیں عرض کی جاتی ہے۔ کہ وہ ایسے کارِ ثواب میں کہ جس سے اعلائے کلمۂ اسلام ہوتا ہے اور جس کا نفع صرف اپنے ہی نفس میں محدود نہیں بلکہ ہزارہا بندگانِ خدا کو ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ اعانت سے دریغ نہ فرماویں کہ بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے کوئی اور بڑا عملِ صالح نہیں کہ انسان اپنی طاقتوں کو ان کاموں میں خرچ کرے کہ جن سے عبادِ الٰہی کو سعادتِ اُخروی حاصل ہو۔ اگر حضراتِ ممدوحین اِس طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کام کہ جس کا انجام بہت روپیہ کو چاہتا ہے اور جس کی

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ فرمانروائے بھوپال۔
(۲) جناب نواب علاؤالدین احمد خان بہادر والیٔ لوہارو۔
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علی خان صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدرآباد دکن
(۴) جناب غلام قادر خان صاحب وزیر ریاستِ نالہ گڑھ پنجاب۔
(۵) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدرآباد۔
(۶) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال۔
(۷) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر بھوپال۔
(۸) جناب نواب علی محمد خان صاحب بہادر لدھیانہ پنجاب۔
(۹) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خان صاحب بہادر رئیس اعظم لاہور۔
(۱۰) جناب سردار غلام محمد خان صاحب رئیس واہ۔
(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خان صاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروز پور۔

حالتِ موجودہ پر نظر کرکے کئی طرح کی زیر باریاں نظر آتی ہیں نہایت آسانی سے انجام پذیر ہوجائے گا۔ اور اُمید تو ہے کہ خدا ہمارے اس کام کو جو اشد ضروری ہے ضائع ہونے نہیں دے گا اور جیسا کہ اس دین کے ہمیشہ بطور معجزہ کے کام ہوتے رہے ہیں ایسا ہی کوئی غیب سے مرد کھڑا ہوجائے گا ۔ وتوکلنا علی اللہ ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

المُشتہر

مرزا غلام احمد رئیسِ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب مصنّفِ کتاب

عُذر

یہ کتاب اب تک قریب نصف کے چھپ چکی مگر بباعث علالتِ طبع مہتمم صاحب سفیر ھند امرتسر پنجاب کہ جن کے مطبع میں یہ کتاب چھپ رہی ہے اور نیز کئی اور طرح کی مجبوریوں سے جو اتفاقاً اُن کو پیش آگئیں سات آٹھ مہینے کی دیر ہوگئی اب انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسی توقف نہیں ہوگی۔

غلام احمد

صالف

التماسِ ضروری از مؤلفِ کتاب

اُس خُداوند عالم کا کیا کیا شُکر ادا کیا جائے کہ جس نے اوّل مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل اور کرم اور عنایت غیبی سے اِس کتاب کی تالیف اور تصنیف کی توفیق بخشی اور پھر اس تصنیف کے شائع کرنے اور پھیلانے اور چھپوانے کیلئے اسلام کے عمائد اور بزرگوں اور اکابر اور امیروں اور دیگر بھائیوں اور مومنوں اور مسلمانوں کو شائق اور راغب اور مُتوجّہ کر دیا پس اِس جگہ اُن تمام حضرات معاونین کا شُکر کرنا بھی واجبات سے ہے کہ جن کی کریمانہ توجہات سے میرے مقاصدِ دینی ضائع ہونے سے سلامت رہے اور میری محنتیں برباد جانے سے بچ رہیں میں اُن صاحبوں کی اعانتوں سے ایسا ممنون ہوں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں اُن کا شُکر ادا کرسکوں بالخصوص جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض صاحبوں نے اِس کارِ خیر کی تائید میں بڑھ بڑھ کے قدم رکھے ہیں اور بعض نے زائد اعانتوں کیلئے اور بھی مواعید فرمائے ہیں تو یہ میری ممنونی اور احسان مندی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

میں نے اسی تقریر کے ذیل میں اسماء مبارک اُن تمام مردانِ اہلِ ہمت اور اولی العزم کے جنھوں نے خریداری اور اعانتِ طبع اِس کتاب میں کچھ کچھ عنایت فرمایا مع رقوم عنایت شدہ اُن کی کے زیبِ تحریر کئے ہیں اور ایسا ہی آئندہ بھی تا اختتام طبع کتاب عملدرآمد رہے گا کہ تا جب تک صفحۂ روزگار میں نقش افادہ اور افاضہ اس کتاب کا باقی رہے ہر یک مُستفیض کہ جس کا اِس کتاب سے وقت خوش ہو مجھ کو اور میرے معاونین کو دعائے خیر سے یاد کرے۔

اور اس جگہ بطور تذکرۂ خاص کے اس بات کا ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کارِ خیر میں

آج تک سب سے زیادہ حضرت **خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم و**
دستور معظم ریاست پٹیالہ سے اعانت ظہور میں آئی یعنے حضرت ممدوح نے اپنی عالی ہمتی
اور کمال محبت دینی سے مبلغ دوسو پچاس روپیہ اپنی جیب خاص سے پچھتر روپیہ اپنے
اور دوستوں سے فراہم کرکے تین سو پچیس روپیہ بوجہ خریداری کتابوں کے عطا فرمایا
عالی جناب سیدنا وزیر صاحب ممدوح الاوصاف نے اپنے والا نامہ میں یہ بھی وعدہ
فرمایا ہے کہ تا اختتام کتاب فراہمی چندہ اور بہم رسانی خریداروں میں اور بھی سعی فرماتے
رہیں گے۔ اور نیز اسی طرح حضرت **فخر الدولہ** نواب مرزا **محمد علاؤ الدین احمد خان** بہادر
فرمانروائے ریاست لوہارو نے مبلغ چالیس روپیہ کہ جن میں سے بیس روپیہ محض بطور
اعانت کتاب کے ہیں مرحمت فرمائے اور آئندہ اس بارہ میں مدد کرنے کا اور بھی وعدہ
فرمایا اور علیٰ ہذا القیاس توجہ خاص **جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کرون**
آف انڈیا رئیس دلاور اعظم طبقہ اعلائے ستارۂ ہند و رئیسہ بھوپال دام
اقبالہا کی بھی قابل بے انتہا شکر گذاری کے ہے کہ جنھوں نے عادات فاضلہ ہمدردی
مخلوق اللہ کے تقاضا سے خریداری کتب کا وعدہ فرمایا اور مجھ کو بہت توقع ہے کہ
حضرت مفتخر الیہا تائید اس کام بزرگ میں کہ جس میں صداقت اور شان و شوکت حضرت
خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوتی ہی اور دلائل حقیت اسلام کی مثل روز روشن کے
جلوہ گر ہوتی ہیں اور بندگان الٰہی کو غایت درجہ کا فائدہ پہنچتا ہی کامل توجہ فرماویں گی۔

اب میں اس جگہ بخدمت عالی دیگر امرائے اور اکابر کے بھی کہ جن کو اب تک اس
کتاب سے کچھ اطلاع نہیں اس قدر گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اگر اشاعت
اس کتاب کی غرض سے کچھ مدد فرماوینگے تو انکی ادنیٰ توجہ سے پھیلنا اور شائع ہونا اس کتاب کا
جو دلی مقصد اور قلبی تمنا ہے نہایت آسانی سے ظہور میں آجائیگا اے بزرگان و چراغان
اسلام! آپ سب صاحب خوب جانتے ہونگے کہ آجکل اشاعت دلائل حقیت اسلام

کی نہایت ضرورت ہے اور تعلیم دینا اور سکھلانا براہین ثبوت اس دین متین کا اپنی اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہوگیا ہے اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر ایما کی بھی حاجت نہیں جس قدر ان دنوں میں لوگوں کے عقائد میں برہمی درہمی ہو رہی ہے اور خیالات اکثر طبائع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں کسی پر پوشیدہ نہ ہوگا کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں کیا کیا بخارات ہیں جو اٹھ رہے ہیں پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے درختوں کو جڑھ سے اکھیڑتی جاتی ہیں کچھ خبر ہے وہ خوب سمجھتے ہوں گے جو تالیف اس کتاب کی بلا خاص ضرورت کے نہیں۔ ہر زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات الگ رنگوں اور وضعوں میں ظہور پکڑتے ہیں اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کے لئے یہی علاج رکھا ہوا ہے جو اُسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے جو اُسکی پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے اُن خیالات کی مدافعت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں اور معاندین کو اپنی لاجواب براہین سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں پس ایسے انتظام سے پودہ اسلام کا ہمیشہ سرسبز اور تر و تازہ اور شاداب رہتا ہے۔

اے معزز بزرگان اسلام! مجھے اس بات پر یقین کلی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک دردانگیز قصہ ہے بخوبی اطلاع رکھتے ہونگے اور جو جو فساد طبائع میں واقعہ ہو رہے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیت اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھائے نہیں جاتے اور سارا عمدہ زمانہ انکے فہم اور ادراک اور تفکر اور تدبر کا اور اور علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچہ دین سے محض ناآشنا رہتے ہیں پس اگر

ان کو دلائل حقیت اسلام سے جلد تر باخبر نہ کیا جائے تو آخر کار ایسے لوگ یا تو محض دنیا کے کیڑے ہو جاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی اور یا الحاد اور ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں یہ قول میرا محض قیاسی بات نہیں بڑے بڑے شرفا کے بیٹے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بےخبری دینی کے اصطباغ پائے ہوئے گرجا گھروں میں بیٹھے ہیں اگر فضل عظیم پروردگار کا ناصر اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور وہ بذریعہ پُرزور تقریرات اور تحریرات علماء اور فضلاء کے اپنے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گذرنا پاتا جو دنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے بالخصوص اس پُرآشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہریک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کررہے ہیں اپنی اس خدمت اور جاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی مدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈ بائی اور گڈ مارننگ کی آواز سنی جائے پس ایسے وقت میں دلائل حقیت اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اولاد اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہریک کو خطرہ ہوتا ہے۔

شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گذرے کہ جو اب تک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہو چکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخاصمین کیلئے کافی نہیں ہیں کہ اسکی حاجت ہے لہذا میں اس بات کو بخوبی منقوش خاطر کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فوائد میں بڑا ہی فرق ہے وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں اور انکی وجوہات اور دلائل وہاں تک ہی محدود ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کیلئے کفایت کرتی ہیں اور گو وہ کتابیں کیسی ہی عمدہ اور لطیف ہوں مگر ان سے وہی خاص قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے کہ جن کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیت اسلام اور سچائی عقائد اسلام کی ثابت کرتی ہے اور عام تحقیقات سے حقانیت فرقان مجید کی بپایہ ثبوت پہنچاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو جو حقائق اور دقائق عام تحقیقات میں کھلتے ہیں خاص مباحثات میں انکشاف

ان کا ہرگز ممکن نہیں کسی خاص قوم کے ساتھ جو شخص مناظرہ کرتا ہے اسکو ایسی حاجتیں کہاں پڑتی ہیں کہ جن امور کو اس قوم نے تسلیم کیا ہوا ہے انکو بھی اپنی عمیق اور مستحکم تحقیقات سے ثابت کرے بلکہ خاص مباحثات میں اکثر الزامی جوابات سے کام نکالا جاتا ہے اور دلائل معقولہ کی طرف نہایت ہی کم توجہ ہوتی ہے اور خاص بحثوں کا کچھ مقتضا ہی ایسا ہوتا ہے جو فلسفی طور پر تحقیقات کرنے کی حاجت نہیں پڑتی اور پوری دلائل کا تو ذکر ہی کیا ہے بستم حصہ دلائل عقلیہ کا بھی اندراج نہیں پاتا مثلاً جب ہم ایسے شخص سے بحث کرتے ہیں جو وجود صانع عالم کا قائل ہے الہام کا مقر ہے خالقیت باری تعالےٰ کو مانتا ہے تو پھر ہم کو کیا ضرور ہو گا جو دلائل عقلیہ سے اس کے روبرو اثبات وجودِ صانع کریں یا ضرورت الہام کی وجوہ دکھلاویں یا خالقیت باری تعالیٰ پر دلائل لکھیں بلکہ بالکل بیہودہ ہو گا کہ جس بات کا کچھ تنازع ہی نہیں اس کا جھگڑا لے بیٹھیں مگر جس شخص کو مختلف عقائد مختلف عندیات مختلف عذرات مختلف شبہات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس کی تحقیقاتوں میں کسی قسم کی فروگذاشت باقی نہیں رہتی۔

علاوہ اس کے جو خاص قوم کے مقابلہ پر کچھ لکھا جاتا ہے وہ اکثر اس قسم کی دلائل ہوتی ہیں جو دوسری قوم پر حجت نہیں ہو سکتیں مثلاً جب ہم بائبل شریف سے چند پیشین گوئی نکال کر صدقِ نبوت حضرت خاتم انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ اُن کے ثابت کریں تو گو ہم اس ثبوت سے عیسائیوں اور یہودیوں کو ملزم کر دیں مگر جب ہم وہ ثبوت کسی ہندو یا مجوسی یا فلسفی یا برہمو سماجی کے روبرو پیش کرینگے تو وہ یہی کہے گا کہ جس حالت میں ان کتابوں کو ہی نہیں مانتا تو پھر ایسا ثبوت جو انہیں سے لیا گیا ہے کیونکر مان لوں اسی طرح جو بات مفید مطلب ہم وید سے نکالکر عیسائیوں کے سامنے پیش کرینگے تو وہ بھی یہی جواب دینگے پس بہرحال ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی کہ جو ہر ایک فرقہ کے مقابلہ پر سچائی اور حقیت اسلام کی دلائل عقلیہ سے ثابت کرے کہ جنکے ماننے سے کسی انسان کو چارہ نہیں سو الحمد للہ کہ ان تمام مقاصد کے پورا کرنے کیلئے یہ کتاب طیار ہوئی دوسری اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بیجا

عذرات رفع کرنے کے لئے اور اپنی حجت ان پر پوری کرنے کیلئے خوب بند و بست کیا گیا ہے یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہو سکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا۔ غرض یہ کتاب نہایت ہی ضروری اور حق کے طالبوں کے لئے نہایت ہی مبارک ہے کہ جس سے حقیت اسلام کی مثل آفتاب کے واضح اور نمایاں اور روشن ہوتی ہے اور شان اور شوکت اس مقدس کتاب کی کھلتی ہے کہ جس کے ساتھ عزت اور عظمت اور صداقت اسلام کی وابستہ ہے۔

فہرست معاونین کی جنہوں نے ہمدردئ دینی سے اشاعت کتاب براہین احمدیہ میں اعانت کی اور خریداری کتابوں سے ممنون اور مشکور فرمایا۔

نمبر	نام ان معاون صاحب کا کہ جنہوں نے خریداری کتاب سے یا یونہی اعانت فرمائی	تعداد زر اعانت	کیفیت
(۱)	حضرت خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب بہادر وزیر اعظم دستور معظم ریاست پٹیالہ	ساعہ از جیب خاص ماصہ از دیگر احباب عہ	بابت خریداری کتاب

معرفت جناب ممدوح

نمبر	نام	تعداد زر اعانت	کیفیت
الف	مولوی فضل حکیم صاحب	صہ ر	بابت خریداری کتاب
ب	خدا بخش خان صاحب ماسٹر	صہ ر	ایضاً
ج	سید محمد علی صاحب منصرم تعمیر چھاؤنی	صہ ر	″
د	مولوی احمد حسن صاحب خلف مولوی علی احمد صاحب ..	صہ ر	″
۵	غلام نبی خان صاحب محرر نظامت کرم گڈھ	صہ ر	″
و	کالے خان صاحب ناظم کرم گڈھ	صہ ر	″
ز	شیخ کریم اللہ صاحب ڈاکٹر ناظم حفظان صحت	صہ ر	″
ح	شیخ فخر الدین صاحب سول جج	صہ ر	″

ط سید عنایت علی صاحب جرنیل	صہ ر	بابت خریداری کتاب
ی بلو خان صاحب جمعدار جیلخانہ	صہ ر	ایضاً
ک میر صدر الدین صاحب سر رشتہ دار نظامت کرم گڈھ ..	صہ ر	//
ل میر ہدایت حسین صاحب ساکن بستی نظامت سرہند ..	صہ ر	//
م سید نیاز علی صاحب ناظم نہر	صہ ر	//
ن سید نثار علی صاحب وکیل کمشنری انبالہ ..	صہ ر	//
(۲) حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤ الدین احمد خانصاحب بہادر فرمان رواے ریاست لوہارو	للعہ ر	بابت خریداری کتاب عہ محض بطور اعانت لعہ
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علی خان صاحب بہادر نائب معتمد مدار المہام حیدر آباد دکن	لعہ ر	محض بطور اعانت طبع کتاب
(۴) جناب نواب غلام محبوب سبحانی صاحب بہادر رئیس اعظم لاہور۔	صہ ر	//
(۵) محمد عبد اللہ صاحب بہاری رئیس کلکتہ	صہ ر	بشرح صدر
(۶) جناب نواب مکرم الدولہ صاحب صدر المہام مالگذاری سرکار حیدر آباد	لعہ ر	//
(۷) جناب نواب علی محمد خان صاحب بہادر رئیس جھجر	صہ ر	//
(۸) وزیر غلام قادر خانصاحب بہادر ریاست نالہ گڈھ ..	صہ ر	//
(۹) ملک یار خان صاحب تھانہ دار بٹالہ	عاؔ ر	بطور اعانت
(۱۰) عظیم اللہ خانصاحب رسالدار توپ پنجم رجمنٹ اول چھاؤنی موہن آباد۔ حیدر آباد۔	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۱) مولوی عبد الحمید صاحب قاضی جلال آباد ضلع فیروزپور	عگ ۸ر	بشرح صدر
(۱۲) میاں جان محمد صاحب قادیان	عسہ ر	بطور اعانت
(۱۳) میاں غلام قادر صاحب قادیان	لعہ ر	بابت خریداری کتاب صہ ر بطور اعانت صہ ر

(۱۴) جناب نواب احمد علی خانصاحب بہادر بھوپال	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۵) مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تحصیل مظفر گڈھ ..	صہ ر	بشرح صدر
(۱۶) میاں کریم بخش صاحب نائب منصرم تحصیل مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۱۷) قاضی محفوظ حسین صاحب منصرم تحصیل مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۱۸) میاں جلال الدین صاحب تاریخ نویس مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۱۹) شیخ عبدالکریم صاحب محرر جوڈیشل مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۲۰) میاں اکبر ساکن بلھووال ضلع گورداسپور	۲ ر	بطور اعانت

ص۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبحانك ما اقوی برھانك العظمة كلها لك والقدرة كلها لك العالم كلّهٗ ضعيف والقوة كلها لك انت الاحد الصمد الذی توحد فی وجوب وجوده و تفرد فی فضله وجوده جلت حكمتك و تجلت حجتك و تمت نعمتك وعمت رحمتك وتنزه ذاتك عن كل منقصة ونقصان و تعالیٰ شانك من جميع ما يشان انت المتوحد المتفرد بجلال ذاته وكمال صفاته المنزه عن شوائب النقص وسماته نحمدك علیٰ ما تفضلت علينا بتنزيل كتاب لاريب فيه ولا خطأً وّلا نسيان وكشفت به علیٰ نفوسنا الخاطئة المخطئة سبيل الحق والعرفان فانت هديتنا بالفضل والجود والاحسان وما كنا لنهتدی لولا هُداك يا رحمٰن۔

و نسئلك ان تصلی علیٰ رسولك النبي الامي الذی نجيتنا به من سُبُل الضلالة والطغيان واخرجتنا به من ظلمات العمي والحرمان الذی ظهر دينه الحق علیٰ كل دين من الاديان و تقدست ملته عن كلّ شرك و بدعة وعدوان وسبقت شريعته فی كل معرفة وحكمة و برهان هو العبد المخلص الذي اصطنعته لمحبتك و توحيدك وجعلت احب اليه من نفسه ذكر تقديسك وتمجيدك ارسلته رحمة للعالمين وحجّة علی المنكرين وسراجًا منيرا للسالكين وداعيًا الی اللّٰه للطالبين وبشيرًا ومبشرًا

ص۴

للمؤمنین، انسانًا کاملًا للناظرین جاء بکتاب یحیط علی القوانین الحکمیة ویهدی الی جمیع السعادات الدینیة اکمل کثیرا من الناس فی القوی النظریة والعملیة فجعلهم المتحلین بالاخلاق المرضیة الالٰهیة والمتخلین عن الادناس البشریة السفلیة فاصبحوا بتعلیمه المترقین فی العلوم الحقیقیة الیقینیة والمتلذذین بالمحبة الربّانیة الاحدیة والمستعدّین لحظیرة القُدس والتجلّیات القدّوسیة اللّٰهم فصلّ علیه وعلٰی جمیع اخوانه من الرسل والنبیین و اٰله الطیّبین الطاهرین واصحابه الصالحین الصدّیقین۔

ہر دم از کاخِ عالم آواز یست — کہ یکیش بانی و بنا ساز یست

نہ کس اورا شریک و انباز یست — نے بکارش دخیل و ہمراز یست

ایں جہاں را عمارت انداز یست — واز جہاں برتر است و ممتاز یست

وحدہٗ لاشریک حیّ و قدیر — لم یزل لایزال فرد و بصیر

کارسازِ جہان و پاک و قدیم — خالق و رازق و کریم و رحیم

رہنماء و معلّمِ رہِ دین — ہادی و مُلہمِ علومِ یقین

متّصف باہمہ صفاتِ کمال — برتر از احتیاج آل و عیال

بر یکے حال ہست در ہمہ حال — رہ نیابد بدو فنا و زوال

نیست از حکم او بروں چیزے — نہ ز چیز یست او نہ چوں چیزے

نتواں گفت لامسِ اشیاست — نے تواں گفتن ایں کہ دور از ماست

ذاتِ او گرچہ ہست بالا تر — نتواں گفت زیرِ اوست دگر

ہرچہ آید بفہم و عقل و قیاس — ذاتِ او برتر ست زاں وسواس

ذاتِ بے چوں و چند افتاد ست — واز حدود و قیود آزاد ست

نہ وجودے بذاتِ او انباز   نہ کسے در صفاتِ او انباز
ہمہ پیدا ز دستِ قُدرتِ او   کثرتِ شان گواہِ وحدتِ او
گر نکیش بُدی ز خلق دگر   گشتی ایں جملہ خلق زیر و زبر
ہرچہ از وصفِ خاکی و خاک ست   ذاتِ بیچونِ او ازاں پاک ست
بند بر پائے ہر وجود نہاد   خود ز ہر قید و بند ہست آزاد
آدمی بندہ ہست و نفسش بند   در دو صد حرص و آز و سر بکمند
ہمچنیں بندہ آفتاب و قمر   بند در سیرگاہِ خویش و مقر
ماہ را نیست طاقتِ ایں کار   کہ بتابد بروز چوں احرار
نیز خورشید را نہ یارائے   کہ نہد بر سریرِ شب پائے
آب ہم بندہ ہست زیں کہ مُدام   بند در سروے است نے خودکام
آتشے تیز نیز بندۂ او   در چنیں سوزشے فگندۂ او
گر برآری بہ پیشِ او فریاد   گرمیش کم نہ گردد اے اُستاد
پائے اشجار در زمیں بندست   سخت در پاسلاسل افگندست
ایں ہمہ بستگانِ آں یک ذات   بر وجودش دلائل و آیات

ص۶

اے خداوندِ خلق و عالمیان   خلق و عالم ز قُدرتت حیراں
چہ مہیب ست شان و شوکتِ تو   چہ عجیب ست کار و صنعتِ تو
حمد را با تو نسبت از آغاز   نے دراں کس شریک نے انباز
تو وحیدی و بے نظیر و قدیم   مُتنزّہ ز ہر قسیم و سہیم
کس نظیرِ تو نیست در دو جہان   بر دو عالم توئی خدائے یگان
زورِ تو غالب است بر ہمہ چیز   ہمہ چیزے بہ جنبِ تو ناچیز
ترست ایمن کند ز ترس و خطر   ہر کہ عارف ترست ترساں تر

خلق جوید پناہ و سایۂ کس ۔ واں پناہِ ہمہ تو ہستی و بس
ہست یادت کلیدِ ہر کارے ۔ خاطرے بے تو خاطر آزارے
ہر کہ نالد بدر گہت بہ نیاز ۔ بختِ گم کردہ را بیابد باز
لُطف تو ترکِ طالباں نکند ۔ کس بکارِ رہت زیاں نکند
ہر کہ باذاتِ تو سرے دارد ۔ پُشت بر روئے دیگرے دارد
زینکہ چوں کار بر تو بگذارد ۔ رو بہ اغیار ازچہ رو آرد
ذاتِ پاکت بس ست یار یکے ۔ دل یکے جان یکے نگار یکے
ہر کہ پوشیدہ باتو در سازد ۔ رحمتت آشکار بنوازد
ہر کہ گیرد درت بصدق وحضور ۔ از در و بامِ او ببارد نور
ہر کہ راحت گرفت کارش شُد ۔ صد اُمیدسے بروزگارش شُد
ہر کہ راہِ تو جُست یافتہ است ۔ تافت آں رو کہ سرنتافتہ است
وانکہ از ظلِ قُربتِ تو رمید ۔ بردرِ ہر کہ رفت ذلّت دید
اے خداوندِ من گناہم بخش ۔ سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم ۔ پاک کن از گناہِ پنہانم
دلستانی و دلربائی کُن ۔ بہ نگاہے گرہ کشائی کُن
در دو عالم مرا عزیز توئی ۔ وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

لاکھ لاکھ حمد اور تعریف اس قادرِ مطلق کی ذات کے لائق ہے کہ جس نے ساری ارواح اور اجسام بغیر کسی مادہ اور ہیولیٰ کے اپنے ہی حکم اور امر سے پیدا کر کے اپنی قدرتِ عظیمہ کا نمونہ دکھلایا اور تمام نفوسِ قدسیّہ انبیا کو بغیر کسی اُستاد اور اتالیق کے آپ ہی تعلیم اور تادیب فرما کر اپنے فیوضِ قدیمہ کا نشان ظاہر فرمایا سُبحان اللہ کیا رحمٰن اور منّان وہ ذات ہے کہ جس نے بغیر کسی استحقاق ہمارے کے

سب کام ہم ضعیفوں کا آپ بنایا ہمارے جسمی قیام کے لئے سورج اور چاند اور بادلوں اور ہواؤں کو کام میں لگایا اور ہمارے روحانی انتظام کے لئے توریت اور انجیل اور فرقان اور سب آسمانی کتابوں کو عین وقتوں پر پہنچایا الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر کہ تونے ہم کو اپنی پہچان کا آپ راہ بنایا اور اپنی پاک کتابوں کو نازل کر کے فکر اور عقل کی غلطیوں اور خطاؤں سے بچایا اور درود اور سلام حضرت سیدالرسل محمد مصطفٰےؐ اور اُن کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا اور وہ مُربّی اور نفع رساں کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہِ راست پر لایا وہ مُحسن اور صاحبِ احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بُتوں کی بلا سے چھوڑایا وہ نور اور نور افشاں کہ جس نے توحید کی روشنی کو دُنیا میں پھیلایا وہ حکیم اور معالجِ زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مُردوں کو زندگی کا پانی پلایا وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے اُمت کے لئے غم کھایا اور درد اُٹھایا وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے مُنہ سے نکال کر لایا وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جُھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا۔ وہ کامل موحد اور بحرِ عرفان کہ جس کو صِرف خُدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا وہ مُعجزۂ قدرتِ رحمٰن کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علوم حقانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔ ۸

در دلم جوشد ثنائے سرورے	آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل	آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حقست	ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم	آنکہ در لُطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار	آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے
آں کریم و جودِ حق را مظہرے

آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او
زشت رو را میکند خوش منظرے

آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است
صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او
رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے

احمدِ آخر زماں کز نورِ او
شد دلِ مردم زخور تاباں ترے

از بنی آدم فزوں تر در جمال
وز لآلے پاک تر در گوہرے

بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ
در دلش پُر از معارف کوثرے

بہرِ حق داماں ز غیرش برفشاند
ثانیٔ او نیست در بحر و برے

آں چراغش داد حق کش تا ابد
نے خطر نے غم ز بادِ صرصرے

پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

تیرِ او تیزی بہر میداں نمود
تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بُتاں
وا نمودہ زورِ آں یک قادرے

تا نماند بے خبر از زورِ حق
بُت ستا و بُت پرست و بُت گرے

عاشقِ صدق و سداد و راستی
دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بےکساں را چاکرے

آں ترحّمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

از شرابِ شوقِ جاناں بیخودی
در سرش بر خاک بنہادہ سرے

روشنی از وے بہر قومے رسید
نورِ او رخشید بر ہر کشورے

آیتِ رحمٰن برائے ہر بصیر
حجتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے

ناتواناں را برحمت دستگیر
خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے

حسنِ روئش بہ ز ماہ و آفتاب
خاکِ کوئش بہ ز مشکِ عنبرے

آفتاب و مہ چہ میماند بدو | در دلش از نورِ حق صد نیّرے
یک نظر بہتر ز عمرِ جاودان | گر فتد کس را برآں خوش پیکرے
منکہ از حُسنش ہمی دارم خبر | جان فشانم گر دہد دل دیگرے
یادِ آں صورت مرا از خود بُرد | ہر زمان مستم کُند از ساغرے
می پریدم سوئے کوئے او مُدام | من اگر میداشتم بال و پرے
لالہ و ریحان چہ کار آید مرا | من سرے دارم بآں روے و سرے
خوبیٔ او دامنِ دل می کشد | مُوکشانم می برد زور آورے
دیدہ ام کو ہست نورِ دیدہ ہا | در اثر مہرش چو مہرِ انورے
تافت آں روئے کزاں رو سر نتافت | یافت آں درماں کہ بگزید آں درے
ہر کہ بے او زد قدم در بحرِ دین | کرد در اوّل قدم گُم معبرے
امّی و در علم و حکمت بے نظیر | زیں چہ باشد حجّتی روشن ترے
آں شرابِ معرفت دادش خُدا | کز شعاعش خیرہ شُد ہر اخترے
شُد عیاں از وے علی الوجہ الاتم | جوہرِ انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال | لاجرم شُد ختم ہر پیغمبرے
آفتابِ ہر زمین و ہر زمان | رہبرِ ہر اسود و ہر احمرے
مجمع البحرین علم و معرفت | جامع الاسمین ابر و خاورے
چشمِ من بسیار گردید و ندید | چشمۂ چون دینِ او صافی ترے
سالکاں را نیست غیر از وے امام | رہرواں را نیست جُز وے رہبرے
جائے او جائے کہ طیرِ قُدس را | سوزد از انوار آں بال و پرے
آں خداوندش بداد آں شرع و دین | کاں نگردد تا ابد متغیرے
تافت اوّل بر دیارِ تازیان | تازیانش را شود درماں گرے

ملا

بعد ازاں آں نور دین و شرعِ پاک — شُد محیطِ عالمے چوں چنبرے
خلق را بخشید از حق کامِ جان — وا رہانیدہ ز کامِ اژدرے
یک طرف حیران از وشاہانِ وقت — یک طرف مبہوت ہر دانشورے
نے بعلمش کس رسیدے نے بزور — در شکستہ کِبرِ ہر مُتکبّرے
او چہ میدارد بمدحِ کس نیاز — مدحِ او خود فخرِ ہر مدحت گرے
ہست او در روضۂ قُدس و جلال — واز خیالِ مادحان بالاترے
اے خدا بر وے سلامِ ما رسان — ہم براخوانش ز ہر پیغمبرے
ہر رسولے آفتابِ صدق بود — ہر رسولے بود مہرِ انورے
ہر رسولے بود ظلّے دین پناہ — ہر رسولے بود باغے مُثمرے
گر بدُنیا نامدے ایں خیلِ پاک — کارِ دین ماندے سراسر ابترے

صـ ۱۲

ہر کہ شُکرِ بعثِ شاں نارد بجا — ہست او آلائے حق را کافرے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہر اند — مُتّحد در ذات و اصل و گوہرے
اُمّتے ہرگز نبودہ در جہان — کاندراں نامد بوقتے مُنذرے
اوّل آدم آخرِ شاں احمد ست — اے خُنک آنکس کہ بیند آخرے
انبیا روشن گہر ہستند لیک — ہست احمد زاں ہمہ روشن ترے
آں ہمہ کانِ معارف بودہ اند — ہر یکے از راہِ مولےٰ مُخبرے
ہر کہ را علمے ز توحیدِ حق ست — ہست اصلِ علمش از پیغمبرے
آں رسیدش از رہِ تعلیم ہا — گو شود اکنوں ز نخوت مُنکرے
ہست قومے کج رو و ناپاک رائے — آنکہ زین پاکان ہمی پیچد سرے
دیدۂ شاں روئے حق ہرگز ندید — بس سیہ کردند روئے دفترے
شور بختی ہائے بختِ شاں ببین — ناز بر چشمِ دگر یزاں از خودے

چشم گر بودے غنی از آفتاب کس نبودے تیز بین چوں شپّرے
ہر کہ کورست و براہش صد مغاک وائے بروے گر ندارد رہبرے
قوم دیگر راچنیں رائے رکیک درنشستہ از جہالت در سرے
کان خدا مُلکے دگر اندر جہان از دیارِ شان ندیدہ خوشترے
ہمدگر روئے چو روئے خوب شان نامدش مرغوبِ طبع وخاطرے
لاجرم از ابتدائش تا ابد ماند وخواہد ماند آنجا بسترے
مُلکِ دیگر گرچہ میرد در ضلال مے نگردد زو گہے مُستفسرے
داد مریک ذرّہ قومے راکتاب ترک کردہ صد ہزاران معشرے
چون بروزِ ابتدا تقسیم کرد درمیانِ خلق از خیر وشرے
راستی درحصۂ اوشان فتاد دیگراں راکذب شد آبشخورے
قولِ شان این ست کاندر غیرِ شان آمدہ صد کاذب وحیلت گرے
لیک نامد نزد شاں یک نیرہم آنکہ بودے از خدا دین گسترے
آنکہ ایشاں رانمودے راہِ حق درکشودے کِذب ہرکِذب آورے
تاشُدے دادار را حجّت تمام برسرِ ہر مُسلم ومُتنصّرے
الغرض نزدیکِ شان دادارِ پاک ہست ظالم تر زہر ظالم ترے
کو گذارد عالمے را در ضلال مُبتلا در پنجۂ ہر ماکرے
خود ہمی دارد بیک قومے مُدام ہمچو شیدائے کسے میل وسرے
اینچنیں پُرحمق رائے۔ایں قوم را حمق دیگر این کہ بروے فاخرے
عاقبت این رائے زشت وبدخیال کرد ایشاں را عجب کور وکرے
چشم پوشیدند از صد چشمۂ سرنگون گشتند بر یک آخورے
سخت ورزیدند کیں با انبیا الامان از کینِ ھر مُتکبّرے

ص۱۳
ص۱۴

آنچہ کینِ شان بپاکان ثابت ست — از شیاطین کس ندارد باورے
خر بود اندر حماقت بے نظیر — لیکن ایشان را بہر مو صد خرے
نے سرِ تحقیق دارند و ثبوت — نے زنند از صدق پا بر معبرے
نے دوائے را شناسند از اثر — نے درختے را شناسند از برے
نے زکس پرسند از روئے نیاز — نے بصرفِ فکرِ خود متفکرے
نے بدل پروائے این تفتیش ہا — کز ہمہ دین ہا کدامین بہترے
بر یکے مائل عددِ صد ہزار — فارغ از فرقِ اقل و اکثرے
نے بدل خوفِ خدائے کردگار — نے بخاطر بیم روزِ محشرے
تیرہ جانان دیدہ ہا را دوختہ — سوختہ در کین وری چون اژدرے
دیدہ و دانستہ از حق قاصراند — دل نہادہ در جہانِ غادرے
از برائے حق تراشیدہ ز جہل — دائما در خانۂ خود منبرے
آن خدائے شان عجب باشد خدا — کو تغافل داشت از ہر کشورے
بہرِ الہام آمدش دایم پسند — یک زبان یک خطۂ کوتہ ترے
اینچنیں رائے کجا باشد درست — کے خرد گردد بسوئیش رہبرے
کے گمانِ بد کند بر نیکوان — آنکہ باشد نیک و نیکو محضرے
ماہ را گفتن کہ چیزے نیست این — ہست دشنامے نہ زین افزون ترے
کور گر گوید کجا ہست آفتاب — میشود در کوری اش رسوا ترے
درخورِ تابان مکن شک و گمان — تا ملامت را نہ گردی درخورے
گر خدا خواہی چرا کج میروی — چون نمی ترسی ز قہرِ قاہرے
چون نمی ترسی ز روزِ باز پرس — چون نہ ترسی از حضورِ داورے
افترائے شان چسان گشتت یقین — یا خدائت وا نمودہ دفترے

۱۵

نورِشان یک عالمے را درگرفت | تو ہنوز اے کور در شور و شرے
لعلِ تابان را اگر گوئی کثیف | زین چہ کاہد قدرِ روشن جوہرے
طعنہ بر پاکان نہ بر پاکان بود | خود کُنی ثابت کہ ہستی فاجرے
بُغض با مردانِ حق نامردیست | آن بشر باشد کہ باشد بے شرے
وانکہ در کین و کراہت سوخت ست | نفس دون راہست صیدِ لاغرے
صد مراتب بہ ز چشمِ اہلِ کین | چشمِ نابینا و کور و اعورے
بر سرِ کین و تعصّب خاک باد | ہم بفرقِ کین وران خاکسترے
جُز بہ پابندیٔ حق بندِ دگر | ور نہ گیرد با خُدائے اکبرے
ما ہمہ پیغمبران را چاکریم | ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریقِ حق نمود | جانِ ما قربان بران حق پرورے
اے خداوندم بہ خیلِ انبیا | کش فرستادے بفضلِ اوفرے
معرفت ہم دہ چو بخشیدی دلم | مے بدہ زان سان کہ دادی ساغرے
اے خداوندم بنام مصطفٰے | کش شدے در ہر مقامے ناصرے
دستِ من گیر از رہِ لطف و کرم | در مہم باش یار و یاورے
تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من | ہمچو خاکم بلکہ زان ہم کمترے

۱۶

امّا بعد سب طالبانِ حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراھین الاحمدیہ علی حقیّت کتاب اللّٰہ القرآن والنبوّۃ المحمدیہ ہے یہ ہے جو دینِ اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآنِ مجید کی حقیّت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحتِ تمام ظاہر کیے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دینِ متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے مُلزم اور لاجواب کیا جائے

جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔

اور یہ کتاب مرتب ہے ایک اشتہار اور ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر خدا اس کو حق کے طالبوں کے لئے مبارک کرے اور بہتوں کو اس کے پڑھنے سے اپنے سچے دین کی ہدایت دے۔ آمین۔

۲۱

اِشتہار

انعامی اشتہار دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کے فرقانِ مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھیں ہیں ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی انکے اُن دلائل کے پیش کرنے سے قطعًا عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں۔

میں جو مُصنِّف اس کتاب براہین احمدیّہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ

۲۲

جمیع اربابِ مذہب اور ملّت کے جو حقانیت

فرقانِ مجید اور نبوّتِ حضرت محمد مُصطفٰے ص۱۹

صلے اللہ علیہ وسلم سے مُنکر ہیں اتماماً

للحُجۃ شائع کر کے اقرارِ صحیح قانونی اور

عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی

صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی ص۲۰

کتاب کی فُرقانِ مجید سے اُن سب

صـ۲۱ براہین اور دلائل میں جو ہم نے دو بارہ
حقیت فرقانِ مجید اور صدقِ رسالتِ
حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم
صـ۲۲ اُسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر[1] کیں
ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت
کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں اِن
صـ۲۳ کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف اِن

[1] یہ لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے اِس جگہ لکھا ہے۔ شمس

سے یا ثُلث ان سے یا ربع ان سے یا
خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا
اگر بکُلّی پیش کرنے سے عاجز ہو تو
ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے
تو اُن سب صورتوں میں بشرطیکہ تین
مُنصف مقبولۂ فریقین بالاتفاق یہ
رائے ظاہر کردیں کہ ایفاء شرط جیسا

ص۲۴
ص۲۵

کہ چاہیئے تھا ظہور میں آگیا میں مُشتہر
ایسے مُجیب کو بلا عُذرے وحیلتے اپنی
جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و
دخل دے دونگا۔ مگر واضح رہے کہ اگر اپنی
کتاب کی دلائل معقولہ پیش کرنے سے
عاجز اور قاصر رہیں یا برطبق شرط
اشتہار کی خمس تک پیش نہ کرسکیں تو

۲۶ ۲۷

اس حالت میں بصراحت تمام تحریر
کرنا ہوگا جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول
ہونے کتاب کے اِس شق کے پورا کرنے
سے مجبور اور معذور رہے۔ اور اگر دلائلِ
مطلوبہ پیش کریں تو اِس بات کو یاد
رکھنا چاہیئے کہ جو ہم نے خُمس دلائل
تک پیش کرنے کی اجازت اور رخصت

ص۲۸
ص۲۹

دی ہے اس سے ہماری یہ مُراد نہیں ہے جو اِس تمام مجموعہ دلائل کا بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے نِصف یا ثُلث یا ربع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ یہ شرط ہر یک صِنف کی دلائل سے مُتعلّق ہے اور ہر صِنف کے بَراہین میں سے نصف یا ثُلث یا ربع یا خمس پیش

ص۳۰
ص۳۱

کرنا ہوگا۔

شائد کسی صاحب کا فہم اس بات کے ط۳۲

سمجھنے سے قاصر رہے جو عبارتِ مذکورہ

میں صنفِ دلائل سے کیا مُراد ہے

پس بغرضِ تشریح اِس فقرہ کے لکھا ط۳۳

جاتا ہے جو دلائل اور براہین فُرقانِ مجید

کی کہ جن سے حقیّت اس کلام پاک

۲۴ کی اور صدق رسالت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے دو قسم پر ہیں
۲۵ اوّل وہ دلائل جو اِس پاک کتاب اور
آنحضرت کی صداقت پر اندرونی اور
ذاتی شہادتیں ہیں یعنی ایسی دلائل جو
۲۶ اُسی مقدّس کتاب کے کمالاتِ ذاتیہ
اور خود آنحضرت کی ہی خصالِ قدسیہ

اور اخلاقِ مرضیّہ اور صفاتِ کاملہ سے
حاصل ہوتی ہیں دوسری وہ دلائل جو ص۳۷
بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرت
کی سچّائی پر شواہدِ قاطعہ ہیں یعنی ایسی دلائل
جو خارجی واقعات اور حادثاتِ متواترہ ص۳۸
مُثبتہ سے لی گئی ہیں۔
اور پھر ہر یک ان دونوں قسموں کی

دلائل سے دو قسم پر ہے دلیلِ بسیط اور دلیلِ مُرکّب۔ دلیل بسیط وہ دلیل ہے جو اثباتِ حقیّتِ قرآنِ شریف اور صدق رسالتِ آنحضرت کے لئے کسی اَور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں اور دلیلِ مُرکّب وہ دلیل ھی جو اُسکے تحقّق دلالت کے لئے ایک ایسے

٣٩
٤٠
٤١

کُل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر
من حیث الاجتماع اُسپر نظر ڈالی جائے ص۴۲
یعنی نظر یکجائی سے اُس کی تمام افراد کو
دیکھا جائے تو وہ کُل مجموعی ایک ایسی
عالی حالت میں ہو جو تحقّق اُس حالت کا ص۴۳
تحقّق حقیّتِ فُرقانِ مجید اور صدقِ
رسالتِ آنحضرت کو مُستلزم ہو اور جب

صؔ۴۴ اجزا اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو
یہ مرتبہ برہانیت کا جیسا کہ اُس کو چاہیئے حاصل
صؔ۴۵ نہ ہو اور وجہ اس تفاوت کی یہ ہے جو
کُل مجموعی اور کُل واحد ہمیشہ متخالف
فی الاحکام ہوتے ہیں جیسے ایک بوجھ
صؔ۴۶ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اُٹھا سکتے ہیں
اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر

اُٹھانا چاہیں تو یہ امر محال ہوجاتا ہے۔
اور ہر واحد ان دونوں قسم کی دلائل
بسیط اور مُرکّبہ سے جب اپنی خاص
خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں
کے لحاظ سے تصوّر کئے جائیں تو اُن کا
نام اِس کتاب میں اصنافِ دلائل ہے۔
اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے

ص۴۷ ص۴۸ ص۴۹

التزام کے لئے ہم نے صدرِ اشتہار ہذا
میں یہ قید لگا دی ہے جو ہر صنفِ
براہین میں سے شخصِ متصدی مقابلہ
فرقانِ مجید کا نصف یا ثلث یا رُبع
یا خُمس پیش کرے یعنی اِس صورت
میں کہ جب اِن کُل دَلائِل کے پیش
کرنے سے عاجز ہو جو ایک صنفِ

ص۵۰
ص۵۱

کے تحت میں داخل ہیں۔ اور نیز اِسجگہ ص۵۲

یہ امر زیادہ تر قابلِ انکشاف ہے کہ

جو صاحب کسی دلیلِ مرکّب کا کہ

جس کی تعریف ابھی ہم بیان کر چکے ص۵۳

ہیں۔ اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا

چاہیں تو اُن پر واجب ہوگا کہ اگر وہ

دلیل مُرکّب ایسی مجموعہ اجزا سے مُرکّب ص۵۴

ہو جو ہر یک جزاُس کا بجائے خود کسی
امر پر دلیل ہو تو ان سب جزوی دلائل
کا بھی کم سے کم ایک ایک نمونہ پیش ۵۵
کرنا ہوگا۔
چونکہ سمجھنا اس شرط کا محتاج تمثیل
ہے اس لئے ہم بطورِ تمثیل کے اِس جگہ ۵۶
اسی قسم کی ایک دلیل دلائلِ مرکبہ

مُثبتہ حقیّتِ فُرقانِ مجید سے تحریر کرتے
ہیں اَور وہ یہ ہے جو تعلیمِ اُصولی
صفحہ ۵۷
فُرقانِ مجید کی دلائلِ حکمیّہ پر مبنی اور
مُشتمل ہے یعنی فُرقانِ مجید ہریک
اُصُولِ اعتقادی کو جو مدارِ نجات کا
صفحہ ۵۸
ہے مُحقّقانہ طور سے ثابت کرتا ہے
اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے

صفحہ ۵۹ بپایۂ صداقت پہنچاتا ہے جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایۂ ثبوت پہنچانا ضرورتِ الہام پر دلائلِ قاطعہ کا لکھنا

صفحہ ۶۰ اور کسی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے قاصر نہ رہنا پس یہ امر فرقانِ مجید کے منجانب اللہ ہونے

صفحہ ۶۱ پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیت

اور افضلیّت اُس کی بوجہ کمال ثابت
ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائدِ
فاسدہ کو ہریک نوع اور ہر صنف کی
صہ ۶۲
غلطیوں سے بدلائل واضحہ پاک کرنا
اور ہر قسم کے شکوک اور شُبہات کو
جو لوگوں کے دلوں میں دخل کر گئے
صہ ۶۳
ہوں۔ براہینِ قاطعہ سے مٹا دینا اور

ایسا مجموعہ اُصولِ مدّللہ مُحقّقہ مُثبتہ کا اپنی
کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اُس
سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں
درج ہو اور نہ کسی ایسے حکیم اور
فیلسوف کا پتا مل سکتا ہو کہ جو کبھی
کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل
اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور

ص۶۴
ص۶۵

ص۶۶
سے اُس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت
کرنے والا ہو چکا ہو اور نہ کبھی کسی
بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا
ص۶۷
ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلّم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی
مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے
ص۶۸
تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول

سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے
اُن کی صُحبت اور مخالطت رہی تھی
کہ جس کے اثر سے اُنہوںؐ نے
ہریک اصولِ حقّہ پر دلائلِ فلسفہ قائم
کر کے تمام عقائد مدارِ نجات کی
حقیقی سچّائی کو ایسا کھول دیا کہ
جس کیؐ نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں

صفحہ ۶۹

صفحہ ۷۰

نہیں پائی جاتی یہ ایسا کام ہے کہ
بجز تائیدِ الٰہی اور الہامِ ربّانی کے
ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہوسکتا
پس ناچار عقل اِس بات پر قطع
واجب کرتی ہے جو قرآنِ شریف
اُس خدائے واحد لاشریک کی کلام
ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی

ص۷۱
ص۷۲

انسان کا علم برابر نہیں۔ یہ دلیل ہے
جو ہم نے بطور نمونہ کے اُن دلائلِ مُرکّبہ
میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجموعہ اجزا
تمام ایسی جزؤں سے مُرکّب ہے کہ
وہ سب جُزیں دلائل ہی ہیں چنانچہ
اس دلیل کے اجزا سب کے سب
وہ دلائل ہیں جو عقائدِ حقّہ پر قائم

صفحہ ۴۳
صفحہ ۴۴

کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصناف صـ۷۵
دلائل میں سے ایک صنف ہے اس
لئے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصناف
دلائل کا پیش کرنا فرض ہے اس لئے
اُس دلیل کا بھی پیش کرنا فرض ہے صـ۷۶
مگر اس دلیل کو دکھلانے کے لئے
اُن تمام دلائل کا دکھلانا بھی ضروری

ص۷۷ ہے کہ جن سے اس دلیل کی تالیف اور
ترکیب ہے اور جن کی ہیئتِ اجتماعی
سے اس کا وجود تیار ہوتا ہے جیسی دلیلِ
اثباتِ وجودِ صانع دلیلِ اثباتِ
ص۷۸ توحید دلیلِ اثباتِ خالقیّت
باری تعالیٰ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہی دلائل*
کی اجزا ہیں اور وجود کُل کا بغیر وجود

* حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیرِ استعمال نسخہ میں اس جگہ "اس دلیل" کے الفاظ قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ شمس

اجزا کے ممکن نہیں اور نہ تحصّل کسی
ماہیّت کا بدون اس کی جُزوں کے
ہوسکتا ہے پس مخاصم پر لازم ہے جو
اُن تمام جُزوی دلائل کو بھی پیش کرے ص۸۰
ہاں یہ اختیار ہے کہ جہاں ہم نے مثلاً
کسی اُصول کے اثبات پر پانچ دلیلیں
لکھی ہوں مخاصم صاحب اُس کے ص۸۱

ص۷۹

اثبات پر یا اُس کے ابطال پر یعنی جیسا کہ
رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل بپابندی
اُنہیں شرائط اور اُنہیں حدود کے جو
اشتہار ہذا میں ہم ذکر چکے ہیں اپنی
الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں ❖

صفحہ ۸۲

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد مقام قادیان ضلع گورداسپور
پنجاب

ٹائٹل پیج بار اول

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بفضلِ عظیم حضرت ہادی عالم و عالمیان و رحمتِ عمیم رہنمائے گمگشتگان کتاب لاجواب موسوم بہ

براہینِ احمدیہ

ملقّب بہ

البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

جس کو فخرِ اہلِ اسلام پنجاب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام اقبالہم نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرینِ اسلام پر حجت الاسلام پوری کرنے کیلئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا

امرتسر پنجاب
سفیر ہند پریس در ۱۸۸۰ء طبع ہوئی

امیر علی دولہ پرنٹر

سیقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین — سأریکم آیاتی فلا تستعجلون

الجزء ۱۷ سورۃ الانبیاء
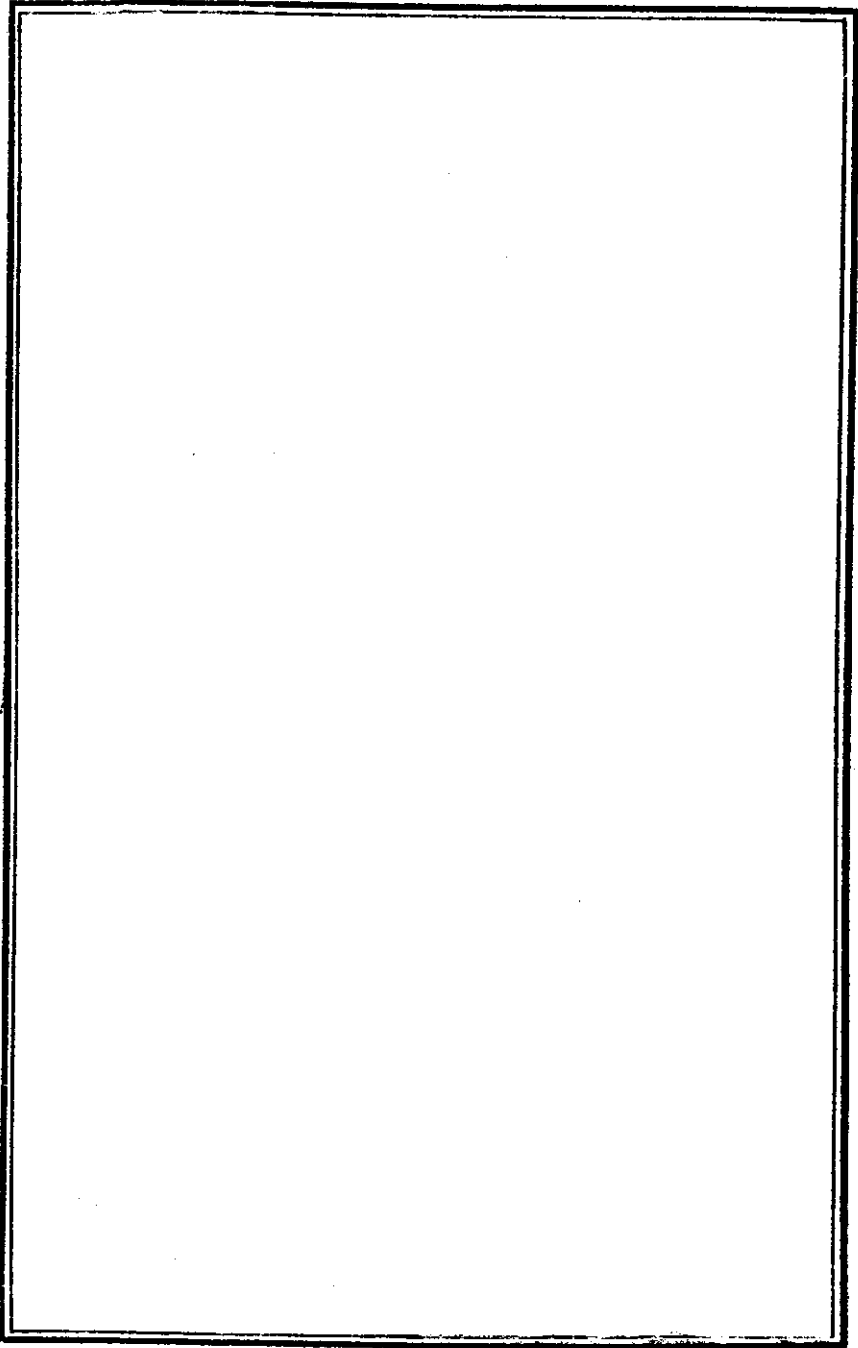
براہینِ احمدیہ[1]

کے مخالفوں کی جلدی

کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار سفیر ہند اور نور افشاں اور رسالہ ودیا پرکاشک میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور ہم ردّ اس کتاب کی لکھیں گے اور بعض صاحب **ڈوموں کی طرح** ایسے ایسے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لائے ہیں کہ جن سے اُن کی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریروں سے ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں ہم تو ان کی تہ سے واقف ہیں اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم پر پوشیدہ نہیں۔ سو اُن سے ہم کیا ڈریں گے اور وہ کیا ڈراویں گے۔

کرمکِ پروانہ را چوں موت می آید فراز می فتد بر شمعِ سوزاں از رہِ شوخی و ناز

بہرحال ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ذرا صبر کریں اور جب کوئی حصہ کتاب کی فصلوں میں سے چھپ چکتا ہے تب جتنا چاہیں زور لگالیں۔ ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں۔ ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جاسکتی ہے اور کسی کی نری زبان کی فضول گوئی سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ بلکہ ایسی باتوں سے خود

[1] یہ اشتہار طبع اوّل و طبع سوم میں موجود ہے لیکن طبع دوم میں نہیں۔ شمس

پادریوں اور پنڈتوں کی دیانتداری کھلتی جاتی ہے کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا اور نہ بھالا نہ اس کی براہین سے کچھ اطلاع نہ اُس کے پایۂ تحقیقات سے کچھ خبر اُس کی نسبت جھٹ پٹ مونہہ کھول کر ردّ نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور راستبازی ہے؟ اے حضرات! جب آپ لوگوں نے ابھی میری دلائل کو ہی نہیں دیکھا تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ان تمام دلائل کا جواب لکھ سکیں گے، جب تک کسی کی کوئی حجت نکالی ہوئی یا کوئی برہان قائم کی ہوئی یا کوئی دلیل لکھی ہوئی معلوم نہ ہو اور پھر اُس کو جانچا نہ جائے کہ یقینی ہے یا ظنّی اور مقدماتِ صحیحہ پر مبنی ہے یا مغالطات پر تب تک اس کی نسبت کوئی مخالفانہ رائے ظاہر کرنا اور خواہ نخواہ اس کے ردّ لکھنے کے لئے دم زدنی کرنا اگر تعصب نہیں تو اَور کیا ہے؟ اور جب آپ لوگوں نے قبل از دریافتِ اصل حقیقت ردّ لکھنے کی پہلے ہی ٹھہرالی تو پھر کب نفسِ اَمّارہ آپ کا اِس بات سے باز آنے کا ہے جو بات بات میں فریب اور تدلیس اور خیانت اور بددیانتی کو کام میں لایا جائے تا کسی طرح یہ فخر حاصل کریں کہ ہم نے جواب لکھ دیا۔

اگر آپ لوگوں کی نیت میں کچھ خلوص اور دل میں کچھ انصاف ہوتا تو آپ لوگ یوں اعلان دیتے کہ اگر دلائل کتاب کی واقع میں صحیح اور سچی ہونگی تو ہم بسر و چشم ان کو قبول کریں گے۔ ورنہ اظہارِ حق کی غرض سے اُن کی ردّ لکھیں گے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو بے شک منصفوں کے نزدیک منصف ٹھہرتے اور صاف باطن کہلاتے لیکن خدا نہ کرے کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو جو خدا کے ساتھ بھی بے انصافی کرتے ہوئے نہیں ڈرتے اور بعض نے اسکو خالق ہونے سے ہی جواب دے رکھا ہے اور بعض ایک کے تین بنائے بیٹھے ہیں اور کسی نے اُس کو ناصرہ میں لا ڈالا ہے اور کوئی اُس کو اجودھیا کی طرف کھینچ لایا ہے۔

اب خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو کی نظر اور فکر لاویں اپنے مصنوعی

خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آلہہ باطلہ۔ جب تک اِس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودّیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفتِ حیا اور شرم سے دُور سمجھیں۔

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضدّ و تعصب میں ڈوبتے آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہی ایک بات کچھ ہوش کرکے عذر سناؤ گے یا نہیں؟

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ مُنہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

اشتہارِ ضروری

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت جو بالفعل دس روپیہ قرار پائی ہے وہ صرف مسلمانوں کے لئے کمال درجہ کی تخفیف اور رعایت سے ہے کہ جن کو بشرطِ وسعت اور طاقتِ مالی کے اعانت دینِ متین میں کسی نوع کا دریغ نہیں۔ لیکن جو صاحب کسی اور مذہب یا ملّت کے پابند ہو کر اِس کتاب کو خریدنا چاہیں تو چونکہ اعانت کی اُن سے کچھ توقع نہیں۔ لہٰذا اُن سے وہ پوری پوری قیمت لی جائے گی جو حصّۂ اولیٰ کے اعلان میں شائع ہو چکی ہے۔

المشتہر
مؤلفِ براہینِ احمدیہ

الف

عرضِ ضروری بحالتِ مجبوری

انسان کی کمزوریاں جو ہمیشہ اُس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تمدّن اور تعاون کا محتاج رکھتی ہیں اور یہ حاجت تمدّن و تعاون کی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس میں کسی عاقل کو کلام نہیں خود ہمارے وجود کی ہی ترکیب ایسی ہے کہ جو تعاون کی ضرورت پر اوّل ثبوت ہے ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کان اور ناک اور آنکھ وغیرہ اعضا اور ہماری سب اندرونی اور بیرونی طاقتیں ایسی طرز پر واقع ہیں کہ جب تک وہ باہم ملکر ایک دوسرے کی مدد نہ کریں تب تک افعال ہمارے وجود کے علی مجری الصحّت ہرگز جاری نہیں ہوسکتے اور انسانیت کی کل ہی معطّل پڑی رہتی ہے جو کام دو ہاتھ کے ملنے سے ہونا چاہیئے وہ محض ایک ہی ہاتھ سے انجام نہیں ہوسکتا۔ اور جس راہ کو دو پاؤں ملکر طے کرتے ہیں وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہوسکتا اسی طرح تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دینؔ یا دُنیا کو انجام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا ہریک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہی مثل اعضا یکدیگر ہے اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے بغیر معاونت باہمی ان کے بخوبی و خوش اسلوبی ہوسکے بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علّت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہوسکتے اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی ہوا انبیاء علیہم السّلام جو توکّل اور تفویض اور تحمّل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں اُن کو بھی بہ رعایتِ

اسبابِ ظاہری مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہنا پڑا خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں بہ تصدیق اپنے قانونِ قدرت تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا حکم فرمایا۔

مگر افسوس جو مسلمانوں میں سے بہتوں نے اِس اصولِ متبرک کو فراموش کر دیا ہے اور ایسی اصلِ عظیم کو کہ جس پر ترقی اور اقبال دین کا سارا مدار تھا بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسری قومیں کہ جن کی الہامی کتابوں میں اِس بارے میں کچھ تاکید بھی نہیں تھی وہ اپنی دلی تدبیر سے اپنے دین کی اشاعت کے شوق سے مضمون تعاونوا پر عمل کرتی جاتی ہیں اور خیالاتِ مذہبی ان کے بباعث قومی تعاون کے روز بروز زیادہ سے زیادہ پھیلتے چلے جاتے ہیں آجکل عیسائیوں کی قوم کو ہی دیکھو جو اپنے دین کے پھیلانے میں کس قدر دلی جوش رکھتے ہیں اور کیا کچھ محنت اور جانفشانی کر رہے ہیں لاکھ ہا روپیہ بلکہ کروڑ ہا اُن کا صرف تالیفاتِ جدیدہ کے چھپوانے اور شائع کرنے کی غرض سے جمع رہتا ہے۔ ایک متوسط دولتمند یورپ یا امریکہ کا اشاعتِ تعلیم انجیل کے لئے اس قدر روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر دیتا ہے جو اہلِ اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ دولتمند من حیث المجموع بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے یوں تو مسلمانوں کا اِس مُلک ہندوستان میں ایک بڑا گروہ ہے اور بعض بعض متموّل اور صاحبِ توفیق بھی ہیں مگر امورِ خیر کی بجا آوری میں (باستثنائے ایک جماعت قلیل اُمراء اور وُزراء اور عہدہ داروں کے) اکثر لوگ نہایت درجہ کے پست ہمت اور منقبض الخاطر اور تنگ دِل ہیں کہ جن کے خیالات محض نفسانی خواہشوں میں محدود ہیں اور جنکے دماغ استغنا کے مواد ردّیہ سے متعفن ہو رہے ہیں یہ لوگ دین اور ضروریاتِ دین کو تو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے۔ ہاں ننگ و نام کے موقعہ پر سارا گھر بار لٹانے کو بھی حاضر ہیں۔ خالصاً دین کے لئے عالی ہمت مسلمان (جیسے ایک سیّدنا و مخدومنا حضرت خلیفہ سیّد محمد حسن خانصاحب بہادر وزیر اعظم پٹیالہ) اِس قدر تھوڑے ہیں کہ جن کو انگلیوں پر بھی شمار کرنے کی حاجت نہیں۔

صدب

۱؎ الصّف : ۱۵ ۲؎ مائدۃ : ۳

ماسوا اِس کے بعض لوگ اگر کچھ تھوڑا بہت دین کے معاملہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو ایک رسم کے پیرایہ میں نہ واقعی ضرورت کے انجام دینے کی نیت سے جیسے ایک کو مسجد بنواتے دیکھ کر دوسرا بھی جو اُس کا حریف ہے خواہ نخواہ اُس کے مقابلہ پہ مسجد بنواتا ہے اور خواہ واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ہزار ہا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے کسی کو یہ خیال پیدا نہیں ہوتا جو اِس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعتِ علمِ دین ہے اور نہیں سمجھتے کہ اگر لوگ دیندار ہی نہیں رہیں گے تو پھر ان مسجدوں میں کون نماز پڑھے گا صرف پتھروں کے مضبوط اور بلند میناروں سے دین کی مضبوطی اور بلندی چاہتے ہیں اور فقط سنگِ مرمر کے خوبصورت قطعات سے دین کی خوبصورتی کے خواہاں ہیں لیکن جس رُوحانی مضبوطی اور بلندی اور خوبصورتی کو قرآن شریف پیش کرتا ہے اور جو اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء[1] کا مصداق ہے اُس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اس شجرہ طیبہ کے ظلِ ظلیل دکھلانے کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے۔ اور یہود کی طرح صرف ظواہر پرست بن رہے ہیں۔ نہ دینی فرائض کو اپنے محل پہ ادا کرتے ہیں اور نہ ادا کرنا جانتے ہیں اور نہ جاننے کی کچھ پروا رکھتے ہیں۔

اگرچہ یہ بات قابلِ تسلیم ہے جو ہر سال میں ہماری قوم کے ہاتھ سے بے شمار روپیہ بنام نہاد خیرات وصدقات کے نکل جاتا ہے مگر افسوس جو اکثر لوگ ان میں سے نہیں جانتے کہ حقیقی نیکی کیا چیز ہے اور بذلِ اموال میں اصلح اور انسب طریقوں کو مدِ نظر نہیں رکھتے اور آنکھ بند کر کے بے موقع خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر جب سارا شوقِ دلی اسی بے موقع خرچ کرنے میں تمام ہو جاتا ہے۔ تو موقعہ پہ آ کر اصلی فرض کے ادا کرنے سے بالکل قاصر رہ جاتے ہیں اور اپنے پہلے اسراف اور افراط کا تدارک بطور تفریط و ترکِ واجب کے کرنا چاہتے ہیں یہ ان لوگوں کی سیرت ہے کہ جن میں روح کی سچائی سے قوتِ فیاضی اور نفع رسانی کی جوش نہیں مارتی بلکہ صرف اپنی ہی طمعِ خاص سے مثلاً بوڑھے ہو کر پیرانہ سالی

[1] ابراھیم : ۲۵

کے وقت میں آخرت کی تن آسانی کا ایک حیلہ سوچ کر مسجد بنوانے اور بہشت میں بنا بنایا گھر لینے کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اور حقیقی نیکی پر ان کی ہمدردی کا یہ حال ہے کہ اگر کشتی دین کی ان کی نظر کے سامنے ساری کی ساری ڈوب جائے یا تمام دین ایک دفعہ ہی تباہ ہو جائے تب بھی اُن کے دل کو ذرا لرزہ نہیں آتا اور دین کے رہنے یا جانے کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے۔ اگر درد ہے تو دنیا کا۔ اگر فکر ہے تو دُنیا کا اگر عشق ہے تو دُنیا کا۔ اگر سودا ہے تو دُنیا کا اور پھر دنیا بھی جیسا کہ دوسری قوموں کو حاصل ہے حاصل نہیں ہر یک شخص جو قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہا ہے وہ ان لوگوں کی لاپروائی سے نالاں اور گریاں ہی نظر آتا ہے اور ہر یک طرف سے یا حسرتا علی القوم کی ہی آواز آتی ہے اوروں کی کیا کہیں ہم آپ ہی سناتے ہیں۔

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براھین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقتِ اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مؤمنین کے دل وجان کی مراد تھی اس لئے اُمراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آرہی ہیں۔ اُن کے دور کرنے میں بدل وجان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں اللہ المستعان واللہ خیرٌ وّ ابقٰی !!

بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر اور تردد میں ڈال دیا ہے ہم نے پہلا حصّہ جو چھپ چکا تھا اُس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگی بھیج دینگے اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام بآسانی پورا ہو جائے گا

صحیح

اور ہزار ہا بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں مصارف ڈاک تو سب ضائع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئیگی اور بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی اگر یہی حمایتِ اسلام ہے تو کارِ دین تمام ہے ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیجدیں ہم اسی کو عطیۂ عظمٰی سمجھیں گے اور احسانِ عظیم خیال کرینگے ورنہ ہمارا بڑا حرج ہوگا۔ اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا کیونکہ یہ پرچہ اخبار نہیں کہ جس کے ضائع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو ہر یک حصہ کتاب کا ایک ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے برائے خدا ہمارے معزز اخوان سردمہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغناء کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزا کتاب کے ہی نہیں ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔ کام ابتر پڑ جائے گا اور دین کے امر میں جو سب کا مشترک ہے ناحق کی دِقت پیش آجائے گی۔

اُمیدوار بود آدمی بخیرِ کساں — مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

ایک اور بڑی تکلیف ہے جو بعض نافہم لوگوں کی زبان سے ہم کو پہنچ رہی ہے اور وہ یہ ہے جو بعض صاحب کہ جن کی رائے بباعث کم توجہی کے دینی معاملات میں صحیح نہیں ہے وہ اس حقیقت حال پر اطلاع پاکر جو کتاب براہینِ احمدیہ کی تیاری پر نو ہزار روپیہ خرچ آتا ہے بجائے اس کے جو دلی غمخواری سے کسی نوع کی اعانت کی طرف متوجہ ہوتے

اور جو زیر باریاں بوجہ کمی قیمت کتاب و کثرت مصارف طبع کے عائد حال ہیں ان کے بجبر نقصان کے لئے کچھ للّٰہ فی اللہ ہمت دکھلاتے منافقانہ باتیں کرنے سے ہمارے کام میں خلل انداز ہو رہے ہیں اور لوگوں کو یہ وعظ سناتے ہیں جو کیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی ہیں جو اب اس کی حاجت ہے اگرچہ ہم کو ان لوگوں کے اعتراضوں پر کچھ نظر اور خیال نہیں اور ہم جانتے ہیں جو دنیا پرستوں کی ہر یک بات میں کوئی خاص غرض ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح شرعی فرائض کو اپنے سر پر سے ٹالتے رہتے ہیں کہ تا کسی دینی کارروائی کی ضرورت کو تسلیم کر کے کوئی کوڑی ہاتھ سے نہ چھوڑنی پڑے لیکن چونکہ وہ ہماری اس جہد بلیغ کی تحقیر کر کے لوگوں کو اس کے فوائد عظیمہ سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور باوصفیکہ ہم نے پہلے حصہ کے پرچہ منضمہ میں وجوہ ضرورت کتاب موصوف کی بیان کر دی تھیں پھر بھی بمقتضائے فطرتی خاصیت اپنی کے نیش زنی کر رہے ہیں ناچار اس اندیشہ سے کہ مبادا کوئی شخص ان کی واہیات باتوں سے دھوکا نہ کھاوے پھر کھول کر بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بغیر اشد ضرورت کے نہیں لکھی گئی جس مقصد اور مطلب کے انجام دینے کے لئے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے اگر وہ مقصد کسی پہلی کتاب سے حاصل ہو سکتا تو ہم اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کے لئے بدل و جان مصروف ہو جاتے اور کچھ ضرور نہ تھا جو ہم سالہا سال اپنی جان کو محنت شدید میں ڈال کر اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ خرچ کر کے پھر آخر کار ایسا کام کرتے جو محض تحصیل حاصل تھا لیکن جہاں تک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا شائع کرنا بغرض اثبات حقیت دین اسلام کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو ایسی کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھا دے تا ہم بھی جانیں ورنہ بیہودہ بکواس کرنا اور ناحق

بندگانِ خدا کو ایک چشمۂ فیض سے روکنا بڑا عیب ہے۔

مگر یاد رہے جو اس مقولہ سے کسی نوع کی خودستائی ہمارا مطلب نہیں جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالی شان فضلاء نے نہ کی یا جو دلائل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں یہ ایک ایسا امر ہے جو زمانہ کے حالات سے متعلق ہے نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ اُن کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے اُنہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالاتِ فاسدہ کم پھیلے تھے اور صرف غفلت کے طور پر باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا سو اُن بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو ان کے زمانہ کی اصلاح کے لئے کافی تھی۔ ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالات فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی بلکہ ایک پُرزور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت کی شدّت فساد کی پوری پوری اصلاح کرے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے جو کیوں ازمنۂ مختلفہ میں تالیفاتِ جدیدہ کی حاجت پڑتی ہے اس کا باعث یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی کسی زمانہ میں مفاسد کم اور کسی میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت کسی رنگ میں اور کسی وقت کسی رنگ میں پھیلتے ہیں اب مؤلف کسی کتاب کا جو ان خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اُس کو ضرور ہوتا ہے جو وہ طبیب حاذق کی طرح مزاج اور طبیعت اور مقدار فساد اور قسم فساد پر نظر کرکے اپنی تدبیر کو علیٰ قدر ماینبغی و علیٰ نحو ماینبغی عمل میں لاوے۔ اور جس قدر یا جس نوع کا بگاڑ ہو گیا ہے اُسی طور سے اس کی اصلاح کا بندوبست کرے اور وہی طریق اختیار کرے کہ جس سے احسن اور اسہل طور پر اُس مرض کا ازالہ ہوتا ہو کیونکہ اگر کسی تالیف میں مخاطبین کے مناسب حال تدارک نہ کیا جائے تو وہ تالیف نہایت نکمّی اور غیر مفید اور بے سود ہوتی ہے اور ایسی تالیف کے بیانات میں یہ زور ہرگز نہیں ہوتا جو منکر کی طبیعت کے پورے گہراؤ تک غوطہ لگا کر اس کے دلی خلجان کو بکلّی مستاصل کرے پس ہمارے معترضین اگر ذرا غور کرکے سوچیں گے تو ان پر

مٹ

بہ یقینِ کامل واضح ہوجائے گا کہ جن انواع و اقسام کے مفاسد نے آجکل دامن پھیلا رکھا ہے ان کی صورت پہلے فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گذر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں بے عقل کی بد استعمالی کا زمانہ ہے پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا اور اب فکر اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی ہے یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عمیقہ اور براہین قاطعہ لکھنے کی ہم کو ضرورتیں پیش آئیں وہ اُن نیک اور بزرگ عالموں کو کہ جنہوں نے صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں پیش نہیں آئی تھیں ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (کہ خاک بر فرق ایں روشنی) نوآموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے۔ ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ اگرچہ آجکل تقریباً تمام نوآموزوں کا قدرتی میلان وجوہاتِ عقلیہ کی طرف ہوگیا ہے لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقلِ ناتمام اور علمِ خام کے بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے فکر اور نظر کی کجروی نے لوگوں کے قیاسات میں بڑی بڑی غلطیاں ڈال دی ہیں اور مختلف رایوں اور گوناگوں خیالات کے شائع ہونے کے باعث سے کم فہم لوگوں کے لئے بڑی بڑی دقتیں پیش آگئی ہیں سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں کی طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ جو امور نہایت معقولیت میں تھے وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ جو باتیں بغایت درجہ نامعقول ہیں اُن کو وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں سمجھ رہے ہیں وہ حرکات جو نشاء انسانیت سے مغائر ہیں اُن کو وہ تہذیب خیال کئے بیٹھے ہیں اور جو حقیقی تہذیب ہے اُس کو وہ نظرِ استخفاف اور استحقار سے دیکھتے ہیں پس ایسے وقت میں اور ان لوگوں کے علاج کے لئے جو اپنے ہی گھر میں محقق بن بیٹھے ہیں اور اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو کہلاتے ہیں ہم نے کتاب براہینِ احمدیہ جو تین سو براہینِ

قطعیہ عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثباتِ حقانیّت قرآنِ شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت موںہہ پھیر رہے ہیں تالیف کیا ہے کیونکہ یہ بات اجلی بدیہات ہے جو سرگشتۂ عقل کو عقل ہی سے تسلّی ہو سکتی ہے اور جو عقل کا رہزدہ ہے وہ عقل ہی کے ذریعہ سے راہ پر آ سکتا ہے۔

اب ہر یک مومن کے لئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس کتاب کے ذریعے سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہوگئیں اور تمام مخالفین کے شبہات کو دفع اور دور کیا جائیگا وہ کتاب کیا کچھ بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچائے گی اور کیسا فروغ اور جاہ و جلال اسلام کا اُس کی اشاعت سے چمکے گا ایسے ضروری امر کی اعانت سے وہی لوگ لاپروا رہتے ہیں جو حالتِ موجودہ زمانہ پر نظر نہیں ڈالتے۔ اور مفاسدِ منتشرہ کو نہیں دیکھتے اور عواقب امور کو نہیں سوچتے یا وہ لوگ کہ جن کو دین سے کچھ غرض ہی نہیں اور خدا اور رسول سے کچھ محبت ہی نہیں۔ اے عزیزو!!! اس پُر آشوب زمانہ میں دین اسی سے برپا رہ سکتا ہے جو بمقابلہ زور طوفان گمراہی کے دین کی سچائی کا زور بھی دکھایا جاوے اور اُن بیرونی حملوں کے جو چاروں طرف سے ہو رہے ہیں حقانیت کی قوی طاقت سے مدافعت کی جائے یہ سخت تاریکی جو چہرۂ زمانہ پر چھا گئی ہے یہ تب ہی دُور ہو گی کہ جب دین کی حقیت کے براہین دُنیا میں بکثرت چمکیں اور اس کی صداقت کی شعاعیں چاروں طرف سے چھوٹتی نظر آویں اس پراگندہ وقت میں وہی مناظرہ کی کتاب روحانی جمعیت بخش سکتی ہے کہ جو بذریعہ تحقیقِ عمیق کے اصل ماہیت کے باریک دقیقہ کی تہہ کو کھولتی ہو اور اُس حقیقت کے اصل قرارگاہ تک پہنچاتی ہو کہ جس کے جاننے پر دلوں کی تشفی موقوف ہے۔

اے بزرگو!!! اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو شخص بغیر اعلیٰ درجہ کے عقلی ثبوتوں کے اپنے دین کی خیر منانی چاہے تو یہ خیال محال اور طمعِ خام ہے۔ تم آپ ہی نظر اُٹھا کر دیکھو جو کیسی طبیعتیں خودرائی اختیار کرتی جاتی ہیں اور کیسے خیالات بگڑتے جاتے ہیں اس زمانہ کی ترقیٔ

ح

علومِ عقلیہ نے یہی اُلٹا اثر کیا ہے حال کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طبائع میں ایک عجیب طرح کی آزاد منشی بڑھتی جاتی ہے اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفا باطنی میں ہے۔ وہ اُن کے مغرور دلوں سے بالکل جاتی رہی ہے اور جن جن خیالات کو وہ سیکھتے ہیں وہ اکثر ایسے ہیں کہ جن سے ایک لامذہبی کے وساوس پیدا کرنیوالا اُن کے دِلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور اکثر لوگ قبل اس کے جو اُن کو کوئی مرتبہ تحقیق کامل کا حاصل ہو صرف جہلِ مرکّب کے غلبہ سے فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے جاتے ہیں آؤ اپنی اولاد اور اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں پر رحم کرو اور قبل اس کے جو وہ باطل کی طرف کھینچے جائیں۔ اُن کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لاؤ تا تمہارا اور تمہاری ذرّیت کا بھلا ہو اور تا سب کو معلوم ہو جو بمقابلہ دینِ اسلام کے اور سب ادیان بے حقیقت محض ہیں دُنیا میں خُدا کا قانونِ قُدرت یہی ہے جو کوشش اور سعی اکثر حصولِ مطلب کا ذریعہ ہو جاتی ہے اور جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر اور غافل ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ اکثر محروم اور بے نصیب رہتا ہے سو آپ لوگ اگر دینِ اسلام کی حقیّت کے پھیلانے کے لئے جو فی الواقع حق ہے کوشش کریں گے تو خُدا اِس سعی کو ضائع نہیں کریگا خدا نے ہم کو صدہا براہین قاطعہ حقیتِ اسلام پر عنایت کیں اور ہمارے مخالفین کو ان میں سے ایک بھی نصیب نہیں اور خدا نے ہم کو حق محض عطا فرمایا اور ہمارے مخالفین باطل پر ہیں اور جو راستبازوں کے دلوں میں جلالِ احدیّت کے ظاہر کرنے کے لئے سچّا جوش ہوتا ہے اُسکی ہمارے مخالفوں کو بُو بھی نہیں پہنچی لیکن تب بھی دن رات کی کوشش ایک ایسی مؤثّر چیز ہے کہ باطل پرست لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور چوروں کی طرح کہیں نہ کہیں اُنکی نقب بھی لگتی ہی رہتی ہے دیکھو عیسائیوں کا دین کہ جسکا اصول ہی اوّل الدّن دُرد ہے پادریوں کی ہمیشہ کی کوششوں سے کیسا ترقّی پر ہے اور کیسے ہر سال اُن کی طرف سے فخریہ تحریریں چھپتی رہتی ہیں کہ اس برس چار ہزار عیسائی ہوا اور اس سال آٹھ ہزار پر خداوند مسیح کا فضل ہو گیا ابھی کلکتہ میں جو پادری ھیکر صاحب نے اندازہ کرسٹان شدہ آدمیوں کا بیان کیا ہے اس سے ایک نہایت قابلِ افسوس خبر ظاہر ہوتی ہے پادری صاحب

فرماتے ہیں جو پچاس سال سے پہلے تمام ہندوستان میں کرسٹان شدہ لوگوں کی تعداد صرف ستائیس ہزار تھی اِس پچاس سال میں یہ کارروائی ہوئی جو ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا پہنچ گیا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن!!! اے بزرگو!! اِس سے زیادہ تر اور کونسا وقت انتشار گمراہی کا ہے کہ جس کے آنے کی آپ لوگ راہ دیکھتے ہیں ایک وہ زمانہ تھا جو دینِ اسلام یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا[1] کا مصداق تھا اور اب یہ زمانہ!!! کیا آپ لوگوں کا دل اس مصیبت کو سُنکر نہیں جلتا؟ کیا اس وباءِ عظیم کو دیکھ کر آپ کی ہمدردی جوش نہیں مارتی؟ اے صاحبانِ عقل و فراست اِس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے اسکی اصلاح اشاعتِ علمِ دین پر ہی موقوف ہے سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کیلئے مَیں نے کتاب براہینِ احمدیّہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیتِ اسلام کا ثبوت دِکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتحِ عظیم کے ساتھ ہو جاوے گا۔ اس کتاب کی اعانتِ طبع کے لئے جس قدر ہم نے لکھا ہے وہ محض مسلمانوں کی ہمدردی سے لکھا گیا ہے کیونکہ ایسی کتاب کے مصارف جو ہزارہا روپیہ کا معاملہ ہے اور جسکی قیمت بھی بہ نیّت عام فائدہ مسلمانوں کے نصف سے بھی کم کر دی گئی ہے یعنی پچیس روپیہ میں سے صرف دس روپیہ رکھے گئے ہیں وہ کیونکر بغیر اعانت عالی ہمت مسلمانوں کے انجام پذیر ہو۔

بعض صاحبوں کی سمجھ پر رونا آتا ہے جو وہ بروقت درخواست اعانت کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کتاب کو بعد طیاری کتاب کے خرید لیں گے پہلے نہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کچھ تجارت کا معاملہ نہیں اور مؤلّف کو بجز تائید دین کے کسی کے مال سے کچھ غرض نہیں اعانت کا وقت تو یہی ہے کہ جب طبع کتاب میں مشکلات پیش آرہی ہیں ورنہ بعد چھپ چکنے کے اعانت کرنا ایسا ہے کہ جیسے بعد تندرستی کے دَوا دینا پس ایسی لاحاصل اعانت سے کس ثواب کی توقّع ہوگی۔ خدا نے لوگوں کے دلوں سے دینی محبت کیسی مٹادی جو اپنے ننگ و ناموس کے کاموں میں ہزارہا روپیہ آنکھ بند کر کے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں لیکن دینی کاموں کے بارے میں جو اس

[1] النصر : ۳

حیاتِ فانی کا مقصدِ اصلی ہیں لمبے لمبے تاملوں میں پڑ جاتے ہیں زبان سے تو کہتے ہیں جو ہم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں پر حقیقت میں اُن کو نہ خدا پر ایمان ہے نہ آخرت پر اگر ایک ساعت اپنے بذلِ اموال کی کیفیت پر نظر کریں جو خُدا داد نعمتوں کو اپنے نفسِ امّارہ کے فربہ کرنے کے لئے ایک برس میں کس قدر خرچ کر ڈالتے ہیں اور پھر سوچیں جو خلق اللہ کی بھلائی اور بہبودی کے لئے ساری عمر میں خالصاً للہ کتنے کام کئے ہیں تو اپنے خیانت پیشہ ہونے پر آپ ہی رو دیں پر ان باتوں کو کون سوچے اور وہ پردے جو دل پر ہیں کیونکر دُور ہوں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ[1] انہیں لوگوں کی پست ہمّتی اور دنیا پرستی پر خیال کر کے بعض ہمارے معزز دوستوں نے جو دین کی محبت میں مثلِ عاشقِ زار پائے جاتے ہیں بمقتضائے بشریت کے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس صورت میں لوگوں کا یہ حال ہے تو اتنی بڑی کتاب تالیف کرنا کہ جس کی چھپوائی پر ہزارہا روپیہ خرچ آتا ہے بے موقع تھا سو اُن کی خدمت والا میں یہ عرض ہے کہ اگر ہم اُن صدہا دقائق اور حقائق کو نہ لکھتے کہ جو درحقیقت کتاب کے حجم بڑھ جانے کا موجب ہیں تو پھر خود کتاب کی تالیف ہی غیر مفید ہوتی رہا یہ فکر کہ اس قدر روپیہ کیونکر میسّر آوے گا سو اس سے تو ہمارے دوست ہم کو مت ڈراویں اور یقین کر کے سمجھیں جو ہم کو اپنے خدائے قادرِ مطلق اور اپنے مولیٰ کریم پر اس سے زیادہ تر بھروسا ہے کہ جو مُمسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے اُن صندوقوں پر بھروسا ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہر وقت اُن کی جیب میں رہتی ہے سو وہی قادرِ توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لئے آپ مدد کرے گا۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ[2]

بناہم آں توانائیست ہر آں زنجلی ناتوانانم منزساں

مطبوعہ سفیرِ ہند امرتسر

[1] الرعد : ۳۴ [2] البقرۃ : ۱۰۷

مقدّمہ

اور اس میں کئی مقصد واجب الاظہار ہیں جو ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں

اوّل ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں بصد ادب اور غربت عرض کی جاتی ہے جو اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بے اصل جھگڑا اُٹھایا جائے بلکہ محض حق اور راستی کا ظاہر کرنا مُراد دلی اور تمنّا قلبی ہے اور ہم کو ہرگز منظور نہ تھا کہ اِس کتاب میں کسی اپنے مخُالف کے خیالات اور عندیات کا ذِکر زبان پر لاتے بلکہ اپنے کام سے کام تھا اور مطلب سے مطلب مگر کیا کیجئے کہ کامل تحقیقات اور باستیفاء بیان کرنا جمیع اصولِ حقّہ اور ادلّۂ کاملہ کا اسی پر موقوف ہے کہ ان سب اربابِ مذاہب کا جو برخلاف اصولِ حقّہ کے رائے اور خیال رکھتے ہیں غلطی پر ہونا دکھلایا جائے پس اس جہت سے اُن کا ذِکر کرنا اور اُن کے شکوک کو رفع دفع کرنا ضروری اور واجب ہوُا اور خود ظاہر ہے کہ کوئی ثبوت بغیر رفع کرنے عُذرات فریقِ ثانی کے کماحقّہٗ اپنی صداقت کو نہیں پہنچتا مثلاً جب ہم اثبات وجودِ صانعِ عالم کی بحث لکھیں تو تکمیل اُس بحث کی اس بات پر موقوف ہوگی جو دہریہ یعنے مُنکرینِ وجودِ خالقِ کائنات کے ظنونِ فاسدہ کو دُور کیا جائے اور جب ہم حضرت باری کے خالق الارواح والاجسام ہونے پر دلائل قائم کریں تو ہم پر انصافاً لازم ہے جو آریہ سماج والوں کے اوہام اور وسواس کو بھی جو خدا تعالیٰ کے

حاشیہ نمبر ۱ — یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ہندوؤں میں پیدا ہوُا ہے جو اپنی مذہبی مجلس کو آریہ سماج سے موسوم کرتے ہیں۔ ان دنوں میں سرپرست بلکہ بانی مبانی اس فرقہ کے ایک پنڈت صاحب ہیں کہ جن کا

۸۴

خالق ہونے سے منکر ہیں مٹا دیں اور جب ہم ضرورتِ الہام کی دلائل تحریر کریں تو ہم پر اُن شبہات کا ازالہ کرنا بھی واجب ہوگا جو برہمو سماج والوں کے دلوں میں متمکن ہو رہے ہیں علاوہ اس کے یہ بات بھی نہایت پختہ تجربہ سے ثابت ہے کہ اِس زمانہ کے مخالفینِ اسلام کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ جب تک اپنے اصولِ مسلّمہ کو باطل اور خلافِ حق نہیں دیکھتے اور اپنے مذہب کے فساد پر مطلع نہیں ہوتے تب تک راستی اور صداقتِ دینِ اسلام کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور گو آفتابِ صداقت دینِ الٰہی کا کیسا ہی ان کو چمکتا نظر آوے۔ تب بھی اس آفتاب سے دوسری طرف مونہہ پھیر لیتے ہیں پس جبکہ یہ حال ہے تو ایسی صورت میں دوسرے مذاہب کا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ دیانت اور امانت اور پوری ہمدردی کا یہی مقتضا ہے جو ضرور ذکر کیا جائے اور ان کے اوہام کے مٹانے اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۲۱ ؎

نام دیانند ہے اور ہم اس وجہ سے اُس فرقہ کو نیا فرقہ کہتے ہیں کہ وہ تمام اصُول کہ جن کا یہ فرقہ پابند ہے اور وہ تمام خیالات اور تاویلات کہ وید کی نسبت اس فرقہ نے پیدا کئے ہیں وہ بہ ہیئت مجموعی کسی قدیم ہندو مذہب میں نہیں پائی جاتی اور نہ کسی وید بھاش اور نہ کسی شاستر میں یکجائی طور پر اُن کا پتہ ملتا ہے بلکہ منجملہ ان ذخیرہ متفرق خیالات کے کچھ تو پنڈت دیانند صاحب کے اپنے ہی دل کے بخارات ہیں اور کچھ ایسے بے جا تصرّفات ہیں کہ کسی جگہ سے سر اور کسی جگہ سے ٹانگ لی گئی غرض اسی قسم کی کارسازیوں سے اس فرقہ کا قالب طیار کیا گیا اور پہلا اصُول اِس فرقہ کا یہی ہے جو پرمیشر روحوں اور اجسام کا خالق نہیں بلکہ یہ سب چیزیں پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی اور اپنے وجود کی آپ ہی پرمیشر ہیں اور پرمیشر اُن کے نزدیک ایک ایسا شخص ہے جو اپنی بہادری سے یا اتفاق سے سلطنت کو پہنچ گیا ہے اور اپنے جیسی چیزوں پر حکومت کرتا ہے اور انہیں کے سہارے اور آسرے سے اُس کی پرمیشری بنی ہوئی ہے ورنہ اگر وہ چیزیں نہ ہوتیں تو پھر خیر نہ تھی اور وہ سب چیزیں یعنے ارواح اور اجزا صغار اجسام کی اپنے وجود اور بقا میں بالکل پرمیشر سے بے تعلق ہیں یہاں تک کہ اگر پرمیشر کا مرنا بھی فرض کیا جائے تو ان کا کچھ بھی حرج نہیں۔ نعوذ باللّٰہ من ھٰذہ المھفوات۔ منہ

۸۵

اُن کے عقائد کے بُطلان ظاہر کرنے میں کسی طرح کی فروگذاشت اور کسی طور کا اخفا نہ رکھا جائے بالخصوص جبکہ وہ لوگ ہماری دانست میں صراطِ مستقیم سے دُور اور مہجور ہیں اور ہم اپنے سچّے دل سے اُن کو خطا پر سمجھتے ہیں اور ان کے اصول کو حق کے برخلاف جانتے۔ اور ان کا انہیں عقائد پر اِس عالمِ فانی سے کوچ کرنا موجبِ عذابِ عظیم یقین رکھتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں اگر ہم ان کی اصلاح سے عمدًا چشم پوشی کریں اور اُن کا گمراہ ہونا اور دوسرے لوگوں کو گمراہی میں ڈالنا دیدہ و دانستہ روا رکھیں تو پھر ہمارا کیا ایمان اور کیا دین ہوگا اور ہم اپنے خدا کو کیا جواب دیویں گے۔ اور اگرچہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض دنیا پرست آدمی کہ جن کو خدا اور خدا کے سچّے دین کی کچھ بھی پروا نہیں ان کو اپنے مذہب کی خرابیاں یا اسلام کی خوبیاں سن کر بڑا رنج دل میں گذرے گا اور مُنہ بگاڑیں گے اور کچھ کا کچھ بولینگے مگر ہم امید رکھتے ہیں کہ ایسے طالب صادق بھی کئی نکلیں گے جو اس کتاب کے پڑھنے سے صراطِ مستقیم کو پاکر جنابِ الٰہی میں سجدات شکر کے ادا کریں گے اور خدا نے جو ہم کو سجھایا ہے وہ اُن کو بھی سوجھا دیگا اور جو کچھ ہم پر ظاہر کیا ہے وہ ان پر بھی ظاہر کردے گا اور حقیقت میں یہ کتاب انہیں کے لئے تصنیف ہوئی ہے اور یہ سارا بوجھ ہم نے انہیں کی خاطر اٹھایا ہے وہی ہمارے حقیقی مخاطب ہیں اور اُن کی خیرخواہی اور ہمدردی ہمارے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے کہ نہ زبان کو طاقت ہے کہ بیان کرے اور نہ قلم کو قوت ہے کہ تحریر میں لاوے۔

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق	نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر او شاں ست	کہ نے از دل خبر دارم نہ از جانِ خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہرِ مخلوقِ خدا دارم	ازیں در لذّتم کز درد مے خیزد ز دل آہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق ست	ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا	کہ ہمدردی بُرد آنجا بجبر و زور و اکراہم

غمِ خلقِ خدا صرف از زباں خوردن چہ کارست ایں — گرش صد جاں بہ پاریزم ہنوزش عذر میخواہم
چو شامِ پُر غبار و تیرہ حالِ عالمے بینم — خدا بروے فرود آرد دعا ہائے سحر گاہم

سو اب سب اربابِ صدق و صفا کی خدمت میں التماس ہے جو مجھ خاکسار کو ایک حقیقی خیر خواہ اور دلی ہمدرد تصوّر فرما کر میری اِس کتاب کو توجّہ کامل سے مطالعہ فرماویں اور جیسا کہ انسان اپنے دوست کی بات میں بہت غور کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو۔ اس کی نصائح مشفقانہ کو بدظنّی کی نظر سے نہیں دیکھتا اور اگر حقیقت میں وہ نصائح اس کے حق میں بہتر اور مفید ہوں تو اپنی ضد چھوڑ کر ان کو قبول کر لیتا ہے بلکہ اس دوست کا ممنون اور مشکور ہوتا ہے جو قلبی محبت اور صداقت سے اُس کا ناصح بنا اور جن باتوں میں اُسکی خیر اور بھلائی تھی اُن سے اُس کو اطلاع دیدی اسی طرح مَیں بھی ہریک قوم کے بزرگوں اور اربابِ علم اور فضل سے متوقع ہوں کہ جو جو مَیں نے براہین اور دلائل حقیّتِ دینِ اسلام کے بارے میں لکھی ہیں یا جن جن وجوہات سے میں نے کلام الٰہی ہونا فرقانِ مجید کا اور افضل اور اعلیٰ ہونا اس کا دوسری کتبِ الہامیہ سے ثابت کیا ہے۔ اگر اُن ثبوتوں کو کامل اور لاجواب پاویں تو انصاف اور خدا ترسی سے قبول فرماویں اور یونہی لاپروائی اور بدظنّی سے مونہہ نہ پھیر لیں ٭۔

حاشیہ نمبر ۲

٭ اگر کوئی مخالفین اسلام میں سے یہ اعتراض کرے کہ قرآن شریف کو سب الہامی کتابوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دینے میں یہ لازم آتا ہے کہ دُوسری الہامی کتابیں ادنیٰ درجہ کی ہوں حالانکہ وہ سب ایک خُدا کی کلام ہے اس میں ادنیٰ اور اعلیٰ کیونکر تجویز ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک باعتبار نفس الہام کے سب کتابیں مساوی ہیں مگر باعتبار زیادت بیانِ امورِ تکملات دین کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے پس اسی جہت سے قرآنِ شریف کو سب کتابوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ جس قدر قرآن شریف میں امورِ تکمیل دین کے جیسے مسائلِ توحید اور ممانعتِ انواع و اقسامِ شرک اور معالجاتِ امراضِ رُوحانی اور دلائل ابطال مذاہبِ باطلہ اور براہینِ اثباتِ عقائدِ حقہ وغیرہ بکمال شدّ و مد بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں درج نہیں۔ جیسا کہ ہم ثبوت اس دعویٰ کا فصل اوّل اس کتاب

خاکساریم و سخن از رہِ غربت گوئیم　　یعلم اللہ کہ نیست غبارے مارا

مانہ بیہودہ پئے ایں سر و کارے بروئیم　　جلوۂ حسن کشد جانب یارے مارا

صاحبو! انسان کی دانشمندی اور زیرکی سب اسی میں ہے کہ وہ ان اصولوں اور اعتقادوں کو جو بعد مرنے کے موجب سعادتِ ابدی یا شقاوتِ ابدی کا ٹھہریں گے اسی زندگی میں خوب معلوم کر کے حق پر قائم اور باطل سے گریزاں ہو اور اپنے اُن نازک عقائد کی بنا کہ جن کو مدارِ نجات کا جانتا ہے اور آخری خوشحالی کا باعث تصوّر کرتا ہے ثبوتِ کامل اور مستحکم

بقیہ حاشیہ نمبر ۲

میں بہ تفصیلِ تمام ذکر کریں گے۔

اور اگر یہ شُبہ پیدا ہو کہ خُدائے تعالےٰ نے حقائق اور معارفِ دینی کو اپنی ساری کتابوں میں برابر کیوں درج نہ فرمایا اور قرآنِ شریف کو سب سے زیادہ جامع کمالات کیوں رکھا۔ تو ایسا شُبہ بھی صرف اُس شخص کے دِل میں گذرے گا کہ جو وحی کی حقیقت کو نہیں جانتا۔ اور اس بات پر اطلاع نہیں رکھتا کہ کن تحریکات سے اور کس طرح پر وحیؔ نازل ہوتی ہے سو ایسے شخص پر واضح رہے کہ اصل حقیقت وحی کی یہ ہے جو نزولِ وحی کا بغیر کسی موجب کے جو مستدعی نزولِ وحی ہو ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ ضرورت کے پیش آجانے کے بعد ہوتا ہے۔ اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں بمطابق ان کے وحی بھی نازل ہوتی ہے کیونکہ وحی کے باب میں یہی عادت اللہ جاری ہے کہ جب تک باعث محرّکِ وحی پیدا نہ ہولے تب تک وحی نازل نہیں ہوتی۔ اور خود ظاہر بھی ہے جو بغیر موجودگی کسی باعث کے جو تحریک وحی کی کرتا ہو یونہی بلا موجب وحی کا نازل ہو جانا ایک بے فائدہ کام ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف جو حکیمِ مطلق ہے اور ہر یک کام برعایت حکمت اور مصلحت اور مقتضاءِ وقت کے کرتا ہے منسوب نہیں ہو سکتا۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ جو قرآنِ شریف میں تعلیمِ حقّانی کامل اور مفصّل طور پر بیان کی گئی اور دوسری کتابوں میں بیان نہ ہوئی یا جو جو امورِ تکمیلِ دین کے اس میں لکھے گئے اور دوسری کتابوں میں نہ لکھے گئے تو اس کا یہی باعث ہے کہ پہلی کتابوں کو وہ تمام وجوہ محرّکِ وحی کے پیش نہ آئے اور قرآنِ شریف کو پیش آگئے۔ اور خود ظاہر ہو جانا ان تمام وجوہِ محرکہ وحی کا کسی پہلے عہد میں قبل عہدِ قرآنِ شریف کے ایک امرِ محال تھا۔ چنانچہ اس بات کا ثبوت بھی فصلِ اوّل میں بدلائلِ کاملہ دیا جائے گا۔ منہ

پڑھکے اور ایسی باتوں پر جو چھٹپن میں کسی پالنے والی ماما نے سکھائی تھیں مغرور اور فریفتہ نہ رہے کیونکہ صرف ان اوہام اور خیالات پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہنا کہ جن کی حقیت کی اپنے ہاتھ میں ایک بھی دلیل نہیں حقیقت میں اپنے نفس کو آپ دھوکا دینا ہے ہریک عاقل جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسی کتابیں یا ایسے اصول کتابوں کے کہ جن کو مختلف قوموں نے خدا کی رضامندی اور اپنی رستگاری کا وسیلہ سمجھ رکھا ہے اور جن کے نہ ماننے سے ایک قوم دوسری قوم کو دوزخ کی طرف بھیج رہی ہے علاوہ شہادتِ الہامیہ کے دلائلِ عقلیہ سے بھی ثابت کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ اگرچہ شہادتِ الہامی بڑی معتبر شہر ہے اور استکمال مراتبِ یقین کا اسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے امتناع پر کھلا کھلی دلائلِ عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرّف یا مبدّل المعنی کہلائیگی کہ جس میں کوئی ایسا خلافِ عقل امر لکھا گیا پس جبکہ تصفیہ ہریک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کے لئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا۔ کہ حقیت اصولِ نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے کیونکہ اگر اصول مذاہبِ مختلفہ کے دلائلِ عقلیہ سے ثابت نہ ہوں بلکہ اُن کا باطل اور ممتنع اور محال ہونا ثابت ہو تو پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ زید کے اُصول سچے اور بکر کے جھوٹے ہیں یا ہندوؤں کی پُستک غلط اور بنی اسرائیل کی کتابیں صحیح ہیں اور نیز اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق قائم نہ ہو تو پھر اس حالت میں کیونکر ایک طالبِ حق کا جھوٹ اور سچ میں تمیز کرکے جھوٹ کو چھوڑے اور سچ کو اختیار کرے اور کیونکر ایسے اصولوں کے نہ ماننے سے کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے حضور میں ملزم ٹھہرے ÷ اور جبکہ ہم فی الحقیقت اپنی نجات کے لئے ایسے عقائد کے محتاج ہیں کہ جن کا

۴۸

حاشیہ نمبر ۲ ÷

غیر معقول اصول کہ جن کے امتناع پر عقل دلائل بیّنہ پیش کرتی ہے ہرگز سچے نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر وہ سچے ہوں تو پھر ہریک امر میں دلائل قطعیہ عقلیہ کا اعتبار اُٹھ جائے گا۔

حق ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہ سوال ہوگا کہ وہ عقائدِ حقہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں اور کس یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ سے ہم ان تمام عقائد کو معہ ان کی دلائل کے بآسانی دریافت کرلیں اور حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جائیں پس اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصولِ صحیحہ معہ ان کی دلائلِ عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصدِ اعظم ہمارا پورا ہو سکے ✠

صـ۸۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۳

پس جب وہی اصول جو مدار نجات کا سمجھے گئے تھے سچے نہ ہوئے تو پھر بالضرور ایسے لوگ جو ان پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے بغیر نجات کے رہ جائیں گے اور مستوجب عذاب ابدی اور عقوبت دائمی کے ٹھہریں گے کیونکہ اُن کے اپنے گھر کے اصول تو جھوٹے نکلے اور سچے اصولوں کو جو عقل کے مطابق تھے انہوں نے پہلے ہی قبول نہ کیا اور یہ بات اسی دنیا میں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی امر ممتنع اور محال یا دروغ اور باطل کو اپنا اعتقاد ٹھہراتا ہے اور مدلل اور ثابت شدہ باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کو کیسی کیسی ندامتیں اُٹھانی پڑتی ہیں اور کیا کچھ اہلِ تحقیق کے مُنہ سے سُننا پڑتا ہے بلکہ اپنا ہی نفس اس کا ہر وقت اس کو ملزم قرار دیتا ہے اور بسا اوقات گھبرا کر آپ ہی اپنے دل سے خطاب کرتا ہے جو یہ کیا واہیات اعتقاد ہے جو مَیں نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس یہ بھی ایک عذاب روحانی ہے جو اسی جہان میں اسیر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ منہ

حاشیہ نمبر ۴ ✠

✠ یہ قول ہمارا جو یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت عقائدِ حقہ کا بجز قرآن شریف کے اور کوئی نہیں اپنے موقعہ پر بدلائل کاملہ ثابت کیا گیا ہے اور جو لوگ دوسری کتابوں کے پابند ہیں ان کے اصولوں کا غلط اور باطل اور نادرست ہونا بکمال تحقیق دکھلایا گیا ہے مگر شائد اس جگہ برہمو سماج والے جو کسی کتاب الہامی کے پابند نہیں اور اصول حقہ کے جاننے میں صرف اپنی ہی عقل کو کافی سمجھتے ہیں اس وہم کو دل میں جگہ دیں کہ کیا مجرد عقل انسان

صـ۸۹

صفحہ ۹۰

صاحبو! مَیں نے بہ یقین تمام معلوم کر لیا ہے اور جو شخص اُن باتوں پر غور کریگا کہ جن پر
مَیں نے غور کی ہے وہ بھی بہ یقین تمام معلوم کر لے گا کہ وہ سب اُصول کہ جن پر ایمان لانا
ہریک طالبِ سعادت پر واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے اور جن سے
ساری اُخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے وہ صرف قرآنِ شریف ہی میں محفوظ ہیں اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کی معرفت اصولِ حقّہ کے لئے یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ نہیں سو اگرچہ یہ وہم اُن کا
الہام کے بحث میں جو انشاء اللہ عنقریب بہ تفصیل تمام اسی کتاب میں درج ہوگی جیسا کہ
چاہیئے دور کیا جائے گا مگر اس مقام میں بھی وہم مذکور کا قلع و قمع کرنا ضروری ہے سو
واضح ہو کہ اگرچہ یہ سچ بات ہے کہ عقل بھی خدا نے انسان کو ایک چراغ عطا کیا ہے کہ
جس کی روشنی اس کو حق اور راستی کی طرف کھینچتی ہے اور کئی طرح کے شکوک اور شبہات
سے بچاتی ہے اور انواع و اقسام کے بے بنیاد خیالوں اور بے جا وساوس کو دور کرتی ہے
نہایت مفید ہے بہت ضروری ہے بڑی نعمت ہے مگر پھر بھی باوجود ان سب باتوں
اور ان تمام صفتوں کے اس میں یہ نقصان ہے کہ صرف وہی اکیلی معرفتِ حقائقِ اشیاء میں
مرتبۂ یقینِ کامل تک نہیں پہنچا سکتی کیونکہ مرتبۂ یقینِ کامل کا یہ ہے کہ جیسا کہ حقائق اشیاء
کے واقعہ میں موجود ہیں انسان کو بھی ان پر ایسا ہی یقین آجائے کہ ہاں حقیقت میں موجود
ہیں مگر مجرد عقلِ انسان کو اس اعلیٰ درجہ کا مالک نہیں بنا سکتی کیونکہ غایت درجہ حکم
عقل کا یہ ہے کہ وہ کسی شے کے موجود ہونے کی ضرورت کو ثابت کرے جیسا کسی چیز کی
نسبت یہ حکم دے کہ اس چیز کا ہونا ضروری ہے یا یہ چیز ہونی چاہیئے مگر ایسا حکم ہرگز
نہیں دے سکتی کہ واقعہ میں یہ چیز ہے بھی اور یہ پایۂ یقینِ کامل کا کہ علم انسان کا کسی امر
کی نسبت ہونا چاہیئے کے مرتبہ سے ترقی کر کے ہے کے مرتبہ تک پہنچ جائے تب
حاصل ہوتا ہے کہ جب عقل کے ساتھ کوئی دوسرا ایسا رفیق مل جاتا ہے کہ جو اس کی
قیاسی وجوہات کو تصدیق کر کے واقعاتِ مشہودہ کا لباس پہناتا ہے یعنے جس امر کی
نسبت عقل کہتی ہے کہ ہونا چاہیئے وہ رفیق اس امر کی نسبت یہ خبر دے دیتا ہے کہ واقعہ
میں وہ امر موجود بھی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں عقل صرف ضرورت شئے کو

صفحہ ۹۰

ثابت کرتی ہے خود شئے کو ثابت نہیں کر سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ کسی شئے کی ضرورت کا ثابت ہونا

باقی سب کتابوں کے اصول بگڑ گئے ہیں اور ایسی جعلی اور مصنوعی اور اس قدر طریقۂ مستقیمۂ
حکمت اور مجری طبعی سے دور جا پڑے ہیں کہ ان کے لکھنے سے بھی ہمیں شرم آتی ہے
اور یہ قول ہمارا بلا تحقیق نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

امرِ دیگر ہے اور خود اس شئے کا ثابت ہو جانا امرِ دیگر۔ بہر حال عقل کے لئے ایک رفیق کی حاجت
ہوئی کہ تا وہ رفیق عقل کے اس قیاسی اور ناقص قول کا کہ جو ہونا چاہیئے کے لفظ سے
بولا جاتا ہے مشہودی اور کامل قول سے جو ہے کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جبر
نقصان کرے اور واقعات سے جیسا کہ وہ نفس الامر میں واقعہ ہیں آگاہی بخشے۔
سو خدا نے جو بڑا ہی رحیم اور کریم ہے اور انسان کو مراتبِ قصوی یقین تک پہنچانا چاہتا ہے
اِس حاجت کو پوری کیا ہے اور عقل کے لئے کئی رفیق مقرر کر کے راستہ یقینِ کامل کا
اُس پہ کھول دیا ہے تا نفسِ انسان کا کہ جس کی ساری سعادت اور نجات یقینِ کامل
پر موقوف ہے اپنی سعادت مطلوبہ سے محروم نہ رہے۔ اور ہونا چاہیئے کے
نازک اور پُر خطر پُل سے کہ عقل نے شکوک اور شبہات کے دریا پر باندھا ہے
بہت جلد آگے عبور کر کے ہے کے قصرِ عالی جو دار الامن و الاطمینان ہے داخل
ہو جائے اور وہ رفیق عقل کے جو اس کے یار و مددگار ہیں۔ ہر مقام اور موقعہ میں
الگ الگ ہیں۔ لیکن از روئے حصرِ عقلی کے تین سے زیادہ نہیں اور ان تینوں کی تفصیل
اس طرح پہ ہے کہ اگر حکمِ عقل کا دنیا کے محسوسات اور مشہودات سے متعلق ہو جو
ہر روز دیکھے جاتے یا سُنے جاتے یا سونگھے جاتے یا ٹٹولے جاتے ہیں تو اسوقت
رفیق اس کا جو اس کے حکم کو یقینِ کامل تک پہنچاوے مشاہدۂ صحیحہ ہے کہ جس کا
نام تجربہ ہے اور اگر حکمِ عقل کا ان حوادث اور واقعات سے متعلق ہو جو مختلف
ازمنہ اور امکنہ میں صدور پاتے رہے ہیں یا صدور پاتے ہیں تو اس وقت
اس کا ایک اور رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام تواریخ اور اخبار اور خطوط اور مراسلات ہے
اور وہ بھی تجربہ کی طرح عقل کی دود آمیز روشنی کو ایسا مصفا کر دیتا ہے کہ
پھر اس میں شک کرنا ایک حمق اور جنون اور سودا ہوتا ہے اور اگر حکمِ عقل کا
ان واقعات سے متعلق ہو جو ماوراء المحسوسات ہیں جن کو ہم نہ آنکھ سے دیکھ سکتے

صـ۹۰

پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہریک مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور غوض اور
تدبّر سے دیکھی گئی اور فرقانِ مجید اور ان کتابوں کا باہم مقابلہ بھی کیا گیا اور زبانی مباحثات
بھی اکثر قوموں کے بزرگ علماء سے ہوتے رہے۔ غرض جہاں تک طاقتِ بشری ہے

صـ۹۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ حاشیہ نمبر ۴

ہیں اور نہ کان سے سُن سکتے ہیں اور نہ ہاتھ سے ٹٹول سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کی
تواریخ سے دریافت کر سکتے ہیں تو اُس وقت اُس کا ایک تیسرا فریق بنتا ہے کہ جس کا نام
الہام اور وحی ہے اور قانونِ قدرت بھی یہی چاہتا ہے کہ جیسے پہلے دو مواضع میں عقل
ناتمام کو دو رفیق میسّر آگئے ہیں تیسرے موضع میں بھی میسّر آیا ہو۔ کیونکہ قوانین فطرتیہ
میں اختلاف نہیں ہو سکتا بالخصوص جبکہ خدا نے دُنیا کے علوم اور فنون میں کہ جن کے
نقصان اور سہو اور خطا میں چنداں حرج بھی نہیں انسان کو ناقص رکھنا نہیں چاہا تو اس
صورت میں خدا کی نسبت یہ بڑی بدگمانی ہوگی جو ایسا خیال کیا جاوے جو اُس نے ان
امور کی معرفت تامہ کے بارے میں کہ جن پر کامل یقین رکھنا نجاتِ اُخروی کی شرط ہے
اور جن کی نسبت شک رکھنے سے جہنم ابدی طیّار ہے انسان کو ناقص رکھنا چاہا ہے
اور اس کے علمِ اُخروی کو صرف ایسے ایسے ناقص خیالات پر ختم کر دیا ہے کہ جن کی
محض اٹکلوں پر ہی ساری بنیاد ہے اور ایسا ذریعہ اسکے لئے کوئی بھی مقرر نہیں کیا کہ جو
شہادتِ واقعہ دے کر اس کے دل کو یہ تسلّی اور تشفّی بخشے کہ وہ اصولِ نجات کہ جن کا
ہونا عقل بطور قیاس اور اٹکل کے تجویز کرتی ہے وہ حقیقت میں موجود ہی ہیں اور
جس ضرورت کو عقل قائم کرتی ہے وہ فرضی ضرورت نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی ضرورت
ہے اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ الٰہیات میں یقین کامل صرف الہام ہی کے ذریعہ سے
ملتا ہے اور انسان کو اپنی نجات کے لئے یقین کامل کی ضرورت ہے اور خود بغیر یقین کامل کے
ایمان سلامت لے جانا مشکل۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان کو الہام کی ضرورت ہے
اور اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اگرچہ ہریک الہام الٰہی یقین دلانے کے لئے ہی
آیا تھا لیکن قرآنِ شریف نے اس اعلیٰ درجہ یقین کی بنیاد ڈالی کہ بس حد ہی
کر دی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے جتنے الہام خدا کی طرف سے نازل ہوئے

ہر یک طور کی کوشش اور جانفشانی اظہار حق کے لئے کی گئی۔ بالآخر ان تمام تحقیقاتوں سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ گیا۔ کہ آج رُوئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقانِ مجید ہی ہے کہ جس کا کلامِ الٰہی ہونا دلائلِ قطعیّہ سے ثابت ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وہ صرف شہادت واقعہ کی ادا کرتے رہے۔ اور ان کی ساری طرز منقولات کی طرز تھی اور اسی باعث سے وہ آخر میں بگڑ گئے۔ اور خود غرضوں اور خود پرستوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ لیکن قرآن شریف کی تعلیم نے عقل کا بھی سارا بوجھ آپ ہی اُٹھالیا۔ اور انسان کو ہر یک طرح کی مشکلات سے خلاصی بخشی۔ آپ ہی مخبرِ صادق ہوکر الٰہیات کے واقعات کی خبر دی۔ اور پھر آپ ہی عقلی طور پر اس خبر کو بپایۂ ثبوت پہنچایا۔ جو شخص دیکھے اُسے معلوم ہو کہ قرآن شریف میں دو امر کا التزام اوّل سے آخر تک پایا جاتا ہے۔ ایک عقلی وجوہ اور دوسری الہامی شہادت۔ یہ دونوں امر فرقانِ مجید میں دو بزرگ نہروں کی طرح جاری ہیں۔ جو ایک دوسرے کے محاذی اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ عقلی وجوہ کی جو نہر ہے۔ وہ یہ ظاہر کرتی گئی ہے کہ یہ امر ایسا ہونا چاہیئے۔ جو اس کے مقابلہ پر الہامی شہادت کی نہر ہے۔ وہ بزرگ اور راستباز مخبر کی طرح یہ دلوں کو تسلّی بخشتی گئی ہے کہ واقعہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور طرزِ فرقانی سے جو طالبِ حق کو حق کے معلوم کرنے میں آسانی ہے۔ وہ بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ پڑھنے والا فرقان مجید کا ساتھ ساتھ دلائلِ عقلی کو بھی معلوم کرتا جاتا ہے۔ ایسے دلائل کہ جس سے زیادہ تر محکم دلائل کسی دفترِ فلسفی میں مرقوم نہیں۔ جیسا کہ ہم اِس دعوے کو اسی کتاب کی فصل اوّل میں ثابت کریں گے۔ اور پھر دوسری طرف الہام الٰہی سے شہادت واقعہ پاکر اعلیٰ درجۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس کو مفت ملتا ہے جو دوسرے شخص کو ساری عمر کی مغز خواری اور جان کنی سے بھی نہیں مل سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت اصولِ حقّہ کا اور ان سب عقائد کا کہ جن کے علمِ یقینی پر ہماری نجات موقوف ہے۔ صرف قرآن شریف ہے۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔ منہ

ص۹۲

جس کے اصولِ نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہدِ ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزشِ شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کیلئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جنابِ الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذاتِ پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اسکی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلالیتا ہے۔ اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔ اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کرکے مرتبۂ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے۔ اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دُور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آجکل پھیلا ہوا ہے اسکی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانونِ فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرتِ قلبی کیلئے ایک آفتابِ چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنے والا ہے۔ لیکن دوسری کتابیں جو الہامی کہلاتی ہیں۔ جب ان کی حالت موجودہ کو دیکھا گیا۔ تو بخوبی ثابت ہوگیا۔ جو وہ سب کتابیں ان صفات کاملہ سے بالکل خالی اور عاری ہیں۔ اور خدا کی ذات اور صفات کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ اور مقلد اُن کتابوں کے عجیب عجیب عقائد کے پابند ہو رہے ہیں۔ کوئی فرقہ ان میں سے خدا کو خالق اور قادر ہونے سے جواب دے رہا ہے۔ اور قدیم اور خود بخود ہونے میں اس کا بھائی اور حصہ دار بن بیٹھا ہے۔ اور کوئی بتوں اور

مورتوں اور دیوتوں کو اس کے کارخانہ میں دخیل اور اس کی سلطنت کا مدار المہام سمجھ رہا ہے کوئی اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں اور پوتے اور پوتیاں تراش رہا ہے۔ اور کوئی خود اسی کو مچھ اور کچھ کا جنم دے رہا ہے۔ غرض ایک دوسرے سے بڑھ کر اس ذاتِ کامل کو ایسا خیال کر رہے ہیں کہ گویا وہ نہایت ہی بدنصیب ہے کہ جس کمالِ تام کو اس کیلئے عقل چاہتی تھی وہ اس کو میسر نہ ہوا۔ اب اے بھائیو! خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب مَیں نے ایسے ایسے باطل عقائد میں لوگوں کو مبتلا دیکھا اور اس درجہ کی گمراہی میں پایا کہ جس کو دیکھ کر جی پگھل آیا اور دل اور بدن کانپ اُٹھا۔ تو مَیں نے انکی رہنمائی کیلئے اس کتاب کا تالیف کرنا اپنے نفس پر ایک حقِ واجب اور دَین لازم دیکھا جو بجز ادا کرنے کے ساقط نہ ہوگا۔ چنانچہ مسودہ اس کتاب کا خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں ایک قلیل بلکہ اقل مدت میں جو عادت سے باہر تھی طیار ہوگیا اور حقیقت میں یہ کتاب طالبانِ حق کو ایک بشارت اور منکرانِ دینِ اسلام پر ایک حجت الٰہی ہے کہ جس کا جواب قیامت تک ان سے میسر نہیں آسکتا اور اسی وجہ سے اِس کے ساتھ ایک اشتہار بھی انعامی دس ہزار روپیہ کا شامل کیا گیا کہ تا ہر یک منکر اور معاند پر جو اسلام کی حقیت سے انکاری ہے اتمام حجت ہو اور اپنے باطل خیال اور جھوٹے اعتقاد پر مغرور اور فریفتہ نہ رہے۔

بیا اے طلبگارِ صدق و صواب　　بخواں از سرِ غوص و فکر ایں کتاب
گرت بر کتابم فتد یک نگاہ　　بدانی کہ تا جنّت این ست راہ
مگر شرطِ انصاف و حق پروریست　　کہ انصاف مفتاحِ دانشوریست
دو چیز ست چوبانِ دُنیا و دیں　　دلِ روشن و دیدۂ دُور بیں
کسے کو خرد دارد و نیز داد　　نخواہد مگر راہِ صدق و سداد
نہ پیچد سر از آنچہ پاک ست و راست　　نتابد رُخ از آنچہ حق و بجاست
چو بیند سخن را ز حق پرورے　　دگر در سخن کم کند داورے

۹۴

الا ایکه خواهی نجات از خدا | بقصرِ نجات از درِ حق در آ
بحق گردد حق را بخاطر نشاں | منه دل بباطل چو کژ خاطراں
مشو عاشقِ زشت رُو زینهار | وگر خوب گُم گردد از روزگار
زمین از زراعت تهی داشتن | به از تخمِ خار و خسک کاشتن
اگر گرددت دیدهٔ عقل باز | بجوئی رهِ حق زِ عجز و نیاز
طلبگار گردی بصدقِ دلی | بخواب اندر اندیشه هم نگسلی
نگیری دمے استراحت ازاں | مگر چوں زحق باز یابی نشاں
اجل بر سرت هستی ات چوں حباب | تو زیں ساں سر اندر نهاده بخواب
بآباء و اجداد پیشیں نگر | که چوں در گذشتند زیں رهگذر
بیادت نماندست انجامِ شاں | فراموش کردی در اندک زماں
خودت با اجل چیست از مکر و پند | چه دیوار داری کشیده بلند
چو ناگه نهنگ اجل در کشد | چرا آدمی ایں چنیں سر کشد
بدنیائے دُوں دِل مبند اے جواں | تماشائے آں بگذرد ناگهاں
بدُنیا کسے جاودانه نماند | به یک رنگ وضعِ زمانه نماند
بدستِ خود از حالتِ دردناک | سپردیم بسیار کس را به خاک
چو خود دفن کردیم خلقے کثیر | چرا یاد ناریم روزِ اخیر
ز خاطر چرا یادِ شاں افگنیم | نه ما آهنِ جسم و روئیں تنیم
بترس اے معاند ز قهرِ خدا | که سخت ست قهرِ خداوند ما
به ناکردنِ ترسِ پروردگار | بسا شهر ویراں شدند و دیار
ازاں بے هراساں نشانے نماند | نشانے چه یک استخوانے نماند
همه زیرکی در هراسیدن ست | وگرنه بلا بر بلا دیدن ست

۹۵

به ناپاکی و خُبث ها زیستن / به از این چنین زیست نازیستن
بیاؤ بند سوئے انصاف گام / زکیں توبہ کردن چرا شد حرام
یقیں داں کہ قولم ز حق پرور یست / نہ لاف و گزاف ست نے سرسریست
بہر مذہبے غور کردم بسے / شُنیدم بدل حُجّتِ ہر کسے
بخواندم ز ہر ملّتے دفترے / بدیدم ز ہر قوم دانشورے
ہم از کودکی سوئے ایں تاختم / دریں شغل خود را بیند اختم
جوانی ہمہ اندریں باختم / دل از غیرِ ایں کار پرداختم
بماندم دریں غم زمانِ دراز / نخفتم ز فکرش شبانِ دراز
نگہ کردم از روئے صدق و سداد / بہ ترسِ خدا و بعدل و بداد
چو اسلام دینے قوی و متیں / ندیدم کہ بر منبعش آفریں
چناں دارد ایں دیں صفا بیش بیش / کہ حاسد بہ بیند درو روئے خویش
نماید ازاں گونہ راہِ صفا / کہ گردد بصدقش خرد رہنما
ہمہ حکمت آموزد و عقل و داد / رہاند ز ہر نوعِ جہل و فساد
ندارد دگر مثل خود در بلاد / خلافش طریقے کہ مثلش مباد
اصولش کہ ہست آں مدارِ نجات / چو خورشید تابد بصدق و ثبات
اصول دگر کیش ہا ہم عیاں / نہ چیزے کہ پوشیدنش مے تواں
اگر نامسلماں خبر داشتے / بجاں جنسِ اسلام نگذاشتے
محمد ہمیں نقشِ نورِ خدا ست / کہ ہر گز چنوئے بگیتی نخاست
تہی بود از راستی ہر دیار / بکردار آں شب کہ تاریک و تار
خدایش فرستاد و حق گسترید / زمیں را بداں مقدمے جاں دمید
نہالیست از باغِ قدس و کمال / ہمہ آلِ او ہمچو گل ہائے آل

دوم۔ یہ امر بھی قابلِ گذارش ہے کہ اگر کوئی صاحب برطبق شرائطِ مندرجہ اشتہار کے جواب اس کتاب کا لکھنا چاہیں۔ تو اُن پر لازم ہوگا کہ جیساکہ اشتہار میں قرار پاچکا ہے دونوں طور پر جواب تحریر فرماویں۔ یعنے بغرض مقابلہ دلائلِ فرقانِ مجید کے اپنی کتاب کی دلائل بھی پیش کریں اور ہماری دلائل کو بھی توڑ کر دکھلاویں۔ اَور اگر اپنی کتاب کی دلائل بالمقابل پیش نہیں کریں گے اور صرف ہماری دلائل کی جرح قدح کی طرف متوجہ ہونگے۔ تو اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ وہ اپنی کتاب کی دلائل حقیت کے پیش کرنے سے بکلّی عاجز ہیں۔ اور یہ بات واضح رہے کہ ہم بدل خواہشمند ہیں کہ اگر کسی صاحب کو اِس بات میں ہم سے اتفاق رائے نہ ہو۔ جو فرقانِ مجید حقیقت میں خدا کی کتاب اور سب الٰہی کتابوں سے افضل اور اعلیٰ ہے اور اپنی حقانیت کے ثبوت میں بے مثل و مانند ہے۔ تو وہ اپنے اِس خیال کی تائید میں ضرور کچھ قلم زنی کریں اور ہم سچ سچ کہتے ہیں جو ہم انکی اس تکلیف کشی سے نہایت ہی ممنون ہونگے کیونکہ ہم ہرچند سوچتے ہیں کہ ہم کیونکر عامۂ خلائق پر یہ بات ظاہر کر دیں کہ جو جو فضائل اور خوبیاں قرآنِ مجید کو حاصل ہیں یا جن جن دلائل اور براہینِ قاطعہ سے قرآنِ شریف کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے وہ فضیلتیں اور وہ ثبوت دوسری کتابوں کے لئے ہرگز حاصل نہیں۔ تو بعد بہت سی سوچ کے ہم کو اِس سے بہتر اور کوئی تدبیر معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی صاحب ان وجوہات اور ان ثبوتوں کو جو ہم نے قرآنِ مجید کی حقیت اور افضلیّت پر لکھی ہیں اپنی کتاب کی نسبت دعویٰ کرکے کوئی رسالہ شائع کرے۔ اور اگر ایسا ہوا اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ تو پھر آفتابِ صداقت اور بزرگی قرآنِ شریف کا ہر یک ضعیف البصر پر بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اور آئندہ کوئی سادہ لوح مخالفین کے بہکانے میں نہیں آوے گا۔ اور اگر اس کتاب کے ردّ لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو کسی کتاب الہامی کا پابند نہیں جیسے برہمو سماج والے ہیں۔ تو اس پر صرف یہی واجب ہوگا جو ہمارے سب دلائل کو نمبروار توڑ کر دکھلاوے۔ اور اپنے مخالفانہ خیالات کو بمقابلہ ہمارے عقائد کے

۹۷

عقلی دلائل سے ثابت کر کے دکھلاوے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص بھی اُٹھا۔ تو اسکی عبرت انگیز تحریرات سے بھی لوگوں کو بڑا فائدہ ہوگا۔ اور جو صاحبان برہمو سماج ہمیشہ عقل عقل کہتے ہیں اُن کی عقل کا بھی قصہ پاک ہو جائے گا۔ غرض ہم یقیناً جانتے ہیں جو ہماری کتاب کی اسی دن پوری پوری تاثیر ہوگی۔ اور اسی وقت اس کا ٹھیک ٹھیک قدر بھی معلوم ہوگا۔ کہ جب بمقابلہ اس کی حقانیت کی دلائل کے کوئی صاحب اپنی کتاب کی بھی دلائل پیش کرینگے۔ یا اس زمانہ کے آزاد مشربوں کی طرح صرف اپنے خود تراشیدہ عقائد پر وجوہات دکھلائینگے کیونکہ ہریک چیز کا قدر و منزلت مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور پھول کی خوبی اور لطافت تب ہی ظاہر ہوتی ہے کہ جب خار بھی اُس کے پہلو میں ہو۔

ص ۹۸

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ وسیہ	کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را
گر نیفتادے بخصمے کار در جنگ و نبرد	کے شدے جوہر عیاں شمشیر خوں آشام را
روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی	واز جہالت ہاست عز و فخر عقل تام را
حجت صادق ز نقض و قدح روشن تر شود	عذر نامعقول ثابت مے کند الزام را

اور اسی جگہ یہ بھی التماس ہے کہ جو صاحب ردّ لکھنے کی طرف متوجہ ہوں وہ اِس بات کو یاد رکھیں کہ اگر اظہار حق منظور ہے اور انصاف مدِ نظر ہے اور پورا کرنا شرط اشتہار کا مقصودِ خاطر ہے تو ہماری دلائل کو اپنی کتاب میں تمام و کمال نقل کریں اور نمبر وار جواب دیں۔ اس طرح پر کہ اوّل ہماری دلیل کو بالفاظہٖ درج فرما دیں اور پھر اس کا جواب بہ تصریح لکھیں کہ جس میں کسی طرح کا اجمال اور اہمال نہ ہو کہ تا ہریک منصف پر نظر ڈالتے ہی روشن ہو جائے کہ جواب ادا ہو گیا یا نہیں۔ کیونکہ خلاصوں میں پوری پوری کیفیت استدلال کی معلوم نہیں ہو سکتی اور بہت سے ایسے مطالب ہوتے ہیں کہ بروقت اختصار کے معاندین کے خائنانہ تصرفات سے یا اُن کی جہالت اور سادہ لوحی سے فوت ہو جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات حذف و اسقاط سے اصل مدعا شخص مدلّل کا کچھ کا کچھ بن جاتا ہے پھر ایسی حالت

میں یہ بات غیر ممکن ہو جاتی ہے جو ناظرین اس کتاب کے کہ جن کے پاس فریق ثانی کی کتاب موجود نہیں کسی بات کو صحیح طور پر سمجھ سکیں یا کسی رائے کے ظاہر کرنے کا موقعہ پاویں۔ پس چونکہ یہ کتاب اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے کہ جس میں بہ نیت اتمامِ حُجت کے پورا پورا جواب دینے والے کو انعام کثیر دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ تو ایسی کتاب کے مقابلہ پر فریب اور تدلیس کو استعمال میں لانا ایک بے جا اور بے سود چالاکی ہے۔ لہٰذا بکمال تاکید لکھا جاتا ہے کہ صفائی اسی میں ہے اور صرف اسی حالت میں کوئی ردّ لکھنے والا بشرائطِ اشتہار سے استفادہ اُٹھا سکتا ہے کہ جو تقریر ہمارے مُنہ سے نکلی ہے اور جو طرز عبارت ہماری کتاب میں مندرج ہے وہ سب کامل طور پر بترتیبہ و بالفاظہٖ بیان کرے۔

۹۹

سوم۔ یہ امر بھی ہر یک صاحب پر روشن رہے کہ ہم نے اس کتاب میں جس قدر دلائلِ حقیّت قرآن مجید اور براہینِ صدق رسالتِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہیں یا جو جو فضائل اور محاسن قرآنِ شریف کے اور آیاتِ بیّنات منجانب اللہ ہونے اس کتاب کے کتابِ ہٰذا میں درج کئے ہیں یا جس طور کا اس کی نسبت کوئی دعویٰ کیا ہے۔ وہ سب دلائل وغیرہ اسی مُقدس کتاب سے ماخوذ اور مستنبط ہیں یعنے دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتابِ ممدوح نے کیا ہے۔ اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اسی پاک کتاب نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نہ ہم نے فقط اپنے ہی قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ جابجا وہ سب آیات کہ جن سے ہماری دلائل اور دعاوی ماخوذ ہیں۔ درج کرتے گئے ہیں۔ پس جو صاحب بمقابلہ ہماری دلائل کے کچھ اپنی کتاب کے متعلق لکھنا چاہیں۔ یا کوئی دعویٰ کریں۔ تو ان پر بھی لازم ہے جو بپابندی اسی طریق معہود ہمارے کے کاربند ہوں۔ یعنی وہی دعویٰ اور وہی دلیل نفسِ کتاب اور اصولِ کتاب کے اثبات کی نسبت پیش کریں جو اُن کی کتاب میں مندرج ہو۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رکھیں کہ دلیل سے مراد ہماری عقلی دلیل ہے کہ جس کو معقولی لوگ اپنے مطالب کے اثبات میں پیش کیا کرتے

ہیں۔ کوئی کتھا۔ یا قصہ یا کہانی مراد نہیں ہے۔ غرض ہر یک باب میں عقلی دلیل جو کتاب الہامی میں درج ہو۔ دکھلادیں اور صرف اپنے ہی خیال سے کوئی قیاسی امر بیان کرنا کہ جس کا کوئی اصل صحیح کتاب میں نہیں پایا جاتا روا نہ رکھیں۔ کیونکہ ہر عاقل جانتا ہے۔ کہ ربّانی کتاب کا یہ آپ ذمہ ہے کہ اپنے الہامی ہونے کے بارے میں جو جو دعویٰ کرنا واجب ہے وہ آپ کرے۔ اور اس کی دلائل بھی آپ لکھے۔ اور ایسا ہی اپنے اصولوں کی حقیت کو آپ دلائل واضحہ سے بپایۂ صداقت پہنچاوے نہ یہ کہ کتاب الہامی اپنا دعویٰ پیش کرنے اور اس کا ثبوت دینے سے قطعاً ساکت ہو اور اپنے اصولوں کی وجوہ صداقت پیش کرنے سے بکلّی سکوت اختیار کرے اور کوئی دوسرا اُٹھ کر اس کی وکالت کرنا چاہے۔*

صفحہ ۱

حاشیہ نمبر ۵

* الہامی کتاب کا اپنے اصول کی سچائی پر آپ دلائل بیان کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ الہامی کتاب کا صرف یہ منصب نہیں ہے کہ اسے کوئی شخص طوطے کی طرح چند غیر معقول اور مجہول الکیفیت باتیں سیکھ کر اپنے دل میں سمجھ بیٹھے کہ بس اب مَیں نجات پاگیا۔ بلکہ عمدہ کام الہامی کتاب کا تو یہی ہے کہ دلائل عقلیہ بتلاکر اس لازوال مرتبۂ یقین تک پہونچاوے۔ جو کسی وسوسہ انداز کے وسوسہ ڈالنے سے زائل نہ ہوسکے۔ تا اس کامل یقین کی برکت سے سارے اعمال اور اقوال اور عقائد ایماندار کے درست ہوجائیں۔ اور تا راستی کو حقیقت میں راستی سمجھ کر اور کجی کو حقیقت میں کجی سمجھ کر حقیقی تقوےٰ کی صفت سے مُتّصف ہوجائے۔ کیونکہ جب تک انسان جہالت کے دوزخ میں پڑا ہوا ہے اور بجز ایمان تقلیدی کے کہ جس پر بباعث غفلت اور لاپروائی اور غلبۂ حب دنیا کے پورا پورا اسے یقین بھی نہیں رہا۔ اور کسی طرح کی عقلی بصیرت اس کو حاصل نہیں تو وہ بڑی خطرہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور اس کے حسب حال یہ آیت قرآن شریف کی ہے۔ مَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔[۱] (سورۃ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵) یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہے۔ وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ بلکہ اندھوں سے بدتر۔ پس جو کتاب اپنی حقیت اور اپنے اصول کی حقیت کو ثابت کرکے نہیں دکھلاتی۔ وہ انسان پر حقیقی سعادت

[۱] بنی اسرائیل : ۷۳

پس بخوبی یاد خاطر رہے کہ جو صاحب بغرض اثبات حقانیت اپنی کتاب اور اپنے اصول کے کوئی ایسا دعویٰ یا دلیل پیش کریں گے کہ جس کو اُن کی الہامی کتاب نے پیش نہیں کیا تو یہ فعل اُن کا اِس امر پر شہادتِ قاطعہ ہوگا جو کتابِ مقبولہ ان کی کہ جس کو وہ الہامی خیال کر رہے ہیں۔ اَیفاءِ مضمون اس شرط سے قاصر ہوگا۔ ص۱۰۱

چہارم۔ بخدمت جملہ صاحبان یہ بھی عرض ہے کہ یہ کتاب کمالِ تہذیب اور رعایتِ آداب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کی کسرِ شان لازم آوے۔ اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتاً اختیار

بقیہ حاشیہ نمبر ۵

کا دروازہ نہیں کھولتی۔ اور نہ اس کو عقل اور علم میں ترقی بخشتی ہے۔ بلکہ ترقیات سے روکتی ہے۔ اور مُردے کی طرح صرف تقلید کے گڑھے میں ڈالنا چاہتی ہے کہ جس میں وہ نہ دیکھے نہ سُنے نہ سمجھے اور جو شخص ایسی کتابوں کا پیرو ہوتا ہے وہ عقل اور قیاس اور نظر اور فکر سے کچھ سروکار نہیں رکھتا۔ بلکہ محض قصوں اور کہانیوں پر بھروسہ کر بیٹھتا ہے اور حقائقِ امور کی تہہ کو نہیں پہنچتا اور تدبّر اور تفکّر کی قوت کو بالکل بے کار چھوڑ کر اور ان تمام استعدادوں کو جو اس کے نفس میں مخزون اور مودع ہیں دانستہ تلف کر کے رفتہ رفتہ حیواناتِ لایعقل سے بھی پرلے پار ہو جاتا ہے اور بالآخر طریقۂ عقل اور قیاس اور فکر اور ادراک سے کہ جس سے انسان کی تمام انسانیت وابستہ ہے۔ بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہو کر ایک ایسا مسلوب الحواس بن جاتا ہے۔ کہ پھر اس لائق ہی نہیں رہتا کہ اس کو انسان کہا جائے۔ اور اس میں یہ قابلیت ہی نہیں رہتی جو عقلی طور پر حق اور باطل میں تمیز کر سکے۔ اور اس پر وہ تمثیل خوب صادق آتی ہے جو فرقانِ مجید میں مذکور ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ[1] ص۱۰۰ (سورۃ اعراف سیپارہ ۹) یعنے وہ لوگ جو صرف باپ دادے کی تقلید پر چلنے والے ہیں۔ وہ دل تو رکھتے ہیں پر دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور ان کی آنکھیں بھی ہیں پر

[1] اعراف : ۱۸۰

ص۱۰۲

کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔ سو اسی طرح ہریک اپنے شریف مخاطب کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ ان کی کوششیں بھی اس بارے میں مصروف رہنی چاہیئیں کہ تمام تحریر ان کی بشرطیکہ کچھ تحریر کریں جیسا کہ مہذب اشخاص کے لائق ہے سراسر تہذیب پر مبنی ہو۔ اور اوباشانہ کلام اور ہجو اور ہتک مقدسین اور رسولوں اور نبیوں سے بکلّی پاک ہو۔ یہ منصب تالیفاتِ مذہبی کا بڑا نازک منصب ہے۔ اور اس میں عنانِ حکومت صرف ایک ہی شخص کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ ہریک حُسن اور قبح میں فرق کرنے والے اور منصف اور متعصّب اور مفسد اور حق گو کو

حاشیہ نمبر ۵

آنکھوں کو دیکھنے سے معطّل چھوڑا ہوا ہے اور کان بھی رکھتے ہیں پر وہ بھی بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے۔ غرض کلام الٰہی کا یہ نہایت عمدہ کام ہے کہ جو جو طاقتیں اور قوتیں انسان کی فطرت میں ڈالی گئی ہیں کہ ان کو بطور اصلح اور انسب کے استعمال میں لانے کی تاکید کرے تا کوئی قوت اور طاقت جو عین حکمت اور مصلحت سے انسان کو عطا کی گئی تھی۔ ضائع نہ ہو جائے یا بطور افراط یا تفریط کے استعمال میں نہ لائی جائے اور منجملہ ان سب طاقتوں کے ایک عقل بھی طاقت ہے کہ جس کی تکمیل میں شرف انسان کا ہے۔ اور جس کے ٹھیک ٹھیک استعمال میں لانے سے انسان حقیقی طور پر انسان بنتا ہے۔ اور اپنے کمال مطلوب کو پہنچتا ہے۔ اور وہی ایک آلہ انسان کے ہاتھ میں ہے۔ جو بے انتہا ترقیات کے حاصل کرنے کے لئے عام طور پر اس کو دیا گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر الہامی کتاب اس آلہ کی ممد اور معاون اور محافظ نہ ہو۔ بلکہ یہ تعلیم دے جو اس آلہ کو بالکل معطّل چھوڑ دینا چاہیئے۔ تو ایسی کتاب بجائے اس کے جو انسان کو فطرتی طاقتوں کو وضع استقامت پر چلاوے۔ خود ان طاقتوں کو وضع استقامت پر چلنے سے روکے گی اور بجائے اس کے جو کچھ یاری اور مددگاری کرے۔ خود رہزن اور مضل بن جائے گی اور جو کچھ اس کے ذریعہ سے سیکھا اور سمجھا جائے گا۔ وہ ایسی شے نہ ہوگی کہ جس کو علم اور حکمت کہا جاوے۔ بلکہ صرف خام طمع اور غیر معقول اعتقادوں اور بے جا ہوسوں

پہچاننے والے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایسے شریف لوگ ہریک قوم میں کم و بیش موجود ہوتے ہیں جو مفسدانہ اور غیر مہذب تقریروں کو بالطبع پسند نہیں کرتے اور مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجہ کی خباثت اور شرارت سمجھتے ہیں۔ اور فی الواقع سچ بھی ہے کہ جن مقدسوں کو خدا نے اپنی خاص مصلحت اور ذاتی ارادہ سے مقتدا اور پیشوا قوموں کا بنایا۔ اور جن روشن جوہروں کو اُس نے دُنیا پر چمکا کر ایک عالم کو ان کے ہاتھ سے نور خدا پرستی اور توحید کا بخشا۔ جن کی پُر زور تعلیمات سے شرک اور مخلوق پرستی جو اُمّ الخبائث ہے۔ اکثر حصوں زمین سے معدوم ہوگئی اور درخت ذکرِ وحدانیتِ الٰہی کا جو سُوک گیا تھا۔ پھر سرسبز اور شاداب اور خوشحال ہوگیا۔ اور عمارت خدا پرستی کی جو گر پڑی تھی۔ پھر اپنے مضبوط چٹان پر بنائی گئی۔ جن مقبولوں کو خدا نے اپنے خاص سایۂ عاطفت میں لیکر ایسے عجائب طور پر تائید کی کہ وہ کروڑوں مخالفوں سے نہ ڈرے اور نہ تھکے اور نہ گھٹے۔ اور نہ اُن کی کارروائیوں میں کچھ تنزّل ہوا۔ اور نہ ان پر کچھ بلا آئی جب تک کہ انہوں نے راستی کو ہریک موذی سے امن میں رہ کر زمین پر قائم نہ کرلیا۔ ایسے مقبولانِ الٰہی کی نسبت زبان درازی کرنا نہایت درجہ کی ناپاکی اور نا اہلی اور ہٹ دھرمی ہے۔

ہر کہ تُف افگند بہ مہرِ منیر ہم بر ویش فتد تُفِ تحقیر

تا قیامت تُف ست بر رویش قدسیاں دُور تر ز بدبُویش

اور جو کچھ مَیں اس مقام میں ادب اور حفظِ لسان کے بارے میں نصیحت کر رہا ہوں یہ بلاوجہ اور بلا خاص معنے کے نہیں۔ اِس وقت میرے ذہن میں کئی ایک ایسے لوگ حاضر ہیں کہ جو انبیاء اور رسولوں کی تحقیر کر کے ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا ایک بڑے ثواب کا کام کر رہے

ص ۱۰۳

اور قصّوں اور کہانیوں کا ذخیرہ ہوگا۔ اور مقلّد اس کا سودائیوں اور وہمیوں کی طرح بغیر بونے کے کاٹنے کی اُمید رکھے گا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کہ جس کے اصولوں کی سرسبزی عقل کی بیخکنی پر موقوف ہے۔ انسان کو کسی نوع کی بھلائی نہیں پہنچا سکتی۔ منہ

ہیں اور ایسے پُر تہذیب فقرے لکھتے ہیں کہ جن سے انکی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے
مَیں نے خوب تحقیق کی ہے کہ ان نالائق حرکات کے بھی دو باعث ہیں کہ جب بعض لوگ
حکیمانہ اور معقول کلام کرنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ یا جب کسی اہلِ حق کے الزام اور افحام سے
تنگ آجاتے ہیں اور رُک جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی پردہ پوشی اسی میں دیکھتے ہیں جو علمی بحث
کو ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف منتقل کر دیں۔ اَور اگر کسی اور طور سے نہیں۔ تو اسی طرح سے
اپنے ہم مشربوں میں نام حاصل کریں۔ پس ایسے لوگوں کو جو اپنی قوم کے مُعلّم اور اتالیق
بن بیٹھتے ہیں۔ بغرضِ حفاظت اس کلاہِ فضیلت کے بات بات میں ضد کرنی پڑتی ہے
اور عوام لوگوں سے کچھ بڑھ کر مادہ تعصب کا دِکھلانا پڑتا ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو ایسوں
پر کچھ افسوس بھی نہیں۔ کیونکہ جہالت اور تعصّب نے چاروں طرف سے ان کو گھیرا ہوا
ہوتا ہے۔ نہ خدا کا کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ ایمان اور حق اور راستی کی کچھ پرواہ ہوتی
ہے اور جیفۂ دنیا پر مرے جاتے ہیں۔ تو پھر جبکہ ان کو خدا سے کچھ غرض ہی نہیں۔ اور
حیا سے اور شرم سے کچھ کام ہی نہیں اور سچ کا قبول کرنا کسی طور سے منظور ہی نہیں۔ تو
اس حالت میں اگر وہ اوباشانہ باتیں نہ کریں تو اور کیا کریں۔ اور اگر زبان درازی ظاہر
نہ کریں تو ان کے ظرف میں اور کیا ہے جو ظاہر کریں۔ اگر بولیں تو کیا بولیں۔ اگر لکھیں تو کیا
لکھیں۔ عیسائیوں میں باستثناء ان لوگوں کے کہ جن کو تہذیب اور تحقیق سے کچھ
غرض نہیں ÷ اس وقت ہزارہا ایسے شریف النفس اور منصف مزاج پیدا ہوتے جاتے

÷ حاشیہ نمبر ۲

اس اعتراض سے عوام مسیحی بھی خالی نہیں کہ علاوہ اس ذاتی بُغض کے جو ان کو حضرت
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دلوں میں بھرا ہوا ہے باقی تمام نبیوں کی عزت اور تعظیم
بھی بجز ایک ذات حضرت مسیح علیہ السّلام کے جیسا کہ لائق ہے۔ ہرگز نہیں کرتے۔ بلکہ جب ہی
سے کہ ایک شخص اصطباغ پاکر حضرت عیسٰی کو خدا کا خاص فرزند خیال کرتا ہے۔ اسی دم
سے اور نبیوں کی نسبت اس کی زبان کھل جاتی ہے۔ خصوصاً ایسے ایسے فقروں

ص ۱۰۴

صـ ۱۰۲

ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمتِ شانِ اسلام کو قبول کر لیا ہے اور تثلیث کے مسئلہ کا غلط ہونا اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہو جانا اپنی تصنیفات میں بڑی شدّ و مدّ سے بیان کیا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ انصاف ہمارے ہموطنوں آریہ قوم سے مٹا جاتا ہے۔ اس قوم کو تعصّب نے اِس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں۔ اور تمام انبیاء کی کسرِ شان کر کے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک ویدہی خدا کی کلام ہے۔

نے ان کو بہت خراب کر رکھا ہے کہ جیسے یہ لکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے جتنے پہلے نبی آئے۔ وہ سب چور اور ڈاکو تھے۔ مگر یہ متکبّرانہ الفاظ کسی حالت میں کسی نیک پاک آدمی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے۔ جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا۔ جو کوئی ان کو نیک آدمی بھی کہے۔ پھر کیونکر ان کی طرف کوئی غرور آمیز لفظ کہ جس میں اپنی شیخی اور دوسرے کی توہین پائی جاتی ہے۔ منسوب کیا جائے۔ بے شک اگر ہم خدا کے پاک نبیوں کو چور اور ڈاکو کہیں۔ تو ہم چوروں اور ڈاکوؤں سے ہزار درجہ بدتر ہیں۔ جن دلوں پر خدا کی کلام مقدس نازل ہوتی رہی ہے۔ اگر وہ دل مقدس نہیں تھے۔ تو ناپاک کو پاک سے کیا نسبت تھی۔ یہ نہایت چالاکی ہے۔ جو خدا کے ستودہ بندوں کی شان میں بے جا الفاظ بولے جائیں۔ کیا افسوس کا مقام ہے۔ کہ جو لوگ اپنی خودی سے ایک دم باہر نہیں نکلتے۔ اور جنہوں نے دنیا سے ایسی ربط بڑھائی اور تعلق پیدا کئے۔ کہ اُن کے دلوں میں ہر دم دُنیا ہی دُنیا ہے۔ وہ خدا کے مقدس لوگوں کو تحقیر سے یاد کریں۔ اے بھائیو! نبیوں کا پاک اور کامل اور راستباز ہونا تسلیم کرو۔ تا وہ کتابیں بھی پاک ٹھہریں جو نبیوں پر نازل ہوئیں۔ ورنہ جن دلوں سے وہ کتابیں نکلی ہیں۔ اگر وہ دل ہی پاک نہیں تو پھر کتابیں کیونکر پاک ہو سکتی ہیں۔ کیا ممکن ہے جو دھاتورے کے درخت کو انگور کا پھل لگے۔ یا آک کو انجیر۔ جب چشمہ کا پانی صاف ہے تو چشمہ بھی صاف ہی سمجھو۔ اگر وہ لوگ چیدہ اور برگزیدہ اور خدا کے کامل وفادار بندے نہیں تھے۔

ص۱۰۵

جو ہمارے بزرگوں پر نازل ہوئی تھی اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے دنیا کو ہزارہا طور کا فائدہ توحید اور معرفت الٰہی کا پہنچا ہے۔ وہ لوگوں نے آپ ہی بنالی ہیں۔ سو اگرچہ یہ دعویٰ تو اس کتاب میں ایسا رد کیا گیا ہے کہ وید موجودہ کا قصہ ہی پاک ہو گیا ہے۔ لیکن اس جگہ ہم کو یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ کس قدر ان لوگوں کے خیالات اصول حسنِ ظن اور تہذیب اور پاک دلی سے دُور پڑے ہوئے ہیں اور کیسے یہ لوگ تعصب قدیم کی شامت سے جو ان کی رگ و ریشہ اور تار اور پود میں اثر کر گیا ہے۔ ان نیک ظنی کی طاقتوں کو جو انسان کی شرافت

بقیہ حاشیہ نمبر ۲

تو گویا یہ خدا پر بھی اعتراض ٹھہرا۔ جو اس کو جوہر قابل کی شناخت نہیں۔ اور نعوذ باللہ یہ ماننا پڑا جو خدا بھی بد وضع لوگوں کی طرح چوروں ڈاکوؤں سے ہی میل ملاپ رکھتا ہے۔ تم آپ ہی سوچو کہ جو لوگ خدا اور خلقت میں واسطہ ہیں۔ اور جو آسمانی نوروں کو زمین پر پھیلانے والے ہیں۔ وہ کامل چاہیئے یا ناقص اور راستباز چاہیئے یا دروغ باز۔ جب علتِ غائی رسالت اور پیغمبری کی عقائد حقہ اور اعمال صالحہ پر قائم کرنا ہے تو پھر اگر اس علتِ غائی پر نبی لوگ آپ ہی قائم نہ ہوں۔ تو ان کی کون سن سکتا ہے۔ اور کا ہے کو ان کی بات میں اثر ہوگا۔ ان کو تو اُمتی لوگ ضرور کہیں گے۔ کہ اے حکیمو۔ پہلے تم اپنا ہی علاج کراؤ۔ اور ماسوا اس کے کیا یہ انصاف ہے یا تہذیب ہے یا خدا ترسی میں داخل ہے۔ جو خدا کے پاک نبیوں کا نام ایسا ہتک اور استخفاف سے لیں کہ جیسے کسی ذلیل مذکوری یا چوکیدار کا اور کسی دُنیادار کا نام لکھیں تو ایک بالشت بھر القاب لکھتے ہی چلے جائیں۔ اس سے کم نہیں۔ کیا یہ جائز ہے کہ ایک بقال دولتمند کی تعظیم کیلئے سرو قد اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور جن لوگوں کو خدا کی ہمکلامی کی عزت حاصل ہے اور ان میں وہ خوبیاں ہیں جو خدا کو بھا گئی ہیں۔ وہ ایسی نظر میں حقیر معلوم ہوں جو ان کی زبان سے بھی تعظیم نہ کی جائے۔ اگر وہ تمہاری دانست میں حقیر ہیں تو پھر اُن کو نبی کیوں مانتے ہو۔ سیدھے ہی کیوں نہیں کہتے کہ ہم کو ان کی نبوت سے ہی انکار ہے۔ سارا باعث ان بدگمانیوں کا یہ ہے کہ آپ لوگوں کو الہام الٰہی کی حقیقت معلوم نہیں۔ اور آپ لوگ ایسا سمجھ رہے ہیں کہ الہام بھی ایک جسمانی خدمت ہے کہ جیسے کسی شخص کو کسی بد انتظام

ص۱۰۵

ص۱۰۶ اور نجابت اور سعادت کا معیار تھیں اور اس کی انسانیت کا زیب و زینت تھیں۔ یہ یکبار کھو بیٹھے ہیں۔* جو ان کے دلوں میں یہ خیال سمایا ہوا ہے جو بجز آریہ دیس کے اور جتنے ملکوں میں نبی اور رسول آئے۔ جنہوں نے بہت سے لوگوں کو تاریکیٔ شرک اور مخلوق پرستی سے باہر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱

گورنمنٹ سے کوئی عہدہ مثلاً ججی یا تحصیلداری یا رسالداری کا کچھ دے دلاکر بغیر دریافت چال چلن اور لیاقت کے مل جاتا ہے۔ یا جس میں حکام کو صرف کام لینے سے مطلب ہوتا ہے اور کچھ تھوڑی سی معمولی نیک چلنی اور لیاقت دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ عہدہ ہی ایسا ذلیل اور ناچیز ہوتا ہے۔ کہ جس میں کامل دیانتداری اور نیک چلنی اور نیک وضعی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اے بھائیو! یہ آپ لوگوں کی کمال غلطی ہے۔ وحی الٰہی وہ خدا کی پاک کلام ہے کہ جس میں منزّل علیہ کی طہارت تامّہ اور قابلیت کاملہ شرط ہے کیونکہ جو شخص طرح طرح کے اغشیۂ جسمانی اور اہویۂ نفسانی سے محجوب ہے۔ اس میں اور مبدأ پاک میں پرلے درجہ کی دُوری واقعہ ہے کہ جس سے وہ قابلِ افاضۂ الہام الٰہی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ پس جب تک ایک نفس کو ہریک قسم کی نالائق باتوں سے تنزّہ تام حاصل نہ ہو جائے۔ تب تک وہ نفس قابلیت فیضانِ وحی کی پیدا نہیں کرتا۔ اور اگر تنزّہ تام کی شرط نہ ہوتی۔ اور قابل اور غیر قابل یکساں ہوتا۔ تو سارا جہان نبی ہو جاتا۔ اور جب تنزّہ تام شرط ہے ص۱۰۷ تو پھر نبیوں کو اعلیٰ درجہ کے پاک یقین کرنا چاہیئے کہ جس سے زیادہ تر پاکی نوعِ انسان کے لئے متصوّر نہیں۔ اگر حضرت داؤد ایسے ہی پاک نہ ہوتے کہ جیسے حضرت مسیح پاک تھے تو ہرگز نبی ہونے کے لائق نہ ٹھہرتے۔ مسیح کو داؤد سے زیادہ پاک اور بہتر سمجھنا یہی ایک غلط خیال ہے جو بباعث سخت ناواقفیت حقیقتِ الہام اور رسالت کے عیسائی لوگوں کے

*حاشیہ نمبر ۲

نیک ظنّی انسان میں ایک فطرتی قوّت ہے۔ اور جب تک کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا نہ ہو۔ تب تک اس قوّت کو استعمال میں لانا انسان کا ایک طبعی خاصّہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص بلاوجہ اس قوّت کا برتنا چھوڑ کر بدظنّی کرنے کی عادت پکڑ لے تو ایسا انسان سودائی یا وہمی یا مجنون یا مسلوب الحواس کہلاتا ہے مثلاً جیسے کوئی بازار کی شیرینی یا روٹی وغیرہ کو اس وہم سے کھانا چھوڑ دے کہ کہیں حلوائیوں یا نان بائیوں وغیرہ نے ان چیزوں

۱۰۵

نکالا۔ اور اکثر ملکوں کو نورِ ایمان اور توحید سے منوّر کیا۔ وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری تھے۔ اور سچی رسالت اور پیغمبری صرف برہمنوں کی وراثت اور انہیں کے بزرگوں کی جاگیر خاص ہے۔ اور اس بارے میں خدا نے ہمیشہ کے لئے انہیں کو ٹھیکہ دے رکھا ہے اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دلوں میں متمکن ہوگیا ہے۔ چنانچہ ہم تفصیل اس کی معہ تمام دلائل کے اپنے موقعہ پر درج کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ایسے مسیحی کہ جن کا اس حاشیہ میں ذکر کر رہے ہیں۔ ایک طرف تو خدا کے پاک پیغمبروں سے ٹھٹھا ہنسی کرتے ہیں اور دوسری طرف حضرت مسیح کو خدا تو بنا ہی رکھا ہے۔ مگر علاوہ الوہیت کے نبوت میں بھی سب نبیوں سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ سو واضح رہے کہ یہ بھی اُن کی ایک دوسری غلطی ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دُنیا کا مُربّی اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فسادِ اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحیدِ گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔ جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے جس نے ہر یک ملحد کے وساوس دُور کئے اور سچا سامان نجات کا کہ جس کے لئے کسی بے گناہ کو پھانسی دینا ضرور نہیں اور خدا کو اپنی قدیمی اور ازلی جگہ سے کھسکا کر کسی عورت کے پیٹ میں ڈالنا کچھ حاجت نہیں۔ اُصول حقّہ کی تعلیم سے از سرِ نو عطا فرمایا۔ پس اس دلیل سے کہ اس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے۔ اس کا درجہ اور رُتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اب تواریخ بتلاتی ہے۔ کتاب آسمانی شاہد ہے جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اس قاعدہ کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے وہ حضرت **محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ عنقریب اسی کتاب میں یہ ثبوت آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا۔ منہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۳

میں زہر نہ ملا رکھی ہو۔ یا سفر کی حالت میں ہر یک راستہ بتلانے والے پر شک کرے کہ شاید یہ مجھے دھوکا ہی نہ دیتا ہو۔ یا حجامت کرانے کے وقت میں حجام سے ڈرے کہ کہیں اُسترہ مار کر مجھے قتل نہ کر دے۔ یہ سب خیال مقدمات جنون اور دیوانگی کے ہیں۔ اور جب کوئی دیوانہ

۱۰۷

اپنے وسیع دریا ہدایت اور رہنمائی کو انہیں کے چھوٹے سے ملک میں گھسیڑ دیا ہے۔ اور ہمیشہ اس کو انہیں کا دیس اور انہیں کی زبان اور انہیں میں سے پیغمبر پسند آگئے ہیں ✢

بقیہ حاشیہ نمبر ۷

ہونے لگتا ہے تو پہلے ایسے ایسے ہی خیالاتِ فاسدہ دل میں اُٹھا کرتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ یکا سودائی ہو جاتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ بغیر معقول وجوہ رکھنے کے بدظنّی کرنا ایک شعبہ دیوانگی کا ہے کہ جس سے عاقل آدمی ضرور ہے کہ پرہیز کرے۔ اور خدا نے قوّتِ نیک ظنّی کی جو انسان کی فطرت میں ڈال دی تو اس میں یہ حکمت ہے جو بنی آدم میں راستگوئی اور راست روشی بھی ایک فطرتی قوت ہے اور جب تک انسان کسی قاسر سے مجبور نہ ہو۔ نہ جھوٹ بولنا چاہتا ہے اور نہ کسی اور طرح کی بدی کا ارتکاب جائز رکھتا ہے۔ اور اگر نیک ظنّی کی قوّت انسان کو عطا نہ کی جاتی تو وہ تمام فوائد جو راستگوئی اور راست روشی کی قوّت کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو پہنچتے ہیں۔ اور جن پر تمام مہمّاتِ تمدّن اور معاشرت اور تدابیر منزلی اور ملکی موقوف ہیں ضائع ہو جاتے اور نفوسِ انسانی جمیع منافع سے جو قوّت مذکور کے استعمال پر مرتّب ہوتے ہیں محروم رہ جاتے۔ مثلاً یہ نیک ظنّی کی ہی برکت ہے کہ چھوٹے بچّے بآسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں۔ اگر بدظنّی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ شاید ان سکھانے والوں کی کچھ اپنی ہی غرض ہوگی۔ اور آخر اس بدظنّی سے گونگے ہی رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک ہی رہتا۔ منہ

✢ حاشیہ نمبر ۸

جو حال میں ہندو صاحبان کے ہاتھ میں وید ہیں جن کو وہ رِگ اور یجر۔ اور شام اور اتھروَن سے موسوم کرتے ہیں۔ اور رِچ اور یجش اور سامن اور اتھرونا بھی بولتے ہیں۔ اُن کا ٹھیک ٹھیک حال کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کن حضرات پر نازل ہوئے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ اگنی اور وایو اور سورج کو یہ الہام ہوا تھا جو بالکل نامعقول بات ہے۔ اور کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ برہما کے چار مکھ سے یہ چاروں وید نکلے تھے۔ اور کسی کی یہ رائے ہے کہ یہ الگ الگ رشیوں کے اپنے ہی بچن ہیں۔ اب ان بیانات میں یہاں تک شک ہے کہ کچھ پتہ نہیں ملتا کہ آیا ان اشخاص کا کچھ خارج میں وجود بھی تھا یا محض فرضی نام ہیں۔ اور وید پر نظر

ص۱۰۸

اور وُہ بھی صرف تین یا چار کہ جن سے مسئلہ الہام اور رسالت کا قوانینِ عامہ قدرتیہ اور عاداتِ قدیمہ الٰہیہ میں داخل بھی نہیں ہوسکتا۔ اور امرِ نبوّت اور وحی کا باعث قلّت تعداد الہام یافتہ لوگوں کے ضعیف اور غیر معتبر اور مشکوک اور مشتبہ ٹھہر جاتا ہے اور نیز کروڑ ہا بندگانِ خدا جو اس مُلک سے بے خبر رہے یا یہ مُلک ان کے مُلکوں سے بے خبر رہا۔ فضل اور رحمت اور ہدایت الٰہی سے محروم اور نجات سے بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ اور پھر طُرفہ یہ کہ بموجب خویش عقیدہ آریہ صاحبوں کے وہ تین یا چار بھی خداتعالےٰ کے ارادہ اور مصلحتِ خاص سے منصبِ نبوّت پر مامُور نہیں ہوئے بلکہ خود کسی نامعلوم جنم کے نیک عملوں کے باعث سے اس عہدہ پانے کے مستحق ہوگئے اور خدا کو بہرحال انہیں پیغمبر

ص۱۰۸

کرنے سے تیسری رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اب بھی وید کے جُدا جُدا منتروں پر جُدا جُدا رشیوں کے نام لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اور اتھروَن وید کی نسبت تو اکثر محقق پنڈتوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ وہ ایک جعلی وید یا براہمن پُستک ہے جو پیچھے سے ویدوں کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور یہ رائے سچّی بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ رِگ وید میں جو سب ویدوں کا اصل الاصول اور سب سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے صرف رِگ اور یجُر اور شام وید کا ذکر ہے۔ اور اتھروَن وید کا نام تک درج نہیں۔ اگر وہ وید ہوتا۔ تو اس کا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ پھر یجُر وید کے ۲۶ - ادھیائے میں بھی صاف لکھا ہے کہ وید صرف تین ہی ہیں۔ اور ایسا ہی شام وید میں بھی ویدوں کا تین ہونا ہی بیان کیا ہے۔ اور منوجی بھی اپنی پُستک کے ساتویں ادھیا بیالیسویں اشلوک میں تین وید ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جوگ بشششٹ میں جو ہندوؤں میں بڑی متبرک کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اور ان تعلیمات کا مجموعہ ہے جو خاص راجہ رام چندر جی کو اُن کے بزرگ اُستاد نے دی تھیں۔ چاروں ویدوں کی نسبت ایسا صاف بیان کیا ہے کہ بس فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اتھروَن وید کے وید ہونے میں بحث نہیں۔ بلکہ سارے ویدوں کا یہی حال ہے۔ اور کوئی ان میں سے ایسا نہیں جو تغیّر اور تبدّل اور کمی اور بیشی سے خالی ہو۔ منہ

بنانا ہی پڑا۔ اور باقی سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اس مرتبۂ عالیہ سے جواب مل گیا اور کوئی کسی الزام سے اور کوئی کسی تقصیر سے اور کوئی آریہ قوم اور آریہ دیس سے باہر سکونت رکھنے کے جُرم سے الہام پانے سے محروم رہا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس ناپاک اعتقاد میں خدا کے مقبول بندوں پر کہ جنھوں نے آفتاب کی طرح ظہور کر کے اس اندھیرے کو دُور کیا جو اُن کے وقت میں دُنیا پر چھا رہا تھا کس قدر ناحق بے موجب بدظنی کی گئی ہے۔ اور پھر اپنے پرمیشر پر بھی یہ بدظنی جو اس کو غافل یا مدہوش یا مخبط الحواس تصوّر کیا ہے کہ جو اس قدر بےخبر ہے کہ گو بعد وید کے ہزارہا طور کی نئی نئی بدعتیں نکلیں اور لاکھوں طرح کے طوفان آئے اور اندھیریاں چلیں اور رنگا رنگ کے فساد برپا ہوئے اور اس کے راج میں ایک بُری طرح کا گڑبڑ پڑ گیا اور دُنیا کو اصلاح جدید کی سخت سخت حاجتیں پیش آئیں۔ پر وہ کچھ ایسا سویا کہ پھر نہ جاگا۔ اور کچھ ایسا کھسکا کہ پھر نہ آیا۔ گویا اُس کے پاس اتنا ہی الہام تھا جو وید میں خرچ کر بیٹھا۔ اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے ہی بانٹ چکا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے خالی ہاتھ رہ گیا اور مُنہ پر مُہر لگ گئی اور ساری صفتیں اب تک بنی رہیں مگر تکلّم کی صفت صرف وید کے زمانہ تک رہی پھر باطل ہو گئی اور پرمیشر ہمیشہ کے لئے کلام کرنے اور الہام بھیجنے سے عاجز ہو گیا* یہ اعتقاد آریہ قوم کا ہے کہ جس پر ہر یک ہندو کو رغبت دلائی

ص۱۰۹ | ص۱۱۱

* شاید اس جگہ کسی کے دل میں یہ وسوسہ اُٹھے کہ مُسلمانوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ کہ وحی حضرت آدم سے شروع ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ سو اس عقیدہ کے رُو سے بھی بعد زمانہ حضرت خاتم الانبیاء کے انقطاع وحی کا ہمیشہ کے لئے لازم آیا۔ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے جو ہمارا ہندوؤں کی طرح ہرگز یہ اعتقاد نہیں جو خدا کے پاس اتنی ہی کلام تھی جتنی وہ ظاہر کر چکا۔ بلکہ بموجب اعتقاد اسلام کے خدا کی کلام اور خدا کا علم اور حکمت مثل ذات اُس کی کے غیر محدود ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا[1]۔ (سورہ کہف الجزو ۱۶)

حاشیہ نمبر ۹

ص۱۰۹

[1] الکھف : ۱۱۰

جاتی ہے کہ اُسی کو اپنا دھرم بناوے۔ مگر تعجب کہ اس اعتقاد کا وید میں کہیں ذکر تک نہیں۔ اور کوئی شرتی اُس میں ایسی نہیں کہ اس متعصبانہ بدظنی کی تعلیم دیتی ہو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشلوک انہیں دنوں میں گھڑا گیا ہے کہ جب آریہ قوم کے عقلمندوں نے اپنی پستکوں اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۹

یعنے اگر خدا کی کلام کے لکھنے کے لئے سمندر کو سیاہی بنایا جائے تو لکھتے لکھتے سمندر ختم ہو جائے اور کلام میں کچھ کمی نہ ہو۔ گو ویسے ہی اور سمندر بطور مدد کے کام میں لائے جائیں۔ رہی یہ بات کہ ہم لوگ ختم ہونا وحی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کن معنوں سے مانتے ہیں۔ سو اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ گو کلام الٰہی اپنی ذات میں غیر محدود ہے۔ لیکن چونکہ وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے کلام الٰہی نازل ہوتی رہی یا وہ ضرورتیں کہ جن کو الہام ربانی پورا کرتا رہا ہے۔ وہ قدر محدود سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس لئے کلام الٰہی بھی اسی قدر نازل ہوئی ہے کہ جس قدر بنی آدم کو اُس کی ضرورت تھی۔ اور قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آگئی تھیں یعنے تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔ پس انہیں معنوں سے شریعتِ فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ پر نہیں پہنچے تھے۔ اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ پس اب قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں۔ پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنے فرقانِ مجید ظہور پذیر ہوتا۔ مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے۔ کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصولِ حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں گے۔ اور تعلیم توحید میں تبدیل اور تحریف عمل میں آوے گی۔ یا اگر ساتھ اس کے یہ بھی فرض کیا جائے کہ جو کسی زمانہ میں وہ کروڑہا مسلمان جو توحید پر قائم ہیں

۱۱۰

شاستروں میں یہ بھی لکھ مارا تھا جو ہمالہ پہاڑ اور کچھ ایشیا کے حصہ سے پرے کوئی ملک ہی نہیں۔ اور اسی طرح اور بھی سینکڑوں خام خیالیاں اور وہم پرستیاں کہ جن کا اس وقت ذکر کرنا ہی فضول ہے اور جواب روز بروز دنیا سے مٹی جاتی ہیں اور علم اور عقل کے حاصل کرنیوالے خود بخود ان کو چھوڑتے جاتے ہیں انہیں دنوں میں نکلی تھیں۔ پس غضب کی بات ہے

عـــ۱۱۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق پرستی کا اختیار کرلیں گے۔ تو بیشک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہوگا۔ مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں قرآن شریف کی تعلیم کا محرّف مبدّل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۱؎ (سورۃ الحجر الجزو نمبر ۱۴) یعنے اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ رہیں گے۔ سو تیرہ سو برس سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اب تک قرآن شریف میں پہلی کتابوں کی طرح کوئی مشرکانہ تعلیم ملنے نہیں پائی اور آئندہ بھی عقل تجویز نہیں کرسکتی کہ اس میں کسی نوع کی مشرکانہ تعلیم مخلوط ہوسکے۔ کیونکہ لاکھوں مسلمان اسکے حافظ ہیں۔ ہزارہا اس کی تفسیریں ہیں۔ پانچ وقت اس کی آیات نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ ہر روز اسکی تلاوت کی جاتی ہے۔ اسی طرح تمام ملکوں میں اس کا پھیل جانا۔ کروڑہا نسخے اسکے دنیا میں موجود ہونا۔ ہر یک قوم کا اس کی تعلیم سے مطلع ہو جانا۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کے لحاظ سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے کہ آئندہ بھی کسی نوع کا تغیر اور تبدل قرآن شریف میں واقع ہونا ممتنع اور محال ہے۔ اور مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بارے میں بھی پیشین گوئی کرکے آپ فرما دیا ہے۔ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۲؎ (سورہ سبا الجزو ۲۲) یعنے شرک اور مخلوق پرستی جس قدر دور ہو چکی ہے۔ پھر وہ نہ اپنی کوئی نئی شاخ نکالے گی اور نہ اسی پہلی حالت پر عود کرے گی۔ سو اس پیشین گوئی کی صداقت بھی اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ باوجود منقضی ہونے زمانہ دراز کے اب تک ان قوموں اور ان ملکوں میں کہ جن سے مخلوق پرستی معدوم کی گئی تھی۔ پھر شرک

ـــــــ۱۱۱

۱؎ حجر: ۱۰ ۲؎ سبا: ۵۰

کہ جو لوگ اس تحقیق اور تدقیق کے مالک ہیں اور جن کے وید مقدس میں بجز آگ اور ہوا اور سورج اور چاند وغیرہ مخلوق چیزوں کے خدا کا پتہ بھی مشکل سے ملتا ہے وہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور حضرت خاتم الانبیاء کو مفتری ٹھہراویں اور ان کے ادوار مبارک کو مکر اور فریب کے دور قرار دیں اور ان کی کامیابیوں کو جو تائید الٰہی کے بڑے نمونے ہیں بخت اور اتفاق پر حمل کریں اور ان کی پاک کتابیں جو خدا کی طرف سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں ان کو ملیں جن کے ذریعہ سے بڑی اصلاح دنیا کی ہوئی۔ وہ وید کے مضامین مسروقہ خیال کئے جائیں۔ اور تماشا یہ کہ اب تک یہ پتہ نہیں دیا گیا کہ کس طور کے سرقہ کا ارتکاب

ص۱۱۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۹

اور بت پرستی نے توحید کی جگہ نہیں لی۔ اور آئندہ بھی عقل اس پیشین گوئی کی سچائی پر کامل یقین رکھتی ہے کیونکہ جب اوائل ایام میں کہ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی۔ تعلیم توحید میں کچھ تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ تو اب کہ جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہے کیونکر تزلزل ممکن ہے۔ علاوہ اسکے زمانہ بھی وہ آگیا ہے کہ مشرکین کی طبیعتیں بباعث متواتر استماع تعلیم فرقانی اور دائمی صحبت اہل توحید کے کچھ کچھ توحید کی طرف میل کرتی جاتی ہیں۔ جدھر دیکھو دلائل وحدانیت کے بہادر سپاہیوں کی طرح شرک کے خیالی اور وہمی برجوں پر گولہ اندازی کر رہے ہیں اور توحید کے قدرتی جوش نے مشرکوں کے دلوں پر ایک ہلچل ڈال رکھی ہے اور مخلوق پرستی کی عمارت کا بودا ہونا حالی خیال لوگوں پر ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ اور وحدانیت الٰہی کی پُر زور بند وقیں شرک کے بدنما جھونپڑوں کو اُڑاتی جاتی ہیں۔ پس ان تمام آثار سے ظاہر ہے کہ اب اندھیرا شرک کا ان اگلے دنوں کی طرح پھیلنا کہ جب تمام دنیا نے مصنوع چیزوں کی ٹانگ صانع کی ذات اور صفات میں پھنسا رکھی تھی ممتنع اور محال ہے اور جبکہ فرقان مجید کے اصول حقّہ کا محرّف اور مبدّل ہو جانا۔ یا پھر ساتھ اسکے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال اور ممتنع ہوا۔ تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو۔ وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔ منہ

ہُوا۔کیا کسی جگہ قرآن شریف یا انجیل یا توریت میں وید کی طرح اگنی کی پرستش کا حکم پایا جاتا ہے یا کہیں وآیو اور جل کی مناجات لکھ دی ہے یا کسی مقام میں آکاش اور چاند اور سورج کی حمد و ثنا کی گئی ہے یا کسی آیت میں اندر کی مہما اور برنن کر کے اس سے بہت سی گوئیں اور بے انتہا مال مانگا گیا ہے۔اور اگر ان چیزوں میں سے جو وید کا لُبِّ لباب اور اُس کی ساری تعلیموں کا خلاصہ ہیں کچھ بھی نہیں لیا گیا۔تو پھر وید میں سے کیا چرایا۔اور اس جگہ ہمیں پنڈت دیانند صاحب پر بڑا افسوس ہے جو وہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف کی نسبت اپنے بعض رسالوں اور نیز اپنے وید بھاش کے بھومکا میں سخت سخت الفاظ استعمال میں لائے ہیں۔اور معاذ اللہ وید کو کھرا سونا۔اور باقی خدا کی ساری کتابوں کو کھوٹا سونا قرار دیا ہے۔سارا باعث ان واہیات باتوں اور بیہودہ چالاکیوں کا یہ ہے کہ پنڈت صاحب نہ عربی جانتے ہیں نہ فارسی۔اور نہ بجز سنسکرت کے کوئی اور بولی بلکہ اُردو خوانی سے بھی بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔اور ایک اور بھی باعث ہے جو اُن کی نو تصنیف کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ علاوہ کم فہمی اور بے علمی اور تعصب کے اُن کی فطرتی سمجھ بھی سودائیوں اور وہمیوں کی طرح وضعِ استقامت پر قائم ہونے اور صراطِ مستقیم پر ٹھہرنے سے نہایت لاچار ہے۔اور نیک کو بد خیال کرنا اور بد کو نیک سمجھنا۔اور کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا قرار دینا۔اور اُلٹے کو سیدھا اور سیدھے کو اُلٹا جاننا اُن کی ایک عام عادت ہوگئی ہے۔جو ہر جگہ بلا اختیار اُن سے ظہور میں آتی ہے اور اسی وجہ سے وید کی وہ تاویلیں جو کبھی کسی کی خواب میں بھی نہیں آئی تھیں وہ کرتے جاتے ہیں اور پھر ان بے بنیاد خیالات کو چھپوا کر لوگوں سے اپنی رُسوائی کراتے ہیں۔اور اگرچہ سارے ہندوستان کے پنڈت شور مچا رہے ہیں جو ہمارے وید میں توحید کا نام و نشان نہیں اور ہمارے باپ دادوں نے یہ سبق کبھی پڑھا ہی نہیں اور وید نے ہم کو کسی جگہ مخلوق پرستی سے منع کیا ہی نہیں مگر پنڈت جی پھر بھی اپنے

ﷺ

خیالی پلاؤ پکانے سے باز نہیں آتے۔ اور اُن صدہا دیوتوں کو جو وید کے متفرق معبود ہیں صرف ایک ہی خدا بنانا چاہتے ہیں کہ تا وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آجائے۔ بہرحال جو کچھ انہوں نے وید پر دست درازی کی اور کر رہے ہیں یہ تو اُن کا اختیار ہے مگر قرآن شریف کی نسبت ناحق ہتک اور توہین کرنا یہ وہ کام ہے کہ جس سے اُنکی سخت رُسوائی ہوگی۔ چنانچہ اس کتاب کی تصنیف سے وہ دن آ ہی گیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اَب پنڈت صاحب صدہا دلائل حقیّت اور افضلیت قرآن شریف کی اور صدہا اِدلّہ بُطلان اُصول وید کے کتاب ہذا سے بذریعہ کسی لکھے پڑھے آدمی کے معلوم کر کے پھر بھی جیتے رہیں گے یا خود کُشی کا ارادہ جوش مارے گا۔ کیا غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف جیسی اعلیٰ اور افضل اور اتم اور اکمل اور احسن اور اجمل کتاب کی توہین کر کے نہ عاقبت کی ذلّت سے ڈرتے ہیں اور نہ اِس جہان کے طعن و تشنیع کا کچھ اندیشہ رکھتے ہیں۔ شاید اُن کو دونوں عالم کی کچھ پروا نہیں رہی۔ اگر خدا کا کچھ خوف نہیں تھا تو بارے دُنیا کی ہی رُسوائی کا کچھ خوف کرتے۔ اور اگر شرم اور حیا اُٹھ گیا تھا۔ تو کاش لوگوں کے ہی لعن طعن کا اندیشہ باقی رہتا۔ اور اگر پنڈت صاحب کا کچھ مادّہ ہی ایسا ہے کہ وہ ناحق خدا کے مقدس رسولوں کی توہین کر کے خوش ہوتے ہیں اور کچھ خُو ہی ایسی ہے کہ سنبھلی نہیں جاتی تو اِس سے بھی وہ خدا کے پاک لوگوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ پہلے اس سے نبیوں کے دشمنوں نے اُن روشن چراغوں کے بجھانے کے لئے کیا کیا نہ کیا۔ اور کونسی تدبیر ہے جو عمل میں نہ لائے لیکن چونکہ وہ راستی اور صداقت کے درخت تھے۔ اس لئے وہ غیبی مدد سے دم بدم نشوونما پکڑتے گئے اور معاندین کی مخالفانہ تدبیروں سے کچھ بھی اُن کا نقصان نہ ہوا۔ بلکہ وہ اُن لطیف اور خوشنما پودوں کی طرح جو مالک کے جی کو بھاتے ہیں اور بھی بڑھتے پھولتے گئے۔ یہانتک کہ وہ بڑے بڑے سایہ دار اور پھلدار درختوں کے مانند ہوگئے۔ اور دُور دُور کے رُوحانی اور حقانی آرام کے ڈھونڈنیوالے پرندوں نے آکر اُن میں بسیرا کر لیا اور

ص ۱۱۴

مخالفوں کی کچھ بھی پیش نہ گئی۔ اور گو اُن بد اندیشوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ ایڑیاں رگڑیں۔ مکاریاں اور عیاریاں دکھلائیں۔ پر آخر مرغ گرفتار کی طرح پھڑپھڑا کے رہ گئے۔ پس جبکہ ہاتھوں سے اُن مقدس لوگوں کا نقصان نہ ہوسکا تو صرف زبان کے ہتک آمیز الفاظ سے کب ہوسکتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن اقبال کی انہیں کے زمانہ میں آزمائش ہوچکی ہے۔ وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کی دھار اُس شان و شوکت کو کاٹ سکی۔ نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اُس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اُس کا چھوٹنا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا۔ اُسے پیس ڈالتا رہا۔ اور جو شخص اُس پر پڑا۔ وہ آپ ہی پِسا گیا۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہوجاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہوکر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہوکر وہ پانی اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

خلاصہ اِس کلام کا یہ ہے کہ اگر پنڈت صاحب وغیرہ معاندین و مخالفین کو دنیا اور قوم کی محبت کے باعث یا ننگ ناموس کے سبب یا صفت حیا کی کمزوری کی وجہ سے خدا کی سچی کتابوں پر ایمان لانا منظور نہ ہو تو خیر یہ اُن کی خوشی۔ مگر ہم اُن کو نصیحت کرتے ہیں جو زبان درازیوں سے باز رہیں جو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور بفرضِ محال یہ بھی ہم نے تسلیم کیا جو خدا کے پاک پیغمبروں کا صدق اُن کی عقلِ عجیب کے نزدیک ثابت نہیں سہی۔ مگر پھر بھی وہ شخص کہ جس کے دل میں کچھ خدا کا خوف یا لوگوں کے طعن سے ہی کچھ ڈر ہے۔ وہ اس بات کو ضرور تسلیم کریگا کہ صدق کے عدم ثبوت سے کذب کا ثبوت لازم نہیں آتا۔ کیونکہ مفہوم اِس عبارت کا کہ زید کا سچا ہونا ثابت نہیں۔ اِس عبارت

۱۱۵

کے مفہوم سے ہرگز مساوی نہیں ہوسکتا کہ زید کا جھوٹا ہونا ثابت ہے بس جس حالت میں کسی شخص کا کذب ثابت نہیں تو اسپر احکام کذب کے وارد کرنا اور کاذب کاذب کر کے پکارنا حقیقت میں انہیں لوگوں کا کام ہے کہ جن کا دھرم اور ایمان اور پرمیشر اور بھگوان صرف جیفہ دنیا کا لالچ یا جاہلانہ ننگ ناموس یا قوم اور برادری ہے اگر وہ حق کو قبول کریں اور ہریک نوع کی ضدّیت چھوڑ دیں تو پھر ایک غریب درویش کی طرح سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دینِ الٰہی میں داخل ہونا پڑے تو پھر پنڈت جی اور گوروجی اور سوامی جی ان کو کون کہے۔ پس اگر ایسے لوگ حق اور راستی کے مزاحم نہ ہوں تو اور کون ہو۔ اور اگر ان کا غضب اور غصہ نہ بھڑکے تو اور کس کا بھڑکے۔ ان کو تو اسلام کی عزت ماننے سے اپنی عزت میں فرق آتا ہے۔ طرح طرح کی وجوہِ معاش بند ہوتی ہیں۔ تو پھر کیوں کر ایک اسلام کو قبول کر کے ہزار آفت خرید لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس سچائی پر یقین کرنے کیلئے صدہا سامان موجود ہیں اس کو تو قبول نہیں کرتے اور جن کتابوں کی تعلیم حرف حرف میں شرک کا سبق دیتی ہے ان پر ایمان لائے بیٹھے ہیں اور بے انصافی ان کی اس سے ظاہر ہے کہ اگر مثلاً کوئی عورت کہ جس کی پاکدامنی بھی کچھ ایسی ویسی ہی ثابت ہو۔ کسی ناکردنی فعل سے مُتّہم کی جائے تو فی الفور کہیں گے جو کس نے پکڑا اور کس نے دیکھا اور کون معائنہ واردات کا گواہ ہے۔ مگر اُن مقدسوں کی نسبت کہ جن کی راستبازی پر نہ ایک نہ دو بلکہ کروڑہا آدمی گواہی دیتے چلے آئے ہیں بغیر ثبوت مُعتبر اس امر کے کہ کسی کے سامنے انہوں نے مسودہ افترا کا بنایا یا اُس منصوبہ میں کسی دوسرے سے مشورہ لیا یا وہ راز کسی شخص کو اپنے نوکروں یا دوستوں یا عورتوں میں سے بتلایا یا کسی اور شخص نے مشورہ کرتے یا راز بتلاتے پکڑا۔ یا آپ ہی موت کا سامنا دیکھ کر اپنے مفتری ہونے کا اقرار کر دیا۔ یونہی جھوٹی تہمت لگانے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ پس یہی تو سیاہ باطنی کی نشانی ہے اور اسی سے تو ان کی اندرونی خرابی مترشح ہو رہی ہے انبیاء وہ لوگ

صـ ۱۱۶

ہیں کہ جنھوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیساکہ یہ الزام قرآن شریف میں بے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[1] (سورہ یونس الجزو ۱۱) یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افتراء کروں۔ دیکھو مَیں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں یعنے یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آجتک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائینگی قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کرے تو بلا شبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کریگا اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ کس استقلال سے آنحضرتؐ اپنے دعوئ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوّت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیّت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہکر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے

صفحہ ۱۱۷

[1] یونس : ۱۷

سر پر اٹھالیا۔ وطن سے نکالے گئے قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہوگیا۔ بار بار زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے۔ اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔ اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا۔ تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنالیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑلی۔ کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہوگئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا۔ کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہوگئے۔ کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔ اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہریک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دلآزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی

۱۱۵

سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دیدیا کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہوگئے۔ زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تا اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے ہی لات و عزّیٰ سچے ہیں تو وہ تو اسی دم قدموں پر گر پڑتے اور جو چاہتے ان سے کراتے۔ کیونکہ وہ سب خویش اور اقارب اور حمیّتِ قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی صرف تعلیم بُت پرستی سے خوش ہوجاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے لیکن سوچنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ کا یکلخت ہر یک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جو اُن دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحتِ دُنیوی کا تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیّت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی نو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر یک کو کلمہ تلخ جو اسکی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا۔ سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا۔ اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکّار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ بیکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلاویں اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں۔ وہ تو اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے صلحکاری اختیار کرتے ہیں اور ہر یک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ خدا کے لئے یکرنگ ہوجانا ان کی عادت کہاں ہوا کرتی ہے خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان رکھا کرتے ہیں۔ ان کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق

صفحہ ۱۱۹

خدا کے لئے دکھ اٹھاتے پھریں۔ وہ تو صیاد کی طرح وہیں دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ ہوتا ہے۔ اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت کم اور فائدہ دنیا کا بہت زیادہ ہو۔ نفاق ان کا پیشہ اور خوشامد ان کی سیرت ہوتی ہے۔ سب سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور ہر ایک چور اور ساد ھ سے برابر رابطہ رکھنا ان کا ایک خاص اصول ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے اللہ اللہ اور ہندوؤں سے رام رام کہنے کو ہر وقت مستعد رہتے ہیں اور ہر ایک مجلس میں ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں اور اگر کوئی میر مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور ستارے دکھلانے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں ان کو خدا سے کیا تعلق اور اس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ۔ اور اپنی خوش باش جان کو مفت میں ادھر ادھر کا غم لگالینا انہیں کیا ضرورت۔ اُستاد نے ان کو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہئے کہ جو تیرا راستہ ہے وُہی سیدھا ہے۔ اور جو تیری رائے ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے غرض ان کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی بلکہ جس کے ہاتھ سے ان کا کچھ منہ میٹھا ہو جائے وہی ان کے حساب میں بھگت اور سدھ اور جنٹلمین ہوتا ہے۔ اور جس کی تعریف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آوے۔ اسی کو مُکتی پانے والا اور سُرگ کا وارث اور حیاتِ ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔ لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یکرنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و اُمید سے بالکل مُنہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اِس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام

ص ۱۲۰

شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنیوالا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمانداری سے سوچنا چاہیئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ کے اندرونی صداقت پر دلالت کررہے ہیں۔ ماسوا اس کے جب عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالتِ موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشد محتاج تھی ✝ اور جو جو تعلیم دی گئی۔

ص ۱۲۰

✝ حاشیہ نمبر ۱۰

تواریخ صاف بتاتی ہے۔ اور فرقانِ مجید کے کئی مقامات میں کہ جن کا انشاء اللہ فصل اوّل میں ذکر ہوگا بوضاحتِ تمام وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے کہ جب تمام دنیا میں شرک اور گمراہی اور مخلوق پرستی پھیل چکی تھی۔ اور تمام لوگوں نے اصول حقّہ کو چھوڑ دیا تھا اور صراطِ مستقیم کو بھول بھلا کر ہریک فرقہ نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی کے اور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی۔ اور انہیں دنوں میں کئی پوران اور پستک کہ جن کے رُو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے اور اوتار پرستی کی بنیاد ڈالی گئی۔ تصنیف ہوچکی تھی اور بقول پادری بورٹ صاحب اور کئی فاضل انگریزوں کے ان دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا۔ اور پادری لوگوں کی بدچلنی اور بداعتقادی سے مذہب عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ چکا تھا۔ اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا۔

ص۱۲۱

وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی۔ اور لاکھوں سینوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نقش جما دیا۔ اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔ تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرت ضرور خدا کی طرف سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پس آنحضرتؐ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربّانی کی کمال ضرورت تھی۔ اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منوّر کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو اُمّ الشّرور ہے قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرتؐ خدا کے سچے رسولؐ اور سب رسولوں سے افضل تھے۔ سچا ہونا ان کا تو اس بات سے ثابت ہے کہ اس عام ضلالت کے زمانہ میں قانون قدرت ایک سچے ہادی کا متقاضی تھا اور سنّت الٰہیہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی۔ کیونکہ قانون قدیم حضرت ربّ العالمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدّت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت الٰہی اس کے دُور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے جب امساک باراں سے غایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے۔ اور جب وبا سے لاکھوں آدمی مرنے لگتے ہیں تو کوئی صورت اصلاح ہوا کی نکل آتی ہے یا کوئی دوا ہی پیدا ہو جاتی ہے اور جب کسی ظالم کے پنجہ میں کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو آخر کوئی عادل اور فریاد رس پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ہی جب لوگ خدا کا راستہ بھول جاتے ہیں اور توحید اور حق پرستی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کسی بندہ کو بصیرت کامل عطا فرما کر اور اپنے کلام اور الہام

ص۱۲۱

سچے ہادی ہیں۔ جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری ہو۔ اسکی مرض تو لاعلاج ہے۔ خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے۔ ورنہ یہ سارے آثارِ صداقت جو آنحضرتؐ میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھلاوے تاہم بھی جانیں۔ مُنہ سے فضول باتیں بکنا کوئی بڑی بات نہیں جو جی چاہے بک لیا کون روکتا ہے۔ لیکن معقول طور پر مدلّل بات کا مدلّل جواب دینا شرطِ انصاف ہے۔ یُوں تو ہمارے سارے مخالفین گالیاں

ص۱۲۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۰

سے مشرف کر کے بنی آدم کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے کہ تا جس قدر بگاڑ ہو گیا ہے اسکی اصلاح کرے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ پروردگار جو قیّوم عالم کا ہے اور بقا اور وجود عالم کا اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے کسی اپنی فیضان رسانی کی صفت کو خلقت سے دریغ نہیں کرتا اور نہ بیکار اور معطّل چھوڑتا ہے بلکہ ہر یک صفت اسکی اپنے موقعہ پر فی الفور ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ از رُوئے تجویز عقلی کے اس بات پر قطع واجب ہُوا کہ ہر یک آفت کا غلبہ توڑنے کے لئے خدا تعالیٰ کی وہ صفت جو اسکے مقابلہ پر پڑی ہے ظہور کرتی ہے اور یہ بات تواریخ سے اور خود مخالفین کے اقرار سے اور خاص فرقانِ مجید کے بیان واضح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی کہ دنیا کی تمام قوموں نے سیدھا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا اور نیز یہ بات بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس فساد موجودہ کے اصلاح کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکالکر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ تو ان سب مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرتؐ خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں چنانچہ اس دلیل کیطرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

ص۱۲۲ ص۱۲۳

دینے اور توہین کرنے کو بڑے چالاک ہیں اور ہجو اور اہانت کرنا کسی استاد سے خوب سیکھے ہیں۔ ہندو دوسرے تمام پیغمبروں اور کتابوں کی تکذیب کر کے صرف وید کا بھجن گا رہے ہیں کہ جو ہے سو وید ہی ہے۔ عیسائی ساری تعلیم الٰہی انجیل پر ختم کئے بیٹھے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ قدر و منزلت ہر یک کتاب کی افادہ توحید سے وزن کی جاتی ہے اور جو کتاب توحید کا فائدہ پہنچانے میں زیادہ ہو وہی رتبہ میں زیادہ ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر منکر وحدانیت الٰہی کا کیسا ہی جامع اخلاق کیوں نہ ہو مگر تب بھی نجات نہیں پا سکتا۔ اب ان صاحبوں کو سوچنا چاہیئے کہ توحید جو مدار نجات کا ہے کس کتاب کے ذریعہ سے دنیا میں سب سے زیادہ شائع ہوئی بھلا کوئی بتلائے تو سہی کہ کس ملک میں وید کے ذریعہ سے وحدانیت الٰہی پھیلی ہوئی ہے۔

ص۱۲۳

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ؏ [1] (سورۃ النحل الجزو ۱۴)

یعنے ہم کو اپنی ذات الوہیت کی قسم ہے جو مبدء فیضان ہدایت اور پرورش اور جامع تمام صفاتِ کاملہ ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے۔ سو وہی شیطان آج ان سب کا رفیق ہے۔ اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ تا ان لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور جو امر حق ہے وہ کھول کر سنایا جائے اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مر گئی تھی۔ خدا نے آسمان سے پانی اُتارا اور نئے سرے اس مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشانِ صداقت اس کتاب کا ہے۔ پر اُن لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں یعنے طالب حق ہیں۔

اب غور سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ تینوں مقدمات متذکرہ بالا کہ جن سے ابھی ہم نے آنحضرتؐ کے سچے ہادی ہونے کا نتیجہ نکالا تھا۔ کس خوبی اور لطافت سے آیات ممدوحہ میں درج ہیں۔ اوّل گمراہوں کے دلوں کو جو صدہا سال کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ زمین خشک اور مُردہ سے تشبیہ دے کر اور کلام الٰہی کو مینہ کا پانی جو آسمان کی طرف سے آتا ہے ٹھہرا کر اس قانون قدیم کی طرف اشارہ فرمایا جو امساک باران کی شدت کے وقت میں ہمیشہ رحمتِ الٰہی بنی آدم کو برباد ہونے سے بچا لیتی ہے اور یہ بات جتلا دی کہ یہ

ص۱۲۴

(حاشیہ نمبر ۱۱ — سلسلہ)

[1] النحل: ۶۴-۶۶

یا وہ دنیا کس پردہ زمین میں بستی ہے کہ جہاں رگ اور یجر اور شام اور اتھروَن نے توحید الٰہی کا نقارہ بجا رکھا ہے۔ جو کچھ وید کے ذریعہ سے ہندوستان میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ تو یہی آتش پرستی اور شمس پرستی اور بشن پرستی وغیرہ انواع و اقسام کی مخلوق پرستیاں ہیں کہ جن کے لکھنے سے بھی کراہت آتی ہے۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک نظر اٹھا کر دیکھو۔ جتنے ہندو ہیں سب مخلوق پرستی میں ڈوبے ہوئے نظر آویںگے کوئی مہادیو جی کا پوجاری اور کوئی کرشن جی کا بھجن گانے والا۔ اور کوئی مورتوں کے آگے ہاتھ جوڑنے والا۔ ایسا ہی انجیل کا حال ہے۔ کوئی مُلک

ص۱۲۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

قانون قدرت صرف جسمانی پانی میں محدود نہیں بلکہ روحانی پانی بھی شدت اور صعوبت کے وقت میں جو پھیل جانا عام گمراہی کا ہے ضرور نازل ہوتا ہے اور اس جگہ بھی رحمت الٰہی آفتِ قلوب کا غلبہ توڑنے کے لئے ضرور ظہور کرتی ہے۔ اور پھر انہیں آیات میں دوسری بات بھی بتلادی کہ آنحضرت کے ظہور سے پہلے تمام زمین گمراہ ہو چکی تھی۔ اور اسی طرح اخیر پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ان روحانی مُردوں کو اس کلام پاک نے زندہ کیا اور آخر یہ بات کہہ کر کہ اس میں اس کتاب کی صداقت کا نشان ہے۔ طالبین حق کو اس نتیجہ نکالنے کی طرف توجہ دلائی کہ فرقان مجید خدا کی کتاب ہے۔

اور جیسا کہ اس دلیل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی صادق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس سے آنحضرت کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور جو کام حضرت ممدوح کو سپرد ہوا۔ وہ حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا۔ لیکن چونکہ خدا کو منظور تھا جو بنی آدم ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلہ کی طرح ہو جائیں۔ اور غیریت اور بیگانگی جاتی رہے۔ اور جیسے یہ سلسلہ وحدت سے شروع ہوا ہے۔ وحدت پر ہی ختم ہو۔ اس لئے اس نے آخری ہدایت کو تمام دُنیا کے لئے مشترک بھیجا۔ اور اس وقت زمانہ بھی وہ آ پہنچا تھا۔ کہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دوسری قوم سے اور ایک مُلک کے

ص۱۲۵

نظر نہیں آتا کہ جہاں بذریعہ انجیل کے اشاعت توحید کی ہوئی ہو۔ بلکہ انجیل کے ماننے والے موحّد کو ناجی ہی نہیں سمجھتے اور پادری لوگ اہلِ توحید کو ایک اندھیری آگ میں بھیج رہے ہیں کہ جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور بقول ان کے اس کالی آگ سے وہی بچے گا۔ جو خدا پر موت اور مصیبت اور بھوک اور پیاس اور درد اور دکھ اور تجسّم اور حلول ہمیشہ کے لئے روا رکھتا ہو۔ ورنہ کوئی صورت بچنے کی نہیں۔ گویا وہ فرضی بہشت یورپ کی دو بزرگ قوموں انگریزوں اور روسیوں کو نصفا نصف تقسیم کر کے دیا جائیگا۔ اور باقی سب موحّد اس قصور سے جو خدا کو ہر ایک طرح کے نقصان سے جو اس کے کمالِ تام کے منافی ہے پاک سمجھتے تھے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ غرض ہماری اس تحریر سے یہ ہے کہ آج صفحۂ دنیا میں وہ شے کہ جس کا

ملحقہ ۱۲۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

دوسرے ملک کے اتحاد سلسلہ نوعی کی کارروائی شروع ہوگئی تھی۔ اور بوجہ میل ملاپ دائمی کے خیالات بعض ملکوں کے بعض ملکوں میں اثر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ یہ کارروائی اب تک ترقی پر ہے۔ اور سارے سامان جیسے ریل تار اور جہاز وغیرہ ایسے ہی دن بدن نکلتے آتے ہیں کہ جن سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق کا یہی ارادہ ہے کہ کسی دن تمام دنیا کو ایک قوم کی طرح بنادے۔ بہرحال پہلے نبیوں کی محدود کوشش تھی۔ کیونکہ ان کی رسالت بھی ایک قوم میں محدود ہوتی تھی۔ اور آنحضرت کی غیر محدود اور وسیع کوشش تھی کیونکہ ان کی رسالت عام تھی۔ یہی وجہ ہے جو فرقان مجید میں دنیا کے تمام مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے۔ اور انجیل میں صرف یہودیوں کی بدچلنی کا ذکر ہے۔ پس آنحضرت کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا ایسی غیر محدود کوشش سے ثابت ہے۔ ماسوا اس کے یہ بات اجلی بدیہات سے ہے کہ شرک اور مخلوق پرستی کو دور کرنا اور وحدانیت اور جلال الٰہی کو دلوں پر جمانا سب نیکیوں سے افضل اور اعلیٰ نیکی

ملحقہ ۱۲۶

نام توحید ہے بجز امّتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑ ہا مخلوقات کو وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو۔ اور کمال تعظیم سے اُس سچے خدا کی طرف رہبر ہو ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدّل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔ سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادیٔ اسلام کا صدقِ نبوّت اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ معنے نبوّت کے اور علّتِ غائیٔ رسالت اور پیغمبری کی انہیں کی ذاتِ بابرکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ اصلاحِ موجودہ سے اس مصلح ربّانی کی شناخت کر رہے ہیں اسی طرح ہزار ہا ایسے ۱۲۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے۔ پس کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ نیکی جیسی آنحضرتؐ سے ظہور میں آئی ہے۔ کسی اور نبی سے ظہور میں نہیں آئی۔ آج دنیا میں بجز فرقان مجید کے اور کونسی کتاب ہے کہ جس نے کروڑ ہا مخلوقات کو توحید پہ قائم کر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کے ہاتھ سے بڑی اصلاح ہوئی وہی سب سے بڑا ہے۔

اس جگہ پادری فنڈر صاحب مصنّف میزان الحق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت اُس زمانہ کے عیسائی کہ جب دین اسلام شروع ہوا تھا۔ سخت سخت بدعتوں میں گرفتار تھے اور انجیل پر سے ان کا عمل جاتا رہا تھا اور پھر بعد اس کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہی باعث تھا جو خدا نے ان کو دین پھیلانے سے نہ روکا۔ کیونکہ اس وقت خدا کو بھی منظور تھا جو عیسائیوں کو کہ جنہوں نے انجیل پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ تنبیہہ اور سزا دے

اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرت کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بیکس اُمّی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا۔ کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی۔ اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے۔ فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بےکسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرت نے پہلے پہل

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۰

اب پادری صاحب کی دیانت اور انصاف اور ایمانداری کو دیکھئے۔ کہ بات کو کہاں سے کہاں گھسیٹ کر لے گئے۔ اپنے عیسائی بھائیوں پر قہر الٰہی نازل کر دیا۔ مگر آنحضرت کی رسالت قبول کرنا طبیعت پر گوارا نہ ہوا۔ واہ رے تیرا تعصب سزا دینے کی خوب کہی۔ افسوس کہ پادری صاحب کو ایسی متعصبانہ رائے ظاہر کرتے ہوئے کچھ خدا کا خوف نہ آیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ کی نسبت یہ بات منہ پر لانا کہ ایک عالم کو گمراہ اور غلطی میں پاکر ان کے لئے ایسا سامان مقرر کرتا ہے کہ جس سے وہ اور بھی گمراہی میں پڑیں نہایت درجہ کا کفر اور پرلے درجہ کی بے باکی اور ہٹ دھرمی ہے۔ اور یہ پادری صاحبوں کی ہی نیک بختی اور دینداری ہے کہ آنحضرت کی عداوت کے لئے خدا کو بھی ہادی ہونے کی صفت سے جواب دیتے ہیں۔ ورنہ کون عاقل اور ایماندار اس فعل کو خدا کی طرف نسبت دے سکتا ہے کہ خدا کو اس زمانہ میں کہ جب گمراہی اور بد اعتقادی کمال کو پہنچ گئی تھی اور لوگ سراسر شرک اور مخلوق پرستی میں ڈوب گئے تھے۔ یہی تدبیر

ص۱۲۷

مکّے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں۔ اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی یا کونسی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہوگیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اُس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بیکس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔ پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی چاہیئے۔ کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا۔ اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ

۱۲۷

حاشیہ نمبر ۱۰ ذیلی حاشیہ نمبر ۱

سوجھی اور یہی علاج دل کو پسند آیا جو بقول پادری صاحب خلقت کو پہلے سے بھی بدتر کردے اور بجائے پیدا کرنے ایک مصلح کے ایسے شخص کو خلقت پر مسلّط کرے جو بزعم پادریوں کے رہی سہی صلاحیت کو بھی دور کر کے یعنی خدا کو لہو اور گندگی میں گھس آنے سے پاک سمجھے اور تولّد اور موت اور فوت اور درد اور دُکھ سے منزّہ قرار دے۔ کیا کسی کے خیال میں آسکتا ہے یا کسی منصف کا انصافِ دل یہ فتویٰ دیتا ہے۔ جو خدائے کریم و رحیم میں ایسی ہی عادات ہیں اور وہ دنیا کو گمراہ دیکھ کر ایسا ہی بندوبست کیا کرتا ہے جو پہلے سے صدہا درجہ زیادہ گمراہی میں ڈالتا ہے کسی اہلِ انصاف پر اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ دنیا میں فسادِ عام پھیل جانا ایک مصلح کو چاہتا ہے۔ اور ہر یک عاقل کو صریح نظر آتا ہے کہ بروقت غلبہ جہالت اور گمراہی کے خدا کی صفت رہنمائی کی خلقت پر ظاہر ہونی چاہیئے۔ مگر جو شخص تعصب سے اندھا ہو جائے۔ اس کو کیونکر نظر آوے۔ کیا کبھی اندھے نے کچھ دیکھا ہے کہ وہ بھی دیکھے۔ افسوس پادری لوگ ایسی ایسی ہٹ دھرمی کر کے پھر روزِ مواخذہ سے

۱۲۸

دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں۔ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقّہ الٰہیہ لکھے گئے اور وہ تمام ادلّہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلّل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مر جائیں ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں۔ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرتؐ کے گذرے ہیں بالخصوص جو ویدؔ کے الہام یافتہ رشی قرار دیئے جاتے ہیں ان کا تو خود وجود ہی ثابت نہیں ہوتا قطع نظر اس سے کہ کوئی اثر صدق کا ثابت ہو۔ صاحبو! اگر آپ لوگوں کے نزدیک

ص۱۲۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ڈرتے نہیں اور کیونکر ڈریں مسیح کے کفارہ پر بھروسہ جو ٹھہرا۔ ورنہ عقل ہرگز باور نہیں کر سکتی کہ پادریوں کی ایسی ناقص سمجھ ہے کہ وہ اب تک خدا کے قانونِ قدیم سے بھی بے خبر ہیں اور وہ خدا کہ جس نے موسیٰ کے وقت میں ایک قوم کو غافل اور ظالم کے ہاتھ میں گرفتار دیکھ کر اپنا پیغمبر بھیجا۔ اور پھر حضرت عیسیٰ کے وقت میں یہودیوں کی ذرہ سی بدچلنی پر جھٹ پٹ حضرت مسیح کو بھیج دیا۔ وہ آخری زمانہ میں ایسا سخت دل اور بے رحم ہو گیا کہ باوصفیکہ ساری دنیا شرک اور مخلوق پرستی میں غرق ہو گئی پر اُسے ہدایت نازل کرنے کا کچھ بھی خیال نہ آیا بلکہ اُلٹا گمراہوں کی اور بھی ستیاناس کرنے لگا۔ گویا پہلے زمانوں میں تو اُسے گمراہی بُری معلوم ہوتی تھی اور اب اچھی معلوم ہونے لگی۔ منہ

انصاف بھی کچھ چیز ہے اور عقل بھی کوئی شے قابل لحاظ ہے تو یا تو ایسی دلائل صدق اور راستی کی کہ جن پر قرآن شریف مشتمل ہے جن کو ہم فصلِ اوّل سے لکھنا شروع کرینگے۔ کسی اپنی کتاب سے نکال کر دکھلاؤ اور یا حیا اور شرم کی صفت کو عمل میں لاکر زبان درازی چھوڑو۔ اور اگر خدا کا کچھ خوف ہے اور نجات کی کچھ خواہش ہے تو ایمان لاؤ اب یہ مقدمہ ختم ہوگیا اور جس قدر ہم نے مطالب بالائی لکھنے تھے سب لکھ چکے بعد اس کے اصل مطلب کتاب کا شروع ہوگا اور دلائل حقیت قرآن شریف اور صدق نبوتِ آنحضرتؐ کی بسط اور تفصیل سے بیان کی جائیں گی۔ اور وہ تمام براہین کہ جن کی سچائی کے اعلیٰ مرتبہ پر نظر کرکے دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب ہذا کے شامل کیا گیا ہے خود فرقان مجید میں سے نکالکر دکھلائی جائیں گی۔ اور یہ طرز دلائل عقلیہ پیش کرنے کی کہ جس کا خاص کلامِ الٰہی کے بیان پر حصر رکھا گیا ہے یہ ہم میں اور ہمارے مخالفین میں ایک ایسا صاف فیصلہ ہے کہ جو ہر یک عقلمند کی آنکھ کھول دینے کو کافی ہے اور ایک ایسی رہنما روشنی ہے کہ جس سے جھوٹوں اور سچّوں میں نہایت آسانی سے فرق کھل جائے گا۔ سو اَب اے حضراتِ منکرینِ اسلام اگر آپ لوگوں کو حقیتِ قرآن شریف میں کچھ کلام ہے یا اس کی افضلیت ماننے میں کچھ تامل ہے تو آپ پر فرض ہوچکا ہے کہ ان دلائل اور براہین کا اپنی اپنی کتابوں میں سے عقلی طور پر جواب دیں ورنہ آپ لوگ جانتے ہیں اور ہر ایک منصف جانتا ہے کہ جس کتاب کی صداقت اور افضلیت صدہا دلائل سے ثابت ہوچکی ہو۔ تو پھر اس کو بغیر توڑنے دلائل اس کی کے اور بغیر پیش کرنے ایسی کتاب کے جو کمالات میں اس سے برابر ہو افترا انسان کا سمجھنا اور توہین کرنا ایک ایسا نامنصفانہ فعل ہے کہ جو صفتِ حیا اور شرم اور پاک اخلاقی سے بالکل بعید ہے۔ اور اس جگہ ہم اس بات کو بھی کھول کر بیان کر دیتے ہیں کہ جو صاحب بعد اشاعت اس کتاب کے

۱۲۹ ح

راستبازوں کی طرح اس کی دلائل کے توڑنے کی طرف متوجّہ نہ ہوں۔ اور یُونہی اپنے رسالوں اور اخباروں اور تقریروں اور تحریروں میں عوام کو دھوکا دینے کے لئے اسلام کے چشمۂ پاک کا کدورت ناک ہونا بیان کریں۔ یا اپنے گھر میں ہی تعلیم فرقانی کو قابلِ اعتراض ٹھہراویں۔ تو ایسے صاحب خواہ عیسائی ہوں خواہ ہندو خواہ برہمو سماج والے یا کوئی اور ہوں۔ بہرحال یہ فعل ان کا دیانت اور پاک طینتی کے برخلاف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ جس حالت میں ہم دلائل قاطعہ سے حقیّت اور صداقت فرقان مجید کی بخوبی ثابت کر چکے اور سارے اعتراض کوتہ اندیشوں اور ناقص عقلوں کے دفعہ اور دُور کئے گئے اور اتماماً للحجّۃ جواب دینے والوں کو زرِ کثیر دینے کا وعدہ بھی دیا گیا۔ کہ اگر چاہیں تو اپنے دل کی تسلّی کے لئے بہ رجسٹری سرکار تمسّک بھی لکھالیں تو پھر باوجود ہماری ایسی صداقت اور اس درجہ کی صاف باطنی کے اگر اب بھی کوئی شخص یہ سیدھا راستہ بحث اور مناظرہ کا کہ جس میں غالب آنے سے اس قدر مفت روپیہ ملتا ہے اختیار نہ کرے

صفحہ ۱۳۰

اور اس کتاب کے مقابلہ سے بھاگ کر جاہلوں اور لڑکوں اور عوام کے بہکانے کے لئے جھوٹے الزام اسلام پر لگاتا رہے تو بجز اس کے اور کیا سمجھیں جو اس کی نیّت میں ہی فساد اور اس کی طینت میں ہی خلل ہے۔ صاحبو! تعصّب کو چھوڑو اور حق کو قبول کرو۔ آؤ کچھ خدا سے ڈرو یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں اس پر فریفتہ مت ہو۔ یہ چند روزہ زندگی مزرعۂ آخرت ہے۔ اس کو باطل عقیدوں اور جھوٹے خیالوں میں ضائع مت کرو یہ

بڑے کام کی چیز ہے اس کو یُونہی ہاتھ سے مت دو۔ یہ مسافر خانہ کسی دن کی بات ہے
اس سے دل مت لگاؤ۔ اور یہ عیش و عشرت دائمی نہیں اس پر مت بھُولو۔

عیشِ دنیائے دُوں دمے چند ست — آخرش کار با خدا وند ست
ایں سرائے زوال و موت و فناست — ہر کہ بنشست اندریں برخاست
یک دمے رَو بسُوئے گورستان — واز خموشانِ آں بہ پُرس نشاں
کہ مآلِ حیاتِ دنیا چیست — ہر کہ پیدا شدست تا کے زیست
ترک کُن کین و کبر و ناز و دلال — تا نہ کارت کشد بسُوئے ضلال
چوں ازیں کارگہ بہ بندی بار — باز نائی دریں بلاد و دیار
اے زدیں بےخبر بخور غمِ دیں — کہ نجاتت معلّق ست بدیں
ہاں تغافل مکُن ازیں غمِ خویش — کہ ترا کار مشکل ست بہ پیش
دل ازیں درد و غم فگار بکُن — دل چہ جاں نیز ہم نثار بکُن
ہست کارت ہمہ باآں یک ذات — چوں صبوری کُنی ازو ہیہات
بخت گردد چوزو بگردی باز — دولت آید ز آمدن بہ نیاز
چوں ببرّی زایں چنیں یارے — چوں بدیں ابلہی کُنی کارے
ایں جہان ست مثلِ مُردارے — چوں سگے ہر طرف طلب گارے
خُنک آں مرد کو ازیں مُردار — روئے آرد بسُوئے آں دادار
چشم بندد ز غیر و داد دہد — در سرِ یار سر بباد دہد
ایں ہمہ جوشِ حرص و آز و ہوا — ہست تا ہست مردِ نابینا
چشمِ دل اندکے چو گردد باز — سرد گردد بر آدمی ہمہ آز

ص۱۲۱

اے رسن ہائے آز کردہ دراز | زیں ہوس ہا چرا نیائی باز
دولتِ عمر دمبدم بزوال | تو پریشاں بفکرِ دولت و مال
خویش و قوم و قبیلہ پُر ز دغا | تو بریدہ برائے شاں ز خدا
ایں ہمہ را بکشتنت آہنگ | گہ بمصلحت کشند و گاہ بہ جنگ
خاک بر رشتۂ کہ پیوندت | بگسلاند ز یار دل بندت
ہست آخر بآں خدا کارت | نہ تو یارِ کسے نہ کس یارت
قدمِ خود بنہ بخوفِ اتم | تا روی از جہاں بصدقِ قدم
تا خدا ات محبّ خود سازد | نظرِ لطف بر تو اندازد
بادہ نوشی ز عشق و زاں بادہ | مست باشی و بےخود افتادہ
نیست ایں جائے گہ مقام ملم | ہوش کن تا نہ بد شود انجام
مہر آں زندہ نورت افزاید | مہر ایں مُردگان چہ کار آید
لقمہ و معدہ و سر و دستار | سر بسر ہست بخششِ دادار
حقِ باری شناس و شرم بدار | پیش زاں کز جہاں بہ بندی بار
رو ازو از چہ رو بگردانی | سگ وفا مے کند تو انسانی
ترس باید ز قادرِ اکبر | ہر کہ عارف ترست ترساں تر
فاسقاں در سیاہ کاری اند | عارفاں در دعاؤ زاری اند
اے خُنک دیدۂ کہ گریانش | اے ہمایوں دلے کہ بریانش
اے مبارک کسیکہ طالبِ اوست | فارغ از عمرو زید با رُخِ دوست
ہر کہ گیرد رہِ خدائے یگاں | آں خدائش بس ست در دوجہاں
لاجرم طالبِ رضائے خدا | بگسلد از ہمہ برائے خدا

ص۱۳۲

شیوہ اش مے شود فدا گشتن	بہر حق ہم زجاں جُدا گشتن
در رضائے خدا شدن چوں خاک	نیستی و فنا و استہلاک
دل نہادن در آنچہ مرضیٔ یار	صبر زیرِ مجاریٔ اقدار
تو بحق نیز دیگرے خواہی	ایں خیال ست اصل گمراہی
گر دہندت بصیرت و مردی	از ہمہ خلق سوئے حق گردی
درحقیقت بس ست یار یکے	دل یکے جاں یکے نگار یکے
ہرکہ او عاشق یکے باشد	ترکِ جاں پیشش اندکے باشد
کُوئے او باشدش ز بُستاں بہ	رُوئے او باشدش ز ریحاں بہ
ہرچہ دلبر بدو کُند آں بہ	دیدنِ دلبرش ز صد جاں بہ
یا بہ زنجیر پیشِ دلدارے	بہ زہجراں و سیرِ گلزارے
ہرکہ دارد یکے دلآرامے	جُز بوصلش نیابد آرامے
شب بہ بستر تپد زفرقتِ یار	ہمہ عالم بخواب واو بیدار
تا نہ بیند صبُوری اش نابد	ہر دمش سیلِ عشق بُر بابد
در دلِ عاشقاں قرار کجا	توبہ کردن ز رُوئے یار کجا
حُسنِ جاناں بگوشِ خاطرشاں	گفت رازے کہ گفتنش نتواں
ہم چنیں ست سیرتِ عُشّاق	صدق ورزاں بایزدِ خلاق
جاں منوّر بشمعِ صدق و یقین	نورِ حق تافتہ بلوحِ جبیں
کام یابان و زیں جہاں ناکام	زیرکاں دُورتر پریدہ ز دام
از خود و نفسِ خود خلاص شُدہ	مہبطِ فیضِ نورِ خاص شُدہ
در خداوندِ خویش دل بستہ	باطن از غیر یار بگسستہ

۱۳۳

پاک از دخلِ غیر منزلِ دل — یار کردہ بجان و دل منزل

دین و دنیا بکارِ او کردند — بر درش اوفتادہ چو گردند

ریزہ ریزہ شُد آبگینۂ شاں — بُوئے دلبر دمد ز سینۂ شاں

نقشِ ہستی بشست جلوۂ یار — سرزد آخر ز جیبِ دل دلدار

گر بر آرند شعلہ ہائے دروں — دود خیزد ز تربتِ مجنوں

نے ز سر ہوش نے ز پا خبرے — در سرِ دلستاں بخاک سرے

صفحہ ۱۳۴

ہر کسے را بخود سرو کارے — کارِ دل دادگاں بدلدارے

ہر کسے را بعزتِ خود کار — فکرِ ایشاں ہمہ بعزتِ یار

تو سرِ خویش تافتہ از دیں — حاصلِ روزگارِ تو ہمہ کیں

در عناد و فساد افتادہ — داد و دانش ز دستِ خود دادہ

سرکشیدہ بناز و کبر و ریا — و از تدیّن نہادہ بیروں پا

چوں خدا ات نداد نورِ دروں — عقل و ہوشِ تو جملہ گشت نگوں

کفر گوئی عبادت انگاری — فسق ورزی ثواب پنداری

صد حجابت بچشمِ خویش فرا — باز گوئی کہ آفتاب کجا

پردہ بردار تا بہ بینی پیش — جانِ ما سوختی بکوریِ خویش

تافتی سر ز منعمِ منّان — ایں بود شکرِ نعمت اے نادان

دل نہادن دریں سراچۂ دوں — عاقبت مے کُند ز دیں بیروں

ترکِ کوئے حق از وفا دور ست — دل بغیرے مدہ کہ غیور ست

دانیٔ و باز سرکشی از وے — ایں چہ برخود ستم کُنی ہے ہے

ہر چہ غیرے خدا بخاطرِ تُست — آں بتِ تُست اے بایماں سُست

پُرحذر باش زیں بُتانِ نہاں / دامنِ دل ز دستِ شاں برہاں
چیست قادر کسے کہ شرکش کار / چُوں زنِ زانیہ ہزارش یار
صدق مے ورز وصدق پیشہ بگیر / جانبِ صدق را ہمیشہ بگیر
دیدۂ تو بصدق بکشاید / یارِ رفتہ بصدق باز آید
صادق آن ست کو بقلبِ سلیم / گیرد آں دیں کہ ہست پاک وقویم
دینِ پاک ست ملّتِ اسلام / از خدائے کہ ہست علمش تام
زیں کہ دیں از برائے آں باشد / کہ ز باطل بحق کشاں باشد
دیں صفت ہست خاصۂ فرقاں / ہر اصولش موثّق از بُرہاں
با براہین روشن و تاباں / مے نماید رہِ خدائے یگاں
من گر امروز سیم داشتمے / آں براہیں بزر نگاشتمے
اللہ اللہ چہ پاک دین ست ایں / رحمتِ ربّ عالمین ست ایں
آفتابِ رہِ صواب ست ایں / بخدا بہ ز آفتاب ست ایں
مے برآرد ز جہل و تاریکی / سوئے انوارِ قرب و نزدیکی
مے نماید بطالباں رہِ راست / راستی موجبِ رضائے خداست
گر ترا ہست بیمِ آں دادار / بہ پذیر وز خلق بیم مدار
چُوں بود بر تو رحمتِ آں پاک / دیگر از لعن وطعنِ خلق چہ باک
لعنتِ خلق سہل و آسان ست / لعنت آں ست کو ز رحمان ست

۱۳۵

بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اسی مقدمہ میں قرینِ مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ تا وہ لوگ جو حقّانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی

۱۳۶

محبوب کی خوشخبری پاویں۔ اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ اپنی دلی مُراد کا راستہ ظاہر ہو جاوے۔ سو وہ فوائد چھ قسم کے ہیں۔ جو بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں۔ بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں۔ اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے۔ وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جاوے گا۔ اور کسی مُغوی اور بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ دوسرے کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاد اور ایک عیّار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصولِ اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دینِ متین کی ہر یک طالبِ حق پر ظاہر ہوگی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ آریہ برہمو۔ بُت پرست۔ دہریہ۔ طبعیہ۔ اباحتی۔ لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔ اور جواب بھی ایسا جواب کہ دروغگو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے۔ اور پھر صرف رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض

سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض اور پھر وہ فضیلت بھی ایسی دلائل واضح سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ ٹھہر گیا ہے۔

ص۱۳۱

چوتھا یہ فائدہ جو اس میں بمقابلہ اصولِ اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصولِ حقّہ قرآنی کے ان کی حقیقتِ باطلہ کو دکھلایا گیا ہے۔ کیونکہ قدر ہر یک جوہرِ بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلامِ ربّانی کے معلوم ہو جائیں گے۔ اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور رُوح افروز سے اسلام کی روشنی ہے سب پر منکشف ہو جائے گی۔ کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں اور وہ تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیاتِ بیّناتِ قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور ہریک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے۔ اور اسی التزام کے باعث سے تقریباً باراں سیپارہ قرآن شریف کے اس کتاب میں اندراج پائے ہیں پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرارِ عالیہ

اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک طالب صادق پر اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔

چھٹا یہ فائدہ ہے جو اس کے مباحث کو نہایت متانت اور عُمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر بکمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جو ترقیٔ علوم اور پختگیٔ فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغّل اور استعمال سے قوتِ ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک امور دقیقہ میں طاقتِ مدرکہ تیز ہو جاتی ہے۔ اور بباعث ورزشِ براہین حقّہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے۔ اور ہر ایک امرِ متنازع کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کے لئے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسان کے لئے ایک منزلِ اقصیٰ کا کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے۔ وھٰذا آخر ما اردنا بیانہ فی ھٰذہ المقدّمة والحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنّا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

مَہ
المُقدّ
تمّت

ٹائیٹل طبع اول حصہ سوم

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

بفضلِ عظیم حضرت ہادئ عالم و عالمیان و رحمتِ عمیم رہنمائے گمگشتگان کتاب لاجواب حصہ سوم

براہینِ احمدیہ

ملقب بہ

البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ

جس کو فخرِ اہلِ اسلام پنجاب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام اقبالہم نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجتِ اسلام پوری کرنیکے لئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا

کیا خوب ہے یہ کتاب سبحان اللہ — اک دم میں کرے ہے جہاں حق کی آگاہ

از بس کہ یہ مغفرت کا بتلاتی ہے راہ — تاریخ بھی یا غفور نکلی ۱۲۹۷ دہ واہ

امرتسر پنجاب

سفیر ہند پریس میں در سنہ ۱۸۸۲ء طبع ہوئی

امیر علی و دولہ پرنٹر

یَا اللّٰہُ

مُسلمانوں کی حالت اور اسلام کی غُربت اور نیز بعض ضروری امور سے اطلاع[1]

آجکل غربتِ اسلام کی علامتیں اور دینِ متینِ محمدی پر مصیبتیں ایسی ظاہر ہو رہی ہیں کہ جہانتک زمانہ بعثت حضرت نبویؐ کے بعد میں ہم دیکھتے ہیں کسی قرن میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اس سے زیادہ تر اور کیا مصیبت ہوگی کہ مسلمان لوگ دینی غمخواری میں بغایت درجہ سُست اور مخالف لوگ اپنے اعتقادوں کی ترویج اور اشاعت میں چاروں طرف سے کمربستہ اور چُست نظر آتے ہیں جس سے دن بدن ارتداد اور بدعقیدگی کا دروازہ کُھلتا جاتا ہے اور لوگ فوج در فوج مُرتد ہو کر ناپاک عقائد اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف جن کے عقائدِ فاسدہ بدیہی البطلان ہیں۔ دن رات اپنے اپنے دین کی حمایت میں سرگرم ہیں بحدیکہ یورپ اور امریکہ میں عیسائی دین کے پھیلانے کیلئے بیوہ عورتیں بھی چندہ دیتی ہیں اور اکثر لوگ مرتے وقت وصیت کر جاتے ہیں کہ اسقدر ترکہ ہمارا خالص مسیحی مذہب کے رواج دینے میں خرچ ہو۔ مگر مسلمانوں کا حال کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ انکی غفلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ نہ وہ آپ دین کی کچھ غمخواری کرتے ہیں اور نہ کسی غمخوار کو نیک ظنّی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ غمخواریِ دینی کا کیسا موقعہ تھا۔ اور خدمتگذاری کا کیا ضروری محل تھا کہ کتاب براہین احمدیہ کہ جس میں تین سَو مضبوط دلیل سے حقیّتِ اسلام ثابت کی گئی ہے اور ہر ایک مخالف کے عقائدِ باطلہ کا ایسا استیصال کیا گیا ہے کہ گویا اس مذہب کو ذبح کیا گیا کہ پھر زندہ نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے بارے میں بجز چند عالی ہمّت مُسلمانوں کے جن کی توجہ سے دو حصے اور کچھ تیسرا حصہ چھپ گیا۔ جو کچھ اور لوگوں نے اعانت کی وہ ایسی ہے کہ اگر بجائے تصریح کے صرف اسی پر قناعت کریں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ تو مناسب ہے۔ ایّھا الاخوان المؤمنون۔ مالکم لا تتوجّھون۔ شوّقناکم فلم تشتاقوا۔ و نبھناکم فلم تتنبھوا۔ اسمعوا عباد اللّٰہ اسمعوا۔ انصروا تؤجروا۔ وفی الانصار تبعثوا۔ وفی الدارین ترحموا۔ و فی مقعدِ صدق تقعدوا۔ رحمنا اللّٰہ و ایاکم ھو مولانا نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ اور اگر کوئی اب بھی متوجہ نہ ہو تو خیر ہم بھی ارحم الراحمین سے کہتے ہیں اور اس کے پاک وعدے ہم غریبوں کو تسلّی بخش ہیں۔ اور اس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب صرف تیس پینتیس جُزو تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سَو جُزو تک بڑھا دی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپے دوسری قوموں اور خواص کیلئے

۱؎ یہ اشتہار طبع اوّل ۱۸۸۲ء اور طبع دوم ۱۹۰۱ء میں نہیں ہے۔ صرف طبع سوم ۱۹۰۸ء میں ہے۔ شمس

مقرر ہوئی مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جز تک پہنچ گئی ہے جس کے مصارف پر نظر کر کے یہ واجب معلوم ہوتا تھا کہ آئندہ قیمت کتاب سو روپیہ رکھی جائے مگر بباعث پست ہمتی اکثر لوگوں کے یہی قرینِ مصلحت معلوم ہوا کہ اب وہی قیمت مقررہ سابقہ کہ گویا کچھ بھی نہیں ایک دوامی قیمت قرار پاوے۔ اور لوگوں کو انکے حوصلہ سے زیادہ تکلیف دیکر پریشان خاطر نہ کیا جائے۔ لیکن خریداروں کو یہ استحقاق نہیں ہوگا کہ جو بطور حق واجب کے اس قدر اجزا کا مطالبہ کریں بلکہ جو اجزا زائد از حق واجب ان کو پہنچیں گی وہ محض للہ فی اللہ ہونگی اور ان کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا۔ کہ جو خالصاً للہ اس کام کے انجام کے لئے مدد کریں گے۔ اور واضح رہے کہ اب یہ کام صرف ان لوگوں کی ہمت سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا کہ جو مجرد خریدار ہونے کی وجہ سے ایک عارضی جوش رکھتے ہیں۔ بلکہ اس وقت کئی ایک ایسے عالی ہمتوں کی توجہات کی حاجت ہے کہ جن کے دلوں میں ایمانی غیوری کے باعث سے حقیقی اور واقعی جوش ہے اور جن کا بے بہا ایمان صرف خرید و فروخت کے تنگ ظرف میں نہیں سما سکتا بلکہ اپنے مالوں کے عوض میں بہشتِ جاودانی خریدنا چاہتے ہیں وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء۔ بالآخر ہم اس مضمون کو اس دُعا پر ختم کرتے ہیں۔ کہ اے خداوند کریم تو اپنے خالص بندوں کو اس طرف کامل توجہ بخش۔ اے رحمان و رحیم تو آپ اُن کو یاد دِلا۔ اے قادر توانا تو اُن کے دلوں میں آپ الہام کر۔ آمین ثم آمین۔ وتوکّلی علٰی ربّنا ربّ السمٰوات والارض ربّ العالمین۔

اعلام اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنہوں نے کتاب کو خرید فرما کر قیمت پیشگی بھیجی یا محض للہ اعانت کی بوجہ عدمِ گنجائش نہیں لکھے گئے۔ اور بعض صاحبوں کی یہ بھی رائے ہے کہ لکھنا کچھ ضرورت نہیں۔ بہرحال حصہ چہارم میں جو کچھ اکثر صاحبوں کی نظر میں قرینِ مصلحت ہوگا اسپر عمل کیا جائیگا۔ خاکسار میرزا غلام احمد

عُذر۔ اب کی دفعہ کہ جو حصۂ سوم کے نکلنے میں قریب دو برس کے توقف ہو گئی غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ تمام توقف مہتمم صاحب سفیر ہند کی بعض مجبوریوں سے جن کے مطبع میں کتاب چھپتی ہے ظہور میں آئی ہے۔

خاکسار
غلام احمد عفی اللہ عنہ

گذارش ضروری[1]

چونکہ کتاب اب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے لہذا اُن خریداروں کی خدمت میں جنہوں نے ابتک کچھ قیمت نہیں بھیجی یا پُوری قیمت نہیں بھیجی التماس ہے کہ اگر کچھ نہیں تو صرف اتنی مہربانی کریں کہ بقیّہ قیمت بلاتوقّف بھیجدیں کیونکہ جس حالت میں اب اصلی قیمت کتاب کی سَو روپیہ ہے اور اسکے عوض دس یا پندرہ روپیہ قیمت قرار پائی پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو پھر گویا وہ کام کے انجام سے آپ مانع ہونگے اور اس قدر ہم نے برعایت ظاہر لکھا ہے ورنہ اگر کوئی مدد نہیں کریگا۔ یا کم توجہی سے پیش آئیگا حقیقت میں وہ آپ ہی ایک سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہیگا۔ اور خدا کے کام رُک نہیں سکتے اور نہ کبھی رُکے۔ جن باتوں کو قادرِ مطلق چاہتا ہے۔ وہ کسی کی کم توجّہی سے ملتوی نہیں رہ سکتیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

خاکسار میرزا غلام احمد

[1] یہ اشتہار حصہ سوم ۱۸۸۲ء کے اخیر میں درج ہے۔ (شمس)

الف

اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماسِ ضروری

ایک خط انجمن اسلامیہ لاہور کے سیکرٹری صاحب کی طرف سے اور ایسا ہی ایک تحریر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کی طرف سے کہ جو انجمن ہمدردی اسلامی لاہور کے سیکرٹری ہیں موصول ہو کر اس عاجز کے ملاحظہ سے گذری جس سے یہ مطلب تھا کہ ان عرضداشتوں پر معزز برادرانِ اہلِ اسلام و منصفین اہلِ ہنود کے دستخط کرلئے جائیں کہ جو مسلمانوں کی ترقی تعلیم و ملازمت و نیز مدارس کی تعلیم میں اُردو زبان قائم رکھنے کے لئے گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی گئی ہیں مگر افسوس کہ میں اوّل بوجہ علالت اپنی طبیعت کے اور پھر بوجہ قیامِ ضروری امرتسر کے اس خدمت کو ادا نہیں کرسکا لیکن بحکم الدین النصیحت اس قدر عرض کرنا اپنے بھائیوں کے دین اور دنیا کی بہبودی کا موجب سمجھتا ہوں کہ اگرچہ گورنمنٹ کی رحیمانہ نظر میں مسلمانوں کی شکستہ حالت بہرحال قابلِ رحم ٹھہرے گی۔ جس گورنمنٹ نے اپنے قوانین میں مویشی اور چارپایوں سے بھی ہمدردی ظاہر کی ہے وہ کیونکر ایک گروہِ کثیر انسانوں کی ہمدردی سے کہ جو اسکی رعیّت اور اسکی زیر دست ہیں اور ایک غربت اور مصیبت کی حالت میں پڑے ہیں غافل رہ سکتی ہے۔ لیکن ہمارے معزز بھائیوں پر صرف یہی واجب نہیں کہ وہ مسلمانوں کو افلاس اور تنزّل اور ناتربیت یافتہ ہونے کی حالت میں دیکھکر ہمیشہ اسی بات پر زور مارا کریں کہ کوئی میموریل طیار کرکے اور بہت سے دستخط اس پر کرا کر گورنمنٹ میں بھیجا جائے۔ ہر ایک کام دینی ہو، یا دنیوی۔ اس میں استمداد سے پہلے اپنی خداداد طاقت اور ہمت کا خرچ کرنا ضروری ہے اور پھر اس فعل کی تکمیل کے لئے مدد طلب کرنا۔ خدا نے ہم کو ہماری ہر روزہ عبادت میں بھی یہی تعلیم دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہیں نہ یہ کہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ وَ اِیَّاکَ

نَعبُدُ مسلمانوں پر جن امور کا اپنی اصلاحِ حال کے لئے اپنی ہمّت اور کوشش سے انجام دینا لازم ہے وہ انہیں فکر اور غور کے وقت آپ ہی معلوم ہو جائیں گے۔ حاجتِ بیان و تشریح نہیں۔ مگر اس جگہ ان امروں میں سے یہ امر قابلِ تذکرہ ہے جس پر گورنمنٹ انگلشیہ کی عنایات اور توجہات موقوف ہیں کہ گورنمنٹ ممدوحہ کے دل پر اچھی طرح یہ امر مرکوز کرنا چاہیئے کہ مسلمانانِ ہند ایک وفادار رعیت ہے۔ کیونکہ بعض ناواقف انگریزوں نے خصوصًا **ڈاکٹر ھنٹر صاحب** نے کہ جو کمیشنِ تعلیم کے اب پریسیڈنٹ ہیں اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعوٰے پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے دلی خیر خواہ نہیں ہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ گو یہ خیال ڈاکٹر صاحب کا شریعتِ اسلام پر نظر کرنے کے بعد ہر یک شخص پر محض بے اصل اور خلافِ واقعہ ثابت ہوگا۔ لیکن افسوس کہ بعض کوہستانی اور بے تمیز سفہاء کی نالائق حرکتیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ اور شاید انہیں اتفاقی مشاہدات سے ڈاکٹر صاحب موصوف کا وہم بھی مستحکم ہو گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی جاہل لوگوں کی طرف سے اس قسم کی حرکات صادر ہوتی رہتی ہیں لیکن محقق پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے لوگ اسلامی تدین سے دُور و مہجور ہیں اور ایسے ہی مسلمان ہیں جیسے مکلّین عیسائی تھا۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی یہ ذاتی حرکات ہیں نہ شرعی پابندی سے۔ اور ان کے مقابل پر ان ہزارہا مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ جو ہمیشہ جاں نثاری سے خیر خواہی دولتِ انگلشیہ کی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں جو کچھ فساد ہوا اس میں بجز جہلاء اور بدچلن لوگوں کے اور کوئی شائستہ اور نیک بخت مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ پنجاب میں بھی غریب غریب مسلمانوں نے سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی۔ چنانچہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی باوصف کم استطاعتی کے اپنے اخلاص اور جوشِ خیر خواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس

مضبوط اور لائق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور مدد کے نذر کیئے اور اپنی غریبانہ حالت سے بڑھ کر خیر خواہی دکھلائی۔ اور جو مسلمان لوگ صاحب دولت و ملک تھے۔ انہوں نے تو بڑے بڑے خدمات نمایاں ادا کیئے۔ اب پھر ہم اس تقریر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ گو مسلمانوں کی طرف سے اخلاص اور وفاداری کے بڑے بڑے نمونہ ظاہر ہو چکے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کی بدنصیبی کی وجہ سے ان تمام وفاداریوں کو نظر انداز کر دیا۔ اور نتیجہ نکالنے کے وقت ان مخلصانہ خدمات کو نہ اپنے قیاس کے صغریٰ میں جگہ دی اور نہ کبریٰ میں۔ بہرحال ہمارے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ گورنمنٹ پر انکے دھوکوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجدّد طور پر اپنی خیر خواہی ظاہر کریں۔ جس حالت میں شریعتِ اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں۔ اور جس کے عطیّات سے ممنونِ منّت اور مرہونِ احسان ہوں۔ اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کے لئے کامل مددگار ہو۔ قطعی حرام ہے۔ تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شائع نہ کر کے ناواقف لوگوں کی زبان اور قلم سے موردِ اعتراض ہوتے رہیں۔ جن اعتراضوں سے ان کے دین کی سستی پائی جائے۔ اور ان کی دُنیا کو ناحق کا ضرر پہنچے۔ سو اس عاجز کی دانست میں قرینِ مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور و کلکتہ و بمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند نامی مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقویٰ اکثر لوگوں کی نظر میں مسلّم الثبوت ہو۔ اس امر کے لئے چُن لئے جائیں کہ اطرافِ اکناف کے اہلِ علم کہ جو اپنے مسکن کے گرد و نواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں اپنی اپنی عالمانہ تحریریں جن میں برطبق شریعتِ حقّہ سلطنتِ انگلشیہ سے جو مسلمانانِ ہند کی مربّی و محسن ہے جہاد کرنے کی صاف ممانعت ہو۔ ان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیجدیں کہ بموجب قرار دادِ بالا اس خدمت کیلئے منتخب کئے گئے ہیں۔ اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں تو یہ مجموعہ خطوط کہ جو مکتوبات علماء ہند سے موسوم ہو سکتا ہے۔ کسی خوشخط مطبع میں بہ صحت تمام

عـــب

چھاپا جائے اور پھر دس بیس نسخہ اُسکے گورنمنٹ میں اور باقی نسخہ جات متفرق مواضع پنجاب و ہندوستان خاصکر سرحدی ملکوں میں تقسیم کیئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض غمخوار مسلمانوں نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے خیالات کا ردّ لکھا ہے۔ مگر یہ دو چار مسلمانوں کا ردّ جمہوری ردّ کا ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ جمہوری ردّ کا اثر ایسا قوی اور پُرزور ہوگا جس سے ڈاکٹر صاحب کی تمام غلط تحریریں خاک سے ملجائیں گی اور بعض ناواقف مسلمان بھی اپنے سچے اور پاک اصول سے بخوبی مطلع ہو جائیں گے اور گورنمنٹ انگلشیہ پر بھی صاف باطنی مسلمانوں کی اور خیرخواہی اس رعیّت کی کما حقہٗ کُھل جائے گی اور بعض کوہستانی جہلا کے خیالات کی اصلاح بھی بذریعہ اسی کتاب کی وعظ اور نصیحت کے ہوتی رہے گی۔ بالآخر یہ بات بھی ظاہر کرنا ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ اگرچہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر اُن احسانات کے کہ جو سلطنتِ انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامۂ خلائق پر وارد ہیں سلطنتِ ممدوحہ کو خداوند تعالےٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گذار ہوں گے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشّان رحمت ہے نعمتِ عظمیٰ یقین نہ کریں۔ انکو سوچنا چاہیئے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پُرملالت میں تھے اور پھر کیسے امن و امان میں آگئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت ان کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے جس کے آنے سے سب تکلیفیں ان کی دور ہوئیں اور ہر یک قسم کے ظلم اور تعدّی سے نجات حاصل ہوئی اور ہر یک ناجائز روک اور مزاحمت سے آزادی میسّر آئی۔ کوئی ایسا مانع نہیں کہ جو ہم کو نیک کام کرنے سے روک سکے یا ہماری آسائش میں خلل ڈال سکے پس حقیقت میں خداوند کریم و رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک بارانِ رحمت بھیجا ہے جس سے پودہ اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے۔ یہی سلطنت ہے جس کی آزادی ایسی بدیہی اور مسلّم الثبوت ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے مظلوم مسلمان ہجرت کرکے اس ملک میں آنا بدل و جان پسند کرتے ہیں۔ جس صفائی سے اس سلطنت کے ظلِّ حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے

اور ان کی بدعاتِ مخلوطہ دُور کرنے کے لئے وعظ ہو سکتا ہے۔ اور جن تقریبات سے علماء اسلام کو ترویجِ دین کیلئے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائیدِ دینِ متین میں تالیفات ہو کر حجتِ اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے وہ میری دانست میں آجکل کسی اور ملک میں ممکن نہیں۔ یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علماء کو مدتوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقعہ ملا کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسولِ مقبول کا صراطِ مستقیم کھول کر اُنکو بتلا دیں۔ کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیرِ سایہ تمام مسلمان امن اور آزادی سے بسر کرتے ہیں اور فرائضِ دین کو کما حقّہٗ بجالاتے ہیں اور ترویجِ دین میں سب ملکوں سے زیادہ مشغول ہیں جائز ہو سکتی ہے۔ حاشا و کلّا ہرگز جائز نہیں اور نہ کوئی نیک اور دیندار آدمی ایسا بدخیال دل میں لا سکتا ہے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دُنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایۂ عاطفت میں بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دُوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔ شیعوں کے ملک میں جاؤ تو وہ سُنّت جماعت کے وعظوں سے افروختہ ہوتے ہیں۔ اور سُنّت جماعت کے ملکوں میں شیعہ اپنی رائے ظاہر کرنے سے خائف ہیں۔ ایسا ہی مقلّدین موحّدین کے شہروں میں اور موحّدین مقلّدین کی بلاد میں دَم نہیں مار سکتے۔ اور گو کسی بدعت کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں مُنہ سے بات نکالنے کا موقعہ نہیں رکھتے۔ آخر یہی سلطنت ہے جس کی پناہ میں ہر یک فرقہ امن اور آرام سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ بات اہلِ حق کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ جس ملک میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ نصیحت دینے کا حوصلہ ہی نہیں۔ اس ملک میں کیونکر راستی پھیل سکتی ہے۔ راستی پھیلانے کے لئے وُہی ملک مناسب ہے جس میں آزادی سے اہلِ حق وعظ کر سکتے ہیں۔ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ دینی جہادوں سے اصلی غرض آزادی کا قائم کرنا اور ظلم کا دُور کرنا تھا۔ اور دینی جہاد اُنہیں ملکوں کے مقابلہ پر ہوئے تھے جن میں

واعظین کو اپنے وعظ کے وقت جان کا اندیشہ تھا۔ اور جن میں امن کے ساتھ وعظ ہونا قطعی محال تھا۔ اور کوئی شخص طریقہ حقّہ کو اختیار کرکے اپنی قوم کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن سلطنتِ انگلشیہ کی آزادی نہ صرف ان خرابیوں سے خالی ہے۔ بلکہ اسلامی ترقی کی بدرجۂ غایت ناصر اور مؤیّد ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس خداداد نعمت کا قدر کریں۔ اور اسکے ذریعہ سے اپنی دینی ترقیات میں قدم بڑھاویں۔ اور اس طرف بھی توجّہ کریں کہ اس مربّی سلطنت کی شکر گذاری کیلئے یہ بھی ضرور ہے کہ جیسا اُن کی دولت ظاہری کی خیر خواہی کی جائے ایسا ہی اپنے وعظ اور معقول بیان اور عمدہ تالیفات سے یہ کوشش کی جائے کہ کسی طرح دین اسلام کی برکتیں بھی اس قوم کے حصّہ میں آجائیں۔ اور یہ امر بجز رفق اور مدارا اور محبت اور حلم کے انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ خدا کے بندوں پر رحم کرنا اور عرب اور انگلستان وغیرہ ممالک کا ایک ہی خالق سمجھنا اور اسکی عاجز مخلوق کی دل وجان سے غمخواری کرنا اصل دین وایمان کا ہے۔ بس سب سے اوّل بعض اُن ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دُور کرنا چاہیئے کہ جو بوجہ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ جو نیکی کرنیوالوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذا کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربّی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے۔ حالانکہ اپنے محسن کے ساتھ باحسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں اس کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی[1]۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اصْطَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَجَازُوْہُ فَاِنْ عَجِزْتُمْ عَنْ مُجَازَاتِہٖ فَادْعُوْا لَہٗ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّکُمْ قَدْ شَکَرْتُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ یُحِبُّ الشَّاکِرِیْنَ ۞

الملتمس خاکسار غلام احمد عفی عنہ

[1] النحل : ۹۱

پہلی فصل

اُن براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیّت پر بیرونی اور اندرونی شہادتیں ہیں۔

قبل از تحریر براہین فصلِ ہذا کے چند ایسے امور کا بطور تمہید بیان کرنا ضروری ہے جو دلائل آتیہ کے اکثر مطالب دریافت کرنے اور ان کی کیفیت اور ماہیت سمجھنے کے لئے قواعد کلّیہ ہیں۔ چنانچہ ذیل میں وہ سب تمہیدیں لکھی جاتی ہیں۔

تمہید اوّل۔ بیرونی شہادتوں سے وہ واقعات خارجیہ مراد ہیں جو ایک ایسی حالت پر واقعہ ہوں کہ جس حالت پر نظر کرنے سے کسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہو۔ یا اس کے منجانب اللہ ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہو۔ اور اندرونی شہادتوں سے وہ ذاتی کمالات کسی کتاب کی مُراد ہیں کہ خود اُسی کتاب میں موجود ہوں جن پر نظر کرنے سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہو کہ وہ خدا کی کلام ہے اور انسان اس کے بنانے پر قادر نہیں۔

تمہید دوم۔ وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں چار قسم پر ہیں۔ ایک[۱] وہ جو امور محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں۔ دوسری[۲] وہ جو امور محتاج التکمیل سے ماخوذ ہیں۔ تیسری[۳] وہ جو امورِ قدرتیہ سے ماخوذ ہیں۔ چوتھی[۴] وہ جو امور غیبیہ سے ماخوذ ہیں۔ لیکن وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر

صفحہ ۱۴۰

اندرونی شہادتیں ہیں۔ وہ تمام امور قدرتیہ ہی سے ماخوذ ہیں۔ اور تعریف اقسام مذکورہ کی بہ تفصیل ذیل ہے:۔

امور محتاج الاصلاح سے وہ امورِ کفر اور بے ایمانی اور شرک اور بد عملی کے مراد ہیں۔ جن کو بنی آدم نے بجائے عقائدِ حقّہ اور اعمالِ صالحہ کے اختیار کر رکھا ہو۔ اور جو عام طور پر تمام دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے اس لائق ہو گئے ہوں کہ عنایتِ ازلیہ ان کی اصلاح کی طرف توجّہ کرے۔

امورِ محتاج التکمیل سے وہ امورِ تعلیمیہ مراد ہیں جو کتب الہامیہ میں ناقص طور پر پائے جاتے ہوں اور حالتِ کاملہ تعلیم پر نظر کرنے سے ان کا ناقص اور اُدھورا ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اور اس وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب الہامی کے محتاج ہوں جو اُن کو مرتبۂ کمال تک پہنچاوے۔

امورِ قدرتیہ دو طور پر ہیں:۔

(۱) بیرونی شہادتیں۔ ان سے وہ امور مراد ہیں جو بغیر وسیلہ انسانی تدبیروں کے خدا کی طرف سے پیدا ہو جائیں۔ اور ہر ایک ذرّۂ بے مقدار کو وہ شوکت و شان اور عظمت و بزرگی بخشیں جس کا حاصل ہونا عند العقل محالاتِ عادیہ سے متصوّر ہو اور جس کی نظیر صفحۂ دنیا میں کہیں نہ پائی جاتی ہو۔

(۲) اندرونی شہادتیں۔ ان سے وہ محاسنِ صوری اور معنوی کتاب الہامی کے مراد ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے قویٰ بشریّہ عاجز ہوں اور جو فی الواقعہ بے مثل و مانند ہو کر ایسے قادرِ یکتا پر دلالت کرتی ہوں کہ گویا آئینۂ خدا نما ہوں۔

امورِ غیبیہ سے وہ امور مراد ہیں جو ایک ایسے شخص کی زبان سے نکلیں جس کی نسبت یہ یقین کیا جائے کہ ان امور کا بیان کرنا من کلّ الوجوہ اس کی طاقت سے باہر ہے یعنی اُن امور پر نظر کرنے اور اس شخص کے حال پر نظر کرنے سے یہ بات بہ بداہت

ص۱۴۱

واضح ہو کہ نہ وہ امور اس کے لئے حکمِ بدیہی اور مشہود کا رکھتے ہیں اور نہ بذریعہ نظر اور فکر کے اس کو حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ اس کی نسبت عند العقل یہ گمان جائز ہے کہ اس نے بذریعہ کسی دوسرے واقف کار کے ان امور کو حاصل کر لیا ہو گا۔ گو وہی امور کسی دوسرے شخص کی طاقت سے باہر نہ ہوں۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ امورِ غیبیہ اضافی اور نسبتی امور ہیں۔ یعنے ایسے امور ہیں کہ جب بعض خاص اشخاص کی طرف ان کو نسبت دی جاتی ہے تو اس قابل ہو جاتے ہیں کہ امورِ غیبیہ ہونے کا ان پر اطلاق ہو۔ اور پھر جب وُہی امور بعض دیگر کی طرف منسوب کئے جائیں۔ تو یہ قابلیت ان میں متحقق نہیں ہوتی۔

تمثیلات

(الف) زید ایک شخص ہے جو ہمارے اِس زمانہ میں پیدا ہوا۔ اور بکر ایک شخص ہے جو پچاس برس بعد زید کے پیدا ہوا۔ جس کا زمانہ زید نے نہیں پایا اور نہ اس کے واقعات سے مطلع ہونے کا زید کو کوئی خارجی ذریعہ حاصل ہوا۔ سو وہ واقعات جو بکر پر گذرے اگرچہ وہ بکر کی نسبت امورِ غیبیہ نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اُسی کے واقعات ہیں اور اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں۔ لیکن اگر انہیں واقعات سے زید ٹھیک ٹھیک اطلاع دے۔ ایسا کہ سرِ مُو فرق نہ ہو۔ تو کہا جائیگا کہ زید نے امورِ غیبیہ سے اطلاع دی۔ کیونکہ وہ امور زید کے لئے مشہود اور محسوس نہیں ہیں اور نہ ممکن تھا کہ ان کے حصول کے لئے زید کو کوئی ذریعہ خارجی حاصل ہوتا۔

(ب) بکر ایک فلاسفر ہے جس نے کتبِ فلسفیہ میں ایک زمانۂ دراز تک بغورِ تمام نظر اور فکر کر کے دقائقِ حکمیّہ کے جاننے اور معلوم کرنے میں ملکۂ کاملہ پیدا کیا ہے۔ اور بوجہ تحصیلِ علومِ عقلیہ اور مطالعۂ تالیفاتِ اوّلین اور حصولِ ذخائرِ تحقیقاتِ متقدمین اور نیز بباعث ہمیشہ کے سوچ بچار اور مشق اور مغز زنی اور استعمال قواعدِ مقررہ صناعت

منطق کے بہت سے حقائق علمیہ اور دلائل یقینیہ اس کو مستحضر ہو گئے ہیں۔ اور زید ایک شخص ہے جس کی نسبت یہ واقعہ ثابت ہے کہ نہ اُس نے کچھ منطق و فلسفہ وغیرہ سے کوئی حرف پڑھا ہے اور نہ کتب فلسفہ سے اُس کو کچھ اطلاع ہے۔ اور نہ طریقۂ نظر اور فکر میں اُس کو کچھ مشق ہے۔ اور نہ کسی اہل علم اور حکمت سے اسکی مخالطت اور صحبت ہے بلکہ محض اُمّی ہے اور اُمیوں میں ہمیشہ بود و باش رکھتا ہے پس وہ علوم جو بکر نے بتمامتر محنت و کلفت و مشقت حاصل کئے ہیں۔ وہ بکر کی نسبت اُمورِ غیبیہ نہیں ہیں۔ کیونکہ بکر نے اُن کو ایک مدّتِ مدید تک جہد شدید سے تعلیم پاکر حاصل کیا ہے۔ لیکن زید جو بالکل ناخواندہ ہے۔ اگر حکمت اور فلسفہ کے باریک اور دقیق علوم کو ایسا صاف اور صحیح بیان کرے جس میں اسرِ مُو تفاوت نہ ہو۔ اور علومِ عالیہ کی نازک اور اعلیٰ صداقتوں کو ایسے کامل طور پر ظاہر کرے جس میں کسی نوع کا فتور اور نقصان نہ پایا جائے۔ اور دقائق حکمیہ کا ایسا مکمل مجموعہ پیش کرے۔ جن کا باستیفاء بیان کرنا پہلے اُس سے کسی حکیم کو میسّر نہ ہُوا ہو۔ تو ہر یک امر کی نسبت مکمل بیان اس کا جس میں شرائطِ مذکورہ بالا پائی جائیں۔ اُمورِ غیبیہ میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اُس نے اُن اُمور کو بیان کیا جن کا بیان کرنا اُس کی طاقت اور استعداد اور اندازۂ علم اور فہم سے باہر تھا۔ اور جن کے بیان کرنے میں اُس کے پاس اسبابِ عادیہ میں سے کوئی ذریعہ موجود نہ تھا۔

(ج) بکر ایک پادری یا پنڈت یا کسی اور مذہب کا عالم اور فاضل اور ماہرِ جزو کُل ہو۔ جس نے ایک کلاں حصہ اپنی عمر کا خرچ کر کے اور بیسیوں برس محنت اور مشقت اُٹھا کر اس مذہب کے متعلق جو نہایت دقیق باتیں ہیں۔ دریافت کیں۔ اور جو کچھ اس مذہب کی کتاب میں صواب یا خطا ہے یا جو غایت درجہ کی باریک صداقتیں ہیں۔ وہ سب مدّت دراز کے تفکر اور تدبّر سے معلوم کرلیں۔ اور زید ایک شخص ہے جس کی

۱۴۷ ص

نسبت یہ واقعہ ثابت ہے کہ بباعث ناخواندہ ہونے کے کسی کتاب کو پڑھ نہیں سکتا ہے سواگر بکر ان کتابوں میں سے کچھ امور یا مسائل یا واقعات بیان کرے تو وہ امور غیبیہ نہیں ہیں کیونکہ بکر بذریعہ تعلیم کامل اور عرصۂ دراز کی مشق کے اُن کتابوں کے مضامین پر بخوبی مطلع اور حاوی ہے۔ لیکن اگر زید جو محض اُمّی ہے اُن حقائق عمیقہ کو بیان کرے جن کا جاننا بجز واقفیت تام کے محالِ عادی ہے اور ان کتابوں کی ایسی باریک صداقتوں کو کھول دے۔ جو بجز خواص علماء کے کسی پر منکشف نہیں ہوتیں اور اُن کے وہ تمام معائب اور نقصانات ظاہر کرے جن کا ظاہر کرنا بجز نہایت درجہ کی دقت نظر کے عادتاً ممتنع ہو۔ اور پھر اس منصب تدقیق اور تحقیق میں ایسا کامل ہو جو اپنی نظیر نہ رکھتا ہو۔ تو اس صورت میں اُسکی نسبت یہ کہنا حق اور راست ہوگا کہ اُس نے اُمورِ غیبیہ کو بیان کیا۔

۱۴۳

تشریح

شاید کوئی معترض اس تمہید پر اعتراض کرے کہ اُن سہل اور آسان منقولات کا بیان کرنا جو مذہبی کتابوں میں مدوّن اور مرقوم ہیں۔ بذریعہ سماعت بھی ممکن ہے جس میں لکھا پڑھا ہونا کچھ ضروری نہیں کیونکہ ناخواندہ آدمی کسی واقعہ کو کسی خواندہ آدمی سے سنکر بیان کرسکتا ہے۔ یہ کچھ مسائلِ دقیقہ علمیہ نہیں ہیں جن کا جاننا بغیر تعلّم باقاعدہ کے محال ہو ایسے معترض سے یہ سوال کیا جائیگا کہ تمہاری کتابوں میں کوئی ایسی باریک صداقتیں بھی ہیں یا نہیں۔ جن کو بجز اعلیٰ درجے کے عالم اور اجل فاضل کے ہر یک شخص کا کام نہیں کہ دریافت کرسکے۔ بلکہ انہیں لوگوں کے ذہن اُن کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ جنہوں نے زمانۂ دراز تک اُن کتابوں کے مطالعہ میں خونِ جگر کھایا ہے اور مکاتبِ علمیّہ میں کامل اُستادوں سے پڑھا سیکھا ہے۔ پس اگر اس سوال کا یہ جواب دیں۔ کہ ایسی اعلیٰ درجے کی دقیق صداقتیں ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہیں بلکہ اُن میں تمام عدنیٰ اور سرسری اور بے مغز باتیں بھری ہوئی ہیں جن کو عوام الناس بھی ادنیٰ التفات

۱۴۴

سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اور جن پر ایک کم فہم لڑکا بھی سرسری نظر مار کر ان کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور جن کا جاننا کچھ فضیلتِ علمیہ میں داخل نہیں۔ بلکہ غایت کار مثل اُن کتابوں کے ہیں جن میں قصے کہانیاں لکھی جاتی ہیں یا جو محض اطفال اور عوام کے مطالعہ کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ تو افسوس ایسی گئی گذری کتابوں پر۔ کیونکہ یہ امر نہایت صاف اور واضح ہے کہ اگر مضامین کسی کتاب کے صرف عوام النّاس کی موٹی عقل تک ہی ختم ہوں اور حقائق دقیقہ کے مرتبہ سے بکلّی متنزّل ہوں۔ تو وہ کتاب بھی کوئی عمدہ کتاب نہیں کہلاتی۔ بلکہ وہ بھی عقلمندوں کی نظر میں ایسی ہی موٹی اور کم عزت ہوتی ہے۔ جیسے اس کے مضامین موٹے ہیں۔ اور اس کا مضمون کوئی ایسی شے نہیں ہوتا جس کو علوم حکمیہ کی سلک میں منسلک کیا جائے یا حقائق عالیہ کے رُتبہ پر سمجھا جائے۔ پس جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت دعویٰ کرتا ہے کہ اسکی تمام باتیں موٹی اور خفیف ہیں اور ان جمیع صداقتوں سے خالی اور عاری ہیں جو نہایت باریک اور دقیق ہیں اور جن کا جاننا اربابِ علم اور نظر اور فکر سے مخصوص ہے۔ تو وہ آپ ہی اپنی کتاب کی توہین کرتا ہے اور اس سے اُس کی شیخی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ جس چیز کی تہ تک پہنچنے میں عوام النّاس بھی اس کے ساتھ شریک اور مساوی ہیں۔ اس چیز کے حاصل کرنے سے وہ کسی ایسی فضیلتِ علمیہ کو حاصل نہیں کر سکتا کہ عوام النّاس سے اس کو امتیاز بخشے یا کوئی لقب عالم یا فاضل کا اُس کو عطا کرے۔ بلکہ وہ بھی بلاشُبہ عوام کالانعام میں سے ہوگا۔ کیونکہ اس کے علم اور معرفت کا اندازہ عوام سے زیادہ نہیں۔ اور بلاریب ایسی بیہودہ اور ذلیل کتابوں کا علم اُمورِ غیبیہ میں داخل نہیں ہوگا۔ لیکن پھر بھی یہ شرط ہے کہ تعلیمات ان کی ایسی شایع اور متعارف ہوں۔ جن کی نسبت یہ باور کرنے کی وجہ ہو۔ کہ ہر ایک اُمّی اور ناخواندہ آدمی بھی ادنےٰ توجہ سے اُن کے مضامین پر مطلع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر مضامین اُنکے شائع اور مشہور نہ ہوں۔ تو گو وہ کیسی ہی بے مغز اور موٹی باتیں ہوں۔ تب بھی اُس

۱۴۵
ص

شخص کے لئے جو اس زبان سے ناواقف ہے جس زبان میں مضامین اُن کتابوں کے لکھے گئے ہیں حکم امورِ غیبیہ کا رکھتے ہیں۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب کوئی قوم اپنی کتب الہامیہ کی نسبت آپ قبول کرلے کہ وہ باریک صداقتوں سے عاری اور بے نصیب ہیں۔ لیکن اگر کسی قوم کی یہ رائے ہو کہ ان کی الہامی کتابوں میں باریک صداقتیں بھی ہیں جن پر احاطہ کرنا بجز ان اعلیٰ درجے کے اہلِ علم لوگوں کے جن کی عمریں اُنہیں میں تدبّر تفکّر کرتے کرتے فرسودہ ہوگئی ہیں اور جن میں ایسی صداقتیں بھی ہیں جن کی تہ اور مغز تک وُہی لوگ پہنچتے ہیں جو نہایت درجے کے زیرک اور عمیق الفکر اور راسخ فی العلم ہیں تو اس جواب سے خود ہمارا مطلب ثابت ہے۔ کیونکہ اگر ایک اُمّی اور ناخواندہ آدمی اُن حقائق دقیقہ کو اُن کی کتابوں میں سے بیان کرے جن کو باقرار اُن کے عوام اہلِ علم بھی بیان نہیں کر سکتے۔ صرف خواص کا کام ہے۔ تو بلاشبہ بیان اُس اُمّی کا بعد ثبوت اس بات کے کہ وہ اُمّی ہے امورِ غیبیہ میں داخل ہوگا۔ اور یہی تمثیل سیوم کا مطلب ہے ؀

تنبیہ

اُمورِ غیبیہ کو منجانب اللہ ہونے پر دلالت کامل ہے۔ کیونکہ یہ بات بہ بداہتِ عقل ثابت ہے کہ غیب کا دریافت کرنا مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہے۔ اور جو امر مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہو۔ وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ اُمورِ غیبیہ خدا کی طرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ان کا منجانب اللہ ہونا یقینی اور قطعی ہے۔

تمہید سیوم۔ جو چیز محض قدرتِ کاملہ خدائے تعالیٰ سے ظہور پذیر ہو۔ خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو۔ اور خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو۔ جو لفظاً اور معناً اسی کی طرف سے صادر ہو۔ اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے۔ کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو۔ اور یہ اُصول عام جو

ص۱۴۶

ہریک صادر من اللہ سے متعلق ہے۔ دو طور سے ثابت ہوتا ہے۔ اوّل قیاس سے۔ کیونکہ از رُوئے قیاس صحیح و مستحکم کے خدا کا اپنی ذات اور صفات اور افعال میں واحد لاشریک ہونا ضروری ہے اور اس کی کسی صنعت یا قول یا فعل میں شراکت مخلوق کی جائز نہیں۔ دلیل اسپر یہ ہے کہ اگر اس کی کسی صنعت یا قول ✽ یا فعل میں شراکت مخلوق کی جائز ہو تو البتہ

✽ فٹ نوٹ نمبر ۱۱

اس جگہ پر بعض نادان (جن کو عمیق فکر کرنے کی عادت نہیں) یہ وسوسہ پیش کرتے ہیں کہ بلاشبہ حروف اور الفاظِ مفردہ خدا کی کلام اور انسانوں کی کلام میں مشترک ہیں۔ سو حروف اور الفاظِ مفردہ میں شراکت انسان کی خدا کے ساتھ لازم آئی۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ جیسا متن میں بہ تفصیل مندرج ہے۔ تعلیم زبان کی خدا کی طرف سے ہے۔ پس حروف اور الفاظِ مفردہ بھی خدا ہی نے انسانوں کو سکھلائے ہیں۔ انسان نے اُن کو اپنی عقل سے ایجاد نہیں کیا۔ جس بات کو انسان ایجاد کرتا ہے وہ صرف ترکیب کلمات ہے۔ یعنی فقط یہ امر انسان کا اختیاری اور کسبی ہے کہ کسی مضمون کے ظاہر کرنے کے لئے اپنی طرف سے ایک عبارت طیار کر سکتا ہے جس میں کوئی فقرہ کسی جگہ پر اور کوئی فقرہ کسی جگہ پر وضع کرتا ہے۔ اور کسی ترکیب کو کسی محل پر اور کسی ترکیب کو کسی محل پر رکھتا ہے۔ سو یہی املاء انشاء اس کا اپنی طرف سے ہوتا ہے اور اس میں ہم کہتے ہیں کہ خدا کی املاء انشاء سے انسان کا املاء انشاء ہرگز برابر نہیں ہو سکتا اور نہ برابر ہونا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے مشارکت باری کی مخلوق سے لازم آتی ہے۔ لیکن انسان کا وُہی حروف اور الفاظِ مفردہ بولنا جو خُدا نے اپنے کلام میں استعمال کئے ہیں یہ مشارکت نہیں بلکہ یہ تو بعینہٖ ایسی بات ہے کہ جیسے انسان مٹی کو جو خدا کی پیدائش ہے اپنے استعمال میں لاتا ہے اور طرح طرح کے برتن وغیرہ بناتا ہے۔ پس اِس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انسان خدا کا شریک ہو گیا ہے۔ کیونکہ مٹی تو بلاشبہ خُدا کی مخلوق ہے نہ انسان کی مخلوق۔ شراکت تو تب ثابت ہو کہ جب کوئی انسان خدا کی طرح اس مٹی سے حیوانات اور نباتات اور طرح طرح کے جواہرات بنا کر دکھلاوے۔ سو ظاہر ہے کہ انسان میں یہ مقدور نہیں کہ جو کام خدا نے مٹی سے پورا

پھر سب صفات اور افعال میں جائز ہو۔ اور اگر سب صفات اور افعال میں جائز ہو۔ تو پھر کوئی دوسرا خدا بھی پیدا ہونا جائز ہو۔ کیونکہ جس چیز میں تمام صفات خدا کی پائی جائیں۔ اُسی کا نام خدا ہے۔ اور اگر کسی چیز میں بعض صفات باری تعالیٰ کی پائی جائیں تب بھی

۱۴۷ ۱۴۸

کیا ہے وہ بھی اسی خاک سے پورا کر سکے۔ یہ تو سچ بات ہے کہ مادہ ایجاد اور انشاء کا انسان کے ہاتھ میں بھی وہی ہے جس کو خدا اپنے قوانین قدرتیہ کی پابندی سے استعمال میں لاتا ہے۔ پر نعوذ باللہ یہ کب سچ ہوسکتا ہے کہ ایجاد اور انشاء انسان کا خدا کی ایجاد اور انشاء سے برابر ہے۔ اگر انسان خدا کا مقابلہ کرنے میں آسانی کی چال بھی چلے یعنے یہ کرے کہ جس مخلوق کے اعضاء متفرق ہوچکے ہوں اُسی کی ہڈیاں اور گوشت اور پوست جمع کر کے پھر وہی جاندار بنانا چاہے یا جان نہیں سہی ویسا ہی قالب طیار کرنا چاہے تو یہ بھی اس کیلئے ممکن نہیں۔ پس انسان ضعیف البنیان خدا کا مقابلہ کیونکر کرسکے۔ اس سے تو حیوانات کا مقابلہ بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے کیڑوں مکوڑوں کے مقابلہ کرنے سے بھی عاجز ہے۔ اور بعض کیڑے اپنی صنائع میں اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ کوئی اُسکے لئے ریشم بناتا ہے اور کوئی اسکو شہد کا شربت پلاتا ہے۔ ایسا ہی کوئی کچھ اور کوئی کچھ طیار کرتا ہے اور انسان کو اُن میں سے ایک بھی ہنر یاد نہیں۔ تو پھر دیکھئے نادانی ہے یا نہیں کہ اس مُنہ اور اس لیاقت سے خدا کے ساتھ مقابلہ۔

چوں نیستت بیک مگسے تاب ہمسری ۔۔۔ پس چوں کنی بقادرِ مطلق برابری

شرم آیدت ز دم زنیٔ خود بہ کردگار ۔۔۔ رَو قدرِ خود بہ بیں کہ ز یک کرم کمتری

اس جگہ یہ بات بھی بخوبی یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے عناصر جسم انسان کے خدا کی طرف سے ہیں ایسا ہی عناصر کلام کے بھی خدا کی طرف سے ہیں۔ اور عناصرِ کلام سے مراد ہماری حروف اور الفاظ اور چھوٹے چھوٹے فقرے ہیں جن پر تعلیم زبان کی موقوف ہے۔ جیسے خدا ہے۔ بندہ فانی ہے۔ الحمد للہ۔ ربّ العالمین وغیرہ وغیرہ یہ سب عناصر کلام ہی ہیں جو خدا نے اپنی طرف سے انسان پر ظاہر کئے ہیں۔ کیونکہ خدا کا صرف اتنا کام نہیں تھا کہ وہ صرف ایک پُتلا خاک کا بنا کر پھر الگ ہوجاتا۔ بلکہ ظاہر ہے کہ انسان نے جو کچھ اپنی تکمیلِ فطرت کیلئے پایا وہ سب خدا ہی سے

حاشیہ نمبر ۱۱

وہ بعض میں شریک باری تعالیٰ کے ہوئے۔ اور شریک الباری بہ بداہت عقل ممتنع ہے
پس اس دلیل سے ثابت ہے کہ خدا کا اپنی تمام صفات اور اقوال اور افعال میں واحد

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۱۴۸

پایا۔ گھر سے تو کچھ نہ لایا۔ سو طالب حق کو چاہیئے کہ اِس سے دھوکا نہ کھاوے کہ حروف اور الفاظ مفردہ یا چھوٹے چھوٹے فقرات جو خدا کی کلام میں موجود ہیں وہ انسان کی کلام میں بھی موجود ہیں۔ اور اس بات کو بخوبی یاد رکھے کہ یہ عناصر کلام کے ہیں جو خدا کی طرف سے ہیں۔ انسان بھی ان کو اپنے استعمال میں لاتا ہے اور خدا بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا کی کلام میں جو لفظاً و معناً خدا کی کلام ہے۔ وہ الفاظ اور فقرات ایسی ترتیبِ محکم اور پُر حکمت سے اور کمال موزونیّت اور اعتدال سے اپنے اپنے محل پر موضوع ہوتے ہیں۔ جیسے سارے کام خدا کے جو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ کمال موزونیّت اور اعتدال اور رعایت حکمت سے ہیں۔ انسان کو اپنی انشاء میں وہ مرتبہ خدائی کا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا دوسرے تمام کاموں میں حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کفّار قرآن شریف کے مقابلہ پر باوصف دعوٰئے فصاحت اور بلاغت اور ملک الشعراء کہلانے کے زبان بند کئے بیٹھے رہے اور اب بھی خاموش اور لاجواب بیٹھے ہیں اور یہی خاموشی ان کی عجز پر گواہی دے رہی ہے۔ کیونکہ عجز اور کیا ہوتا ہے یہی تو عجز ہے کہ مخاصم کی حُجّت کو سُن اور سمجھ کر توڑ کر نہ دکھلاویں۔

یہاں تک تو اس حاشیئے میں کلامِ الٰہی کے بے مثل ہونے کی ضرورت ہم نے قانونِ قُدرت کے رُو سے ثابت کی ہے۔ لیکن بجُز اس کے بے مثل ہونا کلامِ الٰہی کا ایک اور طریق سے بھی واجب ٹھہرتا ہے۔ جس کا بیان کرنا اسی حاشیہ میں قرینِ مصلحت ہے اور وہ یہ ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بلا دغدغہ انسان کا ایسا نیک خاتمہ ہو جانا جس پر بالیقین نجات کی اُمید ہو۔ اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو صانع حقیقی کے وجود اور اُس کے قادرِ مطلق ہونے کی نسبت اور اُس کے وعدہ جزا سزا کی بابت یقین کامل کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ اور یہ امر صرف ملاحظۂ مخلوقات سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس

لاشریک ہونا ضروری ہے اور ذات اس کی ان تمام نالائق امور سے منزّہ ہے جو شریک الباری پیدا ہونے کی طرف منجر ہوں۔ دوسرے ثبوت اِس دعویٰ کا استقراء تام سے ہوتا

ص۱۴۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مرتبۂ یقین تک پہنچانے کے لئے ایک ایسی الہامی کتاب کی ضرورت ہے۔ جس کی مثل بنانا انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ اب اس تقریر کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے دو باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے اوّلؔ یہ کہ یقینی طور پر نجات کی امید یقینِ کامل سے کیوں وابستہ ہے۔ دوؔم یہ کہ وہ یقین کامل صرف ملاحظۂ مخلوقات سے کیوں حاصل نہیں ہوسکتا۔ سو پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یقین کامل اس اعتقادِ صحیح جازم کا نام ہے۔ جس میں کوئی احتمال شک کا باقی نہ رہے۔ اور امرِ مقصود التحقیق کی نسبت پوری پوری تسلّی اور تشفّی دل کو حاصل ہو جائے۔ اور ہر یک اعتقاد جو اس حد سے متنزّل اور فروتر ہو۔ وہ مرتبۂ یقین کامل پر نہیں ہے بلکہ شک یا غایت کار ظنّ غالب ہے۔

اور یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور اسکے مال و متاع اور اس کے تمام تعلّقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے۔ اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان پر یہ بلا وارد ہے کہ وہ برخلاف اس طریقہ کے جس پر اس کی نجات موقوف ہے۔ ایسی چیزوں سے دل لگا رہا ہے جن سے دل لگانا خداؔ سے دل ہٹانے کے مستلزم ہے اور دل بھی ایسا لگایا ہوا ہے کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے کہ تمام راحت اور آرام میرا انہیں تعلّقات میں ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذّات بہ یقین کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں جن کے وجود میں اُس کو ذرا سا شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذّتِ وصال اور اس کی جزا و سزا اور اس کی آلاء نعماء کی نسبت ایسا ہی یقینِ کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر۔ اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپیوں پر۔ اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغوں پر۔ اور اپنی زرخرید یا موروثی جائداد پر۔ اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتوں پر۔ اور اپنے دلآرام دوستوں پر حاصل ہے تب تک خدا کی طرف دلی جوش سے رجوع لانا محال ہے۔

ص۱۵۰

ہے جو اُن سب چیزوں پر جو صادر من اللہ ہیں نظر تدبر کر کے بہ پایہ صحت پہنچ گیا ہے۔ کیونکہ تمام جزئیاتِ عالم جو خدا کی قدرتِ کاملہ سے ظہور پذیر ہیں۔ جب ہم ہر یک کو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کیونکہ کمزور خیال زبردست خیال پر غالب نہیں آسکتا۔ اور بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جب ایسا آدمی جس کا یقین بہ نسبت امور آخرت کے دنیا پر زیادہ ہے۔ اس مسافر خانہ سے کوچ کرنے لگے۔ اور وہ نازک وقت جس کو جان کندن کہتے ہیں۔ یکایک اس کے سر پر نمودار ہو کر اس کو اس یقینی لذّات سے دور ڈالنا چاہے جو دنیا میں اس کو حاصل ہیں۔ اور اس کو ان پیاروں سے علیحدہ کرنا چاہے جن کو وہ یقیناً بچشم خود ہر روز دیکھتا ہے۔ اور ان مالوں اور ملکوں اور دولتوں سے اس کو جدا کرنے لگے جن کو وہ بلاشبہ اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔ تو ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ اس کا خیال خدائے تعالیٰ کی طرف قائم رہے۔ مگر صرف اسی صورت میں کہ جب اس یقین کامل کے مقابل پر خدائے تعالیٰ کے وجود اور اسکی لذّتِ وصال اور اس کے وعدہ جزا سزا پر بھی ایسا ہی یقین کامل بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ اور اگر اس آخری وقت میں اس درجے کا یقین جو خیالاتِ دنیوی کی مدافعت کر سکے۔ اس کو حاصل نہ ہو۔ تو یہ امر غالباً اس کے لئے بدخاتمہ کا موجب ہوگا۔

اور یہ بات کہ صرف ملاحظۂ مخلوقات سے یقین کامل حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح پر ثابت ہے کہ مخلوقات کوئی ایسا صحیفہ نہیں ہے کہ جس پر نظر ڈال کر انسان یہ لکھا ہوا پڑھ لے کہ ہاں اس مخلوق کو خدا نے پیدا کیا ہے اور واقعی خدا موجود ہے اور اسی کی لذّتِ وصال راحتِ حقیقی ہے۔ اور وہی مطیعوں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔ بلکہ مخلوقات کو دیکھ کر اور اس عالم کو ایک ترتیب احسن اور ابلغ پر مُرتّب پا کر فقط قیاسی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مخلوقات کا کوئی خالق ہونا چاہیئے۔ اور لفظ ہونا چاہیئے اور ہے کے مصداق میں بڑا فرق ہے۔ مفہوم ہونا چاہیئے اس یقین جازم تک نہیں پہنچا سکتا جس تک مفہوم ہے کا پہنچاتا ہے۔ بلکہ اس میں کسی قدر رگِ شک باقی رہ جاتی ہے۔ اور جو شخص کسی امر کی نسبت بطور قیاسی ہونا چاہیئے کہتا ہے اُس کے قول کا صرف اس قدر خلاصہ ہے کہ میرے قیاس میں تو ہونا لازم ہے۔ اور آگے مجھے خبر نہیں کہ واقعہ میں ہے بھی یا

ضد ۱۵۰ ضد ۱۵۱

صفحہ ۱۵۱

اُن میں سے عمیق نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اعلیٰ سے ادنیٰ تک بحدّیکہ حقیر سے حقیر چیزوں کو جیسے مکھی اور مچھر اور عنکبوت وغیرہ ہیں۔ خیال میں لاتے ہیں۔ تو اُن میں سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ فقط مخلوقات پر نظر کرنے والے گذرے ہیں۔ وہ نتیجہ نکالنے میں کبھی متفق نہیں ہوئے اور نہ اب ہیں اور نہ آئندہ ہونا ممکن ہے۔ ہاں اگر آسمان کے کسی گوشہ پر موٹی اور جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہوتا کہ میں بے مثل و مانند خدا ہوں جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور جو نیکوں اور بدوں کو اُن کی نیکی اور بدی کا عوض دے گا۔ تو پھر بلا شبہ ملاحظۂ مخلوقات سے خدا کے وجود پر اور اُس کی جزا سزا پر یقین کامل ہو جایا کرتا۔ اور ایسی حالت میں کچھ ضرور نہ تھا کہ خدائے تعالیٰ کوئی اور ذریعہ یقین کامل تک پہنچانے کا پیدا کرتا۔ لیکن اب تو وہ بات نہیں ہے اور خواہ تم کیسی ہی غور سے زمین آسمان پر نظر ڈالو۔ کہیں اس تحریر کا پتہ نہیں ملے گا۔ صرف اپنا قیاس ہے اور بس۔ اسی جہت سے تمام حکماء اس بات کے قائل ہیں کہ زمین آسمان پر نظر ڈالنے سے وجودِ باری کی نسبت شہادتِ واقعہ حاصل نہیں ہوتی۔ صرف ایک شہادت قیاسی حاصل ہوتی ہے جس کا مفہوم فقط اس قدر ہے کہ ایک صانع کا وجود چاہیئے۔ اور وہ بھی اس کی نظر میں کہ جو وجود اُن چیزوں کا خود بخود ہونا محال سمجھتا ہو۔ لیکن دہریہ کی نظر میں وہ شہادت درست نہیں۔ کیونکہ وہ قدامتِ عالم کا قائل ہے۔ اسی بناء پر اس کی یہ تقریر ہے کہ اگر کوئی وجود بے موجد جائز نہیں ہے تو پھر خدا کا وجود بے موجد کیوں جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو پھر انہیں چیزوں کا وجود جن کو کسی نے بنتے ہوئے بچشم خود نہیں دیکھا۔ بے موجد کیوں نہ مانا جاوے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ وجودِ قدیم حضرت باری میں تب ہی دہریہ کو ایک قیاس پرست کے ساتھ نزاع کرنے کی گنجائش ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے واقعی شہادت صانع عالم پر پیدا نہیں ہوتی یعنے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت ایک صانع عالم موجود ہے۔ بلکہ صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ ہونا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے امر معرفت صانع عالم کا صرف قیاسی طور سے دہریہ پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم اس مطلب کو کسی قدر حاشیہ نمبر ۴ میں بیان کر آئے ہیں جس میں ہم نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ عقل صرف موجود ہونے کی ضرورت کو

کوئی بھی ایسی چیز ہم کو معلوم نہیں ہوتی جس کے بنانے پر انسان بھی قدرت رکھتا ہو
۱۵۲ بلکہ ان چیزوں کی بناوٹ اور ترکیب پر غور کرنے سے ایسے عجائب کام دستِ قدرت کے

حاشیہ نمبر ۱۱

ثابت کرتی ہے خود موجود ہونا ثابت نہیں کر سکتی۔ اور کسی وجود کی ضرورت کا ثابت ہونا شئے دیگر ہے
اور خود اس وجود ہی کا ثابت ہو جانا یہ اور بات ہے۔ پس جس کے نزدیک معرفتِ الٰہی صرف
۱۵۱ مخلوقات کے ملاحظہ تک ہی ختم ہے۔ اُس کے پاس اس اقرار کرنے کا کوئی سامان موجود نہیں
کہ خدا فی الواقعہ موجود ہے۔ بلکہ اُس کے علم کا اندازہ صرف اس قدر ہے کہ ہونا چاہیئے۔ اور
وہ بھی تب کہ جب دہریہ مذہب کی طرف نہ جُھک جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حکماءِ متقدمین
میں سے محض قیاسی دلائل کے پابند رہے۔ انہوں نے بڑی بڑی غلطیاں کیں اور صدہا طرح
کا اختلاف ڈال کر بغیر تصفیہ کرنے کے گذر گئے۔ اور خاتمہ اُن کا ایسی بے آرامی میں ہوا کہ
ہزارہا شکوک اور ظنون میں پڑ کر اکثر ان میں سے دہریئے اور طبعی اور ملحد ہو کر مرے اور
فلسفہ کے کاغذوں کی کشتی ان کو کنارے تک نہ پہنچا سکی۔ کیونکہ ایک طرف تو حُبِّ دنیا نے
انہیں دبائے رکھا۔ اور دوسری طرف انہیں واقعی طور پر معلوم نہ ہوا کہ آگے کیا پیش
آنے والا ہے۔ سو بڑی بے قراری کی حالت میں حق الیقین سے دور اور مہجور رہ کر اس عالم
سے انہوں نے سفر کیا۔ اور اس بارے میں ان کا آپ ہی اقرار ہے کہ ہمارا علم صانع عالم اور
دوسرے اُمور آخرت کی نسبت من حیث الیقین نہیں بلکہ من حیث ماہو الشبہ ہے
یعنے اس قسم کا ادراک ہے کہ جیسے کوئی بغیر اطلاع حقیقت حال کے یونہی اٹکل سے ایک
چیز کی نسبت کہے کہ اس چیز کی حالت کے یہی لائق ہے کہ ایسی ہو۔ اور اصل میں نہ جانتا
ہو کہ ایسی ہے یا نہیں۔ حکیموں نے جس امر کو اپنی رائے میں دیکھا کہ ایسا ہونا مناسب ہے۔
اُس کو اپنے گھر میں ہی تجویز کر لیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے کوئی کہے کہ مثلاً زید کا اس وقت
ہمارے پاس آنا مناسب ہے۔ پھر آپ ہی دل میں ٹھہرا لے کہ ضرور آنا ہوگا۔ اور پھر
سوچے کہ زید کا گھوڑے پر ہی آنا لائق ہے۔ اور پھر تصوّر کر لے کہ گھوڑے پر ہی آیا ہوگا۔
ایسا ہی حکیم لوگ اٹکلوں پر اپنا کام چلاتے رہے اور خدا کو موجود فی الحقیقت یقین کرنا
انہیں نصیب نہ ہوا۔ بلکہ ان کی عقل نے اگر بہت ہی ٹھیک ٹھیک دوڑ کی تو فقط اس قدر کی

اُن کے جسم میں مشہود اور موجود پاتے ہیں جو صانعِ عالم کے وجود پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ ہیں۔ علاوہ ان سب دلائل کے یہ بات بھی ہر یک دانشمند پر روشن ہے

ص۱۵۳

کہ ایک صانع کے موجود ہونے کی ضرورت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس ادنیٰ خیال میں بھی بے ایمانوں کی طرح ان کو شکوک اور شبہات ہی پڑتے رہے۔ اور طریقۂ حقّہ پر ان کا قدم نہیں پڑا۔ بعض خدا کے مُدبّر و خالق بالارادہ ہونے سے انکاری رہے۔ بعض اُن کے ساتھ ھیولیٰ کو لے بیٹھے۔ بعض نے جمیع ارواح کو خدا کی قدامت میں بھائی بندوں کی طرح حصّہ دار ٹھہرایا۔ جن کے وارث اب تک آریہ سماج والے چلے آتے ہیں۔ بعض نے ارواح انسانیہ کی بقا کو اور دارِ جزا سزا کو تسلیم نہ کیا۔ بعض نے زمانہ کو ہی خدا کی طرح مؤثر حقیقی قرار دے دیا۔ بعض نے خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے مُنہ پھیر لیا۔ بعض بُتوں پر ہی قربانیاں چڑھاتے رہے اور مصنوعی دیوتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے رہے۔ اور بہتیرے بڑے بڑے حکیم خداوند تعالیٰ کے وجود سے ہی منکر رہے۔ اور کوئی ان میں ایسا نہ ہوا کہ اُن تمام مفاسد سے بچ رہتا۔

ص۱۵۴

اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مجرّد ملاحظۂ مخلوقات سے ہرگز یقین کامل حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی کسی کو ہوا۔ بلکہ جس قدر حاصل ہوسکتا ہے اور شاید بعضوں کو ہوا ہے وہ اسی قدر ہے کہ جو **ہونا چاہیئے** کا مصداق ہے اور یہ بھی وجودِ صانع عالم کی بابت ہے اور جزا و سزا وغیرہ میں تو اتنا بھی نہیں۔ اور جب کہ مخلوقات پر نظر ڈالنے سے یقین کامل حاصل نہ ہوسکا۔ تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑی۔ یا اوّل تو یہ کہ خدا نے یقینِ کامل تک پہنچانے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اور یا دوم یہ کہ ضرور اس نے یقینِ کامل تک پہنچانے کے لئے کوئی ذریعہ رکھا ہے۔ لیکن امر اوّل الذکر تو بدیہی البطلان ہے اور کسی عاقل کو اس کے باطل ہونے میں کلام نہیں۔ اور امر دوم کے قرار دینے کی حالت میں یعنے اس صورت میں کہ جب ہم تسلیم کریں کہ خدا نے مخلوقات کی نجات کے لئے ضرور کوئی کامل ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ بجز اس بات کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ کامل ذریعہ ایسی کتاب الہامی ہوگی جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہو۔ اور اپنے بیان میں قانونِ قدرت کے ہر یک اجمال کو کھولتی ہو۔ کیونکہ جب کامل ذریعہ کے لئے یہ شرط ہوئی۔ کہ وہ چیز

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ اگر یہ جائز ہوتا کہ جو چیزیں خدا کے دست قدرت سے ظہور پذیر ہیں۔ اُن کے بنانے پر کوئی دوسرا شخص بھی قادر ہو سکتا۔ تو کسی مصنوع کو اُس خالقِ حقیقی کے وجود پر دلالت

حاشیہ نمبر ۱۱

بے مثل و مانند ہو۔ اور نیز اُس میں منجانب اللہ ہونے کے بارے میں اور ہریک امر دینی کے لئے تحریری شہادت بھی موجود ہو۔ تو یہ تمام صفات صرف کتاب الہامی میں جو بے مثل و مانند ہو جمع ہونگی اور کسی چیز میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ یہ خوبی صرف کتاب الہامی میں متحقق ہوسکتی ہے کہ اپنے بیان اور اپنی بے نظیری کی حالت کے ذریعہ سے یقین کامل اور معرفت کامل کے مرتبہ تک پہنچاوے۔ وجہ یہ کہ آسمان و زمین کے وجود پر اگر کوئی کم بخت دہریہ شک کرے تو کرے کہ یہ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ ہر ایک کلام کو انسانی طاقتوں سے بالاتر تسلیم کر کے پھر انسان اِس اقرار کرنے سے کہاں بھاگ سکتا ہے کہ خدا فی الواقع موجود ہے۔ جس نے اِس کتاب کو نازل کیا۔ علاوہ اِسکے اس جگہ خدا کا وجود ماننا صرف اپنا ہی قیاس نہیں۔ بلکہ وہی کتاب بطور خبر واقعہ کے یہ بھی بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے اور جزا سزا برحق ہے۔ پس جس یقین کامل کو طالبِ حق زمین و آسمان میں تلاش کرتا ہے اور نہیں پاتا۔ وہ مراد اُس کو اِس جگہ مل جاتی ہے۔ لہٰذا دہریہ کو خدا کے قائل کرنے کے لئے جیسا کلام بے مثل سے علاج متصوّر ہے۔ ویسا زمین و آسمان کے ملاحظہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہریک انسان میں کہ جو مجرّد قیاس پرست ہے دہریہ پن کی ایک رگ ہے۔ وہی رگ دہریہ میں کچھ زیادہ پھول کر ظاہر ہو جاتی ہے اور اوروں میں مخفی رہتی ہے۔ اِس رگ کو وہی الہامی کتاب کاٹتی ہے جو فی الواقع انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ کیونکہ جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ آسمان زمین سے نتیجہ نکالنے میں ہمیشہ لوگوں کی سمجھ مختلف رہی ہے۔ کسی نے یوں سمجھا اور کسی نے وُوں سمجھا لیکن یہ اختلاف کلامِ بے مثل میں نہیں ہوسکتا۔ اور گو کوئی دہریہ ہی ہو۔ یہ کلامِ بے مثل کی نسبت یہ رائے ظاہر نہیں کرسکتا کہ وہ بغیر تکلّم کسی متکلّم کے زمین آسمان کی طرح خود بخود قدیم سے وجود رکھتی ہے۔ بلکہ کلامِ بے مثل میں اُسی وقت تک دہریہ بحث و تکرار کرے گا۔ جب تک اس کے بے مثل ہونے میں اُس کو کلام ہے اور جب ہی اُسنے اِس بات کو قبول کر لیا کہ فی الواقعہ بنانا اس کا انسانی طاقتوں سے باہر

۱۵۴

۱۵۲ؐ

کامل نہ رہتی اور امرِ معرفت صانع عالم کا بالکل مشتبہ ہو جاتا۔ کیونکہ جب بعض ان اشیاء کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی ہیں بجز خدا کے کوئی اور بھی بنا سکتا ہے۔ تو پھر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے۔ اسی وقت سے خدا کے ماننے کے لئے اس کے دل میں ایک تخم بویا جاوے گا۔ کیونکہ اس وہم کے کرنے کی اس کو گنجائش ہی نہیں کہ اس کلام کے متکلم کا وجود قیاسی ہے نہ واقعی۔ اس جہت سے کہ کلام کا وجود بغیر وجود متکلم کے ہو ہی نہیں سکتا۔ ماسوا اسکے کلام بے مثل میں یہ بھی خوبی ہے کہ جو کچھ علم مبدء اور معاد کا تکمیل نفس کے لئے ضروری ہے۔ وہ سب بطور امر واقعہ کے اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور یہ خوبی بھی زمین آسمان میں موجود نہیں۔ کیونکہ اوّل تو ان کے ملاحظہ سے اسرار دقیقہ کچھ معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر کچھ ہوں بھی تو اکثر اوقات وہی مثل مشہور ہے کہ گونگے کے اشارے اُس کی ماں ہی سمجھے۔ اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بے مثل ہونا کلام الٰہی کا صرف اسی جہت سے واجب نہیں کہ استحفاظ سلسلہ قانونِ قدرت کا اس پر موقوف ہے۔ بلکہ اس جہت سے بھی واجب ہے کہ بغیر بے مثل کلام کے نجات کا امر ہی ادھورا رہتا ہے۔ کیونکہ جب خدا پر ہی یقین کامل نہ ہوا تو پھر نجات کیسی اور کہاں سے۔ جو لوگ خدا کی کلام کا بے مثل و مانند ہونا ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کی کیسی نادانی ہے کہ حکیم مطلق پر بدگمانی کرتے ہیں کہ ہر چند اس نے کتابیں بھیجیں پر بات وہی بنی بنائی رہی جو پہلے تھی۔ اور وہ کام نہ کیا جس سے لوگوں کا ایمان اپنے کمال کو پہنچتا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ سوچتے نہیں کہ خدا کا قانونِ قدرت ایسا محیط ہے کہ اس نے کیڑوں مکوڑوں کو بھی کہ جن سے کچھ ایسا بڑا فائدہ منصوّر نہیں۔ بے نظیر بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ تو کیا اُس کی حکمت پر یہ اعتراض نہ ہو گا کہ اُس کو دریغ کرنے کا مقام کہاں آکر سوجھا جس سے تمام انسانوں کی کشتی ہی غرق ہوتی ہے اور جس سے یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ گویا خدا کو ہرگز منظور ہی نہیں کہ کوئی انسان نجات کا مرتبہ حاصل کرے۔ مگر جس حالت میں خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسا گمان کرنا کفر عظیم ہے۔ تو بالآخر یہ دوسری بات جو خدا کی شان کے لائق اور بندوں کی حاجت کے موافق ہے ماننی پڑی۔ یعنے یہ کہ خدا نے بندوں کی نجات اور تکمیل معرفت کے لئے ضرور ایسی کتاب بھیجی ہے جو عدیم النظیر ہونے کی وجہ سے معرفتِ کامل تک پہنچاتی ہے اور جو کام مجرّد عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اس کو پورا کر کے دکھلاتی ہے۔ سو وہ کتاب قرآن شریف

۱۵۳ؐ

۱۵۵

اس بات پر کیا دلیل ہے جو کُل اشیاء کو کوئی اور نہیں بنا سکتا۔ اب جبکہ دلائلِ مستحکمہ سے ثابت ہو گیا کہ جو چیزیں خدا کی طرف سے ہیں۔ ان کا بے نظیر ہونا اور پھر ان کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے جس نے اس کمالِ تام کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو بپایۂ صداقت پہنچایا ہے۔

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں — تا بردت از گماں سوئے یقیں
ہست فرقاں از خدا حبل المتیں — تا کشندت سوئے ربّ العالمیں
ہست فرقاں روزِ روشن از خدا — تا دہندت روشنیٔ دیدہ ہا
حق فرستاد ایں کلامِ بے مثال — تا رسی در حضرتِ قدس و جلال
داروئے شک است الہامِ خدائے — کاں نماید قدرتِ تامِ خدائے
ہر کہ رُوئے خود ز فرقاں در کشید — جانِ او رُوئے یقیں ہرگز نہ دید
جانِ خود را مے کنی در خود روی — باز مے مانی ہماں کودن و غوی
کاش جانت میلِ عرفاں داشتے — کاش سعیت تخمِ حق را کاشتے
خود نگہ کن از سرِ انصاف و دیں — از گماں ہا کے شود کارِ یقیں
ہر کہ را سُویش درے بکشودہ است — از یقیں نے از گماں ہا بودہ است
قدرِ فرقاں نزدت اے غدار نیست — ایں ندانی کت جز از وے یار نیست
وحیٔ فرقاں مُردگاں را جاں دہد — صد خبر از کوچۂ عرفاں دہد
از یقیں ہا مے نماید عالمے — کاں نہ بیند کس بصد عالم ہمے

اس جگہ برہمو سماج والوں نے بڑی جان کنی سے چند وساوس بنا رکھے ہیں تا کہ خدا کی کتاب کے قبول کرنے سے عُذر کرنے کی کوئی وجہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح انتظام امرِ دین ادھورا ہی رہے اپنے کمال کو نہ پہنچے۔ اور کہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ خدا وہ رحیم کریم ہے کہ جس نے انسان کی جسمانی تربیت کے لئے سُورج اور چاند وغیرہ چیزیں بنائیں تا کہ انسان کی خوراک کا بندوبست کرے اور رُوحانی تربیت کے لئے اپنی کتابیں بھیجیں تا انتظامِ ہدایت فرماوے۔ سو چونکہ یہ لوگ خداوندِ کریم و رحیم پر بخل اور بے مروّتی اور بدانتظامی کی تہمت لگانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے عقائدِ فاسدہ میں حضرتِ باری تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں اور تحقیر اور توہین پائی جاتی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ جہاں تک وساوس اُن کے اس بحث سے متعلق

۱۵۵

بے نظیری اُن کی منجانب اللہ ہونے پر دلیلِ قاطع ہونا اُن کی صادر من اللہ ہونے کے لئے شرط ضروری ہے۔ تو اس تحقیق سے جھوٹ ان لوگوں کا صاف کھل گیا۔ جن کی

۱۵۶

ہیں۔ وہ اس جگہ دور کئے جاویں۔ لہذا مع الجواب ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

وسوسۂ اوّل۔ یہ بحث کہ کوئی کتاب الہامی انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اصل بحث الہام کی ایک فرع ہے۔ اور الہام کی نسبت یہ ثابت ہے کہ وہ عند العقل ضروری نہیں۔ اور جب الہام کی کچھ ضرورت نہیں۔ تو پھر یہ بحث کرنا ہی بے فائدہ ہے کہ کسی کتاب کی نظیر بنانے سے قویٰ بشریہ عاجز ہیں یا نہیں۔

جواب۔ اِس کا جواب ابھی گذر چکا ہے کہ بذریعہ قیاساتِ عقلیّہ کے جو کچھ خدا اور امورِ آخرت کے بارے میں سوچا جاتا اور فکر کیا جاتا ہے۔ اس سے نہ یقین کامل حاصل ہوتا ہے نہ معرفتِ کامل۔ اور جو جو وساوس قیاس پرستوں کے جی میں کھٹکتے رہتے ہیں اُن کا تدارک بجز الہام کے ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر نیچر سے اِس قدر سمجھا بھی گیا کہ عالم کا ایک صانع ضرور چاہیئے۔ لیکن اس کا بیان کرنے والا کون ہے کہ وہ صانع ہے بھی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عمارت کو دیکھ کر معمار پر یقین آسکتا ہے۔ پر وہ یقین عادی طور پر ہم کو حاصل ہے۔ کیونکہ جیسے ہم عمارتوں کو دیکھتے ہیں۔ ساتھ ہی معماروں کو بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن زمین و آسمان بنانے والے کو کون دکھاوے۔ اس کا تو تب ہی پورا پورا یقین آوے کہ جب معماروں کی طرح اُس کا بھی کچھ پتہ لگے۔ اگر عقل نے گواہی بھی دی۔ کہ کوئی اس عالم کا بنانے والا چاہیئے۔ تو وہی عقل پھر آپ ہی حیرت کے دریا میں ڈوبے گی۔ کہ اگر یہ خیال سچا ہے۔ تو پھر اس صانع کا آج تک کوئی پتہ بھی تو لگا ہوتا۔ پس اگر عقل نے صانع کے وجود کی طرف کسی قدر رہبری کی۔ تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ رہزن بھی تو وہی عقل ہوئی۔ کسی کو دہریہ بنایا۔ کسی کو طبعیہ۔ کوئی کسی طرف جھکا اور کوئی کسی طرف۔ بھلا فقط عقلی خیال سے کہ جس کی تصدیق کبھی نہیں ہوئی۔ اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔ یقین کیونکر آئے۔ اگر عقل نے قیاس بھی دوڑایا کہ بنانے والا ضرور چاہیئے۔ تو اب کون ہے کہ ہمیں پوری پوری تسلّی دے کہ اس قیاس میں کچھ دھوکا نہیں۔ اور اِس سے زیادہ اگر ہم غور بھی کریں تو کیا کریں۔ اگر عقل سے ہی پورا پورا کام نکلتا ہے۔ تو پھر کیوں عقل

(حاشیہ نمبر ۱۱)

یہ رائے ہے کہ کلامِ الٰہی کا بے نظیر ہونا ضروری نہیں یا اُس کے بے نظیر ہونے سے اُس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن اِس جگہ بغرض اتمامِ

ص۱۵۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہمیں راستہ چھوڑ کر آگے چلنے سے انکار کرتی ہے۔ کیا مرتبۂ اعلیٰ ہماری معرفت اور خداشناسی کا یہی ہے کہ ہم صرف اتنے پر ہی کفایت کریں کہ کوئی بنانے والا چاہیئے۔ کیا ایسے اٹکل پچّو خیال سے ہم اُس خوشحالی دائمی کے وارث ہو سکتے ہیں کہ جو کامل الیقین اور کامل المعرفت لوگوں کے لئے طیّار کی گئی ہے۔ جس یقینِ کامل کے لئے ہماری روح تڑپتی ہے۔ اگر وہ صرف عقل سے ہم کو مل جاتا تو پھر یہ قول بھی ہمارا سچا ہوتا کہ اب ہمیں الہام کی کچھ حاجت نہیں۔ اپنے مطلب کو پہنچ گئے۔ لیکن جب ہم بیمار ہو کر پھر بھی علاج کے متلاشی نہ ہوں اور صحتِ کامل کے وسائل طلب نہ کریں۔ تو یہ ہماری بدبختی کی نشانی ہے۔

ص۱۵۸

اے در انکار ماندہ از الہام — کرد عقلِ تو عقل را بدنام
از خدا رو بخویش آوردی — ایں چہ آئین و کیش آوردی
تا نہ کس سر زخویشتن تابد — رازِ توحید را چہ ساں یابد
تا نہ بر فرقِ نفس پا بزنی — کے بہ پاک و پلید فرق کنی
ہر کہ شد تابعِ کلامِ خدا — رُست از اتباعِ حرص و ہوا
از خود و نفسِ خود خلاص شدہ — مہبطِ فیضِ نورِ خاص شدہ
برتر از رنگِ ایں جہاں گشتہ — آنچہ ناید بوہم آں گشتہ
ما اسیرانِ نفسِ امّارہ — بے خدائیم سخت ناکارہ
تا میاں بست وحیٔ حق بر شاد — اے بسا عقدہائے وا کہ کشاد
نہ شود از تو کارِ ربّانی — آسیائے تہی چہ گردانی
تو و علمِ تو ما و علمِ خدا — فرق بیں از کجاست تا بکجا
آں یکے را نگارِ خویش بہ بر — دیگرے چشمِ انتظار بہ در
آں یکے ہمنشیں بہ مہ روئے — دیگرے ہرزہ گرد در کوئے

حُجت اُن کا ایک وہم جو اُن کے دلوں کو پکڑتا ہے۔ دُور کرنا قرینِ مصلحت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اُن کو بباعث کوتہ اندیشی یہ خیالِ فاسدہ دل میں متمکّن ہے کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

آں یکے کام یافتہ بہ تمام	دیگرے سوختہ بفکرتِ کام
عارت آید زعالمِ اسرار	خود زخود دم زنی زہے پندار
ہمہ کارِ تو ناتمام افتاد	وہ چہ کارت بعقلِ خام افتاد

سواے بھائیو۔ برہموسماج والو!! جب کہ آپ لوگوں کو خداوندکریم نے دیکھنے بھالنے کے لئے آنکھیں دی ہیں۔ تو پھر تم آپ ہی ذرہ آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ ضرورت الہام کی ثابت ہے یا نہیں۔ اور زیادہ تفصیل اس کی بحوالۂ دلائل عقلیہ قرآن شریف کے اپنے موقعہ پر مندرج ہے۔ وہاں پڑھ لو۔ پھر اگر خدا سے خوف کر کے سچا راستہ قبول کر لو۔ اور منصب رہنمائی کا خدا ہی کے لئے رہنے دو۔ تو یہ بڑی خوش قسمتی کی نشانی ہے۔ ورنہ اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو ان دلائل کو مدلّل بیان سے توڑ کر دکھلاؤ۔ لیکن سودائیوں کی چال تو مت چلو کہ جو کسی کی سنتے نہیں اور اپنی ہی بکی جاتے ہیں۔ کیا تعجب کریں یا نہ کریں کہ تم لوگ بات بات میں کٹتے جاتے ہو۔ اور قدم قدم میں رُکے جاتے ہو۔ پھر نہ جانے کہ کس بَلا کے پردے ہیں کہ وہ اُٹھتے ہی نہیں۔ کیسے دل ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں عقل کی کسوٹی کس طاق میں رکھ کر بھول گئے کہ کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا خیال کرنے لگے۔ خیال پرستی کرنا کس کو نہیں آتا۔ یہ تم کونسا نیا تحفہ لائے کہ جس پر بغلیں بجاتے ہو۔ کوئی باعث نہیں کھلتا کہ کیوں تمہارے دل کے کواڑ نہیں کھلتے۔ کیوں تمہاری آنکھیں دیکھنے سے عاجز ہو رہی ہیں۔ عقل نے تم سے کیسی بے وفائی کی۔ کہ تم جیسے پجاریوں سے دُور بھاگ گئی۔ حضرات!! تم خود سوچ کر دیکھ لو کہ الہام کے بغیر نہ یقین کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن نہ توحید خالص پر قائم ہونا ممکن۔ نہ جذباتِ نفسانیہ پر غالب آنا حیزِ امکان میں داخل ہے۔ وہ الہام ہی ہے جس کے ذریعہ سے خدا کی نسبت ہے کی دُھوم مچی ہوئی ہے۔ اور تمام دنیا ہست ہست کر کے اس کو پکار رہی ہے۔ وہ الہام ہی ہے جو ابتدا سے دلوں میں جوش ڈالتا آیا

صـ۱۵۸

صفحہ ۱۵۸

بہت سی کلام انسان کی دنیا میں ایسی موجود ہیں جن کی مثل آج تک دوسرا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ خدا موجود ہے۔ وہی ہے جس سے پرستاروں کو پرستش کی لذّت آتی ہے۔ ایمانداروں کو خدا کے وجود اور عالمِ آخرت پر تسلّی ملتی ہے۔ وہی ہے جس سے کروڑہا عارفوں نے بڑی استقامت اور جوشِ محبتِ الٰہیہ سے اس مسافر خانے کو چھوڑا۔ وہی ہے جس کی صداقت پر ہزارہا شہیدوں نے اپنے خون سے مُہریں کر دیں۔ ہاں وہی ہے جس کی قوتِ جاذبہ سے بادشاہوں نے فقر کا جامہ پہن لیا۔ بڑے بڑے مالداروں نے دولتمندی پر درویشی اختیار کر لی۔ اُسی کی برکت سے لاکھوں اُمّی اور ناخواندہ اور بوڑھی عورتوں نے بڑے پُرجوش ایمان سے کوچ کیا۔ وہی ایک کشتی ہے جس نے بارہا یہ کام کر دکھایا کہ بے شمار لوگوں کو ورطۂ مخلوق پرستی اور بدگمانی سے نکال کر ساحلِ توحید اور یقین کامل تک پہنچا دیا۔ وہی آخری دم کا یار اور نازک وقت کا مددگار ہے۔ لیکن فقط عقل کے پردے سے جس قدر دنیا کو ضرر پہنچا ہے۔ وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ۔ کس نے افلاطون اور اُسکے توابع کو خدا کی خالقیت سے منکر بنایا؟ کس نے جالینوس کو رُوحوں کے باقی رہنے اور جزا سزا کے بارے میں شک میں ڈال دیا؟ کس نے تمام حکیموں کو خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے انکاری رکھا؟ کس نے بڑے بڑے فلاسفروں سے بُت پرستی کرائی؟ کس نے مُورتوں کے آگے مُرغوں اور دوسرے حیوانات کو ذبح کرایا؟ کیا یہی عقل نہیں تھی جس کے ساتھ الہام نہ تھا۔ اور یہ شبہ پیش کرنا کہ بہت سے لوگ الہام کے تابع ہو کر بھی مُشرک بن گئے۔ نئے نئے خدا بنا لئے۔ درست نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کے سچے الہام کا قصور نہیں بلکہ ان لوگوں کا قصور ہے جنہوں نے سچ کے ساتھ جھوٹ ملا دیا اور خدا پرستی پر ہوا پرستی کو اختیار کر لیا۔ پھر بھی الہامِ الٰہی اُن کے تدارک سے غافل نہیں رہا۔ اُن کو فراموش نہیں کیا بلکہ جن جن باتوں میں وہ حق سے دُور پڑ گئے۔ دوسرے الہام نے ان باتوں کی اِصلاح کی اور اگر یہ کہو کہ عقل کا بگاڑ بھی نیم عاقلوں کا قصور ہے نہ عقلِ کامل کا قصور۔ تو یہ قول

کلام نہیں ہوا۔ مگر وُہ خدا کی کلام تسلیم نہیں ہو سکتی۔ سو واضح ہو کہ یہ وہم قلّتِ تفکّر اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۱۵۸

صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ عقل اپنے اطلاق اور کلّیت کے مرتبہ میں تو کوئی کارروائی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس مرتبہ میں وہ ایک کلّی ہے اور کلّی کا وجود بجز وجود افراد متحقق نہیں ہو سکتا بلکہ کیفیت اس کی بذریعہ اس کے افراد کے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ایسے فردِ کامل کو کون دکھا سکتا ہے جس نے فقط عقل کا تابعدار ہو کر اپنے خود تراشیدہ عقائد میں کبھی غلطی نہیں کی۔ الٰہیات کے بیان میں کبھی ٹھوکر نہیں کھائی۔ ایسا عاقل کہاں ہے جس کا یقین وجودِ صانعِ عالم اور جزا سزا وغیرہ اُمور معاد پر ہے کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہو۔ جس کی توحید میں شرک کی کوئی رگ باقی نہ رہی ہو۔ جس کے جذباتِ نفسانیہ پر رجوع اِلی اللہ غالب آگیا ہو۔ اور ہم بھی اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ خود حکماء کا اقرار ہے کہ انسان مجرّد عقل کے ذریعہ سے الٰہیات کے مسائل میں مرتبۂ یقینِ کامل تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ صرف ایک مشتبہ اور مظنون رائے کا مالک ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی کا علم مشتبہ اور مظنون ہے۔ اور مرتبۂ یقین سے متنزّل اور فروتر۔ تب تک غلطی کرنے سے اس کو امن حاصل نہیں۔ جیسے اندھے کو راستہ بھول لینے سے۔ اور یہ خیال کرنا کہ مجرّد عقل سے غلطیاں تو ہو جاتی ہیں پر وہ مکرّر سہ کرّر نظر سے رفع بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی تمہاری عجیب عقل کی ایک غلطی ہی ہے جو اب تک رفع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہم اس سے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ عقل انسانی سے اُمور ماوراء المحسوسات میں بوجہ نقصان مرتبۂ بصیرتِ کامل کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں غلطی ہو جانا ایک امرِ لازمی ہے جس سے کسی عاقل کو انکار نہیں۔ لیکن (تم خوب سوچ کر دیکھ لو) کہ ہر ایک غلطی پر متنبّہ ہو جانا اور اس کی اصلاح کر لینا امرِ لازمی نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ لازمی کا تدارک غیر لازمی سے ہمیشہ اور ہر حال میں ممکن نہیں۔ بلکہ غلطی لازمی کی اصلاح وہی شے کر سکتی ہے جس کو بمقابلہ اس کے صحت و راستی لازم ہو۔ جس میں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ[1] کی صفت پائی جائے۔ اور یہ بات کہ کیوں توحیدِ خالص الہام الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

[1] البقرہ: ۳

تدبّر سے ناشی ہوا ہے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ گو کسی بشر کا کلام کیسا ہی صاف

حاشیہ نمبر ۱۱

۱۵۹

اور کیوں الہام کا منکر شرک کی آلودگی سے پاک نہیں ہوتا۔ خود توحید کی حقیقت پر نظر کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ کیونکہ توحید اس بات کا نام ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کو شرکت بالغیر سے منزّہ سمجھیں۔ اور جو کام اس کی قوت اور طاقت سے ہونا چاہیئے۔ وہ کام دوسرے کی طاقت سے انجام پذیر ہوجانا روا نہ رکھیں۔ اسی توحید کے چھوڑنے سے آتش پرست۔ آفتاب پرست۔ بُت پرست وغیرہ وغیرہ مُشرک کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے بُتوں اور دیوتاؤں سے ایسی ایسی مُرادیں مانگتے ہیں جن کا عطا کرنا صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ الہام سے انکاری ہیں۔ وہ بھی بُت پرستوں کی طرح خدا کی صفتوں سے مخلوق کا متّصف ہونا اعتقاد رکھتے ہیں اور اُس قادر مطلق کی طاقتوں کا بندوں میں پایا جانا مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتہ لگایا ہے۔ اور ہمیں انسانوں کو ابتدا میں یہ خیال آیا تھا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیئے۔ اور ہماری ہی کوششوں سے وہ گوشۂ گمنامی سے باہر نکلا شناخت کیا گیا۔ معبودِ خلائق ہوا۔ قابلِ پرستش ٹھہرا۔ ورنہ پہلے اسے کون جانتا تھا۔ اس کے وجود کی کسے خبر تھی۔ ہم عقلمند لوگ پیدا ہوئے۔ تب اس کے بھی نصیب جاگے۔ کیا یہ اعتقاد بُت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ بُت پرست لوگ اور اور چیزوں کو اپنا منعم اور محسن قرار دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی ہی دود آمیز عقل کو اپنی ہادی اور محسن جانتے ہیں۔ بلکہ اگر غور کیجئے۔ تو بُت پرستوں سے بھی ان کا پلّہ کچھ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ بُت پرست اس بات کے تو قائل ہیں کہ خدا نے ہمارے دیوتاؤں کو بڑی بڑی طاقتیں دے رکھی ہیں۔ اور وہ کچھ نذر نیاز لے کر اپنے پُجاریوں کو مُرادیں دے دیا کرتے ہیں۔ لیکن اب تک انہوں نے یہ رائے ظاہر نہیں کی کہ خدا کا پتہ انہیں دیوتاؤں نے لگایا ہے۔ اور یہ نعمتِ عظمیٰ وجود حضرت باری کی انہیں کے زور بازو سے معلوم ہوئی ہے یہ بات تو انہیں حضرات (منکرین الہام) کو سوجھی جنہوں نے خدا کو بھی اپنی ایجادات کی فہرست میں درج کرلیا اور بکمال خرد ماغی بلند آواز سے بول اُٹھے کہ خدا کی طرف سے

اور شستہ ہو۔ مگر اس کی نسبت یہ کہنا جائز نہیں ہو سکتا کہ فی الواقعہ تالیف اُسکی

صفحہ ۱۵۹

حاشیہ نمبر ۱۱

انا الموجود ہونے کی کبھی آواز نہیں آئی۔ یہ ہماری ہی بہادری ہے جنہوں نے خود بخود بے جتلائے، بے بتلائے اُسے معلوم کر لیا۔ وہ تو ایسا چُپ تھا۔ جیسے کوئی سویا ہوُا یا مرا ہوُا ہوتا ہے۔ ہمیں نے فکر کرتے کرتے۔ کھودتے کھودتے اس کا کھوج لگایا۔ گویا خدا کا احسان تو ان پر کیا ہونا تھا۔ ایک طور پر انہیں کا خدا پر احسان ہے کہ اس بات کی پختہ خبر ملنے کے بغیر کہ خدا بھی ہے۔ اور اس امر کے یقینِ کامل ہونے کے بدوں کہ اسکی نافرمانی سے ایسا ایسا عذاب اور اُس کی فرمانبرداری سے ایسا ایسا انعام مل رہیگا۔ یونہی بے کہے کہائے اور سنے سنائے کے اُس خدائے موہوم کی فرمانبرداری کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ گویا آپ ہی پکایا اور آپ ہی کھایا۔ لیکن خدا ایسا کمزور اور ضعیف تھا کہ اُس سے اتنا نہ ہو سکا کہ اپنے وجود کی آپ خبر دیتا۔ اور اپنے وعدوں کے بارے میں آپ تسلّی بخشتا۔ بلکہ وہ چُھپا ہوُا تھا۔ انہوں نے ظاہر کیا۔ وہ گمنام تھا۔ انہوں نے شہرت دی۔ وہ چُپ تھا۔ انہوں نے اس کا کام آپ کیا۔ گویا وہ تھوڑی ہی مدّت سے اپنی خدائی میں مشہور ہوُا ہے اور وہ بھی ان کی کوششوں سے۔ ہر یک عاقل جانتا ہے کہ یہ قول بُت پرستوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ بُت پرست لوگ اپنے دیوتاؤں کو صرف اپنی نسبت محسن اور منعم

صفحہ ۱۶۰

قرار دیتے ہیں۔ لیکن منکرینِ الہام نے تو حد کر دی۔ کہ ان کے زعم میں ان کی دیوی کا (کہ عقل ہے) نہ فقط لوگوں پر بلکہ خدا پر بھی احسان ہو کہ جسکے ذریعہ سے (بقول ان کے) خدا نے شہرت پائی۔ اس صورت میں نہایت روشن ہے کہ الہام کے انکاری ہونے سے صرف اُن میں یہی فساد نہیں کہ خدا کے وجود پر مشتبہ اور مظنون طور پر ایمان لاتے ہیں اور طرح طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہیں۔ بلکہ یہ فساد بھی ہے کہ توحیدِ کامل سے بھی محروم اور بے نصیب ہیں اور شرک سے آلودہ ہیں۔ کیونکہ شرک اور کیا ہوتا ہے۔ یہی تو شرک ہے کہ خدا کے احسانات اور انعامات کو دوسرے کی طرف سے سمجھا جاوے۔ اس جگہ شاید برہمو سماج والے یہ جواب دیں کہ ہم اپنی عقل کو خدا ہی کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اس کے فضل و احسان کے قائل ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ جواب اُنکا دھوکا ہے۔ انسان کی فطرت

انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور مؤلف نے ایک خدائی کا کام کیا ہے۔ بلکہ جس کو

میں یہ بات داخل ہے کہ جس چیز پر اپنے نفس کو قادر سمجھتا ہے یا جس بات کو اپنی محنت سے پیدا کرتا ہے۔ اس کو اپنے ہی نفس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ دنیا میں جس قدر حقوق پیدا ہوتے ہیں صرف اسی خیال سے پیدا ہوتے ہیں کہ ہر یک شخص جس چیز کو اپنی سعی سے حاصل کرتا ہے اس کو اپنی ملک اور اپنا مال جانتا ہے۔ صاحب خانہ اگر یہ سمجھے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ خدا کا ہے۔ اس میں میرا حق نہیں ہے۔ تو پھر چور کو کیوں پکڑے۔ اپنے مقروضوں سے قرض کا کیوں مطالبہ کرے۔ بلاشبہ انسان جو کچھ اپنی قوتوں سے کرتا ہے۔ اس کو اپنی ہی طرف نسبت دیتا ہے۔ خدا نے بھی دنیا کے انتظام کے لئے یہی قانونِ قدرت رکھا ہے۔ اسی پر ہر یک فطرت مائل ہے۔ مزدور مزدوری کر کے اُجرت پانے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ نوکر نوکری بجا لا کر اپنی تنخواہ مانگتا ہے۔ ایک کا دخل بیجا دوسرے کے حق پر اسکو مجرم ٹھہرا دیتا ہے۔ غرض یہ بات ہرگز ممکن نہیں کہ مثلاً کوئی شخص تمام رات جاگ کر ایک ایک لحہ کو اپنی آنکھوں سے نکال کر جنگل میں بھوکا پیاسا رہ کر شدّت سردی کی تکلیف اٹھا کر اپنے کھیت میں آبپاشی کرے اور صبح خدا کا ایسا ہی شکر بجا لاوے جیسا اس حالت میں بجا لاتا کہ وہ ساری رات گھر میں آرام سے سویا رہتا۔ علی الصبح کھیت پر جا کر اُسے معلوم ہوتا کہ رات بادل آیا اور خوب بارش ہو کر جس قدر ضرورت تھی اس کے کھیت کو بھر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل نہیں کہ خدا نے انسان کو عاجز و کمزور اور ناقص اور بے علم اور مغلوب النفس دیکھ کر۔ اور سہو و نسیان میں مبتلا پا کر اُس پر آپ رحمت کر کے الہام کے ذریعہ سے سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے آپ ہی محنت اور جانفشانی سے سارا کام خدا کے پتہ لگانے اور اسکے پہچاننے کا کیا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز خدا کی شکر گذاری میں اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو یقین دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا نے سراسر لطف و احسان سے میری کسی محنت اور کوشش کے بغیر مجھ کو اپنی کلام سے سیدھے راستہ کی ہدایت کی ہے۔ میں سویا ہوا تھا۔ خدا ہی نے مجھے جگایا۔ میں مرا ہوا تھا۔ خدا ہی نے مجھے جلایا۔ میں نالائق تھا۔ خدا ہی نے میری دستگیری کی۔ پس

ص ۱۶۱

صفحہ ۱۶۰

ذرا بھی عقل ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جس چیز کو قوائے بشریہ نے بنایا ہے۔ اس کا بنانا بشری طاقت سے باہر نہیں۔ ورنہ کوئی بشر اس کے بنانے پر قادر نہ ہو سکتا۔ جب تم نے ایک کلام کو بشری کلام کہا۔ تو اس ضمن میں تم نے آپ ہی قبول کر لیا۔ کہ بشری طاقتیں اس کلام کو بنا سکتی ہیں۔ اور جس صورت میں بشری طاقتیں اس کو بنا سکتی ہیں۔ تو پھر وہ بے نظیر کاہے کی ہوئی۔ پس یہ خیال تو سراسر سودائیوں اور

صفحہ ۱۶۱

حاشیہ نمبر ۱۱

اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ منکرین الہام کامل توحید سے بے نصیب ہیں اور ہرگز ممکن نہیں کہ ان کی روح میں سے سچے ایمانداروں کی طرح یہ آواز نکل سکے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ الجزو ۸[1] سب تعریفیں خدا کو ہیں۔ جس نے جنت کی طرف ہم کو آپ رہبری کی۔ اور ہم کیا چیز تھے کہ خود بخود منزل مقصود تک پہنچ جاتے اگر خدا رہبری نہ کرتا۔ اِن لوگوں نے خدا تعالےٰ کی قدر شناسی خوب کی کہ جو صفتیں اس کی طرف منسوب کرنی واجب تھیں وہ اپنی عقل کی طرف منسوب کر دیں۔ اور جو جلال اُس کا ظاہر کرنا چاہیئے تھا۔ وہ اپنے نفس کا ظاہر کیا۔ اور جو جو طاقتیں اُس کیلئے خاص تھیں اُن سب کے مالک آپ بن گئے۔ اِن کے حق میں خداوند کریم نے سچ فرمایا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ[2] الجزو ۷ یعنے الہام کے منکروں نے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا کچھ قدر شناخت نہیں کیا۔ اور اُس کی رحمت کو جو بندوں کی ہریک حاجت کے وقت جوش مارتی ہے نہیں پہچانا۔ تب ہی انہوں نے کہا کہ خدا نے کوئی کتاب کسی بشر پہ نازل نہیں کی۔

ترا عقل تو ہر دم پائے بند کبر میدارد ۔۔۔ بجو عقلے طلب کن کت ز خود بینی بروں آرد

ہماں بہتر کہ ما آں علم حق از حق بیاموزیم ۔۔۔ کہ ایں علمے کہ ما داریم صد سہو و خطا دارد

کہ گوید بہتر از قولش گر او خاموش بنشیند ۔۔۔ کہ گیرد دستِ نادان گر او دستِ تو بگذارد

برو قدرش بہ بیں از حجتِ بے اصل دم درکش ۔۔۔ کہ ایں حجت کہ می آری بلا ہا بر سرت آرد

میں جدًّا و قطعًا کہتا ہوں کہ الہام کے بغیر مجرد عقل کی پیروی میں صرف ایک نقصان نہیں۔

[1] اعراف: ۴۴ [2] انعام: ۹۲

صفحہ ۱۶۲ مخبط الحواسوں کا سا ہی کہ پہلے ایک چیز کو اپنے مُنہ سے قویٰ البشریہ کی بنائی ہوئی مان لیں۔

بلکہ یہ وہ آفت ہے کہ کئی آفات اس سے پیدا ہوتی ہیں جن کی تفصیل (انشاء اللہ) اپنے موقعہ پر درج ہوگی۔ خداوند کریم نے جیسا ہر یک چیز کا باہم جوڑ بازدھ دیا ہے۔ ایسا ہی الہام اور عقل کا باہم جوڑ مقرر کیا ہے۔ اس حکیم مطلق کا عام طور پر یہی قانونِ قدرت پایا جاتا ہے۔ کہ جبتک ایک چیز اپنے جوڑ سے الگ ہے۔ تب تک اس کے جوہر چُھپے رہتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات نفع کی جگہ ضرر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عقل کا حال ہے کہ علمِ دین میں اس کے نیک آثار تب مترتب ہوتے ہیں جب وہ جوڑ یعنے الہام اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ ورنہ اپنے جوڑ کے بغیر ڈائن ہو کر ملتی ہے۔ سارا گھر نگلنے کو طیار ہو جاتی ہے۔ سارا شہر سنسان ویران کرنا چاہتی ہے۔ پر جب جوڑ میسر آگیا۔ تب تو چشمِ بد دُور کیا ہی پاک صورت اور پاک سیرت ہے۔ جس گھر میں رہے۔ مالا مال کر دے۔ جس کے پاس جائے۔ اسکی سب نحوستیں اُتار دے۔ تم آپ ہی سوچو کہ جوڑ کے بغیر کوئی چیز اکیلی کس کام کی؟ پھر تم کیوں یہ ادھوری عقل اس قدر ناز سے لیئے پھرتے ہو۔ کیا یہ وہی نہیں جو کئی بار دروغگوئی میں رسوائیاں اٹھا چکی؟ کیا یہ وہی نہیں جس کے سر پر بار بار گرنے سے بڑے بڑے داغ موجود ہیں؟ مجھے بتائیے تو سہی کہ آپ کا جی کس پر بھر ما گیا۔ یہ کہاں کی پری آگئی جس کو دل دے بیٹھے؟ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اس نے تم سے پہلے کتنوں کا لہو پیا۔ کتنوں کو گمراہی کے کنوئیں میں دھکیل کر مارا۔ تم جیسے کئی یاروں کو کھا چکی۔ صد ہا لاشیں ٹھکانے لگا چکی۔ بھلا تم نے اس اکیلی عقل کے ذریعے سے کونسی ایسی دینی صداقتیں پیدا کی ہیں۔ جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہیں۔ زیادہ نہیں دو چار ہی دکھاؤ۔ اگر تم مجرد عقل سے ایسے حقائق عالیہ نکالتے جن کا قرآن شریف میں کچھ ذکر نہ ہوتا تب بھی ایک بات تھی۔ اور اس صورت میں تم بڑے ناز سے اپنی سماج میں بیٹھ کر کہہ سکتے تھے کہ ہاں ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ صداقتیں نکالیں جو الہامی کتابوں میں موجود نہیں۔ لیکن افسوس کہ تمہارے رسائل میں بجز ان چند لفظوں کے جو بطور سرقہ قرآن شریف سے لئے گئے ہیں۔ اور جو کچھ نظر آتا ہے سراسر متاعِ ردّی ہے۔ جس سے برخلاف عقلمندی کے آپ لوگوں کی بے علمی اور بے سمجھی اور غلطی ثابت ہوتی ہے جس کی حقیقت انشاء اللہ

صفحہ ۱۶۲

حاشیہ نمبر ۱۱ (حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

اور پھر آپ ہی بڑہ بڑائیں کہ اب قویٰ بشریہ اس کی مثل بنانے سے قاصر اور عاجز ہیں
اور اس مجنونانہ قول کا خلاصہ یہ ہوگا کہ قویٰ بشریہ ایک چیز کے بنانے پر قادر ہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱ — حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اسی کتاب میں بخوبی کھول کر لکھی جائے گی۔ پھر اس مُنہ اور اس لیاقت کے ساتھ ربانی الہام سے انکار کرنا اور آپ ہی خدا کا قائم مقام بن بیٹھنا۔ اور حضرات مقدسین انبیاء کو اہلِ غرض سمجھنا یہ آپ لوگوں کی نیک طینتی ہے۔ اور اس سے دھوکا مت کھانا کہ عقل ایک عمدہ چیز ہے۔ ہم ہر یک تحقیق عقل ہی کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ بلاشبہ عمدہ چیز ہے۔ لیکن اس کا جوہر تب ہی ظاہر ہوتا ہے جب وہ اپنے جوڑ کے ساتھ شامل ہو۔ ورنہ وہ دھوکا دینے میں دشمنوں سے بدتر ہے۔ دورنگی دکھلانے میں منافقوں سے بڑھ کر ہے۔ سو تمہاری بدنصیبی تم اس کے جوڑ کے نام سے بھی چڑتے ہو۔ دوستو! خوب سوچو۔ بن جوڑ کسی بات کی بھی گت نہیں۔ خدا نے جوڑ بھی ایک عجیب چیز بنادی ہے۔ جہاں دیکھو جوڑ ہی سے کام نکلتا ہے۔ ہم تم سب آنکھوں ہی سے دیکھتے ہیں۔ پر آفتاب کی بھی ضرورت ہے۔ کانوں ہی سے سنتے ہیں پر ہوا کی بھی حاجت ہے۔ آفتاب چھپا تو بس اندھے بیٹھے رہو۔ کانوں کو ہوا سے ڈھانک لو۔ تو بس سُننے سے چھٹی ہوئی۔ جس عورت کے خاوند سے کوئی بات ہونے نہ پائے۔ بھلا اُس کا کس بدھ حمل ٹھہرے۔ جس زراعت کو پانی چھو بھی نہیں گیا اس کو کیونکر پھل لگے۔ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ تمہاری سمجھ سے دُور ہوں۔ یہ وُہی قانونِ قدرت ہے جس پر عمل کرنے کا تم کو دعوٰی ہے۔ سو اب اس دعوے پر عمل بھی کرو۔ تا نرے دکھانے کے ہی دانت نہ رہیں۔

حاجتِ نورے بود ہر چشم را　　　　ایں چنیں اُفتاد قانونِ خدا
چشمِ بینا بے خورِ تاباں کہ دید　　　　کے چنیں چشمے خداوند آفرید
چوں تو خود قانونِ قدرت بشکنی　　　　پس چرا بر دیگراں سہ میزنی
آنکہ در ہر کار شد حاجت روا　　　　چوں رواداری کہ نبود رہنما
آنکہ اسپ و گاؤ خر را آفرید　　　　تا رہد پُشتِ تو از بارِ شدید

ص۱۶۳　اَور نہیں۔ اور علاوہ اِس کے آجتک کسی انسان نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ میرے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

چوں ترا حیراں گذارد در معاد　　　　اے عجب تو غافلی زیں اعتقاد
چوں دو چشمت دادہ اند اے بیخبر　　　　پس چرا پوشی یکے وقتِ نظر
آنکہ زد ہر قدرتے گشتہ عیاں　　　　قدرتِ گفتار چوں ماندے نہاں
آنکہ شد ہر وصفِ پاکش جلوہ گر　　　　پس چرا ایں وصف ماندے مستتر
ہر کہ او غافل بود از یادِ دوست　　　　چارہ سازِ غفلتش پیغامِ اوست
تو عجب داری ز پیغامِ خدائے　　　　ایں چہ عقل و فکرتست اے خود نمائے
لطفِ او چوں خاکیاں را عشق داد　　　　عاشقاں را چوں بیفگندے زیاد
عشق چوں بخشید از لطفِ اتم　　　　چوں نہ بخشیدے دوائے آں الم
خود چو کرد از عشقِ خود دلہا کباب　　　　چوں نہ کردے از سرِ رحمت خطاب
دل نیارامد بجُز گفتارِ یار　　　　گرچہ پیشِ دیدہا باشد نگار
پس چو خود دلبر بود اندر حجاب　　　　کے تواں کردن صبوری از خطاب
لیک آں داند کہ او دلدادہ است　　　　در طریقِ عاشقی افتادہ است
حسن را با عاشقاں باشد سرے　　　　بے نظر ور کے بود خوش منظرے
عاشق آں باشد کہ او گم از خود است　　　　در طریقِ عشق خود بینی بدست
لیکن استیصالِ ایں کبر و خودی　　　　نیست ممکن جز بوحیٔ ایزدی
ہر کہ ذوقِ یارِ جانی یافت ست　　　　آں ز وحیٔ آسمانی یافت ست
عشق از الہام آمد در جہاں　　　　درد از الہام شد آتش فشاں
شوق و اُنس و اُلفت و مہر و وفا　　　　جملہ از الہام مے دارد ضیا
ہر کہ حق را یافت از الہام یافت　　　　ہر رُخے کو تافت از الہام تافت
تو نۂ اہلِ محبت زیں سبب　　　　از کلامِ یار مے داری عجب
عشق می خواہد کلامِ یار را　　　　رو بپرس از عاشق ایں اسرار را
ایں مگو کز درگہش دوریم ما　　　　ربطِ او با مشتِ خاکِ ما کجا
داند آں مردے کہ روشن جاں بود　　　　کیں طلب در فطرتِ انساں بود

کلمات اور مصنوعات خدا کے کلمات اور مصنوعات کی طرح بے مثل و مانند ہیں اور اگر کوئی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دل نمی گیرد تسلی جز خدا   این چنیں افتادِ فطرت ز ابتدا
دِل ندارد صبر از قولِ نگار   کاشتند ایں تخم از آغازِ کار
آنکہ انساں را چنیں فطرت بداد   چوں کمالِ فطرتش دادے بباد
کارِ حق کے از بشر گردد ادا   کے شود از کرمکے کارِ خدا
ما ہمہ جہلیم و او دانائے راز   ما ہمہ کوریم و او را دیدہ باز
با خدا ہم دعوئے فرزانگی   سخت جہلست و رگِ دیوانگی
تافتن رو از خورِ تاباں کہ من   خود برارم روشنی از خویشتن
عالمے را کور کرد است ایں خیال   سرنگوں افگندہ در چاہِ ضلال
ناز بر فطنت مکن گر فطنتے ست   در رہِ تو ایں خردمندی تنے ست
عقل کاں با کبر میدارند خلق   ہست حمق و عقل پندارند خلق
کبر شہرِ عقل را ویراں کند   عاقلاں را گمرہ و ناداں کند
آنچہ افزاید غرور و معجبی   چوں رساند تا ہدایت اے غوی
خود روی در شرک اندازد ترا   توبہ کن از خود روی اے خود نما
ہست مشرک از سعادت دور تر   واز فیوضِ سرمدی مہجور تر
از خدا باشد خدا را یافتن   نے بہ مکر و حیلہ و تدبیر و فن
تا نیائی پیشِ حق چوں طفلِ خورد   ہست جامِ تو سراسر پُر ز دُرد
شرطِ فیضِ حق بود عجز و نیاز   کس ندیدہ آب برجائے فراز
حق نیازی جوید آنجا ناز نیست   از پرِ خود تا درش پرواز نیست
عاجزاں را پرورد ذاتِ اجل   سرکشاں محروم و مردودِ ازل
چوں نیائی زیرِ تابِ آفتاب   کے فتد برتو شعاعے در حجاب
آبِ شور اندر کفت ہست اے عزیز   ناز ہا کم کن اگر داری تمیز

ص۱۶۴

۱۶۴ ناداں مغرور ایسا دعویٰ کرتا تو ہزاروں اُس سے بہتر تالیفیں کرنیوالے اور اس کے مُنہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

آبِ جاں بخشی زجاناں آیدت — رَہ طلب میکن اگر جاں بایدت
ہست آں آبِ بقا بس ناپدید — کس بجُز مصباحِ حق راہش ندید
آں خیالاتے کہ بینی از خرد — پرتوِ آں ہم ز وحیٔ حق رسد
لیک چشمِ دیدنت چوں باز نیست — زیں دلِ تو محرمِ ایں راز نیست
سرکشی از حق کہ من دانا دلم — حاجتِ وحیش ندارم عاقلم
لغزشِ تو حاجتے پیدا کُند — دردمے عقلِ ترا رُسوا کُند
عقلِ تو گوہر مجصّص از برول — واندرونش چیست؟ یک لاشے زبوں
منتہائے عقل تعلیمِ خدا ست — ہر صداقت را ظہور از انبیاست
ہر کہ علمے یافت از تعلیم یافت — تافت آں روئے کز و روئے نتافت
با زبانِ حال گوید روزگار — اے قصیر العمر گیر آموزگار
طبع زادِ ناقصاں ہم ناقص ست — گر ترا گوشے بود حرفے بس ست
حق منزّہ از خطا تو پُر خطا — داوریہا کم کُن و برحق بپا
عقلِ تو مغلوبِ صد حرص و ہواست — تکیہ بر مغلوب کارِ اشقیاست
از کس و ناکس بیاموزی فنوں — عار داری زاں حکیمِ بے چگوں
از تکبّر راہِ حق بگذاشتی — ایں چہ کردی ایں چہ تخمے کاشتی
اے ستمگر ایں ہماں مولائے ماست — کز عطیاتش ہمہ ارض و سماست
ابر و باران و مہ و مہر آفرید — کرد تابستان و سرما را پدید
تا بفضلِ او غذائے خود خوریم — زندہ مانیم و تنِ خود پروریم
آنکہ بر تن کرد ایں لطفِ اتم — کے کند محروم جاں را از کرم
وحیٔ فرقاں ست جذبِ ایزدی — تا برندت از خودی در بے خودی
ہست قرآں دافعِ شرکِ نہاں — تا مراد را ہم از و یابی نشاں
تا رہی از کبر و خود بینی و ناز — تا شوی ممنونِ فضلِ کارساز
دُور شو از کبر تا رحم آیدش — بندگی کن بندگی مے بایدش

میں ذِلت کی خاک بھرنے والے پیدا ہو جاتے۔ یہ خدا ہی کی شان ہے کہ سارے جہان کو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

زندگی در مُردنِ عجز و بکاست ۔۔۔ ہرکہ افتادست او آخر بخاست
ہست جامِ نیستی آبِ حیات ۔۔۔ ہرکہ نوشیدست اُو رُست از ممات
عاقل آں باشد کہ جوید یار را ۔۔۔ واز تذلّل ہا برآرد کار را
ابلہے بہتر ازاں عقل و خرد ۔۔۔ کت بچاہِ کبر و نخوت افگند
طالبِ حق باش و بیروں از خود آ ۔۔۔ خودروی ہا ترک کُن بہرِ خدا
من ندانم ایں چہ ایمان ست و دیں ۔۔۔ دم زدن درجنبِ ربّ العالمین
تو کجا و آں قادرِ مطلق کجُا ۔۔۔ توبہ کُن ایں ابلہی ہا کم نما
یک دمے گر رشحِ فیضش کم شوُد ۔۔۔ ایں ہمہ خلق و جہاں برہم شود
پست ہستی لاف استعلا مزن ۔۔۔ واز گلیمِ خویش بیروں پا مزن
عابد آں باشد کہ پیشش فانی است ۔۔۔ عارف آں کو گویدش لاثانی است
خویشتن را نیک اندیشیدۂ ۔۔۔ اے ہداک اللہ چہ بد فہمیدۂ
ایں چنیں بالا زبالا چوں پَری ۔۔۔ یا مگر زاں ذاتِ بیچوں مُنکری
کاخِ دنیا را چہ دیدارستی بنا ۔۔۔ کت خوش افتادست ایں فانی سرا
دل چرا عاقل بہ بندد اندریں ۔۔۔ ناگہاں باید شدن بیروں ازیں
از پئے دُنیا بُریدن از خدا ۔۔۔ بس ہمیں باشد نشانِ اشقیا
چوں شود بخشائشِ حق برکسے ۔۔۔ دل نمے ماند بہ دُنیائش بسے
ہوش کُن کیں جا نگہ جائے فناست ۔۔۔ باخدا میباش چوں آخر خداست
زہرِ قاتل گر بدستِ خود خوری ۔۔۔ من چساں دانم کہ تو دانشوری
آں گروہے بیں کہ از خود فانی اند ۔۔۔ جاں فشاں برگفتۂ ربّانی اند
فارغ افتادہ ز نام و عزّ و جاہ ۔۔۔ دل زکف و از فرق افتادہ کلاہ
دُورتر از خود بہ یار آمیختہ ۔۔۔ آبرو از بہرِ رُوئے ریختہ
دیدنِ شاں میدہد یاد از خدا ۔۔۔ صدق ورزاں درجنابِ کبریا

ص۱۶۵

ص۱۶۵

اپنی کلام کی مثل پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ٹھہراوے اور سخت سخت لفظوں سے ایمان

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ — حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تو ز استکبار سر بر آسماں	یا ز دہ بیروں ز راہِ بندگاں
تا نگردد عجز در نفست عیاں	نورِ حقانی چساں تابد بر آں
تا نمیرد دانۂ اندر زمیں	کے ز یک صد میشود تو خود بہ بیں
نیست شو تا بر تو فیضانے رسد	جاں بیفشاں تا دگر جانے رسد
تا تو زار و عاجز و مضطر نۂ	لائقِ فیضانِ آں رہبر نۂ
چیست ایماں و عدۂ پنداشتن	کارِ حق را با خدا بگذاشتن
چوں ز آموزش خرد را یافتی	پس ز تعلیمش چرا سر تافتی
اندرونِ خویش را روشن بداں	آنچہ می تابد بتابد ز آسماں
کور ہست آں دیدہ کش ایں نور نیست	گور ہست آں سینہ کز شک دور نیست
صالحین و صادقین و اتقیا	جملہ رہ دیدند از وحیٔ خدا
آں کجا عقلے کہ از خود داندش	فہم آں شخصے کہ او فہماندش
عقل بے وحیش بتے داری براہ	بت پرستی ہا کنی شام و پگاہ
پیشِ چشمت گر شدے ایں بت عیاں	از سرِ شک تو شدے جوئے رواں
لیک از بدقسمتی چشمت نماند	بت پرستی آخرت چوں بت نشاند
عقل در اسرارِ حق بس نارساست	آنچہ گہ گہ می رسد ہم از خداست
گر خرد پاکیزہ رائے آورد	آں نہ از خود ہم ز جائے آورد
تو بہ عقلِ خویش در کبرِ شدید	ما فدائے آنکہ او عقل آفرید
در قیاساتِ تہی جانت اسیر	جانِ ما قربانِ علمِ آں بصیر
نیک دل با نیکواں دارد سرے	بر گہر تف میزند بدگوہرے
ہست بر اسرار اسرارِ دگر	تا کجا تازد خرِ فکر و نظر
ایں چراغِ مردہ از زورِ ہوا	چوں رہِ باریک بنماید ترا
وحیٔ یزدانی ز رہ آگہ کند	تا بمنزل نور را ہمرہ کند

اور ملعون اور جہنمی کہنے سے بلکہ نہ بنانے والوں کے لئے بحالتِ انکار سزاءِ موت مقرر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ما فتادہ بے ہنر در جسم و جاں　　　حمق باشد دم زنی با آں یگاں
چیست دیں خود را فتا انگاشتن　　　واز سرِ ہستی قدم برداشتن
چوں بیفتی باد و صد درد و نفیر　　　کس ہمی خیزد کہ گردد دست گیر
باخبر را دل تپد بر بے خبر　　　رحم بر کورے کند اہلِ بصر
ہمچنیں قانونِ قدرت اوفتاد　　　مر ضعیفاں را قوی آرد بیاد
چوں ازیں قانوں شود رحماں بدل　　　رحمِ یزداں از ہمہ باید فزوں
آنکہ او ہر بارِ ما برداشت است　　　ہیچ رحمت را فرو نگذاشت است
چوں زما غافل شود در امرِ دیں　　　شرمت آید از چنیں انکار و کیں

۱۹۶ص

دل منہ در خاکدانِ بے وفا　　　یاد کن آخر وفا ہائے خدا
بارہا شد بر تو ثابت کایں عقول　　　مبتلا ہستند در سہو و ذہول
بارہا دیدی بعقلِ خود فساد　　　بارہا زیں عقل ماندی بے مُراد
باز نخوت میکنی بر عقلِ خویش　　　واز دلیری میروی نادیدہ پیش
نفسِ خود را پاک کن از ہر فضول　　　ترکِ خود کُن تا کند رحمت نزول
لیک ترکِ نفس کے آساں بود　　　مُردن واز خود شدن یکساں بود
ایں چنیں دل کم بود در سینۂ　　　کاں بود پاک از غرور و کینۂ
در حقیقت مردمِ معنی کم اند　　　گو ہمہ از روئے صورت مردم اند
ہوش کن اے در چہے افتادۂ　　　عقل و دیں از دستِ خود در دادۂ
غیر محدودی بہ محدودی مجو　　　کارِ نورِ محض از دودی مجو
آنچہ باید جست با عجز و نیاز　　　تو مجو باکبر و خود بینی و ناز
وہ چہ خوب ست ایں اصولِ رہروی　　　یادگارِ مولوی در مثنوی
زیرکی ضدِ شکست ست و نیاز　　　زیرکی بگذارد باکوئی بساز
زانکہ طفلِ خورد را مادر نہار　　　دست و پا باشد نہادہ در کنار

وسوسۂ دوم :- اگر یہ بھی قبول کر لیں کہ معرفت کی تکمیل کے لئے ایک ایسے الہام کی

کرنے سے خود بار بار اس بات کی طرف جوش دلاوے کہ وہ نظیر بنانے میں کوئی دقیقہ سعی اور کوشش اور اتفاق باہمی کا اُٹھا نہ رکھیں اور اپنی جان بچانے کے لئے جان لڑا کر

۱۶۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ضرورت ہے جو کامل اور بے نظیر ہو۔ تب بھی لازم نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ نے ضرور وہ الہام نازل کیا ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزوں کی دنیا میں بھی انسان کو ضرورت ہے۔ مگر خدا نے وہ ساری ضرورتیں اس کی پوری نہیں کیں۔ مثلاً انسان چاہتا ہے کہ اس کو موت نہ آوے۔ کبھی مفلس نہ ہو۔ کبھی بیمار نہ ہو۔ لیکن اپنی مراد کے برخلاف آخر ایک دن مرتا ہے اور افلاس اور بیماری بھی آتی ہی رہتی ہے۔

جواب۔ جس حالت میں وہ کامل اور بے نظیر الہام جس کی ہمیں ضرورت تھی موجود ہے۔ یعنی قرآن شریف جس کی کمالیت اور بے نظیری کے مقابلہ پر آج تک کسی نے دم بھی نہیں مارا۔ تو پھر موجود کو غیر موجود سمجھنا اور اس کی ضرورت کو ایک فرضی ضرورت قرار دینا اُن لوگوں کا کام ہے جن کی قوتِ بینائی جاتی رہی ہے۔ ہاں اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو قرآن شریف کی دلائل بے نظیری اور کمالیت کو جن کو ہم نے بھی اِس کتاب میں لکھا ہے۔ توڑ کر دکھلائیے۔ ورنہ لاجواب رہ کر پھر بھی بولتے رہنا صفتِ حیا کے مفقود ہونے کی نشانی ہے۔ جس حالت میں ایسا کامل اور بے نظیر الہام آچکا جس نے بے نظیری کا دعویٰ کرنے سے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی اُس کی بے نظیری کو توڑے۔ اور پھر بلاشبہ الہام کا منکر بنا رہے تو پھر قبل اس کے جو اس کا کوئی معقول جواب دیں الہام کی ضرورت کو فرضی ضرورت ہی کہتے رہنا۔ کیا یہ ایمانداری ہے یا ہٹ دھرمی ہے۔

۱۶۷

اور عالمِ ثانی کو دنیا پر قیاس کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ دنیا کو خدا نے ہمیشہ کے آرام کیلئے نہیں بنایا۔ اور نہ ہمیشہ کے دُکھ کے لئے بنایا ہے۔ بلکہ اس کے رنج و راحت دونوں گذرنے والی چیزیں ہیں اور ہر یک دَور اُس کا ختم ہونے والا ہے۔ لیکن دارِ آخرت وہ عالم ہے کہ جو راحت دائمی یا عقوبت دائمی کا مقام ہے جس کے لئے ہر یک دُور اندیش آدمی آپ تکلیف اُٹھاتا ہے اور خاتمہ بد سے ڈر کر بمشقّت تمام طاعتِ الٰہی بجا لاتا ہے۔ عیش و عشرت کو چھوڑتا ہے۔ شدّت و صعوبت کو اختیار کرتا ہے۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ اس عالمِ جاودانی کے مقابلہ پر اُس مقامِ فانی کی نظیر پیش کرنا نظر کا گھاٹا ہے یا نہیں۔

مقابلہ کریں۔ ورنہ اگر یونہی بلا پیش کرنے نظیر کے انکار کرتے رہیں تو اپنے گھر کو غارت اور اپنی عورتوں کی کنیز کیں اور اپنے آپ کو مقتول سمجھیں۔ کیا ایسا دعوےٰ

صـ۱۶۷

وسوسۂ سوم۔ اگر مجرد عقل کے ذریعہ سے معرفت تام ویقینِ تام میسّر نہ ہو۔ تب بھی کسی قدر معرفت تو حاصل ہوتی ہے۔ وہی نجات کے لئے کافی ہے۔

جواب۔ یہ وسوسہ بالکل متعصبانہ خیال ہے۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ کسی دغدغہ کے بغیر خاتمہ نیک ہوجانا یقینِ کامل پر موقوف ہے۔ اور یقینِ کامل خدا کی بے نظیر کتاب کے بدون حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہی غلطیوں سے بچے رہنا بجز معرفت کامل ممکن نہیں۔ اور معرفت کامل بھی الہامِ کامل کے بغیر غیر ممکن۔ پھر مجرد عقلِ ناقص کیونکر نجات کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔ بالخصوص وہ طریقۂ خداشناسی جس کو برہمو سماج والوں کی عقلِ عجیب نے بہ تبعیت بعض یورپ کے فلاسفروں کے پسند کیا ہے۔ ایسا خراب اور تردّد انگیز ہے کہ اس سے کوئی معرفت کا مرتبہ حاصل ہونا تو کیا امید کی جائے، خود وہ انسان کو طرح طرح کے شکوک اور شبہات میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کو ایک ایسا مبتلا بے جان فرض کرلیا ہے۔ جس سے ساری عزت اور بزرگی اس کی دور ہوتی ہے۔ اُن کا مقولہ ہے کہ خدا کے وجود کا پتہ لگ جانا خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اتفاقی امر ہے کہ عقلمندوں کی کوششوں سے ظہور میں آیا۔ اور یوں بیان کرتے ہیں کہ اوّل اوّل جب بنی آدم پیدا ہوئے۔ محض بے عقل اور وحشیوں کی طرح تھے۔ خدا نے اپنے وجود سے کسی کو خبر نہیں دی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ ہی خیال آیا کہ کوئی معبود مقرر کریں۔ اوّل پہاڑ اور درخت اور دریا وغیرہ کو کہ آس پاس اور ارد گرد کی چیزیں تھیں، اپنا خدا ٹھہرایا۔ پھر کچھ ذرا اوپر چڑھے اور ہوا۔ طوفان وغیرہ کو قادرِ مطلق خیال کیا۔ پھر اور بھی آگے قدم بڑھا کر سورج۔ چاند۔ ستاروں کو اپنا رب سمجھ بیٹھے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ غورِ کامل کرتے سے حقیقی خدا کی طرف رجوع لے آئے۔ اب دیکھئے کہ اِس تقریر سے خدا تعالیٰ کی ہستیٔ حقیقی پر کس قدر شک پڑتا ہے اور اس کے حیّ و قیوم اور مدبّر بالارادہ ہونے کی نسبت کیا کیا بدگمانیاں عائد ہوتی ہیں کہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا نے (جیسا کہ ایک ذات موجود عالم الغیب اور قادرِ مطلق کا خاصہ ہونا چاہیئے) اپنے وجود کی آپ

صـ۱۶۸

حاشیہ نمبر ۱۱ (باقی)

اور پھر اس زور و شور کا کبھی کسی انسان نے بھی کیا؟ ہرگز نہیں۔ پس جس حالت میں کسی بشر نے اپنی کلام کے بے مثل ہونے میں دم بھی نہ مارا۔ اور نہ اپنی قویٰ کو قویٰ بشریہ سے کچھ زیادہ خیال کیا۔ بلکہ صدہا نامی گرامی شاعروں نے لڑ کر مرنا اختیار کیا۔ مگر قرآن شریف جیسا کوئی کلام بقدر ایک سورت بھی نہ بنا سکے تو پھر خواہ نخواہ اُن بیچاروں کی کلامِ خام کو بے نظیر ٹھہرانا اور صفتِ کاملہ خاصۂ الٰہیہ میں اُنہیں شریک کرنا پرلے درجے کی نادانی و کوری ہے۔ کیونکہ جو شخص اس قدر دلائل واضحہ سے خدا اور انسان

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اطلاع نہیں دی۔ بلکہ یہ سارا منصوبہ انسان ہی کا ہے۔ اُسی کے دل میں خود بخود بیٹھے بیٹھے یہ بات گدگدائی۔ کہ کوئی خدا مقرر کریں۔ چنانچہ اس نے کبھی پانی کو خدا بنایا۔ کبھی درختوں کو۔ کبھی پتھروں کو۔ آخر آپ ہی دل میں یہ خیال جما لیا کہ یہ چیزیں خدا نہیں ہیں۔ خدا کوئی اور ہوگا۔ جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ کیا یہ اعتقاد انسان کو اس وہم میں نہیں ڈالے گا کہ اگر واقعی طور پر اُس خدائے مفروض کا کچھ وجود بھی ہوتا۔ تو وہ کبھی تو ان لوگوں کی طرح جو زندہ اور موجود ہوتے ہیں۔ اپنے وجود سے اطلاع دیتا۔ بالخصوص جب اِس خیال کا پابند دیکھے گا۔ کہ خدا تعالیٰ کو ادھورا اور ناقص یا گونگا تجویز کرنا ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ بلکہ جیسے اس کے لئے دیکھنا۔ سننا۔ جاننا وغیرہ صفاتِ کاملہ ضروری ہیں۔ ایسا ہی اس میں قدرتِ تکلّم بھی پائی جانا ضروری معلوم ہوتی ہے۔ تو پھر اِس حیرت میں پڑے گا کہ اگر کلام کرنے کی قدرت بھی اس میں پائی جاتی ہے۔ تو اس کا ثبوت کہاں ہے۔ اور اگر نہیں پائی جاتی۔ تو پھر وہ کامل کیونکر ہوا۔ اور اگر کامل نہیں تو پھر خدا بننے کے لائق کیونکر ٹھہرا۔ اور اگر اس کا گونگا ہونا جائز ہے تو پھر کیا وجہ کہ بہرہ ہونا۔ یا اندھا ہونا جائز نہیں۔ پس وہ ان شبہات سے صرف الہام پر ایمان لا کر نجات پائے گا۔ ورنہ جیسے ہزارہا فلاسفر دہریہ پن کے گڑھے میں گر کر مر گئے۔ ایسا ہی وہ بھی گر کر مرے گا۔ اب ہر یک منصف آپ ہی انصاف کرے کہ کیا یہ اعتقاد خدا سے انکار کرنے کی پٹڑی جمانے والا ہے یا نہیں۔ کیا جس شخص کی نظر میں خدا ایسا کمزور ہے کہ اگر منطقی لوگ پیدا نہ ہوتے تو وہ ہاتھ ہی سے گیا تھا۔ اس کے ایمان کا بھی کچھ ٹھکانہ ہے؟ نادان لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا تو اپنی تمام صفتوں کے ساتھ بندوں کا پروردہ ہے نہ بعض

ح ۱۶۹

کے کاموں میں صریح فرق دیکھے اور پھر نہ دیکھے۔ وہ اندھا اور نادان ہی ہوا اور کیا ہوا۔ پس اس تمام تحقیقات سے ظاہر ہے کہ بے نظیر ہونے کی حقیقت اور کیفیت ربّانی کام اور کلام سے مختص ہے۔ اور ہریک دانشمند جانتا ہے کہ خدا کی خدائی ماننے کے لئے بڑا بھارا ذریعہ جو کہ عقل کے ہاتھ میں ہے۔ وہ یہی ہے کہ ہریک صادر من اللہ ایسی

حاشیہ نمبر ۱۱

صفتوں کے ساتھ پھر کیونکر ممکن ہے کہ بعض صفاتِ کاملہ اس کے بندوں کے کسی کام نہ آویں۔ کیا اس سے زیادہ تر کوئی اور کفر ہوگا کہ یہ کہا جاوے کہ وہ پورا رب العالمین نہیں ہے بلکہ آدھا یا تیسرا حصّہ ہے۔

وسوسہ چہارم۔ اگر تکمیل معرفت الہامی کتاب پر ہی موقوف ہے۔ تو اس صورت میں بہتر یہ تھا کہ تمام بنی آدم کو الہام ہوتا۔ تا سب لوگ براہ راست مرتبۂ کمالِ معرفت تک پہنچ جاتے۔ اور ربّانی فیض کو بلاواسطہ حاصل کر لیتے۔ کسی دوسرے کی حاجت نہ ہوتی۔ کیونکہ اگر الہام فی نفسہ ایک جائز الوقوع امر ہے۔ تو پھر ہریک انسان کا ملہم ہونا جائز ہے۔ اور اگر نہیں تو پھر کسی فرد کا بھی ملہم ہونا جائز نہیں۔

جواب۔ صاحب الہام ہونے میں استعداد اور قابلیت شرط ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس خدائے تعالیٰ کا پیغمبر بن جائے اور ہریک پر حقانی وحی نازل ہو جایا کرے۔ اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ ہی اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[1] الجزو نمبر ۸ یعنے جس وقت قرآن کی حقیت ظاہر کرنے کے لئے کوئی نشانی کفّار کو دکھلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جبتک خود ہم پر ہی کتاب الٰہی نازل نہ ہو۔ تب تک ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ کس جگہ اور کس محل پر رسالت کو رکھنا چاہیئے۔ یعنے قابل اور ناقابل اُسے معلوم ہے اور اُسی پر فیضان الہام کرتا ہے کہ جو جوہر قابل ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حکیم مطلق نے افرادِ بشریّہ کو بوجہ مصالح مختلفہ مختلف طوروں پر پیدا کیا ہے۔ اور تمام بنی آدم کا سلسلہ فطرت ایک ایسے خط سے مشابہ

[1] الانعام : ۱۲۵

بے نظیری کے رتبہ پر ہے کہ اُس صانعِ توحید کے وجود پر دلالت کامل کر رہا ہے۔ اور اگر یہ ذریعہ نہ ہوتا تو پھر عقل کو خدا تک پہنچنے کا راستہ مسدود تھا۔ اور جبکہ خدا کو شناخت کرنا

حاشیہ

دکھا ہے جس کی ایک طرف نہایت ارتفاع پر واقعہ ہے۔ اور دوسری طرف نہایت انخفاض پر۔ طرف ارتفاع میں وہ نفوسِ صافیہ ہیں جن کی استعدادیں حسبِ مراتب متفاوتہ کامل درجہ پر ہیں اور طرفِ انخفاض میں وہ نفوس ہیں جن کو اس سلسلہ میں ایسی پست جگہ ملی ہے کہ حیواناتِ لایعقل کے قریب قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور درمیان میں وہ نفوس ہیں جو عقل وغیرہ میں درمیان کے درجہ میں ہیں۔ اور اس کے اثبات کے لئے مشاہدہ افرادِ مختلفۃ الاستعداد کافی دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی عاقل اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ افرادِ بشریہ عقل کے رو سے تقویٰ اور خدا ترسی کے لحاظ سے محبتِ الٰہیہ کی وجہ سے مختلف مدارج پر پڑی ہوئی ہیں۔ اور جس طرح قدرتی واقعات سے کوئی خوبصورت پیدا ہوتا ہے۔ کوئی بدصورت۔ کوئی سوجاکھا۔ کوئی اندھا۔ کوئی ضعیف البصر۔ کوئی قوی البصر کوئی تام الخلقت۔ اسی طرح قویٰ دماغیہ اور انوارِ قلبیہ کا تفاوتِ مراتب بھی مشہود اور محسوس ہے۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ ہر یک فردِ بشر بشرطیکہ مخبط الحواس اور مسلوب العقل نہ ہو عقل میں تقویٰ میں محبتِ الٰہیہ میں ترقی کرسکتا ہے۔ مگر اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی نفس اپنے دائرۂ قابلیت سے زیادہ ہرگز ترقی نہیں کرسکتا۔ ایک شخص جو اپنے قویٰ دماغیہ میں من حیث الفطرت نہایت کمزور ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک ایسا ادھورا آدمی ہے جس کو ہمارے ملک کے عوام الناس **دولے شاہ کا چوہا** کہا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگرچہ اس کی تعلیم و تربیت میں کیسی ہی کوشش و محنت کی جائے اور خواہ کیسا ہی کوئی بڑا فلاسفر اس کا اتالیق بنایا جاوے۔ لیکن تب بھی وہ اس فطرتی حد سے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کر دی ہے زیادہ ترقی کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ بباعث تنگی دائرۂ قابلیت ان مراتبِ عالیہ تک ہرگز پہنچ نہیں سکتا جن تک ایک وسیع القویٰ آدمی پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ میں باور نہیں کرسکتا کہ کوئی عاقل اس میں غور کرکے پھر اس سے منکر رہے۔ ہاں جو شخص ربقۂ عقل سے قطعاً منخلع ہو۔ اگر وہ منکر ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ ظاہر

۱۷۰

اسی اصول سے وابستہ ہے کہ جو کچھ اُس کی طرف سے ہے وہ بے نظیر مان لیں۔ تو پھر بندوں کے لئے بھی وہی صفت تجویز کرنا۔ جو کہ خدا کی صفتِ خاصّہ ہے۔ عقل اور ایمان کی

۱۷۱

حاشیہ نمبر ۱۱

ہے کہ اگر تفاوت فی العقول نہ ہو تو فہم علوم میں کیوں اختلاف پایا جاوے۔ کیوں بعض اذہان بعضوں پر سبقت لے جائیں۔ حالانکہ جو لوگ تعلیم و تربیت کا پیشہ رکھتے ہیں۔ وہ اِس امر کو خوب سمجھتے ہوں گے کہ بعض طالب العلم ایسے ذکی الطبع ہوتے ہیں کہ ادنےٰ رمز اور اشارت سے مطلب کو پا جاتے ہیں اور بعض ایسے بیدار مغز کہ خود اپنی طبع سے عمدہ عمدہ باتیں نکالتے ہیں اور بعضوں کی طبیعتیں اصل فطرت سے کچھ ایسی غبی و بلید واقع ہوتی ہیں کہ ہزار تم اُن سے مغز زنی کرو۔ کیسا ہی کھولکر سمجھاؤ۔ بات کو نہیں سمجھتے۔ اور اگر تعب شدید کے بعد کچھ سمجھے بھی تو پھر حافظہ ندارد۔ ایسے جلد بھولتے ہیں جیسے پانی کا نقش مٹ جاتا ہے۔ اسی طرح قوائے اخلاقیہ اور انوارِ قلبیہ میں بغایت درجہ تفاوت پایا جاتا ہے۔ ایک ہی باپ کے دو بیٹے ہوتے ہیں اور ایک ہی اُستاد سے تربیت پاتے ہیں پر کوئی ان میں سے سلیم الطبع اور نیک ذات نکلتا ہے اور کوئی خبیث اور شریر النّفس اور کوئی بُزدل اور کوئی شجاع اور کوئی غیور اور کوئی بے غیرت کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شریر النّفس بھی وعظ و نصیحت سے کسی قدر صلاحیت پر آجاتا ہے کبھی بزدل بھی بوجہ کسی نفسانی طمع کے کچھ دلیری ظاہر کرتا ہے جس سے کم تجربہ آدمی اس غلطی میں پڑ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی اصلیت کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ہم بار بار یاد دلاتے ہیں کہ کوئی نفس اپنی قابلیت کی حدّ سے آگے قدم نہیں رکھتا۔ اگر کچھ ترقی کرتا ہے تو اسی دائرے کے اندر اندر کرتا ہے جو اسکی فطرتی طاقتوں کا دائرہ ہے۔ بہت سے کم فہم لوگوں نے یہ دھوکا کھایا ہے، کہ قوٰی فطرتیہ بذریعہ ریاضاتِ مناسبہ اپنے پیدائشی اندازے سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اِس سے بھی زیادہ تر مہمل اور دُور از عقل عیسائیوں کا قول ہے۔ کہ صرف مسیح کو خدا ماننے سے انسان کی فطرت مُنقلب ہو جاتی ہے۔ اور گو کیسا ہی کوئی من حیث الخلقت قُوٰی سبعیہ یا قُوٰی شہویّہ کا مغلوب ہو۔ یا قُوّتِ عقلیہ میں ضعیف ہو۔ وہ فقط حضرتِ عیسٰی کو خدائے تعالےٰ کا اکلوتا بیٹا کہنے سے اپنی جبلّی حالت چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن

۱۷۱

بیخ کنی ہے۔ جبکہ یہ بات نہایت واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت ہوتی ہے کہ بندوں

یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے خیالات انہیں لوگوں کے دل میں اٹھتے ہیں جنہوں نے علوم طبعی اور طبابت میں کبھی غور نہیں کی۔ یا جن کی آنکھیں فرطِ تعصب اور مخلوق پرستی سے اندھی ہوگئی ہیں ورنہ طبائع مختلفہ کا مسئلہ یہاں تک ثابت ہے کہ حکماء نے جب اس بارے میں تحقیق کی تو متواتر تجربوں سے اُن پر یہ امر کُھل گیا کہ بُزدل یا شجاع ہونا اور طبعاً ممسک ہونا یا سخی ہونا اور ضعیف العقل یا قوی العقل ہونا اور دنی الہمت یا رفیع الہمت ہونا اور بُردبار یا مغلوب الغضب ہونا اور فاسد الخیال یا صالح الخیال ہونا۔ یہ اس قسم کے عوارض نہیں ہیں کہ سرسری اور اتفاقی ہوں۔ بلکہ صانع قدیم نے بنی آدم کی کیفیتِ مواد اور کمیتِ اخلاط اور سینہ اور دل اور کھوپری کی وضع خلقت میں مختلف طور پر طرح طرح کے فرق رکھے ہیں۔ اُنہیں فرقوں کے باعث سے افرادِ انسانی کی قُویٰ اخلاقیہ اور عقلیہ میں فرق بیّن نظر آتا ہے اس قدیم رائے کو ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اُن کا بھی یہ قول ہے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی کھوپریوں کو جب غور سے دیکھا گیا تو اُن کی وضعِ ترکیب ایسی پائی گئی جو اُسی فرقۂ فاسد الخیال سے مخصوص ہے۔ بعض یونانیوں نے اس سے بھی کچھ بڑھ کر لکھا ہے بعض گردن اور آنکھ اور پیشانی اور ناک اور دوسرے کئی اعضاء سے بھی اندرونی حالات کا استنباط کرتے ہیں۔ بہرحال یہ ثابت ہو چکا ہے اور اُس کے ماننے سے کچھ چارہ نہیں۔ کہ بنی آدم کا خلقی اور عقلی استعدادوں میں فطرتی تفاوت واقع ہے اور ہریک نفس کسی قدر صلاحیت کی طرف تو قدم رکھتا ہے۔ مگر اپنی قابلیت کے دائرہ سے زیادہ نہیں۔

شاید کسی کے دل میں یہ شُبہ پیدا ہو کہ خدا نے اعتقادِ توحید کو سب انسانوں میں فطرتی بیان کیا ہے اور فرمایا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ[1] الجزو نمبر ۲۱ یعنے توحید پر قائم ہونا انسان کی فطرت میں داخل ہے جس پر انسانی پیدائش کی بنیاد ہے۔ اور نیز فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی[2]۔ الجزو نمبر ۹ یعنے ہریک رُوح نے ربوبیتِ الٰہیہ کا اقرار کیا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ یہ بھی فطرتی اقرار کی طرف

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۱۷۲

[1] الروم : ۳۱ [2] الاعراف : ۱۷۳

کا کوئی کام بے نظیر نہیں اور خدا کے سارے کام اور جو کچھ اس سے صادر ہوا بے نظیر ہے۔ ۱۷۶

اشارہ ہے اور نیز فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[1]۔ الجزو نمبر ۲۷ یعنے مَیں نے جنّ و انس کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ میری پرستش کریں۔ یہ بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ پرستشِ الٰہی ایک فطرتی امر ہے۔ پس جب توحیدِ الٰہی اور پرستشِ الٰہی سب بنی آدم کیلئے فطرتی امر ہوا۔ اور کوئی آدمی سرکشی اور بے ایمانی کیلئے پیدا نہ کیا گیا۔ تو پھر جو امور بہ خلاف خدا دانی و خدا ترسی ہیں۔ کیونکر فطرتی امر ہو سکتے ہیں۔

یہ شبہ صرف ایک صداقت کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ وہ امر جو آیاتِ مندرجہ بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ تو صرف اسی قدر ہے کہ انسان کی فطرت میں رجوع الی اللہ اور اقرارِ وحدانیّت کا تخم بویا گیا۔ یہ کہاں آیاتِ موصوفہ میں لکھا ہے کہ وہ تخم ہر یک فطرت میں مساوی ہے۔ بلکہ جا بجا قرآنِ شریف میں اسی بات کی تصریح ہے کہ وہ تخم بنی آدم میں متفاوت المراتب ہے کسی میں نہایت کم۔ کسی میں متوسط۔ کسی میں نہایت زیادہ۔ جیسا ایک جگہ فرمایا ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ[2]۔ الجزو نمبر ۲۲۔ یعنے بنی آدم کی فطرتیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ ظالم ہیں جن کے نورِ فطرتی کو قوئے بہیمیہ یا غضبیہ نے دبایا ہوا ہے۔ بعض درمیانی حالت میں ہیں۔ بعض نیکی اور رجوع الی اللہ میں سبقت لیے گئے ہیں۔ اسی طرح بعض کی نسبت فرمایا۔ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ[3] الجزو نمبر ۷۔ اور ہم نے انکو چن لیا یعنے وہ باعتبار اپنی فطرتی قوتوں کے دوسروں میں سے چیدہ اور برگزیدہ تھے۔ اسلئے قابلِ رسالت و نبوّت ٹھہرے۔ اور بعض کی نسبت فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ[4] الجزو نمبر ۹ یعنے ایسے ہیں جیسے چارپائے۔ اور نورِ فطرتی ان کا اس قدر کم ہے کہ اُن میں اور مویشی میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ تخمِ توحید ہر یک نفس میں موجود ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی کئی مقامات میں کھول کر بتلا دیا ہے کہ وہ تخم سب میں مساوی نہیں۔ بلکہ بعض کی فطرتوں پر جذباتِ نفسانی ان کے ایسے غالب آ گئے ہیں کہ وہ نور کالمفقود ہو گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ قوئے بہیمیہ یا غضبیہ کا فطرتی ہونا وحدانیّتِ الٰہی کے فطرتی ہونے کو منافی

(حاشیہ: نمبر ۱۱ — حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

[1] الذّٰریٰت : ۵۷ [2] فاطر : ۳۳ [3] الانعام : ۸۸ [4] اعراف : ۱۸۰

تو پھر اگر تم کو ایسی استقراء تام پر بھی اعتبار نہیں کہ جو خدا کے سارے قانون قدرت پر نظر کر کے بنایا گیا ہے۔ تو عقل اور قانونِ قدرت کا نام نہ لو۔ اور منطق اور فلسفہ کی بیہودہ کتابوں کو چاک کر کے دریا بُرد کرو۔ کیا تم کو یہ بات مُنہ سے نکالتے ہُوئے شرم نہیں آتی کہ ایک مکھی جس کے دیکھنے سے بھی طبیعتیں کراہت کرتی ہیں۔ وہ اپنی ظاہری

۱۷۳

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں ہے خواہ کوئی کیسا ہی ہَوا پرست اور نفس امّارہ کا مغلوب ہو۔ پھر بھی کسی نہ کسی قدر نورِ فطرتی اس میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً جو شخص بوجہ غلبۂ قوائے شہویہ یا غضبیہ چوری کرتا ہے یا خون کرتا ہے یا حرامکاری میں مُبتلا ہوتا ہے۔ تو اگرچہ فعل اُسکی فطرت کا مقتضا ہے۔ لیکن بمقابلہ اس کے نورِ صلاحیت جو اسکی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ وہ اُس کو اسی وقت جب اُس سے کوئی حرکتِ بیجا صادر ہو جائے ملزم کرتا ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔[1] الجزء نمبر ۳۰ یعنے ہریک انسان کو ایک قسم کا خدا نے الہام عطا کر رکھا ہے جس کو نورِ قلب کہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ نیک اور بد کام میں فرق کر لینا۔ جیسے کوئی چور یا خونی چوری یا خون کرتا ہے تو خدا اُسکے دل میں اُسی وقت ڈال دیتا ہے کہ تُونے یہ کام بُرا کیا اچھا نہیں کیا۔ لیکن وہ ایسے القاء کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا کیونکہ اس کا نورِ قلب نہایت ضعیف ہوتا ہے اور عقل بھی ضعیف اور قوتِ بہیمیہ غالب اور نفس طالب۔ سو اِس طور کی طبیعتیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں جن کا وجود روز مرّہ کے مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے۔ اُن کے نفس کا شورش اور اشتعال جو فطرتی ہے کم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو خدا نے لگا دیا اس کو کون دور کرے۔ ہاں خدا نے اُن کا ایک علاج بھی رکھا ہے۔ وہ کیا ہے؟ **توبہ و استغفار اور ندامت** یعنے جب کہ بُرا فعل جو انکے نفس کا تقاضا ہے اُن سے صادر ہو۔ یا حسبِ خاصۂ فطرتی کوئی بُرا خیال دل میں آوے۔ تو اگر وہ توبہ اور استغفار سے اس کا تدارک چاہیں تو خدا اِس گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے سے بار بار نادم اور تائب ہوں تو وہ ندامت اور توبہ اس آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔ یہی حقیقی کفارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے۔ اِسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ

[1] الشمس : ۹

صورت اور باطنی ترکیب میں ایسی بے مثل ہو کہ اس پر نظر کرنے سے اُس کا خدا کی طرف سے

صـ۱۷۴

فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔[1] الجزو نمبرہ یعنے جس سے کوئی بدعملی ہو جائے یا اپنے نفس پر کسی نوع کا ظلم کرے اور پھر پشیمان ہو کر خدا سے معافی چاہے تو وہ خدا کو غفور و رحیم پائے گا۔ اِس لطیف اور پُر حکمت عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے لغزش اور گناہ نفوسِ ناقصہ کا خاصہ ہے جو اُن سے سرزد ہوتا ہے۔ اُس کے مقابلہ پر خدا کا ازلی اور ابدی خاصہ مغفرت و رحم ہے۔ اور اپنی ذات میں وہ غفور و رحیم ہے یعنے اس کی مغفرت سرسری اور اتفاقی نہیں۔ بلکہ وہ اس کی ذاتِ قدیم کی صفتِ قدیم ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جوہرِ قابل پر اس کا فیضان چاہتا ہے۔ یعنے جب کبھی کوئی بشر بروقت صدورِ لغزش وگناہ بہ ندامت و توبہ خدا کی طرف رجوع کرے تو وہ خدا کے نزدیک اِس قابل ہو جاتا ہے کہ رحمت اور مغفرت کے ساتھ خدا اُس کی طرف رجوع کرے۔ اور یہ رجوع الٰہی بندۂ نادم تائب کی طرف ایک یا دو مرتبہ میں محدود نہیں بلکہ یہ خدائے تعالیٰ کی ذات میں خاصۂ دائمی ہے اور جبتک کوئی گنہگار توبہ کی حالت میں اُسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ خاصہ اُس کا ضرور اسپر ظاہر ہوتا رہتا ہے پس خدا کا قانونِ قدرت یہ نہیں ہے کہ جو ٹھوکر کھانے والی طبیعتیں ہیں وہ ٹھوکر نہ کھاویں۔ یا جو لوگ قویٰ بہیمیہ یا غضبیہ کے مغلوب ہیں اُن کی فطرت بدل جاوے۔ بلکہ اُس کا قانون جو قدیم سے بندھا چلا آتا ہے یہی ہے کہ ناقص لوگ جو بمقتضائے اپنے ذاتی نقصان کے گناہ کریں وہ توبہ اور استغفار کر کے بخشے جائیں۔ لیکن جو شخص بعض قوتوں میں فطرتاً ضعیف ہے وہ قوی نہیں ہو سکتا۔

صـ۱۷۴

اس میں تبدیل پیدائش لازم آتی ہے اور وہ بداہتاً محال ہے اور خود مشہود و محسوس ہے کہ مثلاً جس کی فطرت میں سریع الغضب ہونے کی خصلت پائی جاتی ہے وہ بطیء الغضب ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسا آدمی غضب کے موقعہ پر آثارِ غضب بلا اختیار ظاہر کرتا ہے اور ضبط سے باہر آجاتا ہے یا کوئی ناگفتنی بات زبان پر لے آتا ہے۔ اور اگر کسی لحاظ سے کچھ صبر بھی کرے۔ تو دل میں ضرور پیچ و تاب کھاتا ہے۔ پس یہ احمقانہ خیال ہے کہ کوئی

[1] النساء : ۱۱۱

ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے کلام کی فصاحت اور بلاغت ایسی بے نظیر نہیں ہو سکتی جس پر نظر کرنے سے اُس کلام کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہو۔ غافلو!

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ستر جنتر یا کوئی خاص مذہب اختیار کرنا اُس کی طبیعت کو بدلا دیگا۔ اِسی جہت سے اُس نبیٔ معصوم نے جس کی لبوں پر حکمت جاری تھی۔ فرمایا خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام یعنے جو لوگ جاہلیت میں نیک ذات ہیں۔ وہی اسلام میں بھی داخل ہو کر نیک ذات ہوتے ہیں۔ غرض طبائع انسانی جواہر کانی کی طرح مختلف الاقسام ہیں۔ بعض طبیعتیں چاندی کی طرح روشن اور صاف۔ بعض گندھک کی طرح بدبودار اور جلد بھڑکنے والی۔ بعض زیبق کی طرح بے ثبات اور بے قرار۔ بعض لوہے کی طرح سخت اور کثیف۔ اور جیسا یہ اختلافِ طبائع بدیہی الثبوت ہے۔ ایسا ہی انتظامِ ربانی کے بھی موافق ہے۔ کچھ بے قاعدہ بات نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں کہ قانونِ نظامِ عالم کے برخلاف ہو۔ بلکہ آسائش و آبادیٔ عالم اسی پر موقوف ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تمام طبیعتیں ایک ہی مرتبۂ استعداد پر ہوتیں۔ تو پھر مختلف طور کے کام (جو مختلف طور کی استعدادوں پر موقوف تھے) جن پر دُنیا کی آبادی کا مدار تھا حیّز التوا میں رہ جاتے۔ کیونکہ کثیف کاموں کے لئے وہ طبیعتیں مناسب حال ہیں جو کثیف ہیں۔ اور لطیف کاموں کے لئے وہ طبیعتیں مناسبت رکھتی ہیں جو لطیف ہیں۔ یونانی حکیموں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ جیسے بعض انسان حیوانات کے قریب قریب ہوتے ہیں۔ اِسی طرح عقل تقاضا کرتی ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوں جن کا جوہر نفس کمال صفوت اور لطافت پر واقعہ ہو۔ تا جس طرح طبائع انسانی کا سلسلہ نیچے کی طرف اِس قدر متنزل نظر آتا ہے کہ حیوانات سے جاکر اتصال پکڑ لیا ہے۔ اسی طرح اُوپر کی طرف بھی ایسا متصاعد ہو کہ عالمِ اعلیٰ سے اتصال پکڑ لے۔

اب جبکہ ثابت ہو گیا کہ افرادِ بشریہ عقل میں۔ قوائے اخلاقیہ میں۔ نُورِ قلب میں متفاوت المراتب ہیں۔ تو اسی سے وحیٔ ربانی کا بعض افرادِ بشریہ سے خاص ہونا یعنے اُن سے جو من کل الوجوہ کامل ہیں بہ پایۂ ثبوت پہنچ گیا۔ کیونکہ یہ بات تو خود ہر یک عاقل پر روشن ہے کہ ہر ایک نفس اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق انوارِ الٰہیہ کو قبول کرتا ہے۔ اُس سے زیادہ

۱۷۵

اور عقل کے اندھو! کیا تمہارے نزدیک خدا کے کلام کی فصاحت بلاغت مکھی کے　ص۱۷۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں۔ اس کے سمجھنے کے لئے **آفتاب** نہایت روشن مثال ہے۔ کیونکہ ہرچند آفتاب اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا ہے۔ لیکن اُس کی روشنی قبول کرنے میں ہریک مکان برابر نہیں۔ جس مکان کے دروازے بند ہیں۔ اُس میں کچھ روشنی نہیں پڑ سکتی۔ اور جس میں بمقابل آفتاب ایک چھوٹا سا روزنہ ہے۔ اُس میں روشنی تو پڑتی ہے مگر تھوڑی۔ جو بکلّی ظلمت کو نہیں اُٹھا سکتی۔ لیکن وہ مکان جس کے دروازے بمقابل آفتاب سب کے سب کھلے ہیں اور دیواریں بھی کسی کثیف شے سے نہیں بلکہ نہایت مصفّٰی اور روشن **شیشہ** سے ہیں۔ اُس میں صرف یہی خوبی نہیں ہوگی کہ کامل طور پر روشنی قبول کریگا۔ بلکہ اپنی روشنی چاروں طرف پھیلائے گا۔ اور دوسروں تک پہنچائے گا۔ یہی مثال مؤخّر الذکر **نفوسِ صافیہ** انبیاء کے مطابق حال ہے۔ یعنی جن نفوسِ مقدسہ کو خدا اپنی رسالت کے لئے چُن لیتا ہے۔ وہ بھی رفعِ حُجب اور کمالِ صفوت میں اُس شیش محل کی طرح ہوتے ہیں جس میں نہ کوئی کثافت ہے اور نہ کوئی حجاب باقی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جن افرادِ بشریّہ میں وہ کمالِ تام موجود نہیں۔ ایسے لوگ کسی حالت میں مرتبۂ رسالتِ الٰہی نہیں پا سکتے۔ بلکہ یہ مرتبہ قسّامِ ازل سے انہیں کو ملا ہُوا ہے جن کے نفوسِ مقدّسہ حُجبِ ظلمانی سے بکلّی پاک ہیں۔ جن کو اغشیہ جسمانی سے بغایت درجہ آزادگی ہے۔ جن کا تقدّس و تنزّہ اُس درجہ پہ ہے جس کے آگے خیال کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ **وہی نفوسِ تامۂ کاملہ** وسیلۂ ہدایت جمیع مخلوقات ہیں۔ اور جیسے حیات کا فیضان تمام اعضاء کو قلب کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکیم مطلق نے ہدایت کا فیضان انہیں کے ذریعہ سے مقرّر کیا ہے۔ کیونکہ وہ کامل مناسبت جو مفیض اور مستفیض میں چاہیئے۔ وہ صرف انہیں کو عنایت کی گئی ہے۔ اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ خداوند تعالیٰ جو نہایت تجرّد و تنزّہ میں ہے۔ ایسے لوگوں پر افاضۂ انوارِ وحیٔ مقدّس اپنے کا کرے۔ جن کی فطرت کے دائرہ کا اکثر حصّہ ظلمانی اور دود آمیز ہے اور نیز نہایت تنگ اور منقبض اور جن کی طبائعِ خسیسہ کدوراتِ سفلیہ میں منغمس اور آلودہ ہیں۔ اگر ہم اپنے تئیں آپ ہی دھوکا نہ دیں۔ تو بے شک ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ مبدءِ قدیم سے اتصالِ تام پانے کے لئے اور اُس　ص۱۷۶

پروں اور پاؤں سے بھی درجہ میں کمتر اور خوبی میں فروتر ہے۔ کیا افسوس کا مقام ہے کہ ایک مچھر کی ترکیب جسمی کی نسبت تم صاف اقرار کرتے ہو کہ ایسی ترکیب انسان سے نہیں بن سکتی اور نہ آئندہ بنے گی لیکن کلام الٰہی کی نسبت کہتے ہو کہ وہ بن سکتی ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

قدوسِ اعظم کا ہمکلام بننے کے لئے ایک ایسی خاص قابلیت اور نورانیت شرط ہے کہ جو اس مرتبۂ عظیم کی قدر اور شان کے لائق ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ ہر یک شخص جو عین نقصان اور فرومائگی اور آلودگی کی حالت میں ہے اور صدہا حُجبِ ظلمانیہ میں محجوب ہے۔ وہ باوصف اپنی پست فطرتی اور دُون ہمّتی کے اُس مرتبہ کو پاسکتا ہے۔ اِس بات سے کوئی دھوکا نہ کھاوے کہ منجملہ اہلِ کتاب عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ انبیاء کے لئے جو وحی اللہ کے منزّل علیہ ہیں تقدّس اور تنزّہ اور عصمت اور کمال محبتِ الٰہیّہ حاصل نہیں۔ کیونکہ عیسائی لوگ اصولِ حقّہ کو کھو بیٹھے ہیں۔ اور ساری صداقتیں صرف اِس خیال پر قربان کردی ہیں کہ کسی طرح حضرت مسیح خدا بن جائیں اور کفّارہ کا مسئلہ جم جائے۔ سو چونکہ نبیوں کا معصوم اور مقدس ہونا۔ اُن کی اس عمارت کو گراتا ہے جو وہ بنا رہے ہیں۔ اس لئے ایک جھوٹ کی خاطر سے دوسرا جھوٹ بھی انہیں گھڑنا پڑا۔ اور ایک آنکھ کے مفقود ہونے سے دوسری بھی پھوڑنی پڑی۔ پس ناچار انہوں نے باطل سے پیار کرکے حق کو چھوڑ دیا۔ نبیوں کی اہانت روا رکھی۔ پاکوں کو ناپاک بنایا۔ اور اُن دِلوں کو جو مہبطِ وحی تھے کثیف اور مکدّر قرار دیا۔ تاکہ اُن کے مصنوعی خدا کی کچھ عظمت نہ گھٹ جائے یا منصوبۂ کفّارہ میں کچھ فرق نہ آجائے۔ اِسی خودغرضی کے جوش سے انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اِس سے فقط نبیوں کی توہین نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا کی قدوسی پر بھی حرف آتا ہے۔ کیونکہ جس نے نعوذ باللہ ناپاکوں سے ربط ارتباط اور میل ملاپ رکھا۔ وہ آپ بھی کاہے کا پاک ہوا۔ خلاصہ کلام یہ کہ عیسائیوں کا قول بوجہ شدّتِ باطل پرستی حق سے تجاوز کرگیا ہے۔ اور اب وہ خواہ نخواہ اسی عقیدۂ باطلہ کو سرسبز کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر اُن کے مخلوق پرست بزرگوں نے قدم مارا ہے۔ گو اُس سے تمام صداقتیں منقلب ہوجائیں یا کیسا ہی حق اور راستی کے برخلاف چلنا پڑے۔ مگر طالبِ حق کو سمجھنا چاہیئے

بلکہ بطور بحث اور مجادلہ کے یہ حجت پیش کرتے ہو کہ گو ابتک کوئی انسان اُس کے بنانے پر قادر نہیں ہوا مگر اِس کا کیا ثبوت ہے کہ آئندہ بھی قادر نہ ہو۔ نادانو! اِس کا وہی ثبوت ہے

ص۱۷۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

کہ اِس قسم کے باطل پرستوں کے اقوال سے حقیقی سچائی کا کچھ بھی نقصان نہیں اور اُن کے بیہودہ بکنے سے جو صداقت اپنی ذات میں بیّن الثبوت ہے۔ وہ بدل نہیں سکتی۔ بلکہ وہی لوگ جھوٹ بول کر اور سچائی کا راستہ چھوڑ کر آپ رُسوا ہوتے ہیں اور دانشمندوں کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ وحی اللہ کے پانے کے لئے تقدس کامل شرط ہونا کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کے ثبوت کے دلائل کمزور ہوں یا جس کا سمجھنا سلیم العقل آدمی پر کچھ مشکل ہو۔ بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جس کی شہادت تمام زمین و آسمان میں پائی جاتی ہے جس کی تصدیق عالم کا ذرہ ذرہ کرتا ہے جس پر نظامِ تمام دنیا قائم ہے۔ **قرآن شریف** میں اس مسئلہ کو ایک عمدہ مثال میں بیان کیا ہے جو ذیل میں معہ ایک لطیف تحقیقات جو اسکی تفسیر سے متعلق اور بحث ہٰذا کی تکمیل کیلئے ضروری ہے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۙ[1] الجزو نمبر ۱۸

ص۱۷۷

خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنے ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔ اُسی کے فیض کا عطیّہ ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ربّ العالمین کا فیضِ عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اُس کے فیض سے خالی نہیں۔ وُہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علّت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اُسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہی وُہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حدّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ

[1] النور : ۳۶

جس کو تم پتھر اور مکھی میں اور درختوں کے ہر ایک پتے میں خوب سمجھتے اور تسلیم کرتے ہو مگر اس ربانی نور کے دیکھنے کے وقت تمہاری آنکھیں الّو کی طرح اندھی ہو جاتی ہیں۔

ح ۱۷۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اُسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان آیت اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں ظاہر فرمایا گیا۔ یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر یک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے جس کے فائز ہونے کے لئے کوئی قابلیت شرط نہیں۔ لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور انہیں افرادِ خاصّہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اُسکے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے۔ یعنی نفوسِ کاملہ انبیاء علیہم السلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذاتِ جامع البرکات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا۔ اور چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائقِ حکمیّہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے۔ اسلئے خداوند تعالیٰ نے اوّل فیضانِ عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کرکے پھر اس فیضانِ خاص کو بغرضِ اظہار کیفیت نورِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثال میں بیان فرمایا ہے کہ جو اس آیت سے شروع ہوتی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الخ اور بطور مثال اسلئے بیان کیا کہ تا اس دقیقۂ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقّت باقی نہ رہے کیونکہ معانی معقولہ کو صُوَرِ محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی و بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ بقیہ ترجمہ آیاتِ ممدوحہ یہ ہے۔ اِس نور کی مثال (فردِ کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنے سینۂ مشروح حضرت پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنے وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّٰی ہے۔ (یعنے نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشۂ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزّہ اور مطہّر ہے۔ اور تعلقاتِ ماسوی اللہ سے بکلّی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا اُن ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے

ح ۱۷۸

یا دُھند لا جاتی ہیں۔ اس لئے تم مگس طینتی سے مگس ہی کی عظمت کے قائل ہو۔ خدا کے نور کی عظمت کے قائل نہیں۔ جن لفظوں کو تم کہتے ہو کہ معانی کی طرح وہ بھی خدا ہی کے مونہہ

ص ۱۷۹

ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دُرّی کہتے ہیں (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دُرّی کی طرح نہایت منوّر اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اُس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارکہ سے (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے (شجرۂ مبارکہ زیتون سے مُراد وجودِ مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت وکمال انواع واقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت ومکان و زمان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرۂ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنے طینتِ پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسّط واعتدال پر واقع ہے اور احسنِ تقویم پر مخلوق ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اُس شجرۂ مبارکہ کے روغن سے جو چراغِ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مُراد عقلِ لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاقِ فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمۂ صافی سے پروردہ ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائفِ محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کرکے ہے۔ کہ اُن لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہورِ وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی ان لطائفِ محمدیہ کے مطابق ہوا۔ اور انہیں اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا کہ جو طینتِ محمدیہ میں موجود تھی۔ اِسکی تفصیل یہ ہے کہ ہریک وحی نبیِّ منزل علیہ کی فطرت کے موافق نازل ہوتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں جلال اور غضب تھا۔ توریت بھی موسوی فطرت کے موافق ایک جلالی شریعت نازل ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مزاج میں حلم اور نرمی تھی۔ سو انجیل کی تعلیم بھی حلم اور نرمی پر مشتمل ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقعہ تھا نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام غضب مرغوبِ خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعایتِ محل اور موقعہ کی ملحوظِ طبیعت مبارک تھی۔ سو قرآن شریف بھی اسی طرزِ موزون ومعتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدّت ورحمت وہیبت وشفقت ونرمی ودرشتی ہے۔ سو اس جگہ اللہ تعالیٰ

ص ۱۷۹

سے نکلے ہیں۔ اُن کو تم اس لعاب کے برابر نہیں سمجھتے کہ جو مکھی کے منہ سے نکلتا ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

نے ظاہر فرمایا کہ چراغِ وحیِ فرقان اِس شجرۂ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنے طینتِ معتدلہ محمدیّہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاجِ موسوی کی طرح درشتی ہے۔ نہ مزاجِ عیسوی کی مانند نرمی۔ بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہے۔ اور مظہرِ کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال ہے اور اخلاقِ معتدلہ فاضلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ جو بمعیتِ عقلِ لطیف روغنِ ظہور روشنیٔ وحی قرار پائی۔ اُنکی نسبت ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1]۔ الجزو نمبر ۲۹ یعنے تُو اے نبی ایک خُلقِ عظیم پر مخلوق و مفطور ہے یعنے اپنی ذات میں تمام مکارمِ اخلاق کا ایسا متمم و مکمل ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں کیونکہ لفظِ عظیم محاورۂ عرب میں اُس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔ مثلاً جب کہیں کہ یہ درخت عظیم ہے تو اِسکے یہ معنے ہونگے کہ جس قدر طول و عرض درخت میں ہوسکتا ہے وہ سب اِس میں موجود ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عظیم وہ چیز ہے جس کی عظمت اِس حد تک پہنچ جائے کہ حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔ اور خُلق کے لفظ سے قرآن شریف اور ایسا ہی دوسری کتبِ حکمیہ میں صرف تازہ روئی اور حُسنِ اختلاط یا نرمی و تلطّف و ملائمت (جیسا عوام الناس خیال کرتے ہیں) مُراد نہیں ہے بلکہ خَلق بفتح خا اور خُلق بضم خا دو[2] لفظ ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقعہ ہیں۔ خَلق بفتح خا سے مُراد وہ صورتِ ظاہری ہے جو انسان کو حضرتِ واہب الصُّوَر کی طرف سے عطا ہوئی جس صورت کے ساتھ وہ دوسرے حیوانات کی صورتوں سے ممیّز ہے۔ اور خُلق بضم خا سے مُراد وہ صورتِ باطنی یعنے خواصِ اندرونی ہیں جن کی رُو سے حقیقتِ انسانیہ حقیقتِ حیوانیہ سے امتیازِ کُلّی رکھتی ہے۔ پس جس قدر انسان میں مِن حیث الانسانیت اندرونی خواص پائے جاتے ہیں اور شجرۂ انسانیت کو نچوڑ کر نکل سکتے ہیں جو کہ انسان اور حیوان میں من حیث الباطن مابہ الامتیاز ہیں۔ ان سب کا نام خُلق ہے۔ اور چونکہ شجرۂ فطرتِ انسانی اصل میں توسط اور اعتدال پر واقعہ ہے۔ اور ہر یک افراط و تفریط سے جو قُوئ حیوانیہ میں پایا جاتا ہے منزّہ ہے۔ جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ

صفحہ ۱۸

[1] القلم: ۵

یعنے تمہارے نزدیک انسان شہد بنانے پر تو قادر نہیں پر خدا کی کلام کے بنانے پر قادر ہے۔ تمہاری نگاہ میں کیڑے مکوڑے کیسے جچ گئے اور ایسے من کو بھا گئے کہ خدا کی کلام اُن کی مانند بھی نہیں۔ جاہلو! اگر خدا کی کلام بے مثل نہیں تو کیڑوں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

فرمایا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ[1] الجزو نمبر ۳۰۔ اسلئے خلق کے لفظ سے جو کسی مذمت کی قید کے بغیر بولا جائے ہمیشہ اخلاقِ فاضلہ مُراد ہوتے ہیں۔ اور وہ اخلاقِ فاضلہ جو حقیقتِ انسانیہ ہے۔ تمام وہ خواص اندرونی ہیں جو نفسِ ناطقہ انسان میں پائے جاتے ہیں (جیسے عقلِ ذکا۔ سرعتِ فہم۔ صفائی ذہن۔ حُسنِ تحفظ۔ حُسنِ تذکر۔ عفت۔ حیا۔ صبر۔ قناعت۔ زہد۔ تورع۔ جوانمردی۔ استقلال۔ عدل۔ امانت۔ صدقِ لہجہ سخاوت فی محلہ۔ ایثار فی محلہ۔ کرم فی محلہ۔ مروت فی محلہ۔ شجاعت فی محلہ۔ علوہمت فی محلہ۔ حلم فی محلہ۔ تحمل فی محلہ۔ حمیت فی محلہ۔ تواضع فی محلہ۔ ادب فی محلہ۔ شفقت فی محلہ۔ رأفت فی محلہ رحمت فی محلہ۔ خوفِ الٰہی۔ محبتِ الٰہیہ۔ انس باللہ۔ انقطاع الی اللہ وغیرہ وغیرہ) اور تیل **ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ** (یعنے عقل اور جمیع اخلاقِ فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمالِ موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) نور علیٰ نور۔ نور فائض ہُوا نور پر (یعنے جب کہ وجودِ مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو اُن نوروں پر ایک اور نورِ آسمانی جو وحیٔ الٰہی ہے۔ وارد ہو گیا۔ اور اُس نور کے وارد ہونے سے وجودِ باجُود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نورِ وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسب شرط ہے۔ اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے اور حکیمِ مطلق بغیر رعایتِ مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضانِ نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جسکے پاس کچھ نور ہے۔ اُسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اُس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نور پاتا ہے! اور جسکے پاس

[1] التین : ۵

۱۸۱

اور درختوں کے پتّوں کے بے مثل ہونے کی تم کو کہاں سے خبر پہنچ گئی تم ذرا سوچتے نہیں کہ اگر کلامِ ربّانی کی ترکیب میں ایک کیڑے کی ترکیب جتنی بھی کمالیت نہیں تو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

۱۸۱

آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے اس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افرادِ عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے نورِ باطنی عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نورِ مجسّم ہوگئے ہیں۔ اسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نُور اور سراجِ منیر رکھا ہے جیسا فرمایا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ[1]۔ الجزو نمبر ۶۔ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا[2]۔ الجزو نمبر ۲۲۔ یہی حکمت ہے کہ نورِ وحی جس کیلئے نورِ فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔ پس اس حجّتِ موجّہ سے کہ جو مثال مقدم الذکر میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ بُطلان اُن لوگوں کے قول کا ظاہر ہے جنہوں نے باوصف اس کے کہ فطرتی تفاوتِ مراتب کے قائل ہیں پھر محض حمق و جہالت کی راہ سے یہ خیال کر لیا ہے کہ جو نور افرادِ کامل الفطرت کو ملتا ہے وہی نور افرادِ ناقصہ کو بھی مل سکتا ہے۔ ان کو دیانت اور انصاف سے سوچنا چاہیئے کہ فیضانِ وحی کے بارے میں کس قدر غلطی میں وہ مبتلا ہو رہے ہیں۔ صریح دیکھتے ہیں کہ خدا کا قانونِ قدرت اُنکے خیالِ باطل کی تصدیق نہیں کرتا۔ پھر شدّتِ تعصّب و عناد سے اُسی خیالِ فاسد پر جمے بیٹھے ہیں۔ ایسا ہی عیسائی لوگ بھی نور کے فیضان کیلئے فطرتی نور کا شرط ہونا نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ جس دل پر نورِ وحی نازل ہو۔ اُسکے لئے اپنے کسی خاصّہ اندرونی میں نورانیّت کی حاجت ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی بجائے عقلِ سلیم کے کمال درجے کا نادان اور سفیہ ہو۔ اور بجائے صفتِ شجاعت کے کمال درجے کا بزدل اور بجائے صفتِ سخاوت کے کمال درجے کا بخیل۔ بجائے صفتِ حمیّت کے کمال درجے کا بے غیرت۔ اور بجائے صفتِ محبّتِ الٰہیّہ کے کمال درجے کا محبّ دنیا۔ اور بجائے صفتِ زہد و ورع و امانت کے بڑا بھاری چور اور ڈاکو۔ اور بجائے صفتِ عفّت و حیا کے کمال درجے کا بے شرم اور شہوت پرست۔ اور بجائے صفتِ قناعت کے کمال درجے کا حریص اور لالچی۔

[1] المائدہ : ۱۶　　[2] احزاب : ۴۷

ص۱۸۲

گویا یہ خدا پر ہی اعتراض ٹھہرا۔ جس نے ادنیٰ کو اعلیٰ سے زیادہ تر شرف دے دیا اور ادنیٰ کو اپنی ذات پر وہ دلالتیں بخشیں کہ جو اعلیٰ کو نہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تو ایسا شخص بھی بقول حضرات عیسائیاں۔ باوصف ایسی حالت خراب کے خدا کا نبی اور مقرب ہوسکتا ہے۔ بلکہ ایک مسیح کو باہر نکال کر دوسرے تمام انبیاء جن کی نبوت کو بھی وہ مانتے ہیں اور اُن کی الہامی کتابوں کو بھی مقدس مقدس کرکے پکارتے ہیں۔ وہ نعوذ باللہ بقول اُنکے ایسے ہی تھے۔ اور کمالاتِ قدسیہ سے جو مستلزم عصمت و پاک دلی ہیں محروم تھے۔ عیسائیوں کی عقل اور خداشناسی پر بھی ہزار آفرین۔ کیا اچھا نورِ وحی کے نازل ہونے کا فلسفہ بیان کیا مگر ایسے فلسفے کے تابع ہونے والے اور اس کو پسند کرنے والے وُہی لوگ ہیں جو سخت ظلمت اور کور باطنی کی حالت میں پڑے ہُوئے ہیں۔ ورنہ نور کے فیض کے لئے نور کا ضروری ہونا ایسی بدیہی صداقت ہے کہ کوئی ضعیف العقل بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ مگر اُن کا کیا علاج جن کو عقل سے کچھ بھی سروکار نہیں۔ اور جو کہ روشنی سے بغض اور اندھیرے سے پیار کرتے ہیں اور چمگادڑ کی طرح رات میں اُن کی آنکھیں خوب کھلتی ہیں لیکن روزِ روشن میں وہ اندھے ہوجاتے ہیں) **خدا اپنے نور کی طرف** (یعنے قرآن شریف کی طرف) **جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر یک چیز کو بخوبی جانتا ہے** (یعنے ہدایت ایک امر منجانب اللہ ہے۔ اُسی کو ہوتی ہے جس کو عنایت ازلی سے توفیق حاصل ہو۔ دوسرے کو نہیں ہوتی۔ اور خدا مسائل دقیقہ کو مثالوں کے پیرایہ میں بیان فرماتا ہے تا حقائقِ عمیقہ قریب بہ افہام ہوجائیں۔ مگر وہ اپنے علمِ قدیم سے خوب جانتا ہے کہ کون ان مثالوں کو سمجھے گا۔ اور حق کو اختیار کریگا۔ اور کون محروم و مخذول رہیگا) پس اس مثال میں جس کا یہاں تک جلی قلم سے ترجمہ کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دل کو شیشۂ مصفّٰی سے تشبیہ دی جس میں کسی نوع کی کدورت نہیں۔ یہ **نورِ قلب** ہے۔ پھر آنحضرت کے فہم و ادراک و عقل سلیم اور جمیع اخلاقِ فاضلہ جبلّی و فطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے اور جو ذریعہ روشنی چراغ ہے یہ **نورِ عقل** ہے۔ کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائف

۱۸۳

جمالؔ و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اندرونی کا قوتِ عقلیہ ہے۔ پھر ان تمام نوروں پر ایک نور آسمانی کا جو وحی ہے۔ نازل ہونا بیان فرمایا۔ یہ نورِ وحی ہے۔ اور انوارِ ثلاثہ مل کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے۔ یہی حقانی اصول ہے جو وحی کے بارے میں قدوسِ قدیم کی طرف سے قانونِ قدیم ہے۔ اور اُس کی ذاتِ پاک کے مناسب۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ جبتک نورِ قلب و نورِ عقل کسی انسان میں کامل درجے پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نورِ وحی ہرگز نہیں پاتا اور پہلے اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کمالِ عقل اور کمالِ نورانیتِ قلب صرف بعض افرادِ بشریہ میں ہوتا ہے کُل میں نہیں ہوتا۔ اب اِن دونوں ثبوتوں کے ملانے سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کہ وحی اور رسالت فقط بعض افرادِ کاملہ کو ملتی ہے نہ ہریک فردِ بشر کو۔ پس اس قطعی ثبوت سے برہمو سماج والوں کا خیال فاسد بکلّی درہم برہم ہو گیا اور یہی مطلب تھا۔

وسوسۂ پنجم۔ بعض برہمو سماج والے یہ وسوسہ پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر کامل معرفت قرآن پر ہی موقوف ہے تو پھر خدا نے اُسکو تمام ملکوں میں اور تمام معموراتِ قدیم و جدید میں کیوں شائع نہ کیا اور کیوں کروڑ ہا مخلوقات کو اپنی معرفتِ کاملہ اور اعتقادِ صحیح سے محروم رکھا۔

۱۸۴

جواب۔ یہ وسوسہ بھی کوتہ اندیشی سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ جس حالت میں بکمال صفائی ثابت ہو چکا ہے کہ حصولِ یقین کامل و معرفتِ کامل مجرّد عقل کے ذریعہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ بلکہ وہ اعلیٰ درجے کا یقین اور کامل عرفان صرف ایسے الہام کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ جو اپنی ذات اور کمالات میں بے مثل و مانند ہو۔ اور بوجہ بے نظیری منجانب اللہ ہونا اس کا بیّن الثبوت ہو۔ اور نیز ہم نے کتاب ہذا میں یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ بے مثل کتاب جو دنیا میں پائی جاتی ہے فقط قرآن شریف ہے وبس۔ تو اس صورت میں سیدھا راستہ طالبِ حق کیلئے یہ ہے کہ یا تو ہماری دلائل کو توڑ کر یہ ثابت کرکے دکھلادے کہ مجرّد عقلِ انسان کو امورِ معاد میں یقین کامل و معرفت صحیحہ و یقینیہ کے مرتبہ تک پہنچا سکتی ہے۔ اور اگر یہ ثابت نہ کرسکے۔ تو پھر قرآن شریف کی حقانیت کو قبول کرے۔ جس کے ذریعہ سے معرفت کامل کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو بھی قبول کرنا منظور نہ ہو تو پھر اس کی کوئی نظیر

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا　　بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

پیش کرے اور جو جو اُس کے کمالاتِ خاصہ ہیں کسی دوسری کتاب میں نکال کر دکھلائے۔ تا اس قدر ثابت ہو جائے کہ اگرچہ تکمیلِ مراتبِ الیقین و معرفت کے لئے الہامی کتاب کی اشد ضرورت ہے۔ مگر ایسی کتاب دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن اگر کوئی مخاصم ان باتوں میں سے کسی بات کا جواب نہ دے بلکہ دم بھی نہ مار سکے۔ تو پھر آپ اُس کو انصاف کرنا چاہیئے کہ جس حالت میں ایک صداقت پختہ دلائل سے ثابت ہو چکی ہے جس کا ردّ اُس کے پاس موجود نہیں۔ نہ اُس کی دلائل کو وہ توڑ سکتا ہے۔ تو پھر ثبوتِ قطعی کے مقابلہ پر اوہامِ فاسدہ پیش کرنا کس قدر دیانت اور ایمانداری سے بعید ہے۔ سارا جہان جانتا ہے کہ جس امر کی صحت و حقانیت براہینِ قاطعہ سے بہ پایۂ ثبوت پہنچ چکی ہو۔ جب تک وہ براہین نہ توڑی جائیں تب تک وہ امر ایک ثابت شدہ صداقت ہے جو صرف واہی خیالوں سے غلط نہیں ٹھہر سکتی۔ کیا وہ مکان جس کی بنیاد اور دیواریں اور چھت نہایت مضبوط ہے۔ وہ صرف مونہہ کی پھوک سے گر سکتا ہے؟ اور خود یہ شبہ کہ خدا نے اپنی کتاب کو تمام ملکوں میں کیوں شائع نہ کیا اور کیوں تمام طبائع مختلفہ اس سے منتفع نہ ہوئیں۔ صرف ایک سودائیوں کا سا خیال ہے۔ اگر آفتابِ عالمتاب کی روشنی بعض امکنۂ ظلمانیہ تک نہیں پہنچی۔ یا اگر بعض نے اُلّو کی طرح آفتاب کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں تو کیا اس سے یہ لازم آجائیگا کہ آفتاب منجانب اللہ نہیں؟ اگر مینہ کسی زمین شور پر نہیں پڑا۔ یا کوئی کلّری زمین اس سے فیضیاب نہیں ہوئی۔ تو کیا اس سے وہ بارانِ رحمت انسان کا فعل خیال کیا جائیگا؟ ایسے اوہام دور کرنے کیلئے خدائے تعالیٰ نے آپ ہی قرآن شریف میں بکمال وضاحت اس بات کو کھول دیا ہے کہ الہامِ الٰہی کی ہدایت ہر یک طبیعت کے لئے نہیں۔ بلکہ ان طبائع صافیہ کے لئے ہے جو صفتِ تقویٰ اور صلاحیت سے متصف ہیں۔ وہی لوگ ہدایتِ کاملۂ الہام سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے منتفع ہوتے ہیں اور اُن تک الہامِ الٰہی بہر صورت پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ بعض آیات ان میں سے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

۱۸۴

الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ

۱۸۴

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُسکی ہر عبارت میں	نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز	اگر لولوئے عُمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝[1] الجزو نمبر ۱ - هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝[2] الجزو نمبر ۲۸ - آیات مندرجہ بالا میں پہلے اِس آیت پر یعنے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ پر غور کرنا چاہیئے کہ کس لطافت اور خوبی اور رعایتِ ایجاز سے خدائے تعالیٰ نے وسوسۂ مذکور کا جواب دیا ہے۔ اوّل قرآن شریف کے نزول کی علّتِ فاعلی بیان کی اور اُس کی عظمت اور بزرگی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا الٓمّٓ میں خدا ہوں جو سب سے زیادہ جانتا ہوں یعنی نازل کنندہ اس کتاب کا میں ہوں جو علیم و حکیم ہوں جس کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں۔ پھر بعد اس کے علّتِ مادّی قرآن کے بیان میں فرمائی اور اُسکی عظمت کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ وہ کتاب ہے یعنے ایسی عظیم الشان اور عالی مرتبت کتاب ہے جسکی علّتِ مادی علمِ الٰہی ہے

۱۸۵

یعنی جس کی نسبت ثابت ہے کہ اُس کا منبع اور چشمہ ذاتِ قدیم حضرت حکیم مطلق ہے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے وہ کا لفظ اختیار کرنے سے جو بُعد اور دُوری کے لئے آتا ہے۔ اِس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ کتاب اُس ذاتِ عالی صفات کے علم سے ظہور پذیر ہے جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہے جس کے علومِ کاملہ و اسرارِ دقیقہ نظرِ انسانی کی حدِّ جولان سے بہت بعید اور دُور ہیں۔ پھر بعد اس کے علّتِ صوری کا قابلِ تعریف

[1] البقرہ : ۲-۸ [2] الجمعۃ : ۳-۵

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی سخن میں اُسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہونا ظاہر فرمایا اور کہا لَا رَیْبَ فِیْہِ یعنے قرآن اپنی ذات میں ایسی صورت و مدلّل و معقول پر واقعہ ہے کہ کسی نوع کے شک کرنے کی اس میں گنجائش نہیں۔ یعنی وہ دوسری کتابوں کیطرح بطور کتھا اور کہانی کے نہیں۔ بلکہ ادلۂ یقینیہ و براہین قطعیہ پر مشتمل ہے اور اپنے مطالب پر حُجج بیّنہ اور دلائل شافیہ بیان کرتا ہے اور فی نفسہٖ ایک معجزہ ہے جو شکوک اور شبہات کے دُور کرنے میں سیفِ قاطع کا حکم رکھتا ہے۔ اور خدا شناسی کے بارے میں صرف ہونا چاہیئے کے ظنّی مرتبے میں نہیں چھوڑتا۔ بلکہ ہے کے یقینی اور قطعی مرتبے تک پہنچاتا ہے۔ یہ تو علل ثلاثہ کی عظمت کا بیان فرمایا اور پھر باوجود عظیم الشان ہونے ان ہر سہ علّتوں کے جن کو تاثیر اور اصلاح میں دخلِ عظیم ہے۔ علّتِ رابعہ یعنے علّتِ غائی نزول قرآن شریف کو جو رہنمائی اور ہدایت ہے صرف متقین میں منحصر کردیا اور فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنے یہ کتاب صرف ان جواہر قابلہ کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے جو بوجہ پاک باطنی و عقلِ سلیم و فہمِ مستقیم و شوق طلبِ حق و نیّتِ صحیح انجام کار درجۂ ایمان و خداشناسی و تقوائے کامل پر پہنچ جائیں گے۔ یعنے جن کو خدا اپنے علمِ قدیم سے جانتا ہے کہ انکی فطرت اس ہدایت کے مناسب حال واقعہ ہے۔ اور وہ معارف حقّانی میں ترقی کرسکتے ہیں۔ وہ بالآخر اس کتاب سے ہدایت پاجائیں گے اور بہرحال یہ کتاب ان کو پہنچ رہے گی۔ اور قبل اس کے جو وہ مریں۔ خدا ان کو راہِ راست پر آنے کی توفیق دیدے گا۔ اب دیکھو اس جگہ خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا۔ کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے علم میں ہدایت پانے کے لائق ہیں۔ اور اپنی اصل فطرت میں صفت تقویٰ سے متّصف ہیں۔ وہ ضرور ہدایت پاجائیں گے۔ اور پھر ان آیات میں جو اس آیت کے بعد میں لکھی گئی ہیں۔ اسی کی زیادہ تر تفصیل کردی۔ اور فرمایا کہ جس قدر لوگ (خدا کے علم میں) ایمان لانے والے ہیں۔ وہ اگرچہ ہنوز مسلمانوں میں شامل نہیں ہوئے پر آہستہ آہستہ سب شامل ہوجائیں گے اور وہی لوگ باہرہ جائینگے جن کو

۱۸۶

ص۱۸۶

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز — تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا — زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ — حاشیہ نمبر ۱۱

خدا خوب جانتا ہے کہ طریقۂ حقّہ اسلام قبول نہیں کرینگے اور گو اُن کو نصیحت کی جائے یا نہ کیجائے ایمان نہیں لائیں گے یا مراتب کاملۂ تقویٰ و معرفت تک نہیں پہنچیں گے۔ غرض ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے کھولکر بتلا دیا کہ ہدایتِ قرآنی سے صرف متقی منتفع ہو سکتے ہیں جن کی اصل فطرت میں غلبہ کسی ظلمتِ نفسانی کا نہیں اور یہ ہدایت ان تک ضرور پہنچ رہیگی۔ لیکن جو لوگ متقی نہیں ہیں۔ نہ وہ ہدایت قرآنی سے کچھ نفع اٹھاتے ہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ خواہ نخواہ اُن تک ہدایت پہنچ جائے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جس حالت میں دنیا میں دو طور کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ بعض مُتقی اور طالبِ حق جو ہدایت کو قبول کر لیتے ہیں اور بعض مفسد الطبع جن کو نصیحت کرنا نہ کرنا برابر ہوتا ہے۔ اور ابھی ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف اُن تمام لوگوں کو جن تک اس کی ہدایت دمِ مرگ تک نہیں پہنچی۔ یا آئندہ نہ پہنچے۔ قسم دوم میں داخل رکھتا ہے۔ تو اس صورت میں بمقابلۂ قرآن شریف یہ دعویٰ کرنا کہ شاید وہ لوگ جن کو ہدایتِ قرآنی نہیں پہنچی۔ اوّل قسم میں یعنے ہدایت پانے والوں کے گروہ میں داخل ہونگے۔ احمقانہ دعویٰ ہے۔ کیونکہ شاید کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ دلائل کاملہ سے اپنا منجانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔ پس جو شخص اُس کی خبر کو دلیل قطعی نہیں سمجھتا۔ اسپر لازم ہے کہ اسکی حقانیت کے دلائل کو جن میں سے کسی قدر ہم نے بھی اس کتاب میں لکھے ہیں۔ توڑ کر دکھلائے۔ اور جبتک توڑنے سے عاجز اور لاجواب ہے تب تک اس کیلئے طریقِ انصاف و ایمانداری یہ ہے کہ اس امر کو صحیح اور درست سمجھے۔ جس کے صحیح ہونے کی نسبت ایسی کتاب میں خبر موجود ہے جو فی نفسہٖ ثابت الصداقت ہے کیونکہ

ص۱۸۷

ایک کتاب ثابت الصداقت کا کسی امر ممکن الوقوع کی نسبت خبر دینا اس امر کے وجودِ واقعی پر شہادت قاطعہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایک شہادت قاطعہ اور ثبوت قطعی کو چھوڑ کر بمقابلہ اُس کے بے بنیاد وہموں کو پیش کرنا اور خیالاتِ بے اصل کو دل میں جگہ دینا غباوت اور سادہ لوحی کی نشانی ہے۔

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کُفراں ہے
خُدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بُہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دِل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

ص۱۸۷

اور اگر یہ کہو کہ جن تک کتابِ الہامی نہیں پہنچی۔ اُن کی نجات کا کیا حال ہے۔ اِس کا یہ جواب ہے کہ اگر ایسے لوگ بالکل وحشی اور عقل انسانی سے بے بہرہ ہیں۔ تو وہ ہر یک باز پُرس سے بَری اور مرفوع القلم ہیں اور مجانین اور مسلوب الحواسوں کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن جن میں کسی قدر عقل اور ہوش ہے۔ ان سے بقدرِ عقل اُن کی محاسبہ ہوگا۔

اور اگر دل میں یہ وہم گذرتا ہو کہ خدا نے مختلف طبائع کیوں پیدا کیں اور کیوں سب کو ایسی قوتیں عنایت نہ فرمائیں جن سے وہ معرفت کاملہ اور محبّتِ کاملہ کے درجے تک پہنچ جاتے تو یہ سوال بھی خدا کے کاموں میں ایک فضول دخل ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ تمام مخلوقات کو ایک ہی درجے پر رکھنا اور سب کو اعلیٰ کمالات کی قوتیں بخشنا خدا پر حق واجب نہیں۔ یہ تو صرف اس کا فضل ہے۔ اُسے اختیار ہے جس پر چاہے کرے اور جس پر چاہے نہ کرے۔ مثلاً تم کو خدا نے آدمی بنایا اور گدھے کو آدمی نہ بنایا۔ تم کو عقل دی اور اُس کو نہ دی۔ یا تمہارے لئے علم حاصل ہوا اور اُس کو نہ ہوا۔ یہ سب مالک کی مرضی کی بات ہے کوئی ایسا حق نہیں کہ تمہارا تھا اور اُسکا نہ تھا۔ غرض جس حالت میں خدا کی مخلوقات میں صریح تفاوتِ مراتب پایا جاتا ہے جس کے تسلیم کرنے سے کسی عاقل کو چارہ نہیں۔ تو کیا مالکِ با اختیار کے سامنے ایسی مخلوقات جن کا موجود ہونے میں بھی کوئی حق نہیں چہ جائیکہ بڑا بننے میں کوئی حق ہو۔ کچھ دم مار سکتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا بندوں کو خلعتِ وجود بخشنا ایک عطا اور احسان ہے اور ظاہر ہے کہ معطی اور محسن اپنی عطا اور احسان میں کمی بیشی کا اختیار رکھتا ہے۔ اور اگر اُس کو کم دینے کا اختیار نہ ہو تو پھر زیادہ دینے کا بھی اختیار نہ ہو۔ تو اِس صورت میں وہ مالکانہ اختیارات کے نافذ کرنے سے بالکل قاصر رہ جائے۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر مخلوق کا خالق پر خواہ نخواہ کوئی حق قرار دیا جائے تو اِس سے تسلسل لازم آتا ہے۔ کیونکہ جس درجے پر خالق کسی مخلوق کو بنائے گا۔ اُسی درجے پر وہ مخلوق کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اِس سے زیادہ ہے۔ اور چونکہ خدائے تعالیٰ غیر متناہی مراتب پر بنا سکتا ہے۔ اور اُس کی لا انتہا قدرت کے آگے صرف آدمی بنانے پر فضیلتِ پیدائش

ص۱۸۸

ﺻﻔﺤﮧ ۱۸۸

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

ختم نہیں تو اس صورت میں سلسلہ سوالاتِ مخلوق کبھی ختم نہ ہوگا اور ہر یک مرتبہ پیدائش پر الیٰ غیر النہایت اُس کو اپنے حق کے مطالبہ کا استحقاق حاصل ہوگا اور یہی تسلسل ہے۔

ہاں اگر یہ جستجو ہے کہ اس تفاوت مراتب رکھنے میں حکمت کیا ہے۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ اس بارے میں قرآن شریف نے تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں جو عند العقل نہایت بدیہی اور روشن ہیں جن سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا اور وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل ۔ یہ کہ تا مہمّاتِ دنیا یعنے اُمورِ معاشرت باحسن وجہ صورت پذیر ہوں جیسا فرمایا ہے۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝[1] الجزو نمبر ۲۵ یعنے کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن مکّہ اور طائف کے بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں میں سے کسی بھاری رئیس اور دولتمند پر کیوں نازل نہ ہوا۔ تا اُس کی رئیسانہ شان کے شایان ہوتا اور نیز اُس کے رعب اور سیاست اور مال خرچ کرنے سے جلد تر دین پھیل جاتا۔ ایک غریب آدمی جس کے پاس دنیا کی جائداد میں سے کچھ بھی نہیں۔ کیوں اس عہدے سے ممتاز کیا گیا (پھر آگے بطور جواب فرمایا) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ کیا قسّامِ ازل کی رحمتوں کا تقسیم کرنا اُن کا اختیار ہے۔ یعنی یہ خداوند حکیم مطلق کا فعل ہے کہ بعضوں کی استعدادیں اور ہمتیں پست رکھیں اور وہ زخارف دنیا میں پھنسے رہے۔ اور رئیس اور امیر اور دولتمند کہلانے پر پھُولتے رہے اور اصل مقصود کو بھُول گئے اور بعض کو فضائلِ روحانیت اور کمالاتِ قدسیہ عنایت فرمائے اور وہ اس محبوب حقیقی کی محبت میں محو ہو کر مقرب بن گئے اور مقبولانِ حضرتِ احدیت ہو گئے۔ (پھر بعد اس کے اُس حکمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو اس اختلافِ استعدادات اور تباینِ خیالات میں مخفی ہے)

[1] الزخرف : ۳۲، ۳۳

ص۱۸۹

اگرچہ یہاں تک جو کچھ کلام الٰہی کی بے نظیری کے بارے میں بیان کیا گیا ہے
وہ اس زمانہ کے بعض ناقص الفہم اور آزاد مشرب مسلمانوں کے لئے بیان ہوا ہے

ص۱۸۹

حاشیہ نمبر ۱۱

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ الخ یعنے ہم نے اسلئے بعض کو دولتمند اور بعض کو درویش اور بعض کو لطیف طبع اور بعض کو کثیف طبع اور بعض طبیعتوں کو کسی پیشہ کی طرف مائل اور بعض کو کسی پیشہ کی طرف مائل رکھا ہے۔ تا انکو یہ آسانی پیدا ہو جائے کہ بعض کیلئے بعض کاربرار اور خادم ہوں اور صرف ایک پر بھار نہ پڑے اور اس طور پر مہمات بنی آدم باسانی تمام چلتے رہیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس سلسلہ میں دنیا کے مال و متاع کی نسبت خدا کی کتاب کا وجود زیادہ تر نفع رساں ہے۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے جو ضرورتِ الہام کی طرف فرمایا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور بجز ایک دوسرے کی مدد کے کوئی امر اس کا انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ایک روٹی کو دیکھئے جسپر زندگانی کا مدار ہے۔ اُسکے طیار ہونے کیلئے کس قدر تمدن و تعاون درکار ہے۔ زراعت کے تردد سے لیکر اسوقت تک کہ روٹی پک کر کھانے کے لائق ہو جائے بیسیوں پیشہ وروں کی اعانت کی ضرورت ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ عام اُمورِ معاشرت میں کسقدر تعاون اور باہمی مدد کی ضرورت ہوگی۔ اسی ضرورت کے انصرام کیلئے حکیم مطلق نے بنی آدم کو مختلف طبیعتوں اور استعدادوں پر پیدا کیا۔ تا ہر یک شخص اپنی استعداد اور میلِ طبع کے موافق کسی کام میں بطیب خاطر مصروف ہو۔ کوئی کھیتی کرے۔ کوئی آلاتِ زراعت بناوے۔ کوئی آٹا پیسے۔ کوئی پانی لاوے۔ کوئی روٹی پکاوے کوئی سوت کاتے۔ کوئی کپڑا بُنے۔ کوئی دوکان کھولے۔ کوئی تجارت کا اسباب لاوے۔ کوئی نوکری کرے اور اس طرح پر ایکدوسرے کے معاون بن جائیں اور بعض کو بعض مدد پہنچاتے رہیں۔ پس جب ایکدوسرے کی معاونت ضروری ہوئی تو انکا ایکدوسرے سے معاملہ پڑنا بھی ضروری ہوگیا اور جب معاملہ اور معاوضہ میں پڑ گئے اور اسپر غفلت بھی جو استغراقِ اُمورِ دنیا کا خاصہ ہے عائدِ حال ہوگئی تو اُنکے لئے ایک ایسے قانونِ عدل کی ضرورت پڑی جو اُنکو ظلم اور تعدّی اور بغض اور فساد اور غفلت من اللہ سے روکتا ہو۔ تا نظامِ عالم میں ابتری واقعہ نہ ہو۔ کیونکہ معاش و معاد کا تمام مدار انصاف و خداشناسی پر ہے اور التزام انصاف و

جن کو انگریزی کی سوفسطائی اور مغشوش تعلیموں نے مغرور اور کور باطن کر کے فرقان مجید کے بے مثل و مانند ہونے سے جو کہ اُسکے منجانب اللہ ہونے کیلئے خاصّہ لازمی ہے

خدا ترسی ایک قانون پر موقوف ہے جس میں دقائق معدلت و حقائق معرفت الٰہی بدرستی تمام درج ہوں اور سہواً یا عمداً کسی نوع کا ظلم یا کسی نوع کی غلطی نہ پائی جاوے۔ اور ایسا قانون اُسی کی طرف سے صادر ہو سکتا ہے جس کی ذات سہو و خطا و ظلم و تعدّی سے بکلّی پاک ہو۔ اور نیز اپنی ذات میں واجب الانقیاد اور واجب التعظیم بھی ہو۔ کیونکہ گو کوئی قانون عمدہ ہو۔ مگر تاہم قانون کا جاری کرنے والا اگر ایسا نہ ہو جس کو باعتبار مرتبہ اپنے کے سب پر فوقیت اور حکمرانی کا حق ہو۔ یا اگر ایسا نہ ہو۔ جس کا وجود لوگوں کی نظر میں ہر یک طور کے ظلم و خُبث اور خطا اور غلطی سے پاک ہو۔ تو ایسا قانون اوّل تو چل ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کچھ دن چلے بھی تو چند ہی روز میں طرح طرح کے مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں اور بجائے خیر کے شر کا موجب ہو جاتا ہے۔ اِن تمام وجوہ سے کتاب الٰہی کی حاجت ہوئی۔ کیونکہ ساری نیک صفتیں اور ہر یک طور کی کمالیت و خوبی صرف خدا ہی کی کتاب میں پائی جاتی ہے وبس۔

دوم۔ حکمت تفاوتِ مراتب رکھنے میں یہ ہے کہ تا نیک اور پاک لوگوں کی خوبی ظاہر ہو کیونکہ ہر یک خوبی مقابلہ ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا[1] الجزو نمبر ۱۵ یعنے ہم نے ہر یک چیز کو جو زمین پر ہے زمین کی زینت بنادیا ہے تا جو لوگ صالح آدمی ہیں۔ بمقابلہ بُرے آدمیوں کے اُن کی صلاحیت آشکارا ہو جائے اور کثیف کے دیکھنے سے لطیف کی لطافت کھُل جائے۔ کیونکہ ضدّ کی حقیقت ضدّ ہی سے شناخت کی جاتی ہے اور نیکوں کا قدر و منزلت بدوں ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

سوم۔ حکمت تفاوتِ مراتب رکھنے میں انواع و اقسام کی قدرتوں کا ظاہر کرنا اور اپنی عظمت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جیسا فرمایا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا[2] نمبر ۲۹ یعنے تم کو کیا ہو گیا کہ تم خدا کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے حالانکہ اُس نے اپنی عظمت ظاہر کرنے کے لئے تم کو مختلف صورتوں اور سیرتوں پر پیدا کیا۔ یعنے اختلافِ استعدادات و طبائع اسی غرض سے حکیم مطلق نے کیا۔ تا اُسکی

[1] الکہف : ۸ [2] نوح : ۱۴، ۱۵

رُوگردان اور مُنکر کر دیا ہے۔ اور جنہوں نے مسلمان کہلا کر اور قرآن شریف پر ایمان لا کر اور کلمہ گو بنکر پھر بھی بے ایمانوں کی طرح کلام الٰہی کو ایک ادنیٰ انسان

صـ۱۹۱

عظمت و قدرت شناخت کی جائے۔ جیسا دوسری جگہ بھی فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[1] الجزو نمبر ۱۸ یعنے خدا نے ہر یک جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ سو بعض جاندار پیٹ پر چلتے ہیں اور بعض دو پاؤں پر۔ بعض چار پاؤں پر۔ خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا نے یہ مختلف چیزیں اسلئے بنائیں کہ تا مختلف قدرتیں اس کی ظاہر ہوں۔ غرض اختلاف طبائع جو فطرتِ مخلوقات میں واقع ہے۔ اس میں حکمتِ الٰہیہ انہیں امورِ ثلاثہ میں منحصر ہے جن کو خدائے تعالیٰ نے آیاتِ ممدوحہ میں بیان کر دیا۔ فتدبر۔

صـ۱۹۱

وسوسۂ ششم۔ معرفت کامل کا ذریعہ وہ چیز ہو سکتی ہے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں کھلے طور پر نظر آتی ہو۔ سو یہ صحیفۂ نیچر کی خاصیت ہے جو کبھی بند نہیں ہوتا اور ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور یہی رہبر ہونے کے لائق ہے۔ کیونکہ ایسی چیز کبھی رہنما نہیں ہو سکتی جس کا دروازہ اکثر اوقات بند رہتا ہو اور کسی خاص زمانہ میں کھلتا ہو۔

جواب۔ صحیفۂ فطرت کو بمقابلہ کلام الٰہی کھلا ہوا خیال کرنا ہی آنکھوں کے بند ہونے کی نشانی ہے۔ جن کی بصیرت اور بصارت میں کچھ خلل نہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسی کتاب کو کھلے ہوئے کہا جاتا ہے جس کی تحریر صاف نظر آتی ہو جس کے پڑھنے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہتا ہو۔ یہ کون ثابت کر سکتا ہے کہ مجرد صحیفۂ قدرت پر نظر کرنے سے کبھی کسی کا اشتباہ دُور ہوا؟ کس کو معلوم ہوا ہے کہ اس نیچری تحریر نے کبھی کسی کو منزلِ مقصود تک پہنچایا ہے؟ کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے صحیفۂ قدرت کے تمام دلالات کو بخوبی سمجھ لیا ہے؟ اگر یہ صحیفہ کھلا ہوا ہوتا۔ تو جو لوگ اُسی پر بھروسہ کرتے تھے۔ وہ کیوں ہزارہا غلطیوں میں ڈوبتے۔ کیوں اسی ایک صحیفہ کو پڑھ کر باہم اس قدر مختلف الرائے ہو جاتے کہ کوئی خدا کے وجود کا کسی قدر قائل اور کوئی سرے سے انکاری۔ ہم نے بفرضِ محال یہ

[1] النور : ۴۶

صـ۱۹۲

کی کلام سے اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں میں برابر سمجھا ہے۔ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ کا مصداق ہوکر خدا کی اُن عظیم الشان قدرتوں اور باریک حکمتوں کو

حاشیہ نمبر ۱۱

بھی تسلیم کیا کہ جس نے اِس صحیفہ کو پڑھ کر خدا کے وجود کو ضروری نہیں سمجھا وہ استقرارِ عمر پالیگا کہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر متنبہ ہوجائے گا۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیفہ کھلا ہوا تھا۔ تو اسکو دیکھ کر ایسی بڑی بڑی غلطیاں کیوں پڑ گئیں۔ کیا آپ کے نزدیک کھلی ہوئی کتاب ایسی کو کہتے ہیں جس کو پڑھنے والے خدا کے وجود میں ہی اختلاف کریں اور بسم اللّٰہ ہی غلط ہو۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اسی صحیفۂ فطرت کو پڑھ کر ہزارہا حکیم اور فلاسفر دہریئے اور طبعی ہوکر مرے۔ یا بُتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے رہے اور وہی شخص اُن میں سے راہ راست پر آیا جو الہام الٰہی پر ایمان لایا۔ کیا اِس میں کچھ جھوٹ بھی ہے کہ فقط اِس صحیفہ کے پڑھنے والے بڑے بڑے فیلسوف کہلا کر پھر خدا کے مدبّر و خالق بالارادہ اور عالم جزئیات ہونے سے منکر رہے۔ اور انکار ہی کی حالت میں مر گئے۔ کیا خدا نے تم کو اس قدر بھی سمجھ نہیں دی کہ جس خط کے مضمون کو مثلاً زید کچھ سمجھے اور بکر کچھ خیال کرے اور خالد ان دونوں کے برخلاف کچھ اور تصوّر کر بیٹھے تو اُس خط کی تحریر کھلی ہوئی اور صاف نہیں کہلاتی بلکہ مشکوک اور مشتبہ اور مبہم کہلاتی ہے۔ یہ کوئی ایسی دقیق بات نہیں جس کے سمجھنے کے لئے باریک عقل درکار ہو۔ بلکہ نہایت بدیہی صداقت ہے۔ مگر اُن کا کیا علاج جو سراسر تحکّم کی راہ سے ظلمت کو نور۔ اور نور کو ظلمت قرار دیں۔ اور دن کو رات اور رات کو دن ٹھہرا دیں۔ ایک بچّہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ مطالب دلی کو پورا پورا بیان کرنے کے لئے یہی سیدھا راستہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کہ بذریعہ قول واضح کے اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا جائے۔ کیونکہ دلی ارادوں کو ظاہر کرنے کیلئے صرف قوّتِ نطقیہ آلہ ہے۔ اسی آلہ کے ذریعہ سے ایک انسان دوسرے انسان کے مافی القلب سے مطلع ہوتا ہے۔ اور ہریک امر جو اس آلہ کے ذریعہ سے سمجھایا نہ جائے۔ وہ تفہیم کامل کے درجہ سے متنزّل رہتا ہے۔ ہزارہا اُمور ایسے ہیں کہ اگر ہم ان میں فطرتی دلالت سے مطلب نکالنا چاہیں تو یہ امر ہمارے لئے غیر ممکن ہوجاتا ہے۔ اور اگر فکر بھی کریں۔ تو غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ خدا نے آنکھ دیکھنے کے لئے بنائی ہے۔ اور کان سُننے کے لئے پیدا کئے ہیں۔ زبان بولنے کے لئے عطا کی ہے۔ اِس قدر تو ہم نے ان اعضاء کی فطرت پر نظر کرکے اور اُن کے خواص کو سوچ کر معلوم کرلیا۔ لیکن اگر ہم اسی فطرتی

صـ۱۹۲

بُھلا دیا ہے جن کے دیکھنے کے لئے ہریک صادر من اللہ آئینہ ٔخدا نما ہونا چاہیئے لیکن یہ سچائیاں ایسی روشن اور صاف ہیں کہ گو کوئی شخص اسلام کی جماعت میں

۱۹۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دلالت پر کفایت کریں اور تصریحاتِ کلام الٰہی کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ تو بموجب دلالتِ فطرتی ہمارا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ ہم جس چیز کو چاہیں بلا تفریق مواضعِ حلّت و حرمت دیکھ لیا کریں۔ اور جو چاہیں سُن لیں اور جو بات دل میں آوے بول اٹھیں۔ کیونکہ قانونِ فطرت ہم کو اس قدر سمجھاتا ہے کہ آنکھ دیکھنے کے لئے کان سننے کے لئے زبان بولنے کے لئے مخلوق ہے اور ہم کو صریح اس دھوکے میں ڈالتا ہے کہ گویا ہم قوّتِ بصارت اور قوتِ سمع اور قوتِ نطق کے استعمال کرنے میں بکلّی آزاد اور مطلق العنان ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر خدا کا کلام قانونِ قدرت کے اجمال کی تصریح نہ کرے اور اُس کے ابہام کو اپنے بیان واضح اور کھلی ہوئی تقریر سے دُور نہ فرمائے تو کس قدر خطرات ہیں جو محض قانونِ فطرت کا تابعدار ہو کر ان میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ خدا ہی کا کلام ہے جس نے اپنے کُھلے ہوئے اور نہایت واضح بیان سے ہم کو ہمارے ہریک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں حدود معیّنہ مشخصہ پر قائم کیا اور ادبِ انسانیت اور پاک روشی کا طریقہ سکھلایا۔ وہی ہے جس نے آنکھ اور کان اور زبان وغیرہ اعضاء کی محافظت کے لئے بکمال تاکید فرمایا۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ[1] الجزو نمبر ۱۸ یعنے مومنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو نامحرموں سے بچاویں اور ہریک نادیدنی اور ناشنیدنی اور ناکردنی سے پرہیز کریں۔ کہ یہ طریقہ اُن کی اندرونی پاکی کا موجب ہوگا۔ یعنے اُن کے دل طرح طرح کے جذباتِ نفسانیہ سے محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ اکثر نفسانی جذبات کو حرکت دینے والے اور قوٰی بہیمیہ کو فتنہ میں ڈالنے والے یہی اعضا ہیں۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف نے نامحرموں سے بچنے کے لئے کیسی تاکید فرمائی۔ اور کیسے کھول کر بیان کیا کہ ایماندار لوگ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو ضبط میں رکھیں۔ اور ناپاکی کے مواضع سے روکتے رہیں۔ اِسی طرح زبان کو صدق و صواب پر قائم رکھنے کے لئے تاکید فرمائی اور کہا۔ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا[2] الجزو نمبر ۲۲ یعنے وہ بات مُنہ پر لاؤ جو بالکل راست اور نہایت معقولیت

۱۹۳

[1] النور : ۳۱ [2] احزاب : ۷۱

داخل نہ ہو۔ وہ بھی بطور مفہوم کلّی سمجھ سکتا ہے کہ جس کلام کو خدا کا کلام کہا جائے۔ اس کا

میں ہو۔ اور لغو اور فضول اور جھوٹ کا اس میں سرِ مُو دخل نہ ہو۔ اور پھر جمیع اعضاء کی وضع استقامت پر چلانے کے لئے ایک ایسا کلمۂ جامعہ اور پُر تہدید بطور تنبیہ و انذار فرمایا۔ جو غافلوں کو مُتنبّہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور کہا۔ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا[1] الجزو نمبر ۱۵ یعنے کان اور آنکھ اور دل اور ایسا ہی تمام اعضاء اور قوتیں جو انسان میں موجود ہیں۔ اُن سب کے غیر محل استعمال کرنے سے باز پرس ہوگی اور ہر یک کمی و بیشی اور افراط اور تفریط کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ اب دیکھو اعضاء اور تمام قوّتوں کو مجرئ خیر اور صلاحیت پر چلانے کے لئے کس قدر تصریحات و تاکیدات خدا کے کلام میں موجود ہیں۔ اور کیسے ہر یک عضو کو مرکزِ اعتدال اور خطِ استوا پر قائم رکھنے کیلئے بکمال وضاحت بیان فرمایا گیا ہے جس میں کسی نوع کا ابہام و اجمال باقی نہیں رہا۔ کیا یہ تصریح و تفصیل صحیفۂ قدرت کے کسی صفحہ کو پڑھ کر معلوم ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ سو اب تم آپ ہی سوچو کہ کُھلا ہوا اور واضح صحیفہ یہ ہے یا وہ۔ اور فطرتی دلالتوں کے مصالحہ اور حدود کو اُس نے بیان کیا یا اِس نے۔ اے حضرات!! اگر اشارات سے کام نکلتا۔ تو پھر انسان کو زبان کیوں دیجاتی جس نے تم کو زبان دی۔ کیا وہ آپ نطق پر قادر نہیں۔ جس نے تم کو بولنا سکھایا۔ کیا وہ آپ بول نہیں سکتا۔ جس نے اپنے فعل میں یہ قدرت دکھلائی کہ اتنا بڑا عالم بغیر مدد کسی مادہ ہیولی کے اور بغیر احتیاج معماروں اور مزدوروں و نجاروں کے مجرد ارادہ سب کچھ بناڈالا۔ کیا اُسکی نسبت یہ کہنا جائز ہے کہ وہ بات کرنے پر قادر نہیں۔ یا قادر تو ہے مگر بباعث بُخل کے اپنے کلام کے فیضان سے محروم رکھا۔ کیا یہ درست ہے کہ قادر مطلق کی نسبت ایسا خیال کیا جائے کہ وہ اپنی طاقتوں میں حیوانات سے بھی فروتر ہے۔ کیونکہ ایک ادنیٰ جانور بذریعہ اپنی آواز کے دوسرے جانور کو یقینی طور پر اپنے وجود کی خبر دے سکتا ہے۔ ایک مکّھی بھی اپنی طنین سے دوسری مکّھیوں کو اپنے آنے سے آگاہ کرسکتی ہے۔ پر نعوذ باللہ بقول تمہارے اُس قادر مطلق میں ایک مکّھی جتنی بھی قدرت نہیں۔ پھر جب اس کی نسبت تمہارا اسافِ بیان

[1] بنی اسرائیل: ۳۷

بے مثل و مانند ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ہر ایک عاقل خدا کے قانونِ قدرت پر نظر ڈال کر اور ہر ایک چیز کو جو اُسکی طرف سے ہے خواہ وہ کیسی ہی ادنٰے سے ادنٰے ہو۔ اُسکو

ص۱۹۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

ہے کہ اُس کا مُنہ کبھی نہیں کُھلا اور کبھی اُس کو بولنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ تو تم کو تو یہ کہنا چاہیئے کہ وہ ادھورا اور ناقص ہے جس کی اَور صفتیں تو معلوم ہوگئیں پر صفت گویائی کا کبھی پتہ نہ ملا۔ اِسکی نسبت تم کس مُنہ سے کہہ سکتے ہو کہ اُس نے کوئی کھلا ہوا صحیفہ جس میں اُس نے بخوبی اپنا مافی الضمیر ظاہر کر دیا ہو۔ تم کو عطا کیا ہے۔ بلکہ تمہاری رائے کا تو خلاصہ ہی یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ سے رہنمائی میں کچھ نہیں ہو سکا۔ تمہیں نے اپنی قابلیت اور لیاقت سے شناخت کر لیا۔ ماسوا اس کے الہامی تعلیم اِن معنوں کر کے کُھلی ہوئی ہے کہ اس کا اثر عام طور پر تمام لوگوں کے دلوں پر پڑتا ہے۔ اور ہر ایک طور کی طبیعت اُس سے مستفیض ہوتی ہے۔ اور مختلف اقسام کی فطرتیں اس سے نفع اٹھاتی ہیں۔ اور ہر رنگ کے طالب کو اُس سے مدد پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بذریعہ کلامِ الٰہی بہت لوگ ہدایت یاب ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ اور بذریعہ مجرد عقلی دلائل کے بہت ہی کم بلکہ کالعدم۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ جو شخص بہ حیثیت مخبرِ صادق لوگوں کی نظر میں ثابت ہو کر واقعاتِ معاد میں اپنا تجربہ اور امتحان اور ملاحظہ اور معائنہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی دلائل عقلیہ بھی سمجھاتا ہے۔ وہ حقیقت میں ایک دوہرا زور اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک تو اس کی نسبت یہ یقین کیا گیا ہے کہ وہ واقعہ نفس الامر کا معائنہ کرنے والا اور سچائی کو بچشم خود دیکھنے والا ہے۔ اور دوسرے وہ بطور معقول بھی سچائی کی روشنی کو دلائلِ واضحہ سے ظاہر کرتا ہے۔ پس اِن دونوں ثبوتوں کے اشتمال سے ایک زبردست کشش اُس کے وعظ اور نصیحت میں ہو جاتی ہے کہ جو بڑے بڑے سنگین دلوں کو کھینچ لاتی ہے۔ اور ہر نوع کے نفس پر کارگر بھی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس کی بات میں مختلف طور کی تفہیم کی قدرت ہوتی ہے جس کے سمجھنے کے لئے ایک خاص لیاقت کے لوگ شرط نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ و زیرک و غبی بجز ایسے شخص کے کہ جو بکلّی مسلوب العقل ہو۔

ص۱۹۴

ہزارہا دقائقِ حکمت سے پُر دیکھ کر اور انسانی طاقتوں کے مقابلہ سے برتر اور بلند

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۱۹۵

اُسکی تقریروں کو سمجھ سکتے ہیں اور وہ فوراً ہر یک قسم کے آدمی کی اُسی طور پر تسلّی کر سکتا ہے۔ کہ جس طور پر اس آدمی کی طبیعت واقعہ ہے یا جس درجے پر اُسکی استعداد پڑی ہوئی ہے۔ اسلئے کلام اُسکی خدا کی طرف خیالات کو کھینچنے میں اور دنیا کی محبت چھوڑانے میں اور اہوال الآخرت نقشِ دل کرنے میں بڑی وسیع قدرت رکھتی ہے اور اُن تنگ اور تاریک تصوّروں میں محدود نہیں ہوتی جن میں مجرّد عقل پرستوں کی باتیں محدود ہوتی ہیں۔ اِسی جہت سے اس کا اثر عام اور اس کا فائدہ تام ہوتا ہے۔ اور ہر یک ظرف اپنی اپنی وسعت کے مطابق اس سے پُر ہو جاتا ہے۔ اِسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرمایا ہے۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا[1] الجزو نمبر ۱۳ خدا نے آسمان سے پانی (اپنا کلام) اُتارا۔ سو اُس پانی سے ہر ایک وادی اپنی قدر کے موافق بہ نکلی۔ یعنے ہر یک کو اس میں سے اپنی طبیعت اور خیال اور لیاقت کے موافق حصّہ ملا۔ طبائع عالیہ اسرارِ حکمیہ سے متمتع ہوئیں۔ اور جو اُن سے بھی اعلیٰ تھے۔ انہوں نے ایک عجیب روشنی پائی کہ جو حدِ تحریر و تقریر سے خارج ہے اور جو کم درجے پر تھے۔ اُنہوں نے مخبرِ صادق کی عظمت اور کمالیت ذاتی کو دیکھ کر دلی اعتقاد سے اُسکی خبروں پر یقین کر لیا۔ اور اس طرح پر وہ بھی یقین کی کشتی میں بیٹھ کر ساحلِ نجات تک جا پہنچے۔ اور صرف وہی لوگ باہر رہ گئے جن کو خدا سے کچھ غرض نہ تھی اور فقط دنیا کے ہی کیڑے تھے۔ اور نیز قوّتِ اثر پر نظر کرنے سے بھی طریقِ متابعت الہام کا نہایت کھلا ہوا اور وسیع معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جاننے والے اِس بات کو خوب جانتے ہیں کہ تقریر میں اُسی قدر برکت اور جوش اور قوّت اور عظمت اور دلکشی پیدا ہوتی ہے کہ جس قدر متکلّم کا قدم مدارجِ یقین اور اخلاص اور وفاداری کے اعلیٰ درجے پر پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ سو یہ کمالیت بھی اُسی شخص کی تقریر میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جس کو دوہرے طور پر معرفتِ الٰہی حاصل ہو۔ اور یہ خود ہر یک عاقل پر روشن ہے کہ پُر جوش تقریر کہ جس پر ترتیب اثر موقوف ہے۔ تب ہی انسان کے مُنہ سے نکلتی ہے کہ جب دل اُس کا یقین کے جوش سے پُر ہو۔ اور وہی باتیں دلوں پر بیٹھتی ہیں۔ جو کامل الیقین

[1] الرعد : ۱۸

پاکر اپنے تئیں اس اقرار کے کرنے کیلئے مجبور پاتا ہے کہ کوئی چیز جو صادر من اللہ ہے ۱۹۵
ایسی نہیں ہے جس کی مثل بنانے پر انسان قادر ہو۔ اور نہ کسی عاقل کی عقل یہ تجویز
کرسکتی ہے کہ خدا کی ذات یا صفات یا افعال میں مخلوق کا شریک ہونا جائز ہے۔ ۱۹۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

دلوں سے جوش مار کر نکلتی ہیں۔ پس اس جگہ بھی یہی ثابت ہوا کہ باعتبار شدت اثر بھی الہامی
تربیت ہی منفتح الابواب ہے۔ غرض باعتبار عمومیت تاثیر اور باعتبار شدت تاثیر فقط صحیفۂ وحی کا
کھلا ہوا ہونا بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے وبس۔ اور یہ مسئلہ بدیہات سے کچھ کم نہیں ہے کہ خدا کے
بندوں کو زیادہ تر نفع پہنچانیوالا وہی شخص ہوتا ہے کہ جو الہام اور عقل کا جامع ہو۔ اور
اُس میں یہ لیاقت ہوتی ہے کہ ہر یک طور کی طبیعت اور ہر قسم کی فطرت اس سے مستفیض ہوسکے۔
مگر جو شخص صرف براہین منطقیہ کے زور سے راہ راست کی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اگر اُسکی
مغززنی پر کچھ ترتیب اثر بھی ہو۔ تو صرف انہی خاص طبیعتوں پر ہوگا کہ جو بوجہ تعلیم یافتہ دلائق
و فائق ہونے کے اُس کی عمیق و دقیق باتوں کو سمجھتے ہیں۔ دوسرے تو ایسا دل و دماغ ہی نہیں
رکھتے کہ جو اس کی فلاسفری تقریر کو سمجھ سکیں۔ ناچار اُسکے علم کا فیضان فقط اُنہیں قدر قلیل
لوگوں میں محدود رہتا ہے کہ جو اُس کی منطق سے واقف ہیں اور انہیں کو اس کا فائدہ پہنچتا
ہے کہ جو اُس کی طرح معقولی حجتوں میں دخل رکھتے ہیں۔ اِس امر کا ثبوت اُس حالت میں ۱۹۷
بوضاحت تمام ہوسکتا ہے کہ جب مجرد عقل اور الہام حقیقی کی کارروائیوں کو پہلو بہ پہلو
رکھ کر وزن کیا جاوے۔ چنانچہ جن کو گذشتہ حکماء کے حالات سے اطلاع ہے وہ بخوبی
جانتے ہیں کہ کیسے وہ لوگ اپنی تعلیم کی اشاعت عامہ سے ناکام رہے اور کیونکر اُن کے
منقبض اور ناتمام بیان نے عام دلوں پر مؤثر ہونے سے اپنی محرومی دکھلائی۔ اور پھر بمقابلہ
اُس حالت متنزلہ اُن کی کے قرآن شریف کی اعلیٰ درجہ کی تاثیروں کو بھی دیکھئے۔ کہ کس
قوت سے اس نے وحدانیت الٰہی کو اپنے سچے متبعین کے دلوں میں بھرا ہے۔ اور
کس عجیب طور سے اُسکی عالیشان تعلیموں نے صدہا سالوں کی عادات راسخہ اور ملکات
ردیہ کا قلع و قمع کر کے اور ایسی رسوم قدیمہ کو کہ جو طبیعت ثانی کی طرح ہوگئیں تھیں۔ دلوں
کے رگ و ریشہ سے اُٹھا کر وحدانیت الٰہی کا شربت عذب کروڑہا لوگوں کو پلا دیا ہے

بلکہ صاحبِ عقل اور بصیرت کیلئے علاوہ دلائل متذکرہ بالا کے کئی ایک اور وجوہ
۱۹۷ بھی ہیں۔ جن سے خدا کے کلام کا عدیم المثال ہونا اور بھی زیادہ اُس پر واضح

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وہی ہے جس نے اپنا کار نمایاں اور نہایت عمدہ اور دیرپا نتائج دکھلا کر اپنی بے نظیر تاثیر
کی دو بدو شہادت سے بڑے بڑے معاندوں سے اپنی لاثانی فضیلتوں کا اقرار کرایا۔
یہاں تک کہ سخت بے ایمانوں اور سرکشوں کے دلوں پر بھی اس کا اس قدر اثر پڑا کہ
جس کو انہوں نے قرآن شریف کی عظمتِ شان کا ایک ثبوت سمجھا اور بے ایمانی
پر اصرار کرتے کرتے آخر اس قدر انہیں بھی کہنا پڑا کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
مُّبِیْنٌ[1]۔ جز ولنمبر ۲۳۔ ہاں وہی ہے جس کی زبردست کششوں نے ہزارہا درجہ عادت
سے بڑھ کر ایسا خدا کی طرف خیال دلایا کہ لاکھوں خدا کے بندوں نے خدا کی وحدانیت
پر اپنے خون سے مہریں لگا دیں۔ ایسا ہی ہمیشہ سے بانی کار اور ہادی اِس کام کا الہام
ہی چلا آیا ہے جس سے انسانی عقل نے نشوونما پایا۔ ورنہ بڑے بڑے حکیموں اور
عقلمندوں کے لئے بھی یہ بات سخت محال رہی ہے کہ ان کو امور ماوراء المحسوسات کی
ہر جزئی کے دریافت کرنے میں ایسا موقعہ ہمیشہ مل جائے کہ یہ بات معلوم کر سکیں کہ
کس کس وضع اور خصوصیت سے وہ جزئیات موجود ہیں اور جن کو طاقتِ بشری تک عقل
حاصل ہی نہیں یا جہد اور کوشش کرنے کے سامان میسّر نہیں آئے۔ وہ تو ان کی نسبت
بھی زیادہ لاعلم اور بے خبر ہیں۔ پس اِس بارے میں جو جو سہولتیں خدا کے سچے اور کامل
الہام نے کہ جو قرآن شریف ہے عقل کو عطا کی ہیں۔ اور جن جن سرگردانیوں سے فکر اور
نظر کو بچایا ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کا ہر ایک عاقل کو شکر کرنا لازم ہے۔ سو کیا
اس اعتبار سے کہ ابتدا امر خداشناسی کی الہام ہی کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔
۱۹۷ اور کیا اس وجہ سے کہ معرفتِ الٰہی کا ہمیشہ از سرِ نو زندہ ہونا الہام ہی کے ہاتھ سے
ہوتا آیا ہے۔ اور کیا اس خیال سے کہ مشکلاتِ راہ سے رہائی پانا الہام ہی کی امداد پر منحصر
ہے۔ ہر عاقل کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ راہ جو نہایت صاف اور سیدھی اور ہمیشہ سے کھلی ہوئی
اور مقصود تک پہنچاتی ہوئی چلی آئی ہے وہ وحی ربّانی ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ وہ کھلا ہوا

[1] صافات : ۱۶

ہوتا ہے اور مثل اجلی بدیہات کے نظر آتا ہے۔ جیسے منجملہ اُن کے ایک وہ وجہ ہے جو اُن نتائجِ متفاوتہ سے ماخوذ ہوتی ہے۔ جن کا مختلف طور پر بحالتِ عمل صادر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صحیفہ نہیں محض لاطائل اور سراسر حُمق ہے۔ علاوہ براں ہم پہلے اِس سے برہمو سماج والوں کی خداشناسی کے بارہ میں بہ تفصیل لکھ چکے ہیں کہ ایمان اُن کا جو صرف دلائلِ عقلیہ پر مبنی ہے ہونا چاہیئے کے مرتبہ تک محدود ہے اور مرتبۂ کاملہ ہے کا انہیں نصیب نہیں۔ سو اِس تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کُھلا ہوا اور واضح راستہ معرفتِ الٰہی کا صرف بذریعہ کلامِ الٰہی ملتا ہے۔ اور کوئی ذریعہ اُس کے وصول وحصول کا نہیں۔ ایک بچّۂ نوزاد کو تعلیم سے محروم رکھ کر صرف صحیفۂ فطرت پر چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کہ وہ اِس صحیفہ کے ذریعہ سے جس کو برہمو سماج والے کھلا ہوا خیال کر رہے ہیں۔ کونسی معرفت حاصل کرلیتا ہے اور کس درجہ خداشناسی پر پہنچ جاتا ہے۔ بہت سے تجارب سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اگر کوئی سماعی طور پر جس کا اصل الہام ہے۔ خدا کے وجود سے اطلاع نہ پاوے۔ تو پھر اس کو کچھ پتہ نہیں لگتا کہ اِس عالم کا کوئی صانع ہے یا نہیں۔ اور اگر کچھ صانع کی تلاش میں توجہ بھی کرے تو صرف بعض مخلوقات جیسے پانی۔ آگ۔ چاند۔ سورج وغیرہ کو اپنی نظر میں خالق و قابلِ پرستش قرار دے لیتا ہے۔ جیسا یہ امر جنگلی آدمیوں پر نظر کرنے سے ہمیشہ یہ پایۂ تصدیق پہنچتا رہا ہے۔ پس یہ الہام ہی کا فیض ہے جسکی برکتوں سے انسان نے اس خدائے بےمثل و مانند کو اسی طرح پر شناخت کرلیا جیسا اس کی ذاتِ کامل و بےعیب کے لائق ہے۔ اور جو لوگ الہام سے بےخبر ہو گئے۔ اور کوئی کتابِ الہامی اُن میں موجود نہ رہی۔ اور نہ کوئی ذریعہ الہام پر اطلاع پانے کا اُن کو میسّر آیا۔ باوجود اِس کے کہ آنکھیں بھی رکھتے تھے اور دل بھی۔ مگر کچھ بھی معرفت الٰہی اُن کو نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ رفتہ رفتہ انسانیت سے بھی باہر ہوگئے اور قریب قریب حیوانات لایعقل کے پہنچ گئے اور صحیفۂ فطرت نے کچھ بھی اُن کو فائدہ نہ پہنچایا۔ پس ظاہر ہے کہ اگر وہ صحیفہ کُھلا ہوا ہوتا۔ تو اُس سے جنگلی لوگ فائدہ اُٹھا کر معرفت اور خداشناسی میں اُن لوگوں کے برابر ہو جاتے جنھوں نے بذریعہ الہامِ الٰہی خداشناسی میں ترقّی کی۔

ص۱۹۸

ہونا ضروری ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر ایک عاقل کی نظر میں یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ جب چند متکلمین انشا پرداز اپنی اپنی علمی طاقت کے زور سے ایک ایسا مضمون

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۱۹۰

پس صحیفۂ فطرت کے بند ہونے میں اِس سے زیادہ تر اور کیا ثبوت ہوگا کہ جس کسی کا کام صرف اُسی صحیفہ سے پڑا۔ اور الہام الٰہی کا اُس نے کبھی نام نہ سُنا۔ وہ خدا کی شناخت سے بالکل محروم بلکہ انسانیت کے آداب سے بھی دُور اور مہجور رہا۔

اور اگر صحیفۂ فطرت کے کُھلے ہوئے ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ جسمانی طور پر نظر آتا ہے تو یہ بے سُود خیال ہے جس کو بحث ہذا سے کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں کوئی شخص صرف اس صحیفۂ فطرت پر نظر کر کے کوئی فائدہ علم دین کا اُٹھا نہیں سکتا۔ اور جب تک الہام رہبری نہ کرے خدا کو پا نہیں سکتا۔ تو پھر ہمیں اس سے کیا۔ کہ کوئی چیز ہر وقت نظر آ رہی ہے یا نہیں۔

اور یہ گمان کہ الہام الٰہی کا دروازہ کسی زمانہ میں بند رہا تھا۔ اِس سے بھی اگر کچھ ثابت ہو۔ تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ برہمو سماج والوں کو سلسلۂ دنیا کی تاریخ سے کچھ بھی خبر نہیں اور نرے اُس اندھے کی طرح ہیں کہ جو راستہ چھوڑ کر کسی گڑھے میں گر پڑے اور پھر شور مچاوے کہ ہے ہے کس ظالم نے راستہ میں گڑھا کھود رکھا ہے۔ اور یا ایسے متعصبانہ خیالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برہمو لوگ دانستہ حق پر پردہ ڈالتے ہیں۔ اور جان بُوجھ کر ایک امرِ مشہود و موجود سے انکاری ہیں۔ ورنہ کیونکر باور کیا جائے کہ وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح ایسے ناواقف ہیں کہ اب تک انہیں اس بدیہی صداقت کی بھی کچھ خبر نہیں کہ ہمیشہ توحیدِ الٰہی صرف الہام ہی کے ذریعہ سے پھیلتی رہی ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کے طالبوں کے لئے قدیم سے یہی دروازہ کُھلا رہا ہے۔ اے حضرات!! کچھ خدا کا خوف کریں۔ اتنا خلاف گوئی میں بڑھتے نہ جائیں۔ اگر آپ کی بصیرت میں کچھ خلل ہے تو کیا بصارت بھی جاتی رہی ہے۔ کیا آپکو نظر نہیں آتا کہ کروڑہا کروڑ موحد یعنی اہلِ اسلام جن کے دل توحید کے چشمہ صافی سے لبریز ہو رہے ہیں۔ اور جن کی وحدانیتِ خالص کے مقابلہ پر آپ لوگوں کے عقائد میں کئی طرح سے شرک کی آلودگی اور صدہا طرح

لکھنا چاہئیں کہ جو فضول اور کذب اور حشو اور لغو اور ہزل اور ہر ایک مہمل بیانی اور ژولیدہ زبانی اور دوسرے تمام امورِ مُخلِّ حکمت و بلاغت اور آفاتِ منافیٔ کمالیت و

ح۱۹۹

فتور و قصور پایا جاتا ہے اور وہی لوگ ہیں جنہوں نے کلام الٰہی سے فیض پایا۔ وہی چشمہ خدا کے کلام کا جوش مار کر دُور دُور تک بہ نکلا۔ اُسی نے ہندوستان کے خشک شدہ باغ کو بھی ثلث کے قریب سرسبز کر دیا۔ اور جو باقی رہ گئے اُن میں سے بھی کئی دلوں پر اس پاک چشمے کا اثر جا پڑا اور کچھ نہ کچھ اُن کو بھی توحید کی طرف کھینچ لایا۔ قرآن کے پہنچنے سے پہلے جس حالت تک ہندوؤں کی گمراہی پہنچ گئی تھی وہ حالت اُن پُرانوں اور پستکوں کو پڑھ کر معلوم کرنی چاہیئے کہ جو قرآن کے آنے سے کچھ تھوڑے دن پہلے تصنیف ہو چکے تھے جن کی مشرکانہ تعلیموں نے تمام ہندوستان کو ایک دائرہ کی طرح گھیر لیا تھا۔ تا تمہیں معلوم ہو کہ اُس زمانے میں تمہارے بزرگ رشیوں کے کیسے کیسے خیالات تھے اور تمہارے مرتاض مُنی اور رِکھی کن کن توہّمات باطلہ میں ڈوب گئے تھے اور کیونکر بے جان مُورتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے اور آواہن کے منتر پڑھتے تھے۔ باوصف اسکے کہ اُس زمانہ میں بہت حصّہ اُنکو علوم عقلیہ میں سے حاصل ہو چکا تھا اور وید کے زمانہ کی نسبت فکر اور نظر کی مشق میں بہت کچھ ترقی کر گئے تھے بلکہ منطق اور فلسفہ میں یونانیوں سے کچھ کم نہ تھے مگر عقائد ایسے خراب اور ناپاک تھے کہ جو ظاہراً اور باطناً بتمامہا شرک کی غلاظتوں سے آلودہ تھے اور جن کو کوئی حقانی صداقت چھو بھی نہیں گئی تھی اور سر سے پاؤں تک جھوٹے اور بے بنیاد اور نکمّے اور باطل تھے۔ جن کی تحریک سے تمام جہان کو آپ کے عقلمند بزرگوں نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا۔ اگر ایک درخت تازہ و سرسبز و خوشنما نظر آیا اُسی کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ اگر کوئی آگ کا شعلہ زمین سے نکلتا پایا۔ اُسی کی پوجا شروع کر دی۔ اور جس چیز کو اپنی صورت یا خاصیت میں عجیب دیکھا۔ یا ہولناک معلوم کیا وہی اپنا پرمیشر بنا لیا۔ نہ پانی چھوڑا۔ نہ ہوا۔ نہ آگ۔ نہ پتھر نہ چاند نہ سورج۔ نہ پرند نہ چرند۔ یہاں تک کہ سانپوں کی بھی پوجا کی۔ بلکہ ویدوں میں تو ابھی مخلوق پرستی کی تعلیم کچھ تھوڑی تھی اور مُورت پوجا کا تو ہنوز کچھ ذکر ہی نہ تھا مگر جو صاحب

ح۱۹۹

حاشیہ نمبر ۱۱

جامعیت سے بکلی منزّہ اور پاک ہو۔ اور ہمہ اسرار حق اور حکمت اور فصاحت اور بلاغت اور حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ہو۔ تو ایسے مضمون کے لکھنے میں وہی شخص سب سے

ص۲۰۰

پیچھے سے بڑے بڑے منطقی بنکر ان پر حاشیئے چڑھاتے گئے۔ انہوں نے صدہا مصنوعی پرمیشر بنانے یا آپ ہی پرمیشر بن جانے میں وہ کمال دکھلایا جس سے ان کی نظروں اور فکروں کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طرح طرح کے اوہام سوداویہ میں پڑ کر ذات مدبّر عالم کے حقیقی وجود اور اُس کی تمام صفات کاملہ سے منکر ہو گئے۔ اور جو کچھ اُن کے اُپنشدوں اور پُرانوں اور پُستکوں نے ہندوؤں کے دلوں پر تاثیریں کیں۔ اور جن جن توہّمات میں اُن کو ڈال دیا۔ اور جن راہوں پر اُن کو قائم کر دیا۔ اور جن چیزوں کی پرستش کی طرف انہیں جھکا دیا۔ وہ ایسا امر نہیں ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ ہو۔ یا کسی کے چھپانے سے چھپ سکے یا کسی کے انکار سے مشتبہ ہو جائے۔ علیٰ ہذا القیاس یونانیوں کا بھی یہی حال تھا۔ انہوں نے بھی کوّے کی طرح زیرک کہلا کر پھر شرک کی نجاست کھائی۔ اور مجرّد عقل نے کسی زمانہ میں کوئی ایسی جماعت طیار نہ کی جو توحید خالص پر قائم ہوتی۔ اور مَیں نے بخوبی تحقیق کیا ہے کہ برہمو سماج والوں کی توحید کی طرف مائل ہونے کی بھی یہی اصل ہے کہ جو اُن کے بعض بزرگوں میں سے وہ شخص جو بانی مبانی اِس مذہب کا تھا۔ اُس نے قرآن شریف ہی سے کسی قدر توحید کا حصّہ حاصل کیا تھا۔ مگر اپنی بدنصیبی سے پُوری توحید حاصل نہ کر سکا۔ پھر وہی تخم توحید جو خدا کی کلام سے لیا گیا تھا۔ برہمو سماج والوں میں پھیلتا گیا۔ اگر کسی صاحب کو حضرات برہمو میں سے ہماری اِس تحقیق میں کچھ کلام ہو۔ تو لازم ہے کہ وہ ہمارے اس سوال کا مدلّل طور پر جواب دیں کہ اُن کو مسئلہ توحید کا کیونکر حاصل ہوا۔ آیا بطور سماع پہنچا۔ یا اُنکے کسی بانی نے صرف اپنی عقل سے ایجاد کیا۔ اگر بطور سماع پہنچا۔ تو کھول کر بیان کرنا چاہیئے کہ بجز قرآن شریف اور کونسی کتاب تھی جس نے خدا کا واحد لاشریک ہونا اور عیال و اطفال سے پاک ہونا اور حلول اور تجسّم سے منزّہ رہنا۔ اور اپنی ذات اور جمیع صفات میں کامل اور یگانہ ہونا اس زمانہ میں خطۂ ہندوستان میں مشہور کر رکھا تھا جس سے یہ مسئلہ توحید اُن کو حاصل ہوا۔ اُس کتاب کا نام بتلانا چاہیئے۔ اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ اُس بانی کو

ص۲۰۱

حاشیہ نمبر ۱۱

اوّل درجہ پر رہیگا۔ کہ جو علمی طاقتوں اور وسعتِ معلومات اور عام واقفیت اور ملکہ
علوم دقیقہ میں سب سے اعلیٰ اور مشق اور ورزش املاء و انشاء میں سب سے زیادہ تر

صـ ۲۰۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

توحید کی خبر بطور سماع نہیں پہنچی۔ بلکہ اُس نے صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اِس مسئلہ کو پیدا
کیا۔ تو اس صورت میں یہ ثابت کرکے دکھلانا چاہیئے کہ بانی مذکور کے وقت میں یعنے جس
زمانہ میں برہمو مذہب کا بانی مبانی ایک مذہب جاری کرنے لگا۔ اُس وقت ہندوستان میں
بذریعہ قرآن شریف ابھی توحید نہیں پھیلی تھی۔ کیونکہ اگر پھیل چکی تھی۔ تو پھر توحید کا
دریافت کرنا ایک ایجاد خیال نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یقینی طور پر یہی سمجھا جائے گا کہ
اُس برہمو مذہب کے بانی نے قرآن شریف سے ہی مسئلہ توحید کو حاصل کیا تھا۔
بہرحال جب تک آپ لوگ دلائل قویّہ سے میری اِس رائے کو ردّ نہ کریں۔ تب تک یہی
ثابت ہے کہ آپ لوگوں نے قرآن شریف سے ہی مسئلہ وحدانیّتِ الٰہی معلوم کیا۔
مگر نمک حرام آدمی کی طرح کافر نعمت رہے اور اپنے محسن اور مربّی کا شکر بجا نہ لائے۔
بلکہ اُن لوگوں کی طرح جن کی طینت میں خُبث اور فساد ہوتا ہے۔ بجائے شکر بجالانے کے
بدگوئی اختیار کی۔ ماسوائے اِس کے تمام تواریخ دان بخوبی جانتے ہیں کہ ازمنہ سابقہ
میں بھی جب کسی نے خدا کے نام اور اس کی صفاتِ کاملہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کی
تو الہام ہی کے ذریعہ سے کی۔ اور عقل کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں بھی توحید الٰہی شائع
نہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ الہام نہ پہنچا۔ اُس جگہ کے لوگ خدا کے نام سے
بے خبر اور حیوانات کی طرح بے تمیز اور بے تہذیب رہے۔ کون کوئی ایسی کتاب ہمارے
سامنے پیش کرسکتا ہے کہ جو ازمنہ سابقہ میں سے کسی زمانہ میں علمِ الٰہی کے بیان میں
تصنیف ہوئی ہو۔ اور حقیقی سچائیوں پر مشتمل ہو جس میں مصنّف نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ
اُس نے خداشناسی کے مستقیم راہ کو بذریعہ الہام حاصل نہیں کیا اور نہ خدائے واحد
کی ہستی پر بطور سماع اطلاع پائی ہے۔ بلکہ خدا کا پتہ لگانے اور صفاتِ الٰہیہ کے جاننے
اور معلوم کرنے میں صرف اپنی ہی عقل اور اپنے ہی فکر اور اپنی ہی ریاضت اور اپنی
ہی عرق ریزی سے مدد ملی ہے۔ اور بلاتعلیم غیرے آپ ہی مسئلہ وحدانیت الٰہی

صـ ۲۰۱

فرسودۂ روزگار ہو۔ اور ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ جو شخص اُس سے استعداد میں، علم میں، لیاقت میں، ملکہ میں، ذہن میں، عقل میں کہیں فروتر اور متنزّل ہے۔ وہ اپنی تحریر

ص ۲۰۲

کو معلوم کر لیا ہے اور خود بخود ذہن خدائے تعالیٰ کی سچی معرفت اور کامل شناسائی تک پہنچ گیا ہے۔ کون ہم کو ثابت کر کے دکھلا سکتا ہے کہ کوئی ایسا زمانہ بھی تھا کہ دنیا میں الہام الٰہی کا نام و نشان نہ تھا اور خدا کی مقدس کتابوں کا دروازہ بند تھا۔ اور اُس زمانے کے لوگ محض صحیفۂ فطرت کے ذریعہ سے توحید اور خداشناسی پر قائم تھے۔ کون کسی ایسے ملک کا نشان بتلا سکتا ہے جس کے باشندے الہام کے وجود سے محض بے خبر رہ کر پھر فقط عقل کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ گئے اور صرف اپنی ہی فکر و نظر سے وحدانیتِ حضرتِ باری پر ایمان لے آئے۔ آپ لوگ کیوں جاہلوں کو دھوکا دیتے ہیں اور کیوں بہ یکبارگی خدا سے بے خوف ہو کر فریب و تدلیس کی باتیں مُنہ پر لاتے ہیں۔ اور جو کھلا ہوا ہے اُسکو بند۔ اور جو بند ہے اُسکو کھلا ہوا بیان کرتے ہیں۔ کیا آپکو اُس ذاتِ قادرِ مطلق پر ایمان ہے یا نہیں کہ جو انسان کے دل کی حقیقت خوب جانتا ہے۔ اور جس کی نظرِ عمیق سے خیانت پیشہ لوگ پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن یہی تو مشکل ہے کہ آپ کا ایمان ہی تنگ اور تاریک جگہ کی طرح ہے جس تک صاف اور بے دُود روشنی کا نشان نہیں پہنچا۔ اِسی وجہ سے آپ لوگوں کا مذہب بھی ہزاروں طرح کی تنگیوں اور ظلمتوں کا مجموعہ ہے اور ایسا منقبض ہے کہ کوئی گوشہ اُس کا کھلا ہوا نظر نہیں آتا اور کوئی عقدہ صفائی اور درستی سے طے شدہ معلوم نہیں ہوتا۔ خدا کے وجود کے بارے میں تو تم سُن ہی چکے ہو کہ آپ لوگوں کا ایمان کیسا اور کس قدر ہے۔ رہی یہ بات کہ جزا سزا کے معاملہ پر آپ لوگوں کے یقین کا کیا حال ہے اور قانونِ قدرت نے اِس بارہ میں کن کن معارف کا آپ پر دروازہ کھول رکھا ہے۔ سو اِس امر میں بھی بجز واہی خیالوں اور سَوداوی وہموں کے اور کچھ بھی آپ لوگوں کے ہاتھ میں نہیں۔ جزا سزا کی جزئیاتِ دقیقہ تو یقینی طور پر کیا معلوم ہونگی۔ اوّل یہی بات آپ لوگوں پر یقینی طور پر ثابت نہیں کہ جزا سزا فی الواقعہ ایک امرِ شدنی ہے اور خدا ضرور انسانوں کو اُن کے عملوں کا بدلہ دے گا۔ بھلا اگر معلوم ہے تو آپ ذرہ عقلی طور پر ثابت کر کے دِکھلائیے کہ خدا پر

ہیں من حیث الکمالات اُس سے برابر ہو جائے۔ مثلاً ایک طبیب حاذق جو علمِ ابدان میں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کیوں یہ فرض ہے کہ بنی آدم کو اُن کی پرہیز گاری کا ضرور بدلہ دے اور فاسقوں سے اُنکے فسق و فجور کا مؤاخذہ کرے۔ جس حالت میں خدا پر خود یہی فرض نہیں کہ انسان کی رُوح کو بہ خلاف تمام حیوانوں کی رُوحوں کے ہمیشہ کیلئے موجود رکھے اور دوسرے سب جاندار اِن کی رُوح معدوم کردے۔ تو پھر خاص انسان کو جزا سزا دینا اور دوسروں کو اس سے بے نصیب رکھنا کیونکر اُسپر فرض ہو جائیگا۔ کیا تمہاری نیکیوں سے خدا کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور تمہاری بدیوں سے اُسکو کچھ تکلیف ملتی ہے۔ تا وہ نیکیوں سے آرام پاکر اُنکو نیکی کا بدلہ دے اور بدوں سے ایذا اُٹھاکر اُن سے کینہ کشی کرے۔ اور اگر تمہاری نیکی بدی سے اُس کا نہ کچھ ذاتی فائدہ ہے نہ نقصان۔ تو پھر تمہاری اطاعت یا عدمِ اطاعت اُسکے لئے برابر ہے۔ اور جب برابر ہوئی تو پھر اِس صورت میں اعمال پر خواہ نخواہ پاداش کا مترتّب ہونا کیونکر یقینی طور پر ثابت ہو۔ کیا یہ قرینِ انصاف ہے کہ کوئی شخص محض اپنی مرضی سے بغیر حکم دُوسرے کے کوئی کام کرے۔ اور دوسرے پر خواہ نخواہ اس کا حق ٹھہر جائے۔ ہرگز نہیں۔ مثلاً اگر زیؔد بدوں حکم بکؔر کے کوئی گڑھا کھودے یا کوئی عمارت بنادے۔ تو گو یہ بھی تسلیم کرلیں کہ اس گڑھے یا عمارت میں بکر کا سراسر فائدہ ہے پر تب بھی از رُوئے قانونِ انصاف کے ہرگز بکؔر پر واجب نہیں ہوتا کہ زیؔد کی محنت اور سعی کا عوض ادا کرے۔ کیونکہ زیؔد کی وہ محنت صرف اپنے ہی خیال سے ہے۔ نہ بکؔر کی فہمائش اور حکم سے۔ پھر جس حالت میں ہماری نیکیوں سے خدا کو کچھ فائدہ بھی نہیں پہنچتا۔ بلکہ تمام عالم کے پرہیزگار اور نیکوکار ہو جانے سے بھی خدا کی بادشاہت ایک ذرہ زیادہ نہیں ہوتی۔ اور نہ اُن سب کے فاسق اور بدکار ہو جانے سے اُس کی بادشاہی میں ایک ذرہ خلل آتا ہے۔ تو پھر اس صورت میں جب تک خدا کی طرف سے کوئی صریح وعدہ نہ ہو۔ کیونکر یقینی طور پر سمجھا جائے کہ وہ ہماری نیکیوں یا ہماری بدیوں کا ضرور ہمیں پاداش دے گا۔ ہاں اگر خدا کی طرف سے کوئی وعدہ ہو۔ تو اِس صورت میں ہر ایک عقلِ سلیم بہ یقین تمام سمجھتی ہے کہ وُہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کریگا۔ اور ہر شخص بشرطیکہ نرا احمق نہ ہو۔ بخوبی جانتا ہے کہ وعدہ اور عدمِ وعدہ ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

ص۲۰۲

مہارت تامہ رکھتا ہے۔ جس کو زمانہ دراز کی مشق کے باعث سے تشخیص امراض اور تحقیق عوارض کی پوری پوری واقفیت حاصل ہے۔ اور علاوہ اس کے فن سخن

ص۲۰۲

جو تسلّی اور تشفّی وعدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ نری خود تراشیدہ خیالات سے ممکن نہیں مثلاً خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایمانداروں کو یہ وعدہ دیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔[1] الجزو نمبر ۵ یعنے خدا مومنین صالحین کو ہمیشہ کی بہشت میں داخل کریگا۔ خدا کی طرف سے یہ سچّا وعدہ ہے اور خدا سے زیادہ تر سچّا اپنی باتوں میں اور کون ہے۔ اب خود منصف ہوکر بتلاؤ کہ کیا اس صریح وعدہ سے صرف اپنے ہی دل کے خیالات برابر ہوسکتے ہیں۔ کیا کبھی یہ دونوں صورتیں یکساں ہوسکتی ہیں کہ ایک کو ایک راستباز کسی قدر مال دینے کا اپنی زبان سے وعدہ کرے۔ اور دوسرے کو وہ راستباز اپنی زبان سے کچھ بھی وعدہ نہ کرے۔ کیا مبشّر اور غیر مبشّر دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اب اپنے ہی دل میں سوچو کہ زیادہ صاف اور کھلا ہوا۔ اور باطمینان وہ کام ہے جس میں خدا کی طرف سے نیک اجر دینے کا وعدہ ہو۔ یا وہ کام کہ جو فقط اپنے ہی دل کا منصوبہ ہو۔ اور خدا کی طرف سے خاموشی ہو۔ کون دانا ہے کہ جو وعدہ کو غیر وعدہ سے بہتر نہیں جانتا۔ کونسا دل ہے جو وعدہ کے لئے نہیں تڑپتا۔ اگر خدا کی طرف سے ہمیشہ چُپ چاپ ہی ہو۔ تو پھر اگر خدا کی راہ میں کوئی محنت بھی کرے تو کس بھروسہ پر۔ کیا وہ اپنے ہی تصوّرات کو خدا کے وعدے قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جس کا ارادہ ہی معلوم نہیں کہ وہ کونسا بدلہ دیگا اور کیونکر دیگا اور کب تک دیگا۔ اسکے کام پر کون ہوزبخود پختہ اُمید کرسکتا ہے۔ اور نااُمیدی کی حالت میں کیونکر محنتوں اور کوششوں پر دل لگا سکتا ہے۔ انسان کی کوششوں کو حرکت دینے والے اور انسان کے دل میں کامل جوش پیدا کرنے والے خدا کے وعدے ہیں۔ انہیں پر نظر کرکے عقلمند انسان اس دنیا کی محبت کو چھوڑتا ہے اور ہزاروں پیوندوں اور تعلقوں اور زنجیروں سے خدا کے لئے الگ ہوجاتا ہے۔ وہی وعدے ہیں کہ جو ایک آلودہ حرص و ہوا کو ایکبارگی خدا کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ جبھی کہ

ص۲۰۳

حاشیہ نمبر ۱۱

[1] النساء : ۱۲۳

میں بھی یکتا ہے۔ اور نظم اور نثر میں سر آمدِ روزگار ہے۔ جیسے وہ ایک مرض کے حدوث کی کیفیت اُس کے علامات اور اسباب فصیح اور وسیع

حاشیہ نمبر ۱۱

ایک شخص پر یہ بات کُھل جاتی ہے کہ خدا کا کلام برحق ہے اور اُس کا ہر یک وعدہ ضرور ایک دن ہونے والا ہے۔ تو اُسی وقت دنیا کی محبّت اُس پر سرد ہو جاتی ہے۔ ایک دم میں وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے اور کسی اور ہی مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ کیا ایمان کے رُو سے اور کیا عمل کے رُو سے اور کیا جزا سزا کی امید کے رُو سے کُھلا ہوا اور مفتوح دروازہ خدا کے سچے الہام اور پاک کلام کا دروازہ ہے و بس۔

کلامِ پاک آں بیچوں دہد صد جامِ عرفاں را
کسے کو بیخبر زاں می چہ داند ذوقِ ایماں را

نہ چشم است آنکہ نہ کوری ہمہ عمرے بسر کرد است
نہ گوش است آنکہ نہ شنیدست گاہے قولِ جاناں را

وسوسۂ ہفتم:۔ کسی کتاب پر علمِ الٰہی کی ساری صداقتیں ختم نہیں ہو سکتیں پھر کیونکر اُمید کی جائے کہ ناقص کتابیں کامل معرفت تک پہنچا دیں گی۔

جواب۔ یہ وسوسہ اُس وقت تک قابلِ التفات ہوتا کہ جب برہمو سماج والوں میں سے کوئی صاحب اپنی عقل کے زور سے خدا شناسی یا کسی دوسرے امرِ معاد کے متعلق کوئی ایسی جدید صداقت نکالتا جس کا قرآن شریف میں کہیں ذکر نہ ہوتا۔ اور ایسی حالت میں بلاشبہ حضراتِ برہمو بڑے ناز سے کہہ سکتے تھے کہ علمِ معاد اور خدا شناسی کی ساری صداقتیں کتابِ الہامی میں مندرج نہیں۔ بلکہ فلاں فلاں صداقت باہر رہ گئی ہے جس کو ہم نے دریافت کیا ہے۔ اگر ایسا کر کے دکھلاتے۔ تب تو شاید کسی نادان کو کوئی دھوکا بھی دے سکتے۔ پر جس حالت میں قرآن شریف کُھلا کُھلا دعویٰ کر رہا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ[1] الجزو نمبر۷ یعنے کوئی صداقت علمِ الٰہی کے متعلق جو انسان کے لئے ضروری ہے۔ اِس کتاب سے باہر نہیں۔ اور پھر فرمایا۔ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ[2] الجزو نمبر۳۰ یعنے خدا کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ جن میں تمام کامل صداقتیں اور علومِ اوّلین و آخرین درج ہیں۔ اور پھر فرمایا۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ[3] الجزو نمبر۱۱ یعنے اِس کتاب میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکیمِ مطلق نے محکم اور مدلّل طور پر یعنے علومِ حکمیہ کی طرح

۲۰۴

[1] الانعام : ۳۹ [2] البیّنۃ : ۳-۴ [3] ھود : ۲

صفحہ ۲۰۴

تقریر میں بکمال صحت و حقانیت اور بہ نہایت متانت و بلاغت بیان کر سکتا ہے۔ اُس کے مقابلے پر کوئی دوسرا شخص جس کو فنِ طبابت سے ایک ذرہ مس نہیں

اس کو بیان کیا ہے۔ بطور کتھا یا قصہ نہیں۔ دوسری یہ خوبی کہ اس میں تمام ضروریاتِ علمِ معاد کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ[1] یعنی علمِ معاد میں جس قدر تنازعات اُٹھیں سب کا فیصلہ یہ کتاب کرتی ہے۔ بے سود اور بیکار نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا۔ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ[2] الجزو نمبر ۱۴۔ یعنی ہم نے اس لئے کتاب کو نازل کیا ہے تا جو اختلافات عقول ناقصہ کے باعث پیدا ہو گئے ہیں یا کسی عمدًا افراط و تفریط کرنے سے ظہور میں آئے ہیں اُن سب کو دُور کیا جائے۔ اور ایمانداروں کیلئے سیدھا راستہ بتلایا جاوے۔ اس جگہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو فساد بنی آدم کے مختلف کلاموں سے پھیلا ہے۔ اسکی اصلاح بھی کلام ہی پر موقوف ہے یعنے اس بگاڑ کے درست کرنے کیلئے جو بیہودہ اور غلط کلاموں سے پیدا ہوا ہے۔ ایسے کلام کی ضرورت ہے جو تمام عیوب سے پاک ہو۔ کیونکہ یہ نہایت بدیہی بات ہے کہ کلام کا رہزدہ کلام ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔ صرف اشاراتِ قانونِ قدرت تنازعاتِ کلامیہ کا فیصلہ نہیں کر سکتے اور نہ گمراہ کو اُسکی گمراہی پر بصفائی تمام ملزم کر سکتے ہیں۔ جیسے اگر جج نہ مدعی کی وجوہات بتصریح قلمبند کرے۔ نہ مدعا علیہ کے عذرات کو بدلائل قاطعہ توڑے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ صرف اُس کے اشارات سے فریقین اپنے اپنے سوالات و اعتراضات و وجوہات کا جواب پالیں۔ اور کیونکر ایسے مبہم اشارات پر جن سے کسی فریق کا باطمینانِ کامل رفع عذر نہیں ہوا۔ حکمِ اخیر مترتب ہو سکتا ہے۔ اسی طرح خدا کی حجّت بھی بندوں پر تب ہی پوری ہوتی ہے کہ جب اُس کی طرف سے یہ التزام ہو کہ جو لوگ غلط تقریروں کے اثر سے طرح طرح کی بدعقیدگی میں پڑ گئے ہیں۔ اُن کو بذریعہ اپنی کامل و صحیح تقریر کے غلطی پر مطلع کرے اور مدلّل اور واضح بیان سے اُن کا گمراہ ہونا اُن کو جتلا دے۔ تا اگر اطلاع پا کر پھر بھی وہ باز نہ آویں۔ اور غلطی کو

[1] الطارق : ۱۴-۱۵ [2] النحل : ۶۵

ص ۲۰۵

اور فنِ سخن کی نزاکتوں سے بھی ناآشنا محض ہے۔ ممکن نہیں کہ مثل اُسکے بیان کرسکے۔ یہ بات بہت ہی ظاہر اور عام فہم ہے کہ جاہل اور عاقل کی تقریر میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔

ص ۲۰۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہ چھوڑیں تو سزا کے لائق ہوں۔ خدائے تعالیٰ ایک مجرم ٹھہرا کر پکڑلے اور سزا دینے کو طیار ہوجائے۔ مگر بیان واضح سے اسکے دلائل بریّت کا غلط ہونا ثابت نہ کرے اور اُسکے دلی شبہات کو اپنی کھلی کلام سے نہ مٹادے۔ کیا یہ اُس کا منصفانہ حکم ہوگا؟ پھر اسی کی طرف دوسری آیت میں بھی اشارہ فرمایا۔ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ[1] الجزو نمبر ۲ یعنے قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے اُن کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا۔ ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہوگیا تھا۔ ان میں قولِ فیصل بیان کرکے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر اسی جامعیت کے بارے میں فرمایا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا[2]۔ الجزو نمبر ۱۵ یعنے اِس کتاب میں ہر ایک علم دین کو بہ تفصیل تمام کھول دیا ہے! اور اِسکے ذریعہ سے انسان کی جزئی ترقی نہیں بلکہ یہ وہ وسائل بتلاتا ہے اور ایسے علوم کاملہ تعلیم فرماتا ہے جن سے کلّی طور پر ترقی ہو۔ اور پھر فرمایا۔ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ[3]۔ الجزو نمبر ۱۴ یعنے یہ کتاب ہم نے اِسلئے تجھ پر نازل کی کہ تا ہر یک دینی صداقت کو کھول کر بیان کردے اور تا یہ بیان کامل ہمارا اُنکے لئے جو اطاعت الٰہی اختیار کرتے ہیں موجب ہدایت و رحمت ہو۔ اور پھر فرمایا۔ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[4] الجزو نمبر ۱۳۔ یعنے یہ عالی شان کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی تا کہ تُو لوگوں کو ہر یک قسم کی تاریکی سے نکال کر نُور میں داخل کرے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس قدر انسان کے نفس میں طرح طرح کے وساوس گذرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اُن سب کو قرآن شریف دُور کرتا ہے۔ اور ہر یک طور کے خیالاتِ فاسدہ کو مٹاتا ہے اور معرفتِ کامل کا نُور بخشتا ہے یعنے جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور اس پر یقین لانے کے لئے معارف و حقائق درکار ہیں سب عطا فرماتا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

[1] البقرۃ : ۱۸۶ [2] بنی اسرائیل : ۱۳ [3] النحل : ۹۰ [4] ابراھیم : ۲

ص۲۰۶ اور جس قدر انسان کمالاتِ علمیہ رکھتا ہے۔ وہ کمالات ضرور اس کی علمی تقریر میں اِس طرح پر نظر آتے ہیں۔ جیسے ایک آئینۂ صاف میں چہرہ نظر آتا ہے۔ اور حق اور حکمت

حاشیہ نمبر ۱۱

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ[1] ـ الجزو نمبر ۱۳ یعنے قرآن ایسی کتاب نہیں کہ انسان اسکو بنا سکے بلکہ اُس کے آثارِ صدق ظاہر ہیں کیونکہ وہ پہلی کتابوں کو سچا کرتا ہے یعنے کتبِ سابقہ انبیاء میں جو اسکے بارے میں پیشین گوئیں موجود تھیں وہ اسکے ظہور سے بہ پایۂ صداقت پہنچ گئیں۔ اور جن عقائد حقّہ کے بارے میں اُن کتابوں میں دلائل واضح موجود نہ تھیں۔ اُن کے قرآن نے دلائل بتلائے اور اُن کی تعلیم کو مرتبۂ کمال تک پہنچایا۔ اِس طور پر اُن کتابوں کو سچا کیا۔ جس سے خود سچائی اُس کی ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے نشانِ صدق یہ کہ ہر یک صداقتِ دینی کو وہ بیان کرتا ہے اور تمام وہ امور بتلاتا ہے کہ جو ہدایت کامل پانے کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہ اس لئے نشانِ صدق ٹھہرا کہ انسان کی طاقت سے یہ بات باہر ہے کہ اس کا علم ایسا وسیع و محیط ہو جس سے کوئی دینی صداقت و حقائق دقیقہ باہر نہ رہیں۔ غرض ان تمام آیات میں خدائے تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ قرآن شریف ساری صداقتوں کا جامع ہے۔ اور یہی بزرگ دلیل اُس کی حقانیت پر ہے اور اس دعوے پر صدہا برس بھی گذر گئے۔ پر آجتک کسی برہمو وغیرہ نے اُس کے مقابلے پر دم بھی نہ مارا۔ تو اِس صورت میں ظاہر ہے کہ بغیر پیش کرنے کسی ایسی جدید صداقت کے کہ جو قرآن شریف سے باہر رہ گئی ہو۔ یونہی دیوانوں اور سودائیوں کی طرح اوہام باطلہ پیش کرنا جن کی کچھ بھی اصلیّت نہیں۔ اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ ایسے لوگوں کو راستبازوں کی طرح حق کا تلاش کرنا منظور ہی نہیں۔ بلکہ نفسِ امّارہ کو خوش رکھنے کے لئے اِس فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح خدا کے پاک احکام سے بلکہ خدا ہی سے آزادگی حاصل کرلیں۔ اِسی آزادگی کے حصول کی غرض سے خدا کی سچی کتاب سے جس کی حقانیّت اظہر من الشمس ہے ایسے منحرف ہو رہے ہیں کہ نہ متکلم بن کر شائستہ طریق پر کلام کرتے ہیں اور نہ سامع ہونے کی حالت میں کسی دوسرے کی بات سنتے ہیں۔ بھلا کوئی اِن سے پوچھے کہ کب کسی نے کوئی

ص۲۰۶

[1] یوسف : ۱۱۲

کے بیان کرنے کے وقت وہ الفاظ کہ جو اُس کے مُونہہ سے نکلتے ہیں۔ اسکی لیاقتِ علمی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صداقتِ دینی قرآن کے مقابلہ پر پیش کی جس کا قرآن نے کچھ جواب نہ دیا اور خالی ہاتھ بھیجدیا جس حالت میں تیرہ سَو برس سے قرآن شریف بآواز بلند دعویٰ کر رہا ہے کہ تمام دینی صداقتیں اُس میں بھری پڑی ہیں۔ تو پھر یہ کیسا خبث طینت ہے کہ امتحان کے بغیر ایسی عالیشان کتاب کو ناقص خیال کیا جائے۔ اور یہ کس قسم کا مکابرہ ہے کہ نہ قرآن شریف کے بیان کو قبول کریں اور نہ اُس کے دعویٰ کو توڑ کر دکھلائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے لبوں پر تو ضرور کبھی کبھی خدا کا ذکر آجاتا ہے۔ مگر ان کے دل دنیا کی گندگی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دینی بحث شروع بھی کریں تو اس کو مکمل طور پر ختم کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ناتمام گفتگو کا ہی جلدی سے گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ کوئی صداقت ظاہر ہو جائے۔ اور پھر بے شرمی یہ کہ گھر میں بیٹھ کر اُس کامل کتاب کو ناقص بیان کرتے ہیں۔ جس نے بوضاحت تمام فرمادیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔[1] الجزو نمبر ۱ یعنے آج میں نے اس کتاب کے نازل کرنے سے علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچادیا اور اپنی تمام نعمتیں ایمانداروں پر پُوری کر دیں۔ اے حضرات! کیا تمہیں کچھ بھی خدا کا خوف نہیں؟ کیا تم ہمیشہ اسی طرح جیتے رہو گے؟ کیا ایک دن خدا کے حضور میں اِس جھوٹے مُنہ پر لعنتیں نہیں پڑیں گی؟ اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لیے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اُس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے رُوبرو پیش کرو۔ تاہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلادیں۔ مگر پھر مسلمان ہونے پر مستعد رہو۔ اور اگر اب بھی آپ لوگ بدگمانی اور بک بک کرنا نہ چھوڑیں اور مناظرہ کا سیدھا راستہ اختیار نہ کریں۔ تو بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

ص ۲۰۷

الا اے کمربستہ بر افترا مکش خویشتن را بہ ترکِ حیا

بخاصانِ حق کینہ ات تا کجا گہے شرمت آید ز کیہان خدا

[1] المائدۃ : ۴

۲۰۷ کا اندازہ معلوم کرنے کے لئے ایک پیمانہ تصوّر کئے جاتے ہیں اور جو بات وسعتِ علم اور کمالِ عقل کے چشمہ سے نکلتی ہے۔ اور جو بات تنگ اور منقبض اور تاریک اور محدود

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جو چیزے بود روشن اندر بہی ۔۔۔ برد ہرچہ بندی بود ابلہی
چو بہ تیک گوہر گماں بد بری ۔۔۔ بدانند مردم کہ بد گوہری
چو گوئی دریاک را پُر غبار ۔۔۔ غبارِ دو چشمت شود آشکار
سخن ہائے پُر خبث و بے مغز و خام ۔۔۔ بود بر خبیثاں نشانے تمام
ندانید گفتن سخن جز دروغ ۔۔۔ برحق ندارد دروغے فروغ
نیارید یاد از حق بیچگوں ۔۔۔ پسند او فتادست دنیائے دوں
بہ دنیا کسے دل بہ بندد چرا ۔۔۔ کہ ناگاہ باید شدن زیں سرا
سرانجامِ ایں خانہ رنج ست و درد ۔۔۔ بہ پیچش نیا یند مردانِ مرد
بدیں رگل میالائے دل چوں خسے ۔۔۔ کہ عہدِ بقایش نماند بسے
زمانِ مکافات آید فراز ۔۔۔ تو بر عیشِ دنیا بدیں ساں مناز
فریبے مخور از زر و سیم و مال ۔۔۔ کہ ہر مال را آخر آید زوال
نہ آوردہ ایم و نہ با خود بریم ۔۔۔ تہی آمدیم و تہی بگذریم
الا تا نہ تابی سر از روئے دوست ۔۔۔ جہانے نیرزد بیک موئے دوست
خدائے کہ جاں بر رہِ او فدا ۔۔۔ نہ یابی رہش جز پئے مصطفٰے
ابوالقاسم آں آفتابِ جہاں ۔۔۔ کہ روشن شد از وے زمین و زماں
بشر گرچہ بُدے از ملک نیک تر ۔۔۔ نہ بودے اگرچوں محمدؐ بشر
نیاید ترا شرم از کردگار ۔۔۔ کہ اہلِ خرد باشی و باوقار
پس آنگہ شوی منکرِ آں رسول ۔۔۔ کہ یابد ازو نور چشمِ عقول
نہ سہو و ز غفلت رہیدہ نہٗ ۔۔۔ ز طورِ بشر پاکشیدہ نہٗ
نیاید ز تو کارِ ربّ العباد ۔۔۔ مکن داوریہا ز جہل و عناد

خیال سے پیدا ہوتی ہے۔ ان دونوں طور کی باتوں میں اس قدر فرق واضح ہوتا ہے کہ جیسے قوتِ شامہ کے آگے بشرطیکہ کسی فطرتی یا عارضی آفت سے ماؤف نہ ہو خوشبو

صہ ۲۰۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مدان ناقص وابکمش چوں جماد	کمال خدا را میفگن زیاد
تو خود ناقصی و دنی الصّفات	منہ تہمتِ نقص بر پاک ذات
خیالاتِ بیہودہ کردت تباہ	خود از پائے خود او فتادی بچاہ
خیالت شبے ہست تاریک و تار	فزودہ براں شب زکیں صد غبار
نہ دل را چو دزداں لشب شاد کن	بترس و ز روزِ سزا یاد کن
اگر در ہوا ہمچو مرغاں پری	وگر بر سرِ آب ہا بگذری
وگر ز آتش آئی سلامت بروں	وگر خاک را زر کنی از فسوں
نیاری کہ حق را کنی زیر و پست	مکن ژاژ خائی چو مجنوں و مست
خدا ہر کہ را کرد مہرِ منیر	نہ گردد ز دستِ تو خاکِ حقیر
دلِ خود بہرزہ مسوزائے دنی	نہ کاہد ز مکرِ تو افزودنی
بہار ست و بادِ صبا در چمن	کند نازہا باگل و یاسمن
ز نسرین و گلہائے فصلِ بہار	نسیمِ صباحے وزد عطر بار
تو اے ابلہ افتادہ اندر خزاں	ہمہ برگ افشاندہ چوں مفلساں
بہ قرآں چرا بر سرِ کیں دوی	نہ دیدی ز قرآں مگر نیکوی
اگر نامدے در جہاں ایں کلام	نماندے بہ دنیا ز توحید نام
جہاں بود افتادہ تاریک و تار	ازو شد منوّر رخِ ہر دیار
بہ توحید راہے ازو شد عیاں	تراہم خبر شد کہ ہست آں یگاں
وگر نہ بہ بیں حالِ آبائے خویش	بہ انصاف بنگر دراں دین و کیش
بود آں خرہ مایہ بدگوہرے	کہ از منعمِ خود بتابد سرے
ز اندازۂ خویش برتر مپر	بزشکے مگو چوں ندانی ہنر

۲۰۹

اور بدبُو میں فرق واضح ہے۔ جہانتک تم چاہو فکر کر لو۔ اور جس حد تک چاہو سوچ لو

حاشیہ نمبر ۱۱

یقیں داں کہ ایں کار یزدانی است ۔ نہ از دخل و تدبیر انسانی است
شد ایں دیں بفضلِ خدا ارجمند ۔ نہ کارِ فریب است و سالوس و بند
درخشد درو نُور چوں آفتاب ۔ تو کوری نمی بینی اش زیں حجاب
بہ ناپاکیٔ دل مشو بدگماں ۔ وگر حجّتے است بنما عیاں
بہ شوقِ دل آویختن را بساز ۔ پس آنگہ بہ بیں قُدرتِ کارساز
گزیں کُن ز قومت یکے انجمن ۔ کہ با یک تن از ما کُند یک سخن
بما ہست فضلِ خداوندِ پاک ۔ ز باطل پرستاں نداریم باک
بجوش است فیضِ احد در دلم ۔ کہ تا بند ہر طالبے بگسلم
خدا را درِ لُطفہا ہست باز ۔ نسیمِ عنایات در اہتزاز
کسے کو بتابد سر از عدل و داد ۔ کجا دم زند پیشِ صدق و سداد
کلامِ خدا ہر دم از عزّ و جاہ ۔ کند رُوئے ناشر مسارش سیاہ
چساں رائے شخصے بگردد بلند ۔ کہ طغیانِ نفسش بگردن فگند
دلِ پاک و جولانِ فکر و نظر ۔ دو جوہر بود لازمِ یک دِگر
چو صوفِ صفا در دل آمیختند ۔ مداد از سوادِ عیوں ریختند
خدا آفریدت زیک مُشتِ خاک ۔ خودت داد ناں تا نگردی ہلاک
بہر حاجتے گشت حاجت روا ۔ کشود از ترحّم دو دستِ عطا
چہ پاداشِ جُودش چنیں میدہی ۔ کہ در علمِ خود را نظیرش نہی
چہ خود را برابر کُنی با خدائے ۔ تفو بر چنیں عقل و ادراک و رائے
خدا چُوں دلے را بہ پستی فگند ۔ بکوشش نیاریم کردن بلند
بکوشیم و انجامِ کار آں بود ۔ کہ آں خواہش و رائے یزداں بود

وسوسۂ ہشتم:۔ انسان کو خدا کا ہمکلام تجویز کرنا ادب سے دُور ہے۔ فانی کو ذاتِ

کوئی خامی اِس صداقت میں نہیں پاؤ گے۔ اور کسی طرف سے کوئی رخنہ نہیں دیکھو گے

ازلی ابدی سے کیا نسبت اور مُشتِ خاک کو نورِ محبوب سے کیا مشابہت۔

جواب:۔ یہ وہم بھی سراسر بے اصل اور پوچ ہے اور اسکے قلع و قمع کے لئے انسان کو اسی بات کا سمجھنا کافی ہے کہ جس کریم اور رحمان نے افرادِ کاملہ بنی آدم کے دل میں اپنی معرفت کے لئے بے انتہا جوش ڈال دیا۔ اور ایسا اپنی محبت اور اپنی اُنس اور اپنے شوق کی طرف کھینچا کہ وہ بالکل اپنی ہستی سے کھوئے گئے۔ تو اِس صورت میں یہ تجویز کرنا کہ خدا اُن کا ہمکلام ہونا نہیں چاہتا۔ اِس قول کے مساوی ہے کہ گویا اُن کا تمام عشق اور محبت ہی عبث ہے اور اُن کے سارے جوش یک طرفہ خیالات ہیں۔ لیکن خیال کرنا چاہیئے کہ ایسا خیال کس قدر بیہودہ ہے۔ کیا جس نے انسان کو اپنے تقرب کی استعداد بخشی اور اپنی محبت اور عشق کے جذبات سے بے قرار کر دیا۔ اسکے کلام کے فیضان سے اس کا طالب محروم رہ سکتا ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ خدا کا عشق اور خدا کی محبت اور خدا کے لئے بے خود اور محو ہو جانا یہ سب ممکن اور جائز ہے اور خدا کی شان میں کچھ حارج نہیں۔ مگر اپنے محبِ صادق کے دل پر خدا کا الہام نازل ہونا غیر ممکن اور ناجائز ہے اور خدا کی شان میں حارج ہے۔ انسان کا خدا کی محبت کے بے انتہا دریا میں ڈوبنا اور پھر کسی مقام میں بس نہ کرنا اِس بات پر شہادتِ قاطع ہے کہ اُسکی عجیب الخلقت رُوح خدا کی معرفت کے لئے بنائی گئی ہے۔ پس جو چیز خدا کی معرفت کے لئے بنائی گئی ہے اگر اُس کو وسیلۂ معرفتِ کامل جو الہام ہے عطا نہ ہو۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا نے اُس کو اپنی معرفت کے لئے نہیں بنایا۔ حالانکہ اِس بات سے برہمو سماج والوں کو بھی انکار نہیں کہ انسان سلیم الفطرت کی رُوح خدا کی معرفت کی بھوکی اور پیاسی ہے۔ پس اب انکو آپ ہی سمجھنا چاہیئے کہ جس حالت میں انسان صحیح الفطرت خود فطرتاً خدا کی معرفت کا طالب ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ معرفتِ الٰہی کا ذریعۂ کامل بجز الہامِ الٰہی اور کوئی دوسرا امر نہیں۔ تو اِس صورت میں اگر وہ معرفتِ کامل کا ذریعہ غیر ممکن الحصول بلکہ اس کا تلاش کرنا دُور از ادب ہے۔ تو خدا کی حکمت پر بڑا اعتراض ہو گا کہ اُس نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے جوش تو دیا پر ذریعۂ معرفت عطا نہ کیا۔ گویا جس قدر بھوک تھی اس قدر روٹی دینا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ ... ۳

۲۰۹

ص۲۱۱

پس جبکہ من کل الوجوہ ثابت ہے کہ جو فرق علمی اور عقلی طاقتوں میں مخفی ہوتا ہے۔ وہ ضرور کلام میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور ہرگز ممکن ہی نہیں کہ جو لوگ من حیث العقل

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہ چاہا۔ اور جس قدر پیاس لگادی اُس قدر پانی دینا منظور نہ ہوا۔ مگر دانشمند لوگ اِس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ ایسا خیال سراسر خدا کی عظیم الشان رحمتوں کی ناقدر شناسی ہے۔ جس حکیم مطلق نے انسان کی ساری سعادت اِس میں رکھی ہے کہ وہ اِسی دنیا میں الوہیّت کی شعاعوں کو کامل طور پر دیکھے تا اس زبردست کشش سے خدا کی طرف کھینچا جائے۔ پھر ایسے کریم اور رحیم کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ انسان کو اپنی سعادتِ مطلوبہ اور اپنے مرتبۂ فطرتیہ تک پہنچانا نہیں چاہتا۔ یہ حضراتِ برہمو کی عجب عقلمندی ہے۔

وسوسۂ نہم:۔ یہ اعتقاد کہ خدا آسمان سے اپنا کلام نازل کرتا ہے یہ بالکل درست نہیں کیونکہ قوانینِ نیچریہ اس کی تصدیق نہیں کرتے اور کوئی آواز اُوپر سے نیچے کو آتی ہم کبھی نہیں سُنتے۔ بلکہ الہام صرف ان خیالات کا نام ہے کہ جو فکر اور نظر کے استعمال سے عقلمند لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں وبس۔

جواب:۔ جو صداقت بجائے خود ثابت ہے اور جس کو بے شمار صاحبِ معرفت لوگوں نے بچشمِ خود مشاہدہ کر لیا ہے اور جس کا ثبوت ہر زمانہ میں طالبِ حق کو مل سکتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسا انسان منکر ہو کہ جو رُوحانی بصیرت سے بے بہرہ ہے یا اگر اُس کی تصدیق سے کسی محجوب القلب کا فکر قاصر اور علم ناقص ناکام رہے تو اُس صداقت کا کچھ بھی نقصان نہیں۔ اور نہ وہ ایسے لوگوں کے بک بک کرنے سے قوانینِ قدرتیہ سے باہر ہو سکتی ہے مثلاً تم سوچو کہ اگر کوئی اس قوّتِ جاذبہ سے جو مقناطیس میں ہے بے خبر ہو اور اس نے کبھی مقناطیس دیکھا ہی نہ ہو۔ اور یہ دعویٰ کرے کہ مقناطیس ایک پتھر ہے۔ اور جہاں تک قوانین قدرتیہ کا مجھے علم ہے اِس طور کی کشش کو مَیں نے کبھی کسی پتھر میں مشاہدہ نہیں کیا اسلئے میری رائے میں جو مقناطیس کی نسبت ایک خاصیّتِ جذب خیال کی گئی ہے وہ غلط ہے کیونکہ قوانین نیچریہ کے برخلاف ہے۔ تو کیا اسکی اس فضول گوئی سے مقناطیس کی ایک متحقق خاصیّت غیر معتبر اور مشکوک ہو جائیگی۔ ہرگز نہیں بلکہ ایسے نادان کی ان فضول باتوں سے اگر کچھ ثابت بھی ہوگا تو یہی ثابت ہوگا کہ وہ سخت درجہ کا احمق اور جاہل ہے کہ جو اپنے عدمِ علم کو

والعلم افضل اور اعلیٰ ہیں وہ فصاحت بیانی اور رفعت معانی میں یکساں ہو جائیں اور کچھ ما بہ الامتیاز باقی نہ رہے۔ تو اس صداقت کا ثابت ہونا اس دوسری صداقت

ص۲۱۱

حاشیہ نمبر ۱۱

عدم شے پر دلیل ٹھہراتا ہے اور ہزارہا صاحب تجربہ لوگوں کی شہادت کو قبول نہیں کرتا۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ قوانین قدرتیہ کیلئے یہ بھی شرط ہو۔ کہ ہریک فرد بشر عام طور پر خود انکو آزمالیوے خدا نے نوعِ انسان کو ظاہری و باطنی قوتوں میں متفاوت پیدا کیا ہے۔ مثلاً بعض کی قوتِ باصرہ نہایت تیز ہے۔ بعض ضعیف البصر ہیں۔ بعض بعض اندھے بھی ہیں۔ جو ضعیف البصر ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ تیز بصارت والوں نے دُور سے کسی باریک چیز کو مثلاً ہلال کو دیکھ لیا تو وہ انکار نہیں کرتے بلکہ انکار کرنا اپنی ذلّت اور پردہ دری کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور اندھے بیچارے تو ایسے معاملہ میں دم بھی نہیں مارتے۔ اسی طرح جن کی قوتِ شامہ مفقود ہے وہ صدہا ثقہ اور راستگو لوگوں کی زبان سے خوشبو بدبو کی خبریں جب سنتے ہیں تو یقین کر لیتے ہیں اور ذرّہ شک نہیں کرتے اور خوب جانتے ہیں کہ اس قدر لوگ جھوٹ نہیں بولتے ضرور سچے ہیں۔ اور بلاشبہ ہماری ہی قوتِ شامہ نادار ہے کہ جو ہم ان مشمومات کے دریافت کرنے سے محروم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس باطنی استعدادوں میں بھی بنی آدم مختلف ہیں۔ بعض ادنیٰ ہیں اور حجبِ نفسانی میں محجوب ہیں۔ اور بعض قدیم سے ایسے نفوسِ عالیہ اور صافیہ ہوتے چلے آئے ہیں کہ جو خدا سے الہام پاتے رہے ہیں۔ اور ادنیٰ فطرت کے لوگ کہ جو محجوب النفس ہیں۔ ان کا نفوسِ عالیہ لطیفہ کے خصائصِ ذاتیہ سے انکار کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی اندھا یا ضعیف البصر صاحبِ بصارتِ قویّہ کے مرئیات سے انکار کرے یا جیسا ایک اخشم آدمی جس کی قوتِ بویائی ابتدا پیدائش سے ہی باطل ہو۔ صاحبِ قوتِ شامہ کے مشمومات سے منکر ہو۔

اور پھر منکر کے ملزم کرنے کے لئے بھی جو ظاہری طور پر تدابیر ہیں۔ وہی باطنی طور پر بھی تدابیر موجود ہیں۔ مثلاً جس کی قوتِ شامہ کا مفقود ہونا بعلّتِ مولودی ہے۔ اگر وہ خوشبو بدبو کے وجود سے منکر ہو بیٹھے اور جس قدر لوگ صاحب قوتِ شامہ ہیں سب کو دروغگو یا وہمی قرار دے۔ تو اس کو یوں سمجھا سکتے ہیں کہ اسکو یہ کہا جائے کہ وہ بہت سی چیزوں مثلاً پارچات میں سے بعض پر عطر مل کر اور بعض کو خالی رکھ کر صاحبِ قوتِ شامہ

ﷺ

کے ثبوت کو مستلزم ہے کہ جو کلام خدا کلام ہو۔ اُس کا انسانی کلام سے اپنے ظاہری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کا امتحان کرلے تا تکرار تجربہ سے اُس کو اس بات پر یقین ہو جائے کہ قوت شامہ کا وجود بھی واقعی اور حقیقی ہے اور ایسے لوگ فی الحقیقت پائے جاتے ہیں کہ جو معطر اور غیر معطر میں فرق کر لیتے ہیں۔ ایسا ہی تکرار تجربہ سے الہام کا وجود طالب حق پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب صاحب الہام پر وہ اُمور غیبیہ اور دقائق مخفیہ منکشف ہوتے ہیں کہ جو مجرد عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے اور کتاب الہامی ان عجائبات پر مشتمل ہوتی ہے جن پر کوئی دوسری کتاب مشتمل نہیں ہوتی تو طالب حق اسی دلیل سے سمجھ لیتا ہے کہ الہام الٰہی ایک متحقق الوجود صداقت ہے۔ اور اگر نفوس صافیہ میں سے ہو تو خود ٹھیک ٹھیک راہ راست پر چلنے سے کسی قدر بہ حیثیت نورانیت قلب اپنے الہام الٰہی کو اولیاء اللہ کی طرح پا بھی لیتا ہے جس سے وحی رسالت پر بطور حق الیقین اسکو علم حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ طالب حق کے لئے کہ جو اسلام کے قبول کرنے پر دلی سچائی اور روحانی صدق اور خالص اطاعت سے رغبت ظاہر کرے۔ ہم ہی اس طور پر تسلی کر دینے کا ذمہ اُٹھاتے ہیں۔ وَاِنْ کَانَ اَحَدٌ فِیْ

ﷺ

شَكٍّ من قولی فلیرجع الینا بصدق القدم واللّٰہ علی ما نقول قدیر وھو فی کل امر نصیر۔

اور یہ خیال کرنا کہ جو جو دقائق فکر اور نظر کے استعمال سے لوگوں پر کھلتے ہیں وہی الہام ہیں۔ بجز ان کے اور کوئی شے الہام نہیں۔ یہ بھی ایک ایسا وہم ہے جس کا موجب صرف کور باطنی اور بے خبری ہے۔ اگر انسانی خیالات ہی خدا کا الہام ہوتے۔ تو انسان بھی خدا کی طرح بذریعہ اپنے فکر اور نظر کے اُمور غیبیہ کو معلوم کر سکتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ گو انسان کیسا ہی دانا ہو مگر وہ فکر کر کے کوئی امر غیب بتلا نہیں سکتا۔ اور کوئی نشان طاقت الوہیت کا ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور خدا کی قدرت خاصہ کی کوئی علامت اس کے کلام میں پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر وہ فکر کرتا کرتا مر بھی جائے۔ تب بھی اُن پوشیدہ باتوں کو معلوم نہیں کر سکتا کہ جو اُس کی عقل اور نظر اور حواس سے وراء الوراء ہیں۔ اور نہ اس کا کلام ایسا عالی ہوتا ہے کہ جس کے مقابلہ سے انسانی قوتیں عاجز ہوں۔ پس اس وجہ سے عاقل کو یقین کرنے کے لئے وجوہ کافی ہیں کہ جو کچھ انسان اپنی فکر اور نظر سے بھلے یا بُرے

اور باطنی کمالات میں برتر اور اعلیٰ اور عدیم المثال ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ خدا کے علم تام سے کسی کا علم برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اسی کی طرف خدا نے بھی اشارہ فرما کر کہا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خیالات پیدا کرتا ہے وہ خدا کا کلام نہیں بن سکتے۔ اگر وہ خدا کا کلام ہوتا تو انسان پر سارے غیب کے دروازے کھل جاتے اور وہ امور بیان کر سکتا جن کا بیان کرنا الوہیت کی قوت پر موقوف ہے کیونکہ خدا کے کام اور کلام میں خدائی کے تجلیات کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی کے دل میں یہ شبہ گذرے کہ نیک اور بد تدبیریں اور ہر یک شر و خیر کے متعلق باریک حکمتیں اور طرح طرح کے مکر و فریب کی باتیں کہ جو فکر اور نظر کے وقت انسان کے دل میں پڑ جاتی ہیں۔ وہ کس کی طرف سے اور کہاں سے پڑتی ہیں۔ اور کیونکر سوچتے سوچتے یک دفعہ مطلب کی بات سوجھ جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام خیالات خلق اللہ ہیں امر اللہ نہیں۔ اور اس جگہ خلق اور امر میں ایک لطیف فرق ہے۔ خلق تو خدا کے اُس فعل سے مراد ہے کہ جب خدائے تعالیٰ عالم کی کسی چیز کو بتوسط اسباب پیدا کر کے بوجہ علت العلل ہونے کے اپنی طرف اسکو منسوب کرے۔ اور امر وہ ہے جو بلا توسط اسباب خالص خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور کسی سبب کی اُس سے آمیزش نہ ہو۔ پس کلام الٰہی جو اُس قادر مطلق کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ اُس کا نزول عالم امر سے ہے نہ عالم خلق سے۔ اور دوسرے جو جو خیالات انسانوں کے دلوں میں بوقت نظر اور فکر اُٹھا کرتے ہیں۔ وہ بتمامہا عالم خلق سے ہیں کہ جن میں قدرت الٰہیہ زیر پردۂ اسباب و قویٰ متصرف ہوتی ہے اور ان کی نسبت بسط کلام یوں ہے کہ خدا نے انسان کو اِس عالم اسباب میں طرح طرح کی قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ پیدا کر کے انکی فطرت کو ایک ایسے قانون فطرت پر مبنی کر دیا ہے۔ یعنے اُن کی پیدائش میں کچھ اس قسم کی خاصیت رکھدی ہے کہ جب وہ کسی بھلے یا بُرے کام میں اپنی فکر کو متحرک کریں۔ تو اُسی کے مناسب اُن کو تدبیریں سوجھ جایا کریں۔ جیسے ظاہری قوتوں اور حواسوں میں انسان کے لئے یہ قانون قدرت رکھا گیا ہے کہ جب وہ اپنی آنکھ کھولے تو کچھ نہ کچھ دیکھ لیتا ہے۔ اور جب اپنے کانوں کو کسی آواز کی طرف لگاوے تو کچھ نہ کچھ سُن لیتا ہے۔ اسی طرح جب وہ کسی نیک یا بد کام میں کوئی کامیابی کا راستہ سوچتا ہے تو کوئی نہ کوئی تدبیر

ص ۲۱۳

۲۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ [1] الجزو نمبر ۱۲

یعنے اگر کفار اِس قرآن کی نظیر پیش نہ کرسکیں اور مقابلہ کرنے سے عاجز رہیں۔

سُوجھ ہی جاتی ہے۔ صالح آدمی نیک راہ میں فکر کرکے نیک باتیں نکالتا ہے۔ اور چور نقب زنی کے باب میں فکر کرکے کوئی عمدہ طریق نقب زنی کا ایجاد کرتا ہے۔ غرض جس طرح بدی کے بارے میں انسان کو بڑے بڑے عمیق اور نازک بدی کے خیال سوجھ جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اُسی قوّت کو جب انسان نیک راہ میں استعمال کرتا ہے تو نیکی کے عمدہ خیال بھی سوجھ جاتے ہیں۔ اور جس طرح بدخیالات گو کیسے ہی عمیق اور دقیق اور جادو اثر کیوں نہ ہوں خدا کا کلام نہیں ہوسکتے۔ ایسا ہی انسان کے خود تراشیدہ خیالات جن کو وہ اپنے زعم میں نیک سمجھتا ہے۔ کلامِ الٰہی نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو کچھ نیکوں کو نیک حکمتیں یا چوروں۔ ڈاکوؤں اور خونیوں اور زانیوں اور جعلسازوں کو فکر اور نظر کے بعد بُری تدبیریں سوجھتی ہیں وہ فطرتی آثار اور خواص ہیں اور بوجہ علّت العلل ہونے حضرتِ باری کے اُنکو خلق اللہ کہا جاتا ہے نہ امر اللہ۔ وہ انسان کے لئے ایسے ہی فطرتی خواص ہیں جیسے نباتات کے لئے قوّتِ اسہال یا قوّتِ قبض یا دوسری قوتیں فطرتی خواص ہیں۔ غرض جیسا اور چیزوں میں حکیم مطلق نے طرح طرح کے خواص رکھے ہیں۔ ایسا ہی انسان کی قوّتِ متفکّرہ میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ جس نیک یا بد میں انسان اس سے مدد لینا چاہتا ہے۔ اُسی قسم کی اُس سے مدد ملتی ہے۔ ایک شاعر کسی کی ہجو میں شعر بناتا ہے۔ اُسکو فکر کرنے سے ہجو کے شعر سُوجھتے جاتے ہیں۔ دوسرا شاعر اُسی شخص کی تعریف کرنی چاہتا ہے۔ اُس کو تعریف کا ہی مضمون سُوجھتا ہے۔ سو اِس قسم کے خیالاتِ نیک اور بد خدا کی خاص مرضی کا آئینہ نہیں ہوسکتے اور نہ اس کا کام اور کلام کہلا سکتے ہیں۔ خدا کا پاک کلام وہ کلام ہے کہ جو انسانی قویٰ سے بکلّی برتر و اعلیٰ ہے۔ اور کمالیّت اور قدرت اور تقدس سے بھرا ہوا ہے۔ جس کے ظہور و بروز کے لئے اوّل شرط یہی ہے کہ بشری قوتیں بکلّی معطّل اور بیکار ہوں۔ نہ فکر ہو نہ نظر ہو۔ بلکہ انسان مثل میّت کے ہو۔ اور سب اسباب منقطع ہوں۔ اور خدا جس کا وجود واقعی اور حقیقی ہے۔ آپ اپنے کلام کو اپنے خاص ارادہ سے کسی کے دل پر نازل کرے۔ ۲۱۴

[1] هود : ۱۵

۲۱۴

تو تم جان لو کہ یہ کلام علمِ انسان سے نہیں بلکہ خدا کے علم سے نازل ہوا ہے۔ جس کے علمِ وسیع اور تام کے مقابلہ پر علومِ انسانیہ بے حقیقت اور ہیچ ہیں۔ اِس آیت میں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پس سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح آفتاب کی روشنی صرف آسمان سے آتی ہے آنکھ کے اندر سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اِسی طرح نورِ الہام کا بھی خاص خدا کی طرف سے اور اُسکے ارادہ سے نازل ہوتا ہے۔ یونہی اندر سے جوش نہیں مارتا۔ جبکہ خدا فی الواقع موجود ہے اور فی الواقع وہ دیکھتا سنتا جانتا کلام کرتا ہے۔ تو پھر اُس کا کلام اُسی حیّ و قیوم کی طرف سے نازل ہونا چاہیئے نہ یہ کہ انسان کے اپنے ہی خیالات خدا کا کلام بن جائیں۔ ہمارے اندر سے وہی خیالات بھلے یا بُرے جوش مارتے ہیں کہ جو ہمارے اندازۂ فطرت کے مطابق ہمارے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ مگر خدا کے بے انتہا علم اور بے شمار حکمتیں ہمارے دل میں کیونکر سما سکیں۔ اِس سے زیادہ تر اور کیا کفر ہو گا۔ کہ انسان ایسا خیال کرے کہ جس قدر خدا کے پاس خزائنِ علم و حکمت و اسرارِ غیب ہیں۔ وہ سب ہمارے ہی دل میں موجود ہیں اور ہمارے ہی دل سے جوش مارتے ہیں۔ پس دوسرے لفظوں میں اس کا خلاصہ تو یہی ہوا کہ حقیقت میں ہم ہی خدا ہیں اور بجز ہمارے اور کوئی ذات قائم بنفسہٖ اور متصف بصفاتہٖ موجود نہیں جس کو خدا کہا جائے۔ کیونکہ اگر فی الواقعہ خدا موجود ہے اور اُسکے علوم غیر متناہی اُسی سے خاص ہیں۔ جن کا پیمانہ ہمارا دل نہیں ہو سکتا۔ تو اِس صورت میں کس قدر یہ قول غلط اور بیہودہ ہے کہ خدا کے بے انتہا علوم ہمارے ہی دل میں بھرے پڑے ہیں اور خدا کے تمام خزائنِ حکمت ہمارے ہی قلب میں سما رہے ہیں۔ گویا خدا کا علم اسی قدر ہے جس قدر ہمارے دل میں موجود ہے۔ پس خیال کرو کہ اگر یہ خدائی کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انسان کا دل خدا کے جمیع کمالات کا جامع ہو جائے؟ کیا یہ جائز ہے کہ ایک ذرّۂ امکان آفتابِ وجوب بن جائے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہم پہلے ابھی لکھ چکے ہیں کہ الوہیت کے خواص جیسے علمِ غیب اور احاطۂ دقائق حکمیہ اور دوسرے قدرتی نشان انسان سے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ اور خدا کا کلام وہ ہے۔ جس میں خدا کی عظمت۔ خدا کی قدرت۔ خدا کی برکت۔ خدا کی حکمت۔ خدا کی بے نظیری پائی جاوے۔ سو وہ تمام

۲۱۵

۲۱۵

بُرہانِ انّی کی طرز پر اثر کے وجود کو مؤثر کے وجود کی دلیل ٹھہرائی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ علمِ الٰہی بوجہ اپنی کمالیت اور جامعیت کے ہرگز

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

شرائط قرآن شریف میں ہیں جیسے انشاء اللہ ثبوت اس کا اپنے موقعہ پر ہوگا۔ پس اگر اب بھی برہمو سماج والوں کو ایسے الہام کے وجود سے انکار ہو کہ جو اُمورِ غیبیہ اور دوسرے اُمورِ قدرتیہ پر مشتمل ہو۔ تو اُن کو اپنی آنکھ کھولنے کے لئے قرآن شریف کو بغور تمام دیکھنا چاہیئے تا اُنہیں معلوم ہو کہ کیسے اُس کلامِ پاک میں ایک دریا اخبارِ غیب کا اور نیز اُن تمام امورِ قدرتیہ کا کہ جو انسانی طاقتوں سے باہر ہیں بہ رہا ہے۔ اور اگرچہ بوجہ قلّتِ بصیرت و بصارت ان فضائلِ قرآنیہ کو خود بخود معلوم نہ کر سکیں تو ہماری اس کتاب کو ذرا آنکھ کھول کر پڑھیں تا وہ خزائنِ امورِ غیبیہ و اسرارِ قدرتیہ کہ جو قرآنِ شریف میں بھرے پڑے ہیں بطور مشتے نمونہ از خروارے ان کو معلوم ہو جائیں اور یہ بھی ان کو معلوم رہے کہ تحقق وجودِ الہامِ ربّانی کیلئے کہ جو خاص خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک اور بھی راستہ کھلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ امتِ محمدیہ میں کہ جو سچے دین پر ثابت اور قائم ہیں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملہم ہو کر ایسے امورِ غیبیہ بتلاتے ہیں جن کا بتلانا بجز خدائے واحد لاشریک کے کسی کے اختیار میں نہیں۔ اور خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو انہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو یہ الہام یعنے یہودیوں۔ عیسائیوں۔ آریوں برہمیوں وغیرہ کو ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ قرآن شریف کے کامل تابعین کو ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔ اور گو وحیِ رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے لیکن یہ الہام کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باخلاص خادموں کو ہوتا ہے یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا۔ اور یہ الہام وحیِ رسالت پر ایک عظیم الشان ثبوت ہے جس کے سامنے ہر یک منکر و مخالفِ اسلام ذلیل اور رسوا ہے اور چونکہ یہ مبارک الہام

انسان کے ناقص علم سے متشابہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ جو کلام اس کامل اور
بے مثل علم سے نکلا ہے۔ وہ بھی کامل اور بے مثل ہی ہو۔ اور انسانی کلاموں سے بکلّی

ص ۲۱۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اپنی تمام برکت اور عزّت اور عظمت اور جلال کے ساتھ صرف ان عزّت دار بندوں میں پایا جاتا ہے کہ
جو اُمّتِ محمدیہ میں داخل ہیں اور خدامِ آنحضرت والاجاہ ہیں۔ دوسرے کسی فرقہ میں یہ نُورِ
کامل کہ جو تقرّب اور قبولیّت اور خوشنودیِ حضرتِ عزّت کی بشارتیں بخشتا ہے ہرگز پایا نہیں جاتا۔
اِسلئے وجود اس مبارک الہام کا صرف نفسِ الہام کی حقّانیّت کو ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ یہ بھی
ثابت کرتا ہے کہ دنیا میں مقبول اور مستقیم دین پر جو فرقہ ہے وہ فقط اہلِ اسلام ہی کا فرقہ
ہے اور باقی سب لوگ باطل پرست اور کجرو اور موردِ غضبِ الٰہی ہیں۔ نادان لوگ میری اِس
بات کو سُنتے ہی طرح طرح کی باتیں بنائیں گے اور انکار سے سر ہلائیں گے یا احمقوں اور
شریروں کی طرح ٹھٹھا کرینگے۔ مگر ان کو سمجھنا چاہیئے کہ خواہ نخواہ انکار اور ہنسی سے پیش آنا
شریف النفس اور طالب الحق انسانوں کا کام نہیں۔ بلکہ اُن خبیث الطبیعت اور شریر النفس
لوگوں کا کام ہے جن کو خدا اور راستی سے غرض نہیں۔ دنیا میں ہزارہا چیزوں میں ایسے
خواص ہیں کہ جو عقلی طور پر سمجھے نہیں جاتے صرف تجربہ سے انسان اُن کو سمجھتا ہے۔ اِسی
وجہ سے عام طور پر تمام عقلمندوں کا یہی قاعدہ ہے کہ جب تکرار تجربہ سے کسی چیز کی خاصیت
ظاہر ہوجاتی ہے تو پھر اُس خاصیت کے تحقّق وجود میں کسی عاقل کو شک باقی نہیں رہتا۔
اور آزمانے کے بعد وہی شخص شک کرتا ہے کہ جو نرا گدھا ہے۔ مثلاً تربد میں جو قوّتِ
اسہال ہے یا مقناطیس میں جو قوّتِ جذب ہے۔ اگرچہ اِس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں
کہ کیوں ان میں یہ قوتیں ہیں۔ لیکن جبکہ تکرار تجربہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ ضرور ان چیزوں میں
یہ قوتیں پائی جاتی ہیں۔ گو ان کی کیفیتِ وجود پر عقلی طور پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ لیکن
بضرورتِ شہادتِ قاطعہ تجربہ اور امتحان کے ہریک عاقل کو ماننا پڑتا ہے کہ فی الحقیقت
تربد میں قوّتِ اسہال اور مقناطیس میں خاصۂ جذب موجود ہے۔ اور اگر کوئی اُن کے
وجود سے اِس بنا پر انکار کرے کہ عقلی طور پر مجھ کو کوئی دلیل نہیں ملتی تو ایسے شخص کو
ہریک دانا پاگل اور دیوانہ جانتا ہے۔ اور سودائی اور مسلوب العقل قرار دیتا ہے۔

ص ۲۱۶

امتیاز رکھتا ہو۔ سو یہی کمالیت قرآن شریف میں ثابت ہے۔ غرض خدا کے کلام کا انسان کے کلام سے ایسا فرق بیّن چاہیئے۔ جیسا خدا اور انسان کے علم اور عقل

ص۲۱۷

حاشیہ نمبر ۱۱

سو اب ہم برہمو لوگوں اور دوسرے مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے الہام کی نسبت بیان کیا ہے یعنے یہ کہ وہ اب بھی اُمّتِ محمدیہ کی کامل افراد میں پایا جاتا ہے اور انہیں سے مخصوص ہے انکے غیر میں ہرگز پایا نہیں جاتا۔ یہ بیان ہمارا بلا ثبوت نہیں بلکہ جیسا بذریعہ تجربہ ہزارہا صداقتیں دریافت ہو رہی ہیں۔ ایسا ہی یہ بھی تجربہ اور امتحان سے ہر یک طالب پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی کو طلبِ حق ہو تو اس کا ثابت کر دکھانا بھی ہمارا ہی ذمہ ہے بشرطیکہ کوئی برہمو یا اور کوئی منکر دینِ اسلام کا طالبِ حق بنکر اور بصدقِ دل دینِ اسلام قبول کرنے کا وعدہ تحریری مشتہر کر کے اخلاص اور نیک نیتی اور اطاعت سے رجوع کرے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ[1]۔ بعض لوگ یہ وہم بھی پیش کرتے ہیں کہ جس حالت میں امورِ غیبیہ کے بتلانے والے دنیا میں کئی فرقے پائے جاتے ہیں کہ جو کبھی نہ کبھی اور کچھ نہ کچھ بتلا دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات کسی قدر انکا مقولہ بھی سچ ہو رہتا ہے۔ جیسے منجّم۔ طبیب۔ قیافہ دان۔ کاہن۔ رمّال۔ جفری۔ فالبین اور بعض بعض مجانین اور رجال کے زمانہ میں مسمریزم کہ بعض امور ان سے مکشوف ہوتے رہے ہیں تو پھر امورِ غیبیہ الہام کی حقانیت پر کیونکر حجّتِ قاطع ہونگے۔ اسکے جواب میں سمجھنا چاہیئے کہ تمام فرقے جن کا اوپر ذکر ہوا صرف ظنّ اور تخمین بلکہ وہم پرستی سے باتیں کرتے ہیں یقینی اور قطعی علم انکو ہرگز نہیں ہوتا۔ اور نہ انکا ایسا دعویٰ ہوتا ہے۔ اور بعض حوادثِ کونیّہ سے جو یہ لوگ اطلاع دیتے ہیں تو انکی پیشین گوئیوں کا ماخذ صرف علامات و اسبابِ ظنّیہ ہوتے ہیں جنہوں نے قطع اور یقین کے مرتبہ سے مسّ بھی نہیں کیا ہوتا اور احتمالِ تلبیس اور اشتباہ اور خطا کا اُن سے مرتفع نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر انکی خبریں سراسر بے اصل اور بے بنیاد اور دروغ محض نکلتی ہیں۔ اور باوصف اس کذبِ فاش اور خلافِ واقعہ نکلنے کے ان کی پیشین گوئیوں میں عزت اور قبولیت اور منصوریت اور کامیابی کے انوار پائے نہیں جاتے۔ اور ایسے خبریں بتانے والے اپنی ذاتی حالت میں اکثر افلاس زدہ اور بدنصیب اور بدبخت اور

ص۲۱۷

[1] آل عمران : ۶۴

اور قدرت میں فرق ہے۔ جس حالت میں افرادِ انسانی نوعِ واحد میں داخل ہو کر پھر بھی بوجہ تفاوتِ علم اور عقل اور تجربہ اور مشق کے متفاوت البیان پائی جاتی ہیں اور

۲۱۸

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

بے عزت اور دُونِ ہمت اور دنی النفس اور ناکام اور نامراد ہی نظر آتے ہیں اور امورِ غیبیہ کو اپنی حسبِ مراد ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ ان کے حالات پر خدا کے قہر کی علامات نمودار ہوتی ہیں اور خدا کی طرف سے کوئی برکت اور عزت اور نصرت ان کے شاملِ حال نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء اور اولیاء صرف نجومیوں کی طرح امورِ غیبیہ کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ خدا کے کامل فضل اور بزرگ رحمت سے کہ جو ہر دم ان کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ ایسی اعلیٰ پیشین گوئیاں بتلاتی ہیں جن میں انوارِ قبولیت اور عزت کے آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جو عزت اور نصرت کی بشارت پر مشتمل ہوتے ہیں نہ نحوست اور نکبت پر۔ قرآنِ کریم کی پیشین گوئیوں پر نظر ڈالو۔ تو معلوم ہو کہ وہ نجومیوں وغیرہ درماندہ لوگوں کی طرح ہرگز نہیں۔ بلکہ ان میں صریح ایک اقتدار اور جلال جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے اور اس میں تمام پیشین گوئیوں کا یہی طریق اور طرز ہے کہ اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ ＊

＊ ان دنوں مولوی ابو عبداللہ صاحب قصوری کا ایک رسالہ جس کے خاتمہ میں انہوں نے الہام اور وحی کے بارے میں کچھ اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ اتفاقاً میری نظر سے گذرا۔ اگرچہ صحت اور صفائی سے اچھی طرح نہیں کھلتا کہ مولوی صاحب ممدوح کی اس تحریر کا کیا منشاء ہے۔ مگر جس قدر لوگوں نے میرے پاس بیان کیا ہے اور جو کچھ مَیں نے اُس رسالہ کو پڑھ کر معلوم کیا ہے وہ شکی طور پر اس وہم میں ڈالتا ہے کہ گویا مولوی صاحب کو اولیاء اللہ کے الہام سے انکار ہے۔ واللہ اعلم بما فی قلبہم۔ بہرحال جو کچھ مَیں نے ان کے رسالہ سے سمجھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اوّل حضرتِ موصوف نے ایک لفظی بحث شروع کر کے الہام کی بابت لکھا ہے کہ الہام کے معنے لغت میں یہ ہیں۔ الہام چیزے در دل انداختن و آنچہ خدا در دل اندازد۔ اور پھر جھٹ پٹ اس پر یہ رائے ظاہر کر دی ہے کہ جب کہ الہام صرف دل کے خیال کا نام ہے خواہ نیک ہو خواہ بد۔ تو پھر اس سے کسی ولی یا صالح یا ایماندار کی خصوصیت نہیں کیونکہ سب کسی کو انواع و اقسام کے خیالات دل میں گذرا کرتے ہیں۔ اور دنیا میں کون ہے

۲۱۸

وسیع العلم اور قوی العقل کے فکرِ رسا تک محدود العلم اور ضعیف العقل ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ تو پھر خدا جو شرکتِ نوعی سے بکلّی پاک اور بلاشبہ مستجمع

حاشیہ نمبر ۱۱

اور اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست اور اپنی ہمیشہ کی سرسبزی اور دشمن کی تباہی ظاہر کی ہے۔ کیا اس قسم کی پیشین گوئیاں کوئی نجومی بھی کرسکتا ہے۔ یا کسی رمّال یا مسمریزم کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمیشہ اپنی ہی خیر ظاہر کرنا اور مخالف کا زوال اور وبال جتلانا۔ اور جو بات مخالف مونہہ پر لاوے۔ اسی کو توڑنا۔ اور جو بات اپنے مطلب کی ہو۔ اس کے ہوجانے کا وعدہ کرنا۔ یہ تو صریح خدائی ہے انسان کا کام نہیں۔ اس بات کو بخوبی سمجھانے کی غرض سے ہم چند آیات قرآن شریف جو امورِ غیبیہ پر مشتمل ہیں بطور نمونہ ذیل میں معہ ترجمہ لکھتے ہیں۔ تا عقلمند لوگ کہ جو اہلِ انصاف اور خدا ترس ہیں بغورِ تمام پڑھ کر اور ان سب پیشین گوئیوں کو یکجائی نظر سے دیکھ کر خود انصاف کریں کہ کیا ایسے اخبارِ غیب بیان کرنا بجز خدائے قادرِ مطلق کسی انسان کا کام ہے۔ اور وہ آیات معہ خلاصہ ترجمہ یہ ہیں :-

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کہ جو خیالات سے خالی ہو۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے چند مجمل اور مبہم باتیں لکھ کر تقریر کو ختم کردیا ہے۔ اور کوئی ایسی عبارت تصریح اور توضیح سے نہیں لکھی جس سے معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب اس بات کے قائل اور اقراری ہیں کہ اولیاء اللہ اور مؤمنین کاملین خدا کے حضور میں ایک خاص رابطہ رکھتے ہیں۔ اور خدا ان کو اپنے کلام کے ذریعہ سے جب چاہتا ہے بعض امورِ غیبیہ پر مطلع کرتا ہے اور اپنے کلماتِ پاک سے ان کو مشرف کرتا ہے۔ اور دوسروں کو وہ مرتبہ بحکم هل یستوی الاعمٰی والبصیر نہیں مل سکتا۔ غرض مولوی صاحب کی اس طرزِ تحریر سے کہ جو ان کے رسالہ میں درج ہے ضرور یہ شبہ گذرتا ہے کہ ان کو اولیاء اللہ کے الہام کی نسبت کچھ دل میں خلجان ہے۔ اگر خدانخواستہ مولوی صاحب کا منشاء یہی ہے کہ جو سمجھا جاتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ مولوی صاحب نے بڑی بھاری غلطی کی ہے۔ اولیاء اللہ کے ملہم من اللہ ہونے سے انکار کرنا ہر یک مسلمان سے بعید ہے اور مولوی صاحبوں سے بعید تر۔ کیا مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ کی والدہ سے بطورِ الہام خدا کا کلام

۲۱۹

ص۲۱۹

کمالاتِ تامہ اور اپنی جمیع صفات میں واحد لاشریک ہے۔ اُس سے مساوات کسی ذرّہ امکان کی کیونکر جائز ہو۔ اور کیونکر کوئی مخلوق ہو کر خالق کے علوم غیر متناہیہ سے

ص۲۱۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ [1] وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ [2] كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ [3] فَذَكِّرْ فَمَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ [4] قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ

یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں کہ جو جامع علوم حکمیہ ہے۔ کیا لوگوں کو اِس بات سے تعجب ہوا کہ جو ہم نے ان میں سے ایک کی طرف یہ وحی بھیجی کہ تو لوگوں کو ڈرا۔ اور اُن کو جو ایمان لائے یہ خوشخبری دے کہ اُن کے لئے اُن کے ربّ کے نزدیک قدم صدق ہے۔ کافروں نے اس رسول کی نسبت کہا کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔ اور انہوں نے رسول کو مخاطب کرکے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہوا تو تو دیوانہ ہے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہیں کہا۔ کیا انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کر رکھی تھی۔ نہیں بلکہ یہ قوم ہی طاغی ہے۔ سو انہیں تو حق کا راستہ یاد دلاتا رہ۔ اور خدا کے فضل سے نہ تو کاہن ہے اور نہ تجھے کسی جن کا آسیب اور دیوانگی ہے۔ اُن کو کہہ کہ اگر تمام جن اور آدمی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کرنا مریم سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا۔ حواریوں سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا خود قرآن شریف میں مندرج اور مرقوم ہے۔ حالانکہ ان سب میں سے نہ کوئی نبی تھا۔ اور نہ کوئی رسول تھا۔ اور اگر مولوی صاحب یہ جواب دیں کہ ہم اولیاء اللہ کے ملہم من اللہ ہونے کے قائل تو ہیں مگر اس کا نام الہام نہیں رکھتے بلکہ وحی رکھتے ہیں۔ اور الہام ہمارے نزدیک صرف دل کے خیال کا نام ہے جس میں کافر اور مومن اور فاسق اور صالح مساوی ہیں اور کسی کی خصوصیت نہیں تو یہ صرف نزاع لفظی ہے اور اسمیں بھی مولوی صاحب غلطی پر ہیں۔ کیونکہ لفظ الہام کہ جو اکثر جگہ عام طور پر وحی کے معنوں پر اطلاق پاتا ہے۔

ص۲۲۰

[1] یونس: ۲-۳ [2] الحجر: ۷ [3] الذاریات: ۵۳-۵۴ [4] الطور: ۳۰

ضـ ۲۲۰

اپنے ہیچ اور ناچیز علم کو برابر کر سکے۔ کیا اس صداقت کے ثابت ہونے میں ابھی کچھ کسر رہ گئی ہے کہ کلام کی تمام ظاہری باطنی شوکت وعظمت علمی طاقتوں اور عملی

ضـ ۲۲۰

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔[1] وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔[2] وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ

اس بات پر اتفاق کریں کہ قرآن جیسی کوئی اور کتاب بنا لاویں تو وہ کبھی بنا نہیں سکیں گے۔ اگرچہ بعض بعض کے مددگار بھی ہوں اور اگر تم اس کلام کے بارے میں کہ جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کسی نوع کے شک میں ہو یعنے اگر تمہارے نزدیک اُسنے وہ کلام آپ بنا لیا ہے یا جنّ سے سیکھا ہے یا جادو کی قسم ہے یا شعر ہے یا کسی اور قسم کا شک ہے تو تم بھی اگر سچے ہو تو بقدر ایک سُورۃ اسکی مثل بنا کر دکھلاؤ اور اپنے دوسرے مددگاروں یا معبودوں سے مدد لے لو۔ اور اگر نہ بنا سکو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز بنا نہیں سکو گے۔ تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے طیار کی گئی ہے اور کافر باہم پوشیدہ طور پر یہ باتیں کرتے ہیں کہ یہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اس میں کیا زیادتی ہے ایک تم سا آدمی ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

وہ باعتبار لغوی معنوں کے اطلاق نہیں پاتا۔ بلکہ اطلاق اسکا باعتبار عرفِ علماء اسلام ہے۔ کیونکہ قدیم سے علماء کی ایسی ہی عادت جاری ہوگئی ہے کہ وہ ہمیشہ وحی کو خواہ وحی رسالت ہو۔ یا کسی دوسرے مومن پر وحی اعلام نازل ہو۔ الہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس عرف کو وہی شخص نہیں جانتا ہوگا۔ جس کو حق کے قبول کرنے سے کوئی خاص غرض سدّ راہ ہے۔ ورنہ قرآن شریف کی صدہا تفسیروں میں سے اور کئی ہزار کتب دین میں سے کسی ایک تالیف کو بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا جس میں اس اطلاق سے انکار کیا گیا ہو۔ بلکہ جابجا مفسّروں نے وحی کے لفظ کو الہام ہی سے تعبیر کیا ہے۔ کئی احادیث میں بھی یہی معنے ملتے ہیں جس سے مولوی صاحب بے خبر نہیں ہیں۔ پھر نہ معلوم کہ مولوی صاحب نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ لفظِ الہام کے کتب دین میں وہی معنے کرنے چاہئیں کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں۔ جبکہ سوادِ اعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو استعمال کیا ہے۔

[1] بنی اسرائیل: ۸۹ [2] البقرۃ: ۲۴-۲۵

قُدرتوں کے تابع ہے۔ کیا کوئی ایسا انسان بھی ہے جس نے اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے کسی جزئی میں اس سچائی کو دیکھ نہیں لیا؟ پس جبکہ یہ صداقت اسقدر قوی اور مستحکم اور شائع اور متعارف ہے کہ کسی درجہ کی عقل اُسکے سمجھنے سے قاصر نہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ ھُوَ شَاعِرٌ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ کَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ۔[1] خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔[2] سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔[3] اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَکْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ کٰرِهُوْنَ	سو کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کے پیچ میں آتے ہو۔ پیغمبر نے کہا کہ میرا خدا ہر بات کو جانتا ہے خواہ آسمان میں ہو خواہ زمین میں وہ اپنی ذات میں سمیع اور علیم ہے جس سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی مگر کافر پیغمبر کی کب سنتے ہیں وہ تو قرآن کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ یہ پراگندہ خوابیں ہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آپ بنالیا ہے۔ بلکہ اُن کا یہ بھی مقولہ ہے کہ یہ شاعر ہے۔ بھلا اگر سچا ہے تو ہمارے رُوبرو کوئی نشان پیش کرے جیسے پہلے نبی بھیجے گئے تھے۔ انسان کی فطرت میں جلدی ہے عنقریب میں تم کو اپنے نشان دکھلاؤں گا سو تم مجھ سے جلدی تو مت کرو۔ عنقریب ہم انکو معمورۂ عالم کے کناروں تک نشان دکھلائینگے اور خود انہیں میں ہمارے نشان ظاہر ہونگے یہاں تک کہ حق اُنپر کھل جائیگا۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسکو جنون ہی نہیں بلکہ بات تو یہ ہے کہ خدا نے انکی طرف حق بھیجا اور وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تو پھر اس سے انحراف کرنا صریح تحکّم ہے۔ کیا مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ علمِ شریعت میں اسی طرح صدہا عرفی الفاظ ہیں جنکے مفہوم کو لغوی معنوں میں محدود کرنا ایک ضلالت ہے۔ غور وحی کے لفظ کو دیکھئے کہ اسکے وہ معنے جنکی رُو سے خدا کی کتابیں وحیٔ رسالت کہلاتی ہیں کہاں لغت سے ثابت ہوتے ہیں اور کس کتاب لُغت میں وہ کیفیتِ نزولِ وحی لکھی ہے جس کیفیت سے خدا اپنے مُرسلوں سے کلام کرتا ہے اور انپر اپنے احکام نازل کرتا ہے۔ اِسی طرح اسلام کے لفظ میں نظر کیجئے کہ اسکے لُغوی معنے تو صرف یہی ہیں کہ جو کسی کو کام سونپا یا ترک مقابلہ اور فروگذاشت اور اطاعت اسمیں یہ مضمون کہاں ماخوذ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی کہنا۔ پس اگر ہر یک لفظ کا لُغت ہی سے فیصلہ کرنا چاہیئے تو اِس حالت میں اسلام بھی الہام کی طرح مولوی صاحب کے نزدیک صرف صُلح یا کام سونپنے کا نام ہوگا اور دُوسرے

[1] انبیاء: ۴ تا ۶ [2] انبیاء: ۳۸ [3] حٰمٓ السجدۃ: ۵۴ [4] لم ۵

۲۲۲ ص

تو اس صورت میں نہایت درجہ کا نادان وہ شخص ہے کہ جو افرادِ ناقصہ انسانی میں تو اس صداقت کو مانتا ہے مگر اس ذاتِ کامل کے کلامِ مقدس میں جس کا اپنے علومِ تامہ

۲۲۲ ص

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔[1] هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ۔ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ۔[2] وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔[3] وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔[4]

اور اگر خدا ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا۔ تو زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب بگڑ جاتا۔ بلکہ ہم ان کیلئے وہ ہدایت لائے ہیں جس کے وہ محتاج ہیں۔ سو جس ہدایت کے وہ محتاج ہیں اسی سے کنارہ کش ہیں۔ کیا میں تم کو یہ خبر دوں کہ جنات کن لوگوں پر اترا کرتے ہیں۔ جنات انہیں پہ اترا کرتے ہیں کہ جو دروغگو اور معصیت کار ہیں اور اکثر ان کی پیشگوئیاں جھوٹی ہوتی ہیں اور شاعروں کی پیروی تو وہی لوگ کرتے ہیں کہ جو گمراہ ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ شاعر لوگ قافیہ اور ردیف کے پیچھے ہر یک جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں یعنی کسی حقانی صداقت کے پابند نہیں رہتے اور جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہوگا کہ انکا مرجع اور مآب کونسی جگہ ہے اور قرآن کو ہم نے ضرورتِ حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور حقانیت کے ساتھ اترا ہے

۲۲۲ ص

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

سب معانی ناجائز اور غیر صحیح ٹھہرینگے نعوذ باللّٰہ من زلۃ الفکر و قلۃ النظر۔ غرض یہ کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ہر یک علم میں خواہ علمِ ادیان ہو اور خواہ علمِ ابدان اور خواہ کوئی دوسرا علم ہو۔ ایسے الفاظِ عرفیہ ضرور مستعمل ہوا کرتے ہیں جن سے مقاصد اصطلاحی اس علم کے واضح اور روشن ہو جائیں اور علماء کو اس بات سے چارہ اور گریز گاہ نہیں کہ اس علم کے افادہ اور استفادہ کی غرض سے بعض الفاظ کے معانی اپنے عرف میں اپنے مطلب کے موافق مقرر کرلیں کما لا یخفٰی علی الناظر لیکن اگر مولوی صاحب عرفِ علماء کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو انہیں اختیار ہے کہ جو اولیاء اللہ کو خدا کی طرف سے کوئی غیبی خبر دیجاتی ہے۔ اس کا نام وحیٔ اطلاع اور وحیٔ اعلام رکھیں۔ مگر مناسب ہے کہ اس قدر ضرور ظاہر کردیں کہ ہم میں اور دوسری تمام جماعت مسلمانوں میں نزاع لفظی ہے یعنے جن علاماتِ الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں انہیں کو علماء اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہدیا کرتے ہیں۔ لیکن اصل

[1] المؤمنون: ۷۱ [2] الشعراء: ۲۲۲-۲۲۷ [3] الشعراء: ۲۲۸ [4] بنی اسرائیل: ۱۰۶

ص۲۲۳

ہیں یکتا اور بے نظیر ہونا سب کے نزدیک مُسلّم ہے۔ صداقتِ مذکورہ کے ماننے سے
مونہہ پھیرتا ہے۔ بعض اسلام کے مخالف یہ حجّت پیش کرتے ہیں کہ اگرچہ عقلی طور پر

حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۲۳

وَاِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ
الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا
مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ
حَمِیْدٍ[۱] وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ
اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ
وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءُ[۲]
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُوْنَ[۳] قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا
یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ[۴] وَ
قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا
لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ
لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ[۵] وَقَالَتْ

اور وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو ہمیشہ باطل کی آمیزش سے منزّہ رہیگی۔ اور کوئی باطل اسکا مقابلہ نہیں کرسکا اور نہ آئندہ کسی زمانہ میں مقابلہ کریگا۔ یعنی اسکی کامل صداقتیں کہ جو ہر یک باطل سے منزّہ ہیں۔ تمام باطل پرستوں کو کہ جو پہلے اسکے پیدا ہوئے یا آئندہ کبھی پیدا ہوں۔ ملزم اور لاجواب کرتی رہیں گی۔ اور کوئی مخالفانہ خیال اسکے سامنے تاب مقاومت نہیں لائیگا۔ اور جو شخص اسکے قبول کرنے سے انکار کرے۔ وہ خدا کو اپنا غلبہ ظاہر کرنے سے روک نہیں سکیگا۔ اور خدا کے مقابلہ پر کوئی اسکا حامی نہیں۔ ہم نے یہ کلام آپ اُتارا ہے اور ہم آپ ہی اسکے نگہبان رہیں گے۔ ان کو کہہ کہ حق آگیا اور باطل بعد اسکے نہ اپنی کوئی نئی شاخ نکالے گا۔ جس کا ردّ قرآن میں موجود نہ ہو اور نہ اپنی پہلی حالت پر عود کریگا۔ اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سُنو۔ اور جب تم کو سُنایا جائے تو تم بک بک کرنے سے اسمیں ایک شور ڈالدیا کرو۔ شاید اسی طرح تم کو غلبہ ہو اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ص۲۲۴

مطلب میں ہمارا اور اُنکا بکلّی اختلاف ہے تا لوگ انکی نسبت شُبہ اور شک میں نہ رہیں اور اُن کی مُشتبہ کلام موجب فتنہ نہ ٹھہرے۔ اور اگر یہ حال ہے کہ خود مولوی صاحب کو اسی امر میں شک ہے کہ خدا کسی مسلمان سے بطور الہام بھی کلام کرتا ہے تو یہ عاجز بفضل اللہ و رحمتہٖ بحکم وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کسی قدر بطور نمونہ ایسے الہامات بیان کرسکتا ہے جن سے خود یہ عاجز مشرف ہوا اور جن سے مولوی صاحب کو بکلّی تسلّی اور تشفّی حاصل ہو جائے اور جن پر غور کرنے سے یہ بھی مولوی صاحب کو معلوم ہو کہ یہ علومِ ربّانی اور اسرارِ آسمانی کہ جو مسلمانوں پر بذریعہ الہامِ یقینی اور قطعی منکشف ہوتے ہیں یہ اسلام کے مخالفوں کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے۔ اور نہ کبھی ہوئے اور نہ کسی مخالفِ اسلام کی طاقت ہے کہ انکے مقابلہ پر دم مار سکے چنانچہ وہ بعض الہامات جن کو میں اس جگہ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

[۱] حٰمٓ السجدۃ: ۴۲-۴۳ [۲] احقاف: ۳۳ [۳] حجر: ۱۰ [۴] سبا: ۵۰ [۵] حٰمٓ سجدۃ: ۲۷

۲۲۴ یہی واجب معلوم ہوتا ہے کہ کلامِ خدا بے مثل چاہیئے۔ لیکن ایسا کلام کہاں ہے جس کا بے مثل ہونا کسی صریح دلیل سے ثابت ہو۔ اگر قرآن بے نظیر ہے تو اسکی بے نظیری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاکْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ[۱] ۔ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ[۲] ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ[۳]	بعض یہود اور عیسائیوں نے کہا کہ یُوں کرو کہ دن کے اوّل وقت میں تو ایمان لاؤ اور دن کے آخری وقت یعنے شام کو حقیقت اسلام سے منکر ہو جاؤ۔ تا شاید اسی طور سے لوگ اسلام کی طرف رجوع کرنے سے ہٹ جائیں۔ سو ہم انکو ایک سخت عذاب چکھائیں گے اور جیسے انکے بُرے اور بدتر عمل ہیں ویسا ہی اُن کو بدلہ ملیگا۔ چاہتے ہیں کہ خدا کے نُور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھائیں پر خدا اپنے کام سے ہرگز نہیں رُکے گا۔ جبتک اس نور کو کامل طور پر پُورا نہ کرے اگرچہ کافر لوگ کراہت ہی کریں۔ وہ خدا وہ قادر ذوالجلال ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے تا دنیا کے تمام دینوں پر اسکو غالب کرے اگرچہ مشرک لوگ کراہت ہی کریں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

صُورتِ اوّل الہام کی منجملہ اُن کئی صورتوں کے جن پر خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے یہ ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کوئی امر غیبی اپنے بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں جاری کر دیتا ہے۔ اور جو کلمات سختی اور گرانی سے جاری ہوتے ہیں وہ ایسی پُرشدّت اور عنیف صُورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں جیسے گڑے یعنے اولے یکبارگی ایک سخت زمین پر گرتے ہیں یا جیسے تیز اور پُرزور رفتار میں گھوڑے کا سُم زمین پر پڑتا ہے۔ اس الہام میں ایک عجیب سُرعت اور شدّت اور ہیبت ہوتی ہے جس سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے اور زبان ایسی تیزی اور بارُعب آواز میں خود بخود دوڑتی جاتی ہے کہ گویا وہ اپنی زبان ہی نہیں اور ساتھ اسکے جو ایک تھوڑی سی غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے وہ الہام کے تمام ہونے کے بعد فی الفور دُور ہو جاتی ہے۔ اور جب تک کلماتِ الہام تمام نہ ہوں۔ تب تک انسان ایک میّت کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔ یہ الہام اکثر ان صورتوں میں نازل ہوتا ہے کہ جب خداوند کریم و رحیم اپنی عین

[۱] آل عمران: ۷۳ [۲] حٰم سجدہ: ۲۸ [۳] توبہ: ۳۲-۳۳

۲۲۵ ص

کسی واضح دلیل سے ثابت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اُسکی بے مثل بلاغت پر صرف وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کی اصل زبان عربی ہو۔ اور لوگوں پر اسکی بے نظیری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۲۵ ص

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔[1] اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ[2] وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ[3] ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ[4]

کافروں کو کہہ دے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور پھر آخر جہنم میں پڑو گے۔ جو کچھ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یعنے دین اسلام کا عزت کے ساتھ دنیا میں پھیل جانا اور اسکے روکنے والوں کا ذلیل اور رسوا ہونا۔ یہ وعدہ عنقریب پورا ہونیوالا ہے اور تم ہرگز اسکو روک نہیں سکو گے۔ یہود نے کہا کہ خدا کا ہاتھ باندھا ہوا ہے یعنے جو کچھ ہے انسان کی تدبیروں سے ہوتا ہے اور خدا اپنے قادرانہ تصرفات سے عاجز ہے۔ سو خدا نے ہمیشہ کیلئے یہودیوں کے ہاتھ کو باندھ دیا ہے تا اگر انکے فکر اور انکی تدبیریں کچھ چیز ہیں تو انکے زور سے دنیا کی حکومتیں اور بادشاہتیں حاصل کرلیں۔ اُنپر ذلت کی مار ڈالی گئی ہے۔ یعنی جہاں رہینگے ذلیل اور محکوم بنکر رہینگے اور اُنکے لئے یہ مقرر کیا گیا ہے کہ بجز کسی قوم کے ماتحت رہنے کے کسی ملک میں خود بخود عزت کے ساتھ نہیں رہینگے ہمیشہ کمزوری اور ناتوانی اور بدبختی انکے شامل رہے گی وجہ یہ کہ وہ خدا کے نشانوں سے انکار کرتے رہے ہیں اور خدا کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں یہ اسلئے کہ وہ معصیت اور نافرمانی میں حد سے زیادہ بڑھ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۲۵ ص

حکمت اور مصلحت سے کسی خاص دعا کو منظور کرنا نہیں چاہتا۔ یا کسی عرصہ تک توقف ڈالنا چاہتا ہے یا کوئی اور خبر پہنچانا چاہتا ہے کہ جو بمقتضائے بشریت انسان کی طبیعت پر گراں گزرتی ہو مثلاً جب انسان جلدی سے کسی امر کا حاصل کر لینا چاہتا ہو اور وہ حاصل ہونا حسب مصلحت ربانی اس کے لئے مقدر نہ ہو۔ یا توقف سے مقدر ہو۔ اِس قسم کے الہام بھی یعنے جو سخت اور گراں صورت کے الفاظ خدا کی طرف سے زبان پر جاری ہوتے ہیں بعض اوقات مجھ کو ہوتے رہے ہیں جس کا بیان کرنا موجب طوالت ہے مگر ایک مختصر فقرہ بطور نمونہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شاید تین سال کے قریب عرصہ گذرا ہوگا کہ میں نے اسی کتاب کیلئے دعا کی کہ لوگ اِسکی مدد کی طرف متوجہ ہوں تب یہی الہام شدید الکلمات جس کی مَیں نے ابھی تعریف کی ہے ان لفظوں میں ہوا (بالفعل نہیں) اور یہ الہام جب اس

[1] آل عمران: ۱۳　[2] انعام: ۱۳۵　[3] مائدہ: ۶۵　[4] آل عمران: ۱۱۳

۲۲۶

حجّت نہیں ہو سکتی اور نہ وہ اس سے منتفع ہو سکتے ہیں۔ امّا الجواب واضح ہو کہ یہ عذرِ خام انہیں لوگوں کا ہے جنہوں نے دلی صدق سے کبھی اس طرف توجّہ نہیں کی کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۲۶

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ[۱]۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ[۲]۔ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ[۳]۔ قُلِ ادْعُوْا شُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ کِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ۔ اِنَّ وَلِیِّ‏یَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ[۴]۔ وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا[۵]۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ[۶]

ہمارا قانون قدرت یہی ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمانداروں کو دنیا اور آخرت میں مدد دیا کرتے ہیں۔ خدا نے یہی لکھا ہے کہ مَیں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے خدا بڑی طاقت والا اور غالب ہے اور کافر تجھے خدا کے سوا اور چیزوں سے ڈراتے ہیں انکو کہہ کہ تم میرے مغلوب کرنے کے لئے اپنے معبودوں سے کہ جو تمہارے زعم میں خدا کے شریک ہیں مدد طلب کرو اور میرے ناکام رہنے کیلئے ہر ایک طور کا مکر کرو اور مجھے ذرا مہلت مت دو۔ میرا کارساز وہ خدا ہے جس نے اپنی کتاب کو نازل کیا ہے اور اُس کا یہی قانون قدرت ہے کہ وہ صالحین کے کاموں کو آپ کرتا ہے اور انکی مہمات کا خود متولّی ہوتا ہے اور اپنے خداوند کے حکم پر صبر کر اور صبر سے اسکے وعدوں کا انتظار کر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے خدا تجھے ان لوگوں کے شر سے بچائے گا کہ جو تیرے قتل کرنے کی گھات میں ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

خاکسار کو ہوا۔ تو قریب دس یا پندرہ ہندو اور مسلمان لوگوں کے ہونگے کہ جو قادیان میں اب تک موجود ہیں جن کو اُسی وقت اس الہام سے خبر دیگئی اور پھر اسی کے مطابق جیسے لوگوں کی طرف سے عدم توجہی رہی۔ وہ حال بھی ان تمام صاحبوں کو بخوبی معلوم ہے۔ دوسری قسم الہام کی یعنے وہ قسم جس میں کچھ ملائمت سے کلمات زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اس قسم میں اپنے ذاتی مشاہدات میں سے صرف اِسقدر لکھنا کافی ہے کہ جب پہلے الہام کے بعد جس کو میں ابھی ذکر کر چکا ہوں ایک عرصہ گذر گیا اور لوگوں کی عدم توجہی سے طرح طرح کی دِقتیں پیش آئیں اور مشکل حد سے بڑھ گئی تو ایک دن قریب مغرب کے خداوند کریم نے یہ الہام کیا۔ ھُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ تُسَاقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا۔ سو مَیں نے سمجھ لیا کہ یہ تحریک اور ترغیب کی طرف اشارہ ہے اور یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بذریعہ تحریک کے اِس حصّہ کتاب کیلئے سرمایہ جمع ہوگا۔ اور اسکی خبر بھی بدستور کئی ہندو اور مسلمانوں کو دی گئی اور اتفاقاً اسی روز یا دوسرے روز حافظ ہدایت علی خاں صاحب کہ جو اُن دنوں

۲۲۶

[۱] المؤمن:۵۲ [۲] المجادلۃ:۲۲ [۳] زمر:۳۷ [۴] اعراف:۱۹۷-۱۹۹ [۵] طور:۴۹ [۶] مائدہ:۶۸

قرآن کی بے نظیری کو کسی صاحب علم سے معلوم کریں۔ بلکہ فرقانی نوروں کو دیکھ کر دوسری طرف مونہہ پھیر لیتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ کسی قدر ان پر تو وہ اس نور کا انپر پڑ جائے

ص۲۲۷

حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۲۷

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ[1] وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ. قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ[2] وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی پیغمبر انکی قوم کی طرف بھیجے اور وہ بھی روشن نشان لائے۔ پس آخر ہم نے ان مجرم لوگوں سے بدلہ لیا۔ جنہوں نے ان نبیوں کو قبول نہیں کیا تھا اور ابتداء سے یہی مقرر ہو کہ مومنوں کی مدد کرنا ہم پر ایک حق لازم ہے یعنے قدیم سے عادتِ الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ سچے نبی ضائع نہیں چھوڑے جاتے اور انکی جماعت متفرق اور پراگندہ نہیں ہوتی بلکہ انکو مدد ملتی ہے اور تجھ سے پہلے بھی پیغمبروں سے ہنسی اور ٹھٹھا ہوتا رہا ہے مگر ہمیشہ ٹھٹھا کرنے والے اپنے ٹھٹھے کا بدلہ پاتے رہے ہیں۔ انکو کہہ کہ زمین کا سیر کر کے دیکھو کہ جو لوگ خدا کے نبیوں کو جھٹلاتے رہے ہیں انکا کیا انجام ہوا ہے اور کافر کہتے ہیں کہ اسپر کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے کیوں نازل نہ ہوئی۔ کہہ خدا نشانوں کے نازل کرنے پر قادر ہے مگر اکثر لوگ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

اس ضلع میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھے قادیان میں آگئے۔ انکو بھی اس الہام سے اطلاع دیگئی۔ اور مجھے بخوبی یاد ہے کہ اسی ہفتہ میں مَیں نے آپکے دوست مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو بھی اس الہام سے اطلاع دی تھی۔ اب خلاصۂ کلام یہ کہ اس الہام کے بعد مَیں نے حسب الارشاد حضرت احدیّت کسی قدر تحریک کی تو تحریک کرنے کے بعد لاہور۔ پشاور۔ راولپنڈی۔ کوٹلہ مالیر اور چند دوسرے مقاموں سے جس قدر او رجہاں سے خدا نے چاہا اس حصہ کیلئے جو چھپتا تھا۔ مدد پہنچ گئی۔ وَالحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ اور اسی الہام کی قسم میں انہیں دنوں میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ ایک دن صبح کے وقت کچھ تھوڑی غنودگی میں یکدفعہ زبان پر جاری ہوا۔ عبداللہ خان ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ چنانچہ چند ہندو کہ جو اسوقت میرے پاس تھے۔ کہ جو ابھی تک اسی جگہ موجود ہیں۔ ان کو بھی اسی سے اطلاع دی گئی۔ اور اسی دن شام کو جو اتفاقًا انہیں ہندوؤں میں سے ایک شخص ڈاک خانہ کی طرف گیا۔ تو وہ ایک صاحب عبداللہ خان نامی کا ایک خط لایا جس کے

ص۲۲۷

[1] روم: ۴۸ [2] انعام: ۱۱-۱۲

ورنہ قرآن شریف کی بے نظیری حق کے طالبوں کے لئے ایسی ظاہر اور روشن ہے کہ جو آفتاب کی طرح اپنی شعاعوں کو ہر طرف پھیلا رہی ہے۔ جس کے سمجھنے اور

۲۲۸

حاشیہ نمبر ۱۱

لَا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ	نہیں جانتے۔ کہہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ تم کو نشان دکھلانے کے لئے اُوپر سے کوئی عذاب نازل کرے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب نمودار ہو۔ یا ایمانداروں کی لڑائی سے تم کو عذاب کا مزہ چکھاوے۔ دیکھو ہم کیونکر آیات کو پھیرتے ہیں تا وہ سمجھ لیں۔ اور کافر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو۔ تو بتلاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ کہہ مجھے تو اپنے نفس کے نفع و ضرر کا بھی اختیار نہیں مگر جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے۔ ہر یک گروہ کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت مقررہ ان کا پہنچتا ہے تو پھر نہ اس سے ایک ساعت پیچھے ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ایک ساعت آگے ہو سکتے ہیں۔

۲۲۸

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ساتھ ہی کسی قدر روپیہ بھی آیا۔ اور واقعہ مذکورہ سے کچھ دن پہلے ایک نہایت عجیب نشان الٰہی ظہور میں آیا۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ ایک ہندو آریہ باشندہ اسی جگہ کا طالب علم مدرسہ قادیان جس کی عمر بیس یا بائیس برس کی ہوگی کہ جو ابھی تک اس جگہ موجود ہے۔ ایک مدت سے بمرض دق مبتلا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی۔ اور آثار مایوسی کے ظاہر ہوگئے۔ ایک دن وہ میرے پاس آکر اور اپنی زندگی سے ناامید ہوکر بہت بیقراری سے رویا۔ میرا دل اُس کی عاجزانہ حالت پر پگھل گیا۔ اور مَیں نے حضرت احدیّت میں اس کے حق میں دُعا کی۔ چونکہ حضرت احدیّت میں اس کی صحت مقدر تھی۔ اِس لئے دُعا کرنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ قُلْنَا یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا یعنے ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامتی ہو جا۔ چنانچہ اُسی وقت اُس ہندو اور نیز کئی اور ہندوؤں کو کہ جو اَب تک اس قصبہ میں موجود ہیں اور اس جگہ کے باشندہ ہیں۔ اس الہام سے اطلاع دی گئی اور خدا پر کامل بھروسہ کرکے دعویٰ کیا گیا کہ وہ ہندو ضرور صحت پا جائیگا۔

۲۲۸

۱ الانعام: ۶۶ ۲ الانعام: ۶۶ ۳ یونس: ۴۹، ۵۰

جاننے کے لئے کوئی دقّت اور اشتباہ نہیں۔ اور اگر تعصب اور عناد کی تاریکی درمیان میں نہ ہو۔ تو وہ کامل روشنی ادنیٰ التفات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ فرقان مجید ﴿۲۲۹﴾

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

﴿۲۲۹﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔[1] اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ۔[2] وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔[3] كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ

کہہ اے میری قوم تم بجائے خود کام کرو اور میں بجائے خود کام کرتا ہوں سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس پر اسی دنیا میں عذاب نازل ہوتا ہے کہ جو اسکو رسوا کرے اور کس پر جاودانی عذاب نزول کرتا ہے یعنے آخرت کا عذاب جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہوا اور خدا کی راہ سے روکتے ہیں ان پر ہم آخرت کے علاوہ اسی دنیا میں عذاب نازل کریں گے اور انکے فساد کا انہیں بدلہ ملیگا۔ اور تجھے کافروں کی بداندیشی سے غمناک نہیں ہونا چاہیئے وہ خدا کے دین کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور انکے لئے خدا نے بزرگ عذاب مقرر کر رکھا ہے جیسے فرعون کے خاندان اور اُس سے پہلے کافروں کا حال ہوا کہ جب انہوں نے خدا کے نشانوں سے انکار کرنا اختیار کیا تو خدا نے اُن پر اُنکے گناہوں کا مواخذہ کیا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مریگا چنانچہ بعد اسکے ایک ہفتہ نہیں گزرا ہوگا کہ ہندو مذکور اُس جان گداز مرض سے بکلّی صحت پا گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ اب دیکھئے مولوی صاحب!!! ثبوت اسے کہتے ہیں کہ دین کے دشمنوں کا حوالہ دیکر اور دیانند پنڈت کے تابعین کی گواہی ڈالکر مسلمانوں کے سچے اور بابرکت الہام کا ثبوت دیا گیا ہے۔ کیا دنیا میں اس سے مضبوط تر کوئی ثبوت ہوگا کہ خود مذہب کے مخالفوں کو ہی گواہ قرار دیا جائے۔ مہربانِ من کہاں اور کس ملک میں آپنے دیکھا کہ کبھی اس قسم کے سچے اور بابرکت الہام جن میں ایک مایوس کے زندہ رہنے کی خبر دیگئی۔ گویا مُردہ کے جینے کی بشارت ملی کسی اور فرقہ عیسائی یا آریہ یا برہمو میں ایسے سخت مخالفوں کی گواہی سے ثابت ہوئے ہوں۔ اگر کوئی چشمدید ماجرا یاد ہے تو ایک آدھ کا نام تو بتائیے۔ اب کہیئے کہ یہ مبارک الہام خاصّۂ اُمّتِ محمدیّہ ہے یا نہیں۔ اسی طرح ایسے ہی صدہا اعلیٰ درجے کے الہاموں کی نسبت ہمارے پاس اسقدر ثبوت ہیں کہ جن کو آپ گن نہ سکیں۔ آپنے دن کو رات تو قرار دیا۔ پر اب آفتاب کو کہاں چھپاؤ گے۔ آپ کو دینِ اسلام کے مخالفوں کے گھر کی بھی کچھ خبر ہے۔ نور ایمان کیا وہاں تو ایمان ہی نہیں۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔[4] ﴿۲۲۹﴾

[1] الزمر: ۴۰، ۴۱ [2] النحل: ۸۹ [3] آل عمران: ۱۷۷ [4] النور: ۴۱

کی بے نظیری کی بعض وجوہ ایسی ہیں کہ اُن کے جاننے کے لئے کسی قدر علمِ عربی درکار ہے۔ مگر یہ بڑی غلطی اور جہالت ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ اعجازِ قرآن

ص۲۳۰

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۳۰

اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ[۱]۔ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ[۲] وَ اِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُھُمْ لَقٰدِرُوْنَ[۳]۔ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ[۴] وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ[۵]۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا[۶]۔

اور بہ تحقیق خدا بڑا طاقت والا اور سزا دینے میں سخت ہے۔ اور ان کی شرارتوں کے دفع کرنے کیلئے خدا تجھے کافی ہے اور وہ سمیع اور علیم ہے اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ ہم اُن کی نسبت وعدہ کرتے ہیں وہ تجھے دکھلا دیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں اس پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نشان تائیدِ دین کا نازل نہ ہوا سو اُن کو کہہ کہ علمِ غیب خدا کا خاصہ ہے۔ پس تم نشان کے منتظر رہو مَیں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور کہہ خدا سب کامل صفتوں کا مالک ہے عنقریب وہ تمہیں اپنے نشان دکھلائیگا ایسے نشان کہ تم انکو شناخت کر لوگے اور خدا تمہارے عملوں سے غافل نہیں ہے۔ ہم نے تمہاری طرف یہ رسول اسی رسول کی مانند بھیجا ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اولیاء اللہ کے الہام کو مانتے ہیں اور اسکو خاصۂ اُمّتِ محمدیّہ بھی جانتے ہیں۔ مگر اس الہام کو جو اولیاء کو ہوتا ہے علمِ قطعی کا موجب نہیں سمجھتے بلکہ علمِ ظنّی کا موجب سمجھتے ہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک وسوسہ ہے جسپر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں ہوسکتی بلکہ تجربۂ صحیحہ و متواترہ اور آیاتِ محکمۂ فرقانی اسکے ابطال پر دلائل قائم کرتی ہیں اور درحقیقت ایسے وساوس انہیں لوگوں کے دلوں میں اُٹھتے ہیں کہ جو الہامِ الٰہی کی کامل روشنی سے بیخبر ہیں اور علمِ لدُنّی کی قدر شناسی سے بے بہرہ ہیں اور جن بے انتہا مراتبِ یقین اور معرفت تک خدا اپنے طالبوں کو پہنچا سکتا ہے ان عطیاتِ الٰہیہ سے غافل ہیں۔ انکو یہ سمجھ نہیں کہ جس خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں لدُنّی علم کو یقینی طور پر حاصل کرنے کیلئے سخت جوش ڈالا ہے اور انکو پوری معرفت اور پوری بصیرت اور پورے نور تک پہنچنے کیلئے اپنے غیبی جذبات سے بیقرار کر دیا ہے۔ وہ خداوند کریم ایسا نہیں ہے کہ اُنکے جوشوں اور اُنکے دردوں اور اُنکی عاشقانہ سعی اور سرگرمی کو ضائع کرے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جسقدر اُس نے بھوک بھڑکا دی۔ اُس قدر روٹی عطا نہ کرے اور جس قدر پیاس لگا دی اس قدر پانی نہ پلاوے۔ ایک اُسکے لئے مرتا ہے اور اُسکی معرفت کو

ص۲۳۰

[۱] الانفال: ۵۳ [۲] البقرہ: ۱۳۸ [۳] المؤمنون: ۹۶ [۴] یونس: ۲۱ [۵] النمل: ۹۴

کی تمام وجوہ عربی دانی پر ہی موقوف ہیں یا تمام عجائبات قرآنیہ اور جمیع خواص عظمیٰ فرقانیہ صرف عربوں پر ہی کھل سکتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے تمام

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ۔[۱] اَکُفَّارُکُمۡ خَیۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓئِکُمۡ اَمۡ لَکُمۡ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ جَمِیۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ سَیُہۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ۔[۲] وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا تُصِیۡبُہُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَۃٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِیۡبًا مِّنۡ دَارِہِمۡ حَتّٰی یَاۡتِیَ وَعۡدُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۔[۳] وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَ۔

سو جب فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کا ایسا مؤاخذہ کیا کہ جس کا انجام وبال تھا یعنے اسی مؤاخذہ سے فرعون نیست نابود کیا گیا سو تم جو بمنزلہ فرعون ہو۔ ہمارے مؤاخذہ سے کیونکر نافرمان رہ کر بچ سکتے ہو کیا تمہارے کافر فرعونی گروہ سے کچھ بہتر ہیں یا تم خدا کی کتابوں میں معذب اور ماخوذ ہونے سے مستثنیٰ اور بری قرار دیئے گئے ہو۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی قوی جماعت ہے کہ جو زبردست اور فتحمند ہے عنقریب یہ ساری جماعت پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگے گی اور ہمیشہ ان کافروں کو کوئی نہ کوئی کوفت پہنچتی رہے گی یہانتک کہ وہ وقت موعود آجائیگا جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے خدا تخلف وعدہ نہیں کریگا اور رسولوں کے حق میں پہلے سے ہماری یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ہمیشہ نصرت اور فتح انہیں کے شامل حال رہیگی۔

ص ۲۳۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

جان سے زیادہ چاہتا ہے اور اپنی جان کی ساری طاقتوں سے اور وجود کی تمام قوتوں سے اسکی طرف دوڑتا ہے۔ کیا خدا اسپر رحم نہیں کرتا۔ کیا وہ اسکی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ کیا اس کی دعائیں قبولیت کے لائق نہیں۔ کیا اسکی فریادیں کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کیا خدا اُسے ناکامی کی حالت میں ہلاک کر دیگا۔ کیا وہ ہزاروں دردوں کے ساتھ قبر میں اتریگا اور خدا اس کا علاج نہیں کریگا۔ کیا وہ مولیٰ کریم اُسے رد کر دے گا۔ اور چھوڑ دیگا۔ کیا خدا اپنے صادق اور فرمانبردار طالب کو اپنے نبیوں کا راہ نہیں دکھلائیگا۔ اور اپنی خاص نعمت سے متمتع نہیں کریگا۔ بلاشبہ وہ اپنے طالبوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جو لوگ اُسکی طرف دوڑتے ہیں وہ انکی طرف اُن سے بہت زیادہ دوڑتا ہے۔ جو لوگ اُس کا قرب چاہتے ہیں وہ اُن سے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے۔ وہ انکی آنکھیں ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اور اُنکے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں۔ اب تم آپ ہی سوچو کہ جس کی آنکھیں اور کان وہ عالم الغیب ہے کیا ایسا شخص اپنے لدنّی علم میں نور یقین تک نہیں پہنچے گا۔ اور ظنون میں ڈوبا رہیگا۔ تم یقیناً سمجھو کہ صادقوں کے لئے اسی قدر اُس کے دروازے کھل جاتے ہیں جس قدر انکے صدق کا اندازہ ہے۔ اُس کے خزائن میں کمی نہیں۔

ص ۲۳۱

[۱] المزمل: ۱۶-۱۸ [۲] القمر: ۴۳-۴۶ [۳] الرعد: ۳۲

ص۲۳۱

راہیں اُن کے دریافت کرنے کی مسدود ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ بات ہر یک اہلِ علم پر واضح ہے کہ اکثر وجوہ بے نظیری فرقان کی ایسی سہل اور سریع الفہم ہیں کہ

ص۲۳۲

حاشیہ نمبر ۱۱

اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ[1] وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ۔[2] وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا بَصَآئِرُ

اور ہمیشہ ہمارا ہی لشکر غالب رہیگا سو اُس وقت تک کہ وہ وعدہ پورا ہو اُن سے مُنہ پھیرے رہ اور انکو وہ راہ دکھلا۔ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور تجھ سے پہلے جو نبی آئے انکی بھی تکذیب کی گئی تھی۔ پس انہوں نے تکذیب پر صبر کیا اور ایک مدّت تک دُکھ دیئے گئے یہانتک کہ ہماری مدد انکو پہنچ گئی۔ چنانچہ گذشتہ رسولوں کی خبریں بھی تجھ کو آچکی ہیں۔ اور جس دن تُو انکو کوئی آیت نہیں سُناتا۔ اُس دن کہتے ہیں کہ آج تُو نے کوئی آیت کیوں نہ گھڑی۔ اُنکو کہہ کہ میں تو اُسی کلام کی پیروی کرتا ہوں کہ جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر نازل ہو رہا ہے اپنے دل سے گھڑ لینا میرا کام نہیں اور نہ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جن کو انسان اپنے افترا سے گھڑ سکے۔ یہ تو میرے ربّ کی طرف سے بصائر ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اُسکی ذات میں بُخل نہیں۔ اُسکے فضلوں کا کوئی انتہا نہیں اور ترقیاتِ معرفت کی کوئی حد نہیں۔ ہاں پہلے اُس نے اظہارِ علی الغیب کی نعمت اور علمِ لدُنّی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدہ رسولوں کو دی مگر پھر یہ تعلیم دیکر کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تمام سچے طالبوں کو خوشخبری دی کہ وہ اپنے رسولِ مقبول کی تبعیت سے اس علمِ ظاہری اور باطنی تک پہنچ سکتے ہیں کہ جو بالاصالت خدا کے نبیوں کو دیا گیا۔ انہیں معنوں کر کے تو علماء وارث الانبیاء کہلاتے ہیں۔ اور اگر باطنی علم کا ورثہ ان کو نہیں مل سکتا۔ تو پھر وہ وارث کیونکر اور کیسے ہوئے۔ کیا آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں کہ اس اُمت میں محدّث ہونگے وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔[3] وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔[4]

ص۲۳۳

اب تم سوچو کہ اگر علمِ لدُنّی کا سارا مدار ظنّیات پر ہے تو پھر اس کا نام علم کیونکر ہوگا۔ کیا ظنّیات بھی کچھ چیز ہیں جن کا نام علم رکھا جائے۔ پس اس صورت میں وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[5] کے کیا معنے ہونگے۔ پس جاننا چاہیئے کہ خدا کے کلام پر غورِ صحیح کرنے سے اور صدہا تجاربِ مشہودہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ افرادِ خاصۂ اُمّتِ محمدیّہ کو جب وہ متابعت اپنے رسولِ مقبول

[1] صافات: ۱۷۲-۱۷۶ [2] الانعام: ۳۵ [3] عنکبوت: ۷۰ [4] طٰہٰ: ۱۱۵ [5] کہف: ۶۶

ح۲۳۲

جن کے جاننے اور معلوم کرنے کے لئے کچھ بھی لیاقتِ عربی درکار نہیں۔ بلکہ اس درجے پر بدیہی اور واضح ہیں کہ ادنیٰ عقل جو انسانیت کیلئے ضروری ہے اُن کے سمجھنے کے لئے

حاشیہ نمبر ۱۱

ح۲۳۳

مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ[1]۔ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ[2]۔ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ[3]۔ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ

یعنے اپنے منجانب اللہ ہونے پر آپ ہی روشن دلیلیں ہیں اور ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ خدا کا یہ ارادہ ہو رہا ہے کہ اپنے کلام سے حق کو ثابت کرے اور کافروں کے عقائد باطلہ کو جڑھ سے کاٹ دے تا سچے مذہب کی سچائی اور جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ ثابت کرکے دکھلا دے۔ اگرچہ مجرم لوگ کراہت ہی کریں۔ اور تو وہ وقت یاد کر کہ جب کافر لوگ تیرے قید کرنے یا قتل کرنے یا نکال دینے پر مکر کرکے منصوبے باندھتے تھے اور مکر رہے تھے اور خدا بھی مکر کر رہا تھا۔ اور خدا سب مکر کرنیوالوں سے بہتر ہے۔ سو جہاں تک انکا بس چل سکا۔ انہوں نے مکر کیا اور انکے سارے مکر خدا کے قبضہ میں ہیں اور اگرچہ انکے مکر ایسے ہوں کہ جن سے پہاڑ ٹل جائیں تب بھی یہ گمان مت کر کہ اُن سو خدا کے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

میں فنا ہو جائیں اور ظاہراً اور باطناً اُسکی پیروی اختیار کریں بہ تبعیت اُسی رسول کے اُسکی برکتوں میں سے عنایت کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف زہد خشک تک رکھنا چاہتا ہے۔ اور جب کسی دل پر نبوی برکتوں کا پرتوہ پڑیگا تو ضرور ہے کہ اُسکو اپنے متبوع کی طرح علمِ یقینی قطعی حاصل ہو۔ کیونکہ جس چشمہ کا اُس کو وارث بنایا گیا ہے وہ شکوک اور شبہات کی کدورت سے بکلی پاک ہے اور منصب وارث الرسول ہونے کا بھی اسی بات کو چاہتا ہے کہ علمِ باطنی اُس کا یقینی اور قطعی ہو۔ کیونکہ اگر اسکے پاس صرف مجموعہ ظنیات کا ہے تو پھر وہ کیونکر اس ناقص مجموعہ سے کوئی فائدہ خلق اللہ کو پہنچا سکتا ہے۔ تو

ح۲۳۴

اس صورت میں وہ آدھا وارث ہوا نہ پورا۔ اور یک چشم ہوا نہ دونوں آنکھوں والا۔ اور جن ضلالتوں کی مدافعت کے لئے خدا نے اُسکو قائم کیا ہے۔ اُن ضلالتوں کا نہایت پُر زور ہونا۔ اور زمانہ کا نہایت فاسد ہونا اور منکروں کا نہایت مکّار ہونا۔ اور غافلوں کا نہایت خوابیدہ ہونا اور مخالفوں کا اشدّ فی الکفر ہونا اس بات کے لئے بہت ہی تقاضا کرتا ہے۔ کہ ایسے شخص کا علم لدنی مشابہ بالرسل ہو۔ اور یہی لوگ ہیں جن کا نام احادیث میں امثل اور قرآن شریف میں

[1] الاعراف: ۲۰۴ [2] الانفال: ۸-۹ [3] الانفال: ۳۱

۲۲۳ کفایت کرتی ہے۔ مثلاً ایک یہ وجہ بے نظیری کہ وہ باوجود اسقدر ایجازِ کلام کے کہ اگر اُس کو متوسط قلم سے لکھیں تو پانچ چار جز میں آسکتا ہے۔ پھر تمام دینی صداقتوں پر کہ جو
۲۲۳ بطور متفرق پہلی کتابوں میں اور انبیاء سلف کے صحیفوں میں پراگندہ اور منتشر تھیں مشتمل ہے۔ اور نیز اس میں یہ کمال ہے کہ جس قدر انسان محنت اور کوشش اور جانفشانی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۲۴
مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ[1]۔ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ[2]۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَاللّٰہِ قَرِیْبٌ[3]۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ

وعدہ سے ٹل جائیں گے کہ جو اُس نے اپنے رسول کو دیئے ہیں۔ خدا غالب اور بدلہ لینے والا ہے اور تجھے اسی جگہ پھیلائے گا۔ جہاں سے تو نکالا گیا ہے۔ یعنے مکہ میں جس سے کفار نے آنحضرت کو نکال دیا تھا۔ یاد رکھو کہ خدا کی مدد بہت ہی قریب ہے۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی طرف رہبری کروں کہ جو تم کو عذاب الیم سے نجات بخشے۔ خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے کوشش کرو کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس سے خدا تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ اور اُن بہشتوں میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

صدیق آیا ہے۔ اور ان لوگوں کا زمانہ، ظہور پیغمبروں کے زمانہ بعثت سے بہت ہی مشابہ ہوتا ہے۔ یعنے جیسے پیغمبر اس وقت آتے رہے ہیں کہ جب دنیا میں سخت درجے پر گمراہی اور غفلت پھیلتی رہی ہے۔ ایسا ہی یہ لوگ بھی اُس وقت آتے ہیں کہ جب ہر طرف گمراہی کا سخت غلبہ ہوتا ہے۔ اور حق سے ہنسی کی جاتی ہے۔ اور باطل کی تعریف ہوتی ہے۔ اور کاذبوں کو راستباز قرار دیا جاتا ہے۔ اور دجالوں کو مہدی سمجھا جاتا ہے۔ اور دنیا مخلوق اللہ کی نظر میں بہت پیاری
۲۲۴ معلوم ہوتی ہے۔ جس کی تحصیل کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں۔ اور دین اُن کی نظر میں ذلیل اور خوار ہوتا ہے۔ ایسے وقتوں میں وہی لوگ حجت اسلام ٹھہرتے ہیں۔ جن کا الہام یقینی اور قطعی ہوتا ہے۔ اور جو اُن کامل افراد کے قائم مقام ہوتے ہیں جو اُن سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا

[1] ابراھیم: ۴۸-۴۷ [2] قصص: ۸۶ [3] بقرہ: ۲۱۵

۲۲۵

کہ کے علمِ دین کے متعلق اپنے فکر اور ادراک سے کچھ صداقتیں نکالے یا کوئی باریک دقیقہ پیدا کرے یا اُسی علم کے متعلق کسی قسم کے اور حقائق اور معارف یا کسی نوع کے

۲۲۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ[1] ۚ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ[2] ۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ[3] ۔ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا[4] ۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

اور وہ محل عطا کریگا کہ جو پاک اور جاودانی بہشتوں میں ہیں۔ یہی انسان کے لئے سعادتِ عظمیٰ ہے۔ اور دوسری یہ ہے جسے تم اسی دنیا میں چاہتے ہو کہ خدا کی طرف سے مدد ہے۔ اور فتح قریب ہے۔ اور سست مت ہو۔ اور غم مت کرو۔ اور انجام کار غلبہ تمہیں کو ہوگا اگر تم ایمان پر قائم رہو گے اور تم یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسرے مشرکوں سے بہت کچھ دل دکھانے کی باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور ہر یک طور کی بے صبری اور اضطراب سے پرہیز کرو گے تو ان لوگوں کے مکر کچھ بھی تمہارا بگاڑ نہیں سکیں گے۔ خدا نے تم میں سے بعض نیکو کار ایمانداروں کے لئے یہ وعدہ ٹھہرا رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین پر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

وجود افرادِ کاملہ اُمتِ محمدیہ میں ثابت ہے اور انہیں سے خاص ہے۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ رسولوں کا الہام بہت ہی درخشاں اور روشن اور اجلیٰ اور اقویٰ اور اصفیٰ اور اعلیٰ مراتبِ یقین کے انتہائی درجہ پر ہوتا ہے اور آفتاب کی طرح چمک کر ہر یک ظلمت کو اُٹھا دیتا ہے۔ مگر اولیاء کے الہاموں میں سے جب تک معانی کسی الہامی عبارت کے مشتبہ ہوں یا وہ الہام ہی مشتبہ اور مخفی ہو۔ تب تک وہ ایک امر ظنی ہوگا اور ولی کا الہام اُسی وقت حدِ قطع اور یقین تک پہنچے گا کہ جب ضعیف الہاموں کی قسم میں سے نہ ہو بلکہ اپنی کامل روشنی کے ساتھ نازل ہو۔ اور بارش کی طرح متواتر برس کر اور اپنے نوروں کو قوی طور پر دکھلا کر ملہم کے دل کو کامل یقین سے پُر کر دے اور مختلف تقریروں اور مختلف لفظوں میں اُتر کر معنے اور مطلب کو بکلی کھول دے اور عبارت کو متشابہات میں سے بکل الوجوہ باہر کر دے۔ اور متواتر دُعاؤں اور سوالوں کے وقت خداوند تعالیٰ اُن معانی کا قطعی اور یقینی ہونا متواتر اجابتوں اور جوابوں کے ذریعہ سے بوضاحتِ تمام بیان فرما دے۔ جب کوئی الہام اِس حد تک پہنچ جائے تو وہ کامل النور اور قطعی اور یقینی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اصلاً الہام اولیاء کو

۲۲۵

[1] الصف: ۱۳، ۱۴ [2] آل عمران: ۱۴۰ [3] آل عمران: ۱۸۷ [4] آل عمران: ۱۲۱

۲۳۶ دلائل اور براہین اپنی قوتِ عقلیہ سے پیدا کر کے دکھلاوے یا ایسا ہی کوئی نہایت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

۲۳۶ مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا[1] وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ[2]۔ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

اپنے رسول مقبول کے خلیفے کریگا انہیں کی مانند جو پہلے کرتا رہا ہے اور انکے دین کو کہ جو ان کیلئے اس نے پسند کر لیا ہے یعنی دین اسلام کو زمین پر جما دیگا اور مستحکم اور قائم کر دیگا اور بعد اسکے کہ ایماندار خوف کی حالت میں ہونگے یعنی بعد اس وقت کے کہ جب بباعث وفات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ شاید اب دین تباہ نہ ہو جائے۔ تو اس خوف اور اندیشہ کی حالت میں خدائے تعالیٰ خلافتِ حقہ کو قائم کر کے مسلمانوں کو اندیشۂ ابتری دین سے بے غم اور امن کی حالت میں کر دیگا وہ خالصاً میری پرستش کرینگے اور مجھ سے کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائینگے۔ یہ تو ظاہری طور پر بشارت ہے مگر جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ میں عادتِ الٰہیہ جاری ہے اسکے نیچے ایک باطنی معنے بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ باطنی طور پر ان آیات میں خلافتِ روحانی کیطرف بھی اشارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر یک خوف کیحالت میں کہ جب محبتِ الٰہیہ دلوں سے اٹھ جائے اور مذاہبِ فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ رو بہ دنیا ہو جائیں اور دین کے گم ہونیکا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا روحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہیگا کہ جنکے ہاتھ پر روحانی طور پر نصرت اور فتح دین کی ظاہر ہو اور حق کی عزت اور باطل کی ذلت ہو۔ تا ہمیشہ دین اپنی اصلی تازگی پر عود کرتا رہے اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہو جانے کے اندیشہ سے اندیشہ سے امن کی حالت میں آجائیں۔ پھر بعد اسکے فرمایا کہ ایک گروہ نے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے یہ چاہا ہے کہ کسی طرح تم کو گمراہ کریں۔ اور وہ تم کو تو کیا گمراہ کرینگے خود اپنے ہی نفسوں کو گمراہ کر رہے ہیں پر انہیں اپنی غلطی پر شعور نہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کاموں کے ساتھ تعریف کئے جائیں جنکو وہ کرتے نہیں سو تو یہ گمان مت کر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

قطع اور یقین کی طرف راہ نہیں۔ وہ معرفت کامل سے سخت بے نصیب ہیں۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ اور یہ وہم کہ اگر الہام اولیاء شریعت حقہ محمدیہ سے مخالف ہو تو پھر کیا کریں۔ یہ ایسا ہی قول ہے جیسا کوئی کہے کہ اگر ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام سے مخالف ہو تو پھر کیا کریں۔ پس ایسے وساوس کا یہ جواب ہے کہ ایسا کامل النور الہام جس کی ہم نے اوپر تعریف لکھی ہے۔ ممکن نہیں کہ شریعت حقہ محمدیہ سے مخالف ہو۔ اور اگر کوئی کم فہم کچھ مخالفت سمجھے تو وہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔

۲۳۷ صورت دوم الہام کی جس کا میں باعتبار کثرت عجائبات کے کامل الہام نام رکھتا ہوں یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اپنے بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا

[1] النور: ۵۶ [2] آل عمران: ۷۰

دقیق صداقت جس کو حکمائے سابقین نے مدّتِ دراز کی محنت اور جانفشانی سے نکالا ہو معرضِ مقابلہ میں لاوے۔ یا جس قدر مفاسدِ باطنی اور امراضِ رُوحانی ہیں جن میں اکثر

۲۳۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [1] - وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ [2] - وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ [3] - قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [4]

کہ یہ لوگ عذاب سے بچ جائیں گے ان کیلئے ایک دردناک عذاب مقرر ہے اور اس سے اور کون ظالم تر ہے کہ جو خدا کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں ذکرِ الٰہی کیا جائے اور مسجدوں کے خراب اور منہدم کرنے میں کوشش کرے۔ یہ عیسائیوں کی بدچلنی اور مفسدانہ حرکت کا حال بتلایا ہے جنہوں نے بیت المقدس کا کچھ پاس نہ کیا اور اُسے متکبرانہ جوش میں آکر منہدم کیا اور بعد اس آیت کے فرمایا کہ جن عیسائیوں نے ایسی شوخی کی اُنکو دنیا میں رسوائی در پیش ہے اور آخرت میں عذابِ عظیم ہے ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھا ہے کہ جو نیک لوگ ہیں وہی زمین کے وارث ہوں گے یعنی ارضِ شام کے (زبور ۳۷) کہہ اے بار خدایا اے مالک الملک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ہر ایک خیر جس کا انسان طالب ہے تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ تو ہر یک چیز پر قادر ہے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

چاہتا ہے تو یکدفعہ ایک بیہوشی اور ربودگی اسپر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی سے کھویا جاتا ہے اور ایسا اس بیخودی اور ربودگی اور بیہوشی میں ڈوبتا ہے جیسے کوئی پانی میں غوطہ مارتا ہے اور نیچے پانی کے چلا جاتا ہے۔ غرض جب بندہ اس حالتِ ربودگی سے کہ جو غوطہ سے بہت ہی مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اُس کو اپنے اندر سے ایک موزون اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے۔ کیونکہ جب بار بار دُعا کرنے کے وقت خداوند تعالیٰ اس حالتِ غوطہ اور ربودگی کو اپنے بندہ پر وارد کر کے اُسکی ہر یک دُعا کا اُس کو ایک لطیف اور لذیذ کلام میں جواب دیتا ہے۔ اور ہر یک استفسار کی حالت میں وہ حقائق اُس پر کھولتا ہے جن کا کھلنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

[1] آل عمران: ۱۸۹ [2] بقرۃ: ۱۰۵ [3] انبیاء: ۱۰۶ [4] آل عمران: ۲۷

افراد مبتلا ہوتے ہیں۔ اُن میں سے کسی کا ذکر یا علاج قرآن شریف سے دریافت کرنا چاہے۔ تو وہ جس طور سے اور جس باب میں آزمائش کرنا چاہتا ہے آزما کر دیکھ لے کہ ہریک دینی صداقت اور حکمت کے بیان میں قرآن شریف ایک دائرہ کی طرح محیط ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا۔[1] وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ۔[2] اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔[3] هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔[4]

کافروں کو کہہ کہ اگر تم خدا کی بندگی نہ کرو۔ تو وہ تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے۔ سو تم نے بجائے طاعت اور بندگی کے جھٹلانا اختیار کیا۔ سو عنقریب اس کی سزا تم پر وارد ہونے والی ہے اور تم یقیناً جانو کہ تم خدا کو اُسکے کاموں میں کبھی عاجز نہیں کرسکتے اور خدا تمہیں رسوا کریگا۔ وہ لوگ کہ جو تمہارے ناحق کے جنگوں اور قتل کے ارادوں سے ظلم رسیدہ ہیں انکی نسبت مدد دینے کا حکم ہوچکا ہے اور خدا انکی مدد پر قادر ہے وہ خدا وہ کریم و رحیم ہے جس نے اُمیوں میں اُنہیں میں سے ایک ایسا کامل رسول بھیجا ہے کہ جو باوجود اُمّی ہونے کے خدا کی آیات اُنپر پڑھتا ہے۔ اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس نبی کے ظہور سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے اور ان کے گروہ میں سے اور ملکوں کے لوگ بھی ہیں جن کا اسلام میں داخل ہونا ابتدا سے قرار پاچکا ہے اور ابھی وہ مسلمانوں سے نہیں ملے۔ اور خدا غالب اور حکیم ہے جس کا فعل حکمت سے خالی نہیں۔ یعنی جب وہ وقت آپہنچے گا کہ جو خدا نے اپنی حکمتِ کاملہ کے لحاظ سے دوسرے ملکوں کے مسلمان ہونے کیلئے مقرر کر رکھا ہے۔ تب وہ لوگ دینِ اسلام میں داخل ہونگے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تو یہ امر اس کے لئے موجبِ مزید معرفت اور باعثِ عرفانِ کامل ہوجاتا ہے۔ بندہ کا دُعا کرنا اور خدا کا اپنی الوہیت کی تجلّی سے ہریک دُعا کا جواب دینا یہ ایک ایسا امر ہے کہ گویا اسی عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالم اس کیلئے بلاتفاوت یکساں ہوجاتے ہیں۔ جب بندہ اپنی کسی حاجت کے وقت بار بار اپنے مولیٰ کریم سے کوئی عقدہ پیش آمدہ دریافت کرتا ہے اور عرضِ حال کے بعد حضرت خداوند کریم سے جواب پاتا ہے۔ اُسی طرح کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان کی بات کا جواب دیتا ہے اور جواب ایسا ہوتا ہے کہ نہایت فصیح اور

[1] فرقان: ۷۸ [2] توبہ: ۲ [3] حج: ۴۰ [4] جمعہ: ۳-۴

جس سے کوئی صداقتِ دینی باہر نہیں۔ بلکہ جن صداقتوں کو حکیموں نے بباعث نقصانِ علم وعقل غلط طور پر بیان کیا ہے۔ قرآنِ شریف اُن کی تکمیل و اصلاح فرماتا ہے اور

۲۳۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔[1] اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ۔[2] وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔[3]

اے ایمان لانیوالو۔ اگر کوئی تم میں سے دینِ اسلام کو چھوڑ دے گا تو خدا اسکے عوض میں ایک ایسی قوم لائیگا جن سے وہ محبت کریگا اور وہ اس سے محبت کرینگے وہ مومنین کے آگے تذلل اختیار کرینگے اور کافروں پہ غالب اور بھاری ہونگے یعنی خدا کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ہمیشہ یہ حال ہوتا رہیگا کہ اگر کوئی ناقص الفہم دینِ اسلام سے مرتد ہو جائیگا تو اُسکے مرتد ہونے سے دین میں کچھ کمی نہیں ہوگی بلکہ اُس ایک شخص کے عوض میں خدا کئی وفادار بندوں کو دینِ اسلام میں داخل کریگا کہ جو اخلاص سے اُسپر ایمان لائینگے اور خدا کے محب اور محبوب ٹھہرینگے اور وہ تمام کافر کہ جو دینِ اسلام کے روکنے اور بند کرنے کیلئے اپنے مالوں کو خرچ کر رہے ہیں وہ جہانتک انکا بس چلیگا خرچ کرینگے پر آخرکار وہ تمام خرچ اُن کیلئے تأسف اور حسرت کا موجب ہوگا اور پھر مغلوب ہو جائینگے۔ خدا نے تم کو بہت سے ملکوں کی غنیمتوں کا عطا کرنا وعدہ کیا تھا سو ان میں سے ایک پہلا امر یہ ہوا کہ خدا نے یہودیوں کے قلعے معہ تمام مال و اسباب تم کو دیدیئے اور مخالفوں کے شر سے تم کو امن بخشا تا مومنین کیلئے ایک نشان ہو۔ اور خدا تم کو دوسرے ملک بھی یعنی فارس اور روم وغیرہ عطا کرے گا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

لطیف الفاظ میں بلکہ کبھی کسی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ ناآشنا محض ہے۔ اور کبھی اُمورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہیں۔ اور کبھی اس کے ذریعہ سے مواہبِ عظیمہ کی بشارت ملتی ہے اور منازلِ عالیہ کی خوشخبری سُنائی جاتی ہے۔ اور قربِ حضرت باری کی مبارکبادی دیجاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیشگوئی ہوتی ہے تو اُن کلماتِ لطیفہ و بلیغہ کے سُننے سے کہ جو مخلوق کی قوتوں سے نہایت بلند اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ جس قدر ذوق اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو وہی بندہ جانتا ہے جس کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے۔ فی الحقیقت وہ خدا کو ایسا ہی شناخت کرلیتا ہے جیسے کوئی شخص

۲۳۸

[1] مائدہ:۵۵ [2] انفال:۳۷ [3] فتح:۲۱

جن دقائق کا بیان کرنا کسی حکیم و فلاسفر کو میسّر نہیں آیا۔ اور کوئی ذہن اُن کی طرف سبقت نہیں لے گیا۔ اُن کو قرآن شریف بکمال صحت و راستی بیان

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ضا۲۴۰

وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا[1] اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا[2]۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ[3]۔ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ

تمہاری طاقت اُنپر قبضہ کرنے سے عاجز ہے پر خدا کی طاقتیں اُنپر محیط ہو رہی ہیں اور خدا ہر یک چیز پر قادر ہے یہانتک تو وہ پیشین گوئیاں ہیں جن میں ظاہری بشارتیں ہیں۔ پھر بعد اسکے باطنی بشارتوں کی طرف اشارہ فرما کر کہا۔ کافر اور مشرک کہ جو شرک اور کفر پر مریں انکے گناہ نہیں بخشے جائینگے اور خدا اُن کو اُن کے کفر کی حالت میں اپنی معرفت کا راہ نہیں دکھلائیگا۔ ہاں جہنّم کا راہ دکھلائیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ پر جو لوگ خدا اور اُسکے رسول پر ایمان لائے۔ وہی ہیں کہ جو خدا کے نزدیک صدیق ہیں۔ اُن کیلئے اجر ہوگا۔ اُن کیلئے نور ہوگا۔ اُن کو اسی زندگی میں بشارتیں ملیں گی یعنے وہ خدا سے نور الہام کا پائیں گے اور بشارتیں سنیں گے جن میں اُن کی بہتری اور مدح اور ثنا ہوگی اور خدا اُنکی سچائیوں کو روشن کریگا۔ خدا نے جو جو وعدہ کیا ہے وہ سب پورا ہوگا۔

دیکھو حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ کہ کیونکر یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تم میں سے اپنے سچے اور پرانے دوست کو شناخت کرتا ہے۔ اور یہ الہام اکثر معظمات اُمور میں ہوتا ہے۔ کبھی اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جن کے معنے لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں بلکہ بعض دفعہ یہ الہام کسی اجنبی زبان مثلاً انگریزی یا کسی ایسی دوسری زبان میں ہوا ہے جس زبان سے ہم محض ناواقف ہیں۔ اس الہام کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں۔ لیکن وہ جو ابھی اس حاشیے کی تحریر کے وقت یعنی مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا ہے جس میں یہ امر غیبی بطور پیشین گوئی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس اشتہاری کتاب کے ذریعہ سے اور اسکے مضامین پر مطلع ہونے سے انجام کار مخالفین کو شکست فاحش آئے گی اور حق کے طالبوں کو ہدایت ملے گی اور بدعقیدگی دُور ہوگی اور لوگ خدائے تعالیٰ کے القا اور رجوع دلانے سے مدد کریں گے اور متوجہ ہوں گے اور آئیں گے۔ وغیرہا من الامور اور وہ الہامی کلمات یہ ہیں :-

[1] فتح ۲۲۱ [2] نساء : ۱۶۹-۱۷۰ [3] حدید : ۲۰

ص ۲۴۰

اور ظاہر فرماتا ہے اور اُن دقائق علمِ الٰہی کو کہ جو صدہا دفتروں اور طول طویل کتابوں میں لکھے گئے تھے اور پھر بھی ناقص اور ناتمام تھے۔ باستیفا تمام لکھتا ہی اور آئندہ کسی عاقل

ص ۲۴۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[1]۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا[2]	اور کسی نوع کی تبدیل واقعہ نہیں ہوگی۔ یہی سعادتِ عظمیٰ ہے کہ جو اُن لوگوں کو ملتی ہے کہ جو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ خدا اور اُسکے سارے فرشتے اُس نبی کریم پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو تم بھی اُسپر دُرود بھیجو۔ اور نہایت اخلاص اور محبت سے سلام کرو۔ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کو دُکھ دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے۔ دنیا میں یہ کہ وہ روحانی برکتوں سے محروم رہیں گے۔ اور آخرت میں یہ کہ ذلّت اور اہانت کے ساتھ جہنم کے عذاب میں ڈالے جائیں گے ؛

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

يَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ[1]۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

ص ۲۳۹

[1] اوّل تائب الی اللہ بامر اللہ فی ہذا الزمان او اوّل من یؤمن بہذا الامر واللہ اعلم۔

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[1] لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ظُلِمُوْا

[1] ای لیظہر دین الاسلام بالحجج القاطعۃ والبراہین الساطعۃ علی کل دین ماسواہ ای ینصر اللہ المؤمنین المظلومین باشراق دینہم واتمام حجتہم

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔ يَقُوْلُوْنَ اَنّٰى لَكَ هٰذَا اَنّٰى لَكَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ مِنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ۔ جَاهِلٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ هٰذَا مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ لِيَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

[1] یونس: ۶۵ [2] احزاب: ۵۷-۵۸

کیلئے کسی نئے دقیقہ کے پیدا کرنے کی جگہ نہیں چھوڑتا۔ حالانکہ وہ اِسقدر قلیل الحجم کتاب ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

آیات مندرجہ بالا میں جس قدر خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر تمام مخالفوں کے مقابلہ پر تمام دشمنوں کے مقابلہ پر تمام منکروں کے مقابلہ پر تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر تمام زور آوروں کے مقابلہ پر تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر تمام حکیموں کے مقابلہ پر تمام فلاسفروں کے مقابلہ پر تمام اہلِ مذہب کے مقابلہ پر ایک عاجز ناتوان بے زر بے زور ایک اُمّی ناخوان بے علم بے تربیت کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اَنْتَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ فَبَشِّرْ وَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ قُلْ
اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ۔
هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیَاطِیْنُ۔ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ۔ قُلْ
عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔
رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ
خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔
وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا۔ وَیُخَوِّفُوْنَكَ مِنْ دُوْنِهٖ۔
اِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا سَمَّیْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ۔ یَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ۔
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ
نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ
اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا۔ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ هٰذَا تَاْوِیْلُ
رُؤْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا۔ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ۔ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ
مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا۔ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا
النَّصٰرٰی وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ وَیَمْكُرُوْنَ وَ

کہ جو بہ تحریر میانہ چالیس ورق سے زیادہ نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی وجہ بے نظیری ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دیئے ہیں۔ کیا کوئی ایمانداروں اور حق کے طالبوں میں سے شک کرسکتا ہے کہ یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے۔ دیکھو ایک غریب اور تنہا اور مسکین نے اپنے دین کے پھیلنے کے اور اپنے مذہب کی جڑھ پکڑنے کی اُسوقت خبر دی کہ جب اُسکے پاس

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ وقل رب ادخلنی مدخل صدق۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ وما کان اللہ لیعذبھم[1] وانت فیھم۔ انی معک وکن معی اینما کنت۔ کن مع اللہ حیث ما کنت۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس وافتخارا للمؤمنین۔ ولا تیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب۔ الا ان نصر اللہ قریب۔ یاتیک من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق۔ ینصرک اللہ من عندہ۔ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔ لا مبدل لکلمات اللہ۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ فتح الولی فتح وقربناہ نجیا۔ اشجع الناس۔ ولو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ۔ انار اللہ برھانہ۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک۔ انک باعیننا یرفع اللہ ذکرک۔ ویتم نعمتہ علیک فی الدنیا والاخرۃ۔ ووجدک ضالا فھدی ونظرنا الیک وقلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم۔ خزائن رحمۃ ربک۔ یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر۔ یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی[2]۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔ وکن من الصالحین الصدیقین۔ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر وصل علی محمد وال محمد۔ الصلوۃ ھو المربی۔ انی رافعک الی والقیت علیک محبۃ منی۔ لا الہ الا اللہ فاکتب ولیطبع ولیرسل فی الارض۔ خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس وبشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم۔ واتل علیھم ما اوحی

ص۲۴۲

[1] ما کان اللہ لیعذبھم بعذاب کامل وانت ساکن فیھم۔

[2] انت فان ینقطع تحمیدک لا ینتھی محامد اللہ فانھا لا تعد ولا تحصی۔

جس کی صداقت میں ایک ادنیٰ عقل کے آدمی کو بھی شک نہیں رہ سکتا کیونکہ ہر یک عقل سلیم پر روشن ہے کہ ہر یک نوع کی دینی سچائیاں اور الٰہیات کے تمام حقائق اور معارف اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بجز چند بے سامان درویشوں کے اور کچھ نہ تھا اور تمام مسلمان صرف اس قدر تھے کہ ایک چھوٹے سے حجرہ میں سما سکتے تھے اور انگلیوں پر نام بنام گنے جاسکتے تھے جن کو ایک گاؤں کے چند آدمی ہلاک کرسکتے تھے۔ جن کا مقابلہ اُن لوگوں سے پڑا تھا کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔ اور جن کو اُن قوموں کے ساتھ سامنا پیش آیا تھا کہ جو باوجود کروڑوں مخلوقات ہونے کے اُن کے ہلاک کرنے اور نیست و نابود کرنے پر متفق تھے۔ مگر اب دنیا کے کناروں تک نظر ڈال کے دیکھو کہ کیونکر خدا نے انہیں ناتوان اور قدر قلیل لوگوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ۔ اَصْحَابُ الصُّفَّۃِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَآ اَصْحَابُ الصُّفَّۃِ تَرٰٓی اَعْیُنَہُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اَمْلُوْا۔

اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہیئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ اُمتی آں رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہوسکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالب حق ارشدک اللّٰہ تم متوجہ ہوکر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اُس کے نور اور اُس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں۔ اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد اُمت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلّل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں۔ خدا اُن کو فانی اور ایک مصفّا شیشے کی طرح پاکر اپنے رسول مقبول کی برکتیں اُنکے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ اُن کی تعریف کی جاتی ہے

اصولِ حقّہ کے جمیع دلائل اور وسائل اور تمام اوّلین آخرین کا مغز ایک قلیل المقدار کتاب میں اِس احاطۂ تام سے درج کرنا جس کے مقابلے پر کسی ایسی صداقت کا نشان

ص۲۴۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور کیونکر اُن کو طاقت اور دولت اور بادشاہت بخش دی۔ اور کیونکہ ہزارہا سال کی تخت نشینیوں کے تاج اور تخت اُن کے سپرد کئے گئے۔ ایک دن وہ تھا کہ وہ جماعت اتنی بھی نہیں تھی کہ جس قدر ایک گھر کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور اب وہی لوگ کئی کروڑ دنیا میں نظر آتے ہیں۔ خداوند نے کہا تھا کہ مَیں اپنے کلام کی آپ حفاظت کروں گا۔ اَب دیکھو۔ کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ وہی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ اُس کی کلام کے پہنچائی تھی وہ برابر اس کی کلام

ص۲۴۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدرِ کامل اُن تمام برکات کا رسولِ کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اُسی کے لائق ہوتی ہیں۔ اور وہی اُن کا مصداقِ اتم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ متبع سنن آں سرورِ کائنات کا اپنے غایت اتباع کے جہت سے اُس شخص نورانی کیلئے کہ جو وجودِ باجود حضرتِ نبوی ہے مثل ظلّ کے ٹھہر جاتا ہے۔ اِس لئے جو کچھ اُس شخص مقدس میں انوارِ الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اُسکے اِس ظلّ میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اُسکے اصل میں ہے ایک ایسا امر ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اُس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اُس میں موجود ہے وہ اس کے شخص اصلی کی ایک تصویر ہے جو اُس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے کہ آپ یا کوئی دوسرے صاحب اِس بات کو حالتِ نقصان خیال نہ کریں کہ کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ باطنی اُنکی اُمت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور سمجھنا چاہیئے کہ اس انعکاس انوار سے کہ جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صافیہ اُمتِ محمدیہ پر ہوتا ہے۔ دو بزرگ امر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اِس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجۂ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے

۲۴۴ نہ مل سکے کہ حواس سے باہر رہ گئی ہو۔ یہ انسان کا کام نہیں اور کسی مخلوق کی حدّ ِقدرت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

میں محفوظ چلی آتی ہے اور لاکھوں قرآن شریف کے حافظ ہیں کہ جو قدیم سے چلے آتے ہیں۔ خدا نے کہا تھا کہ میری کتاب کا کوئی شخص حکمت میں، معرفت میں، بلاغت میں، فصاحت میں، احاطۂ علوم ربّانیہ میں بیان دلائل دینیہ میں مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ سو دیکھو کسی سے مقابلہ نہیں ہوسکا۔ اور اگر کوئی اس سے منکر ہے۔ تو اَب کر کے دکھلا دے۔ اور جو کچھ ہم نے اِس کتاب میں جس کے ساتھ دس ہزار روپے کا اشتہار بھی شامل ہے۔ حقائق و دقائق و عجائبات قرآن شریف کے کہ جو انسانی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوسکتا ہے اور ہمیشہ روشن ہوتا ہے۔ وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن نہ ہوسکے۔ دوسرے اس اُمّت کی کمالیت اور دوسری اُمتوں پر اس کی فضیلت اس افاضۂ دائمی سے ثابت ہوتی ہے اور حقیقت دینِ اسلام کا ثبوت ہمیشہ تر و تازہ ہوتا رہتا ہے۔ صرف یہی بات نہیں ہوتی کہ گذشتہ زمانہ پر حوالہ دیا جائے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس سے قرآن شریف کی حقّانیت کے انوار آفتاب کی طرح ظاہر ہو جاتے ہیں اور دین اسلام کے مخالفوں پر حجّتِ اسلام پوری ہوتی ہے اور معاندینِ اسلام کی ذلّت اور رسوائی اور رُوسیاہی کامل طور پر کھل جاتی ہے کیونکہ وہ اسلام میں وہ برکتیں اور وہ نور دیکھتے ہیں جن کی نظیر کو وہ اپنی قوم کے پادریوں اور پنڈتوں وغیرہ میں ثابت نہیں کرسکتے۔ فتدبر ایّھا الصادق فی الطلب ایّدک اللّٰہ فی طلبک۔

۲۴۵ اِس جگہ بعض خاموں کے دلوں میں یہ وہم بھی گذر سکتا ہے کہ اس مندرجہ بالا الہامی عبارت میں کیوں ایک مسلمان کی تعریفیں لکھی ہیں۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ ان تعریفوں سے دو بزرگ فائدے متصوّر ہیں جن کو حکیم مطلق نے خلق اللہ کی بھلائی کے لئے مدّ ِنظر رکھ کر ان تعریفوں کو بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ تا نبی متبوع کی متابعت کی تاثیریں معلوم ہوں۔ اور تا عامہ خلائق پر واضح ہو کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شانِ بزرگ ہے۔ اور اس آفتابِ صداقت کی کیسی اعلیٰ درجے پر روشن تاثیریں ہیں۔ جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ کسی کو عارف کے درجے تک پہنچاتا ہے۔

میں داخل نہیں اور اس کے آزمانے کے لئے بھی ہر ایک خواندہ اور ناخواندہ پر صاف اور

۲۴۵

حاشیہ نمبر ۱۱

طاقتوں سے باہر ہیں لکھے ہیں۔ کسی دوسری کتاب میں سے پیش کرے۔ اور جب تک پیش نہ کرے۔ تب تک صریح حجت خدا کی اُس پر وارد ہے۔ اور خدا نے کہا تھا کہ میں ارضِ شام کو عیسائیوں کے قبضہ میں سے نکال کر مسلمانوں کو اس زمین کا وارث کرونگا۔ سو دیکھو اب تک مسلمان ہی اُس زمین کے وارث ہیں اور یہ سب خبریں ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ اقتدار اور قدرتِ الوہیت شامل ہے۔ یہ نہیں کہ نجومیوں کی طرح صرف ایسی ہی خبریں ہوں کہ زلزلے آویں گے، قحط پڑیں گے، قوم پر قوم چڑھائی کرے گی، وبا پھیلیں گی مری پڑے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بہ تبعیت خدا کے کلام کے اور اُسی کی تاثیر اور برکت سے وہ لوگ کہ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خدا کے رسول مقبول پر صدق دلی سے ایمان لاتے ہیں اور اُس سے محبت رکھتے ہیں اور اُس کو تمام مخلوقات اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامدِ الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے۔

دوسرے یہ فائدہ کہ نئے مستفیض کی تعریف کرنے میں بہت سی اندرونی بدعات اور مفاسد کی اصلاح متصور ہے۔ کیونکہ جس حالت میں اکثر جاہلوں نے گذشتہ اولیاء اور صالحین پر صدہا اس قسم کی تہمتیں لگا رکھی ہیں کہ گویا انہوں نے آپ یہ فہمائش کی تھی کہ ہم کو خدا کا شریک ٹھہراؤ۔ اور ہم سے مُرادیں مانگو۔ اور ہم کو خدا کی طرح قادر اور متصرف فی الکائنات سمجھو۔ تو اس صورت میں اگر کوئی نیا مصلح ایسی تعریفوں سے عزت یاب نہ ہو کر جو تعریفیں اُن کو اپنے پیروں کی نسبت ذہن نشین ہیں۔ تب تک وعظ اور پند اُس مصلح جدید کا بہت ہی کم مؤثر ہوگا۔ کیونکہ وہ لوگ ضرور دل میں کہیں گے کہ یہ حقیر آدمی ہمارے پیروں کی شان بزرگ کو کب پہنچ سکتا ہے۔ اور جب خود ہمارے بڑے پیروں نے مُرادیں دینے کا وعدہ دے رکھا ہے۔ تو یہ کون ہے اور اس کی کیا حیثیت اور کیا بضاعت اور کیا رتبت اور کیا منزلت۔ تا اُن کو چھوڑ کر اس کی سُنیں۔ سو یہ دو فائدے بزرگ ہیں جن کی وجہ سے اُس مولیٰ کریم نے کہ جو سب عزتوں اور تعریفوں کا مالک ہے۔ اپنے ایک عاجز بندہ اور مشتِ خاک کی تعریفیں کیں۔ ورنہ

۲۴۶

ص ۲۴۶ سیدھا راستہ کھلا ہے۔ کیونکہ اگر اس میں شک ہو۔ کہ قرآن شریف کیونکر تمام

ص ۲۴۶ **بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱**

تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام مقدسوں اور تمام اُن چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں۔ یا آئندہ ہوں۔ بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اُن نعمتوں سے اب تک حصہ پاتے ہیں۔ اور جو شربت موسیٰ اور مسیح کو پلایا گیا۔ وہی شربت نہایت کثرت سے نہایت لطافت سے نہایت لذت سے پیتے ہیں اور پی رہے ہیں۔ اسرائیلی نور اُن میں روشن ہیں۔ بنی یعقوب کے پیغمبروں کی اُن میں برکتیں ہیں۔ سبحان اللہ ثم سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ اُمت۔ جس کے احقر سے احقر چاکر مراتبِ مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللّٰھم صل علٰی نبیّک وحبیبک سید الانبیاء وافضل الرسل وخیر المرسلین وخاتم النّبیّین

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

درحقیقت ناچیز خاک کی کیا تعریف۔ سب تعریفیں اور تمام نیکیاں اُسی ایک کی طرف راجع ہیں کہ جو ربّ العالمین اور الحیّ القیّوم ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ عزّ اسمہٗ مصلحتِ مذکورہ بالا کی غرض سے کسی بندہ کی جس کے ہاتھ پر خلق اللہ کی اصلاح منظور ہے۔ کچھ تعریف کرے۔ تو اس بندہ پر لازم ہے کہ اس تعریف کو خلق اللہ کی نفع رسانی کی نیت سے اچھی طرح مشتہر کرے اور اس بات سے ہرگز نہ ڈرے کہ عوام النّاس کیا کہیں گے۔ عوام النّاس تو جیسا کہ اُن کا مادہ اور اُن کی سمجھ ہے ضرور کچھ نہ کچھ بکواس کریں گے۔ کیونکہ بدظنی اور بداندیشی کرنا عوام النّاس کی قدیم سے فطرت چلی آتی ہے۔ اب کسی زمانہ میں کب بدل سکتی ہے۔ مگر درحقیقت یہ تعریفیں عوام الناس کے حق میں موجبِ بہبودی ہیں اور گو ابتداء میں عوام الناس کو وہ تعریفیں مکروہ اور کچھ افتراء سا معلوم ہوں۔ لیکن انجام کار خدائے تعالیٰ اُن پر حق الامر کھول دیتا ہے اور جب اس ضعیف بندہ کا حق بجانب ہونا اور مؤید من اللہ ہونا عوام پر کھل جاتا ہے۔ تو وہ تمام تعریفیں ایسے شخص کی کہ جو میدانِ جنگ میں کھڑا ہے۔ ایک فتحِ عظیم کا موجب ہو جاتی ہیں اور ایک عجیب اثر پیدا کر کے خدا کے گم گشتہ بندوں کو اصلی توحید اور

حقائق الٰہیات پر حاوی ہے۔ تو اس بات کا ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب

ص۲۴۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

محمد و اٰلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم۔

اس زمانے کے پادری اور پنڈت اور برہمو اور آریہ اور دوسرے مخالف چونک نہ اٹھیں کہ وہ برکتیں کہاں ہیں۔ وہ آسمانی نور کدھر ہیں جن میں اُمّتِ مرحومہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیح اور موسیٰ کی برکتوں میں شریک ہے۔ اور اُن نوروں کی وارث ہے جن سے اور تمام قومیں اور تمام اہلِ مذاہب محروم اور بے نصیب ہیں۔ اِس وسوسہ کے دور کرنے کے لئے بارہا ہم نے اِسی حاشیے میں لکھ دیا ہے کہ طالبِ حق کے لئے کہ جو اسلام کے فضائلِ خاصّہ دیکھ کر فی الفور مسلمان ہونے پر مستعد ہے۔ اِس ثبوتِ دینی کے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ اور حاشیہ در حاشیہ صورتِ دوم میں اِسی کی طرف ہم نے صریح اشارہ کیا ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ جس جس طرح پر

ص۲۴۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تفرید کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ اور اگر تھوڑے دن ہنسی اور ملامت کا موجب ٹھہریں۔ تو اُن ٹھٹھوں اور ملامتوں کا برداشت کرنا خادمِ دین کے لئے عین سعادت اور فخر ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ رَبِّہِمْ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔

صورتِ سوم الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القا ہوتا ہے۔ یعنے یک مرتبہ دل میں کوئی کلمہ گذر جاتا ہے۔ جس میں وہ عجائبات یہ تمام و کمال نہیں ہوتے کہ جو دوسری صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ بلکہ اس میں ربودگی اور غنودگی بھی شرط نہیں۔ بسا اوقات عین بیداری میں ہو جاتا ہے اور اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا ہے یا پھینک دیا ہے۔ انسان کسی قدر بیداری میں ایک استغراق اور محویت کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور کبھی بالکل بیدار ہوتا ہے۔ کہ یک دفعہ دیکھتا ہے کہ ایک نو وارد کلام اُسکے سینہ میں داخل ہے یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معاً وہ کلام دل میں داخل ہوتے ہی اپنی پُر زور روشنی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور انسان متنبہ ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القا ہے۔ اور صاحبِ ذوق کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے نفسی ہوا اندر جاتی اور تمام دل وغیرہ اعضاء کو راحت پہنچاتی ہے۔ ویسا ہی وہ

۲۴۸

طالبِ حق بن کر یعنے اسلام قبول کرنے کا تحریری وعدہ کر کے کسی کتاب عبرانی

۲۴۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اپنی خداوندی کی طاقتوں اور فضلوں اور برکتوں کو مسلمانوں پر ظاہر کرتا ہے۔ انہیں ربانی مواعید اور بشارتوں میں سے کہ جو انسانی طاقتوں سے باہر ہیں کسی قدر حاشیہ ممدوحہ میں لکھ دیا ہے۔ پس اگر کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو کہ جو اپنی کور باطنی سے منکر ہیں یا کوئی آریہ اور دوسرے فرقوں میں سے سچائی اور راستی سے خدا تعالیٰ کا طالب ہے تو اُسپر لازم ہے کہ سچے طالبوں کی طرح اپنے تمام تکبروں اور غروروں اور نفاقوں اور دنیا پرستیوں اور ضدوں اور خصومتوں سے بکلّی پاک ہو کر اور فقط حق کا خواہاں اور حق کا جویاں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

الہام دل کو تسلی اور سکینت اور آرام بخشتا ہے اور طبیعت مضطرب پر اسکی خوشی اور خنکی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ایک باریک بھید ہے جو عوام لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ مگر عارف اور صاحبِ معرفت لوگ جن کو حضرتِ واہب حقیقی نے اسرارِ ربانی میں صاحبِ تجربہ کر دیا ہے۔ وہ اس کو خوب سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اور اِس صورت کا الہام بھی اِس عاجز کو بارہا ہوا ہے جس کا لکھنا بالفعل کچھ ضروری نہیں۔

۲۴۸

صورتِ چہارم الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدائے تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے یا کوئی تحریر کاغذ پر یا پتھر وغیرہ پر مشہود ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرارِ غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں۔ وغیرہ ہا من الصور۔

چنانچہ یہ عاجز اپنے بعض خوابوں میں سے جن کی اطلاع اکثر مخالفینِ اسلام کو انہیں دنوں میں دی گئی تھی کہ جب وہ خوابیں آئی تھیں اور جن کی سچائی بھی انہیں کے رُوبرو ظاہر ہو گئی۔ بطور نمونہ بیان کرتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ خواب ہے جس میں اِس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ اور بطور مختصر بیان اِس کا یہ ہے کہ اِس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنے

یونانی، لاطینی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ سے کسی قدر دینی صداقتیں

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

بن کر ایک مسکین اور عاجز اور ذلیل آدمی کی طرح سیدھا ہماری طرف چلا آوے اور پھر صبر اور برداشت اور اطاعت اور خلوص کو صادق لوگوں کی طرح اختیار کرے تا انشاء اللہ اپنے مطلب کو پاوے۔ اور اگر اب بھی کوئی منہ پھیرے تو وہ خود اپنی بے ایمانی پر آپ گواہ ہے۔ بعض کوتاہ نظر لوگ جب دیکھتے ہیں کہ خدا کے نبیوں اور رسولوں کو بھی تکالیف پیش آتی رہی ہیں۔ تو اخیر پر وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر اقتدار الوہیت کہ جو الہامی خبروں کا نشان سمجھا گیا ہے۔ نبیوں کے شامل حال ہوتا تو ان کو تکلیفیں کیوں پیش آتیں اور کیوں

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اسی زمانے کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت نے وہ کتاب مجھ سے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کیلئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

۲۴۹ ۲۴۹ ۲۴۹

نکال کر پیش کریں یا اپنی ہی عقل کے زور سے کوئی الٰہیات کا نہایت باریک دقیقہ پیدا

حاشیہ نمبر ۱۱

سب سے زیادہ انہیں پر مصیبتیں پڑتیں۔ لیکن یہ وسوسہ بالکل بے اصل ہے جو سراسر کم توجہی سے پیدا ہوتا ہے۔ الہامی خبروں کا قادرانہ طور پر بیان ہونا شئے دیگر ہے اور انبیاء کی مصیبتیں ایک دوسرا امر ہے کہ جو انواع اقسام کی حکمتوں پر مشتمل ہے۔ اور حقیقتِ حال پر مطلع ہونے سے تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ مصیبتیں اصل میں مصیبتیں نہیں۔ بلکہ بڑی بڑی نعمتیں ہیں کہ جو انہیں کو دی جاتی ہیں جن پر خدا کا فضل اور کرم ہوتا ہے۔ اور یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ جن میں نبیوں اور تمام دنیا کو فائدہ ہے۔ اِس جگہ تحقیق کلام یہ ہے کہ انبیاء

ص ۲۵۰

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

مجھ کو اِس غرض سے دی کہ تا مَیں اُس شخص کو دُوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش مَیں نے اس نئے زندہ کو دیدی اور اُس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا۔ تو مَیں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کُرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اُونچی ہوگئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دینِ اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اُسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دو سو آدمی کو انہیں دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر اُن میں سے ابھی تک صحیح و سلامت ہیں اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اُس زمانے میں براہین احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اُس کے استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہوگئیں۔ اور جس قطبیت کے اسم سے اس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا۔ اسی قطبیت کو اب مخالفوں کے مقابلے پر بوعدۂ انعامِ کثیر پیش کر کے حجتِ اسلام اُن پر پوری کی گئی ہے۔ اور جس قدر اجزا اُس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے اُن کے ظہور کا سب کو منتظر رہنا چاہیئے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔

ص ۲۵۰

کر کے دکھلاویں تو ہم اُسکو قرآن شریف میں سے نکال دیں گے بشرطیکہ اسی کتاب کی اثناء طبع

ص۲۵۰

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور اولیاء کا وجود اسلئے ہوتا ہے کہ تا لوگ جمیع اخلاق میں اُن کی پیروی کریں۔ اور جن اُمور پر خدا نے اُن کو استقامت بخشی ہے اُسے جادۂ استقامت پر سب حق کے طالب قدم ماریں۔ اور یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ اخلاقِ فاضلہ کسی انسان کے اُس وقت پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں اور اُسی وقت دلوں پر اُن کی تاثیریں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً عفو وہ معتبر اور قابلِ تعریف ہے کہ جو قدرتِ انتقام کے وقت میں ہو۔ اور پرہیزگاری وہ قابلِ اعتبار ہے۔ کہ جو نفس پروری کی قدرت موجود ہوتے ہوئے پھر پرہیزگاری قائم رہے۔ غرض خدائے تعالیٰ کا ارادہ انبیاء اور اولیاء کی نسبت

ص۲۵۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اب ایک دوسری رؤیا سُنئے۔ عرصہ تخمیناً بارہ برس کا ہوا ہے کہ ایک ہندو صاحب کہ جو اب آریہ سماج قادیان کے ممبر اور صحیح و سلامت موجود ہیں حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آنجناب کی پیشین گوئیوں سے سخت منکر تھا اور اُس کا پادریوں کی طرح شدّتِ عناد سے یہ خیال تھا کہ یہ سب پیشگوئیاں مسلمانوں نے آپ بنائی ہیں۔ ورنہ آنحضرت پر خدا نے کوئی امرِ غیب ظاہر نہیں کیا اور اُن میں یہ علامتِ نبوت موجود ہی نہیں تھی۔ مگر سُبحان اللہ کیا فضل خدا کا اپنے نبی پر ہے اور کیا بلند شان اُس معصوم اور مقدس نبی کی ہے کہ جس کی صداقت کی شعاعیں اب بھی ایسی ہی چمکتی ہیں کہ جیسی قدیم سے چمکتی آئی ہیں۔ کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ اُس ہندو صاحب کا ایک عزیز کسی ناگہانی پیچ میں آکر قید ہوگیا اور اُس کے ہمراہ ایک اور ہندو بھی قید ہوا۔ اور اُن دونوں کا چیف کورٹ میں اپیل گذرا۔ اُس حیرانی اور سرگردانی کی حالت میں ایک دن اُس آریہ صاحب نے مجھ سے یہ بات کہی کہ غیبی خبر اسے کہتے ہیں کہ آج کوئی یہ بتلا سکے کہ اس ہمارے مقدمہ کا انجام کیا ہے۔ تب مَیں نے جواب دیا کہ غیب تو خاصّہ خدا کا ہے۔ اور خدا کے پوشیدہ بھیدوں سے نہ کوئی نجومی واقف ہے نہ رمّال نہ فال گیر نہ اور کوئی مخلوق۔ ہاں خدا جو آسمان و زمین کی ہر ایک شُدنی سے واقف ہے اپنے کامل اور مقدس رسولوں کو اپنے ارادہ اور اختیار سے بعض اسرارِ غیبیہ پر مطلع کرتا ہے۔ اور نیز کبھی کبھی جب چاہتا ہے تو اپنے سچے رسول کے

ص۲۵۱

ح۲۵۱

میں ہمارے پاس بھیجدیں تا وہ اُسکے کسی مقام مناسب میں بطور حاشیہ مندرج ہو کر شائع

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

یہ ہوتا ہے کہ اُن کے ہریک قسم کے اخلاق ظاہر ہوں اور بہ پایۂ ثبوت پہنچ جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ اسی ارادہ کو پورا کرنے کی غرض سے اُن کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گذرتا ہے اور ہر طرح سے دُکھ دیئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں۔ تا وہ اعلیٰ اخلاق اُن کے ظاہر ہو جائیں کہ جو بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر اُن پر وہ سخت تر مصیبتیں نازل نہ ہوں۔ تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ وہ ایک ایسی قوم ہے کہ مصیبتوں کے پڑنے سے اپنے مولیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے بلکہ اور بھی آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ اور خداوند کریم کا شکر کرتے ہیں کہ اُس نے سب کو چھوڑ کر انہیں پر نظرِ عنایت کی۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کامل تابعین پر جو اہلِ اسلام ہیں اُنکی تابعداری کیوجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ وہ اپنے رسول کے علوم کے وارث ہیں۔ بعض اسرارِ پوشیدہ اُن پر بھی کھولتا ہے تا اُن کے صدق مذہب پر ایک نشان ہو لیکن دوسری قومیں جو باطل پر ہیں جیسے ہندو اور اُنکے پنڈت اور عیسائی اور اُنکے پادری۔ وہ سب اُن کامل برکتوں سے بے نصیب ہیں۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ شخص اِس بات پر اصراری ہو گیا کہ اگر اسلام کے متبعین کو دوسری قوموں پر ترجیح ہے تو اسی موقع پر اِس ترجیح کو دکھلانا چاہیئے۔ اُسکے جواب میں ہر چند کہا گیا کہ اس میں خدا کا اختیار ہے انسان کا اسپر حکم نہیں مگر اس آریہ نے اپنے انکار پر بہت اصرار کیا۔ غرض جب میں نے دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور دینِ اسلام کی عظمتوں سے سخت منکر ہے۔ تب میرے دل میں خدا کی طرف سے بھی جوش ڈالا گیا کہ خدا اسکو اسی مقدمہ میں شرمندہ اور لاجواب کرے۔ اور میں نے دُعا کی کہ اے خداوند کریم تیرے نبی کریم کی عزت اور عظمت سے یہ شخص سخت منکر ہے اور تیرے نشانوں اور پیشین گوئیوں سے جو تُو نے اپنے رسول پر ظاہر فرمائیں سخت انکاری ہے اور اس مقدمہ کی آخری حقیقت کھلنے سے پیلا جواب ہو سکتا ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کوئی امر تیرے علمِ محیط سے مخفی نہیں۔ تب خدا نے جو اپنے سچے دینِ اسلام کا حامی ہے اور اپنے رسول کی عزت اور عظمت

ح۲۵۲ ہو جائے۔ مگر ایسے سوال کے پیش کرنے میں یہ شرط بھی بخوبی یاد رہے کہ جو صاحب

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ح۲۵۲ اور انہیں کو اس لائق سمجھا کہ اس کے لئے اور اس کی راہ میں ستائے جائیں۔ سو خدا تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تا ان کا صبر، ان کا صدق قدم، ان کی مردی، انکی استقامت ان کی وفاداری، ان کی فتوت شعاری لوگوں پر ظاہر کرکے الاستقامت فوق الکرامت کا مصداق انکو ٹھہرا دے۔ کیونکہ کامل صبر بجز کامل مصیبتوں کے ظاہر نہیں ہوسکتا اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور ثابت قدمی بجز اعلیٰ درجے کے زلزلے کے معلوم نہیں ہوسکتی اور یہ مصائب حقیقت میں انبیاء اور اولیاء کے لئے روحانی نعمتیں ہیں جن سے دنیا میں انکے اخلاق فاضلہ جن میں وہ بے مثل و مانند ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں انکے درجات کی ترقی ہوتی ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

چاہتا ہے۔ رات کے وقت رؤیا میں کل حقیقت مجھ پر کھول دی۔ اور ظاہر کیا کہ تقدیر الٰہی میں یوں مقدر ہے کہ اسکی مثل چیف کورٹ سے عدالتِ ماتحت میں پھر واپس آئیگی۔ اور پھر اس عدالتِ ماتحت میں نصف قید اسکی تخفیف ہو جائے گی مگر بری نہیں ہوگا۔ اور جو اُس کا دوسرا رفیق ہے وہ پوری قید بھگت کر خلاصی پائیگا اور بری وہ بھی نہیں ہوگا۔ پس میں نے اس خواب سے بیدار ہوکر اپنے خداوند کریم کا شکر کیا جس نے مخالف کے سامنے مجھ کو مجبور ہونے نہ دیا اور اُسی وقت میں نے یہ رؤیا ایک جماعتِ کثیر کو سنا دیا اور اُس ہندو صاحب کو بھی اُسی دن خبر کر دی۔ اب مولوی صاحب!! آپ خود یہاں آکر اور خود اس جگہ پہنچکر جس طرح سے جی چاہے اس ہندو صاحب سے جو اس جگہ قادیان میں موجود ہے اور نیز دوسرے لوگوں سے دریافت کرسکتے ہیں کہ یہ خبر جو میں نے بیان کی ہے یہ ٹھیک درست ہے یا اس میں کچھ کمی بیشی ہے۔ اور ایسے معاملات میں مخالفینِ مذہب کی گواہی خاصکر دیانند پنڈت کے تابعین کی گواہی جسقدر قابلِ اعتبار ہے آپ جانتے ہی ہونگے۔ اب ہم ایک تیسری رؤیا بھی آپکی خدمت میں نذر کرتے ہیں۔

ح۲۵۲ سردار محمد حیات خان کا کبھی آپ نے نام سنا ہی ہوگا کہ جو گورنمنٹ کے حکم سے ایک عرصہ دراز تک معطل رہے۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا ہوگا۔ یا شاید اس سے زیادہ کچھ عرصہ گذر گیا ہوگا کہ جب طرح طرح کی مصیبتیں اور مشکلیں اور صعوبتیں اس معطلی کی

محرّک اس بحث کے ہوں۔ وہ اوّل صدق اور صفائی سے کسی اخبار میں شائع کرا دیں کہ

ص۲۵۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۵۳

اگر خدا انپر یہ مصیبتیں نازل نہ کرتا۔ تو یہ نعمتیں بھی اُن کو حاصل نہ ہوتیں اور نہ عوام پر اُنکے شمائلِ حسنہ کماحقہٗ کھلتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح اور اُن کے مساوی ٹھہرتے۔ اور گو اپنی چند روزہ عمر کو کیسے ہی عشرت اور راحت میں بسر کرتے پر آخر ایک دن اِس دارِ فانی سے گذر جاتے اور اس صورت میں نہ وہ عیش اور عشرت اُنکی باقی رہتی نہ آخرت کے درجاتِ عالیہ حاصل ہوتے نہ دنیا میں اُنکی وہ فتوت اور جوانمردی اور وفاداری اور شجاعت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

حالت میں اُن کو پیش آئیں اور گورنمنٹ کا منشاء بھی کچھ برخلاف سمجھا جاتا تھا۔ اُنہیں دنوں میں ان کے بری ہونے کی خبر ہم کو خواب میں ملی۔ اور خواب میں مَیں نے اُنکو کہا کہ تم کچھ خوف مت کرو خدا ہر یک چیز پر قادر ہے وہ تمہیں نجات دیگا۔ چنانچہ یہ خبر اُنہیں دنوں میں بیسیوں ہندوؤں اور آریوں اور مسلمانوں کو سُنائی گئی جس نے سُنا بعید از قیاس سمجھا۔ اور بعض نے ایک امرِ محال خیال کیا۔ اور مَیں نے سُنا ہے کہ اُنہیں ایام میں محمد حیات خاں صاحب کو بھی یہ خبر کسی نے لاہور میں پہنچا دی تھی۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ یہ بشارت بھی جیسی دیکھی تھی ویسی ہی پوری ہوئی۔ اب اِس خواب کے گواہ بھی ساٹھ ستّر سے کچھ کم نہ ہوں گے۔ اور اگر اس میں مسلمانوں کی شہادت قابلِ اعتماد نہ ہو۔ اور نہ محمد حیات خاں صاحب کی تو آپکو یاد رہے کہ اِس میں قریب دس بارہ آدمی کے ہندو اور آریہ سماج کے ممبر بھی ہیں کہ جو وید کی لکیر پر چلنے والے اور مسلمانوں کے سخت مخالف ہیں۔ سردار محمد حیات خان صاحب سے نہ ہماری خط و کتابت اور نہ کچھ میل و ملاقات نہ کچھ ایسا تعلق و تعارف ہے۔ ہم حیران تھے۔ کہ اُن کی آخری حالت اُن کی سخت بیقراری کے دنوں میں کیوں خدا نے ہم پر ظاہر کی سو آج اِس کا سبب ظاہر ہوا کہ یہ کشف بھی اِس لئے ہوا کہ تا آج دینی کام میں جس میں خدا نے ہمیں لگایا ہوا ہے۔ کام آوے۔ والحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اب ایک چوتھی رؤیا بھی آپ کی تسلّی کامل کے لئے بیان کرتا ہوں۔ تخمیناً دس برس کا عرصہ ہوا ہے۔ جو میں نے خواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا۔ اور مسیح نے اور میں نے ایک جگہ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا۔ اور کھانے میں ہم دونوں ایسے بے تکلّف

ص۲۵۲

یہ بحث محض طلب حق کی غرض سے کرتے ہیں اور اپنا پورا پورا جواب پانے سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

شہرۂ آفاق ہوتی جس سے وہ ایسے ارجمند ٹھہرے جن کا کوئی مانند نہیں اور ایسے یگانہ ٹھہرے جن کا کوئی ہم جنس نہیں اور ایسے فرد الفرد ٹھہرے جن کا کوئی ثانی نہیں اور ایسے غیب الغیب ٹھہرے جن تک کسی ادراک کی رسائی نہیں اور ایسے کامل اور بہادر ٹھہرے کہ گویا ہزارہا شیر ایک قالب میں ہیں اور ہزارہا پلنگ ایک بدن میں جن کی قوت اور طاقت سب کی نظروں سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور با محبت تھے کہ جیسے دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں اور جیسے قدیم سے دو رفیق اور دلی دوست ہوتے ہیں۔ اور بعد اس کے اسی مکان میں جہاں اب یہ عاجز اس حاشیہ کو لکھ رہا ہے۔ میں اور مسیح اور ایک اور کامل اور مکمل سید آل رسول دالان میں خوشدلی سے ایک عرصہ تک کھڑے رہے اور سید صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس میں بعض افراد خاصّہ اُمت محمدیہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور حضرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے اُنکی کچھ تعریفیں لکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ سید صاحب نے اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسیح کو اُمت محمدیہ کے ان مراتب سے اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ جو عنداللہ اُن کے لئے مقرر ہیں۔ اور اس کاغذ میں عبارت تعریفی تمام ایسی تھی کہ جو خالص خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ سو جب پڑھتے پڑھتے وہ کاغذ اخیر تک پہنچ گیا اور کچھ تھوڑا ہی باقی رہا تب اس عاجز کا نام آیا۔ جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عبارت تعریفی عربی زبان میں لکھی ہوئی تھی ھو منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی فکاد ان یعرف بین الناس۔ یعنے وہ مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔ سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائیگا۔ یہ اخیر فقرہ فکاد ان یعرف بین الناس اسی وقت بطور الہام بھی القا ہوا۔ چونکہ مجھ کو اس روحانی علم کی اشاعت کا ابتداء سے شوق ہے۔ اس لئے یہ خواب اور یہ القا بھی کئی مسلمانوں اور کئی ہندوؤں کو جو اب تک قادیان میں موجود ہیں اُسی وقت بتلایا گیا۔ اب دیکھئے کہ یہ خواب اور یہ الہام بھی کس قدر عظیم الشان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اور گو ابھی تک یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری نہیں ہوئی۔ مگر اس کا اپنے وقت پر پورا ہونا بھی انتظار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کے وعدوں میں ممکن نہیں کہ تخلّف ہو۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ کبھی کبھی ایسے لوگ بھی کہ جو

۲۵۵ مسلمان ہونے پر مستعد ہیں۔ کیونکہ جس کی نیت میں حق کی طلب نہیں اور دل میں

حاشیہ نمبر ۱۱

بلند تر ہو گئی اور جو تقرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچ گئی۔

اور دوسرا حصہ انبیاء اور اولیاء کی عمر کا فتح ہیں، اقبال ہیں، دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے تا وہ اخلاق اُن کے ظاہر ہو جائیں کہ جن کے ظہور کے لئے فتحمند ہونا، صاحبِ اقبال ہونا، صاحبِ دولت ہونا، صاحبِ اختیار ہونا، صاحبِ اقتدار ہونا، صاحبِ طاقت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے دُکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا اور اپنے ستانے والوں سے درگذر کرنا اور اپنے دشمنوں سے پیار کرنا اور اپنے بداندیشوں کی خیر خواہی بجا لانا۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

مذہب اسلام سے خارج ہیں۔ کوئی کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں۔ مگر اُن میں اور مسلمانوں کی خوابوں میں کہ جو خدا کے رسول مقبول کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں۔ کئی طور سے صریح فرق ہے۔ منجملہ اُن فرقوں کے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو سچی خوابیں کثرت سے آتی ہیں جیسا اُنکی نسبت خدا تعالیٰ نے آپ وعدہ دے رکھا ہے اور فرمایا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1] لیکن کفار اور منکرین اسلام کو اس کثرت سے سچی خوابیں ہرگز نصیب نہیں ہوتیں بلکہ اُن کا ہزارم حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ہماری اُن ہزارہا سچی خوابوں کے ثبوت سے ہو سکتا ہے جن کو ہم نے قبل از وقوع صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو بتلا دیا ہے اور جن کے مقابلہ سے غیر قوموں کا عاجز ہونا ہم ابتدا سے دعویٰ کر رہے ہیں۔

اور ایک یہ فرق ہے کہ مسلمان کی خواب اکثر اوقات نہایت عالیشان اور مہماتِ عظیمہ کی بشارت اور خوشخبری پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور کافر کی خواب اکثر اوقات اُمورِ خسیسہ میں اور ہیچ اور بے قدر ہوتی ہے اور ذلت اور ناکامی کے مکروہ آثار اُس میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور اِس کے ثبوت کے لئے بھی ہماری ہی خوابوں پر بہ نظرِ انصاف غور کرنا کافی ہے۔

۲۵۵ اور اگر کوئی منکر ہو تو ایسی عالیشان خوابیں کسی غیر مذہب کی ہمارے سامنے پیش کر کے اور ثابت کر کے دکھلاوے۔

اور ایک فرق یہ ہے کہ مسلمان کی خواب نہایت راست اور منکشف ہوتی ہے۔

[1] یونس : ۶۵

خدا کا خوف نہیں اور محض خبث باطنی سے مفسدوں کی طرح بیہودہ گفتگو کرتا ہے۔ ۲۵۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۵۵

دولت سے دل نہ لگانا، دولت سے مغرور نہ ہونا، دولتمندی میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جُود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعہ نفس پروری نہ ٹھہرانا۔ اور حکومت کو آلۂ ظلم و تعدّی نہ بنانا۔ یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحب دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے۔ اور اسی وقت یہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لئے دولت اور اقتدار دونوں میسّر ہوں۔ پس چونکہ بجز زمانۂ مصیبت و ادبار و زمانۂ دولت و اقتدار یہ دونوں قسم کے اخلاق ظاہر نہیں ہوسکتے۔ اس لئے حکمتِ کاملہ ایزدی نے تقاضا کیا کہ انبیاء اور اولیاء کو ان دونوں طور کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور کامل مسلمان کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اسکی خواب بے اصل اور اضغاثِ احلام میں داخل ہو۔ کیونکہ وہ پاک دل اور پاک مذہب ہے اور حضرتِ احدیّت سے سچّا رابطہ رکھتا ہے برخلاف منکرِ اسلام کے کہ جو بباعثِ ناپاک دلی اور ناراستیٔ مذہب کے گویا ایک نجاست میں پڑا ہوا ہے اس کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خواب سچی ہو۔ پھر تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر کسی منکرِ اسلام کی شاذ و نادر کوئی بعض خواب کبھی سچی بھی ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ منکر کوئی معاند پادری یا پنڈت نہ ہو بلکہ کوئی سیدھا سادہ ہندو یا غریب عیسائی ہو۔ جس کو اپنے مذہب پر کچھ ایسا اعتقاد نہ ہو ۔ نہ اسلام سے کچھ بغض و کینہ ہو۔ اور پھر یہ بھی تجارب کثیرہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو کسی غریب ہندو یا عیسائی کی کبھی کسی حالت میں خواب سچی ہو جائے۔ تو وہ خطا اور غلطی کی آمیزش سے بکلّی پاک اور صاف نہیں ہوتی۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کمی بیشی اور پراگندگی اور افراط تفریط ضرور اس میں ہوتی ہے۔ ہم کو یاد ہے کہ محرم ۱۲۹۹ھ ہجری کی پہلی یا دوسری تاریخ میں ہم کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کسی صاحب نے مدد کتاب کیلئے پچاس روپیہ روانہ کئے ہیں۔ اسی رات ایک آریہ صاحب نے بھی ہمارے لئے خواب دیکھی کہ کسی نے مدد کتاب کے لئے ہزار روپیہ روانہ کیا ہے۔ اور جب انہوں نے خواب بیان کی تو ہم نے اُسی وقت اُن کو اپنی خواب بھی سُنادی اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری خواب میں اُنیس حصے جھوٹ مل گیا ہے۔

اُس کی طرف متوجّہ ہونا تضییع اوقات ہے۔ ایسا ہی ایک دُوسری وجہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

حالتوں سے کہ جو ہزارہا نعمتوں پر مشتمل ہیں متمتع کرے۔ لیکن ان دونوں حالتوں کا زمانہ وقوع ہر یک کے لئے ایک ترتیب پر نہیں ہوتا۔ بلکہ حکمتِ الٰہیہ بعض کے لئے زمانہ امن و آسائش پہلے حصہ عمر میں میسّر کر دیتی ہے اور زمانہ تکالیف پیچھے سے اور بعض پر پہلے وقتوں میں تکالیف وارد ہوتی ہیں اور پھر آخر کار نصرتِ الٰہی شامل ہو جاتی ہے اور بعض میں یہ دونوں حالتیں مخفی ہوتی ہیں اور بعض میں کامل درجہ پر ظہور و بروز پکڑتی ہیں اور اس بارے میں

۲۵۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور یہ اسی کی سزا ہے کہ تم ہندو اور دینِ اسلام سے خارج ہو۔ شاید انکو گراں ہی گذرا ہوگا مگر بات سچی تھی جسکی سچائی پانچویں یا چھٹے محرم میں ظہور میں آگئی یعنے پنجم یا ششم محرم الحرام میں مبلغ پچاس روپے جن کو جوناگڈھ سے شیخ محمد بہاؤالدین صاحب مدار المہام ریاست نے کتاب کے لئے بھیجا تھا۔ کئی لوگوں اور ایک آریہ کے روبرو پہنچ گئے۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔

اسی طرح ایک مرتبہ خدا نے ہم کو خواب میں ایک راجہ کے مرجانے کی خبر دی۔ اور وہ خبر ہم نے ایک ہندو صاحب کو کہ جو اَب پلیڈری کا کام کرتے ہیں بتلائی۔ جب وہ خبر اُسی دن پوری ہوئی تو وہ ہندو صاحب بہت ہی متعجّب ہوئے کہ ایسا صاف اور کھلا ہوا علم غیب کا کیونکر معلوم ہوگیا۔

پھر ایک مرتبہ جب انہیں وکیل صاحب نے اپنی وکالت کے لئے امتحان دیا تو اسی ضلع میں سے اُن کے ساتھ اسی سال میں بہت سے اور لوگوں نے بھی امتحان دیا۔ اس وقت بھی مجھ کو ایک خواب آئی اور میں نے اس وکیل صاحب کو اور شاید تیس یا چالیس اور ہندوؤں کو جن میں سے کوئی تحصیلدار۔ کوئی سررشتہ دار۔ کوئی محرر ہے۔ بتلایا کہ اُن سب میں سے صرف اس شخص متقدم الذکر کا پاس ہوگا اور دُوسرے سب اُمیدوار فیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ اور ۱۸۶۸ء میں اس وکیل صاحب کے خط سے اِس جگہ قادیان میں یہ خبر ہم کو مل گئی۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔

اور اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح ہمارے مخالفین کی خوابیں دنیا کے اُمور میں اکثر بے اصل اور دروغ بے فروغ نکلتی ہیں۔ ویسا ہی دینیات میں ان کا مغشوش اور بے سروپا ہونا ہمیشہ ثابت ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں جس کو آٹھ یا نو برس کا عرصہ

۲۵۶

بے نظیری ہے کہ جو ہر یک طالب حق کو آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔ یعنے یہ کہ

صفحہ ۲۵۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہوگئیں اور ایسی ترتیب سے آئیں۔ کہ جس سے تمام اخلاقِ فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہوگئے اور مضمون اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] کا بہ پایۂ ثابت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دونوں طور پر علٰی وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے کیونکہ آنجناب نے اُن کی نبوّت اور ان کی کتابوں کو تصدیق کیا اور انکا مقرب اللہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ پس اِس تحقیق سے یہ اعتراض بھی بالکل دُور ہوگیا کہ جو مسیح کے اخلاق کی

صفحہ ۲۵۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

گذرا ہوگا۔ ہم نے سُنا تھا کہ ایک پادری صاحب نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ اب تین برس کے اندر اندر حضرت مسیح آسمان سے پادریوں کی مدد کے لئے اُتر آئیں گے۔ پھر شاید ایک مرتبہ ہم نے منشورِ محمدی یا کسی اور اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک بنگلور کے پادری نے بھی کچھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ بہرحال مدّت ہوئی کہ وہ تین برس کا وعدہ گذر بھی گیا۔ مگر آجتک مسیح کو آسمان سے اُترتا کسی نے نہیں دیکھا اور یہ پیشگوئی پادریوں کی ایسی جھوٹی ہوئی جیسا بعض نجومی نومبر ۱۸۸۱ء کے مہینے میں قیامت کا قائم ہونا سمجھ بیٹھے تھے۔ اور واضح رہے کہ ہم اِس سے انکار نہیں کرتے کہ کسی پادری کو مسیح کے نازل ہونے کے بارے میں خواب آئی ہو۔ مگر ہمارا یہ منشاء ہے کہ پادریوں کی خوابیں بباعثِ کفر اور عداوتِ حضرت خاتم الانبیاء کے اکثر دروغ بے فروغ نکلتی ہیں۔ اور اگر کوئی خواب شاذ و نادر کسی قدر سچی ہو۔ تو وہ مشتبہ اور مبہم ہوتی ہے۔ پس اگر مسیح کے بارے میں کہ جو اُن کو خواب آئی۔ اُسکو اِسی قسم دوم میں داخل کریں تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ مسیح سے مُراد عالمِ رؤیا میں کوئی کامل فردِ اُمّتِ محمدیہ کا ہے۔ کیونکہ قدیم سے یہ تجربہ ہوتا چلا آیا ہے کہ جب کوئی عیسائی اپنی خواب دیکھتا ہے کہ اب مسیح آنے والا ہے کہ جو دین کو تازہ کرے گا۔ یا اگر کوئی ہندو دیکھتا ہے کہ اب

[1] قلم : ۵

قرآن شریف باوجود اُس ایجاز اور اُس احاطہ حق اور حکمت کے جس کا ۲۵۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نسبت دلوں میں گذر سکتا ہے یعنے یہ کہ اخلاق حضرت مسیح علیہ السلام دونوں قسم مذکورہ بالا پر علیٰ وجہ الکمال ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ ایک قسم کے رُو سے بھی ثابت نہیں ہیں کیونکہ مسیح نے جو زمانہ مصیبتوں میں صبر کیا۔ تو کمالیت اور صحت اُس صبر کی تب بہ پایہ صداقت پہنچ سکتی تھی کہ جب مسیح اپنے تکلیف دہندوں پر اقتدار اور غلبہ پا کر اپنے موذیوں کے گناہ دلی صفائی سے بخش دیتا جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم نے مکّہ والوں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کوئی اوتار آنے والا ہے جس سے دھرم کی ترقّی ہوگی۔ تو ایسی خوابیں اُن کی اگر بعض اوقات سچّی ہوں۔ تو اُن کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ اُس مسیح اور اُس اوتار سے مراد کوئی محمدی شخص ہوتا ہے کہ جو دین کی ترقّی اور اصلاح کے لئے اپنے وقت پر ظہور کرتا ہے اور چونکہ وہ اپنی نورانیت میں تمام مقدسوں کا وارث ہوتا ہے اس لئے مشتبہ الخیال لوگوں کی قوّتِ متخیلہ میں ایسی صورت پر نظر آتا ہے یعنے اُن کو وہ ایک ایسے شخص کی صورت میں متصوّر ہو کر دکھائی دیتا ہے جس کو وُہ اپنے اعتقاد کے رُو سے بڑا مقدس اور کامل اور راستی کا پیشوا اور اپنا ہادی خیال کرتے ہیں۔ غرض عیسائیوں اور ہندوؤں کی خوابیں اکثر اوقات بے اصل اور سراسر دروغ یا مشتبہ نکلتی ہیں۔ پس بنظر ان تمام وجوہات کے یہ بات بخوبی بدیہی طور پر ثابت ہے کہ رُؤیا صادقہ کا کثرت سے آنا، اور کامل طور پر آنا اور مہمّاتِ عظیمہ میں آنا اور انکشافِ تام سے آنا۔ یہ خاصہ اُمتِ محمدیّہ کا ہے۔ اِس میں کسی دوسرے فرقہ کو مشارکت نہیں۔ اور عدم مشارکت کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمام لوگ صراطِ مستقیم سے دُور اور مہجور ہیں۔ اور اُن کے خیالات دنیا پرستی اور مخلوق پرستی اور نفس پرستی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور راستبازوں کے نور سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ملتا ہے بکلّی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ یہ صرف دعویٰ نہیں۔ یہ صرف زبان کی بات نہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس سے کوئی عقلمند اگر انکار کرے۔ تو اُس پر لازم ہے کہ مقابلہ کر کے دکھلاوے۔ کیونکہ جو امر ۲۵۸

پہلی وجہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ عبارت میں اسقدر فصاحت اور موزونیت اور لطافت ۲۵۹

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۵۸
اور دوسرے لوگوں پر بکلّی فتح پاکر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا۔ اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز اُن ازلی ملعونوں کے ہریک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پاکر سب کو لاتثریب علیکم الیوم کہا۔ اور اُس عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کرلیا۔ اور حقّانی صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو ایک زمانہ دراز تک آنجناب نے اُنکی سخت سخت ایذاؤں پر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کامل ثبوتوں سے اور کامل شہادتوں سے روشن ہو چکا ہے۔ وہ صرف مونہہ کی فضول اور بیہودہ باتوں سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ فتدبر وتفکر۔

صورتِ پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ایک خارج سے آواز آتی ہے۔ اور یہ آواز ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ایک پردہ کے پیچھے سے کوئی آدمی بولتا ہے۔ مگر یہ آواز نہایت لذیذ اور شگفتہ اور کسی قدر سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور دل کو اس سے ایک لذّت پہنچتی ہے۔ انسان کسی قدر استغراق میں ہوتا ہے کہ یکدفعہ یہ آواز آجاتی ہے اور آواز سُنکر وہ حیران رہ جاتا ہے کہ کہاں سے یہ آواز آئی۔ اور کس نے مجھ سے کلام کی۔ اور حیرت زدہ کی طرح آگے پیچھے دیکھتا ہے پھر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتہ نے یہ آواز دی۔ اور یہ آواز خارجی اکثر اس حالت میں بطور بشارت آتی ہے کہ جب انسان کسی معاملے میں نہایت متفکر اور مغموم ہوتا ہے یا کسی بدخبری کے سُننے ۲۵۹ سے کہ جو اصل میں محض دروغ تھی۔ کوئی سخت اندیشہ اس کو دامنگیر ہو جاتا ہے۔ مگر صورتِ دوم کی طرح اس میں مکرّر دعاؤں پر اس آواز کا صادر ہونا مشہود نہیں ہوا بلکہ ایک ہی دفعہ اُسی وقت کہ جب خدائے تعالیٰ چاہتا ہے۔ کوئی فرشتہ غیب سے ناگہانی طور پر

صفحہ ۲۶۰

اور نرمی اور آب و تاب رکھتا ہے کہ اگر کسی سرگرم نکتہ چین اور سخت مخالفِ

حاشیہ نمبر ۱۱

صفحہ ۲۵۹

گیا تھا۔ آفتاب کی طرح اُن کے سامنے روشن ہوگیا۔ اور چونکہ فطرتاً یہ بات انسان کی عادت میں داخل ہے کہ اسی شخص کے صبر کی عظمت اور بزرگی انسان پر کامل طور پر روشن ہوتی ہے کہ جو بعد زمانہ آزار کشی کے اپنے آزار دہندہ پر قدرتِ انتقام پاکر اُسکے گناہ بخش دے۔ اِس وجہ سے مسیح کے اخلاق کہ جو صبر اور حلم اور برداشت کے متعلق تھے۔ بخوبی ثابت نہ ہوئے اور یہ امر اچھی طرح نہ کُھلا کہ مسیح کا صبر اور حلم اختیاری تھا۔ یا اضطراری تھا کیونکہ مسیح نے اقتدار اور طاقت کا زمانہ نہیں پایا۔ تا دیکھا جاتا کہ اُس نے اپنے موذیوں کے گناہ کو عفو کیا۔ یا انتقام لیا۔ برخلاف اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کُھل گئے۔ اور امتحان کئے گئے۔ اور اُن کی صداقت آفتاب کی طرح

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آواز کرتا ہے برخلاف صورت دوم کے کہ اس میں اکثر کامل دُعاؤں پر حضرتِ احدیّت کی طرف سے جواب صادر ہونا مشہود ہوا ہے۔ اور خواہ سو مرتبہ دعا اور سوال کرنے کا اتفاق ہو۔ اس کا جواب سو مرتبہ ہی حضرتِ فیاضِ مطلق کی طرف سے صادر ہوسکتا ہے جیسا کہ متواتر تجربہ خود اِس خاکسار کا اِس بات کا شاہد ہے۔ اِس قسم کے الہام میں بھی ایک بزرگ پیشگوئی اِس عاجز کو یاد ہے جس سے اِس خاکسار نے مشرف من اللہ ہوکر ایک قادیان کے آریہ سماج کے ممبر کو کہ جو اَب بھی اِس جگہ صحیح و سالم موجود ہے۔ پیشگوئی کے پورے ہونے پر ملزم و لاجواب کیا تھا۔ یہ ایسی بعید از قیاس اور ظاہرا بکلّی محال و ممتنع الوقوع معلوم ہوتی تھی جس کو سُنکر اُس آریہ نے سخت انکار کیا اور اِس بات پر ضد کر بیٹھا کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ایسی بات دُور از قیاس واقعہ ہوجائے۔ چنانچہ بالآخر وہ بات بعینہٖ اُسی طور پر ظہور میں آئی جیسے پہلے کہی گئی تھی۔ اور یہ پیشگوئی نہ صرف اس آریہ کو بتلائی گئی تھی بلکہ اور کئی لوگوں کو بتلائی گئی تھی کہ جو اَب تک موجود ہیں اور کسی کو انکار کرنے کی جگہ باقی نہیں۔ چونکہ یہ پیشگوئی ایک طول طویل واقعہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا بالفعل اِس کی تصریح کی ضرورت نہیں۔ بہرحال سمجھنا چاہیئے کہ الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دینِ اسلام ہے۔ اور خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے۔ دوسروں پر یہ نورانی دروازہ ہرگز نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو ہرگز نہیں دیتا۔ اور کیونکر دے۔ کیا ممکن ہے کہ جو شخص اپنے گھر کے تمام دروازے

صفحہ ۲۶۰

اِسلام کو کہ جو عربی کی املاء انشاء میں کامل دستگاہ رکھتا ہو۔ حاکم با اختیار کی طرف سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صفحہ ۲۶۰

روشن ہو گئی۔ اور جو اخلاق، کرم اور جُود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے۔ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس کے اخلاق ایسی وضاحتِ تامہ سے روشن ہو گئے ہوں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہُوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی۔ نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بند کر کے اور آنکھوں پر پردہ ڈال کے بیٹھا ہُوا ہے۔ وہ ایسا ہی روشنی کو پاوے جیسا وہ شخص جس کے سب دروازے کھلے ہیں اور جس کی آنکھوں پر کوئی پردہ نہیں۔ کیا اعمٰی اور بصیر کبھی مساوی ہو سکتے ہیں۔ کیا ظلمت نور کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کیا ممکن ہے کہ مجذوم جس کا تمام بدن جذام خوردہ ہے اور جس کے اعضاء متعفّن ہو کر گرتے جاتے ہیں۔ وہ اپنی بدنی حالت میں اس جماعت سے برابری کر سکے جس کو خدا نے کامل تندرستی اور خوبصورتی عطا فرمائی ہے۔

ہم ہر وقت طالبِ صادق کو اس بات کا ثبوت دینے کے لئے موجود ہیں کہ وہ رُوحانی اور حقیقی اور سچی برکتیں کہ جو تابعینِ حضرتِ خیر الرسل میں پائی جاتی ہیں کسی دوسرے فرقے میں ہرگز موجود نہیں۔ جب ہم عیسائیوں اور آریوں اور دوسری غیر قوموں کی ظلمانی اور محجوب حالت پر نظر کرتے ہیں۔ اور ان کے تمام پنڈتوں اور جوگیوں اور راہبوں اور پادریوں اور مشنریوں کو آسمانی نوروں سے بکلّی محروم اور بے نصیب پاتے ہیں۔ اور اس طرف اُمّتِ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم میں آسمانی نوروں اور رُوحانی برکتوں کا ایک دریا بہتا ہُوا دیکھتے ہیں۔ اور انوارِ الٰہیّہ کو بارش کی طرح برستے ہوئے مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو پھر جس ماجرا کو ہم بچشمِ خود دیکھ رہے ہیں۔ اور جس کی شہادتیں ہماری تار اور پود اور رگ اور ریشہ میں بھری ہوئی ہیں۔ اور جس پر ہمارا ایک ایک قطرہ خون کا گواہ

طلٰ۲۶۱

یہ پُر تہدید حکم سُنایا جائے کہ اگر تم مثلاً بیس برس کے عرصے میں کہ گویا ایک عمر کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صہ۲۶۱

اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنیوالوں سے نیکی کر کے دکھلائے۔ اور وہ جو دلآزار تھے اُن کو اُن کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت اُن کو دی گئیں پر آنحضرت نے اپنے پاک ہاتھوں کو دُنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔ اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔ اور اُسدن سے جو ظہور فرمایا تا اُسدن تک جو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جاملے بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلے پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ خالصًا خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جُود اور سخاوت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

رویت ہے کیونکر اس سے مُنکر ہوجائیں۔ کیا ہم امرِ معلوم کو نامعلوم فرض کرلیں یا مرئی اور مشہود کو غیر مرئی اور غیر مشہود قرار دیدیں کیا کریں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں اور سچ کہنے سے کسی حالت میں رک نہیں سکتے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے نہ ہوتے اور قرآن شریف جس کی تاثیریں ہمارے آئمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں، نازل نہ ہُوا ہوتا۔ تو ہمارے لئے یہ امر بڑا ہی مشکل ہوتا۔ کہ جو ہم فقط بائبل کے دیکھنے سے یقینی طور پر شناخت کرسکتے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور دوسرے گذشتہ نبی فی الحقیقت اُسی پاک اور مقدّس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطفِ خاص سے اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے۔ یہ ہم کو فرقانِ مجید کا احسان ماننا چاہیئے جس نے اپنی روشنی ہر زمانہ میں آپ دکھلائی۔ اور پھر اس کامل روشنی سے گذشتہ نبیوں کی صداقتیں بھی ہم پر ظاہر کردیں۔ اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدم سے لیکر مسیح تک اُن تمام نبیوں پر ہے کہ جو قرآنِ شریف سے پہلے گذر چکے۔ اور ہر یک رسول اس عالی جناب کا ممنونِ منت ہے جس کو خدا نے وہ کامل اور مقدس کتاب عنایت کی جس کی کامل تاثیروں کی برکت سے سب صداقتیں ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ جن سے اُن نبیوں کی نبوّت پر یقین کرنے کے لئے ایک راستہ کھلتا ہے اور اُن کی نبوتیں شکوک اور شبہات سے

میعاد ہے۔ اس طور پر قرآن کی نظیر پیش کر کے نہ دکھلاؤ کہ قرآن کے کسی مقام میں سے

ص۲۶۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۶۲

اور زہد اور قناعت اور ہمدردی اور شجاعت اور محبتِ الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاق فاضلہ ہیں۔ وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السّلام میں اِس قسم کے اخلاق بھی اچھی طرح ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ سب اخلاق بجز زمانۂ اقتدار اور دولت کے بہ پایۂ ثبوت نہیں پہنچ سکتے اور مسیح نے اقتدار اور دولت کا زمانہ نہیں پایا۔ اس لئے دونوں قسم کے اخلاق اس کے زیر پردہ رہے۔ اور جیسا کہ شرط ہی ظہور پذیر نہ ہوئی۔ پس یہ اعتراض مذکورۂ بالا جو مسیح کی ناقص حالت پر وارد ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

محفوظ رہتی ہیں۔

واضح ہو کہ قرآنِ شریف میں دو طور کا معجزہ ہمیشہ کیلئے رکھا گیا ہے۔ ایکؔ اعجازِ کلام قرآن دوؔم اعجازِ اثر کلامِ قرآن۔ یہ دونوں اعجاز ایسے بدیہی ہیں کہ اگر کسی کا نفس اعراض صوری یا معنوی سے محجوب نہ ہو تو فی الفور وہ اس نورِ صداقت کو بچشم خود مشاہدہ کر لیگا۔ اعجازِ کلامِ قرآن کے بیان پر تو یہ ساری کتاب مشتمل ہے اور بعض قسم کے اعجاز حاشیہ نمبر ۱۱ میں لکھے بھی گئے ہیں۔ اعجازِ اثر کلامِ قرآن کی نسبت ہم یہ ثبوت رکھتے ہیں کہ آجتک کوئی صدی ایسی نہیں گذری جس میں خدائے تعالیٰ نے مستعد اور طالبِ حق لوگوں کو قرآنِ شریف کی پوری پوری پیروی کرنے سے کامل روشنی تک نہیں پہنچایا۔ اور اب بھی طالبوں کیلئے اس روشنی کا نہایت وسیع دروازہ کُھلا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف کسی گذشتہ صدی کا حوالہ دیا جائے۔ جس طرح سچے دین اور ربّانی کتاب کے حقیقی تابعداروں میں روحانی برکتیں ہونی چاہئیں اور اسرارِ خاصہ الٰہیہ سے ملہم ہونا چاہیئے وہی برکتیں اب بھی جوئندوں کیلئے مشہود ہو سکتی ہیں جس کا جی چاہے صدقِ قدم سے رجوع کرے اور دیکھے اور اپنی عاقبت کو درست کر لے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر یک طالبِ صادق اپنے مطلب کو پائیگا اور ہر یک صاحب بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھے گا۔ مگر کون ہمارے سامنے آ کر اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ وہ آسمانی نور ہمارے کسی مخالف میں بھی موجود ہے۔ اور جس نے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور افضلیت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ بھی

ص۲۶۲

۲۶۳ صرف دو چار سطر کا کوئی مضمون لیکر اُسی کے برابر یا اُس سے بہتر کوئی نئی عبارت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۶۴ علیہ وسلم کی کامل حالت سے بکلّی مندفع ہوگیا۔ کیونکہ وجودِ باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک نبی کے لئے متمم اور مکمل ہے اور اُس ذاتِ عالی کے ذریعہ سے جو کچھ امر مسیح اور دوسرے نبیوں کا مشتبہ اور مخفی رہا تھا۔ وہ چمک اٹھا۔ اور خدا نے اُس ذاتِ مقدّس پر انھیں معنوں کرکے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اُس وجودِ باجود پر ختم ہوگئے۔ وهذا فضل الله يؤتيه من يشاء۔

وسوسۂ دہم۔ بعض کوتہ فکر لوگ یہ وسوسہ پیش کرتے ہیں کہ الہام میں یہ خرابی اور نقص ہے کہ وہ معرفتِ کامل تک پہنچنے سے کہ جو حیاتِ ابدی اور سعادتِ دائمی کے حصول کا مدار علیہ ہے مانع

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کوئی روحانی برکت اور آسمانی تائید اپنی شامل حال رکھتا ہے۔ کیا کوئی زمین کے اُس سرے سے اِس سرے تک ایسا متنفّس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کرسکے۔ کوئی نہیں ایک بھی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب کہلاتے ہیں اُن کے ہاتھ میں بھی بجز باتوں ہی باتوں کے اور خاک بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ کے پیرو یہ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت موسیٰ اِس دنیا سے کوچ کر گئے۔ تو ساتھ ہی اُن کا عصا بھی کوچ کر گیا کہ جو سانپ بنا کرتا تھا۔ اور جو لوگ حضرت عیسیٰ کے اتباع کے مدعی ہیں۔ اُن کا یہ بیان ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تو ساتھ ہی اُن کے وہ برکت بھی اُٹھائی گئی جس سے حضرت ممدوح مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ ہاں عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرتِ عیسیٰ کے باراں حواری بھی کچھ کچھ روحانی برکتوں کو ظاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن اُن کا یہ بھی تو قول ہے کہ وہی عیسائی مذہب کے باراں امام آسمانی نوروں اور الہاموں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور اُن کے بعد آسمان کے دروازوں پر پکّے قفل لگ گئے اور پھر کسی عیسائی پر وہ کبوتر نازل نہ ہوا کہ جو اوّل حضرت مسیح پر نازل ہوکر پھر آگ کے شعلوں کا بہروپ بدل کر حواریوں پر نازل ہوا تھا۔ گویا ایمان کا وہ نورانی دانہ کہ جس کے شوق میں وہ آسمانی کبوتر اُترا کرتا تھا اُنہیں کے ہاتھ میں تھا اور پھر بجائے اُس ۲۶۴ دانہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں دنیا کمانے کی پھائی رہ گئی جس کو دیکھ کر وہ کبوتر آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ غرض بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں۔ اور خدا نے اِس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کے لئے مابہ الامتیاز قائم

بنالاؤ جس میں وہ سب مضمون معہ اپنے تمام دقائق حقائق کے آجائے۔ اور

ص۲۶۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور مزاحم ہے ✤ اور تقریر اس اعتراض کی یُوں کرتے ہیں کہ الہام خیالات کی ترقّی کو روکتا ہے اور تحقیقات کے سلسلہ کو آگے چلنے سے بند کرتا ہے۔ کیونکہ الہام کے پابند ہونے کی حالت میں ہر ایک بات میں یہی جواب کافی سمجھا جاتا ہے کہ یہ امر ہماری الہامی کتاب میں جائز یا ناجائز لکھا ہے۔ اور قُویٰ عقلیہ کو ایسا معطّل اور بیکار چھوڑ دیتے

ص۲۶۴

ص۲۶۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

رہے۔ اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اُمّتِ محمدیہ کو انتہاء زمانہ تک یہ دو معجزے یعنے اعجازِ کلامِ قرآن اور اعجازِ اثر کلامِ قرآن عطا فرمائے ہیں جن کے مقابلہ سے مذاہبِ باطلہ ابتداء سے عاجز چلے آتے ہیں۔ اور اگر صرف اعجازِ کلامِ قرآن کا معجزہ ہوتا۔ اور اعجازِ اثر قرآن کا معجزہ نہ ہوتا۔ تو اُمّتِ مرحومہ محمدیہ کو آثار اور انوارِ ایمان میں کیا زیادتی ہوتی۔ کیونکہ مجرّد زہد اور عفت اعجاز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا ممکن نہیں کہ کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو اپنی فطرت سے ایسا سلیم ہو کہ بطور ظاہری عفت اور زہد اور دیانت کا طریق اختیار کرے۔ پھر جس حالت میں زُہد خشک ہر یک فرقہ میں ممکن ہے۔ تو مومن اور غیر مومن میں من حیث الآثار مابہ الامتیاز کیا رہا۔ حالانکہ اہلِ حق اور اہلِ باطل میں من حیث الآثار مابہ الامتیاز ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر مومن بھی آسمانی نوروں سے ایسا ہی بے نصیب ہو۔ جیسے ایک بے ایمان بے نصیب ہے۔ تو اسکے ایمان کا کونسا نُور اس دنیا میں ظاہر ہُوا۔ اور ایمان کو بے ایمانی پر کیا ترجیح ہوئی۔ اور خود جس حالت میں اعجازِ اثرِ قرآن ظاہر ہے جس میں تسلّی کر دینے کے لئے ہم آپ ہی متکفل ہیں تو پھر باوجود اس بدیہی دلیل کے طوالتِ کلام کی کچھ حاجت نہیں۔ جس کو شک ہو۔ وہ آزمائے۔ جس کو شُبہ ہو۔ وہ تجربہ کر لیوے۔ اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہامِ الٰہی کسی پر

ص۲۶۴

✤ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

الہام کامل اور حقیقی کہ جو برہمو سماج والوں اور دوسرے مذاہبِ باطلہ کے ہر یک قسم کے وساوس کو بکلّی دُور کرتا ہے۔ اور طالبِ حق کو مرتبۂ یقینِ کامل تک پہنچاتا ہے۔ وُہ فقط قرآن شریف ہے۔ اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں۔ کہ جو تمام فرقوں کے اوہامِ باطلہ کو دُور کر سکے۔ اور انسان کو حق الیقین کے درجہ

۲۶۵

عبارت بھی ایسی بلیغ اور فصیح ہو جیسی قرآن کی تو تم کو اس عجز کی وجہ سے سزائے موت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہیں کہ گویا خدا نے اُن کو وہ قوتیں عطا ہی نہیں کیں۔ سو بالآخر عدمِ استعمال کے باعث سے وہ تمام قوتیں رفتہ رفتہ ضعیف بلکہ قریب قریب مفقود کے ہو جاتی ہیں اور انسانی سرشت بالکل منقلب ہو کر حیوانات سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور نفس انسانی کا عمدہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

نازل ہو۔ وہ اُس کے لئے اور ہر یک کے لئے کہ کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اُس پر ظاہر کر دیا ہے واجب التعمیل ہے۔ اور جو شخص جس کو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو۔ وہ موردِ غضبِ الٰہی ہوگا۔ بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ بلعم بن بعور کو خدا نے الہام میں لا تدع علیھم کہا۔ یعنے یہ کہ موسیٰ اور اُسکے لشکر پر بد دعا مت کر اُس نے برخلاف امرِ الٰہی کے حضرت موسیٰ کے لشکر پر بد دعا کرنے کا ارادہ کیا۔ آخر اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خدا نے اس کو اپنی جناب سے ردّ کر دیا اور اس کو کُتّے سے تشبیہ دی۔ وہ الہام ہی تھا جس کی تعمیل سے حضرت موسیٰ کی ماں نے حضرت موسیٰ کو شیر خوارگی کی حالت میں ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا۔ الہام ہی تھا جس کے دیکھنے کے لئے موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو خدا نے اپنے ایک بندہ خضر کے پاس جس کا نام بلیا بن ملکان تھا بھیجا تھا۔ جس کے علم قطعی اور یقینی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔[1] سو اُسی علم قطعی اور یقینی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کے رُوبرو ایسے کام کئے کہ جو ظاہر اخلافِ شرع معلوم ہوتے تھے۔ کشتی کو توڑا۔ ایک معصوم بچہ کو قتل کیا۔ ایک غیر ضروری کام کو کسی اُجرت کے بغیر اپنے گلے ڈال لیا۔ اور ظاہر ہے۔

۲۶۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

۲۶۵

تک پہنچا سکے۔ مگر افسوس کہ اس اندھی اور بے تمیز دنیا میں ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں کہ جو خدا کو اپنا اصلی مقصود ٹھہرا کر اور تعصب مذہبی اور قومی اور دوسرے دنیوی لالچوں سے الگ ہو کر اُس روشنی اور صداقت کو قبول کریں کہ جو خدائے تعالیٰ نے خاص قرآن شریف میں رکھی ہے جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتی۔

[1] الکھف: ۶۶

دی جاوے گی۔ تو پھر بھی باوجود سخت عناد اور اندیشہ رُسوائی اور خوف

حاشیہ نمبر ۱۱

کمال کہ جو ترقی فی المعقولات ہے۔ ناحق ضائع جاتا ہے۔ اور معرفتِ کاملہ کے حاصل کرنے سے انسان رُک جاتا ہے۔ اور جس حیاتِ ابدی اور سعادتِ دائمی کے حصول کی انسان کو ضرورت ہے۔ اُس کے حصول سے الہامی کتابیں سدِّ راہ ہوجاتی ہیں۔ اَمّا الجواب واضح ہو کہ ایسا سمجھنا کہ گویا خدا کی سچی کتاب پر عمل کرنے سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کہ خضر رسول نہیں تھا۔ ورنہ وہ اپنی اُمت میں ہوتا۔ نہ جنگلوں اور دریاؤں کے کنارہ پر۔ خدا نے بھی اس کو رسول یا نبی کر کے نہیں پکارا۔ مگر جو اسکو اطلاع دیجاتی تھی اس کا نام یقینی اور قطعی رکھا ہے۔ کیونکہ قرآن کے عرف میں علم اسی چیز کا نام ہے کہ جو قطعی اور یقینی ہو۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر خضر کے پاس صرف ظنّیات کا ذخیرہ ہوتا تو اُس کے لئے کب جائز تھا کہ امرِ مظنون پر بھروسا کر کے ان امور کو کرتا کہ جو صریح خلافِ شرع اور منکر بلکہ باتفاقِ تمام پیغمبروں کے کبائر میں داخل تھے۔ اور پھر اس صورت میں حضرت موسیٰ کا اُسکے پاس آنا بھی محض بے فائدہ تھا۔ پس جبکہ بہرصورت ثابت ہے کہ خضر کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم یقینی اور قطعی دیا گیا تھا۔ تو پھر کیوں کوئی شخص مسلمان کہلا کر اور قرآن شریف پر ایمان لا کر اس بات سے منکر رہے کہ کوئی فردِ بشر اُمّتِ محمدیہ میں سے باطنی کمالات میں خضر کی مانند نہیں ہوسکتا۔ بلاشبہ ہوسکتا ہے۔ بلکہ خدائے حیّ قیّوم اس بات پر قادر ہے کہ اُمّتِ مرحومہ محمدیہ کے افرادِ خاصہ کو اُس سے بھی بہتر و زیادہ تر باطنی نعمتیں عطا فرماوے۔ ۲۶۶ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کیا اس خداوند کریم نے آپ ہی اس اُمّت کو یہ دعا تعلیم نہیں فرمائی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ کیا اُس نے آپ ہی نہیں فرمایا۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ[1]۔ تم یقیناً سمجھو کہ خداوند کریم اس

حاشیہ نمبر ۲

۲۶۶ بلکہ قبول کرنا تو درکنار ہمارے مخالفوں میں اسقدر شرم بھی باقی نہیں رہی کہ قرآن شریف کی بدیہی عظمتوں اور صداقتوں کو دیکھ کر اور اپنے مذہب کے فسادوں اور ضلالتوں پر مطلع ہو کر بدگوئی اور بدزبانی سے باز رہیں اور باوجود چور ہونے کے پھر چترائی نہ دکھلاویں۔ مثلاً خیال کرنا چاہیئے کہ عیسائیوں ۲۶۷ کے عقائد کا باطل ہونا کس قدر بدیہی ہے کہ خواہ نخواہ مُنہ زوری سے ایک عاجز مخلوق کو

[1] الواقعہ: ۴۰-۴۱

صفحہ ۲۶۶ موت کی نظیر بنانے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا اگرچہ دنیا کے صدہا زباندانوں اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صفحہ ۲۶۷ قوتِ عقلیہ کو بالکل بیکار چھوڑا جاتا ہے اور گویا الہام اور عقل ایک دوسرے کی نقیض اور ضد ہیں کہ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ برہمو لوگوں کی کمال درجہ کی بدفہمی اور بداندیشی اور ہٹ دھرمی ہے اور اس عجیب وہم کی عجیب طرح کی ترکیب ہے جس کے اجزاء میں سے کچھ تو جھوٹ صفحہ ۲۶۸ اور کچھ تعصب اور کچھ جہالت ہے۔ جھوٹ یہ کہ باوصف اس بات کے انکو بخوبی معلوم ہے کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اُمتِ مرحومہ پر بہت ہی مہربان ہے اور قدیم سے وہ یہی چاہتا ہے کہ اس اُمت کو اپنی نورانی برکتوں اور آسمانی نوروں کے ساتھ غیر قوموں پر بدیہی ترجیح رہے تا دشمن یہ نہ کہے کہ ہم میں اور تم میں کونسا فرق ہے۔ تا معاند کہ خدا اس کا روسیہ کرے۔ اپنے خبث باطن اور عادت دروغ سے یہ کہنا نہ پاوے کہ آنحضرت سید الطیبین اور اسکی پاک اور طیب آل اور اُس کی نورانی جماعت نے آسمانی برکتوں کو نہیں دکھلایا۔ تم فکر کرو اور سوچو۔ کیا تمہارے لئے یہ بہتر تھا کہ تم آسمانی نوروں سے ایسے ہی بے نصیب رہ کر گذشتہ قصوں کے سہارے سے زندگی بسر کرتے جیسے تمہارے مخالف اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یا تمہارے لئے یہ بہتر اور شکر کی جگہ ہے کہ خدا ہمیشہ تم میں سے اور تمہاری قوم میں سے بعض افراد کو اپنے نوروں میں سے حصہ وافر دیکر تم سب کے ایمان کو بمرتبۂ کمال پہنچاوے اور مخالفوں کو ملزم اور ذلیل کرے۔ غیر قوموں کی طرف دیکھو کہ وہ کیونکر ڈوبی اور برباد ہوئی۔ یہی باعث تھا کہ انجیل وغیرہ گذشتہ کتابیں بعلتِ فساد اور تحریف کے اپنی ذات اور صفات میں کسی معجزہ اور تاثیر روحانی کا مظہر نہ ہو سکیں اور صرف بطور کتھا اور قصہ کے پُرانے معجزات پر مدار رہا۔ لیکن کیونکر ممکن تھا۔ کہ صفحہ ۲۶۷ ایسے لوگ جنہوں نے حضرت موسیٰ کے عصا کو بچشمِ خود سانپ بنتے نہیں دیکھا اور نہ حضرت عیسےٰ کے ہاتھ سے کوئی مُردہ قبر سے اُٹھتا مشاہدہ کیا وہ صرف بے اصل قصوں کے سُننے سے یقین کامل تک پہنچ جاتے۔ ناچار یہودی و عیسائی رُو بدنیا ہو گئے اور عالمِ آخرت پر اُنکو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ربّ العالمین بنا رکھا ہے۔ مگر پھر بھی ان حضرات کو خدائے تعالیٰ سے ایسی لاپروائی اور بے غرضی ہے کہ کچھ بھی مؤاخذہ کے روز سے نہیں ڈرتے اور کچھ ایسے سوئے ہوئے ہیں کہ صدہا علماء فضلاء جگا جگا کر تھک گئے۔ لیکن اُن کی آنکھ نہیں کھلتی اور ہمیشہ دنیا پرستی

ص۲۶۷

انشا پردازوں کو اپنے مددگار بنالے۔ یہ مثال متذکرہ بالا کوئی خیالی اور فرضی بات

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

حقانی صداقتوں کی ترقی ہمیشہ انہیں لوگوں کے ذریعہ سے ہوتی رہی ہے کہ جو الہام کے پابند ہوتے ہیں۔ اور وحدانیتِ الٰہی کے اسرار دنیا میں پھیلانے والے وہی برگزیدہ لوگ ہیں کہ جو خدا کی کلام پر ایمان لائے مگر پھر عمداً اس واقعہ معلومہ کے برخلاف بیان کیا ہے اور تعصب یہ کہ اپنی بات کو خواہ نخواہ سرسبز کرنے کے لئے اس بدیہی صداقت کو چھپایا ہے کہ الٰہیات میں عقل مجرّد مرتبہ یقینِ کامل تک نہیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کچھ اعتماد نہ رہا۔ کیونکہ اپنی آنکھ سے تو انہوں نے کچھ بھی نہ دیکھا اور کسی قسم کی برکت مشاہدہ نہ کی غرض جس کا ایمان عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کی طرح صرف قصّوں اور کہانیوں کے سہارے پر موجود ہو۔ اس کے ایمان کا کچھ بھی ٹھکانا نہیں اور آخر اس کے لئے وہی ضلالت درپیش ہے جس ضلالت میں یہ بدنصیب قوم عیسائیوں وغیرہ کی مبتلا ہو گئی جن کی کل جائداد فقط وہی دیرینہ کہانیاں اور ہزاروں برسوں کے خستہ شکستہ قصّے ہیں۔ لیکن ایسے شخصوں کے ایمان کا کچھ بھی قیام نہیں اور انکو کسی طرح پتہ نہیں مل سکتا کہ وہ پرانا خدا جو پہلے اُن کے بزرگوں کے ساتھ تھا اب کہاں اور کدھر ہے اور موجود ہے یا نہیں۔ سو بھائیو اگر تم خدا کے خواہاں ہو۔ اگر تم یقین کے طالب ہو۔ اگر تمہارے دل میں دنیا کی محبت نہیں تو اٹھو اور سجداتِ شکر کرو کہ خدا تمہاری جماعت کو فراموش نہیں کرتا۔ وہ تمہیں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ تا تم اُسکے حضور میں شکر گذار ٹھہرو۔ خدا کے نشانوں کو تحقیر کی نظر سے مت دیکھو کہ یہ تمہارے لئے خطرناک ہے خدا کی نعمتوں کو ردّ مت کرو کہ یہ اُسکے سخط کا موجب ہے دنیا سے دل مت لگاؤ کہ یہی سب نخوتوں اور حسدوں اور خود پسندیوں کا اصل ہے۔ خدا کی آیات سے مونہہ مت پھیرو کہ اس کا انجام اچھا نہیں۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا[1] الخ مختصر پیشِ تو گفتم غمِ دل ترسیدم ٭ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است۔ اب ہم اس تقریر کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ[2]۔ منہ

ص۲۶۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور کم توجہی کی وجہ سے اس تصورِ باطل میں گرفتار ہیں کہ گویا انجیلی تعلیم قرآنی تعلیم سے کامل اور بہتر ہے۔ چنانچہ ابھی ایک پادری صاحب نے ۳ ؍ مارچ ۱۸۸۲ء کے پرچہ نور افشاں میں یہ سوال پیش کر دیا ہے کہ حیاتِ ابدی کی نسبت کتابِ مقدس میں کیا نہ تھا کہ قرآن یا صاحب قرآن لائے۔ اور قرآن کن کن امروں اور تعلیمات میں انجیل پر فوقیت رکھتا ہے۔ تا یہ ثابت ہو کہ انجیل کے اترنے کے بعد قرآن کے نازل ہونے کی بھی ضرورت تھی۔ ایسا ہی ایک عربی رسالہ موسوم بہ

[1] اعراف : ۱۷۵ [2] اعراف : ۹۰

۲۶۸ نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ صحیحہ ہے جس کا قرآن شریف ہی کے وقت میں امتحان ہو چکا ہے اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۶۹ پہنچا سکتی۔ اور جہالت یہ کہ الہام اور عقل کو دو امر متناقض سمجھ لیا ہے کہ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور الہام کو عقل کا مضر اور مخالف قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ خدشہ سراسر بے اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ سچے الہام کا تابع عقلی تحقیقاتوں سے رُک نہیں سکتا۔ بلکہ حقائق اشیاء کو معقول طور پر دیکھنے کے لئے الہام سے مدد پاتا ہے۔ اور الہام کی حمایت اور اس کی روشنی کی برکت سے عقلی وجوہ میں کوئی دھوکا اس کو پیش نہیں آتا اور نہ غلط کار عاقلوں کی طرح بے جا دلائل

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

رسالہ عبد المسیح ابن اسحاق الکندی اسی غرض سے افترا کیا گیا ہے کہ تا انجیل کی ناقص اور آلودہ تعلیم کو سادہ لوحوں کی نظر میں کسی طرح قابلِ تعریف ٹھہرایا جائے۔ اور قرآنی تعلیم پر بیجا الزامات لگائے جائیں۔ مگر نادان عیسائی نہیں جانتے کہ بلا دلیل ایک کتاب کی تعریف کرنا اور ایک کی مذمت کرتے رہنا۔ نہ کسی کتاب کو قابلِ تعریف ٹھہراتا ہے نہ قابلِ مذمت۔ بیہودہ طور پر مونہہ سے بات نکالنا کون نہیں جانتا۔ لیکن جس حالت میں ہم نے اسی کتاب میں انجیلی تعلیم کا حقانیت سے بے نصیب ہونا اور قرآنی تعلیم کا مجمع الانوار ہونا صدہا دلائل سے ثابت کر دیا ہے اور اسپر نہ صرف دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا بلکہ ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اسکے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو۔ اور اس سے بہتر ہو۔ تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں۔ اب منصفو!! نظر کرو۔ اور خدا کے واسطے ذرہ دل کو صاف کر کے سوچو کہ ہمارے مخالفوں کی ایمانداری اور خدا ترسی کس قسم کی ہے کہ باوجود لاجواب رہنے کے پھر بھی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔

آؤ عیسائیو ادھر آؤ ۔ نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ
جسقدر خوبیاں ہیں فرقاں میں ۔ کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

جس کی سچائی ابتداء سے ہر یک طالبِ حق پر آجتک ثابت ہوتی چلی آئی ہے اور

ص ۲۶۹

حاشیہ نمبر ۱۱

کے بنانے کی حاجت پڑتی ہے اور نہ کچھ تکلف کرنا پڑتا ہے بلکہ جو ٹھیک ٹھیک عقلمندی کا راہ ہے وُہی اُس کو نظر آجاتا ہے۔ اور جو حقیقی سچائی ہے اُسی پر اس کی نگاہ جا ٹھہرتی ہے عقل کا کام یہ ہے کہ الہام کے واقعات کو قیاسی طور پر جلوہ دیتی ہے۔ اور الہام کا کام یہ کہ وہ عقل کو طرح طرح کی سرگردانی سے بچاتا ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ

ص ۲۷۰

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص ۲۶۹

سَر پہ خالق ہے اُس کو یاد کرو ۔ یُوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جُھوٹ سے کروگے پیار ۔ کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو ۔ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیش دنیا سدا نہیں پیارو ۔ اِس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو ۔ کوئی اِس میں رہا نہیں پیارو
اِس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل ۔ ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال ۔ ہائے سَو سَو اُٹھے ہے دل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب ۔ کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کینِ استکبار ۔ کیوں خدا یاد سے گیا یک بار
تم نے حق کو بُھلا دیا ہیہات ۔ دل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اے عزیزو سُنو کہ بے قرآں ۔ حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں ۔ اُن پہ اُس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر ۔ کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر ۔ اُسکی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے ۔ پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے ۔ سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اسکے اوصاف کیا کروں میں بیاں ۔ وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اِک جاں
وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر ۔ اس سے انکار ہوسکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا ۔ اُس کے پانے سے یار کو پایا

ص۲۷۰ اب بھی اگر کوئی طالبِ حق اِس معجزۂ قرآنی کو بچشمِ خود دیکھنا چاہتا ہے۔ تو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۷۱ عقل اور الہام میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اور ایک دوسرے کا نقیض اور ضد نہیں۔ اور نہ الہام حقیقی یعنے قرآن شریف عقلی ترقیات کے لئے سنگِ راہ ہے بلکہ عقل کو روشنی بخشنے والا اور اُس کا بزرگ معاون اور مددگار اور مربّی ہے۔ اور جس طرح آفتاب کا قدر آنکھ ہی سے پیدا ہوتا ہے اور روزِ روشن کے فوائد اہلِ بصارت ہی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام ۔ عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اُس کی یاد آتی ہے ۔ یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے ۔ دل سے غیرِ خدا اٹھاتی ہے
دردمندوں کی ہے دوا وُہی ایک ۔ ہے خدا سے خدانما وُہی ایک
ہم نے پایا خورِ ہُدیٰ وُہی ایک ۔ ہم نے دیکھا ہے دِلرُبا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں ۔ یونہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں ۔ میرے مُنہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں ۔ مجھ سے وہ صورت و جمال سُنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی ۔ نہ سہی یُوں ہی امتحان سہی

اور چونکہ نور افشاں کے صاحبِ راقم نے اپنے سوال کے جواب کے لئے مجھ کو بھی بشمول اور چند صاحبوں کے مخاطب کیا ہے اور ہر چند ایسے تمام وساوس کی اِس کتاب میں اپنے موقعہ پر بکلّی بیخکنی کر دی گئی ہے۔ لیکن بوجہ مذکورۂ بالا قرین مصلحت ہے کہ اِس جگہ بھی بطور مختصر اُن کے وہم کا ازالہ کیا جائے۔ لہٰذا ذیل میں لکھا جاتا ہے:۔ ص۲۷۲

جاننا چاہیئے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل خیال کرنا سراسر نقصانِ عقل اور کم فہمی ہے۔ خود حضرت مسیح نے انجیل کی تعلیم کو مبرّا عن النقصان نہیں سمجھا جیسا کہ انہوں نے آپ فرمایا ہے کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ مَیں تمہیں کہوں۔ پر تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے روح الحق آویگا۔ تو وہ تمہیں سداقت کا راستہ بتلاوے گا۔ انجیل یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۱۲ و ۱۳ و ۱۴۔ اب فرمائیے کیا یہی انجیل ہے کہ جو تمام دینی صداقتوں پر حاوی ہے جس کے ہوتے ہوئے قرآن شریف کی ضرورت نہیں۔ اے حضرات!! جس حالت میں آپ لوگ حضرتِ مسیح کی وصیّت کے موافق انجیل کو کامل اور تمام صداقتوں کے جامع

ص ۲۷۱

اِس بات کا بھی ہم ہی ذمّہ اُٹھاتے ہیں کہ یہ معجزہ بھی نہایت آسانی سے اُسپر

حاشیہ نمبر ۱۱

خداکی کلام کا کامل طور پر انہیں کو قدر ہوتا ہے کہ جو اہلِ عقل ہیں۔ جیساکہ خدائے تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ[1]۔ الجزو نمبر ۲۰۔ یعنے یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں پر انکو معقول طور پر وُہی سمجھتے ہیں کہ جو صاحبِ علم اور دانشمند ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

کہنے کے مجاز ہی نہیں۔ تو پھر آپکا ایمان بھی عجب ایمان ہے کہ اپنے اُستاد اور رسول کے برخلاف قدم چلا رہے ہیں۔ اور جس کتاب کو حضرتِ مسیح ناقص کہہ چکے ہیں اُسکو کامل کہے جاتے ہیں۔ کیا آپ کی سمجھ مسیح کی سمجھ سے کچھ زیادہ ہے یا مسیح کا کہنا قابلِ اعتبار نہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ اگرچہ انجیل مسیح کے زمانہ میں ناقص تھی۔ مگر مسیح نے یہ بھی بطور پیشگوئی کے کہہ دیا تھا کہ جو باتیں میرے بیان کرنے سے رہ گئی ہیں۔ ان کو تسلّی دہندہ آکر بیان کردے گا تو بہت خوب۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ تسلّی دہندہ جس کے آنے کی مسیح نے انجیل میں بشارت دی ہے اور جس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنی دینی صداقتوں کو مرتبۂ کمال تک پہنچائیگا اور آئندہ کے حالات یعنے قیامت کی خبریں انجیل کی نسبت بہت مفصّل بیان کریگا۔ آپ کے خیال میں بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن شریف نازل ہوا کہ جو سب کتبِ سابقہ کی نسبت کامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا ثبوت دیتا ہے۔ کوئی اور شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے بعد ظہور کرکے دینی صداقتوں کو کمال کے مرتبہ تک پہنچایا۔ اور آئندہ کی خبریں مسیح کی نسبت زیادہ بتلائیں تو اس کا نام بتلانا چاہیئے۔ اور ایسی کتاب کو پیش کرنا چاہیئے کہ جو مسیح کے بعد عیسائیوں کو خدا کی طرف سے ملی جس نے وہ اپنی صداقتیں پیش کیں کہ جو مسیح کی فرمودہ میں موجود نہ تھیں اور آخری حالات اور آئندہ کی خبریں بتلائیں جن کے بتلانے سے مسیح قاصر رہا۔ تا اُسی کتاب کو قرآن شریف کے مقابلہ پر وزن کیا جائے۔ مگر یہ تو زیبا نہیں کہ آپ لوگ مسیح کے پیرو کہلا کر پھر اس چیز کو کامل قرار دیں جس کو آپ سے اٹھارہ سو بیاسی برس پہلے مسیح ناقص قرار دے چکا ہے۔ اور اگر آپکا مسیح کے قول پر ایمان ہی نہیں۔ اور بذاتِ خود چاہتے ہیں کہ انجیل کا قرآن شریف سے مقابلہ کریں تو بسم اللہ آئیے اور انجیل میں سے وہ کمالات نکال کر دکھلائیے کہ جو ہم نے اِسی کتاب میں قرآن شریف کی نسبت ثابت کئے ہیں تا منصف لوگ آپ ہی دیکھ لیں کہ معرفتِ الٰہی

ص ۲۷۱

[1] عنکبوت : ۴۴

ثابت کردیں گے۔ اور اس بات کا امتحان کرنا اور حق اور باطل میں فرق معلوم

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صفحہ ۲۷۲

علیٰ ہذا القیاس جس طرح آنکھ کے نور کے فوائد صرف آفتاب ہی سے کھلتے ہیں۔ اور اگر وہ نہ ہو۔ تو پھر بینائی اور نابینائی میں کچھ فرق باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح بصیرتِ عقلی کی خوبیاں بھی الہام ہی سے کھلتی ہیں۔ کیونکہ وہ عقل کو ہزارہا طور کی سرگردانی سے بچاکر فکر کرنے کے لئے نزدیک کا راستہ بتلا دیتا ہے اور جس راہ پر چلنے سے جلد تر مطلب حاصل ہوجائے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

سامان قرآن شریف میں موجود ہے یا انجیل میں۔ جس حالت میں ہم نے اسی فیصلہ کے لئے کہ تا انجیل اور قرآن شریف کی نسبت فرق معلوم ہوجائے دس ہزار روپیہ کا اشتہار بھی اپنی کتاب کے ساتھ شامل کر دیا ہے تو پھر آپ جب تک راستبازوں کی طرح اب ہماری کتاب کے مقابلہ پر اپنی انجیل کے فضائل نہ دکھلاویں تب تک کوئی دانشمند عیسائی بھی آپ کی کلام کو اپنے دل میں صحیح نہیں سمجھے گا۔ گو زبان سے ہاں ہاں کرتا رہے۔ حضرات!! آپ خوب یاد رکھیں کہ انجیل اور توریت کا کام نہیں کہ کمالاتِ فرقانیہ کا مقابلہ کرسکیں۔ دور کیوں جائیں انہیں دو امروں میں کہ جو اب تک اس کتاب میں فضائلِ فرقانیہ میں سے بیان ہوچکے ہیں مقابلہ کرکے دیکھ لیں یعنے اوّل وہ امر کہ جو متن میں تحریر ہوچکا ہے کہ فرقان مجید تمام الٰہی صداقتوں کا جامع ہے۔ اور کوئی محقق اور کوئی ایسا باریک دقیقہ الٰہیات کا پیش نہیں کرسکتا کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ سو آپ کی انجیل اگر کچھ حقیقت رکھتی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ کسی مخالف فریق کے دلائل اور عقائد کو مثلاً برہمو سماج والوں یا آریا سماج والوں یا دہریہ کے شبہات کو انجیل کے ذریعہ سے عقلی طور پر رد کرکے دکھلاؤ۔ اور جو جو خیالات ان لوگوں نے ملک میں پھیلا رکھے ہیں ان کو اپنی انجیل کے معقولی بیان سے دور کرکے پیش کرو۔ اور پھر قرآن شریف سے انجیل کا مقابلہ کرکے دیکھ لو۔ اور کسی ثالث سے پوچھ لو کہ محققانہ طور پر انجیل تسلی کرتی ہے یا قرآن شریف تسلی کرتا ہے۔ دوسرے وہ امر جو حاشیہ در حاشیہ نمبر ایک میں لکھا گیا ہے یعنے یہ کہ قرآن شریف باطنی طور پر طالبِ صادق کا مطلوب حقیقی سے پیوند کرا دیتا ہے اور پھر وہ طالب خدائے تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوکر اُسکی طرف سے الہام پاتا ہے جس الہام میں عنایاتِ حضرتِ احدیّت اُسکے حال پر مبذول ہوتی ہیں اور مقبولین میں شمار کیا جاتا ہے اور اس الہام کا صدق ان پیشین گوئیوں کے پورا ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اس میں ہوتی ہیں اور حقیقت میں یہی پیوند جو اُوپر لکھا گیا ہے حیاتِ ابدی کی حقیقت ہے۔ کیونکہ زندہ سے پیوند زندگی کا موجب ہے۔

صفحہ ۲۷۳

کر لینا کچھ مشکل بات نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جس میں کچھ خرچ ہوتا ہے یا کسی اور ص۲۷۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وہ راہ دکھلا دیتا ہے اور ہر یک عاقل خوب سمجھتا ہے کہ اگر کسی باب میں فکر کرنے کے وقت اس قدر مدد مل جائے کہ کسی خاص طریق پر راہِ راست اختیار کرنے کے لئے علم حاصل ہو جائے تو اس علم سے عقل کو بڑی مدد ملتی ہے اور بہت سے پراگندہ خیالوں اور ص۲۷۳ ناحق کی دردسریوں سے نجات ہو جاتی ہے۔ الہام کے تابعین نہ صرف اپنے خیال

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور جس کتاب کی متابعت سے اس پیوند کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ اُس کتاب کی سچائی ظاہر بلکہ اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ اس میں صرف باتیں ہی باتیں نہیں بلکہ اس نے مطلب تک پہنچا دیا ہے۔ سو اب ہم حضرات عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کی انجیلی تعلیم راست اور درست اور خدا کی طرف سے ہے تو بمقابلہ قرآن شریف کی روحانی تاثیروں کے جن کا ہم نے ثبوت دے دیا ہے۔ انجیل کی روحانی تاثیریں بھی دکھلائیے۔ اور جو کچھ خدا نے مسلمانوں پر بہ برکت متابعت قرآن شریف اور بہ یمن اتباع حضرت محمد مصطفٰے افضل الرسل و خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے امورِ غیبیہ و برکاتِ سماویہ ظاہر کئے اور کرتا ہے۔ وہ ص۲۷۳ آپ بھی پیش کیجئے۔

تا سیہ رُوئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ مگر آپ یاد رکھیں کہ آپ دونوں قسم کے امور متذکرہ بالا میں سے کسی امر میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انجیل کی تعلیم کا کامل ہونا ایک طرف وہ تو صحیح بھی نہیں رہی۔ اس نے تو اپنی پہلی ہی تعلیم میں ہی ابن مریم کو ولد اللہ ٹھہرا کر اوّل الدّن دُردی دکھلا دیا۔ رہی توریت کی تعلیم سو وہ بھی محرّف اور ناقص ہونے کی وجہ سے ایک موم کا ناک ہو رہی ہے جس کو عیسائی اپنے طور پر اور یہودی اپنے طور پر بنا رہے ہیں۔ اگر توریت میں الٰہیات اور عالمِ معاد کے بارے میں وہ تفصیلات ہوتیں کہ جو قرآن شریف میں ہیں تو عیسائیوں اور یہودیوں میں اتنے جھگڑے کیوں پڑتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر سورۂ اخلاص کی ایک سطر میں مضمون توحید بھرا ہوا ہے۔ وہ تمام توریت بلکہ ساری بائیبل میں نہیں پایا جاتا۔ اور اگر ہے تو کوئی عیسائی ہمارے سامنے پیش کرے۔ پھر جس حالت میں توریت میں بلکہ تمام بائیبل میں صحت اور صفائی اور کمالیت سے توحید حضرتِ باری کا ذکر ہی نہیں۔ اور اسی وجہ سے توریت اور انجیل میں ایک گڑبڑ

ص۲۷۳ قسم کا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ صرف طالبِ حق پر یہ لازم ہے کہ اپنی حسب مرضی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

سے عقل کے عمدہ جوہر کو پسند کرتے ہیں بلکہ خود الہام ہی اُن کو عقل کے پختہ کرنے کے لئے تاکید کرتا ہے۔ پس اُن کو عقلی ترقیات کے لئے دوہری کشش کھینچتی ہے۔ ایک تو فطرتی جوش جس سے بالطبع انسان ہر یک چیز کی ماہیت اور حقیقت کو مدلل اور عقلی طور پر جاننا چاہتا ہے۔ دوسری الہامی تاکیدیں کہ جو آتشِ شوق کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ چنانچہ جو لوگ قرآن شریف کو نظر سرسری سے بھی دیکھتے ہیں وہ بھی اس بدیہی امر سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

پڑ گیا اور قطعی طور پر کچھ سمجھ نہ آیا اور خود اصول میں ہی یہودیوں اور نصاریٰ میں طرح طرح کے تنازعات پیدا ہو گئے۔ اسی توریت سے یہودیوں نے کچھ سمجھا اور عیسائیوں نے کچھ خیال کیا۔ تو اس حالت میں کون حق کا طالب ہے جس کی رُوح اس بات کو نہیں چاہتی کہ بے شک رحمتِ عامہ حضرتِ باری کا یہی مقتضا تھا کہ وہ اُن گم گشتہ فرقوں کے تنازعات کا آپ فیصلہ کرتا اور خطاکار کو اُسکی خطاکاری پر متنبہ فرماتا۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کے نزول کی یہی ضرورت تھی کہ تا وہ اختلافات کو دُور کرے۔ اور جن صداقتوں کے ظاہر ہونے کا باعثِ انتشار خیالاتِ فاسدہ کے وقت آگیا تھا۔ ان صداقتوں کو ظاہر کر دے اور علمِ دین کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دے۔ سو اس پاک کلام نے نزول فرما کر ان سب مراتب کو پورا کیا اور سب بگاڑوں کو درست فرمایا اور تعلیم کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچایا۔ نہ دانت کے عوض خواہ نخواہ دانت نکالنے کا حکم دیا۔ اور نہ ہمیشہ مجرم کے چھوڑنے اور عفو کرنے پر فرمان صادر کیا۔ بلکہ حقیقی نیکی کے بجالانے کے لئے تاکید فرمائی۔ خواہ وہ نیکی کبھی درشتی کے لباس میں ہو۔ اور خواہ کبھی نرمی کے لباس میں اور خواہ کبھی انتقام کی صورت میں ہو۔ اور خواہ کبھی عفو کی صُورت میں۔ ص۲۷۴

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ	بر غنچہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد	وایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا	وایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ

قرآن شریف کے کسی مقام میں سے کوئی مضمون لیکر کسی عربی دان کو کہ جو آجکل اس ص۲۷۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

انکار نہیں کرسکتے کہ اس کلام مقدس میں فکر اور نظر کی مشق کے لئے بڑی بڑی تاکیدیں ہیں یہانتک کہ مومنوں کی علامت ہی یہی ٹھہرا دی ہے کہ وہ ہمیشہ زمین اور آسمان کے عجائبات میں فکر کرتے رہتے ہیں اور قانون حکمتِ الٰہیہ کو سوچتے رہتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔[1] یعنے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن ص۲۷۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

از مشرق معانی صدہا دقائق آورد   قدِ ہلال نازک زاں ناز کی خمیدہ
کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد   شہدیست آسمانی از وحی حق چکیدہ
آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد   ہر بوم شب پرستی در کنج خود خزیدہ
روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا   الّا کسے کہ باشد با رویش آرمیدہ
آں کس کہ عالمش شد شد مخزنِ معارف   واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ
بارانِ فضلِ رحماں آمد بہ مقدمِ او   بدقسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ
میلِ بدی نباشد الّا رگے ز شیطاں   آں را بشر بدانم کز ہر شرے رہیدہ
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی   تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس   زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بکار سیدہ

دیگر

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا   پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا   ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے   جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں   مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ   وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں   پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور   ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا ص۲۷۵

[1] سورۃ آل عمران : ۱۹۱-۱۹۲

ح ۲۷۵

ملک میں لاکھوں نظر آتے ہیں اس فہمائش سے دیوے کہ وہ اس مضمون کو معہ جمیع لطائف اور نکات اُسکے کے اپنی عبارت میں بنادے۔ پس جب ایسا مضمون بنکر طیار ہوجائے تو وہ ہمارے پاس بھیجدینا چاہیئے اور ہم اس عبارت کا کمالاتِ قرآنی سے محروم اور بے نصیب ہونا ایسی واضح تقریر سے بیان کردینگے جس بیان کو ہر یک اُردو خوان

ح ۲۷۵

کے اختلاف میں دانشمندوں کے لئے صانع عالم کی ہستی اور قدرت پر کئی نشان ہیں۔ دانشمند وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو خدا کو بیٹھے کھڑے اور پہلو پر پڑے ہونے کی حالت میں یاد کرتے رہتے ہیں اور زمین اور آسمان اور دوسری مخلوقات کی پیدائش میں تفکّر اور تدبّر کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے دل اور زبان پر یہ مناجات جاری رہتی ہے کہ اے ہمارے خداوند تُو نے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو عبث اور بیہودہ طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ہر یک چیز تیری مخلوقات میں سے عجائباتِ قدرت اور حکمت سے بھری ہوئی ہے کہ جو تیری ذاتِ بابرکات پر دلالت کرتی ہے۔ ہاں دوسری الہامی کتابیں کہ جو محرّف اور مبدّل ہیں ان میں نامعقول اور محال باتوں پر جمے رہنے کی تاکید پائی جاتی ہے جیسی عیسائیوں کی انجیل شریف۔ مگر یہ الہام کا قصور نہیں۔ یہ بھی حقیقت میں عقلِ ناقص کا ہی قصور ہے۔ اگر باطل پرستوں کی عقل صحیح ہوتی اور حواس درست ہوتے۔ تو وہ کاہے کو ایسی محرّف اور مبدّل کتابوں کی پیروی کرتے اور کیوں وہ غیر متغیّر اور کامل اور قدیم خدا پر یہ آفات اور مصیبتیں جائز رکھتے کہ گویا وہ ایک عاجز بچہ ہوکر ناپاک غذا کھاتا رہا۔ اور ناپاک جسم سے مجسّم ہوا اور ناپاک راہ سے نکلا۔ اور دار الفنا میں آیا اور طرح طرح کے دُکھ اُٹھاکر آخر بڑی بدبختی اور بدنصیبی اور ناکامی کی حالت میں ایلی ایلی کرتا مرگیا۔ آخر الہام ہی تھا جس نے اِس غلطی کو بھی دُور کیا۔ سبحان اللہ کیا بزرگ اور دریائے رحمت وہ کلام ہے جس نے مخلوق پرستوں کو پھر توحید کی طرف کھینچا۔ واہ کیا پیارا اور دلکش وہ نور ہے کہ جو ایک عالم کو ظلمت کدہ سے باہر لایا۔ اور بجز اس کے ہزارہا لوگ عقلمند کہلاکر اور فلاسفر بن کر اِس غلطی اور اس قسم کی بے شمار غلطیوں میں ڈوبے رہے۔ اور جبتک قرآن شریف

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دُنیا میں　　جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں　　جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پُتلا نکلا

ح ۲۷۶

بخوبی سمجھ سکے گا۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے اور چیزوں کے خواص متواتر تجربہ اور آزمائش سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا ہی بے نظیری کا خاصہ کہ جو قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت میں پایا جاتا ہے۔ وہ بھی بذریعہ تجربہ اور آزمائش ہی معلوم ہوتا ہے۔ خدا نے خواص الاشیاء کی سچائی معلوم کرنے کا یہی ایک طریق رکھا ہے ص۲۷۶

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نہ آیا۔ کسی حکیم نے زور شور سے اس اعتقاد باطل کا ردّ نہ لکھا اور نہ اس قوم تباہ شدہ کی اصلاح کی۔ بلکہ خود حکماء اس قسم کے صدہا ناپاک عقیدوں میں آلودہ اور مبتلا تھے جیسا پادری پوٹ صاحب لکھتے ہیں کہ حقیقت میں یہ عقیدہ تثلیث کا عیسائیوں نے افلاطون سے اخذ کیا ہے اور اس احمق یونانی کی غلط بنیاد پر ایک دوسری غلط بنیاد رکھدی ہے۔ غرض خدا کا سچا اور کامل الہام عقل کا دشمن نہیں ہے بلکہ عقلِ ناقص نیم عاقلوں کی آپ دشمن ہے۔ جیسا ظاہر ہے کہ تریاق فی حدذاتہٖ انسان کے بدن کے لئے کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی کوتہ عقلی سے زہر کو تریاق سمجھ لے تو یہ خود اسکی عقل کا قصور ہے نہ تریاق کا۔ پس یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہم کہ ہریک امر کی تفتیش کیلئے الہامی کتاب کی طرف رجوع کرنا محلِ خطر ہے۔ یہ سراسر حمق اور نادانی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ الہام عقل کے لئے ایک آئینہ حق نما ہے اور اسکی سچائی پر بھی یہی دلیل اعظم ہے کہ وہ ایسے تمام امور سے بکلّی پاک ہے کہ جو خدا کی قدرت اور کمالیت اور قدوسی پر نظر کرنے کے بعد محال ثابت ہوں۔ بلکہ دقائق الٰہیات میں کہ جو نہایت مخفی اور عمیق ہیں۔ عقلِ ضعیف انسانی کا وُہی ایک ہادی اور رہبر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اسکی طرف رجوع کرنا عقل کو بیکار نہیں کرتا۔ بلکہ عقل کو اُن باریک بھیدوں تک پہنچاتا ہے جن تک خود بخود پہنچنا عقل کے لئے سخت مشکل تھا۔ سو الہامِ حقیقی سے یعنے قرآن شریف سے عقل کو سراسر فائدہ اور نفع پہنچتا ہے نہ زیاں اور نقصان اور عقل بذریعہ الہامِ حقیقی خطرات سے بچ جاتی ہے نہ یہ کہ خطرات میں پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ بات ہرایک دانا کے نزدیک مُسلّم بلکہ اجلی بدیہات سے ہے کہ محض تشخیص عقلی میں خطا اور غلطی ممکن ہے۔ لیکن عالم الغیب کی کلام میں خطا اور غلطی ممکن نہیں پس اب تم آپ ہی ذرہ منصف ہوکر سوچو کہ جس چیز کو کبھی کبھی سخت لغزشیں پیش آجاتی ہیں ص۲۷۶

حاشیہ نمبر ۱۱

ایک مسیحی متکلم صاحب یعنے وُہی صاحب نامہ نگار نور افشاں اپنا دوسرا بہروپ بدل کر ص۲۷۷

کہ جس کسی شے کے کسی خاصہ کے وجود میں شک ہو تو اُسکو اسقدر آزمایا جاوے جس سے دلی اطمینان پیدا ہو جائے۔ اور جو شخص بعد آزمائش ایک خاصہ کے کہ جو ایک شے میں پایا جاتا ہے پھر بھی یہ وہم کرے کہ کیوں یہ خاصہ اس شے میں پایا جاتا ہے تو وہ شخص حقیقت میں پاگل اور سودائی ہے۔ مثلاً جب ایک شخص نے

اگر اُسکے ساتھ ایک ایسا رفیق ملایا گیا کہ جو اُسکو لغزشوں سے بچاوے اور پاؤں پھسلنے کی جگہ سے سنبھال رکھے تو کیا اُسکے لئے اچھا ہوا یا بُرا ہوا۔ اور کیا اُس رفیق نے اُسکو اپنے کمال مطلوب تک پہنچایا یا کمال مطلوب سے روک دیا۔ یہ کیسی کور باطنی ہے کہ معین اور مددگار کو مخالف اور مزاحم سمجھا جائے۔ اور مکمل اور متمم کو رہزن اور نقصان رساں قرار دیا جائے۔ آپ لوگ جب اپنے حواس میں قائم ہو کر اور طالب حق بنکر اس مسئلہ میں غور کرینگے تو آپ پر فی الفور واضح ہو جائیگا کہ خدا نے جو عقل کا رفیق الہام کو ٹھہرا دیا ہے یہ عقل کے حق میں کوئی ضرر کی بات نہیں بلکہ اسکو سرگردان اور حیران پا کر حق شناسی کے لئے ایک یقینی آلہ عطا کیا ہے جسکی نشاندہی سے عقل کو یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ صد ہا کج اور ناراست راہوں میں بھٹکنے پھرنے سے بچ جاتی ہے اور سرگشتہ اور آوارہ نہیں ہوتی اور ہر طرف حیرانی سے بھٹکتی نہیں پھرتی۔ بلکہ اصل مقصود کی خاص راہ کو پا لیتی ہے اور جو ٹھیک ٹھیک گوہر مُراد کی جگہ ہے اُسکو دیکھ لیتی ہے اور بیہودہ جانکنی سے امن میں رہتی ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی سچا مخبر کسی گمشدہ شخص کا بدرستی تمام پتہ لگا دیوے کہ وہ فلاں طرف گیا ہے اور فلاں شہر اور فلاں محلہ اور فلاں جگہ میں چھپا ہوا بیٹھا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ ایسے مخبر پر جو کسی گمشدہ کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگا دیتا ہے اور اُس تک پہنچنے کا سہل اور آسان راستہ بتلا دیتا ہے کوئی باعقل آدمی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ وہ ہماری کارروائی کا حارج ہوا ہے بلکہ اُسکے بغایت درجہ ممنون اور شکرگذار ہوتے ہیں کہ ہم بے خبر تھے اُس نے خبر دی۔ اور ہم ہر طرف بھٹکتے پھرتے تھے۔ اُس نے خاص جگہ بتلا دی۔ اور ہم نری اٹکلیں دوڑاتے تھے۔ اُس نے یقین کا دروازہ ہم پر کھول دیا۔ ایسا ہی وہ لوگ جن کو خدا نے عقل سلیم بخشی ہے حقیقی الہام کے مرہون منت

حاشیہ نمبر ۱۱ — ضمیمہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۲۷۷

اسی سوال کے نیچے فرماتے ہیں۔ آپ تو وہ متکلم دنیوی امور میں مستغرق ہے ورنہ یہ ثابت کر

۲۷۸

کئی دفعہ آزما کر دیکھ لیا۔ اور بار بار تجربہ کر کے معلوم کرلیا کہ سم الفار بالخاصیت قاتل ہے۔ اگر وہ پھر بھی سم الفار کی اس خاصیت سے اس خیال سے انکار کرتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیوں وہ قاتل ہے۔ تو ایسا شخص دانشمندوں کی نظر میں دیوانہ بلکہ دیوانوں سے بدتر ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ صداقت فی حدِّ ذاتہٖ واقعی درست ہے کہ موجودات میں طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں۔ اور پھر جب ایک شئے معیّن کا خاصہ

ص۲۷۷

اور ثنا خواں اور مدّاح ہیں اور بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ الہام حقیقی انکو خیالات کی ترقی سے نہیں روکتا بلکہ خیالات کی سرگشتگی سے روکتا ہے اور انواع واقسام کے پیچ در پیچ اور مشتبہ راہوں میں سے ایک خاص راہِ مقصود جتلا دیتا ہے جسپر قدم مارنا عقل کو نہایت آسان ہو جاتا ہے اور جو مشکلات انسان کو بباعث قلّتِ عمر و قلّتِ طاقتِ علمی و کمی بصیرت پیش آتی ہیں ان سب سے خلاصی بخشتا ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ عقلِ انسانی اپنی فطرت میں ایسی ناقص اور ناتمام ہے کہ بغیر استمداد کسی دوسرے رفیق کے اس کا کوئی کام چل ہی نہیں سکتا۔ اور جبتک شہادتِ واقعہ اسکو نہ ملے تب تک کوئی مقدمہ خواہ دینی ہو خواہ دنیوی بصفائی و درستی اس سے فیصل نہیں ہو سکتا اور جبھی کہ شہادتِ واقعہ کسی معتبر ذریعہ سے ملجائے تب ہی عقل کو ایسی آسانی ہو جاتی ہے کہ گویا ایک پہاڑ مشکلات کا سر پر سے ٹل جاتا ہے۔ اور جس حالت میں عقلِ انسانی فطرتی طور پر محتاجِ رفیق پڑی ہوئی ہے۔ تو پھر وہ خود بخود اور تن تنہا کیونکر خیالات میں ترقی کرلے گی۔ اور یہ بھی ہم بدفعاتِ تحریر کرچکے ہیں کہ الٰہیات اور علم معاد میں عقل کے اس نقصان کا جبر قرآن شریف کرتا ہے۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ تمام دلائلِ عقلیہ کو بھی آپ ہی بیان فرماتا ہے اور تمام دینی صداقتوں کی طرف آپ ہی رہنما اور رہبر ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہو چکا ہے کہ اگر کسی کو اس بات کی تصدیق اور تحقیق منظور ہو تو اس کے بھی ہم ہی ذمہ وار ہیں۔ اور ہر ایک طالبِ صادق بذریعہ امتحان ہم سے اپنی تسلّی کرا سکتا ہے۔ تو پھر باوجود اس کے کہ ہر ایک طرح سے رفعِ عذر کر کے اتمامِ حجّت کیا گیا ہے۔ کیوں برہمو سماج والے اپنی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔ کیا کسی نقشہ سے

ص۲۷۸

دکھاتا کہ قرآن کہاں کہاں سے لیا گیا۔ واہ حضرات! آپنے تو یہودیوں کے نقش قدم کی پیروی کر دکھائی۔ اور جو کچھ انہوں نے ایک مدّتِ دراز سے انجیل کی نسبت ایک خیال قائم کیا ہوا

بذریعہ تجارب متواترہ ثابت بھی ہوگیا تو اس سے انکار کرنا اگر حمق اور دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور سب سے زیادہ تر حمق یہ ہے کہ حضرت باری کے خواص صفات اور افعال سے انکار کیا جائے کیونکہ دوسری چیزوں کا خاصہ کہ جو انکے غیر میں نہیں پایا جاتا محض تجربہ سے ثابت ہوتا ہے اور کوئی عقلی دلیل اس کی ضرورت پر قائم نہیں ہوتی۔ مگر جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں خدا کے خواص کا ضروری ہونا

۲۷۵

مدہوش یا دیوانہ ہیں یا تمام حواس بیکدفعہ معطّل اور بیکار ہو گئے ہیں کہ سُنا گیا پھر نہیں سُنتے۔ اور سمجھایا گیا پھر نہیں سمجھتے۔ اور دکھایا گیا پھر نہیں دیکھتے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہم ان کا بھی سراسر لغو اور بیہودہ ہے کہ تحقیقات کا سلسلہ ہمیشہ آگے سے آگے ہی چلا جاتا ہے اور کسی حد پر آکر ختم نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو کوئی کام دنیا اور دین کا کبھی اختتام کو نہ پہنچتا اور کسی جج کیلئے ممکن نہ ہوتا کہ کوئی مقدمہ قطعی طور پر فیصل کر سکے اور حکم عدالت بوجہ اشتباہِ دائمی غیر ممکن اور ناجائز ٹھہر جاتا۔ مگر کیا یہ درست ہے کہ حقائق کل اشیاء کبھی اور کسی طرح پر صفائی اور درستی سے منکشف نہیں ہوتیں اور ہمیشہ کلام اور بحث کرنے کی جگہ باقی رہتی ہے۔ حاشا و کلّا ہرگز یہ رائے صحیح نہیں۔ بلکہ اُسی وقت تک کوئی واقعہ مشتبہ رہتا ہے اور صفائی سے ثابت نہیں ہوتا جب تک کسی امر کے دریافت کرنے میں مدارِ کار صرف اکیلی عقل پر ہوتا ہے۔ اور جبھی کہ کوئی رفیق اُن ضروری رفیقوں میں سے جن میں سے ایک وحی رسالت ہے کہ جو امور ماوراء المحسوسات اور عالمِ معاد کا مخبر ہے عقل کو ملجاتا ہے تو تب تحقیقاتِ عقلی مرتبۂ یقین کامل تک پہنچ جاتی ہے۔ سو کبھی عقل الہامِ کامل کی رفاقت سے اور کبھی متواتر تجارب کی شہادت سے اور کبھی مضبوط اور محکم تاریخی گواہوں سے یعنے جیسا کہ موقع ہو۔ کسی رفیق کے ذریعہ سے کامل یقین کو پالیتی ہے۔ ہاں اگر عقل کو اس راہ کا رفیق میسّر نہ آوے جس راہ پر وہ چلنا چاہتی ہے تو تب مرتبۂ یقین کامل تک بلاشبہ نہیں پہنچتی بلکہ غایت کار ظنِّ غالب تک پہنچتی ہے لیکن جب راہِ مقصود کا رفیق میسّر آجائے تو بلاریب وہ اُس کو مرتبۂ کامل الیقین تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسا کہ پھر

ہے۔ وہی خیال آپ قرآن شریف کی نسبت گھسیٹ لائے۔ اتنا بڑا جھوٹ آپنے مدت العمر بولا نہیں ہوگا۔ کہ تو اَب عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے بول اُٹھے۔ بہرحال یہ مقولہ

تسلسل کیلئے دیکھئے صفحہ ۳۲۳

عُذر و اِطّلاع[1]

اب کی دفعہ کہ جو حصّہ سوم کے نکلنے میں حد سے زیادہ توقف ہو گئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہونگے اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ طرح طرح کے شکوک و شبہات بھی کرتے ہوں مگر واضح رہے کہ یہ توقف ہماری طرف سے ظہور میں نہیں آئی بلکہ اتفاق یہ ہو گیا کہ جب مئی ۱۸۸۱ء کے مہینہ میں کچھ سرمایہ جمع ہونے کے بعد مطبع سفیر ہند امرتسر میں اجزاء کتاب کے چھپنے کے لئے دیئے گئے اور امید تھی کہ غایت کار دو ماہ میں حصّہ سوم چھپ کر شائع ہو جائے گا۔ لیکن تقدیری اتفاقوں سے جن میں انسان ضعیف البنیان کی کچھ پیش نہیں جا سکتی۔ مہتمم صاحب مطبع سفیر ہند طرح طرح کی ناگہانی آفات اور مجبوریوں میں مبتلا ہو گئے۔ جن مجبوریوں کی وجہ سے ایک مدت دراز تک مطبع بند رہا۔ چونکہ یہ توقف اُن کے اختیار سے باہر تھی۔ اس لئے اُن کی قائمی جمعیت تک برداشت سے انتظار کرنا مقتضاء انسانیت تھا سو الحمدللہ کہ بعد ایک مدت کے اُن کے موانع کچھ رو بخفت ہو گئے اور اب کچھ تھوڑے عرصہ سے حصّہ سوم کا چھپنا شروع ہو گیا لیکن چونکہ اس حصہ کے چھپنے میں بوجہ موانع مذکورۂ بالا ایک زمانۂ دراز گذر گیا۔ اسلئے ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کو قرین مصلحت سمجھا کہ اس حصّہ کے مکمل طور پر چھپنے کا انتظار نہ کیا جائے اور جس قدر اب تک چھپ چکا ہے وہی خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائے تا اُنکی تشفی کا موجب ہو اور جو کچھ اس حصّہ میں سے باقی رہ گیا ہے۔ وہ انشاء اللہ القدیر چہارم حصہ کے ساتھ جو ایک بڑا حصّہ ہے چھپوا دیا جائیگا۔

شاید ہم بعض دوستوں کی نظر میں اس وجہ سے قابلِ اعتراض ٹھہریں کہ ایسے مطبع میں جس میں ہر دفعہ لمبی لمبی توقف پڑتی ہے کیوں کتاب کا چھپوانا تجویز کیا گیا۔ سو اِس اعتراض کا جواب ابھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ مہتمم مطبع کی طرف سے لاچاری توقف ہے نہ اختیاری۔ اور وہ ہمارے نزدیک ان مجبوریوں کی حالت میں قابلِ رحم ہیں نہ قابلِ الزام۔ ماسوائے اِس کے مطبع سفیر ہند کے مہتمم صاحب میں ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت صحت اور صفائی اور محنت اور کوشش سے کام کرتے ہیں اور اپنی خدمت کو عرق ریزی اور جانفشانی سے انجام دیتے ہیں۔ یہ پادری صاحب ہیں مگر باوجود اختلافِ مذہب کے خدا نے ان کی فطرت میں یہ ڈالا ہوا ہے کہ اپنے کام منصبی میں اخلاص اور دیانت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ انکو اس بات کا ایک سودا ہے کہ کام کی عمدگی اور خوبی اور صحت میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ انہیں وجوہ کی نظر سے باوجود اس

* طبع اوّل کا ذکر ہے ؂

[1] یہ اعلان ایڈیشن طبع دوم ۱۹۲۰ء میں موجود نہیں ہے طبع اوّل ۱۸۸۲ء و طبع سوم ۱۹۰۸ء میں موجود ہے۔ شمس

بات سے کہ دوسرے مطابع کی نسبت ہم کو اس مطبع میں بہت زیادہ حق الطبع دینا پڑتا ہے۔ تب بھی انہیں کا مطبع پسند کیا گیا اور آئندہ امید قوی ہے کہ ان کی طرف سے حصّہ چہارم کے چھپنے میں کوئی توقف نہ ہو صرف اس قدر توقف ہوگی کہ جب تک کافی سرمایہ اس حصّہ کے لئے جمع ہو جائے۔ سو مناسب ہے۔ کہ ہمارے مہربان خریدار اب کی طرح اس حصّہ کے انتظار میں مضطرب اور متردّد نہ ہوں جبھی کہ وہ حصّہ چھپے گا۔ خواہ جلدی اور خواہ دیر سے جیسا خدا چاہے گا۔ فی الفور تمام خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائیگا۔ اور اس جگہ ان تمام صاحبوں کی توجہ اور اعانت کا شکر کرتا ہوں جنہوں نے خالصًا للہ حصّہ سوم کے چھپنے کے لئے مدد دی۔ اور یہ عاجز خاکسار اب کی دفعہ اُن عالی ہمّت صاحبوں کے اسماء مبارک لکھنے سے اور نیز دوسرے خریداروں کے اندراج نام سے بوجہ عدم گنجائش اور بباعث بعض مجبوریوں کے مقصّر ہے۔ لیکن بعد اس کے اگر خدا چاہے گا۔ اور نیّت درست ہوگی۔ تو کسی آئندہ حصّہ میں بہ تفصیل تمام درج کئے جائیں گے۔

اور نیز اس جگہ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس حصّہ سوم میں تمام وہ تمہیدی امور لکھے گئے ہیں۔ جن کا غور سے پڑھنا اور یاد رکھنا کتاب کے آئندہ مطالب سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے یہ بھی واضح ہوگا کہ خدا نے دینِ حق اسلام میں وہ عزّت اور عظمت اور برکت اور **صداقت** رکھی ہے جس کا مقابلہ کسی زمانہ میں کسی غیر قوم سے کبھی نہیں ہو سکا اور نہ اب ہو سکتا ہے۔ اور اِس امر کو مدلّل طور پر بیان کر کے تمام مخالفین پر اتمام حجت کیا گیا ہے اور ہر یک طالبِ حق کے لئے ثبوتِ کامل پانے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے تا حق کے طالب اپنے مطلب اور مُراد کو پہنچ جاویں اور تا تمام مخالف سچائی کے کامل نوروں کو دیکھ کر شرمندہ اور لاجواب ہوں اور تا وہ لوگ بھی نادم اور منفعل ہوں جنہوں نے یورپ کی جھوٹی روشنی کو اپنا دیوتا بنا رکھا ہے اور آسمانی برکتوں کے قائلوں کو جاہل اور وحشی اور ناتربیت یافتہ سمجھتے ہیں۔ اور سماوی نشانوں کے ماننے والوں کا نام احمق اور سادہ لوح اور نادان رکھتے ہیں۔ جن کا یہ گمان ہے کہ یورپ کے علم کی نئی روشنی اسلام کی روحانی برکتوں کو مٹا دیگی اور مخلوق کا کلام خالق کے نوروں پر غالب آجائے گا۔ سو اب ہر یک منصف دیکھے گا کہ کون غالب آیا اور کون لاجواب اور عاجز رہا۔ اور کون صادق اور دانشمند ہے اور کون کاذب اور نادان! وَاللہُ المستعان وعلیہ التکلان۔

خاکسار غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ۔

جلد چہارم

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

براہین احمدیہ

ملقب بہ

اَلْبَرَاهِيْنُ الْاَحْمَدِيَّه عَلٰى حَقِيَّتِ كِتَابِ اللهِ الْقُرْآنِ وَ النُّبُوَّةِ الْمُحَمَّدِيَّه

جسکو فخر اہل اسلام پنجاب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام فیوضہ

نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے

بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا۔

مطبع ریاض ہند امرتسر میں باہتمام کمترین محمد حسین مراد آبادی ۱۸۸۴ء میں طبع ہوئی

فہرست مضامین براہین احمدیہ حصہ چہارم[1]

۱۔ کلام الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں اور اس بات کے اثبات میں کہ حقیقی اور کامل ایمان اور معرفت جس کو اپنی نجات کے لئے اس دنیا میں حاصل کرنا چاہیئے بجز کلام الٰہی غیر ممکن ہے اور اس کی ضمن میں بہت سے خیالات برہمبوں اور فلسفیوں اور نیچریوں کا ردّ صفحہ ۲۷۹ سے ۵۶۲ تک حاشیہ نمبر ۱۱ و نیز متن۔

۲۔ قرآن شریف کی ایک سورۃ یعنی سورۃ فاتحہ کے بے مثل دقائق و حقائق و خواص کا بیان صفحہ ۳۲۹ سے ۵۲۷ تک۔

۳۔ قرآن شریف کی بعض دوسری آیات کا بیان کہ جو توحید الٰہی کے مضمون پر مشتمل ہیں صفحہ ۳۴۷ سے صفحہ ۵۶۲ تک حاشیہ نمبر ۱۱۔

۴۔ اس بات کا بیان کہ وید تعلیم توحید اور فصاحت بلاغت سے خالی ہے اور وید کی بعض شرتیوں کا ذکر صفحہ ۲۹۷ سے تا صفحہ ۴۶۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳۔

۵۔ وید کے عقائد باطلہ کا ذکر صفحہ ۲۹۲ سے تا صفحہ ۳۳۴ حاشیہ نمبر ۱۱۔

۶۔ پنڈت دیانند اور انکے لاجواب رہنے کا بیان اور ان سوالات کا ذکر جس میں وہ لاجواب رہے اور ان کی وفات کی نسبت پیشگوئی کہ جو قبل از وقوع بعض آریہ کو بتلائی گئی صفحہ ۵۳۱ تا ۳۲۶ حاشیہ نمبر ۱۱

۷۔ انجیل اور قرآن شریف کی تعلیم کا مقابلہ صفحہ ۳۳۲ سے ۳۶۶ تک۔

۸۔ ان تمام پیشگوئیوں کا ذکر کہ جو بعض آریوں کو بتلائی گئیں صفحہ ۴۶۸ تا ۵۱۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۹۔ آئندہ پیشگوئیوں کا بیان ۵۱۴ سے تا ۵۶۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۱۰۔ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں آنا یا ان کا کوئی پیشگوئی بتلانا ثابت نہیں صفحہ ۴۲۴ سے تا صفحہ ۴۶۹ متن۔

۱۱۔ نجات حقیقی کیا چیز ہے اور کیونکر مل سکتی ہے صفحہ ۹۲ سے تا صفحہ ۲۰۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲۔

[1] یہ فہرست طبع اوّل میں درج ہے اور اس کے صفحات موجودہ ایڈیشن کے حواشی پر درج ہیں۔ شمس

(الف)

مسلمانوں کی نازک حالت

(اور)

انگریزی گورنمنٹ

ترسم کہ بہ کعبہ چوں روی اے اعرابی کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

آجکل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے دینی فرائض کے ادا کرنے اور اخوتِ اسلامی کے بجالانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور لاپروائی اور غفلت کر رکھی ہے کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے ان کو پہنچا دیا ہے اور افراط تفریط کی بیجا حرکات نے اصل مقصود سے ان کو بہت دُور ڈال دیا ہے جس نفسانی طرز سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے کہ ان کا بے اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائیگا اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کے موجب ہونگے بلکہ یہ بھی یقیناً خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی دن ایسا ہی انکا حال رہا۔ تو ان کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچے گا۔ اور ان کے ذریعہ سے بیرونی مفسد مخالف بہت سا موقعہ نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے۔ آجکل کے بعض علماء پر ایک یہ بھی افسوس ہے کہ وُہ اپنے بھائیوں پر اعتراض کرنے میں بڑی عجلت کرتے ہیں۔ اور قبل اسکے جو اپنے پاس علمِ صحیح قطعی موجود ہو۔ اپنے بھائی پر حملہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر تیار نہ ہوں بباعث غلبہ نفسانیت یہ بھی تو مدِنظر ہوتا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو کہ جو مقابل پر نظر آرہا ہے نابود کیا جائے۔ اور اس کو شکست اور ذِلت اور رسوائی پہنچے اور ہماری فتح اور فضیلت ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات میں اُن کو فضول جھگڑے کرنے پڑتے ہیں۔ خدا نے یکلخت اُن سے عجز

اور فروتنی اور حُسنِ ظن اور محبّتِ برادرانہ کو اُٹھالیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں سے اُس مضمون کی بابت کہ جو حصّہ سوم کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھی بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حُسنِ انتظام کے رُو سے ترجیح ہو۔ اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں۔ خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کے خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جائے۔ الحکمۃ ضالۃ المؤمن الخ۔ اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اُس کا احسان اُٹھائے اُس کے ظلِّ حمایت میں بامن و آسائش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھائے۔ اُس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے پھر اُسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے۔ اور اُس کے سلوک اور مروّت کا ایک ذرّہ شکر نہ بجالاوے۔ بلکہ ہم کو ہمارے خداوندکریم نے اپنے رسولِ مقبول کے ذریعہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجالاویں۔ اور جب کبھی ہم کو موقعہ ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلی صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بہ طیب خاطر معروف اور واجب طور پر اطاعت اُٹھاویں۔ سو اِس عاجز نے جس قدر حصّۂ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف و احادیث نبوی کی اُن بزرگ تاکیدوں نے جو اِس عاجز کے پیشِ نظر ہیں مجھ کو اِس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ سو ہمارے بعض ناسمجھ بھائیوں کی یہ افراط ہے جس کو وہ اپنی کوتہ اندیشی اور بخل فطرتی سے اسلام کا جُز سمجھ بیٹھے ہیں ؎

اے جفاکیش نہ عذر ست طریقِ عشّاق ہرزہ بدنام کنی چند نکو نامے را

اور جیسا کہ ہم نے ابھی اپنے بعض بھائیوں کی افراط کا ذکر کیا ہے ایسا ہی بعض اُن میں سے تفریط کی مرض میں بھی مبتلا ہیں اور دین سے کچھ غرض و واسطہ اُن کا نہیں رہا۔ بلکہ اُن کے خیالات کا تمام زور

دنیا کی طرف لگ رہا ہے مگر افسوس کہ دنیا بھی اُن کو نہیں ملتی۔ خسر الدُّنیا و العاقبۃ بن رہے ہیں۔
اور کیونکر ملے۔ دین تو ہاتھ سے گیا اور دنیا کمانے کے لئے جو لیاقتیں ہونی چاہئیں وہ حاصل نہیں
کیں۔ صرف شیخ چلّی کی طرح دنیا کے خیالات دل میں بھرے ہیں۔ اور جس لکیر پر چلنے سے دنیا
ملتی ہے۔ اُس پر قدم نہ رکھا۔ اور اُس کے مناسب حال اپنے تئیں نہ بنایا۔ سو اب اُن کا یہ حال
ہے کہ نہ اِدھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے۔ انگریز جو اُنہیں نیم وحشی کہتے ہیں یہ بھی اُنکا احسان ہی
سمجھئے ورنہ اکثر مسلمان وحشیوں سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ نہ عقل رہی نہ ہمت رہی نہ غیرت رہی
نہ محبت رہی۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ جس قدر اُن کے ہمسائیوں آریوں کی نظر میں ایک ادنیٰ
حیوان گائے کی عزت اور توقیر ہے اُن کے دلوں میں اپنی قوم اور اپنے بھائیوں اور اپنے سچے دین
کی مہمات کی اس قدر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اولوالعزم
قوم آریہ گائے کی عزت قائم رکھنے کے لئے اِس قدر کوششیں کرکے لکھوکھہا روپیہ جمع کر لیتے ہیں
کہ مسلمان لوگ اللہ اور رسول کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس کا ہزارم حصہ بھی جمع نہیں کرسکتے
بلکہ جہاں کہیں اعانت دینی کا ذکر آیا۔ تو وہیں عورتوں کی طرح اپنا مونہہ چھپا لیتے ہیں۔ اور آریہ
قوم کی اولوالعزمی غور کرنے سے اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گائے کی جان بچانے
کے لئے کوشش کرنا حقیقت میں اُن کے مذہب کے رُو سے ایک ادنیٰ کام ہے کہ جو مذہبی کتب
سے ثابت نہیں بلکہ اُن کے محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا
نہیں پایا جاتا۔ بلکہ رگ وید کے پہلے حصہ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے کا
گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا اور آریہ لوگ بخوشی خاطر اسکو کھاتے تھے۔ اور حال میں جو
ایک بڑے محقق یعنے آنریبل مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی نے واقعات
آریہ قوم میں ہندوؤں کے مستند پستکوں کے رُو سے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام تاریخ
ہندوستان ہے اس کے صفحہ نو اسی میں منو کے مجموعہ کی نسبت صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ
اس میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کا گوشت کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے یعنے اگر

نہ کھاویں تو گنہگار ہوں!۔ اور ایسی ہی ایک اور کتاب انہیں دنوں میں ایک پنڈت صاحب نے بمقام کلکتہ چھپوائی ہے جس میں لکھا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے کا کھانا ہندوؤں کے لئے دینی فرائض میں سے تھا اور بڑے بڑے اور عمدہ عمدہ ٹکڑے برہمنوں کو کھانے کے لئے ملتے تھے۔ اور علیٰ ہٰذا القیاس مہا بھارت کے پرب تیرھویں میں بھی صاف تصریح ہے کہ گوشت گائے کا نہ صرف حلال اور طیب بلکہ اس کا اپنے پتروں کے لئے برہمنوں کو کھلانا تمام جانوروں میں سے اولیٰ اور بہتر ہے اور اس کے کھلانے سے پتر دس ماہ تک سیر رہتے ہیں۔ غرض وید کے تمام رشیوں اور منوجی اور بیاس جی نے گوشت گائے کا استعمال کرنا فرائضِ دینی میں داخل کیا ہے اور موجبِ ثواب سمجھا ہے۔ اور اس جگہ ہمارا بیان بعض کی نظر میں ناقص رہ جاتا اگر ہم پنڈت دیانند صاحب کو کہ جو ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں اس جہان کو چھوڑ گئے رائے متفقہ بالا سے باہر رکھ لیتے۔ سو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ پنڈت صاحب موصوف نے بھی کسی اپنی کتاب میں گائے کا حرام یا پلید ہونا نہیں لکھا اور نہ وید کے رُو سے اس کی حُرمت اور ممانعتِ ذبح کو ثابت کیا بلکہ بنظرِ ارزانی دُودھ اور گھی کے اس رواج کی بُنیاد بیان کی۔ اور بعض ضرورت کے موقعوں میں گاؤ کشی کو مناسب بھی سمجھا جیسا کہ اُن کی ستیارتھ پرکاش اور وید بھاش سے ظاہر ہے۔

اب اس تمام تقریر سے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ آریہ لوگ اپنے وید مقدس اور اپنے بزرگ رشیوں اور بیاس جی اور منوجی کی قابلِ تعظیم فرمان اور اپنے محقق اور فاضل پنڈتوں کے قول سے کیوں خلاف ورزی اور انحراف کرتے ہیں۔ بلکہ اس جگہ صرف یہ غرض ہے کہ آریہ قوم کیسی اولوالعزم اور باہمت اور اتفاق کرنے والی قوم ہے کہ ایک ادنیٰ بات پر بھی کہ جس کی مذہب کے رُو سے کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی وہ اتفاق کر لیتے ہیں اور ہزار ہا روپیہ چندا ہاتھوں ہاتھ جمع ہو جاتا ہے۔ پس جس قوم کا ناکارہ خیالات پر یہ اتفاق اور جوش ہے اس قوم کی عالی ہمتی اور دلی جوش کا مہماتِ عظیمہ پر خود اندازہ کر لینا چاہیئے۔ لیست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ جیتے ہی مر جائیں۔ اگر محبت خدا اور رسول کی نہیں تو اسلام کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں کیا خباثت

کے کاموں میں اور نفس امارہ کی پیروی میں اور ناک کے بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ مال ضائع کرنا اور اللہ اور رسول کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ سے نہ چھوڑنا بھی اسلام ہے نہیں یہ ہرگز اسلام نہیں یہ ایک باطنی جذام ہے۔ یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں پر عاید ہو رہا ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی چیز سمجھ رکھا ہے کہ جس کی ہمدردی غریبوں پر ہی لازم ہے اور دولتمند اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اِس عاجز کو اِس تجربہ کا اسی کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا کہ حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا تھا کہ اب بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ ذی مقدرت لوگ اِس کی رعایت رکھیں کیونکہ غریبوں کو یہ صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے سو جبر نقصان کا اجبات سے ہے مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہو گئے۔ خوب جبر کیا ہم نے جب کسی منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ بوجہ قیمت کتاب کس کے آئے ہیں یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے یا فلاں رئیس اعظم نے ہاں نواب اقبال الدولہ صاحب حیدر آباد نے اور ایک اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ایک نسخہ کی قیمت میں سو سو روپیہ بھیجا ہے اور ایک عہدہ دار محمد افضل خان نام نے ایک سو دس اور نواب صاحب کوٹلہ مالیر نے تین نسخہ کی قیمت میں سو روپیہ بھیجا اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت پیسہ بھیجے ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ہندو ہونے کی حالت میں اسلام سے ہمدردی ظاہر کی۔ بخیل اور ممسک مسلمانوں کو جو بڑے بڑے لقبوں اور ناموں سے بلائے جاتے ہیں اور قارون کی طرح بہت سا روپیہ دبائے بیٹھے ہیں اس جگہ اپنی حالت کو سردار صاحب کے مقابلہ پر دیکھ لینا چاہیئے جس حالت میں آریوں میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں کہ جو دوسری قوم کی بھی ہمدردی کرتے ہیں اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی کم ہیں کہ جو اپنی ہی قوم سے ہمدردی کر سکیں تو پھر کہو کہ

اِس قوم کی ترقّی کیونکر ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔[۱] دینی ہمدردی بجز مسلمانوں کے ہر ایک قوم کے امراء میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اسلامی امیروں میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جائیں گے کہ جن کو اپنے سچّے اور پاک دین کا ایک ذرّہ خیال ہو۔ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اِس خاکسار نے ایک نواب صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائلِ علمیّہ سے متصف اور قال اللّٰہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کیلئے لکھا تھا سو اگر نواب صاحب ممدوح اسکے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کے لئے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے اور پھر دوبارہ یاددہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا ان میں مدد دینا خلافِ منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے اِسلئے اِس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ اُمید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو اُمیدگاہ نہیں بناتے بلکہ اُمیدگاہ خداوند کریم ہی ہے اور وُہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقّانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔ ہاں اگر کوئی مضمون مخلِ امن یا مخالف انتظام سلطنت ہو تو اس میں گورنمنٹ مداخلت کرے گی۔ ورنہ اپنے اپنے مذہب کی ترقّی کے لئے وسائلِ جائزہ کو استعمال میں لانا ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔ پھر جس قوم کا مذہب حقیقت میں سچّا ہے اور نہایت کامل اور مضبوط دلائل سے اس کی حقیّت ثابت ہے۔ وہ قوم اگر نیک نیّتی اور تواضع اور فروتنی سے خلق اللّٰہ کو نفع پہنچانے کیلئے اپنے دلائلِ حقّہ شائع کرے تو عادل گورنمنٹ کیوں اس پر ناراض ہوگی۔ ہمارے اسلامی امراء کو اس بات سے بہت کم خبر ہے کہ گورنمنٹ کی عادلانہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ دِلی انشراح سے آزادی کو قائم رکھے اور خود ہم نے بچشم خود ایسے لائق اور نیک فطرت انگریز کئی دیکھے ہیں کہ جو مداہنہ اور منافقانہ سیرت کو پسند نہیں کرتے اور تقویٰ اور خدا ترسی اور یکرنگی کو اچھا سمجھتے ہیں اور حقیقت میں تمام برکتیں یکرنگی اور

(ط)

[۱] الرعد : ۱۲

خدا ترسی میں ہی ہیں جن کا عکس کبھی نہ کبھی خویش اور بیگانہ پر پڑ جاتا ہے۔ اور جس پر خدا راضی ہے آخر اُس پر خلق اللہ بھی راضی ہو جاتی ہے۔ غرض نیک نیتی اور صالحانہ قدم سے دینی اور قومی ہمدردی میں مشغول ہونا اور فی الحقیقت دنیا اور دین میں دل جوش سے خلق اللہ کا خیرخواہ بننا ایک ایسی نیک صفت ہے۔ کہ اِس قسم کے لوگ کسی گورنمنٹ میں پائے جانا اُس گورنمنٹ کا فخر ہے اور اُس زمین پر آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں جس میں ایسے لوگ پائے جائیں۔ لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کے ماتحت سب منافق ہی ہوں کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں۔ سو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کا یکرنگی میں ترقی کرتے جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اُس کے ساتھ پیش آنا یہی خوش قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے مُربّی حکام نہ صرف قول سے آزادی کا سبق ہم کو دیتے ہیں۔ بلکہ دینی امور میں خود آزادانہ افعال بجا لا کر اپنی فعلی نصیحت سے ہم کو آزادی پر قائم کرنا چاہتے ہیں اور بطور نظیر کے یہی کافی ہے کہ شاید ایک ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ جب ہمارے ملک کے نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر بٹالہ ضلع گورداسپور میں تشریف لائے تو انہوں نے گرجا گھر کی بنیاد رکھنے کے وقت نہایت سادگی اور بے تکلفی سے عیسائی مذہب سے اپنی ہمدردی ظاہر کر کے فرمایا کہ مجھ کو اُمید تھی کہ چند روز میں یہ ملک دینداری اور راستبازی میں بخوبی ترقی پائیگا۔ لیکن تجربہ اور مشاہدہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم ترقی ہوئی (یعنی ابھی لوگ بکثرت عیسائی نہیں ہوئے اور پاک گروہ کرسچنوں کا ہنوز قلیل المقدار ہے) تو بھی ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ پادری صاحبان کا کام بے فائدہ نہیں اور اُن کی محنت ہرگز ضائع نہیں بلکہ خبر کے موافق دلوں میں اثر کرتی ہے اور باطن میں بہت سے لوگوں کے دل طیار ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک مہینہ سے کم گذرا ہوگا کہ ایک معزز رئیس میرے پاس آیا اور مجھ سے ایک گھنٹہ تک دینی گفتگو کی معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا دل کچھ طیاری چاہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ مَیں نے دینی کتابیں بہت دیکھیں لیکن میرے گناہوں کا بوجھ ٹلا نہیں اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ مَیں نیک کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بہت بے چینی ہے۔ مَیں نے جواب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان میں اُسکو اُس لہو کی بابت

سمجھایا ہو سارے گناہوں سے پاک وصاف کرتا ہے اور اس راستبازی کی بابت سمجھایا کہ جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مفت ملتی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں انجیل دیکھی ہے اور ایک دو دفعہ یسوع مسیح سے دعا مانگی ہے اور اب میں خوب انجیل کو دیکھونگا اور زور زور سے عیسٰی مسیح سے دُعا مانگونگا۔ یعنے مجھ کو آپکے وعظ سے بڑی تاثیر ہوئی اور عیسائی مذہب کی کامل رغبت پیدا ہوگئی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کس محنت سے ہندو رئیس کو اپنے مذہب کی طرف مائل کیا! اور اگرچہ ایسے ایسے رئیس اپنے مطلب نکالنے کیلئے حکام کے رُوبرو ایسی ایسی منافقانہ باتیں کیا کرتے ہیں تا حکام اُن پر خوش ہو جائیں اور انکو اپنا دینی بھائی بھی خیال کرلیں لیکن اس تقریر سے مطلب تو صرف اِس قدر ہے کہ صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ جب خود نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا دلی رغبت چاہتے ہیں بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی موقعہ پاکر تحریک بھی کرتے ہیں تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے! اور حقیقت میں یکرنگی سے ہمدردی بجالانا ایک نیک صفت ہے جس پر نفاق کی سیرت کو قربان کرنا چاہیئے۔ اسی یکرنگی کے جوش سے بمبئی کے سابق گورنر سر رچرڈ ٹیمپل صاحب نے مُسلمانوں کی نسبت ایک مضمون لکھا ہے چنانچہ وہ ولایت کے ایک اخبار ایوننگ سٹینڈرڈ نامی میں چھپ کر اُردو اخباروں میں بھی شائع ہوگیا ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مسلمان لوگ عیسائی نہیں ہوتے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اُن کا مذہب اُن ناممکن باتوں سے لبریز نہیں ہے جن میں ہندو مذہب ڈوبا ہوا ہے۔ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے قائل کرنے کے لئے ممکن ہے کہ ہنسی ہنسی میں عام دلائل سے قائل کرکے اُن کو مذہب سے گرایا جائے لیکن اسلامی مذہب عقل کا مقابلہ بخوبی کرتا ہے اور دلائل سے نہیں ٹوٹ سکتا ہے۔ عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کے ناممکنات ظاہر کرکے اُنکے پیروؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا اُن کے لئے ٹیڑھی لکیر ہے۔ سو یہ یکرنگی مسلمان امیروں میں نہیں پائی جاتی چہ جائیکہ وہ اِس مضمون پر غور کریں۔

خاکسار غلام احمد

یعنے اُس کی ذات اور صفات اور افعال کا شرکت غیر سے پاک ہونا اور قدرت کاملہ سے

۲۷۹

ذرّہ شک کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور ایسے امر ثابت شدہ پر شک کرنا اُن سودائیوں اور وہمیوں اور سوفسطائیوں کا کام ہے جن کے دل اصل فطرت سے ایسے مغلوب الوہم ہیں کہ کسی صداقت پر بظن غالب اعتقاد کرنا بھی ان کو نصیب نہیں ہوتا اور ہمیشہ شکوک اور شبہات میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اور گو روشنی کیسی ہی اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ مگر اُن کی جبلّی کور باطنی کہ جو خفاش کی طرح اُن کی پیدائش کو لازم ذاتی ہے کچھ رو بہ کمی نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ خدا کے وجود میں بھی ہمیشہ ان کو دبدھا ہی رہتی ہے۔ پس ایسے اندھوں کی بیماری حقیقت میں لاعلاج ہے۔ ورنہ جس شخص کو ایک ذرہ سی بصیرت بھی حاصل ہے۔ وہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب سلسلہ تحقیق اور تدقیق کا اس حد تک پہنچ جائے کہ حقیقت واقعی بکلّی منکشف ہو جائے اور چاروں طرف سے دلائل واضحہ اور شواہد قاطعہ آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نکل آویں۔ تو امر تنقیح اور تفتیش کا وہیں ختم ہو جاتا ہے اور طالبِ حق کو اُسی جگہ مضبوطی سے قدم مارنا پڑتا ہے۔ اور انسان کو بجز ماننے اسکے کچھ بن نہیں پڑتا۔ اور خود ظاہر ہے کہ جب مکمّل ثبوت ہاتھ میں آگیا اور ہر ایک گوشہ امرِ مبحوث عنہ کا صبحِ صادق کی طرح کھُل گیا اور حق الامر کا چہرہ بکمال صفائی نمودار ہوگیا۔ تو پھر کیوں دانشمند اور صحیح الحواس انسان اس میں شک کرے۔ اور کیا وجہ کہ سلیم العقل انسان کا دِل پھر بھی اس پر تسلّی نہ پکڑے۔ ہاں جب تک امکانِ غلطی باقی ہے اور بصفائی تمام انکشاف نہیں ہوا۔ تب تک غور اور فکر کا گھوڑا آگے سے آگے دوڑ سکتا ہے اور نظر ثانی در نظر ثانی ہو سکتی ہے۔ نہ یہ کہ ثابت شدہ صداقت میں بھی وہمیوں کی طرح شک کر کے بیہودہ وساوس میں پڑتے جائیں اِس کا نام خیالات کی ترقی نہیں۔ یہ تو مادۂ سودا کی ترقی ہے۔ جس شخص پر ایک امر کے جواز یا عدم جواز کی نسبت حال واقعی اظہر من الشمس ہوگیا۔ تو پھر کیا وہ مدہوش یا دیوانہ ہے کہ باوصف اِس انکشاف تام کے پھر بھی اپنے دل میں یہ سوال کرے۔ کہ شاید

حاشیہ نمبر ۱۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آپ کا اسی قسم کا ہے۔ جیسے تمام یہودی اب تک باصرار تمام کہتے ہیں کہ مسیح نے انجیل کو ہمارے نبیوں کی کتبِ مقدسہ سے چُرا کر بنالیا ہے۔ بلکہ اُن کے علماء اور احبار تو کتابیں کھول کھول کر بتلاتے ہیں کہ اِس اِس جگہ سے فقرات

حصہ دوم بھرے ہوئے ہونا یہ ایسا امر نہیں ہے کہ جو فقط تجربہ سے ثابت ہوا ہو۔ بلکہ دلائل عقلیہ

جس امر کو میں ناجائز سمجھتا ہوں وہ جائز ہی ہو۔ یا جس کو میں جائز قرار دیتا ہوں وہ حقیقت میں ناجائز ہو۔ البتہ ایسے سوالات اُس وقت پیش آسکتے تھے اور ایسے وساوس اُس حالت میں دلوں میں اُٹھ سکتے تھے کہ جب سارا مدار قیاسات عقلیہ پر ہوتا۔ اور عقل انسانی برہمو سماج والوں کی عقل کی طرح اپنے دوسرے رفیق کے اتفاق اور اشتمال سے محروم اور بے نصیب ہوتی۔ لیکن الہام حقیقی کے تابعین کی عقل ایسی غریب اور بے کس نہیں۔ بلکہ اس کا ممد و معاون خدا کا کلام کامل ہے جو سلسلہ تحقیقات کو اپنے مرکز اصلی تک پہنچاتا ہے اور وہ مرتبہ یقین اور معرفت کا بخشتا ہے کہ جس کے آگے قدم رکھنے کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو دلائل عقلیہ کو باستیفا بیان کرتا ہے۔ اور دوسری طرف خود وہ بے مثل و مانند ہونے کی وجہ سے خدا اور اس کی ہدایتوں پر یقین لانے کے لئے حجت قاطعہ ہے۔ سو اِس دوہرے ثبوت سے جس قدر طالب حق کو مرتبہ حق الیقین حاصل ہوتا ہے اس مرتبہ کا قدر وہی شخص جانتا ہے کہ جو سچے دل سے خدا کو ڈھونڈتا ہے۔ اور وہی اُسکو چاہتا ہے کہ جو روح کی سچائی سے خدا کا طالب ہے لیکن برہمو سماج والے جن کا یہ اصول ہے کہ ایسی کوئی کتاب یا ایسا کوئی انسان نہیں جس میں غلطی کا امکان نہ ہو کیونکر اس مرتبہ یقین تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک اس شیطانی اصول سے توبہ کر کے یقینی راہ کے طالب نہ ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں اب تک برہمو سماج والوں کو خود باقرار اُن کے ایسی کوئی کتاب نہیں ملی۔ اور نہ انہوں نے آپ بنائی کہ جو ایسے مسائل کا مجموعہ ہو کہ جو غلطی سے خالی ہوں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اب تک ایمان اُن کا ورطہ شبہات میں ڈوبتا پھرتا ہے اور یہ اصول انکا صاف دلالت کرتا ہے کہ اُن کو خدا شناسی کے مسائل میں سے کسی مسئلہ پر یقین حاصل نہیں اور اُن کے نزدیک یہ بات محالات میں سے ہے کہ کوئی کتاب علم دین میں صحیح مسائل کا مجموعہ ہو۔ بلکہ انہوں نے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

حصہ دوم چُرائے گئے ہیں۔ اسی طرح دیانند پنڈت بھی اپنی تالیفات میں شور مچارہا ہے کہ توریت ہمارے پُستکوں سے کاٹ چھانٹ کر بنائی گئی ہے اور اب تک ہوَن وغیرہ کی رسم وید کی طرح اس

بھی خدا کا اپنی ذات اور جمیع صفات اور افعال میں واحد لاشریک ہونا ضروری اور ص۲۸۱

تو علانیہ یہ رائے ظاہر کر دی ہے کہ گو کوئی کتاب ایسی ہو کہ جو سراسر خدا کی ہستی کی قائل اور اس کو واحد لاشریک اور قادر اور خالق اور عالم الغیب اور حکیم اور رحمان اور رحیم اور دوسری صفات کاملہ سے یاد کرتی ہو۔ اور حدوث اور فنا اور تغیّر اور تبدّل اور شرکت غیر وغیرہ امور ناقصہ سے پاک اور برتر سمجھتی ہو۔ مگر تب بھی وہ کتاب اُن کے نزدیک غلطی کے امکان سے خالی نہیں اور اس لائق نہیں کہ جو اس پر یقین کیا جائے۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ قرآن شریف سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ اب دیکھو کہ ان کے دین و ایمان کا انہیں کے اقرار سے یہ خلاصہ نکلا کہ ان کے نزدیک خدا کی ہستی اور اس کی وحدانیت اور قادریت بھی امکانِ غلطی سے ص۲۸۱ خالی نہیں !! غرض جب کہ انہوں نے آپ ہی اقرار کر دیا کہ اُن کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی صحت ان کے نزدیک یقینی ہو۔ تو اس سے صاف کھل گیا کہ اُن کے مذہب کی بنیاد سراسر ظنّیات پر ہے اور ایمان ان کا مراتبِ یقینیہ سے بکلّی دُور و مہجور ہے۔ پس یہ وہی بات ہے جس کو ہم بارہا اسی حاشیہ میں لکھ چکے ہیں کہ مجرّد عقلی تقریروں سے علمِ الٰہیات میں کامل تسلّی اور تشفّی ممکن نہیں۔ اس صورت میں ہمارا اور برہمو لوگوں کا اس بات پر تو اتفاق ہو چکا کہ مجرّد عقل کی رہبری سے کوئی انسان یقینِ کامل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور مابہ النّزاع فقط یہی امر تھا کہ کیا خدا نے برہمو لوگوں کی رائے کے موافق انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ باوجود جوشِ طلب یقینِ کامل اور حق محض کے جو اس کی فطرت میں ڈالا گیا ہے۔ پھر بھی اپنی اُس فطرتی مُراد سے ناکام اور بے نصیب رہے۔ اور صرف ایسے خیالوں تک اُس کا علم محدود رہے کہ جو امکانِ غلطی سے خالی نہیں یا خدا نے اس کی معرفت کامل اور پوری پوری کامیابی کے لئے کوئی سبیل بھی مقرر کر رکھا ہے۔ اور کوئی ایسی کتاب بھی عطا فرمائی ہے کہ جو اس اصول متذکرہ بالا سے

ص۲۸۱ بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ بھی تو اقرار کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے اصول سے انجیلی تعلیم کو بہت کچھ مشابہت ہے۔ پس اس اقرار سے ہی آپ اپنے مُونہہ سے ہندوؤں کے دعویٰ

واجب ٹھہراتے ہیں۔ اور اُس کی الوہیّت کے تحقّق کو انہیں خواص کے تحقّق سے

باہر ہو کہ جس میں امکان غلطی کا قاعدہ کلیہ کر رکھا ہے۔ سو الحمد للہ و المنۃ ایسی کتاب کا خدا کی طرف سے نازل ہونا براہینِ قطعیہ سے ہم پر ثابت ہو گیا ہے اور ہم بذریعہ کتاب ممدوح کے اس ہلاکت کے ورطہ سے باہر نکل آئے ہیں جس میں برہمو لوگ مُردہ کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ کتاب وہی عالی شان اور مقدس کتاب ہے جس کا نام فرقان ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق بیّن دکھلاتی ہے اور ہر ایک قسم کی غلطیوں سے مبرّا ہے۔ جس کی پہلی صفت یہی ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ [1]۔ اسی نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ خدائے حق کے طالبوں کو مراتبِ یقینیہ سے محروم رکھ کر ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اُس رحیم و کریم نے ایسا اپنے ضعیف اور ناقص بندوں پر احسان کیا ہے کہ جس کام کو عقل ناقص انسان کی نہیں کر سکتی تھی۔ اُس نے وہ کام آپ کر دکھایا ہے۔ اور جس درخت بلند تک بشر کا کوتہ ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ اُس کے پھلوں کو اُس نے اپنے ہاتھ سے نیچے گرایا ہے۔ اور حق کے طالبوں کو اور سچائی کے بھوکے اور پیاسوں کو یقینِ کامل اور قطعی کا سامان عطا کر دیا ہے۔ اور جو دینی صداقتوں کے ہزارہا دقائق ذرّات کی طرح روحانی آسمان کے دُور دراز فضاؤں میں منتشر تھے اور جو زندگی کا پانی شبنم کی طرح متفرق طور پر انسانی سرشت کے ظلمات میں اور اس کی عمیق در عمیق استعدادات میں مخفی اور محتجب تھا جس کو بمنصّۂ ظہور لانا اور ناپیداکنار فضاؤں سے ایک جگہ اکٹھا کرنا انسانی عقل کی طاقتوں سے باہر تھا۔ اور بشر کی ضعیف قوتوں کے پاس کوئی ایسا باریک اور غیب نما آلہ نہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے انسان اُن ادق اور پوشیدہ ذرّاتِ حقیقت کو کہ جن کو باستیفاء دیکھنے کے لئے بصارت وفا نہیں کرتی تھی۔ اور جمع کرنے کے لئے عمر فرصت نہیں دیتی تھی۔ آسانی سے دریافت اور حاصل کر لیتا۔ اُن سب لطائفِ حکمت و

کی تصدیق کر رہے ہیں لیکن قرآن شریف ایسا نہیں جس پر یہ الزامات عاید ہو سکیں یا کسی بد اندیش کا منصوبہ پیش جا سکے۔ آپ نے بُرا کیا کہ آفتاب پر تھوکنے کا ارادہ کیا۔ وہ تو حضرت اُلٹ کر آپ ہی کے مونہہ پر پڑے گا۔ متکلم صاحب شاید آپکی بے اصل لاف وگزاف سے

[1] بقرہ : ۳

۲۸۳

مشروط قرار دیتے ہیں۔ پس اب اُن نادانوں کو ذرا حیا اور شرم کو کام میں

دقائق معرفت کو اس کامل کتاب نے بلاتفاوت و بلانقصان و بلاسہو بلانسیان خدائی کی قُدرت اور قُوّت سے اور ربانیّت کی طاقت اور حکومت سے ہمارے سامنے لا رکھا ہے تاہم اس پانی کو پی کر بچ جائیں اور مَوت کے گڑھے میں نہ پڑیں۔ اور پھر کمال یہ کہ اس جامعیّت سے اکٹھا کیا ہے کہ کوئی دقیقہ دقائق صداقت سے اور کوئی لطیفہ لطائفِ حکمت سے باہر نہیں رہا۔ اور نہ کوئی ایسا امر داخل ہُوا۔ کہ جو کسی صداقت کے مبائن اور منافی ہو۔ چنانچہ ہم نے منکرین کو ملزم اور رُسوا کرنے کے لئے جابجا بصراحت لکھ دیا ہے اور بآوازِ بلند سُنا دیا ہے کہ اگر کوئی برہمو قرآن شریف کے کسی بیان کو خلافِ صداقت سمجھتا ہے یا کسی صداقت سے خالی خیال کرتا ہے تو اپنا اعتراض پیش کرے۔ ہم خدا کے فضل اور کرم سے اُس کے وہم کو ایسا دُور کر دیں گے کہ جس بات کو وہ اپنے خیالِ باطل میں ایک عیب سمجھتا تھا اُس کا ہُنر ہونا اُس پر آشکارا ہو جائیگا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ مجرد عقلی خیالوں میں صرف اتنا ہی نقص نہیں کہ وہ مراتبِ یقینیہ سے قاصر ہیں اور دقائقِ الٰہیات کے مجموعہ پر قابض نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک یہ بھی نقص ہے کہ مجرّد عقلی تقریریں دلوں پر اثر کرنے میں بھی بغایت درجہ کمزور و بیجان ہیں۔ اور کمزور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی کلام کا دل پر کارگر ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اس کلام کی سچائی سامع کے ذہن میں ایسی متحقق ہو کہ جس میں ایک ذرا شک کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ اور دلی یقین سے یہ بات دل میں بیٹھ جائے کہ جس واقعہ کی مجھ کو خبر دی گئی ہے اس میں غلطی کا امکان نہیں! اور ابھی ظاہر ہو چکا ہے کہ مجرّد عقل یقینِ کامل تک پہنچا ہی نہیں سکتی۔ پس اس صورت میں یہ بات بدیہی ہے کہ وہ آثار کہ یقینِ کامل پر مُترتّب ہوتے ہیں۔ اور وہ تاثیریں کہ جو یقینی کلام دلوں پر

۲۸۳

صہ ۲۸۳

غرض یہ ہے کہ تا آپ بعض سادہ لوح عیسائیوں کو خوش کر دیں۔ ورنہ دانشمند عیسائی آپ کی اِس بے مغز بات پر ہنسے گا۔ کہ جس حالت میں آپ کو خوب معلوم ہے کہ قرآن کہاں سے اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور اس کے تمام حقائق دقائق کس کس کتاب

ص۲۸۴ لاکر غور کرنی چاہیئے۔ جنہوں نے کلامِ الٰہی کی بے نظیری کی عدم تسلیم میں صرف یہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کرتی ہے وہ مجرد عقل سے ہرگز متوقع نہیں اور اس کا ثبوت روزمرہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ مثلاً ایک شخص ایک دُور دراز ولایت کا سیر کرکے آتا ہے۔ تو جب اپنے وطن میں پہنچتا ہے تو ہر یک خویش و بیگانہ اُس ولایت کی خبریں اُسی سے دریافت کرتا ہے اور اُسکی چشم دید خبریں بشرطیکہ وہ دروغگوئی کی عادت سے متہم نہ ہو۔ دلوں پر بہت اثر کرتی ہیں اور بغیر کسی تردد اور شک کے فی الواقعہ راست اور صحیح سمجھی جاتی ہیں بالخصوص جب ایسا مخبر ہو کہ لوگوں کی نظر میں ایک بزرگوار اور صالح آدمی ہو۔ اس قدر تاثیر اس کی کلام میں کیوں ہوتی ہے۔ اسلئے ہوتی ہے کہ اوّل اسکو ایک شریف اور راستباز تسلیم کرکے پھر اسکی نسبت یہ یقین کیا گیا ہے کہ وہ جو جو اُن ملکوں کے واقعات بیان کرتا ہے۔ اُن کو اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور جو جو خبریں بتلاتا ہے وہ سب اُس کا چشم دید ماجرا ہے۔ پس اسی باعث سے اُسکی باتوں کا دلوں پر سخت اثر واقعہ ہوتا ہے اور اسکے بیانات طبیعتوں میں ایسے جم جاتے ہیں کہ گویا ان واقعات کی تصویر نظر کے سامنے آموجود ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات جب وہ اپنے سفر کی ایک رقت آمیز حکایت سُناتا ہے یا کسی قوم کا درد انگیز قصہ بیان کرتا ہے تو سُنتے ہی وہ بات سامعین کے دل کو ایسا پکڑ لیتی ہے کہ اُنکی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور اُنکی ایک ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ گویا وہ موقعہ پر موجود ہیں اور اس واقعہ کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔

لیکن جو شخص اپنے گھر کی چار دیوار سے کبھی باہر نہیں نکلا۔ نہ اُس ملک میں کبھی گیا۔ اور نہ دیکھنے والوں سے کبھی اُس کا حال سُنا۔ اگر وہ اُٹھ کر صرف اپنی اٹکل سے اس مُلک کی خبریں بیان کرنے لگے۔ تو اس کی بک بک سے خاک بھی تاثیر نہیں ہوتی۔ بلکہ لوگ اُسے کہتے ہیں کہ کیا تو پاگل اور دیوانہ ہے۔ کہ ایسی باتیں بیان کرنے لگا۔ کہ جو تیرے معائنہ اور تجربہ سے باہر ہیں اور تیرے ناقص علم سے بلند تر ہیں۔ اور اس پر ایسا ہی کہتے ہیں۔ کہ جیسا ایک بزرگ نے کسی احمق کا قصہ لکھا ہے کہ وہ ایک جگہ گیہوں کی روٹی کی بہت سی تعریفیں کر رہا تھا کہ وہ بہت ہی مزہ دار ہوتی ہے۔ اور جب پُوچھا گیا کہ تُو نے بھی کبھی کھائی

ص۲۸۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہود نصاریٰ یا مجوس سے بطور سرقہ اخذ کئے گئے ہیں تو پھر کیوں آپ ایسے کام کے دکھانے سے جس کے کرنے سے تمام عیسائیوں کی عزت بحال رہے اور اُن کا قدیمی داغ عاجز اور لاجواب

اعتراض بنا رکھا ہے کہ جس حالت میں خدا کا کلام بھی ہمارے کلام کی جنس

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ مَیں نے کھائی تو کبھی نہیں میرے دادا جی بات کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے کسی کو کھاتے دیکھا ہے۔

غرض جب تک کوئی سامعین کی نظر میں کسی واقعہ پر بکلّی محیط نہ ہو۔ تب تک بجائے اسکے کہ اس کا کلام دلوں پر کچھ اثر کرے خواہ نخواہ ٹھٹھا اور ہنسی کرانے کا موجب ٹھہرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجرّد عقلمندوں کی خشک تقریروں نے کسی کو عالمِ آخرت کی طرف یقینی طور پر متوجہ نہیں کیا۔ اور لوگ یہی سمجھتے رہے کہ جیسا یہ لوگ صرف اٹکل سے باتیں کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہم بھی ان کی رائے کے مخالف اٹکلیں دوڑا سکتے ہیں۔ نہ انہوں نے موقعہ پر جاکر اصل حقیقت کو دیکھا نہ ہم نے اسی باعث سے جب ایک طرف بعض عقلمندوں نے خدا کی ہستی پر رائے ظاہر کرنی شروع کی تو دوسرے عقلمندوں نے اُن کے مخالف ہوکر دہریہ مذہب کی تائید میں کتابیں تصنیف کیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ان عاقلوں کا فرقہ کہ جو خدا کی ہستی کے کسی قدر قائل تھے وہ بھی دہریہ پن کی رگ سے کبھی خالی نہیں ہوا اور نہ اب خالی ہے۔ انہیں برہمو لوگوں کو دیکھو۔ کب وہ خدا کو کامل صفتوں سے متصف سمجھتے ہیں۔ کب انکو اقرار ہے کہ خدا گونگا نہیں بلکہ اس میں حقیقی طور پر صفتِ تکلم بھی ہے جیسی ایک جیتے جاگتے میں ہونی چاہیئے۔ کب وہ اس کو حقانی طور پر پورا پورا مدبّر اور رزّاق سمجھتے ہیں۔ کب انکو اِس بات پر ایمان ہے کہ حقیقت میں خدا حیّ و قیّوم ہے اور اپنی آوازیں صادق دلوں تک پہنچا سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو اسکے وجود کو ایک موہومی اور مُردہ سا خیال کرتے ہیں کہ جس کو عقل انسانی صرف اپنے ہی تصوّرات سے ایک فرضی طور پر ٹھہرا لیتی ہے۔ اور اس طرف سے زندوں کی طرح کبھی آواز نہیں آتی۔ گویا وہ خدا نہیں ایک بُت ہی ہے کہ جو کسی گوشہ میں پڑا ہے۔ مَیں متعجب ہوں کہ ایسے کچّے اور ضعیف خیالات سے کیونکر یہ لوگ خوش ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور ایسی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ح ۲۸۵

رہنے کا آپ کی ہمت سے دھویا جائے۔ اور ان سب کے علاوہ دس ہزار روپیہ ہاتھ لگے دست کش ہیں۔ اگر آپ کی ذات شریف میں ایسا ہنر حاصل ہے کہ جو حضرت مسیح کو بھی

ص۲۸۵

میں سے ہے اور انہیں کلمات اور الفاظ سے مرکّب ہے جن سے ہمارا کلام مرکّب ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۸۵

خود تراشیدہ باتوں سے کن ثمرات کی توقع ہے۔ کیوں سچّے طالبوں کی طرح اُس خدا کو نہیں ڈھونڈھتے کہ جو قادر توانا اور جیتا جاگتا ہے۔ اور اپنے وجود پر آپ اطّلاع دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور اِنّی اَنَا اللّٰہ کی آواز سے مُردوں کو ایک دم میں زندہ کرسکتا ہے۔ جب یہ لوگ خود جانتے ہیں کہ عقل کی روشنی دود آمیز ہے تو پھر کامل روشنی کے کیوں خواہاں نہیں ہوتے۔ عجب احمق ہیں کہ اپنے مریض ہونے کے تو قائل ہیں پر علاج کا کچھ فکر نہیں۔ ہائے افسوس کیوں ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں تا وہ حق الامر کو دیکھ لیں۔ کیوں ان کے کانوں پر سے پردہ نہیں اُٹھتا۔ تا وہ حقانی آواز کو سُن لیں۔ کیوں اُن کے دل ایسے کجرو اور اُن کی سمجھیں ایسی اُلٹی ہوگئیں کہ جو اعتراض حقیقت میں انہیں پر وارد ہوتا تھا۔ وہ الہام حقیقی کے تابعین پر کرنے لگے۔ کیا ابھی تک ہم نے ان کو یہ ثابت کرکے نہیں دکھلایا کہ وہ معرفت الٰہی میں نہایت ناقص اور خطرہ کی حالت میں ہیں۔ کیا ہم نے ابھی تک ان پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ معرفت تامہ و کاملہ صرف قرآن شریف کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی ہے و بس۔ پھر جب کہ ہریک طور سے انہیں کا جھوٹا اور غلطی پر ہونا ثابت ہوچکا ہے تو پھر یہ کیسی ایمانداری اور دیانت شعاری ہے کہ اپنے گھر کے ماتم سے بے خبر رہ کر اہلِ اسلام کو بیمار قرار دیتے ہیں اور خُبث اور شر کی باتیں مُونہہ پر لاتے ہیں جن سے یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ اُن کو راست روی سے کچھ بھی غرض اور تعلق نہیں۔ اور یہ باتیں اُن کی باتیں نہیں ہیں بلکہ حسد اور تعصب کا بدبودار خوان ہے۔

اسی وہم کا ضمیمہ برہمو سماج والوں کا ایک اور وہم بھی ہے کہ الہام ایک قید ہے اور ہم ہریک قید سے آزاد ہیں یعنے ہم اچھے ہیں کیونکہ آزاد قیدی سے اچھا ہوتا ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہم اس نکتہ چینی کو مانتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ بلاشبہ الہام ایک قید ہے مگر ایسی قید ہے کہ جس کے بغیر سچّی آزادی حاصل ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ سچّی آزادی وہ ہے کہ انسان کو ہریک نوع کی غلطی اور شکوک اور شبہات سے نجات ہوکر مرتبۂ یقین کامل کا

حاصل نہیں تھا۔ تو پھر یہ جوہر کس دن کے لئے چھپا رکھا ہے۔ جب آپ ایسے ہی لائق

تو پھر کیا وجہ کہ اُس کی مثل بنانے پر ہم قادر نہ ہوسکیں۔ ایسے لوگوں کی حالت پر ص ۲۸۶

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

حاصل ہوجائے اور اپنے مولیٰ کریم کو اسی دنیا میں دیکھ لے۔ سو جیسا کہ ہم اسی حاشیہ میں ثابت کرچکے ہیں یہ حقیقی آزادی دنیا میں کامل اور خدا دوست مسلمانوں کو بذریعہ قرآن شریف حاصل ہے۔ اور بجزان کے کسی برہمو وغیرہ کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک وجہ سے برہمو سماج والوں کا نام بھی آزاد اور بے قید ہوسکتا ہے۔ اور اسی خیال سے ہم نے بھی بعض بعض مقامات اِس کتاب میں ان کا نام آزاد مشرب رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جیسے بعض رند و لوند شراب پی کر یا ایک پیالہ بھنگ کا چڑھا کر یا چرس وغیرہ منشّی چیزوں کا دم لگا کر ہریک قسم کی شرم و حیا و حفظِ مراتب و پابندی سے بلکہ خدا سے بھی آزاد بن بیٹھے ہیں اور جس قسم کا دل میں بخار اُٹھتا ہے بول اُٹھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بک پڑتے ہیں۔ انہیں کے مطابق بعض برہمو صاحبوں نے ہم پر ثابت کر دیا ہے کہ حقیقت میں وہ ویسے ہی آزاد ہیں اور درحقیقت انہوں نے بے قید اور آزاد ہوکر اِس دنیا کا آرام تو خاطر خواہ حاصل کرلیا کہ سب حلال و حرام اپنی زبان پر ہی آگیا۔ اور دینی احکام کی کنجی اپنے ہی ہاتھ میں ہوگئی۔ اب نفسِ امّارہ کے مشورہ سے جس دروازہ کو چاہیں کھول دیں اور جس کو چاہیں بند کر دیں۔ آپ ہی کرم دھرم کے بانی جو ہوئے۔ لیکن اِن آزادیوں کا مزہ اُس دن چکھیں گے جس دن خدائے تعالیٰ کے حضور میں اپنی بے ایمانیوں کا جواب دینا پڑے گا۔

اِسی وہم کا ضمیمہ برہمو سماج والوں کا ایک اور مقولہ ہے کہ گویا انہوں نے اپنے اُسی قامتِ ناساز کو ایک دوسرے لباس میں ظاہر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ الہام کا تابع ہونا ایک حرکت خلاف وضع استقامت اور مبائن طریقِ فطرت ہے۔ کیونکہ ہریک امر کی حقیقت پر مطلع ہونے کے لئے صاف اور سیدھا راستہ کہ جس کو

حاشیہ نمبر ۱۱

ہیں کہ قرآن شریف کا مقابلہ کرسکتے ہیں بلکہ اس کا ماخذ بتلاسکتے ہیں۔ تو پھر آپ کے لئے بات ہی آسان ہے۔ اور آپ بڑی آسانی سے ان تمام حقائق اور دقائق اور ص ۲۸۶

ص ۲۸۶

ص۲۸۷ روناآتا ہے جن کو ایسی مستحکم اور بدیہی صداقت کہ جو دلائل قاطعہ سے ثابت ہے،

ہر یک انسان کا نفس ناطقہ بمقتضائے اپنی فطرت کے چاہتا ہے۔ یہی ہے کہ عقلی دلائل سے اس حقیقت کو کھولا جائے۔ جیسے مثلاً فعل سرقہ کے قبیح ہونے کیلئے حقیقی وجہ جس پر روحانی اطمینان موقوف ہے۔ یہی ہے کہ وہ ایک ظلم اور تعدّی ہے کہ عند العقل نامناسب اور ناجائز ہے۔ یہ وجہ نہیں ہے کہ جو کسی الہامی کتاب نے اس کا مرتکب ہونا گناہ لکھا ہے۔ یا مثلاً سمّ الفار جو ایک زہر ہے۔ اس کے کھانے کی ممانعت حقیقی طور پر اسی بنا پر ہوسکتی ہے کہ وہ قاتل اور مہلک ہے۔ نہ اِس بنا پر کہ خدا کے کلام میں اس کے اکل وشرب سے نہی وارد ہے۔ پس ثابت ہے کہ واقعی اور حقیقی سچائی کی رہنما صرف عقل ہے نہ الہام۔ لیکن ان حضرات کو ابھی تک یہ خبر بھی نہیں کہ اِس وہم کا تو اُسی وقت قلع قمع ہو گیا کہ جب مضبوط اور قوی دلائل سے ان کی عقل کا خام اور ناتمام ہونا بہ پایۂ ثبوت پہنچ گیا کیا یہ عقلمندی ہے کہ جس وسوسہ کو دلائل قویّہ کے پُر زور لشکر نے پیس ڈالا ہے۔ اسی مُردہ خیال کو بے شرم آدمی کی طرح بار بار پیش کیا جائے۔ افسوس افسوس!! ارے بابا۔ کیا تم بارہا سُن نہیں چکے کہ گو حقائق اشیاء عقلی دلائل سے کسی قدر منکشف ہوتے ہیں۔ مگر ایسا تو نہیں کہ تمام مراتب یقین کا استکمال عقل ہی پر موقوف ہے۔ آپ تو اپنی ہی مثال پیش کردہ سے ملزم ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ سمّ الفار کا قاتل اور مہلک ہونا مجردِ عقل کے ذریعہ سے بہ پایۂ ثبوت نہیں پہنچا۔ بلکہ یقینی طور پر یہ خاصیت اس کی تب معلوم ہوئی جب عقل نے تجربہ صحیحہ کو اپنا رفیق بنا کر سمّ الفار کی خاصیتِ مخفیہ کو مشاہدہ کرلیا ہے۔ سو ہم بھی آپ کو یہی سمجھاتے ہیں کہ جیسی سم الفار کی خاصیت یقینی طور پر دریافت کرنے کے لئے عقل کو ایک دوسرے رفیق کی حاجت ہوئی یعنے تجربہ صحیحہ کی حاجت ایسا ہی الٰہیات اور عالمِ معاد کے حقائق علٰی وجہ الیقین دریافت کرنے کے لئے

ص۲۸۷ براہین اور برکاتِ فرقانیہ کا مقابلہ کرکے جو براہینِ احمدیہ میں اسی غرض کے لئے مندرج ہیں۔ اشتہار کا کُل روپیہ لے سکتے ہیں۔ بالخصوص جب آپ کی تقریر کے ضمن میں یہ بھی

سمجھ آنے سے رہ گئی۔ اگر ان میں ذرا عقلِ خداداد ہوتی تو اس بیہودہ اعتراض ح۲۸۸

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

عقل کو الہامِ الٰہی کی حاجت ہے۔ اور بغیر اس رفیق کے عقل کا کام علمِ دین میں چل نہیں سکتا جیسے دوسرے علوم میں بغیر دوسرے رفیقوں کے عقل بے دست و پا اور ناقص اور ناتمام ہے۔ غرض عقل فی حدّ ذاتہٖ مستقل طور پر کسی کام کو یقینی طور پر انجام نہیں دے سکتی جب تک کوئی دوسرا رفیق اُس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ اور بغیر شمول رفیق کے ممکن نہیں کہ خطا اور غلطی سے محفوظ اور معصوم رہ سکے۔ بالخصوص علمِ الٰہی میں جس کے تمام ابحاث کی کُنہ اور حقیقت اِس عالم کی وراء الوراء ہے اور جس کا کوئی نمونہ اِس دُنیا میں موجود نہیں۔ اِن امور میں عقل ناقص انسانی غلطی سے تو کیا بچے گی۔ کمال معرفت کے مرتبے تک بھی نہیں پہنچا سکتی۔ اور غایت کار جو بذریعہ عقل دریافت کیا جاتا ہے۔ اُس کا مضمون صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ قیاس کنندہ اپنے گمان میں گو وُہ گمان واقعی ہو۔ یا غیر واقعی۔ کسی امر کی ضرورت قرار دے لیتا ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ امر جو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ خارجی طور پر بھی متحقق الوجود ہے۔ اور اِسی جہت سے علم اس کا ایک ایسی فرضی ضرورت پر مبنی ہونے کی وجہ سے جس کا خارجی طور پر اُس کو کوئی پتہ نہیں ملا۔ ایک مجرّد خیال بے بنیاد تصوّر ہوتا ہے۔ اور یقینِ کامل کے درجہ سے اُس کو بکلّی یاس اور بے نصیبی حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ محض فرضی ضرورتوں اور مجرّد خیالات کی تودہ بندی سے یقینِ کامل کا مرتبہ عقل کو حاصل ہو جائے۔ بلکہ اِس کامل یقین کے حاصل کرنے کے لئے تمام معاملاتِ دُنیا اور دین کے ایک ہی اُصولِ محکم پر چلتے ہیں ح۲۸۸ یعنے ہر یک امر خواہ دینی ہو خواہ دُنیوی۔ اسی حالت میں کامل یقین کے مرتبے تک پہنچ سکتا ہے کہ جب علم حقائقِ اشیاء کا صِرف قیاسی وجوہ میں محدود نہ رہے۔ اور وجہ ثبوتِ وجود کسی چیز کی فقط اِتنی ہی اپنے ہاتھ میں نہ ہو کہ قیاس اُس کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

پایا جاتا ہے کہ آپ دُنیا کی تکالیف میں سخت مبتلا ہیں اور آپ کو روپیہ کی اشد ضرورت ہے تو پھر اِس صورت میں دُنیا حاصل کرنے کی اِس سے بہتر اور کیا تدبیر ہے کہ آپ سب ح۲۸۸

کرنے کے وقت اوّل یہی سوچتے کہ کیا خدا کا اپنی ذات اور صفات اور جمیع افعال میں

وجود کو چاہتا ہے۔ بلکہ کسی طور سے اس کے واقعہ فی الخارج ہونے کا بھی پتہ مل جائے تا مجوزہ عقل صرف خیالات کے ورطہ میں ڈوبی نہ رہے۔ اور جس امر کا موجود ہونا خیالی طور پر اُس نے فرض کرلیا ہے۔ اُس امر کے وجود پر بطور واقعی مطلع بھی ہوجائے۔ اور جبکہ استکمال یقین کا علم واقعہ پر موقوف ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ واقعات خارجیہ کی خبر دینا عقل کا کام اور منصب نہیں بلکہ یہ مورّخوں اور واقعہ نگاروں اور تجربہ کاروں کا منصب ہے جنہوں نے بچشم خود اُن واقعات کو دیکھا ہو۔ یا اُن حالات کو کسی دیکھنے والے کی زبان سے سُنا ہو۔ پس اس صورت میں عقل ناقص انسان کے لئے واقعہ نگاروں اور مورّخوں اور آزمودہ کاروں کی ضرورت پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ گو کسی امر میں لاکھ موشگافی کرو مگر جو کچھ وقعت اور شان اُس کی تجربہ یا تاریخ کے شمول سے کھلتی ہے۔ وہ بات مجرد قیاس سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور جس جگہ کسی شہادت رویت کی حاجت پڑتی ہے۔ اُس جگہ قیاسی اٹکلیں کام نہیں دے سکتیں اور فقط قیاسی تیر چلانے والا صرف مونہہ سے باتیں بنانے والا ایک مؤرّخ واقف حالات یا صاحب تجربہ اور آزمائش کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ہوسکتا تو پھر مورّخوں اور واقعہ نگاروں اور تجربہ کاروں کی کچھ ضرورت نہ رہتی اور لوگ صرف اپنے قیاسوں سے دُنیا کے متفرق حالات جن کا جاننا تاریخ اور تجربہ اور واقعہ دانی پر موقوف ہے معلوم کرلیتے اور سارا دھندا انتظام عالم کا فقط قیاسی اٹکلوں سے چلا لیتے۔ مورّخوں اور واقعہ نگاروں اور اہل تجربہ لوگوں کی تب ہی تو حاجت پڑی۔ کہ جب اکیلی عقل اور مجرد قیاس سے کام چل نہ سکا۔ اور صرف قیاس کی کشتی میں بیٹھنے سے دُنیا کی سب مہمّات ڈوبتی نظر آئیں اور فقط عقل کے چرخ پر چڑھنے سے سارا کام اس عالم کا برباد ہوتا دکھلائی دیا۔ حالانکہ دُنیا کے معاملات کچھ

کام چھوڑ چھاڑ کر یہی کام اختیار کریں۔ اور قرآن شریف کے علوم الٰہیہ اور دقائق عقلیہ اور تاثیرات باطنیہ کا اپنی کتاب سے مقابلہ دکھلا کر روپیہ انعام کا وصول کریں۔

واحد لاشریک ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر اس دلیل کو نہیں سوچا تھا تو کاش صفحہ ۲۸۹

ایسے بڑے پیچیدہ نہیں بلکہ ایسے صاف اور واضح ہیں کہ گویا ہماری آنکھ کے سامنے اور نظر کے نیچے ہیں۔ اور جو دقتیں اس نادیدہ عالم کے واقعات میں پیش آتی ہیں اور جس طرح غیر مرئی اور غیب الغیب جہان کے تصور کرنے کے وقت میں حیرتیں رونما ہوتی ہیں اور نظر اور فکر کے آگے ایک دریا ناپیدا کنار دکھلائی دیتا ہے۔ اس جگہ اس کا ہزارم حصہ بھی نہیں۔ تو اس صورت میں اگر ہم صریحاً و عمداً بے راہی اختیار نہ کریں تو بلاشبہ اس اقرار کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ ہمیں اس عالم کے حالات اور واقعات ٹھیک ٹھیک معلوم کرنے کے لئے اور ان پر یقین کامل لانے کی غرض سے دنیا کی نسبت صدہا درجہ زیادہ مؤرخوں اور واقعہ نگاروں اور تجربہ کاروں کی حاجت ہے۔ اور جبکہ اس عالم کا مؤرخ اور واقعہ نگار بجز خدا کی کلام کے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اور ہمارے یقین کا جہاز بغیر وجود واقعہ نگار کے تباہ ہوا جاتا ہے اور بادِ صرصرِ وساوس کی ایمان کی کشتی کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالتی جاتی ہے۔ تو اس صورت میں کون عاقل ہے کہ جو صرف عقل ناقص کی رہبری پر بھروسہ کرکے ایسے کلام کی ضرورت سے منہ پھیرے جس پر اس کی جان کی سلامتی موقوف ہے اور جس کے مضامین صرف قیاسی اٹکلوں میں محدود نہیں بلکہ وہ عقلی دلائل کے علاوہ بحیثیت ایک مؤرخ صادق عالم ثانی کے واقعات صحیحہ کی خبر بھی دیتا ہے اور چشم دید ماجرا بیان کرتا ہے۔

از وحیِ خدا صبحِ صداقت بدمیدہ	چشمے کہ ندید آں صحفِ پاک چہ دیدہ
کاخِ دلِ ما شد زہماں نافہ معطر	وآں یار بیامد کہ زما بود رمیدہ
آں دیدہ کہ نورے نگرفت ست ز فرقاں	حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نہ رہیدہ
آں دل کہ بجز ازوے گل و گلزار خدا جُست	سوگند تواں خورد کہ بُویش نشمیدہ
با خور ندہم نسبتِ آں نور کہ بینم	صد خور کہ بہ پیراہنِ او حلقہ کشیدہ
بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نور	سر تافتہ از نخوت و پیوند بریدہ

اس سے آپ کی بڑی ناموری ہو جائے گی۔ اور جس میدان کے فتح کرنے سے حضرت مسیح قاصر رہے اور اپنی تعلیم ناقص کا آپ اقرار کرکے اس جہان سے سدھار گئے۔ وہ میدان صفحہ ۲۸۹

ص۲۹۰ اِس دُوسری دلیل کو ہی سوچا ہوتا کہ جس ذات کو علمی اور قدرتی طاقتوں میں سب سے زیادہ

ہاں سچ بات ہے کہ عقل بھی بے سُود اور بے فائدہ نہیں۔ اور ہم نے کب کہا ہے کہ بے فائدہ ہے مگر اِس بدیہی صداقت کے ماننے سے ہم کس طرح بھاگ سکتے ہیں کہ مجرّد عقل اور قیاس کے ذریعہ سے ہمیں وہ کامل یقین کا سرمایہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ جو عقل اور الہام کے اشتمال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ لغزشوں اور غلطیوں اور خطاؤں اور گمراہیوں اور خود پسندیوں اور خود بینیوں سے بچ سکتے ہیں۔ اور نہ ہمارے خود تراشیدہ خیالات خدا کے پُرزور اور پُرجلال اور پُررعب حکم کی طرح جذباتِ نفسانی پر غالب آسکتے ہیں اور نہ ہمارے طبع زاد تصوّرات اور خشک تخیلات اور بے اصل توہمات ہم کو وہ سرور اور خوشی اور تسلّی اور تشفّی پہنچا سکتے ہیں کہ جو محبوبِ حقیقی کا دِلآویز کلام پہنچاتا ہے۔ تو پھر کیا ہم ایک اکیلی عقل کے پَیرو ہو کر اُن تمام نقصانوں اور زیانوں اور بدبختیوں اور بدنصیبیوں کو اپنے لئے قبول کرلیں اور ہزار ہا بلاؤں کا اپنے نفس پر دروازہ کھول دیں۔ عاقل انسان کسی طرح اِس مہمل بات کو باور نہیں کرسکتا۔ کہ جس نے کامل معرفت کی پیاس لگادی ہے۔ اُس نے پوری معرفت کا لبالب پیالہ دینے سے دریغ کیا ہے۔ اور جس نے آپ ہی دلوں کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ اُس نے حقیقی عرفان کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ اور خداشناسی کے تمام مراتب کو صرف فرضی ضرورت پر خیال دوڑانے میں محدود کر دیا ہے۔ کیا خدا نے انسان کو ایسا ہی بدبخت اور بے نصیب پیدا کیا ہے کہ جس کامل تسلّی کو خداشناسی کی راہ میں اُس کی رُوح چاہتی ہے اور دل تڑپتا ہے۔ اور جس کے حصول کا جوش اُس کی جان و جگر میں بھرا ہوا ہے۔ اُس کے حصول سے اِس دُنیا میں اُس کو بکلّی یاس اور ناامیدی ہے۔ کیا تم ہزارہا لوگوں میں سے کوئی بھی ایسی رُوح نہیں کہ اِس بات کو سمجھے کہ جو معرفت کے دروازے صرف خدا کے کھولنے سے کھلتے ہیں وہ انسانی قوّتوں سے کُھل نہیں سکتے۔ اور جو خدا کا آپ کہنا ہے

ص۲۹۰ (حاشیہ نمبر ۱۱ — حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

ص۲۸۸ (بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲) گویا آپ کے ہاتھ سے فتح ہو جائے گا۔ گویا ایک صورت سے آپ عیسائیوں کی نظر میں مسیح سے بہتر ٹھہر جاویں گے۔ کہ جس کتاب کو وہ مدّت العمر ناقص سمجھتے رہے۔ آپ نے

اور بے مثل و مانند تسلیم کرتے ہیں ان طاقتوں کے آثار کو بھی بے مثل و مانند

ح۲۹۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ مَیں موجود ہوں اس سے انسانوں کے صرف قیاسی خیالات برابر نہیں ہوسکتے ۔ بلاشبہ خدا کا اپنے وجود کی نسبت خبر دینا ایسا ہے کہ گویا خدا کو دکھلا دیتا ہے مگر صرف قیاسًا انسان کا کہنا ایسا نہیں ہے اور جبکہ خدا کے کلام سے کہ جو اس کے وجودِ خاص پر دلالت کرتا ہے ہمارے عقلی خیالات کسی طرح برابر نہیں ہوسکتے تو پھر تکمیل یقین کے لئے کیوں اس کے کلام کی حاجت نہیں۔ کیا اس صریح تفاوت کو دیکھنا تمہارے دل کو ذرا بھی بیدار نہیں کرتا؟ کیا ہمارے کلام میں کوئی بھی ایسی بات نہیں کہ جو تمہارے دل پر مؤثر ہو؟ اے لوگو اس بات کے سمجھنے میں کچھ بھی دقت نہیں کہ عقلِ انسانی مغیبات کے جاننے کا آلہ نہیں ہوسکتی اور کون تم میں سے اس بات کا مُنکر ہوسکتا ہے کہ جو کچھ بعد فوت کے پیش آنے والا ہے وہ سب مغیبات میں ہی داخل ہے مثلاً تم سوچو کہ کسی کو واقعی طور پر کیا خبر ہے کہ موت کے وقت کیونکر انسان کی جان نکلتی ہے اور کہاں جاتی ہے اور کون ہمراہ لے جاتا ہے اور کس مقام میں ٹھہرائی جاتی ہے اور پھر کیا کیا معاملہ اس پر گذرتا ہے ان سب باتوں میں عقلِ انسانی کیونکر قطعی فیصلہ کرسکے قطعی طور پر تو انسان تب فیصلہ کرسکتا کہ جب ایک دو مرتبہ پہلے مرچکا ہوتا اور وہ راہیں اُسے معلوم ہوتیں جن راہوں سے خدا تک پہونچا تھا اور وُہ مقامات اُسے یاد ہوتے جن میں ایک عرصہ تک اس کی سکونت رہی تھی مگر اب تو نری اٹکلیں ہیں گو ہزار احتمال نکالو موقعہ پر جا کر تو کسی عاقل نے نہ دیکھا اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایسے بے بُنیاد خیالات سے آپ ہی تسلّی پکڑنا ایک طفل تسلّی ہے حقیقی تسلّی نہیں ہے۔ اگر تم محققانہ نگاہوں سے دیکھو تو آپ ہی شہادت دو کہ انسان کی عقل اور اس کا کانشنس ان سب امور کو علی وجہ الیقین ہرگز دریافت نہیں کرسکتا اور صحیفۂ قدرت کا کوئی صفحہ ان امور پر یقینی دلالت نہیں کرتا۔ دور دراز کی باتیں تو یک طرف رہیں اوّل قدم میں ہی عقل کو حیرانی

ح۲۹۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اس کا کمال ظاہر کر دکھایا۔ دنیا کے سخت محتاج ہو کر کیوں اس قدر روپیہ ناحق چھوڑتے ہیں اور اگر اکیلے اس کام کو انجام دینا ممکن نہیں تو دو چار یا دس بیس دوسرے پادری

ح۲۹۱

ماننا چاہیئے کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کلام کی عظمت وشوکت متکلّم کی علمی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے کہ رُوح کیا چیز ہے اور کیونکر داخل ہوتی اور کیونکر نکلتی ہے ظاہرا تو کچھ نظر نہیں آتا اور نہ داخل ہوتا نظر آتا ہے اور اگر کسی جاندار کو وقت نزع جان کے کسی شیشہ میں بھی بند کرو تب بھی کوئی چیز نکلتی نظر نہیں آتی اور اگر بند شیشہ کے اندر کسی مادہ میں کیڑے پڑجائیں تو ان روحوں کے داخل ہونے کا بھی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتا۔ انڈے میں اس سے بھی زیادہ تعجب ہے کس راہ سے رُوح پرواز کرکے آتی ہے اور اگر بچہ اندر ہی مرجائے تو کس راہ سے نکل جاتی ہے کیا کوئی عاقل اس معمّہ کو صرف اپنی ہی عقل کے زور سے کھول سکتا ہے وہم جتنے چاہو دوڑاؤ مگر مجرّد عقل کے ذریعہ سے کوئی واقعی اور یقینی بات تو معلوم نہیں ہوتی پھر جبکہ پہلے ہی قدم میں یہ حال ہے تو پھر یہ ناقص عقل امورِ معاد میں قطعی طور پر کیا دریافت کریگی؟ کیا آپ لوگوں میں اس بات کا سمجھنے والا کوئی نہیں رہا؟ کیا تمہاری اس مصیبت زدہ حالت پر تمہیں آپ ہی رحم نہیں آتا؟ جس حالت میں جیفہ دُنیا کے پیچھے تمہارے پیٹ میں اتنی کھل بلی پڑی ہوئی ہے کہ اس کے حصول کے جوش میں ہزارہا کوس کا سفر خشکی وتری میں کرتے ہو تو کیا عالم معاد تمہاری نظر میں کچھ چیز نہیں۔ افسوس کیوں آپ لوگوں کو سمجھ نہیں آتا کہ رُوح کی ہریک بیقراری کا چارہ اور نفسِ امارہ کی ہریک مرض کا علاج صرف اپنے ہی تخیلات اور تصوّرات سے ممکن نہیں۔ یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی جذبہ نفسانی یا آفت رُوحانی میں مبتلا ہو مثلاً قوّتِ غضبیّہ اشتعال میں ہو یا قوّتِ شہویہ شعلہ زن ہو یا کسی مصیبت اور ماتم اور ہم اور غم میں گرفتار ہو یا کسی اور تغیر نفسانی یا روحانی سے مقہور ہو تو وہ ان امراض اور اغراض کو کہ جو اس کے نفس اور روح پر غلبہ کررہی ہیں صرف اپنی وعظ اور نصیحت سے دور نہیں کرسکتا بلکہ ان جذبات کے فرو کرنے کے لئے ایک ایسے واعظ کا محتاج ہوتا ہے کہ جو سامع کی نظر میں بارعب اور بزرگ اور اپنی بات میں سچّا اور اپنے

ص۲۹۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

جو بیہودہ بازاروں اور دیہات میں گشت کرتے پھرتے ہیں شریک کرلیجئے۔ اور خدا کے ساتھ ذرا لڑ کر دکھایئے۔ ورنہ جو لوگ ہمارا مردانہ اشتہار پڑھکر آپ لوگوں کی یہ

ص۲۹۲

طاقتوں کے تابع ہے جو کوئی علمی طاقتوں میں زیادہ تر ہے اُس کی تقریر کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

علم میں کامل اور اپنے عہدوں میں وفادار ہو اور باایں ہمہ ان امور کے پورا کرنے پر قادر بھی ہو جن سے سامع کے دل میں خوف یا امید یا تسلی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی اور ظاہر ہے کہ اکثر اوقات انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ ایک گناہ کو حقیقت میں ایک گناہ سمجھتا ہے یا ایک امرِ خلافِ استقامت اور صبر کو خلاف استقامت بھی جانتا ہے مگر کچھ ایسا غفلت کا پردہ یا ناگہانی غم کا صدمہ اس کے دل پر آپڑتا ہے کہ وہ پردہ تب ہی اُٹھتا ہے کہ جب دوسرا شخص جس کی عظمت اور بزرگی اور صداقت اس کے دل میں متمکّن ہے اس کو سمجھاتا ہے اور ترغیب یا ترہیب یا تسلّی و تشفّی یعنے جیسا کہ موقعہ ہو اس کو دیتا ہے اور اس کا کلام اثر میں کچھ ایسا عجیب ہوتا ہے کہ گو وہ انہیں دلائل کو پیش کرے کہ جو سامع کو معلوم ہیں مگر وہ پاشکستہ کو کمربستہ اور سُست کو چست اور ضعیف کو قوی اور مضطرب کو تسلّی یافتہ کر دیتا ہے اور یہ سب امور ایسے ہیں جن میں دانا انسان آپ اقراری ہوتا ہے کہ وہ اپنے مغلوب النفس یا بے قرار ہونے کی حالتوں میں ان کا محتاج ہے بلکہ جن کی روحیں نہایت لطیف اور طالب حق اور جن کے دل گناہوں کی کدورت اور کثافت سے جلد تر بیزار ہو جاتے ہیں وہ اپنے مغلوب النفس ہونے کی حالتوں میں خود بیمار کی طرح اس علاج کے مستدعی ہوتے ہیں تا کسی مردِ خدا کی زبان سے کلمہ ترغیب یا ترہیب یا کلماتِ تسلّی و تشفّی سُنکر اپنے اندرونی انقباض سے شفا پاویں غرض بلاشُبہ انسان کی فطرت میں یہ خاصیّت ہے کہ گو وہ کیسا ہی عالم فاضل کیوں نہ ہو مگر حوادث اور جذباتِ نفسانی کے وقت جیسا دوسرے دل کی باتوں سے متاثر ہوتا ہے صرف اپنی باتوں سے ہرگز نہیں۔ مثلاً جس پر کوئی حادثہ پڑتا ہے یا کوئی ماتم وقوع میں آجاتا ہے تو وہ فی نفسہٖ اس بات سے کچھ بے خبر نہیں ہوتا کہ دُنیا خوشی اور امن کی جگہ نہیں نہ ہمیشہ رہنے کا مقام ہے لیکن صدمہ کے وقت اس عاجز انسان پر قلق اور بیقراری غلبہ کر جاتی ہے اور دل ہاتھ سے نکلتا جاتا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

زنانہ باتیں سُنتے ہیں اب اُن لوگوں پر حضرات عیسائیوں کی دیانت اور خدا ترسی جیسی کہ ہے بخوبی کُھل جائے گی۔

عظمت وشوکت بھی زیادہ تر ہے اور اگر اس دلیل کو بھی نظر سے ساقط کر دیا تھا تو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۹۲

ہے ایسے وقت میں اگر کوئی ایسا شخص کہ جو اس کی نظر میں نہایت مقدس وکامل و بزرگوار ہے اُسے سمجھاتا ہے کہ صبر کرصابروں کے جناب الٰہی میں بڑے بڑے اجر ہیں اور یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں سو اگرچہ یہ بات اس کو پہلے بھی معلوم ہی تھی پر اس کے مونہہ سے سنکر ایک عجیب طرح کا اثر ہوتا ہے کہ جو گرتے ہوئے کو تھام لیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر وقت اور ہر محل میں اپنے ہی خود تراشیدہ خیالات اپنے دل پر اثر ڈال نہیں سکتے بلکہ بسا اوقات جذباتِ نفسانی یا آلامِ روحانی سے ایسی عقل دب جاتی ہے کہ انسان میں سوچنے اور سمجھنے کی قوت ہی نہیں رہتی اور اس وقت وہ خود اپنے تئیں اس حالت میں پاتا ہے کہ اس کے لئے کسی دوسرے کی طرف سے ترغیب یا ترہیب یا تسلّی تشفّی کی باتیں صادر ہوں۔ پس ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے دانا انسان اس نتیجہ تک پہونچ سکتا ہے کہ خدا نے جو اس کی فطرت کو ایسا بنایا ہے یہی وضع فطرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس حکیم مطلق نے انسان ضعیف البنیان کو اپنی ہی رائے اور قیاس پر چھوڑنا نہیں چاہا بلکہ جس طور کے واعظوں اور متکلّموں سے اس کی تسلّی اور تشفّی ہوسکتی ہے اور اس کے جذباتِ نفسانی دب سکتے ہیں اور اس کی روحانی بے قراریاں دور ہوسکتی ہیں وہ سب متکلّم اس کے لئے پیدا کئے ہیں اور جس کلام سے اس کی امراض و اعراض دُور ہوسکتی ہے وہ کلام اس کے لئے مہیا کیا ہے یہ ثبوت ضرورتِ الہام کا کسی اور طرف سے نہیں بلکہ خدا کا ہی قانونِ قدرت اُسے ثابت کرتا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا میں کروڑہا آدمی کہ جو مصیبت میں معصیت میں غفلت میں گرفتار ہوتے ہیں ہمیشہ وہ دوسرے واعظ اور ناصح سے متاثر ہوا کرتے ہیں اور ہر جگہ اپنا ہی علم اور اپنے ہی خیالات ہرگز کافی نہیں ہوتے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جس قدر متکلّم کی ذاتی عظمت اور رفعت سامع کی نظر میں ثابت ہو اسی قدر اس کا کلام تسلّی اور تشفّی بخشتا ہے اسی شخص کا وعدہ موجبِ تسکین خاطر ہوتا ہے کہ جو سامع کی نظر میں صادق الوعد اور ایفاءِ وعدہ پر قادر بھی ہو اس صورت میں کون اس بدیہی بات میں کلام کرسکتا ہے کہ امور معاد اور ماوراء المحسوسات میں اعلیٰ مرتبہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

۲۹۳

ایک اور عیسائی صاحب ۲۵ مئی ۱۸۸۲ء کے نور افشاں میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کون کونسے علامات یا شرائط ہیں جن سے سچے اور جھوٹے نجات دہندہ میں تمیز کی جاسکے

ص۲۹۴

کاش مسئلہ خواص الاشیاء حق کا یاد رکھتے کیا انہیں معلوم نہیں کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تسلّی اور تشفّی اور تسکین خاطر کا کہ جو جذباتِ نفسانی اور آلام روحانی کو دُور کرنے والا ہو صرف خدا کے کلام سے حاصل ہو سکتا ہے اور قانونِ قدرت پر نظر ڈالنے سے اس سے عمدہ تر موجب تسلّی و تشفّی کا اور کوئی امر قرار نہیں پا سکتا جب کوئی آدمی خدا کے کلام پر پورا پورا ایمان لاتا ہے اور کوئی اعراض صوری یا معنوی درمیان نہیں ہوتا تو خدا کا کلام اس کو بڑے بڑے گردابوں میں سے بچا لیتا ہے اور سخت سخت جذباتِ

ص۲۹۴

نفسانی کا مقابلہ کرتا ہے اور بڑے بڑے پُر دہشت حادثوں میں صبر بخشتا ہے جب انسان کسی مشکل یا جذبہ نفسانی کے وقت میں خدا کے کلام میں وعدہ اور وعید پاتا ہے یا کوئی دوسرا اسے سمجھاتا ہے کہ خدا نے ایسا فرمایا ہے تو ایکبارگی اس سے ایسا متاثر ہو جاتا ہے کہ توبہ پر توبہ کرتا ہے۔ انسان کو خدا کی طرف سے تسلّی پانے کی بڑی بڑی حاجتیں پڑتی ہیں بسا اوقات وہ ایسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ اگر خدا کا کلام آیا نہ ہوتا اور اس کو اپنی اس بشارت سے مطلع نہ کرتا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ [1] تو وہ بے حوصلہ ہو کر شاید خدا کے وجود سے ہی انکار کرتا اور یا نا امیدی کی حالت میں خدا سے بکلّی رابطہ توڑ دیتا اور یا غموں کے صدمہ سے ہلاک ہو جاتا۔ اسی طرح جذباتِ نفسانی ایسے ہیں کہ جن کی کسر شوران کے لئے خدا کے کلام کی ضرورت تھی اور قدم قدم میں انسان کو وہ امور پیش آتے ہیں جن کا تدارک صرف خدا کا کلام کر سکتا ہے جب انسان خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو صدہا موانع اس کو اس توجہ سے روکتے ہیں کبھی اس دُنیا کی لذّت یاد ہوتی ہے کبھی ہم مشربوں کی صحبت دامن کھینچتی ہے کبھی اس راہ کی تکالیف ڈراتی ہیں کبھی قدیمی عادات اور ملکاتِ راسخہ سنگِ راہ ہو جاتی ہیں کبھی ننگ کبھی نام کبھی ریاست کبھی حکومت اس راہ سے روکنا چاہتی ہے اور کبھی یہ سارے ایک لشکر کی طرح

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص۲۹۴

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے سچا نجات دہندہ وہ شخص ہے جس کی متابعت سے سچی نجات حاصل ہو یعنی خدا نے اس کے وعظ میں یہ برکت رکھی ہو کہ کامل پیرو

[1] البقرہ: ۱۵۶ - ۱۵۸

۲۹۵

صدہا چیزیں ایک ہی جنس کی ہوتی ہیں بلکہ ایک ہی صنف کے تحت میں داخل ہوتی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ایک جگہ فراہم ہو کر اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اپنے فوائد نقد کی خوبیاں پیش کرتے ہیں پس ان کے اتفاق اور اژدہام میں ایک ایسا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ خیالات خود تراشیدہ ان کی مدافعت نہیں کرسکتے بلکہ ایک دم بھی ان کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتے ایسے جنگ کے موقعہ میں خدا کے کلام کی پُرزور بندوقیں درکار ہیں کہ تا مخالف کی صف کو ایک ہی فیر میں اڑادیں۔ کیا کوئی کام یکطرفہ بھی ہوسکتا ہے پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا ایک پتھر کی طرح ہمیشہ خاموش رہے اور بندہ وفاداری میں صدق میں صبر میں خود بخود بڑھتا جائے اور صرف یہی ایک خیال کہ آسمان اور زمین کا البتہ کوئی خالق ہوگا اس کو ہمیشہ کی قوت دیکر عشق کے میدانوں میں آگے سے آگے کھینچتا چلا جائے خیالی باتیں واقعی باتوں کی ہرگز قائم مقام نہیں ہوسکتیں اور نہ کبھی ہوئیں مثلاً ایک مفلس قرضدار نے کسی راستباز دولتمند سے وعدہ پایا ہے کہ عین وقت پر مَیں تیرا کُل قرضہ ادا کردونگا اور دُوسرا ایک اَور مفلس قرضدار ہے اس کو کسی نے اپنی زبان سے وعدہ نہیں دیا وہ اپنے ہی خیالات دوڑاتا ہے کہ شاید مجھکو بھی وقت پر روپیہ مل جائے کیا تسلّی پانے میں یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں یہ سب قوانینِ قدرت ہی ہیں قوانینِ قدرت سے کونسی حقانی صداقت باہر ہے پر افسوس ان لوگوں پر کہ جو قوانینِ قدرت کی پابندی کا دعویٰ کرتے کرتے پھر انہیں توڑکر دوسری طرف بھاگ گئے اور جو کچھ کہا تھا اس کے برعکس عمل میں لائے۔ اے برہمو سماج والو اگر تم کو دینی اُمور میں دلسوزی سے نظر نہیں اگر تمہیں معاد کی کچھ بھی پرواہ نہیں تو کیا ابھی تک دنیوی امور میں تم پر ثابت نہیں ہوچکا کہ عقل نے تن تنہا کوئی کام تمہاری دنیا کا کبھی سرے تک نہیں پہونچایا کیا تمہیں اس صداقت کے ماننے سے ہنوز کسی عذر کی گنجائش ہے

۲۹۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اُس کا ظلماتِ نفسانیہ اور ادناسِ بشریہ سے نجات پاجائے اور اس میں وہ انوار پیدا ہو جائیں جن کا پاک دلوں میں پیدا ہو جانا ضروری ہے ہاں جب تک پیروی کنندہ کی متابعت میں کسر ہو تب تک ظلماتِ نفسانیہ دور نہیں ہونگے اور نہ انوارِ باطنیہ ظاہر ہونگے لیکن یہ اس نبی متبوع کا قصور نہیں بلکہ خود وہ مدعی اتباع کا اعراض صوری یا معنوی

۲۹۵

ہیں مگر پھر بھی حکیم مطلق نے ہریک چیز میں جُدا جُدا خواص مودع کئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ عقل کو کبھی یہ لیاقت حاصل نہیں ہوئی کہ بغیر اشتمال کسی دوسرے رفیق کے بذاتہٖ خود کسی کام کو بوجہٖ احسن واکمل انجام دے سکے سچ کہو کیا ابھی تک تمہیں اس بات کا امتحان نہیں ہوا کہ جو کام صرف عقل پر پڑا وہی مشتبہ اور متلوّن اور ناتمام رہا اور جب تک واقعات کا نقشہ بذریعہ کسی واقعہ دان کے طیار ہو کر نہ آیا تب تک تمام کام عقل اور قیاس کا ادھورا اور خام رہا تم انصاف سے کہو کیا تمہیں آجتک اس بات کی خبر نہیں کہ ہمیشہ سے عقلمند لوگوں کا یہی شعار ہے کہ وہ اپنی قیاسی وجوہ کو کبھی تجربہ سے تقویت دے لیتے ہیں اور کبھی تواریخ سے اور کبھی نقشہ جات موقعہ نما سے اور کبھی خطوط اور مراسلات سے اور کبھی اپنی ہی قوتِ باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور لامسہ وغیرہ کی گواہی سے پس اب تو تم آپ ہی سوچو اور اپنے دلوں میں آپ ہی خیال کرو اور اپنی نگاہوں میں آپ ہی جانچ لو کہ جس حالت میں دُنیوی امور کے لئے کہ جو مشہود اور محسوس ہیں دوسرے رفیقوں کی حاجت پڑی تو پھر اُن امور کے لئے کہ جو اس عالم سے وراء الوراء اور غیب الغیب اور اخفیٰ من الاخفیٰ ہیں کس قدر زیادہ حاجت ہے اور جس حالت میں مجرّد عقل دُنیا کے سہل اور آسان امور کے لئے بھی کافی نہیں تو پھر امورِ معاد کے دریافت کرنے میں کہ جو ادق اور الطف ہیں کیونکر کافی ہوسکتی ہے اور جبکہ تم معاشرت کے ناپائیدار اور ناچیز کاموں میں جن کا نفع نقصان ایک گذر جانے والی چیز ہے مجرّد قیاس اور عقل کو قابلِ اطمینان نہیں سمجھتے تو پھر آپ لوگ امورِ معاد میں جن کے آثار دائمی اور جن کے خطرات لاعلاج ہیں فقط اسی عقلِ ناقص پر کیونکر بھروسہ کرکے بیٹھے رہے ہیں کیا یہ اس بات کا عمدہ ثبوت نہیں کہ آپ لوگوں نے آخرت کے فکر کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور جیفہ دنیا بڑا لذیذ اور مزہ دار معلوم ہوتا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

کی آفت میں گرفتار ہے اور اسی امراض کی وجہ سے محروم اور محجوب ہے۔ یہی حقیقی علامت ہے جس سے انسان گذشتہ قصوں اور کہانیوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ خود طالبِ حق بنکر سچے ہادی اور حقیقی فیض رساں کو شناخت کر لیتا ہے اور اس تقدس اور نور کو کہ جو

۲۹۲ ۲۹۶ ۲۹۷

ص۲۹۶

بعض لوگ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ بولی انسان کی ایجاد ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے ورنہ کیونکر باور کیا جائے کہ خدا نے اتنی بھی تمہیں سمجھ نہیں دی کہ جس حالت میں اُس کریم مطلق نے دُنیا کے ناپائیدار امور میں عقلِ انسانی کو تنِ تنہا نہیں چھوڑا بلکہ کئی رفیقوں سے تقویت بخشی ہے تو دارِ آخرت کے نازک اور دقیق مہمات میں جو باقی اور دائم ہیں اس کی رحمتِ عظیمہ کا ازلی اور ابدی خاصہ کیوں مفقود ہو گیا کہ اس جگہ عقل غریب اور سرگردان کو رفیقِ کامل کے اشتمال سے تقویت نہ بخشی اور ایسا مصاحب اس کو عنایت نہ کیا کہ جو اس ملک کے کلّی اور جزئی امور سے ذاتی واقفیت رکھتا اور رویت کے گواہ کی طرح خبر دے سکتا تا قیاس اور تجربہ دونوں ملکر انواع اقسام کی برکتوں کا چشمہ ٹھہرتے اور طالب حق کو اس مرتبہ کمال معرفت تک پہونچا سکتے جس کے حصول کا جوش اس کی فطرت میں ڈالا گیا ہے نہ معلوم آپ لوگوں کو کس نے بہکا دیا کہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا عقل اور الہام میں کسیقدر باہم تناقض ہے جس کے باعث وہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے خدا تمہاری آنکھیں کھولے اور تمہارے دلوں کے پردے اُٹھا دے کیا تم اس آسان بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ جس حالت میں الہام کی طفیل سے عقل اپنے کمال کو پہونچتی ہے اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوتی ہے اپنی راہِ مقصود کی سمت خاص کو دریافت کر لیتی ہے

ص۲۹۷

آوارہ گردی اور سرگردانی سے چھوٹ جاتی ہے اور ناحق کی محنتوں اور بیہودہ مشقتوں اور بے فائدہ جان کنی سے رہائی پاتی ہے اور اپنے مُشتبہ اور مظنون علم کو یقینی اور قطعی کر لیتی ہے اور مجرّد اٹکلوں سے آگے بڑھکر واقعی وجود پر مطلع ہو جاتی ہے تسلّی پکڑتی ہے آرام اور اطمینان پاتی ہے تو پھر اس صورت میں الہام اس کا محسن و مددگار اور مربّی ہوا یا اس کا دشمن اور مخالف اور ضرر رسان ہوا یہ کس قسم کا تعصّب اور کس نوع کی نابینائی ہے کہ جو ایک بزرگ مربّی کو جو صریح رہبری

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

کامل اور فیض رسان ہی کی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے نہ صرف اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بلکہ اپنی استعداد کے موافق اس کا مزہ بھی چکھ لیتا ہے اور نجات کو نہ صرف خیالی طور پر ایک ایسا امر قرار دیتا ہے کہ جو قیامت میں ظاہر ہوگا بلکہ جہل اور ظلمت اور شک اور شبہ اور نفسانی جذبات کے عذاب سے نجات پا کر اور آسمانی نوروں سے منوّر ہو کر

صفحہ ۲۹۸

اور جبکہ انسان کی ایجاد ہوئی تو پھر بلاغت اور فصاحت اور دوسرے کمالات

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور رہنمائی کا کام دے رہا ہے رہزن اور مزاحم تصوّر کیا جاتا ہے اور جو گڑھے سے باہر نکالتا ہے اس کو گڑھے کے اندر دھکیلنے والا سمجھ رہے ہیں سارا جہان جانتا ہے اور تمام آنکھوں والے دیکھ رہے ہیں اور غور کرنیوالی طبیعتیں مشاہدہ کر رہی ہیں کہ دنیا میں عقل کی خوبی اور عظمت کو ماننے والے لاکھوں ایسے ہو گذرے ہیں اور اب بھی ہیں کہ جو باوجود اس کے کہ عقل کے پیغمبر پر ایمان لائے اور عاقل کہلائے اور عقل کو عمدہ چیز اور اپنا رہبر سمجھتے تھے مگر باایں ہمہ خدا کے وجود سے منکر ہی رہے اور منکر ہی مرے لیکن ایسا آدمی کوئی ایک تو دکھلاؤ کہ جو الہام پر ایمان لا کر پھر بھی خدا کے وجود سے انکاری رہا پس جس حالت میں خدا پر محکم ایمان لانے کے لئے الہام ہی شرط ہے تو ظاہر ہے کہ جس جگہ شرط مفقود ہوگی اس جگہ مشروط بھی ساتھ ہی مفقود ہوگا سو اب بدیہی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ الہام سے منکر ہو بیٹھے ہیں انہوں نے دیدہ و دانستہ بے ایمانی کی راہوں سے پیار کیا ہے اور دہریہ مذہب کے پھیلنے اور شائع ہو جانے کو روا رکھا ہے یہ نادان نہیں سوچتے کہ جو وجود غیب الغیب نہ دیکھنے میں آسکتا ہے نہ سونگھنے میں نہ ٹٹولنے میں اگر قوتِ سامعہ بھی اس ذاتِ کامل کے کلام سے محروم اور بے خبر ہو تو پھر اس ناپیدا وجود پر کیونکر یقین آوے اور اگر مصنوعات کے ملاحظہ سے صانع کا کچھ خیال بھی دل میں آیا لیکن جب طالبِ حق نے مدّت العمر کوشش کر کے نہ کبھی اس صانع کو اپنی آنکھوں سے دیکھا نہ کبھی اس کے کلام پر مطلع ہوا نہ کبھی اس کی نسبت کوئی ایسا نشان پایا کہ جو جیتے جاگتے میں ہونا چاہیئے تو کیا آخر اس کو یہ وسوسہ نہیں گذرے گا کہ شاید میری فکر نے ایسے صانع

صفحہ ۲۹۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

صفحہ ۲۹۷

اسی عالم میں حقیقتِ نجات کو پا لیتا ہے اب جبکہ سچے نجات دہندہ کی یہی علامت ٹھہری اور یہی طالبِ حق کا مقصودِ اعظم ہے کہ جو اس کی زندگی کا اصل مقصد اور اس کے مذہب پکڑنے کی علتِ غائی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ علامت صرف حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے اور انہیں کے اتباع سے کہ جو قرآن شریف کے اتباع پر منحصر ہے باطنی نور اور محبتِ الٰہیہ حاصل ہوتی ہے قرآن شریف جو آنحضرت کے اتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثار نجات کے

صفحہ ۲۹۸

۲۹۹

منحلقہ کلام میں جیسا کہ چاہیئے انسان مراتب اقصٰے تک پہونچ سکتا ہے کیونکہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کے قرار دینے میں غلطی کی ہو اور شاید دہریہ اور طبعیہ ہی سچے ہوں کہ جو عالم کی بعض اجزا کو بعض کا صانع قرار دیتے ہیں اور کسی دوسرے صانع کی ضرورت نہیں سمجھتے میں جانتا ہوں کہ جب نرا عقل پرست اس باب میں اپنے خیال کو آگے سے آگے دوڑائیگا تو وسوسہ مذکورہ ضرور اس کے دل کو پکڑ لیگا کیونکہ ممکن نہیں کہ وہ خدا کے ذاتی نشان سے باوجود سخت جستجو اور تکاپو کے ناکام رہ کر پھر ایسے وساوس سے بچ جائے وجہ یہ کہ انسان میں یہ فطرتی اور طبعی عادت ہے کہ جس چیز کے وجود کو قیاسی قرائن سے واجب اور ضروری سمجھے اور پھر باوجود نہایت تلاش اور پرلے درجہ کی جستجو کے خارج میں اس چیز کا کچھ پتہ نہ لگے تو اپنے قیاس کی صحت میں اس کو شک بلکہ انکار پیدا ہوجاتا ہے اور اس قیاس کے مخالف اور منافی سینکڑوں احتمال دل میں نمودار ہوجاتے ہیں بارہا ہم تم ایک مخفی امر کی نسبت قیاس دوڑایا کرتے ہیں کہ یوں ہوگا یا دوں ہوگا اور جب بات کھلتی ہے تو وہ اور ہی ہوتی ہے انہیں روزمرہ کے تجارب نے انسان کو یہ سبق دیا ہے کہ مجرد قیاسوں پر طمانیت کرکے بیٹھنا کمال نادانی ہے غرض جب تک قیاسی اٹکلوں کے ساتھ خبر واقعہ نہ ملے تب تک ساری نمائش عقل کی ایک سراب ہے اس سے زیادہ نہیں جس کا آخری نتیجہ دہریہ پن ہے سو اگر دہریہ بننے کا ارادہ ہے تو تمہاری خوشی ورنہ وساوس کے تند سیلاب سے کہ جو تم سے بہتر ہزارہا عقلمندوں کو اپنی ایک ہی موج سے تحت الثریٰ کی طرف لے گیا ہے صرف اسی حالت میں تم بچ سکتے ہو کہ جب عروہ وثقیٰ الہام حقیقی کو مضبوطی سے پکڑ لو ورنہ یہ تو ہرگز نہیں ہوگا کہ تم مجرد خیالات عقلیہ میں ترقی کرتے کرتے آخر خدا کو کسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھ لوگے بلکہ تمہارے خیالات کی ترقی کا اگر کچھ انجام ہوگا تو بالآخر یہی انجام ہوگا کہ تم خدا کو بے نشان پاکر اور زندوں کی علامات سے خالی دیکھ کر اور اسکے سراغ لگانے سے عاجز اور درماندہ رہ کر اپنے دہریہ بھائیوں سے ہاتھ جا ملاؤگے اور اس

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

ظاہر ہوجاتے ہیں کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوس ناقصہ کو بمرتبہ تکمیل پہونچاتی ہے اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔ ظاہری طریق سے اس طرح پر کہ بیان اس کا ایسا جامع دقائق و حقائق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں جن میں مبتلا ہو کر صدہا چھوٹے فرقے پھیل رہے ہیں اور صدہا طرح کے

ص۳۰۰ یہ بات بالکل غیر معقول اور خلافِ قیاس ہے کہ انسان اپنی ایجادیں ترقیات

ص۲۹۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دھوکا مت کھانا کہ اگر نری عقل کا انجام دہریہ پن ہے تو ابتک برہمو سماج والے کیوں کسی قدر خدا کے وجود کے اقراری ہیں اور کیوں یک لخت انکاری نہیں ہوجاتے اس کے دو باعث ہیں ایک تو یہ کہ ہنوز ان کو اپنے خیالات میں پوری پوری ترقی حاصل نہیں ہوئی اور جس وجود کو فرضی طور پر انہوں نے قرار دے لیا ہے ابھی تک اسی فرضی خیال پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور تا حال آگے قدم بڑھا کر اس جستجو میں نہیں پڑے کہ اس فرضی وجود کا خارج میں کہیں پتہ لگا دیں مگر یہ بات یاد رکھو کہ جب ہی کہ وہ اپنے خیالات میں ترقی کر کے کچھ آگے قدم بڑھاوینگے تو پہلا اثر اس پیش قدمی کا یہی ہوگا کہ ان کے دلوں میں یہ کھٹکا پیدا ہوجائے گا کہ جس ذات کو ہم حیّ قیوّم اور ہر جگہ موجود تسلیم کر رہے ہیں وہ کہاں اور کدھر اور کس طرف ہے۔ اگر وہ واقعی طور پر بوجود خارجی موجود ہے تو پھر اس کا کیوں پتہ نہیں ملتا اور کیوں وہ تلاش کرنے والوں پر اپنی ہستی کو ظاہر نہیں کرتا اس کھٹکے کے پیدا ہونے سے یا تو وہ بالآخر الہامِ حقیقی پر ایمان لائیں گے اور اپنے نفس کو ورطۂ شبہات سے چھوڑا لیں گے اور اگر یہ نہیں تو پھر ذرا خیالات کی ترقی ہونے دیجئے پھر دیکھنا کہ پکّے دہریہ ہیں یا نہیں۔ انہیں کے لاکھوں بھائی گو جو مجرّد عقل کے پابند تھے جب ان کے خیالات نے ترقی کی تو آخر طبیعیہ اور دہریہ ہو کر مرے یہ کچھ انو کھے عقل پرست نہیں ہیں کہ جو خیالات میں ترقی کر کے دہریہ نہیں بنیں گے بلکہ خدا کی رہائش کے ستیش محل انہیں نظر آجائینگے بلاشبہ جو کچھ اثر خیالات کی ترقی سے پہلے عقلمندوں

ص۲۹۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

خیالاتِ باطلہ گمراہ لوگوں کے دلوں میں جم رہے ہیں سب کا ردّ معقولی طور پر اس میں موجود ہے اور جو جو تعلیم حقّہ اور کاملہ کی روشنی ظلمتِ موجودہ زمانہ کے لئے درکار ہے وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے اور تمام امراضِ نفسانی کا علاج اس میں مندرج ہے اور تمام معارفِ حقّہ کا بیان اس میں بھرا ہوا ہے اور کوئی دقیقہ علمِ الٰہی نہیں جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہوسکتا ہے اور اس سے باہر رہ گیا ہو۔ اور باطنی طریق سے اس طور پر کہ اس کی کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان اندرونی آلودگیوں

کرنے سے قاصر اور عاجز رہے اور جب کلام کی بلاغت اور فصاحت میں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کی ذات پر آیا وہی اثر کسی دن ان کے لئے بھی درپیش ہے تو توقف صرف اتنا ہی ہے کہ ابھی ان کو خدا کی پوری جستجو اور تلاش میں بہت سی کسر باقی ہے اور ہنوز دنیا ہی پیاری اور میٹھی معلوم ہوتی ہے اور دن رات اسی کا سودا ہے اور اسی کے لئے سمندر چیرتے ہوئے دور دراز ملکوں میں چلے جاتے ہیں اور ابھی تک آخرت کے ملک کا ان کو دھیان ہی نہیں اور نہ اس مالک الملک کا کچھ خیال ہے مگر ماشاء اللہ جب وہ دن آئینگے کہ وہ مجرّد عقل کے ذریعہ سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہینگے کہ اگر خدا موجود ہے تو کہاں ہے اور کیوں اس کا وجود تمام موجود چیزوں کی طرح محسوس نہیں تو پھر ایسا فیصلہ ہوگا کہ یا تو اس ذاتِ لطیف کے کلام پر ایمان لانا پڑے گا اور یا یہ فرضی قول بھی ہاتھ سے چھوڑنا پڑے گا کہ مصنوعات کے لئے ایک صانع ہونا چاہئے دوسرا باعث جس کی تقویت سے مجرّد عقل پرست جلد تر دہریہ بننے سے رُک جاتے ہیں الہامِ الٰہی کی برکتیں اور وحی اللہ کے آفتاب کی شعاعیں ہیں جنھوں نے خدا کی ہستی کو شہرہ آفاق کر دیا ہے اور جن کی متواتر بارشوں نے اقرارِ ہستی الٰہی کو لاکھو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

سے بالکل پاک ہو کر حضرتِ اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے اور انوارِ قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عنایاتِ الٰہیہ اس قدر اس پر احاطہ کر لیتی ہیں کہ جب وہ مشکلات کے وقت دعا کرتا ہے تو کمالِ رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اس کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اگر وہ ہزار مرتبہ بھی اپنی مشکلات اور ہجوم غموں کے وقت میں سوال کرے تو ہزار مرتبہ ہی اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے نہایت فصیح اور لذیذ اور متبرک کلام میں محبت آمیز جواب پاتا ہے اور الہامِ الٰہی بارش کی طرح اس پر برستا ہے اور وہ اپنے دل میں محبتِ الٰہیہ کو ایسا بھرا ہوا پاتا ہے جیسا ایک نہایت صاف شیشہ ایک لطیف عطر سے بھرا ہوتا ہے اور انس اور شوق کی ایک ایسی پاک لذّت اس کو عطا کی جاتی ہے کہ جو اس کے سخت نفسانی زنجیروں کو توڑ کر اور اس دخانستان سے باہر نکال کر محبوبِ حقیقی کی

ہر قسم کی ترقی کرنا اور مرتبۂ کمال تک پہونچ جانا عند العقل ممنوع نہیں ہے

ص۳۰۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خدا ترس روحوں میں مضبوطی سے جما دیا ہے اور کروڑ ہا دلوں پر ایک بزرگ اثر
ڈال رکھا ہے پس چونکہ اسی کی مستحکم اور قدیمی شہادتوں کی بلند آوازوں سے ہریک
انسان کی قوتِ سامعہ بھر گئی ہے اور ہریک عصبہ سماعت کی تمام تار و پود میں وہ دلربا
آوازیں ایسی سرایت کر گئی ہیں کہ ایک نادان اور اُمّی آدمی کہ جو عقل کے نام سے
بھی واقف نہیں اور نہ یہ جانتا ہے کہ دلائل کیا چیز ہیں اگر خدا کی ہستی کے بارہ میں
سوال کیا جائے کہ آیا وہ موجود ہے یا نہیں تو ایسے سائل کو وہ نہایت درجہ کا احمق
جانتا ہے اور خدا کی ہستی پر ایسا پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر تمام مجرّد عقل پرست
ایک طرف رکھے جائیں اور دوسری طرف اس کو رکھا جائے تو اس کے یقین کا پلّہ
بھاری ہو اور لطف یہ کہ معقولیوں اور فلسفیوں کی طرح ایک دلیل بھی اسے یاد نہیں
ہوتی بلکہ اس کی بلا کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ بُرہان اور دلیل اور حجت اور قیاس کسے
کہتے ہیں غرض انہیں برکتوں کے سہارے سے برہمو سماج والے بھی باوجود سخت بیراہی
اختیار کرنے کے ابتک کسیقدر خدا کی ہستی کے قائل ہیں اور خدا کے موجود ہونے کی
بزرگ شہرت نے ان کے خیالات کو بھی آوارہ گردی سے تھام رکھا ہے پس

ص۳۰۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

ٹھنڈی اور دلآرام ہوا سے اس کو ہر دم اور ہر لحظہ تازہ زندگی بخشتی رہتی ہے پس
وہ اپنی وفات سے پہلے ہی ان عنایاتِ الٰہیہ کو بچشمِ خود دیکھ لیتا ہے جن کے دیکھنے
کے لئے دوسرے لوگ مرنے کی امیدیں باندھتے ہیں اور یہ سب نعمتیں کسی راہبانہ محنت
اور ریاضت پر موقوف نہیں بلکہ صرف قرآن شریف کے کامل اتباع سے دی جاتی
ہیں اور ہریک طالبِ صادق ان کو پا سکتا ہے ہاں ان کے حصول میں خاتم الرسل
اور فخر الرسل کی بدرجۂ کامل محبت بھی شرط ہے تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان
ان نوروں میں سے بقدر استعدادِ خود حصّہ پا لیتا ہے کہ جو کامل طور پر نبی اللہ کو دی
گئی ہیں۔ پس طالبِ حق کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں کہ وہ کسی صاحبِ
بصیرت اور معرفت کے ذریعہ سے خود اس دینِ متین میں داخل ہو کر اور اتباعِ کلام الٰہی
اور محبتِ رسول مقبول اختیار کر کے ہمارے ان بیانات کی حقیقت کو بچشمِ خود دیکھ لے

ص۳۰۱

تو اس صورت میں قرآنی بلاغت کی نظیر بنانا بھی ممنوع نہ ہوگا سو واضح

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اگرچہ کوئی اپنے خبثِ باطن سے الہامِ الٰہی کا شکر گذار نہ ہو مگر درحقیقت اُسی کے قوی ہاتھ اور پُر زور بازو سے یقین اور صدق کی کشتی چل رہی ہے اور وہی خدادانی کے دریا کا ناخدا ہے اور اگر دہریہ اس کے آثارِ فیض سے بے بہرہ رہے ہیں تو یہ اِس کا قصور نہیں بلکہ خود دہریہ اس شخص کی طرح ہیں کہ جو اپنی فطرت سے اندھا اور بہرہ ہو یا اس عضو کی طرح ہیں جو فاسد اور جذام خوردہ ہوگیا ہو۔
اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدقِ قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑ ہا مقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں ایسی دنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ اور نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیر صحبت سے صدہا لوگ پاک روش اور باخدا ہو کر ایسے اپنے مولٰے کی طرف جھک گئے کہ دُنیا و مافیہا کی کچھ پرواہ نہ رکھکر اور اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل قطع نظر کر کے اس سچائی کے راستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں سے کئی کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اور اگر وہ اس غرض کے حصول کے لئے ہماری طرف بصدقِ دل رجوع کرے تو ہم خدا کے فضل اور کرم پر بھروسہ کر کے اس کو طریق اتباع بتلانے کو طیار ہیں پر خدا کا فضل اور استعداد ذاتی درکار رہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سچی نجات سچی تندرستی کی مانند ہے پس جیسی سچی تندرستی وہ ہے کہ جس میں تمام آثار تندرستی کے ظاہر ہوں اور کوئی عارضہ منافی اور مغائر تندرستی کا لاحق نہ ہو اسی طرح سچی نجات بھی وہی ہے کہ جس میں حصولِ نجات کے آثار بھی پائے جائیں کیونکہ جس چیز کا واقعی طور پر وجود متحقق ہو اس وجود متحقق کے لئے آثار و علامات کا پائے جانا لازم پڑا ہوا ہے اور بغیر تحقق وجود ان آثار و علامات کے وجود اس چیز کا متحقق نہیں ہوسکتا اور جیسا کہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں تحقق نجات کے لئے یہ علامات خاصہ ہیں کہ انقطاع

ہو کہ یہ وسوسۂ اوّل تو ہماری اس تقریر متذکرۂ بالا سے دُور ہوتا ہے جسمیں ہم نے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جائیں تلف ہوئیں ہزارہا سر کاٹے گئے لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہوگئی پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشق دلدادہ کی طرح پا بزنجیر ہو کر ہنستے رہے اور دُکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے اور اسی ایک کی محبت میں وطنوں سے بے وطن ہوگئے اور عزت سے ذلت اختیار کی اور آرام سے مصیبت کو سر پر لے لیا اور تونگری سے مفلسی قبول کر لی اور ہریک پیوند و رابطہ اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بیکسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خدا کی ہستی پر مُہریں لگا دیں اور کلام الٰہی کی سچی متابعت کی برکت سے وہ انوارِ خاصہ ان میں پیدا ہوگئے کہ جو ان کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے اور ایسے لوگ نہ صرف پہلے زمانوں میں موجود تھے بلکہ یہ برگزیدہ جماعت ہمیشہ اہلِ اسلام میں پیدا ہوتی رہتی ہے اور ہمیشہ اپنے نورانی وجود سے اپنے مخالفین کو ملزم و لاجواب کرتی آئی ہے لہذا منکرین پر ہماری یہ حجت بھی تمام ہے کہ قرآن شریف جیسے مراتبِ علمیّہ میں اعلیٰ درجہ کمال تک پہونچاتا ہے ویسا ہی مراتب عملیّہ کے کمالات بھی اُسی کے ذریعہ سے ملتے ہیں اور آثار و انوار قبولیّت حضرت احدیّت انہیں لوگوں میں ظاہر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

الی اللہ اور غلبۂ حبِّ الٰہی اس قدر کمال کے درجہ تک پہونچ جائے کہ اس شخص کی صحبت اور توجہ اور دُعا سے بھی یہ امور دوسرے ذی استعداد لوگوں میں پیدا ہوسکیں اور خود وہ اپنی ذاتی حالت میں ایسا منوّر الباطن ہو کہ اس کی برکات طالبِ حق کی نظر میں بدیہی الظہور ہوں اور اس میں وُہ تمام خصوصیات اور مخاطبات حضرتِ احدیّت پائی جائیں کہ جو مقربین میں پائی جاتی ہیں۔ اس جگہ کوئی شخص نجومیوں اور جوتشیوں وغیرہ غیب گویوں کی پیشگوئیوں پر دھوکا نہ کھاوے اور بخوبی یاد رکھے کہ ان لوگوں کو اہل اللہ کے انوار اور برکات سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہم پہلے بھی لکھ چکے کہ قادرانہ پیشگوئیاں اور کریمانہ مواعید کہ جو حق محض ہیں اور جن میں سراسر

۳۰۳

ﷺ۳۰۲

توضیح تمام لکھدیا ہے کہ انسان کی علمی طاقتیں خدا تعالےٰ کی علمی طاقتوں

ﷺ۳۰۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ظاہر ہوتے ہیں جنہوں نے اس پاک کلام کی متابعت اختیار کی ہے دوسروں میں ہرگز ظاہر نہیں ہوتے پس طالب حق کے لئے یہی دلیل جس کو وہ بچشم خود معائنہ کرسکتا ہے کافی ہے یعنی یہ کہ آسمانی برکتیں اور ربّانی نشان صرف قرآنِ شریف کے کامل تابعین میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے تمام فرقے کہ جو حقیقی اور پاک الہام سے روگردان ہیں کیا برہمو اور کیا آریا اور کیا عیسائی وہ اس نورِ صداقت سے بے نصیب اور بے بہرہ ہیں چنانچہ ہریک منکر کی تسلّی کرنے کے لئے ہم ہی ذمّہ اٹھاتے ہیں بشرطیکہ وہ سچے دل سے اسلام قبول کرنے پر مستعد ہو کر پوری پوری ارادت اور استقامت اور صبر اور صداقت سے طلبِ حق کے لئے اس طرف تکلیف کش ہو اگر اب بھی کوئی انکار سے باز نہ آوے تو یہ انکار اس کا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ وہ دُنیا کی محبّت سے سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتا اور تمام گفتگو اس کی عناد اور بغض کی راہ سے ہے نہ حق جوئی کی راہ سے۔

اب اے حضراتِ برہمو!! ذرا آنکھ کھولکر دیکھ لو کہ ہماری اس تحقیق سے بانکشافِ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

فتح اور نصرت کی بشارتیں اور اقبال اور عزّت کی خبریں بھری ہوئی ہیں ان سے انسانی آلات کو کچھ بھی نسبت نہیں خداوند تعالےٰ نے اہل اللہ کو ایسی فطرت بخشی ہے کہ ان کی نظر اور صحبت اور توجّہ اور دُعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے بشرطیکہ شخص مستفیض میں قابلیت موجود ہو اور ایسے لوگ صرف پیش گویوں سے نہیں بلکہ اپنے خزائنِ معرفت سے اپنے توکل خارق عادت سے اپنی کامل محبت سے اپنے انقطاعِ تام سے اپنے صدق اور ثبات سے اپنے اُنس باللہ اور شوق اور ذوق سے اور اپنے غلبۂ خشوع اور خضوع سے اور اپنے تزکیہ نفس سے اور اپنی ترک محبت دُنیا سے اور اپنی کثیر الوجود برکتوں سے کہ جو بارش کی طرح برستی ہیں اور اپنے مؤید من اللہ ہونے سے اور اپنے بے مثل استقامت اور اعلیٰ درجہ کی وفاداری اور لاثانی تقویٰ اور طہارت اور عظیم الشان ہمّت اور انشراحِ صدر سے شناخت کئے جاتے ہیں اور پیشگوئیاں ان کا اصل منصب

سے ہرگز برابر نہیں ہوسکتیں اور جو علمی طاقتوں میں ادنےٰ اور اعلےٰ اور قوی اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تمام ثابت ہوگیا کہ الہام نہ غیر ممکن ہے اور نہ غیر موجود بلکہ ایک بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو عند العقل واجب اور ضروری اور عند التفتیش متحقق الوجود ہے جس کا موجود ہونا ہم نے ثابت کر دکھایا ہے پس اے حضرات اب آپ لوگوں پر لازم ہے کہ اس حاشیہ کو اور نیز حاشیہ در حاشیہ نمبر ایک اور نمبر ۲ اور نمبر ۳ کو بغور تمام پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پھر بمقتضائے خدا ترسی راستے کے روشن چراغ کو پاکر ناراستی کے تاریک خیالات کو چھوڑ دیں اور اس متعصبانہ شرم کو دل میں جگہ نہ دیں کہ اپنی ہی سیاہی ہوئی کیونکر ادھیڑیں بلکہ لازم ہے کہ جو شخص اپنے تئیں منصف سمجھتا ہے اب وہ اپنا انصاف دکھاوے اور جو اپنے تئیں حق کا طالب جانتا ہے اب وہ حق کے قبول کرنے میں توقّف نہ کرے ہاں نفسانی آدمی کو ایسی صداقت کا قبول کرنا جس کے ماننے سے اس کی شیخی میں فرق آتا ہے ایک مشکل امر ہوگا مگر اے ایسی طبیعت کے آدمی!! تو بھی اس قادرِ مطلق سے خوف کر جس سے آخر کار تیرا معاملہ ہے اور دل میں خوب سوچ لے کہ جو شخص حق کو پاکر پھر بھی طریقِ ناحق کو نہیں چھوڑتا اور مخالفت پر ضد کرتا ہے اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

نہیں ہے بلکہ وہ اس غرض سے ہے کہ تا وہ ان برکتوں کو جو ان پر اور ان کے متعلقین پر وارد ہونے کو ہیں قبل از وقوع بیان کرکے توجّہ خاص حضرتِ احدیت پر یقین دلائیں اور نیز وہ مخاطبات اور مکالمات جو حضرتِ احدیّت کی طرف سے ان کو ہوتے ہیں ان کی صحت اور منجانب اللہ ہونے پر ایک قطعی اور یقینی حجّت پیش کریں۔ اور ایسے انسان جن کو یہ سب برکاتِ قدسیہ بکثرت عطا ہوتی ہیں ان کی نسبت خدا کی قدرت اور حکمتِ قدیمہ کے قانون میں یہی قرار پایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے سچّے اور پاک عقائد ہوں اور جو سچّے مذہب پر ثابت اور مستقیم ہوں اور حضرت احدیّت سے غایت درجہ کا اتصال اور دُنیا و مافیہا سے غایت درجہ کا انقطاع رکھتے ہوں ایسے لوگ کبریتِ احمر کا حکم رکھتے ہیں اور ان کی فطرت کو ربانی انوار اور حقّانی مذہب لازم ہے اور ان کی ذاتِ ستودۂ صفات کو کہ جو جامع البرکات ہے بدبخت نجومیوں اور جوتشیوں

ضعیف کا فرق ہوتا ہے وہ ضرور ہے کہ کلام میں ظاہر ہو یعنے جو کلام اعلیٰ طاقت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خدا کے پاک نبیوں کے نفوسِ قدسیہ کو اپنے نفسِ امارہ پر قیاس کرکے دُنیا کے لالچوں سے آلودہ سمجھتا ہے حالانکہ کلامِ الٰہی کے مقابلہ پر آپ ہی جھوٹا اور ذلیل اور رسوا ہو رہا ہے ایسے شخص کی شقاوت اور بدبختی پر خود اس کی رُوح گواہ ہو جاتی ہے کہ جو اس کو ہر وقت ملزم کرتی رہتی ہے اور بلاشبہ وہ خدا کے حضور میں اپنی بے ایمانی کا پاداشں پائیگا کیونکہ جو شخص نہایت سخت اور جلانے والی دھوپ میں کھڑا ہے وہ ظلِ ظلیل کا آرام نہیں پا سکتا۔ سو اگرچہ نصیحت ایسا تیر نہیں ہے کہ چھوٹتے ہی پار ہو جائے لیکن جس کام کے اختیار کرنے میں صریح دنیا کی رسوائی نظر آتی ہے اور آخر کی بدبختی بھی ٹلنے والی چیز نہیں اس کام کو کیوں ایسے لوگ اختیار کریں جن کا یہ دعویٰ ہے جو ہم عقل کی راہوں پر چلنا چاہتے ہیں بالخصوص برہمو سماج کے بعض متین اور شائستہ لوگ جو ذی علم اور لائق آدمی ہیں ان کی حکیمانہ طبیعت پر ہمیں قوی امید ہے کہ وہ بصدق دلی ان تمام صداقتوں کو جن کی سچائی اس حاشیہ میں ثابت ہو چکی ہے قبول کر لیں گے بلکہ مَیں یہ امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو ایسے لوگ بہ تمام وکمال

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

بے نسبت دنیا کمال درجہ کی کج فہمی اور غایت درجہ کی بدنصیبی ہے کیونکہ وہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ وہ آفتاب اور چاند کی طرح آسمانی نور ہیں اور حکمتِ الٰہیہ کے قانونِ قدیم نے اسی غرض سے ان کو پیدا کیا ہے کہ تا دُنیا میں آکر دنیا کو منوّر کریں۔ یہ بات بتوجہ تمام یاد رکھنی چاہیئے کہ جیسے خدا نے امراضِ بدنی کے لئے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے آلامِ اسقام کے لئے دنیا میں موجود کی ہیں اور ان ادویہ میں ابتدا سے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب کوئی بیمار بشرطیکہ اس کی بیماری درجۂ شفا یابی سے تجاوز نہ کر گئی ہو اُن دواؤں کو برعایت پرہیز وغیرہ شرائط استعمال کرتا ہے تو اس حکیم مطلق کی اسی پرعادت جاری ہے کہ اس بیمار کو حسبِ استعداد اور قابلیت کسیقدر صحت اور تندرستی سے حصہ بخشتا ہے یا بکلّی شفا عنایت کرتا ہے اسی طرح خداوند کریم نے نفوسِ طیبہ ان مقربین

سے صادر ہوئی ہے وہ اعلیٰ اور جو ادنیٰ طاقت سے صادر ہوتی ہے وہ ادنیٰ ہو ح ۳۰۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

یہ حاشیہ پڑھیں متاثر اور ہدایت پذیر ہو جائیں گے کیونکہ دانا اور شریف آدمی کسی بحث
میں اپنے تئیں ملزم ہوتے دیکھ کر اپنی حالت کو رسوائی کی نوبت تک پہنچاتا اور اس
وقت سے پہلے جو ذلت ظاہر ہو عزت کے ساتھ حق کو قبول کر کے اربابِ حق کی نظر
میں قابلِ تعظیم ٹھہر جاتا ہے لیکن جو شخص اپنی فطرت سے بے حیا اور بے شرم ہے
اس کو رسوائی اور ذلت کا ذرہ خیال نہیں اور رسوا ہونے سے وہ کچھ بھی اندیشہ نہیں رکھتا۔
اور حقیقت میں اکثر ایسی جنس کے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں کہ جو صفتِ حیا سے بکلی
الگ ہو کر بکمال بے حیائی ایک امر بدیہی البطلان پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور ہزار سمجھاؤ
اپنی ضد کو نہیں چھوڑتے اور اپنی راہ کج سے باز نہیں آتے اور دن کو دیکھ کر پھر اسے رات
کہے جاتے ہیں اور اس بات سے کچھ خوف نہیں رکھتے کہ لوگ انہیں اندھا اور نابینا
کہیں گے یہی لوگ ہیں جو بباعث شدتِ تعصب وقلتِ علم ولیاقت مُردہ کی طرح
پڑے ہیں اور صداقت کی طرف ایک ذرہ حرکت نہیں کرتے اور راستی اور استقامت
کا راستہ نہیں پکڑتے جو ادا دیکھو نرالی جو بات دیکھو ٹیڑھی انہیں کی نسبت ہم بار بار

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

ح ۳۰۶ میں بھی روزِ ازل سے یہ خاصیت ڈال رکھی ہے کہ ان کی توجہ اور دعا اور صحبت اور عقدِ
ہمت بشرط قابلیت امراضِ روحانی کی دوا ہے اور انکے نفوس حضرتِ احدیت سے بذریعہ
مکالمات ومخاطبات ومکاشفات انواع اقسام کے فیض پاتے رہتے ہیں اور پھر وہ تمام فیوض
خلق اللہ کی ہدایت کے لئے ایک عظیم الشان اثر دکھلاتے ہیں۔ غرض اہل اللہ کا وجود خلق اللہ
کے لئے ایک رحمت ہوتا ہے اور جس طرح اس جائے اسباب میں قانونِ قدرت حضرتِ احدیت
کا یہی ہے کہ جو شخص پانی پیتا ہے وہی پیاس کی درد سے نجات پاتا ہے اور جو شخص روٹی
کھاتا ہے وہی بھوک کے دکھ سے خلاصی حاصل کرتا ہے اسی طرح عادتِ الٰہیہ جاری ہے
کہ امراضِ روحانی دور کرنیکے لئے انبیاء اور ان کے کامل تابعین کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا رکھا
ہے انہیں کی صحبت میں دل تسلّی پکڑتے ہیں اور بشریت کی آلائشیں رو بکمی ہوتی ہیں اور
نفسانی ظلمتیں اٹھتی ہیں اور محبتِ الٰہی کا شوق جوش مارتا ہے اور آسمانی برکات

جیساکہ خود انسان کے افراد متفاوت الاستعداد پر نظر کرنے سے یہ فرق ظاہر اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

سکتے ہیں کہ ہوش سنبھالیں اور عقل کا دعویٰ کرتے کرتے بے عقل نہ بن جائیں وہ انسان بڑا نالائق اور دُون ہمت کہلاتا ہے جس کی زبان پاکوں اور مقدسوں کی تحقیر میں تو بڑی لمبی ہو لیکن کلمۂ حق بولنے کے وقت میں گونگی ہو جائے اگر یہ لوگ کسی ایسی بات کے سمجھنے سے رُک جاتے کہ جو حقیقت میں ایک باریک دقیقہ ہوتا تو میں سمجھتا کہ ان کا کچھ قصور نہیں بات باریک تھی اس لئے سمجھ آنے سے رہ گئی مگر اس تعصب کو دیکھو کہ وہ باتیں جو ادنےٰ استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے انہیں کے قبول کرنے سے ان کو انکار ہے۔ بھلا الہام ہی کے بحث میں کوئی منصف آدمی خیال کرے کہ کیا اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل ہے کہ خدا جو تمام صفاتِ کاملہ سے متصف ہے گونگا نہیں ہو سکتا بلکہ ضرور لازم ہے کہ جیسے دیکھتا ہے سُنتا ہے جانتا ہے ایسا ہی بولتا بھی ہو اور جب بولنے کی صفت پائی گئی تو اس صفت کا فیض بھی افراد لائقہ نوع انسان پر ہونا چاہئے کیونکہ خدا کی کوئی صفت فیض رسانی سے خالی نہیں اور وہ بجمیع صفاتہٖ مبدء فیوض ہے نہ ببعض صفاتہٖ اور تمام صفتوں کے رو سے انسان کے لئے رحمت ہے نہ بعض صفتوں کے رو سے کیا اس بات کا سمجھنا کچھ پیچدار ہے کہ انسان جو انواع اقسام کے جذباتِ نفسانی میں گرفتار ہے اور ہر یک لحظہ حرص اور ہوا کی طرف جھکا جاتا ہے وہ آپ ہی قانونِ شریعت کا واضع اور بنانے والا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ پاک قانون اسی کی طرف سے صادر ہو سکتا ہے کہ جو اپنی ذات میں ہر یک جذبۂ نفسانی اور سہو و خطا سے پاک ہے کیا اس امر میں کچھ شک بھی ہے کہ مجرّد عقل خدا شناسی کے بارہ میں مرتبۂ ہے تک ہرگز نہیں پہونچا سکتی کیا انسانوں کے دلوں میں طبعی طور پر اس خواہش کا احساس پایا نہیں جاتا کہ وہ خدا کے دریافت کے بارے میں ظنونِ عقلیہ سے آگے قدم بڑھاویں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اپنا جلوہ دکھاتی ہیں اور بجز ان کے ہرگز یہ باتیں حاصل نہیں ہوتیں پس یہی باتیں ان کی شناخت کی علاماتِ خاصّہ ہیں۔ فتدبر ولا تغفل۔

۳۰۶

ہو پیدا ہے۔ اور ضعیف الاستعداد قوی الاستعداد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ

ص۳۰۷

کیا سچے طالبوں کی روح ایسے انکشاف کے لئے نہیں تڑپتی جس سے اُن کو اُس زندہ خدا کے وجود اور عالم مجازات پر کامل تسلّی اور تشفّی ملے اور اُس کی ہستی اور اُس کے وعدوں کا تحقیقی طور پر پتہ لگ جاوے۔ کیا یہ امر منصف پر پوشیدہ رہ سکتا ہے کہ جو صدہا مذہبی جھگڑے طول طویل تقریروں سے پیدا ہوئے ہیں جن کا **اصل موجب غلط تقریروں** کا اثر ہے۔ وہ صرف قانونِ قدرت کے اشارات سے اور اُسی مبہم صحیفہ کے ایمایات سے طے نہیں ہو سکتے بلکہ جو بات تقریروں نے بگاڑی ہے۔ اس کی اصلاح بھی تقریروں ہی سے ہو سکتی ہے اور جو کلام کا مارا ہوا ہے وہ کلام ہی سے زندہ ہو سکتا ہے۔ مگر بمقابلہ ناپاک کلام کے کلام ایسا پاک چاہیئے جو بالکل حقِ محض اور خدا کے خالص علم سے نکلا ہو۔ پھر جب کہ باوجود بدیہی الصداقت ہونے مسئلہ ضرورتِ الہام کے پھر بھی بعض لوگ الہام سے انکار کئے جاتے ہیں اور خدا کی مقدس کتاب کو انسان کا اختراع خیال کرتے ہیں تو کیونکر خیال کیا جائے کہ اُن کو کچھ خدا کا خوف بھی ہے۔ اور کیونکر اُمید رکھیں کہ اُنکے مونہہ سے بھی کوئی انصاف کا کلمہ نکلے گا۔ جو لوگ کسی حالت میں جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اُن کو ہمارا کہنا بھی عبث ہے اور اُن کا اس کتاب کو دیکھنا بھی عبث۔ افسوس کہ صدہا آدمی عاقل کہلا کر پھر جہالت میں گرفتار ہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں پر دیکھتے نہیں۔ اور کان بھی ہیں پر سُنتے نہیں۔ اور دل بھی ہے پر سمجھتے نہیں۔ ایسے لوگ برہمو سماج والوں میں کچھ کم نہیں جنہوں نے اپنی عقلمندی بھی دکھلائی تو یہ دکھلائی کہ خدا کی صفاتِ قدیمہ کو اسکی ذات میں سے اُدھیڑ کر الگ رکھ دیا اور گونگا اور ناقص الفیض اور ناقص القدرت نام رکھا۔ جب اُن کے عقلمندوں کا یہ حال ہے تو کیا وہ جسکی عقل اُن میں سے ناقص ہے اُن کو دیکھ کر بکلّی خدا کی صفات سے منکر نہیں ہو جائیگا۔ کیونکہ اگر خدا بولنے پر قادر نہیں تو پھر کیونکر کوئی سمجھے کہ دیکھنے اور سُننے اور جاننے پر قادر ہے۔ اگر اُس میں صفتِ کلام نہیں پائی جاتی تو پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ اَور صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اگر صفتِ تکلّم تو اُس کو حاصل ہے پر اس صفت سے کسی مخلوق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ تو کیا یہ

سب انسان ایک ہی نوع میں داخل ہیں ماسوا اس کے یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ

ضمیمہ ۳۰۸

خیال نہیں کیا جائیگا کہ وہ درخت رحمت اپنی تمام شاخوں کے ساتھ جو صفات کاملہ ہیں اپنی مخلوق پر سایہ افگن نہیں بلکہ بعض ٹہنیاں اُسکی خشک بھی ہیں جن سے کبھی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا۔ یہ تو برہمو سماج والوں کا خوش اعتقاد ہے پھر ایسے لوگ باوجود ان ذلیل اور باطل اعتقادوں کے قرآن شریف کو کہ جو تمام صداقتوں کا چشمہ ہے ایسا خیال کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ خدا کا کلام نہیں بلکہ خود غرضی سے لکھا گیا ہے۔ اور چونکہ بُرے خیالات اچھے خلقوں سے محروم رکھتے ہیں اسلئے یہ لوگ بھی قرآن شریف پر بدگمانی کرکے طرح طرح کے خبائث میں پڑگئے اور انواع اقسام کی اہانت روا رکھی۔ تندرست کو بیمار قرار دے دیا اور اپنے گھر کے ماتم سے بیخبر رہے۔ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ جو کتاب خود غرضی سے لکھی جاتی ہے کیا اُس کی یہی نشانیاں ہُوا کرتی ہیں کہ وہ حکمت میں معرفت میں حقائق میں دقائق میں سب کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہو۔ اور انسان اسکے مقابلہ سے عاجز ہو۔ کیا ایسی کتاب کو انسان کا افترا کہنا چاہیئے۔ جس کے مقابلہ پر اگر سارے انسان فکر کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی اُسکے سامنے کچھ بن نہیں پڑے۔ کیا ایسے مقدس اور معصوم اور پاک اور کامل انسان کو نفسانی اور اہلِ غرض کہنا چاہیئے جس نے دُنیا کی تعلیموں میں سے ایک ذرا حصّہ نہ پایا۔ اور اُمّی اور محض بے علم ہوکر حکیموں کو اپنے فضائلِ علمیہ سے شرمندہ کیا۔ تمام فلاسفروں کا گھمنڈ توڑا۔ گم گشتہ لوگوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ اگر اس کام کو کسی انسان نے کیا ہے تو گویا وہ انسان نہیں خدا ہی ہُوا جس نے ایسا کام کر دکھایا۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے انسانی قوتیں قاصر و درماندہ ہیں۔ اگر وہ پاک نبی جو قرآن شریف لایا نعوذ باللہ نفسانی آدمی ہے تو پھر اُن لوگوں کا نام کیا رکھیں جو بڑے بڑے عاقل اور حکیم و فلاسفر بلکہ خدا کہلا کر اور مخلوق پرستوں کی نظر میں ربّ العالمین بنکر پھر بھی فضائلِ علمیہ میں اس کے برابر نہ ہوسکے اور ان کی کلام نے قرآن شریف کے سامنے اتنی بھی حیثیت پیدا نہ کی جیسی سمندر کے سامنے ایک نیم قطرہ کی حیثیت ہوتی ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ہریک بولی انسان کی ہی ایجاد ہے۔ بلکہ بکمال تحقیق ثابت ہے کہ موجد اور خالق ۳۰۹

کسرِشان روا رکھکر یہ خیال نہیں کرتے کہ اس سے ایک عالم کی کسرِشان لازم آتی ہے۔
کوئی اپنی عقل پر ناز کرے یا بزعمِ خود کسی دوسرے نبی کا تابع بن بیٹھے۔ اُس کے لئے
یہی سیدھا راستہ ہے کہ اوّل انتہائی کوشش کرکے قرآنِ شریف کے حقائق و معارف
کے مقابلہ پر اپنی عقل یا اپنی الہامی کتاب میں سے ویسے ہی حقائق حکمیہ نکال کر دکھلاوے
پھر جو چاہے بکا کرے۔ مگر قبل اس کے جو اِس مہم کو انجام دے سکے جو کچھ وہ
کسرِشان قرآنِ شریف کرتا ہے یا جو الفاظِ تحقیرانہ حضرت خاتم الانبیاء کے حق
میں بولتا ہے۔ وہ حقیقت میں اُسی نادان ناقص العقل پر پڑا اُسکے کسی نبی و بزرگ پر
وارد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر آفتاب کی روشنی کو تاریکی قرار دیا جائے تو پھر بعد اس کے
اور کونسی چیز رہے گی جس کو ہم روشن کہہ سکتے ہیں۔

اے سرِ خود کشیدہ از فرقان | پا نہادہ بہ لُجّۂ طغیان
بانگ کم کُن بہ پیشِ نورِ ہُدا | توبہ کُن از فسوس و بازیہا
ایں چہ چشمے ست کور و سخت کبود | کآفتابے درو چو ذرہ نمود
تا نگیری کنارہ زیں رہ و خو | ہست دُور از کنارِ کشتیٔ تو
با خدایت عناد و کیں تاچند | خندہ و بازیت بدیں تاچند
خویشتن را مکش بہ ترکِ حیا | جائے گریہ مشو باستہزا
مہرِ تاباں چو بر فلک رخشید | چوں توانی بخاک و خس پوشید ۳۰۹
شب تواں کرد صد فریب نہاں | لیک در روزِ روشن ایں نتواں
نورِ فرقاں نہ تافت است چناں | کو بماند نہاں ز دیدہ وراں
آں چراغِ ہُدا است دُنیا را | رہبر و رہنما ست دُنیا را
رحمتے از خدا ست دُنیا را | نعمتے از سما ست دُنیا را
مخزنِ رازہائے ربّانی | از خدا آلۂ خدا دانی

ص۳۱۱

انسان کی بولیوں کا وُہی خدائے قادرِ مطلق ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

برتر از پایۂ بشر بکمال — دستگیرِ قیاس و استدلال
کارسازِ اتم بعلم و عمل — حجتش اعظم و اثر اکمل
ہر کہ بر عظمتش نظر بکشاد — بے توقف خدائیش آمد یاد
واں کہ از کبر و کیں ندید آں نور — کور ماند وز نورِ حق مہجور
وہ چہ دارد ازاں یگاں اسرار — دل و جانم فدائے آں اسرار
پُر ز نورِ جلال حضرتِ پاک — خورِ تاباں ز اوجِ حق برخاک
وہ چہ دارد خزائنِ اسرار — دل و جانم فدائے آں انوار
ہست آئینہ بہرِ رُوئے خدا — عالمے را کشید سُوئے خدا
بے زباناں ازو فصیح شدند — زشت رویاں ازو صبیح شدند
میوہ از روضۂ فنا خوردند — وازخود و آرزوئے خود مُردند
دست غیبے کشید دامنِ دل — پا برآورد جذب یار ز گِل
بُود آں جذبۂ کلامِ خدا — کہ دلِ شاں ربود از دُنیا
سینۂ شاں زغیرِ حق پرداخت — وازمۓ عشق آں یگاں پرساخت
چوں شد آں نورِ پاک شاملِ شاں — تافت از پردہ بدرِ کاملِ شاں
دُور شد ہر حجاب ظلمانی — شُد سراسر وجودِ نُورانی
خاطرِ شاں بجذبِ پنہانی — گرد مائل بعشقِ ربانی
آں چناں عشق تیز مرکب راند — کہ ازاں مُشتِ خاک ہیچ نماند
نے خودی ماند نے ہوا و ہوس — اوفتادہ بخاک و خوں سرکش
عاشقانِ جلال رُوئے خدا — طالبانِ زلال جُوئے خدا
پُر زعشق و تہی ز ہر آزے — گشت و زالیشاں نجاست آوازے
پاک گشتہ ز لوثِ ہستیٔ خویش — رُستہ از بندِ خود پرستیٔ خویش
آنچناں یار در کمند انداخت — کہ نہ دانند بادگر پرداخت

انسان کو پیدا کیا اور اُس کو اِسی غرض سے زبان عطا فرمائی کہ تا وہ کلام کرنے پر

قدمِ خود زدہ براہِ عدم ۔۔۔ گُم بیادش ز فرق تا بقدم
ذکرِ دلبر غذائے نغزِ حیات ۔۔۔ حاصلِ روزگار و مغزِ حیات
سوختہ ہر غرض بجز دلدار ۔۔۔ دوختہ چشمِ خود ز غیرِ نگار
دل و جاں بر رُخے فدا کردہ ۔۔۔ وصلِ او اصل مدّعا کردہ
مردہ و خویشتن فنا کردہ ۔۔۔ عشقِ جوشید و کارہا کردہ
از دیارِ خودی شدند جُدا ۔۔۔ سیلِ پُر زور بود برد ازجا
لاجرم یافتند نورِ خُدا ۔۔۔ چُوں خودی رفت شد ظہورِ خدا
تن چو فرسود دِلستاں آمد ۔۔۔ دل چو از دست رفتِ جاں آمد
عشقِ دلبر بروئے شاں بارید ۔۔۔ ابرِ رحمت بکوئے شاں بارید
ہست ایں قومِ پاک راجاہے ۔۔۔ کہ ندارد جہاں بدو راہے
دست بہرِ دُعا چو بردارند ۔۔۔ موردِ فیض ہائے دادارند
کشفِ رازے گر از خدا خواہند ۔۔۔ مُلہم از حضرتِ شہنشاہ اند
کس بسرِ وقتِ شاں ندارد راہ ۔۔۔ کہ نہاں اند در قباب اللہ
گر نماید خدا یکے زاناں ۔۔۔ بر کالبش دوند سُلطاناں
ایں ہمہ عاشقانِ آں یکتے ۔۔۔ نور یابند از کلامِ خدا
گرچہ ہستند از جہاں پنہاں ۔۔۔ باز گہہ گہہ ہمی شوند عیاں
ہمچو خورشید و مہ بروں آیند ۔۔۔ غیر را چہرہ نیز بنمایند
بالخصوص آں زماں کہ بادِ خزاں ۔۔۔ باغِ مہر و وفا کند ویراں
دل بہ بندد جہاں بدارِ فنا ۔۔۔ لب کشاید بمدحتِ دُنیا
جیفہ را کنند مدح و ثنا ۔۔۔ و از خداوندِ جود استغنا
عاشقِ زر شوند و دولت و جاہ ۔۔۔ سرد گردد محبّتِ آں شاہ
شوکت و شانِ ایں سرائے زوال ۔۔۔ خوش نماید بدیدۂ جہال

صہ۳۱۰

ص۳۱۱ قادر ہوسکے۔ اگر بولی انسان کی ایجاد ہوتی۔ تو اس صورت میں کسی بچّہ نوزاد کو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بر زبانہا شود مقامِ خدا | اندر دل پُر شود ز حرص و ہوا
اندریں روزہائے چُوں شبِ تار | دست گیرد عنایتِ دادار
مے فرستد بخلق صاحبِ نور | تا شود تیرگی ز نورش دُور
تا ز شور و فغانِ عاشقِ زار | خلق گردد ز خوابِ خود بیدار
تا شناسند مردماں رہِ راست | تا بدانند منکراں کہ خدا ست
ایں چنیں کس چو رُو نہد بجہاں | بر جہاں عظمتش کند عیاں
چُوں بباید بہارِ باز آید | موسمِ لالہ زار باز آید
وقتِ دیدارِ یار باز آید | بے دلاں را قرار باز آید
ماہ رُوئے نگار باز آید | خور بہ نصف النہار باز آید
باز خندد بہ ناز لالہ و گُل | باز خیزد ز بُلبُلان غُلغُل
دستِ غیبش بہ پرورد زکرم | صبحِ صدقش کند ظہورِ اتم
نُورِ الہام ہمچو بادِ صبا | زندش آرد زغیب خوشبوہا
مے شود ملہم از امورِ نہاں | زاں سرائر کہ خاصۂ یزداں
تا نماید عیاں حقیقتِ کار | تا زند سنگ برسرِ انکار
ہمچنیں آں کریم و پاک و قدیر | مے کند روشنش چو مہرِ منیر
دیدہا مے کند بدو بینا | گوشہا مے کند بدو شنوا
ہرکہ آمد بدو بصدق و صفا | یابد از وے شفا بحکم خدا
گفت پیغمبرِ ستودہ صفات | از خدائے علیمِ مخفیات
برسرِ ہر صدی بروں آید | آنکہ ایں کار را ہمی شاید
تا شود پاک ملّت از بدعات | تا بیابند خلق زو برکات
الغرض ذاتِ اولیاء کرام | ہست مخصوص ملّتِ اسلام
ایں مگو کیں گزاف و لغو و خطاست | تُو طلب کن ثبوتِ آں برماست

تعلیم کی کچھ بھی حاجت نہ ہوتی بلکہ بالغ ہوکر آپ ہی کوئی بولی ایجاد کرلیتا ص۳۱۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اے یکے ذرّۂ ذلیل و خوار ۔ چہ شود عاجز از تواں دادار
ہمہ ایں راستست لافے نیست ۔ امتحاں کُن گر اعترافے نیست
وعدۂ کج بہ طالباں ندہم ۔ کاذبم گر ازو نشاں ندہم
من خود از بہر ایں نشاں زادم ۔ دیگر از ہر غمے دل آزادم
ایں سعادت چو بود قسمتِ ما ۔ رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما
نعرہ ہا میزنم بر آبِ زُلال ۔ ہمچو مادر دواں پئے اطفال
تا مگر تشنگانِ بادیہ ہا ۔ گردم آیند زیں فغان و صلا
لیک شرطست عجز و صدق و صفا ۔ آمدن با نیاز و خوف و خدا
جُستن از غُربت و تذلّلِ دل ۔ و از خلوص و اطاعتِ کامل
گر کنوں ہم کسے بتابد سر ۔ گیرد از راہِ عدل راہِ دگر
نے ز ما پُرسد و نہ خود داند ۔ نے ز کیں رُوئے خود بگرداند
آں نہ انساں کہ کرمکِ دوں ست ۔ راندۂ بارگاہِ بے چوں ست
سر و کارے بحق نمیدارد ۔ لاجرم لعنتش برو بارد
حُجّتِ مومناں بر اوست تمام ۔ کارِ ما پختہ عُذرِ او ہمہ خام
ایھا الجامحون فی الشھوات ۔ اکثروا ذکر ھادم اللذّات
رفتنی است ایں مقامِ فنا ۔ دل چہ بندی دریں دو روزہ سرا
عمرِ اوّل ببیں کجا رفت است ۔ رفت و بنگر ز تو چہا رفت است ص۳۱۱
پارۂ عمر رفت در خوردی ۔ پارۂ را بہ سرکشی بُردی
تازہ رفت و بماند پس خوردہ ۔ دشمناں شاد و یار آزُردہ
صد چو تو مُعجبے بخورد زمیں ۔ سر ہنوزت بر آسماں از کیں
بشنو از وضعِ عالمِ گذراں ۔ چُوں کند از زبانِ حال بیاں
کیں جہاں با کسے وفا نکند ۔ نکند صبر تا خُدا نکند

صـــ۲۱۲ لیکن یہ بداہتِ عقل ظاہر ہے کہ اگر کسی بچّہ کو بولی نہ سکھائی جائے

گر بود گوش بشنوی صد آہ | از دل مُردۂ درونِ تباہ
کہ چرا رُو بتافتم ز خُدا | دل نہادم در آنچہ گشت جُدا
قدر این راہ پُرس از اموات | اے بسا گورہا پُر از حسرات
جائے آنست کز چُنیں جائے | از تورّع بروں نہی پائے
ہرچہ اندازدت ز یار جُدا | باش زاں جملہ کار و بار جُدا
آخر اے خیرہ سرکشی تاچند | کس ز دلدار بگسلد پیوند
رُوئے دل را بتاب از اغیار | باش ہر دم بجست جوئے نگار
رو بدو کُن کہ رو رُخِ یارست | ہمہ رُوہا فدائے دلدارست
تُو بروں آ زخود بقا این ست | تُو درو محوشو لقا این ست
ہرکہ غافل ز ذاتِ بیچوں ست | او نہ دانا کہ سخت مجنوں ست
تا بکے رُو بتابی از رُخِ دوست | دیگرے را نشاں دہی کہ چو اوست
در دو عالم نظیرِ یار کُجا | عاشقاں را بغیر کار کجا
چو بدل آتشے ز عشق افروخت | دلستاں ماند و غیرِ او ہمہ سوخت
لیکن این ست بخششِ یزداں | تا نہ بخشند یافتن نتواں
آں کساں را عطا شود ز خُدا | کز کمندِ خودی شوند رہا
زیرِ حکمِ کلامِ حق بروند | و ز فرامینِ او بروں نشوند
دیگرے را نمیدہند ایںجا | در دہندش ثبوتِ آں بنما
غیر را آں وفا و مہر کجا | زہدِ خُشک ست غایتِ عقلا
عاقلانے کہ بر خرد ناز اند | بے خبر از حقیقت و راز اند
ہمچو گوری سیہ کردہ بروں | اندروں پُر ز خبث گوناگوں
مرخُدا را چو سنگِ دادہ قرار | عاجز از نطق و ساکت از گفتار
آں خُدائے کہ حیّ و قیوّم است | نزدِ شاں یک وجودِ موہوم است

تو وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ اور خواہ تم اُس بچہ کو یونان کے کسی جنگل

آں حفیظ و قدیر و ربّ عباد — نزدِ شاں اوفتادہ ہمچو جماد
خود پسنداں بعقلِ خویش اسیر — فارغ از حضرتِ علیم و قدیر
آنکہ خود بین و معجب افتاد است — حضرتِ اقدسش کجا یاد است
خوئے عشّاق عجز ہست و نیاز — نشنیدیم عشق و کبر انباز
گر بجوئی سوارِ ایں رہِ راست — اندر آنجا بجو کہ گرد بخاست
اندر آنجا بجو کہ زور نماند — خود نمائی و کبر و شور نماند
فانیاں را جہانیاں نرسند — جانیاں را زبانیاں نرسند
خلق و عالم ہمہ بشور و شراند — عشق بازاں بعالمِ دِگر اند
تا نہ کارِ دلت بجاں برسد — چوں پیامت ز دِلستاں برسد
تا نہ از خود روی جُدا گردی — تا نہ قُربانِ آشنا گردی
تا نیائی ز نفسِ خود بیروں — تا نہ گردی برائے او مجنوں
تا نہ خاکت شود بسانِ غبار — تا نہ گردد غبارِ تو خوں بار
تا نہ خونت چکد برائے کسے — تا نہ جانت شود فدائے کسے
چوں دہندت بکوئے جاناں راہ — خود کُن از راہِ صدق و سوز و نگاہ
نیست ایں عقل مرکبِ آں راہ — ہوش کُن ہوش کُن مشو گمراہ
اصلِ طاعت بود فنا ز ہوا — تو کجا و طریقِ عشق کجا
تو نشستہ بکبر از اصرار — کردہ ایماں فدائے استکبار
اینچہ عقلِ تو اینچہ دانش و رائے — کہ کُنی ہمسری بآں یکتائے
اینچہ اُستاد ناقصت آموخت — اینچہ قہرِ خدا دو چشمت دوخت
ایں چہ از فکرِ خود خطا خوردی — اوّل الدّن دُردِ آوردی
چوں شود عقلِ ناقصت چو خدائے — خاک زادے چساں پرد بہ سمائے
آنچہ صد سہو صد خطا دارد — علمِ آں پاک از کجا آرد

۴۱۳ میں پرورش کرو۔ یا انگلستان کے جزیرہ میں چھوڑ دو۔ خواہ تم اُس کو

سہوکن را ثنا کُنی ہیہات — اینچہ سہو و خطا کُنی ہیہات
آں چہ لغزد بہر قدم صد بار — چوں ز دریا رساندت بکنار
ایں سراب است سوئے آں مشتاب — می نماید ز دُور چشمۂ آب
کشتیٔ تو شکستہ است خراب — باز افتادہ در تکِ گرداب
نازکم کُن بریں چنیں کشتی — کم خرام اے دنی بدیں زشتی
نرسی تا یقیں ز راہِ قیاس — ہمہ بر ظنّ و وہم ہست اساس
گر ز فکر و نظر گداز شوی — ایں نہ ممکن کہ اہلِ راز شوی
گر دو صد جانِ تو ز تن برود — ایں نہ ممکن کہ شک و ظنّ برود
ہست داروئے دل کلامِ خدا — کے شوی مست جُز بجامِ خدا
ہست بر غیر راہِ آں بستہ — ہمہ ابوابِ آسماں بستہ
تا نشد مشعلے ز غیب پدید — از شبِ تارِ جہل کس نرہید
باید اینجا ز کبرہا دُوری — تو بعقل و قیاس مغروری
اینچہ غفلت کہ خوش بدیں کیشی — و از خدا ہیچگہ نیندیشی
رَو طلب کُن وصالِ یار زیار — تکیہ بر زورِ خود مکُن زنہار
تا نہ گردد نگوں سرت بہ نیاز — پردہ از نفسِ تو نہ گردد باز
تا نہ ریزد ترا ہمہ پر و بال — اندر اینجا پریدن است محال
ناتوانی ست قوّتِ اینجا — اینچنیں قوّتے بیار و بیا
پردۂ نیست بر رُخِ دلدار — تو ز خود پردۂ خودی بردار
ہرکرا دولتِ ازل شد یار — کارِ او شد تذلّل اندر کار
آں در آمد بہ حضرتِ بیچوں — کہ شد از تنگنائے کبر بروں
حق شناسی از خود روی ناید — خود روی خود روی بیفزاید
از خودی حالِ خود خراب مکن — شب پری کارِ آفتاب مکن

خطِ استوا کے نیچے لے جاؤ۔ تب بھی وہ بولی سیکھنے میں تعلیم کا محتاج ہوگا۔ اور ۳۱۵

تا بشر پرُ بود ما ستکبار   اندرونش تہی بود از بار
چوں رسد عجز کس بحدّ تمام   شورشِ عشق را رسد ہنگام
ایکہ چشمت ز کبر پوشیدہ   چہ کنم تا کشایدت دیدہ
گر ترا در دل ست صدقِ طلب   خود روی ہا مکُن ز ترکِ ادب
راز راہِ خدا بجو ز خدا   تو نۂ چوں خدا بجائے خود آ
بندہ کانیم بندہ را باید   کہ کند ہرچہ خواجہ فرماید
منصبِ بندہ نیست خود رائی   خود نشستن بکار فرمائی
ہرکہ بروفقِ حکم مشغول است   بر سرِ اجرت است و مقبول است
وانکہ بے حکم خود ترا شد کار   مزد واجب نمیشود زنہار
ما ضعیفیم و اوفتادہ بخاک   خود چہ دانیم رازِ حضرتِ پاک
ما ہمہ ہیچ اوست کامل ذات   علمِ ما چوں شود چو او ہیہات
ذاتِ بیچوں کہ نامِ اوست خدا   کے خیالِ خرد رسد آنجا
آنکہ او آمدست از بر یار   او رساند ز دلستاں اسرار
آنچہ مافی الضمیر تست نہاں   کے چو تو داندش دگر انساں
پس تو مافی الضمیرِ آں دادار   مثلِ او چوں بدانی اے غدّار
آنکہ چشم آفرید نورُ دہد   آنکہ دل داد او سرور دہد
چشمِ ظاہر بہ بیں کہ چوں زکرم   خالقش داد نیّرِ اعظم
وز برائے مصالحِ دوراں   گاہ پیدا نمود و گاہ نہاں
اینچنیں ست حالِ چشمِ دروں   آفتابش کلامِ آں بیچوں
ہوش دار اے بشر کہ عقلِ بشر   دارد اندر نظر ہزار خطر
سرکشیدن طریقِ شیطانی ست   برخلافِ سرشتِ انسانی ست
تا نہ فضلش رہِ تو بکشاید   صد فضولی بکن چہ کار آید
در سرائر چہ جائے استنباط   شہرۂ چوں خزد بسمِ خیاط

بغیر سکھانے کے بے زبان رہے گا۔

تو نہ باخبر از اں کوئے — تو نہ دانی جمالِ آں روئے
خبرے زد بمردماں چہ دہی — ماہِ نادیدہ را نشاں چہ دہی
سخنِ یار و سینہ افسردہ — جامۂ زندہ است بر مردہ
گر بری ریگ را بزرگ و بلند — جنبشِ بادِ خواہشش افگند
ہست ما را یکے کہ ہر فیضاں — میشود زاں محافظِ تن و جاں
آں خدائے کہ آفرید جہاں — ہست ہر آفریدہ را نگراں
ہرچہ باید برائے مخلوقات — از لباس و خوراک و راہِ نجات
خود مہیا کند بمنت وجود — کہ کریم است و قادر است و ودود
چشمِ خود کن بکشت صحرا باز — خوشہ با خوشہ ایستادہ بناز
ہمہ از بہرِ ماست تا بخوریم — درد و رنجِ گرسنگی نہ بریم
آنکہ از بہرِ چند روزہ حیات — ایں قدر کردہ است تائیدات
چوں نہ کردی برائے دارِ بقا — نظرے کن بعقل و شرم و حیا
سنگ افتد بر اینچنیں فرہنگ — کہ ز صدق است دور صد فرسنگ
گر کنی سوئے نفسِ خویش خطاب — کہ چہ سان گذر شود بجناب
خود خدائے بیایدت ز دروں — کہ ز تائیدِ حضرتِ بیچوں
ناید اندر قیاس و فہمِ کسے — کہ شود کارِ پیل از مگسے
پس چہ ممکن کہ ذرۂ امکاں — خود کند کارِ حق بزور و تواں
شانِ دادار پاک را بشناس — و از چنیں کسرِ شانِ او بہراس
خویشتن را شریکِ او سازی — پیشِ او دم زنی با نبازی
اینچہ عقل است اے بترز دواب — اینچہ بر فہمِ تو فتاد حجاب
گر کسے گویدت باستغفار — کہ دریں شہر چوں تو ہست ہزار
نیستی از کسے بعقل فزوں — با توہم پایہ اند مردمِ دوں

۳۱۶

اور اِس خیال کی تائید میں یہ وہم پیش کرنا کہ ہم بچشمِ خود دیکھتے ہیں

مشتعل میشوی بکیں خیزی در دل آری کہ خون او ریزی
آنچہ برخود روا نمیداری چوں پسندی بحضرتِ باری
چوں پسندی کہ کارسازِ اُمور ابکمے ہست و از سخن معذور
چوں پسندی کہ واہبِ ہر نور بخل ورزیدہ باشد است قصور
چوں پسندی کہ حضرتِ غیّور ہست عاجز چو مُردگانِ قبور
بہرِ تعظیم ہست مذہب و دیں تُف برآں دیں کہ میکُند توہین
آنکہ او خلق را زبانہا داد خاک را طاقتِ بیانہا داد
چوں بود گنگ و بے زباں ہیہات شرمت آید ز پاک و کامل ذات
جامع ہر کمال و عزّ و جلال چوں بود ناقص اے اسیرِ ضلال
ہمہ اوصافِ او چو گشت عیاں چوں بماندے تکلّمش پنہاں
دیدہ آخر برائے آں باشد کہ بدو مَرد راہ داں باشد
وہ چہ ایں چشم ہست و ایں دیدہ کہ برو آفتاب پوشیدہ
گر بدل باشدت خیالِ خدا ایں چنیں ناید از تو استغنا
از دل و جاں طریقِ او جوئی و از سرِ صدق سُوئے او پوئی
ہر کرا دل بود بہ دلدارے خبرش پُرسد از خبردارے
گر نباشد لقائے محبوبے جوید از نزدِ یار مکتوبے
بے دلآرام نایدش آرام گہ برویش نظر گہے بکلام

۳۱۷

آنکہ داری بہ دل محبّتِ او نایدت صبر جُز بہ صحبتِ او
فرقتِ او گر اتّفاق اُفتد در تن و جانِ تو فراق اُفتد
دلت از ہجرِ او کباب شود چشمت از رفتنش پُر آب شود
باز چوں آں جمال و آں روئے شد نصیبِ دو چشم در کوئے
دست در دامنش زنی بجنوں کہ ز نادیدنت دلم شد خوں

ح۳۱۷ | کہ بولیوں میں ہمیشہ صدہا طرح کے تغیّر و تبدّل خود بخود ہوتے رہتے ہیں جن

ایں محبت بہ ذرّۂ امکاں　　وازدل افگندۂ خدائے یگاں
لاؤ بالی فتادۂ زاں یار　　فارغی زاں جمال و زاں گفتار
مردگاں را ہمے کشی بہ کنار　　واز دلارام زندۂ بیزار
کس شنیدی کہ قانع ازیارست　　عشق وصبرایں دوکار دُشوارست
آنکہ در قعرِ دل فرود آید　　دیدہ از دیدنش نیاساید
تُو دلِ خود بہ دیگراں دادہ　　یکسراز یار فارغ اُفتادہ
ایں بود حال وطور عاشقِ زار　　ایں بود قدرِ دلبرائے مُردار
عاشقاں را بود زصدق آثار　　اے سیہ دل ترا بعشق چہ کار
تا زتو ہستی ات بدر نرود　　تخمِ شرک از دلِ تو بر نرود
پائے سعیت بلندتر نرود　　تا ترا دودِ دل بسر نرود
یار پیدا شود دراں ہنگام　　کہ تو گردی نہاں زخود بہ تمام
تا نہ سوزی زسوز وغم نرہی　　تا نمیری زموت ہم نرہی
چیست آں ہرزہ جان و تن کہ نسوخت　　آتش اندر دِلے بزن کہ نسوخت
کلبۂ جسمِ خود بکن برباد　　چوں نمیگردد از خدا آباد
پائے خود را جُدا کُن از تنِ خویش　　چوں نگیرد رہے صداقت پیش
ہیچ چیزے چو ذاتِ بیچوں نیست　　جگرے خوں شود کزو خوں نیست
گنجہائے جہاں فدائے نگار　　بہ ز صَد گنج خاک پائے نگار
ہرچہ از دستِ او رسد آں بہ　　خارِ او از ہزار بُستاں بہ
ذلّت از بہرِ او زعزّت بہ　　قلّت از بہرِ او زکثرت بہ
مُردن از بہرِ او حیاتِ مدام　　صد لذائذ فدائے آں آلام
اے کہ درکُوئے دلستاں گذری　　باوفا باش ور زجاں گذری
صادقانے کہ طالبِ یار اند　　جانفشاناں زبہرِ دلدار اند

سے بولیوں میں انسانی تصرّف کا ثبوت ملتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ وہم سراسر

ص۲۱۸

گر نیابند راہِ آں دلبر ۔۔۔ از غمش جاں کنند زیر و زبر
از دلارام رنگ میدارند ۔۔۔ و از رہِ نام ننگ میدارند
لذّتِ خود بدرد مے بینند ۔۔۔ حُسن در رُوئے زرد مے بینند
تو کہ چوں خر بگل فرو مانی ۔۔۔ ہمّتِ آں یلاں چہ میدانی
سہل باشد حکایت از غم و درد ۔۔۔ داند آں کس کہ رُو بغمہا کرد
آفرینِ خدا بر آں جانے ۔۔۔ کہ ز خود شد برائے جانانے
منزلِ یارِ خویش کرد بدل ۔۔۔ و از ہواہا رمید صد منزل
از خودی و رشد و خدا را یافت ۔۔۔ گم شد و دستِ رہنما را یافت
تو چہ یابی کہ غافلے زیں راہ ۔۔۔ و از جلالِ خدا نہٗ آگاہ
ہمہ کارت بعقلِ خام افتاد ۔۔۔ ہمہ سعیٔ تو ناتمام افتاد
ہمچو طوطی ہمیں سخن یادست ۔۔۔ کہ بشر عاقلست و آزادست
اے کہ دیوانۂ پئے اموال ۔۔۔ وہ کہ در کارِ دیں چنیں اہمال
رُوئے دل را بجانبِ دیں کُن ۔۔۔ فکرِ آخر غمِ نخستیں کُن
حصرِ تو بر قیاسِ در ہمہ حال ۔۔۔ ہست بر حقِ تو یک استدلال
تا نہ فرماں رسد باعلانے ۔۔۔ چوں شود کس مطیعِ فرمانے
تا نہ حکمے شود ظہور پذیر ۔۔۔ چوں توانی شدن مطیعِ امیر

ص۲۱۵

تا نہ گردد کسے ز حق مامور ۔۔۔ کفر و ایماں چساں کنند ظہور
تا نیاید اشارتے زنگار ۔۔۔ چہ برآید ز دستِ عاشقِ زار
فرق در سرکش و مطیعِ خدا ۔۔۔ جز بحکمش چساں شود پیدا
شرطِ تعمیلِ حکم چوں حکم است ۔۔۔ پس وجودش بجو نخست اے مست
ورنہ ایں دعوئ غلط بگذار ۔۔۔ کہ رَوم زیرِ حکمِ آں دادار
خود تراشیدن از خودی فرماں ۔۔۔ آں نہ حکمِ خداست اے ناداں
نہ بعرف است و نے بعقل روا ۔۔۔ کہ شود ظنِّ خویش حکمِ خدا

۳۱۹ دھوکا ہے۔ تغیرات کہ جو ہمیشہ بولیوں کو لگے ہوئے ہیں۔ یہ انسان کے ارادہ

حکمِ او آں بود کہ او فرمود — پس چہ فرمودِ خود نگہ کُن زود
کہ ازیں شد ثبوت وحیِ خدا — شد ضرورت مُسلّمش زیں جا
گر دہندت بصیرتِ دینی — در گمانہا ہلاکِ خود بینی
بنگر آخر بعقل و فکر و قیاس — کہ خرد را نہ محکم است اساس
تا نباشد رفیقِ او دِگرے — نایدش از رہِ یقیں خبرے
تا نہ بینی بدیدہا جائے — یا نہ یابی خبر ز بینائے
خود نگوید ترا خرد زنہار — کہ چنیں دارد آں مکاں آثار
پس چہ ممکن کہ دم زند بمعاد — کہ چنیں اند آں دیار و بلاد
اینچہ حمق ست و اینچہ بے راہی — کہ بجہل است لاف آگاہی
چوں روی از قیاس خود برہے — کہ ندیدی بعمرِ خویش گہے
چوں شد از عالمِ دگر خبرت — مادرت دیدہ بود یا پدرت
ور ندید است کس چہ ساں دانی — کم خرام اے دنی بہ عُریانی
تو کہ داری ز انبیاء انکار — ایں ہمہ کوری است و اِستکبار
یک نظر کُن بہ فطرتِ انساں — کہ ندارند جوہرے یکساں
مختلف اوفتادہ ہر بشرے — کس بخیرے فزود کس بشرے
پس چو یک بیش و دیگر است کمی — ہم چنیں در قبولِ فیض ہمی
خود نگہ کُن کنوں ز صدق و صفا — کہ چہ ثابت ہمیں شود زیں جا
شبِ تار است و خوف بیش از بیش — از سرِ خود روی مدہ سر خویش
پسِ دیوار چوں نمے دانی — چوں بدانی غیوبِ ربّانی
در شگفتم کہ با چنیں نقصاں — از چہ بر عقل مے شوی نازاں
اینچہ غفلت و اینچہ معرفت است — اینچہ قہرِ خدا دو چشمت بست
ایں جہانت چو عید خوش افتاد — واں وعیدِ خدا نداری یاد
بشنو از وحیِ حق چہ گوید راز — از جنابِ وحید و بے انباز

اور اختیار سے ظہور میں نہیں آتے۔ اور نہ یہ کچھ قاعدہ مقرر ہو سکتا ص۳۲۰

کاں خردہا کہ در دلِ عقلاست ہمہ یک ذرّۂ ز آتش ماست
آں کلامِ خدا نہ بر فلک است تا بگوئی کہ ہست دُور از دست
یا بگوئی کہ کار ہست محال بر فلک رفتنم کدام مجال
نے بزیرِ زمیں کلامِ خدا تا بگوئی کہ چوں خزم آنجا
چوں ز قعرِ زمیں بروں آرم خود چنیں طاقتے نمے دارم
قطع عُذرِ تو کردہ داورِ پاک نورِ عرش آمد است بر سرِ خاک
گر ترا رحم آں یگاں بکشد دولتت سُوئے او عناں بکشد
اللہ اللہ چہ ریخت از انوار ہست رشحِ دگر در آں گفتار
جہل گردد ز دیدنش یکسو رو دہد صد کشائشے زاں رو
نور بار آورد تلاوتِ او عالمے زیر بارِ منت او
چشمِ بد دُور اینچہ ہست جمال ہست یک چشمۂ ز آبِ زلال
تا جہاں رسمِ دلبری بنہاد کس چو او دلبری ندارد یاد
آں شعاعے کزو شداست عیاں کس ندیدہ ز مہر و مہ بجہاں
چند بر عقلِ خام ناز کنی چہ کنم تا تو دیدہ باز کنی ص۲۱۹
نقصِ خود بنگر و کمالِ خدا ذلّتِ خویشتن جلالِ خدا
از رہِ عقل راہِ ربِّ مجید کہ ندیداست وکس نخواہد دید
اندر آنجا کہ سوختن باید چوں رہے از قیاس بکشاید
تا نشد وحیٔ حق مدد فرما تا نیاورد بُو نسیمِ صبا
عقل را زاں چمن نہ بود خبر طائرِ فکر بود سوختہ پر
آں صبا نکہتے ز یار آورد تا خرد نیز رو بکار آورد
بارہا آبِ خود نگار آورد تا تخیلِ قیاس بار آورد
وقتِ عیش است و موسمِ شادی تو چہ در سوگ و ماتم افتادی
تند بادے بخواہ از دادار تا خس و خارِ تو برد یک بار

ہے کہ خود انسان کی طبیعت کسی خاص خاص وقتوں میں بولیوں میں تغیّر

درغور و مہ شکے نگیرد راہ ‏ ‏ ‏ تو ز دلدارِ خویش دیدہ بخواہ
گمرہی تا دمے کہ سر تابی ‏ ‏ ‏ چوں بجوئی ز صدقِ دل یابی
نیستی طالبِ حقیقتِ راز ‏ ‏ ‏ بس ہمیں مشکل است اے ناساز
بر وجودش ز صنعت و استدلال ‏ ‏ ‏ ایں مجاز است نے چو اصل وصال
وصلش از آنکہ مجازی نیست ‏ ‏ ‏ باز کن دیدہ جائے بازی نیست
گر برآتش دو صد جگر سوزی ‏ ‏ ‏ نیستت از قیاس پیروزی
خبرے نیستت ز جانانہ ‏ ‏ ‏ مے زنی ہرزہ گام کورانہ
آں یقینے کہ بخشدت دادار ‏ ‏ ‏ چوں قیاسِ خودت نہد بکنار
آں یکے از دہانِ دلدارے ‏ ‏ ‏ نکتہ ہائے شنید و اسرارے
واں دگر از خیالِ خود بگماں ‏ ‏ ‏ پس کجا باشد ایں دو کس یکساں
اے کہ مغرور راہِ مظنونی ‏ ‏ ‏ تو نہ عاقل کہ سخت مجنونی
آں خدا را کز وست منت ہا ‏ ‏ ‏ بشمری زیر منتِ عقلاء
ایں خدائی عجیب در دلِ تست ‏ ‏ ‏ کہ چنیں است زار و ماندہ و سست
تا نہ از عاقلاں مدد ہا یافت ‏ ‏ ‏ نتوانست سوئے خلق شتافت
کے پسندد خرد کہ آں اکبر ‏ ‏ ‏ شہرتے یافت از طفیلِ بشر
شبِ تار ست و دشت و بیم ددان ‏ ‏ ‏ چوں بخوابی بغفلت اے ناداں
خیز و برحالِ خود نگاہ بکن ‏ ‏ ‏ خطرِ راہ بہ بین و آہ بکن
خیز و از نفسِ خود بپرس نشاں ‏ ‏ ‏ کہ چہ خواہد مراتبِ عرفاں
مے تپد از برائے رفعِ حجاب ‏ ‏ ‏ یا قیاسش بس است در ہر باب
افلا تبصرون گفت خدا ‏ ‏ ‏ خیز و در نفس جو تعطش ہا
و فی انفسکم افلا تبصرون
تو اسیری بصد ہزار خطا ‏ ‏ ‏ ہر خطائے بترز اژدرہا
عجب ایں کوری است و بے بصری ‏ ‏ ‏ کہ ازیں کارِ خام بے خبری
سخنِ راست است نے ز خطاست ‏ ‏ ‏ تو نہ فہمی سخن خطا اینجاست

تبدّل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ عمیق نظر سے معلوم ہوگا کہ یہ تغیّرات بھی اُس علت العلل

ص۲۲۱

سرّ سربستہ و ورائی ورا — کہ کشاید بدونِ وحیِ خدا
راز ذاتِ نہاں کہ گوید باز — جُز خدائے کہ ہست محرمِ راز
مُشت خاکے فتادہ است براہ — تُند بادے بجوید از درگاہ
تو نہ فہمی ہنوز ایں سخنم — در دِلت چوں فرو شوم چہ کنم
اے دریغا کہ دل ز درد گداخت — درد مارا مخاطبے نشناخت
اے خورِ روئے یار زود برآ — کہ دل آزرد از شبِ یلدا
یک نگاہے بس است در دیں ہا — کاش دیدے کسے ز خوفِ خدا
آشکار است کفر و ایماں ہم — گفتمت آشکار و پنہاں ہم
ترک خوفِ خدا و بدعملی — ایں دو چیز اند تخمِ تیرہ دلی
ورنہ رُوئے نگار نیست نہاں — ہر حجابے ز تُست اے بیجاں
از رگِ جاں قریب تر یارست — ہرزہ از تو درازیٔ کار است
ہرکہ برخواست از خودی یکبار — خود نشیند بکارِ او دادار
حیّ و قیّوم و قادرست نگار — تو میندار مُردہ اے مُردار
میلِ رفتن گرست جانبِ یار — جانبِ صدق را عزیز بدار
در شکے ہست خیز و تجربہ کُن — تا شکوکت بر آورم از بُن
گر خرد پاک از خطا بودے — ہر خردمند باخدا بودے
کس نرست از ذہول و سہو و خطا — جُز خداوند عالم الاشیاء
نظرے کن ز روئے استقرا — گر کسے رُستہ است بازنما
ورنہ باز آ ز شورشِ انکار — جیفۂ کذب را مخور زنہار
آخرت باخدا فتد سر و کار — خود نگہ کُن بترس زاں دادار
در خراباتِ اوفتاد دِلے — خود بخود چوں بروں شود زگلے
رُو بہ باطل نہادۂ باز آ — دِل بہ بد رُوئے دادۂ باز آ
در مزائل فتادۂ باز آ — ایں کجا ایستادۂ باز آ
آخر اے لاف زن زعقل و خرد — ہوش کُن پا منہ بروں از حد

ص۲۱۷

۳۲۲ کے ارادہ اور اختیار سے وقوع میں آتے رہتے ہیں جیسے تمام تغیّرات سماوی و

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دم زدن در خیالہائے محال	ہست شوریدہ مشربے وضلال
ہر کہ رخت افگند بویرانہ	مے نماید بطرز دیوانہ
چوں چنیں سرزنی ز راہِ صواب	چہ نہ دانی کہ آخر است حساب
پائے تو لنگ منزلِ تو دراز	تو سمت چوں رسی ازیں تگ و تاز
خود چنیں است فطرتِ انساں	کہ چو بیند کہ مشکل است گراں
اوّل از زور و تاب و طاقتِ خویش	مے کند سعی و جہد بیش از بیش
تا مگر کارِ بستہ بکشاید	زیر بارِ سپاس کس ناید
چوں ببیند کہ کار رفت از دست	رسنِ اختیار رفت از دست
رُو نہد سوئے کوچۂ یاراں	مددے جوید از مددگاراں
زور دستِ براداراں جوید	نزد ہر کارداں ہمی پوید
چوں بماند زِ ہر طرف ناچار	نالد آخر بدرگہِ دادار
نعرہ ہا میزند بحضرتِ پاک	و از تضرّع جبیں نہد برخاک
درِ خود بندد و بگرید زار	کاے کشایندۂ رہِ دشوار
گنہِ من بہ بخش و پردہ بپوش	تا نہ دشمن زند بشادیٔ جوش
چوں چنیں فطرتِ بشر افتاد	زاں سہ گونہ صفت کہ کردم یاد
آں حکیمش ز لطفِ بے پایاں	حسبِ فطرت بداد ہم ساماں
از پئے جہدِ خویش عقلش داد	راہِ فکر و قیاس و خوض کشاد
و از پئے کارِ ہمیں امداد	رحم در قلب یک دِگر بنہاد
از شعوب و قبائل و اقوام	کرد کارِ نظام و ربطِ تمام
و از پئے حاجتِ فیوضِ خدا	کرد الہام را ز رحم عطا
تا رسد کارِ آدمی بکمال	تا میسّر شود ہمہ آمال
تا بحدِّ یقیں رسد تعلیم	تا دوگونہ شود رہِ تفہیم

ارضی اُس کے خاص ارادہ سے ظہور پذیر ہیں۔ یہ امر کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ کبھی

۳۲۳ح

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

زاں دوگونہ مناہجِ تلقین　　مے کشاید رہِ حصولِ یقین
ہر طبیعت بحسبِ فہم و خیال　　مے برآید بداں ز چاہِ ضلال
غرض آں میل فطرتے کہ خدا　　کرد در فطرتِ بشر پیدا
آں ہمے خواست وحیٔ ربّانی　　نظرے کُن بغور تا دانی
فطرتت چوں فتادہ است چناں　　چوں کشی سر ز فطرت اے ناداں
اقتضائے طبیعتِ انساں　　کہ نہادست ایزدِ منّان
گہ بشر را کشد بسوئے قیاس　　تا نہد کار را بعقل اساس
گاہِ دیگر کشد بمنقولات　　تا بیار آمد از بیانِ ثقات
زینکہ آرام قلب و اطمیناں　　جُز باخبارِ صادقاں نتواں
نیز چوں واجب است در تعلیم　　کہ بقدرِ خرد بود تفہیم

۳۱۸ح

لاجرم راہ کشادہ اند دوتا　　تا رسد ہر طبیعتے بخدا
تا ذکی و غبی و اشرف و دوں　　رہ بیابند سوئے آں بیچوں
دیگر اینست نیز ہم بُرہاں　　بر ضرورات وحیٔ آں رحماں
کہ چنیں شہرتِ خدائے یگاں　　ہرگز از جہد عقلہا نتواں
گر نہ گفتے خدا انا الموجود　　چوں فتادے جہاں برش بسجود
ایں ہمہ شور ہستیٔ آں یار　　کہ ازو عالمیست عاشقِ زار
خود بینداخت آں خدائے جہاں　　نہ بشر کرد بر سرش احساں
اے دریغ اینچہ آدمی زادند　　کز خدا در خودی بیفتادند
عقل چوں شد چو فیض وحی نہ بُود　　دیدہ را ز آفتاب ہست وجود
او اگر نورِ خود نہ بخشیدے　　چشمِ ما خود بخود چساں دیدے
بُلبُل از فیضِ گل سخن آموخت　　مُنکر از شے ہماں کہ چشم بدوخت
ہمہ عالم گواہِ آلائش　　ابلہ مُنکر ز وحی و القائش

۳۲۲ | انسانوں نے متفق ہوکر یا الگ الگ اُن تمام بولیوں کو ایجاد کیا تھا جو دُنیا میں

مہر پاکاں بجانِ خود بنشاں ۔ تاشوی جانِ من ہم از پاکاں
ایں خرد جملہ خلق میدارند ۔ نازکم کُن کہ چوں تو بسیار اند
چارۂ ما بغیرِ یار کجا ۔ ما کجائیم و عقلِ زار کجا
ز ہر فرقت چشنی و ناکامی ۔ باز منکر ز وحی و الہامی
جانِ تو برلب از نخوردنِ آب ۔ باز از آبِ زندگی روتاب
کور ہستی ولیکن بدیدہ وراں ۔ وہ چہ داری شقاوت وخسراں
داروئے درد[1] دل نہ فطنت ماست ۔ آں بدارالشفائے وحیٔ خداست
نشود عین زر تصوّرِ زر ۔ زر ہمانست کوفتد بہ نظر
ہست برعقل منتِ الہام ۔ کہ ازو پختہ ہر تصوّرِ خام
آں گماں بُرد و ایں نمود فراز ۔ آں نہاں گفت و ایں کشود آں راز
آں فرو ریخت ایں بکف بسپرد ۔ آں طمع داد و ایں بجا آورد
آنکہ بشکست ہر بُتِ دل ما ۔ ہست وحیٔ خدائے بے ہمتا
آنکہ ما را رُخِ نگار نمود ۔ ہست الہام آں خدائے ودود
آنکہ داد از یقینِ دل جامے ۔ ہست گفتارِ آں دلآرامے
وصلِ دلدار و مستی از جامش ۔ ہمہ حاصل شدہ ز الہامش
وصلِ آں یار اصل ہر کامیست ۔ وانکہ زیں اصل غافل آں خامیست
بے عطیاتِ ما ہمہ بے زاد ۔ بے عنایاتِ ما ہمہ برباد

اِس جگہ ہم اِس بات کا لکھنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے بیان مذکورۂ بالا پر جو ضرورتِ کلامِ الٰہی کے لئے لکھا گیا ہے۔ پنڈت شیو نرائن صاحب اگنی ہوتری نے جو براہم سماج لاہور کے ایک اعلیٰ ممبر ہیں۔ اپنی دانست میں کچھ تعرض کرکے یہ چاہا ہے کہ کسی طرح اُس حق الامر کی تاثیر کو اپنی قوم تک پہنچنے سے روک دیں۔ چنانچہ انہوں نے اِس بارہ میں بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور بڑی جان کنی سے ایک

[1] سہو کاتب ہے۔ "دردِ دل" چاہیئے۔ (مصحح)

بولی جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی یہ وہم پیش کرے کہ جس طرح طبعی طور پر خدا تعالیٰ بولیوں

ص۳۲۵

ریویو بھی لکھا ہے۔ لیکن چونکہ بقول مشہور سانچ کو آنچ نہیں۔ اور آفتاب صداقت کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے پنڈت صاحب نے جس قدر کوشش کی اُس کا بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوا کہ دانشمندوں پر صاف کُھل گیا ہے کہ پنڈت صاحب حق کے قبول کرنے سے کس قدر نفرت رکھتے ہیں۔ سو اگرچہ پنڈت صاحب کی وہ تحریر اس لائق ہرگز نہیں کہ اس کے ردّ کرنے کی طرف توجہ کی جائے۔ بلکہ خود ہمارے مضمون گذشتہ کو غور سے پڑھنا اس کے ردّ کے لئے کافی و وافی ہے۔ لیکن اس جہت سے کہ تا پنڈت صاحب کچھ افسوس نہ کریں یا اُن کے بعض رفیق ہماری اس خاموشی کو اپنی خوش فہمی سے کسی طور کے عجز پر حمل نہ کر بیٹھیں قرینِ مصلحت معلوم ہوا کہ گو پنڈت صاحب کی تحریر کیسی ہی بے حقیقت ہے۔ تب بھی مُنصفین پر اس کی اصلیّت ظاہر کی جائے۔ سو واضح ہو کہ پنڈت صاحب نے ہمارے ثبوت کے مقابلہ پر اپنے ریویو میں اس بات پر زور دیا ہے کہ جس طریق سے کتبِ آسمانی کا الہامی ہونا مانا جاتا ہے وہ طریق عقلاً ممتنع اور محال ہے اور قوانینِ نیچریہ کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ہرگز وہ طریق درست نہیں۔ یعنے پنڈت صاحب کی نظر شریف میں وہ الہام ہرگز ممکن الوجود نہیں جس کو کلام الٰہی کہا جاتا ہے۔ اور جو محض خداوندِ حکیم و عالم الغیب کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ اور اس کی ذاتِ پاک کی طرح ہر یک شک و شبہ اور غلطی و سہو اور نسیان سے بکلّی پاک ہوتا ہے۔ اور جو صفاتِ کاملہ خدا کے کلام میں چاہیئے۔ ان تمام صفتوں سے موصوف ہوتا ہے۔ یعنے جیسے خدا عالم الغیب ہے۔ وہ کلام بھی علمِ غیب پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور جیسے خدا حکیم و علیم ہے۔ وہ کلام بھی حکمت اور علم پر اشتمال رکھتا ہے۔ اور جیسے خدا غلطی اور جھوٹ اور سہو اور نسیان سے پاک ہے۔ وہ کلام بھی ان تمام امور سے پاک ہوتا ہے۔ اور انسانی خیالات کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں ہوتا۔ اور نہ انسان کے اختیار میں ہے کہ کسی نوع کا تقدس اور پاکیزگی حاصل کر کے یا کوئی اور حیلہ اور تدبیر بجا لا کر خواہ وہ الہام اپنے نفس پر آپ ہی کھول دیا کرے۔ اور انوارِ غیبیہ اور امورِ پنہانی اور اسرارِ آسمانی پر جب چاہے آپ ہی مطلع ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو انسان بھی خدا کی

ص۲۱۹

میں ہمیشہ تغیّر تبدّل کرتا رہتا ہے کیوں جائز نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی

طرح ذرّہ ذرّہ کا علم رکھتا اور کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہ رہ سکتی۔ اور جن معلومات سے اس کا اقبال چمکتا اور اس کی آفات دُور ہوتی وہ سب معلومات اپنے تقدس اور پاکیزگی کی جہت سے آپ ہی حاصل کر لیتا اور کبھی اُس کو کسی جہت سے تکلیف اور رنج نہ پہنچتا۔ مگر تعجّب کہ پنڈت صاحب نے باوجود اِس قدر انکار اور اصرار کے جو اُنکو کلامِ الٰہی کے بارہ میں ہے پھر بھی انہوں نے ہمارے اُن دلائل اور براہین کو کہ جو ضرورتِ کلامِ الٰہی پر بطور یقینی و قطعی ناطق ہیں۔ توڑ کر نہیں دکھلایا بلکہ اُن کی طرف توجّہ ہی نہیں کی۔ ظاہر ہے کہ جس حالت میں ہم نے ضرورت کلامِ الٰہی اور اس کے تحقّق وجود پر کامل دلائل لکھ دیئے تھے۔ بلکہ بطور نمونہ بعض الہامات پیش بھی کر دیئے تھے۔ تو اس صورت میں اگر پنڈت صاحب حق جُو و حق گو ہو کر بحث کرتے۔ تو اُن کے لئے بجُز اس کے اور کوئی طریق نہ تھا کہ وہ ہمارے دلائل کو توڑ کر دکھلاتے۔ اور جو کچھ ہم نے ثبوت ضرورتِ الہام اور ثبوت وجودِ الہام اپنی کتاب میں دیا ہے۔ اس ثبوت کو اپنے دلائل بالمقابل سے معدوم اور مرتفع کرتے۔ لیکن پنڈت صاحب کو خوب معلوم ہے کہ اِس عاجز نے دو مرتبہ علی التواتر دو خط رجسٹر کرا کر اِس غرض سے اُن کی خدمت میں بھیجے کہ اگر اُن کو اس عادتِ الٰہی میں کچھ تردّد درپیش ہے کہ وہ ضرور بعض بندوں سے مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے اور اُن کو ایسی چیزوں اور ایسے علموں سے اپنے خاص کلام کے ذریعہ سے مطلع فرماتا ہے کہ جن کی شانِ عظیم تک وہ خیالات نہیں پہنچ سکتے کہ جن کا منشاء اور منبع صرف انسان کے تخیّلاتِ محدودہ ہیں۔ تو چند روز صدق اور صبر سے اِس عاجز کے پاس ٹھہر کر اُس صداقت کو جو اُن کی نظر میں ممتنع اور محال اور خلافِ قوانینِ نیچر ہے۔ بچشمِ خود دیکھ لیں۔ اور پھر صادقوں کی طرح وہ راہ اختیار کریں جس کا اختیار کرنا صادق آدمی کے صدق کی شرط اور اُس کی صاف باطنی کی علامت ہے۔ مگر افسوس کہ پنڈت صاحب نے باوجود سنیاس دھارنے

ص۳۴۷

طور پر بولیاں ایجاد ہو گئی ہوں۔ اور کوئی خاص الہام نہ ہوا ہو۔ تو اس کا جواب یہ ۳۲۶

کے اِس امر کو جو حقیقی سنیاس کی پہلی نشانی ہے۔ سچے طالبوں کی طرح قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس کے جواب میں قرآن شریف کی نسبت بعض کلمات اپنے خط میں ایسے لکھے کہ جو ایک سچے خدا ترس کی قلم سے ہرگز نہیں نکل سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت صاحب کو صداقتِ حقانی سے صرف انکار ہی نہیں بلکہ عداوت بھی ہے۔ ورنہ جس حالت میں تحقیقِ وجود کلمات اللہ پر عقلی اور مشہودی طور پر ایک بھارا ثبوت دیا گیا ہے اور ہر طرح کے وساوس کی بیخکنی کر دی گئی ہے۔ اور ہر یک قسم کی تشفّی اور تسلّی کے لئے یہ عاجز ہر وقت مستعد کھڑا ہے۔ تو پھر بجز بُغض اور عداوتِ ذاتی کے اور کونسی وجہ ہے جو پنڈت صاحب کو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔

اب یہ بھی دیکھئے کہ بمقابلہ ہماری تحقیقات کے پنڈت صاحب کے عُذرات کیا کیا ہیں۔ پہلے سب سے آپ یہ فرماتے ہیں کہ براہمو لوگ الہام کے قائل تو ہیں۔ مگر جہاں تک وہ اپنے اصل معنوں اور طبعی طریقہ سے متعلق ہے۔ پھر طبعی طریقہ کی آپ تشریح کرتے ہیں کہ وہ کوئی کلام مقرّر اور معیّن نہیں کہ جو بطور خارق عادت کسی کے دل پر نازل ہوتا ہو۔ اور ایسے امور پر مشتمل ہوتا ہو کہ جو انسانی طاقتوں سے برتر ہوں۔ بلکہ وہ معمولی خیالات ہیں کہ جو حسب مراتب ہر انسان کے دل میں خدا کی طرف سے گذرا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی رُوح کامل و حاضر و ناظر و علّت العلل ہونے کی وجہ سے ۳۲۷ ہر یک ذرّہ اور ہر یک رُوح انسانی میں کام کرتی رہتی ہے۔ پس جو شخص جس قدر روحانی نعمتوں اور خدا کی قُربت کا بھوکا اور پیاسا ہوتا ہے۔ جس قدر اندرونی زندگی کو مقدّس رکھتا ہے۔ جس قدر اپنے تئیں خدا کے حوالے کرتا ہے اور جس قدر ادراک اور ایمان صاف رکھتا ہے اُسی قدر وہ اس طبعی فیض سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس فیض کی ابتدا اُسی دن سے ہے جس دن سے انسان کی پیدائش ہے یہ الہام باطنی ہے کہ جو رُوحِ انسانی میں ہوتا ہے۔ اس لئے رُوحِ انسانی خدا کی زندہ الہامی کتاب ہے۔ پھر بعد اس کے فرماتے ہیں کہ چونکہ انسانیت میں نفسانیت بھی شامل ہے اِس لئے

۲۲۶ ہے کہ ابتدا زمانہ کے لئے عام قانونِ قدرت یہی ہے کہ خدا نے ہر یک چیز کو اپنی

وہ خیالات جو انسانوں کے دلوں میں گذرتے ہیں جن کا نام برہمو لوگوں کے نزدیک الہام یا القا ہے۔ وہ اعتمادِ کلّی کے لائق نہیں ہیں۔ بلکہ برہمو لوگ ان خیالات کی تصدیق کے لئے کہ جو صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ اخلاقی قوتوں کو کسوٹی قرار دیتے ہیں۔ اور جس قوت کے ذریعہ سے یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ اُس کو عقل کہتے ہیں۔ یہ خلاصۂ تقریر پنڈت صاحب ہے۔ اب ظاہر ہے کہ پنڈت صاحب کی ان تمام تقریروں سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ جن چیزوں کا نام پنڈت صاحب اور اُن کے بھائی الہام رکھتے ہیں۔ وہ فقط عام خیالات ہیں کہ جو عام انسانوں کے دلوں میں عام طور پر گذرا کرتے ہیں۔ اور جو باقرار پنڈت صاحب احتمال غلطی اور خطا سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن خدا کی کتابوں میں جس الہام کو خدا کا کلام اور وحی اللہ اور مخاطبات حضرتِ احدیّت بولا جاتا ہے وہ نور ہی الگ ہے جو انسانی خیالات اور بشری طاقتوں سے برتر و اعلیٰ ہے۔ پنڈت صاحب اس نورِ آسمانی کی نسبت جو ایک غیبی آواز ہے جس میں انسان کے خیال اور اُسکی طبیعت کا ایک ذرا دخل نہیں ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ بوجہ اسکے کہ نیچر کے برخلاف ہے۔ اور ایک امرِ خارقِ عادت ہے اسلئے ممتنع اور محال ہے اور ہرگز جائز نہیں کہ خدا اپنا کلام کسی بشر پر نازل کرے۔ بلکہ الہام اُنہیں خیالات کا نام ہے کہ جو عام طور پر لوگوں کے دلوں میں معمولی اور پیدائشی طریق پر اُٹھا کرتے ہیں اور کبھی سچے اور کبھی جھوٹے اور کبھی صحیح اور کبھی غلط۔ اور کبھی پاک اور کبھی ناپاک ہوتے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہوتی کہ جو انسانی طاقتوں سے بلند تر ہو۔ بلکہ وہ تمام انسانی طاقتوں کی حد میں پیدا ہوتے ہیں اور انسانی طبیعت اُن کا سرچشمہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ پنڈت صاحب نے اِن چند سطروں کے لکھنے میں اپنا وقت ناحق ضائع کیا۔ اگر پنڈت صاحب اپنی اِس تحریر سے پہلے کتاب ہذا کے حصہ سوم کے صفحہ ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ کو ذرا غور سے پڑھ لیتے۔ تو اُن پر صاف کُھل جاتا کہ اِس قسم کے خیالات

۲۲۷

قدرتِ محض سے پیدا کیا تھا۔ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور خود انسان کی ۳۲۸

خدا کا کلام نہیں کہلاتے۔ یہ خیالات خلق اللہ ہیں جو انسان کی طبیعت کا لازمہ ذاتی ہے اور خدا کا کلام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ امر اللہ ہے جو ایک وہبی اور لدنّی امر ہے۔ خدا کے کلام کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جیسے خدا اپنی ذات میں سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہریک نقصان اور نالائق امر سے منزّہ ہے۔ ایسا ہی اُس کا کلام بھی ہریک سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر طرح کے نقصان اور نالائق حالت سے منزّہ اور پاک چاہیئے۔ کیونکہ جو کلام پاک اور کامل چشمہ سے نکلا ہے۔ اُسپر ہرگز یہ بات جائز نہیں کہ کسی نوع کی اس میں ناپاکی یا نقصان پایا جاوے۔ اور ضرور ہے کہ وہ کلام اُن تمام کمالات سے مُتّصِف ہو کہ جو خدائے قادر و کامل و قدوس و عالم الغیب کے کلام میں ہونی چاہیئے۔ لیکن پنڈت صاحب آپ اقراری ہیں کہ جس چیز کا نام انہوں نے الہام رکھا ہوا ہے۔ وہ ہرگز شک اور شبہ اور سہو اور غلطی اور نقصان اور نالیاقتی سے خالی نہیں۔ بلکہ اُن کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اُن کا الہام ہمیشہ لوگوں کو کفر اور بے ایمانی میں ڈالتا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ابتدائی زمانہ کے لوگوں کو کبھی یہ بتلایا کہ گویا ان کا خدا درخت ہیں۔ اور کبھی پہاڑوں کو خدا بنا دیا۔ کبھی طوفان کو۔ کبھی پانی کو۔ کبھی آگ کو۔ کبھی ستاروں کو۔ کبھی چاند کو۔ کبھی سُورج کو۔ غرض اِسی طرح طرح طرح کے خداؤں کی طرف اُن کو رجوع دیتا رہا۔ اور عقل بھی اس الہام کی تصدیق کرتی گئی۔ آخر مدّتوں کے بعد اب کچھ تھوڑے ہی عرصہ سے الہام اور عقل کو اصلی خدا کا پتہ لگا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں پہلے اسی ہزارہا مرتبہ پنڈت صاحب کے باپ دادوں کے خیالی الہام نے اور نیز اُنکی عقل نے طرح طرح کے دھوکے کھائے ہیں اور خدا شناسی میں ہمیشہ کچھ کا کچھ سمجھتے رہے۔ تو اب کیونکر پنڈت صاحب تسلّی کر سکتے ہیں کہ اُن کا خیالی الہام اور خیالی اٹکلیں خطا اور غلطی سے محفوظ ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ اس میں بھی کچھ دھوکا ہی ہو۔ جس

۳۲۹ فطرت پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ ابتدائی زمانہ محض قدرت نمائی کا زمانہ تھا

حالت میں پنڈت صاحب کا خیالی الہام ہمیشہ خطا اور غلطی میں ابتدا زمانہ سے ڈوبتا آیا ہے تو پھر اس کا اعتبار کیا رہا۔ غرض پنڈت صاحب کے الہام کی حقیقت اچھی طرح کھل گئی اور اُنہیں کے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ انہوں نے صرف بے بنیاد خیالات کا نام الہام رکھا ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس چیز پر اکثر اوقات جھوٹ غالب ہے وہ حق شناسی کا آلہ کیونکر ہوسکے۔ انسان کے اپنے ہی خیالات جن کا نام بقول پنڈت صاحب الہام ہے کیونکر انسان کو غلطی سے بچاسکتے ہیں اور ۳۲۲ کیونکر اُسکو وہ تاریک خیال ہر یک تاریکی سے باہر نکال کر یقین کامل کی روشنی تک پہنچاسکتے ہیں بقول پنڈت صاحب انہیں پراگندہ خیالات نے جو اُنکے زعم میں باوصف اس پراگندگی کے الہام کے نام سے موسوم ہیں۔ ابتدائے زمانہ میں جو ایک پاک زمانہ تھا۔ ایسے لوگوں سے پتھروں کی پوجا کرائی اور چاند اور سورج کو اُنکی نظر میں خدا ٹھہرایا کہ جو باقرار پنڈت صاحب الہامی فیض کے پہلے فیضیاب اور الہام یابوں کے صدر نشین تھے اور سب سے زیادہ خدا کی معرفت کے بھوکے اور پیاسے تھے اور دلی اخلاص سے اپنے لئے کوئی خدا مقرر کرنا چاہتے تھے اور اپنی اندرونی زندگی کو بہت مقدس رکھتے تھے۔ کیونکہ ابھی دنیا میں گناہ نہیں پھیلا تھا اور ست جگ کا زمانہ تھا۔ اور اپنے تئیں خدا کے حوالے کرنا چاہتے تھے اسی غرض سے تو خود بخود اُنکے دل میں یہ بات گدگدائی تھی کہ آؤ اپنے لئے کوئی خدا مقرر کریں بے خدا ہی نہ رہیں۔ ایمان اور ادراک صاف رکھتے تھے تب ہی تو اُنکو ایک باریک بات سُوجھی اور خود بخود بیٹھے بٹھائے خدا کی تلاش میں پڑ گئے۔ پس جس حالت میں بقول پنڈت صاحب ایسے پاک لوگ جو پرمیشر کی پُر حکمت پیدائش کا پہلا نمونہ تھا اور حال کے زمانہ کے انواع اقسام کے تعصبات اور آلودگیوں سے پاک اور دلی جوش سے صانع عالم کی تلاش میں مصروف تھے اور اپنی تازہ پیدائش اور پیدا کنندہ کے تازہ فعل سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ اُن کے الہام اور عقل کا یہ حال ہو کہ پتھروں اور پہاڑوں کی پوجا شروع کردیں اور چاند اور سورج اور آگ اور ہوا کو اپنا پیدا کنندہ سمجھ بیٹھیں۔ تو پھر

جس میں اسباب معتادہ کی ذرہ آمیزش نہ تھی۔ اور اُس زمانہ میں جو کچھ

صفحہ ۲۳۰

پنڈت صاحب کا ایسا الہام اور ایسی عقل جس نے پہلی دفعہ ہی ایسی رہزنی کی۔ دوسرے لوگوں کی طبیعت کو کہ جو غفلت کے زمانوں میں اور صدہا ظلمتوں کے وقت میں پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکر راہِ راست پر لاویگا۔ کیونکہ یہ لوگ تو اپنے سلسلۂ نوعی کی تازہ پیدائش سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اور بباعثِ غلبہ حبِّ دُنیا اور طرح طرح کے فسادوں کی زندگی بھی مقدس نہیں رکھتے اور خدا کی قربت کے بھوکے اور پیاسے بھی نہیں بلکہ انسانی گورنمنٹ کی قُربت کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ پس جبکہ پنڈت صاحب کے خیالی الہام کا پاک زمانوں میں وہ اثر ہوا کہ مخلوق چیزوں کو خدا سمجھ بیٹھے۔ تو اِس تاریک زمانہ میں ایسے الہام کی یہ تاثیر ہونی چاہیئے کہ لوگ خدا سے ہی انکار کریں۔ غرض پنڈت صاحب جو ایسے خیالات کا نام الہام رکھتے ہیں جن سے باقرار اُن کے ابتدا سے غلطی ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ پنڈت صاحب کا خیال یا یُوں کہو کہ اُن کا خیالی الہام سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ اگرچہ انسانی خیالات کا علّت العلل بھی خدا ہے۔ اور خدا ہی دلوں میں ڈالتا ہے اور عقلوں کو راہ دکھاتا ہے۔ لیکن وہ الہام کو جو حقیقت میں خدا کا پاک کلام ہے اور اُس کی آواز اور اُس کی وحی ہے۔ وہ انسان کے فطرتی خیالات سے برتر و اعلیٰ ہے۔ وہ حضرت خداتعالیٰ کی طرف سے اور اُس کے ارادہ سے کاملوں کے دلوں پر نازل ہوتا اور خدا کا کلام ہونے کی وجہ سے خدا کی برکتوں کو اپنی ہمراہ رکھتا ہے۔ خدا کی قدرتوں کو اپنی ہمراہ رکھتا ہے۔ خدا کی پاک سچّائیوں کو اپنی ہمراہ رکھتا ہے۔ لاریب فیہ ہونا اُس میں ایک ذاتی خاصیّت ہے۔ اور جس طرح خوشبو عطر کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح وہ خدا کی ذات اور صفات کے وجود پر قطعی اور یقینی دلالت کرتا ہے۔ لیکن انسان کے اپنے ہی خیالات یہ مرتبہ حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جس طرح انسان پر ضعف مخلوقیّت ہے اسی طرح انسانی خیالات پر وہ ضعف غالب ہے۔ جو کچھ قادرِ مطلق کے چشمہ سے نکلتا ہے وہ اور چیز ہے اور جو کچھ انسانی طبیعت سے پیدا ہوتا ہے وہ اور ہے۔ مناسب ہے کہ پنڈت صاحب

صفحہ ۳۲۴

خدا نے پیدا کیا۔ وہ ایسی اعلیٰ قدرت سے کیا جس میں عقل انسان حیران ہے۔

حصہ سوم کے صفحہ ۲۱۲ سے ۲۱۵ تک پھر دیکھیں تا انہیں کلام الٰہی اور خیالات انسانی میں فرق معلوم ہو۔ اور جو پنڈت صاحب بار بار عقل پر ناز کرتے ہیں یہ ناز اُن کا بھی سراسر بیجا ہے۔ ہم نے اسی حصہ سوم میں بہ تفصیل لکھ دیا ہے کہ مصنوعات صانع کے وجود کو بہ حیثیت موجودیت ہرگز ثابت نہیں کرتیں بلکہ اُسکے وجود کی ضرورت کو ثابت کرتے ہیں اور وہ بھی بطور ظنّی۔ لیکن خدا کا کلام اسکی موجودیت کو قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرتا ہے نہ یہ کہ صرف اسکی ضرورت کو ثابت کرے۔ اسی طرح مصنوعات کے ملاحظہ سے خدا کا ازلی اور قدیم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ مصنوعات خود ازلی اور قدیم نہیں۔ پھر دوسرے کا ازلی ہونا کیونکر ثابت کرسکیں۔ حادث جو اپنی ذات میں تو پیدا اور مستحدث ہے خدا تعالیٰ کے وجود کی ضرورت کو صرف اسی حد تک ثابت کریگا جس حد تک حادث کی انتہا ہے یعنے جو اُسکے ظہور اور حدوث کی حد ہے۔ اور پھر بعد اُسکے بذریعہ حادث ثابت نہیں ہوتا کہ وجودِ کائنات سے پہلے خدائے تعالیٰ ازلی طور پر ہمیشہ موجود تھا یا نہیں۔ پس جو علم وجودِ باری بذریعہ وجودِ حادثات حاصل کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی تنگ اور منقبض اور ناقص علم ہے جو انسان کو شکوک اور شبہات کے ورطہ سے ہرگز نہیں نکالتا اور جہل کی تاریکی اور ظلمت سے باہر نہیں لاتا۔ بلکہ طرح طرح کے تردّدات میں ڈالتا ہے۔ اسی وجہ سے جن لوگوں کی معرفت کا مدار صرف عقلی علم پر تھا اُن کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا اور اپنے عقائد میں بہت سی تاریکی اور ظلمات کو ساتھ لے گئے۔ انسان اگر تعصب اور ضد سے بکلی الگ ہو کر اور اپنے تئیں ایک سچا طالبِ حق بنا کر اور فی الحقیقت معرفتِ الٰہی کا بھوکا اور پیاسا بنکر اپنے دل میں آپ ہی سوچے کہ مجھ کو خدا کی ہستی اور اس کی قادریت اور تمام صفاتِ کاملہ پر یقین حاصل کرنے کے لئے اور عالمِ معاد اور معاملہ جزا سزا کو بطور علم قطعی و ضروری جاننے کے لئے کیا کیا ذخیرۂ معرفت درکار ہے۔ کیا میں اپنی خوشحالی دائمی کو صرف اسی مرتبۂ علم سے حاصل کرسکتا ہوں کہ جو ظنّی طور پر بذریعہ عقل حاصل

۳۴۳

زمین آسمان اور سورج و چاند وغیرہ اجرام پر نظر ڈال کر دیکھو کہ کیونکر اتنا بڑا کام

ہوتا ہے یا خداوند کریم و رحیم نے میرے لئے کوئی اور بھی راہ رکھا ہے۔ کیا اُس نے میری تکمیل معرفت کے لئے کوئی اَوْر راہ نہیں رکھا۔ اور مجھ کو صرف میرے ہی خیالات پر چھوڑ دیا ہے۔ کیا اُس نے اس قدر مہربانی کرنے سے دریغ کیا ہے کہ جس جگہ مَیں اپنے کمزور پاؤں سے پہنچ نہیں سکتا۔ اُسجگہ وہ اب اپنی ربّانی قوّت سے مجھ کو پہنچا دے۔ اور جن باریک چیزوں کو مَیں اپنی ضعیف آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا۔ وہ مجھ کو اپنی عمیق نگاہ کی مدد سے آپ دکھا دے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ میرے دل کو ایک دریائی پیاس لگاکر پھر مجھ کو ایک ناچیز قطرہ پر جو قلّتِ معرفت کی بدبُو سے بھرا ہوا ہے روک رکھے۔ کیا اُسکے جُود اور بخشش اور رحمت اور قُدرت کا یہی تقاضا ہے؟ کیا اُس کی قادریت یہیں تک ہے کہ جو کچھ عاجز بندہ اپنے طور پر ہاتھ پاؤں مارکر خدا کے وجود کی نسبت کوئی ڈھکونسلہ اپنے دل میں قائم کرے اُسی پر اُسکی معرفت کو ختم کرا دے۔ اور اپنی الوہیت کی خاص قوتوں سے اُسکو معرفتِ حقّانی کے عالم کا سیر نہ کرا دے۔ تو جب طالبِ حق ایسے سوالات اپنے دل سے کریگا تو ضرور وہ اپنے دل سے یہی محکم جواب پاویگا کہ بلاشبہ خدائے تعالیٰ کی بے انتہا بخشائشوں کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے عاجز بندہ کی آپ دستگیری کرے۔ گم گشتہ کو آپ راہ دکھاوے۔ گرے ہوئے کا آپ ہاتھ پکڑے۔ کیا ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ قادر ہوکر، توانا ہوکر، رحیم ہوکر، کریم ہوکر، حیّ ہوکر، قیّوم ہوکر اپنی طرف سے ہمیشہ خاموشی اختیار کرے۔ اور بندہ جاہل اور نابینا اُس کی جُستجو میں آپ ٹکریں مارتا پھرے۔

ناتواناں راکجا تاب و تواں — تا نشاں یابند خود زاں بے نشاں
عقلِ کوراں رہنما جوید براہ — رہبری از دانشِ کوراں مخواہ
عقلِ ما از بہرِ زاری و بکاست — دفعِ آزارِ جہالت از خداست
عقلِ طفل است ایں کہ گرید زار زار — شیر جُز مادر نیاید زینہار

سو اے ناظرین!!! اس مضمون میں انصاف سے نظر کرو اور غور اور تعمّق سے سوچو۔

بغیر مدد اسباب اور معماروں اور مزدوروں کے محض ارادہ سے یہ مجرّد حکم کے انجام

ہوشیار رہو اور کسی دھوکا دہندہ کے دھوکا میں مت آؤ۔ اپنے دلوں سے آپ ہی پوچھ لو کہ
تمہارے دل کس قدر یقین کے خواہشمند ہیں۔ کیا فقط تمہارے اپنے ہی افسردہ خیال تمہارے
دلوں کو پوری پوری تسلی دے سکتے ہیں۔ کیا تمہارے رُوح اِس بات کے خواہاں نہیں ہیں
کہ تم اِس دُنیا میں کامل یقین تک پہنچ جاؤ۔ اور نابینائی سے خلاصی پاؤ۔ تم سچ سچ کہو۔
کیا تمہیں اِس بات کی طلب نہیں کہ تمہاری ظلمت اور حیرت دُور رہو۔ اور وہ شبہات جو
تمہارے دلوں میں مخفی ہیں جن کو تم ظاہر بھی نہیں کر سکتے۔ دُور ہو جائیں۔ پس اگر الٰہی
معرفت کا کچھ جوش ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ اِس دُنیا میں خدا کا قانونِ قدرت یہی ہے
کہ اُس نے ہر یک چیز کے دریافت کرنے کے لئے یا حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی
چیز کو آلہ ٹھہرا دیا ہے۔ اور عقل کا صرف یہی کام ہے کہ اس آلہ کی ضرورت کو ثابت کرتی
ہے۔ لیکن آپ اس آلہ کا کام نہیں دے سکتی۔ مثلاً آٹا پیسنے کے لئے چکّی کی ضرورت کو
عقل ثابت کرتی ہے۔ مگر یہ بات نہیں کہ عقل آپ ہی چکّی بن جاوے اور آٹا پیسنے لگے۔
اِسی طرح آجتک صدہا آلات کی عقل نے رہبری کی ہے لیکن کام وُہی انجام کو پہنچا ہے۔
جس کو آلہ نے انجام دیا ہے۔ اور جس کام کا آلہ میسّر نہیں آیا۔ وہاں عقل حیران رہی ہے۔ پس
دُنیا کے تمام کاروبار پر نظر ڈال کر دیکھ لو۔ کہ غایت درجہ کی سعی عقل کی یہی ہے کہ اسکو کسی
کام کے انجام دینے کیلئے کسی آلہ کا خیال دل میں پیدا ہو جائے۔ مثلاً عقل نے یہ سوچا کہ
عبُور دریا کے لئے کوئی آلہ چاہیئے۔ تو کشتی کی صورت دل میں جم گئی۔ اور پھر کشتی بنانے کا
ایک مادّہ میسّر آگیا۔ جو دریا پر چلتا ہے اور ڈُوبتا نہیں۔ سو اس مادّہ کے میسّر آنے سے
کشتی بن گئی۔ علیٰ ہذا القیاس ہزارہا اور آلات ہیں جن سے دُنیا کا دھندا چلتا ہے اور
ہر جگہ عقل کا صرف اِتنا منصب ہے کہ وہ آلہ کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ
بیان کر دیتی ہے کہ اِس قسم کا آلہ ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ وُہ آپ آلۂ مطلوبہ کا کام
دے سکتی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ عقل سلیم اِس بات کو بہ بداہت سمجھتی ہے کہ

۳۲۶

دے دیا۔ پھر جس حالت میں اُس ابتدائی زمانہ میں خدا کا سارا کام قدرتی پایا جاتا ۳۲۲

عالمِ ثانی کے واقعات اور صانع عالم کی ہستی اور اس صانع کی مرضیات اور غیر مرضیات اور جزا سزا کی کیفیات اور کمیات اور ارواح کے خلود اور بقا کے یقینی حالات معلوم کرنا یہ ایک ایسا باریک اور دقیق امر ہے کہ بجز ایک سماوی آلہ کے صحیح اور یقینی طور پر ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح عقل نے دُنیا کے احسن انتظام کے لئے ہزار ہا آلات کی ضرورت ثابت کی ہے۔ اسی طرح اِس جگہ بھی عقلِ سلیم اُس نادیدہ عالم کا قطعی طور پر پتہ دریافت کرنے کے لئے ایک آسمانی آلہ کی ضرورت قرار دیتی ہے تا اُس قادرِ مطلق کی ہستی جس کے سمجھنے میں لاکھوں عقلمندوں نے دھوکے کھائے ہیں۔ یقینی اور قطعی طور پر معلوم ہو جاوے۔ اور اسی طرح عالمِ جزا سزا بھی قطعی طور پر معلوم ہو۔ تا طالبِ حق ظنیات سے ترقی کر کے اِسی عالم میں حضرتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ اور عالمِ آخرت کو بعین الیقین دیکھ لے۔ اور وہ آلہ جو اس مرتبہ اعلیٰ یقین تک پہنچاتا ہے۔ کلامِ الٰہی ہے جس کے ذریعہ سے انسان بہ یقینِ کامل خدائے تعالیٰ کے وجود اور اُس کی صفاتِ کاملہ اور عالمِ جزا سزا کو سمجھ لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ نے لاکھوں انسانوں کو اس مرتبۂ معرفت تک پہنچا کر ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ یہ آلہ خداشناسی کا فی الواقعہ دُنیا میں موجود ہے۔ اور جو شخص اس سماوی آلہ سے روشنی حاصل نہیں کرتا۔ وہ اُس اندھے کی مانند ہے کہ جو ایک ایسی راہ میں چلتا ہے جس میں جابجا خندقیں ہیں۔ اور ہر یک طرف بڑے بڑے گڑھے ہیں۔ اُس کو کچھ خبر نہیں کہ سلامتی کی راہ کدھر ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ بچاؤ کی طرف کونسی ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ انجام قدم اُٹھانے کا کیا ہے۔ نہ آپ دیکھ سکتا ہے نہ کسی رہنما کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ اور نہ یہ جانتا ہے کہ آخر کس جگہ کا مُنہ دیکھنا نصیب ہے۔ اور نہ یہ یقین ہے کہ جس مطلب کے لئے اُس نے قدم اُٹھایا ہے وہ مطلب ضرور حاصل ہو جائے گا۔ بلکہ آنکھیں بھی اندھی ہیں اور دل بھی اندھا ہے۔ ۳۲۷

پھر ایک اور وسوسہ جو پنڈت صاحب کے دل کو پکڑتا ہے۔ یہ ہے کہ الہامی کتاب

ہے کہ جو آمیزش طبیعت اور سبب سے بہ کلّی پاک اور خالص ربّانی ارادہ سے نکلا

کسی انسان کے لئے اس کے ایمان کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ کیوں بنیاد نہیں ہو سکتی۔ اِس کی دلیل آپ یہ لکھتے ہیں کہ الہامی کتاب کے تسلیم کرنے سے پہلے ضرور ہے کہ خدا پر ایمان قائم کرلیا جاوے ہر یک پیغمبر یا رشی جس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ اُس نے کلام پر ایمان لانے سے پہلے متکلم کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ کسی کلام پر ایمان لانے سے پہلے خود کلام کرنے والے کو مان لینا لازمی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ پیغمبروں نے کلام کے نازل کنندہ کے وجود کا یقین بذریعہ اسی کلام کے حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اس کلام کے نزول سے پہلے ہی ان کو اپنی اندرونی فطرت کی گواہی سے وہ یقین حاصل تھا۔ یہ دلیل پنڈت صاحب نے کلام الٰہی کے غیر ضروری ہونے پر گویا اپنی عقل کا تمام رس نچوڑ کر پیش کی ہے۔ لیکن ہر یک عاقل پر سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ یہ پنڈت صاحب کا سراسر وہم ہے کہ جو اُنکے دل میں ایک صداقت کی غلط فہمی سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پنڈت صاحب ان دونوں امروں متذکرہ ذیل کو اجتماعِ ضدین قرار دیتے ہیں۔ یعنے یہ کہ بے خبر بندہ پر جو خدا کی ذات اور صفات سے بیخبر ہے۔ کلامِ الٰہی نازل ہو۔ اور ساتھ ہی وہ قادر خدا بذریعہ اپنی اس پاک کلام کے اپنے وجود پر آپ مطلع کرے۔ یہ دونوں باتیں پنڈت صاحب کی نظر میں ضدین ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ حالانکہ ان دونوں باتوں کا جمع ہونا کسی عاقل کے نزدیک اجتماعِ ضدین میں داخل نہیں۔ جس حالت میں انسان بھی اپنے کلام کے ذریعہ سے دوسرے انسان کو اپنے وجود سے اطلاع دے سکتا ہے تو پھر وہ اطلاع دہی خدائے تعالیٰ سے کیوں غیر ممکن ہے کیا وہ پنڈت صاحب کے نزدیک اِس بات پر قادر نہیں کہ بذریعہ اپنی کامل اور قادرانہ کلام کے جو تجلیاتِ الوہیت پر مشتمل ہے اپنے وجود سے مطلع کرے۔ اور اگر پنڈت صاحب کے دل کو یہ وسوسہ پکڑتا ہے کہ جس قدر نبی آئے وہ بلاشُبہ کلامِ الٰہی کے نازل ہونے سے پہلے خدا پر یقین رکھتے تھے۔ پس اِس سے ثابت ہے کہ وہ یقین انہیں کی فطرت اور عقل سے ان کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن واضح ہو کہ یہ وسوسہ محض قلتِ تدبّر سے ناشی ہے

۳۲۸

ہؤا ہے تو پھر کیونکر بے ایمانوں کی طرح بولیوں کے بارہ میں خدا کو اس بات سے عاجز ۳۴۳

کیونکہ اُس یقین کا باعث کسی طور سے مجرّد عقل اور فطرت نہیں ہوسکتے۔ انبیاء کسی جنگل میں اکیلے پیدا نہیں ہوتے تھے۔ تا یہ کہا جائے کہ انہوں نے الہام پانے سے پہلے بذریعہ سلسلۂ سماعی بھی جس کی الہامِ الٰہی سے بنیاد چلی آتی ہے۔ خدا کا نام نہیں سُنا تھا۔ اور صرف اپنی فطرت اور عقل سے خدا کے وجود پر یقین رکھتے تھے۔ بلکہ بہ بداہت ثابت ہے کہ خدا کے وجود کی شہرت اس کلام الٰہی کے ذریعہ سے دُنیا میں ہُوئی ہے کہ جو ابتدا زمانہ میں حضرتِ آدمؑ پر نازل ہُوا تھا۔ پھر بعد حضرتِ آدمؑ کے جس قدر انبیاء وقتاً فوقتاً زمانہ کی اصلاح کیلئے آتے رہے۔ اُنکو قبل از وحی خدا کے وجود سے یاد دلانے والی وُہی سماعی شہرت تھی جس کی بنیاد حضرتِ آدم کے صحیفہ سے پڑی تھی۔ پس وُہی سماعی شہرت تھی جس کو نبیوں کی مستعد اور پُرجوش فطرت نے فی الفور قبول کرلیا تھا۔ اور پھر خدا نے بذریعہ اپنے خاص کلام کے مراتب اعلیٰ یقین اور معرفت تک ان کو پہنچا دیا تھا۔ اور اُس نقصان اور قصور کو پورا کر دیا تھا کہ جو محض سماعی شہرت کی پیروی سے عائدِ حال تھا۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے وجود کی شہرت بطور سماعی چلی آتی ہے۔ اور سماعی سلسلہ کی بنیاد وہ الہام ہے جو پہلے پہل خدائے تعالیٰ کی طرف سے حضرتِ آدمؑ ابو البشر کو ہُوا تھا اور اس پر دلیل یہی کافی ہے کہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ ابتداء میں خداوند قادرِ مطلق کی ہستی کا پتہ اسی شے کے ذریعہ سے لگا ہے۔ کہ جس میں اب بھی پتہ لگانے کی قدرت مستقلہ حاصل ہے۔ سو وہ قدرت مستقلہ صرف کلام الٰہی میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اب بھی کلام الٰہی میں یہ اقتدار موجود و مشہود ہے کہ وہ امورِ پنہانی پر جیساکہ چاہیئے صحیح صحیح اطلاع دے سکتا ہے اور گذشتہ خبریں بھی ظاہر کرسکتا ہے اور ذاتِ باری کی غائبانہ ہستی کا ٹھیک ٹھیک نشان بھی دے سکتا ہے اور اپنے طریق خارق عادت سے اُس پر یقین بھی بخش سکتا ہے اور عالمِ ثانی کے حقائق اور کیفیتوں پر بھی مفصّل طور پر مطلع کرسکتا ہے جیساکہ اسی زمانہ میں مُلہمین کے تجارب صحیحہ اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ لیکن یہ جوہر عقل میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات بہ پایۂ ثبوت پہنچ چکی ہے کہ جس بچّہ نو پیدا کو سلسلہ سماعی کی تعلیم سے بہ کلّی محروم رکھ کر صرف اُس کی عقل پر اس کی خدا شناسی کو چھوڑا جائے تو وہ خدا ۳۴۹

سمجھا جائے کہ جس طرح اُس نے تمام چیزوں کو محض قدرت سے پیدا کیا تھا۔ وہ بولیوں

کی ہستی اور اسکی صفاتِ کاملہ اور عالم جزا سزا سے بکلّی بے خبر رہتا ہے۔ پس چونکہ معرفتِ حقہ کی تعلیم کا اقتدار صرف کلام الٰہی میں ثابت ہے عقل میں ثابت نہیں۔ اِسلئے ہر یک عاقل کو ماننا پڑتا ہے کہ ایمان اور دین کی بنیاد کلام الٰہی ہے خیالاتِ عقلیہ ہرگز بنیاد نہیں ہیں۔ اگرچہ استعدادِ عقلی نفسِ انسان میں موجود ہے مگر وہ استعداد بغیر رہبری کلام الٰہی کے ناکارہ ہے۔ جیسے استعدادِ بصارت آنکھوں میں موجود تو ہے مگر بغیر آفتاب کے کچھ چیز نہیں۔ اور جس طرح آفتاب کی روشنی اپنے وجود کو بھی ثابت کرتی ہے اور آفتاب کے وجود کی طرف بھی رہبر ہے۔ اسی طرح خدا کا کلام اپنی ذاتی روشنی اور صداقت اور بےمثل ہونے کیوجہ سے اپنا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی ہستی کی طرف بھی یقینی اور قطعی طور پر رہبر ہے۔

پھر پنڈت صاحب نے پرچہ دھرم جیون جنوری ۱۸۸۳ء میں یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ دانشمند انسان ایسی کتاب تالیف کر سکتا ہے کہ جو کمالات میں مثل قرآن شریف کے یا اس سے بڑھ کر ہو۔ اب چونکہ پنڈت صاحب بھی دانشمند ہی ہیں۔ بلکہ اپنی قوم کے ریفارمر اور مصلح ہونے کا دم مارتے ہیں۔ اس لئے یہ بارِ ثبوت انہیں کے ذمہ ہے کہ وہ ایسی کتاب تالیف کر کے دکھلادیں۔ اور جس طرح قرآن شریف باوجود کمال ایجاز جامع تمام حقائق و دقائق ہے۔ اور جس طرح قرآن شریف باوجود التزام حق اور حکمت اور صداقت کے اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر ہے۔ اور جس طرح قرآن شریف اعلیٰ درجہ کی پیشین گوئیوں اور اُمورِ غیبیہ سے بھرا ہوا ہے۔ اور جس طرح قرآن شریف اپنی پاک تاثیروں کی وجہ سے سچے طالبوں کے دلوں کو پاک کر کے آسمانی روشنی سے منور کرتا ہے۔ اور اُن میں وہ خاص برکتیں پیدا کرتا ہے کہ جو دوسرے مذہبوں میں نہیں پائی جاتیں۔ جیسا کہ ہم نے اِن سب باتوں کو اپنی کتاب میں ثابت کر دیا ہے اور کامل ثبوت دے دیا ہے۔ اسی طور اور شان کی کوئی اَور کتاب تالیف کر کے پیش کریں ؎

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار ٭ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

لیکن ہم پنڈت صاحب پر ظاہر کرتے ہیں کہ کسی انسان کے لئے ہرگز ممکن نہیں کہ وہ اُمور متذکرہ بالا کو جو طاقتِ انسانی سے بلند تر ہیں اپنے کلام میں پیدا کر سکے مگر خدا کے کلام میں

کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا جس نے خود انسان کو بغیر باپ اور ماں کے ۳۴۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اِن امور کا جمع ہونا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خدا بےمثل و مانند ہے اسی طرح جو چیز اُسی کی طرف سے صادر ہے وہ بےمثل و مانند چاہیئے جس کی نظیر بنانے پر انسان قادر نہ ہوسکے۔ پس قرآن شریف نے جو اپنے کمالات میں بےمثل ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ کوئی بےموقعہ دعویٰ نہیں۔ یہ وہی قانونِ قدرت کا مسئلہ ہے جسپر چلنا انسان کی دانشمندی ہے۔ جس سے انحراف کرنا حماقت کی نشانی ہے۔ ذرا اپنے ہی دل میں سوچ کر آپ انصافاً فرمائیے کہ خدا کے کلام کا بےنظیر ہونا قانونِ قدرت کے لحاظ سے لازم ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک لازم نہیں۔ اور خدا کے کاموں میں شرکتِ غیر بھی جائز ہے تو پھر صاف یہی کیوں نہیں کہتے کہ ہم کو خدا کے واحد لاشریک ہونے میں ہی کلام ہے۔ کیا آپ اِس بدیہی بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ خدا کی وحدانیت تب ہی تک ہے جب تک اس کی تمام صفات شرکتِ غیر سے منزہ ہیں۔ اگر خدا کے کلام کی یہ حیثیت ہو کہ انسان بھی ایسا ہی کلام بنا سکے۔ تو گویا خدا کی ساری حیثیت معلوم ہوگئی۔ گویا اس کی خدائی کا سارا بھید ہی کھل گیا۔ ⁂ ۳۴۳

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

⁂ اِس بات پر عیسائیوں کو بھی نہایت توجہ سے غور کرنی چاہیئے کہ خدائے بےمثل و مانند اور کامل کی کلام میں کن کن نشانیوں کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی انجیل بوجہ محرّف اور مبدّل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بےبہرہ اور بےنصیب ہے۔ بلکہ الٰہی نشان تو یکطرف رہے معمولی راستی اور صداقت بھی کہ جو ایک منصف اور دانشمند متکلّم کے کلام میں ہونی چاہیئے انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو، خدا کی ہدایت کو، خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا۔ کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکّا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا؟ اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دُنیا کا کس نے خون کیا؟ انہیں تالیفاتِ اربعہ نے جن اعتقادوں کی طرف مخلوق پرست کا نفسِ امّارہ جھکتا گیا۔ اُسی طرف ترجمہ کرنے کے وقت اُن کے الفاظ بھی جھکتے گئے۔ کیونکہ انسان کے الفاظ ہمیشہ اس کے خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض انجیل کی ہمیشہ کایا پلٹ کرتے رہنے سے اب وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔ اور خدا بھی اس کی تعلیم

پیدا کر کے اپنی قدرتِ تامّہ کا ثبوت دے دیا ہے۔ پھر تولیوں کے بارہ میں کیوں اسکی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اب ہم اِس جگہ بغرض فائدہ عام یہ باتیں بطور قاعدہ کلّیہ بیان کرتے ہیں کہ کلام کا وہ کونسا مرتبہ ہے جس مرتبہ پر کوئی کلام واقعہ ہونے سے اس صفت سے متصف ہوجاتا ہے کہ اس کو بے نظیر اور منجانب اللہ کہا جائے۔ اور پھر بطور نمونہ کوئی سُورہ قرآن شریف کی لکھ کر اس میں یہ ثابت کر کے دکھلائیں گے کہ وہ تمام وجوہ بے نظیری جو قاعدہ کلّیہ میں قرار دیگئی ہیں۔ اُس سورۃ میں بہ تمام و کمال پائی جاتی ہیں۔ اور اگر کسی کو ان وجوہ بے نظیری کے قبول کرنے میں پھر بھی انکار ہوگا۔ تو یہ بارِ ثبوت اسی کے ذمہ ہوگا کہ کوئی دوسرا کلام پیش کر کے دکھلاوے جس میں وہ تمام وجوہ بے نظیری پائے جاویں۔

سو واضح ہو کہ اگر کوئی کلام ان تمام چیزوں میں سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے صادر اور اُس کے دستِ قدرت کی صنعت ہیں کسی چیز سے مشابہت کلّی رکھتا ہو۔ یعنے اس میں عجائبات ظاہری و باطنی ایسے طور پر جمع ہوں کہ جو مصنوعاتِ الٰہیّہ میں سے کسی شئے میں جمع ہیں۔ تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ کلام ایسے مرتبہ پر واقع ہے کہ جس کی مثل بنانے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ کیونکہ جس چیز کی نسبت بے نظیر اور صادر من اللہ ہونا عند الخواص والعوام ایک مسلّم اور مقبول امر ہے جس میں کسی کو اختلاف و نزاع نہیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

موجودہ کے رُو سے وہ اصلی خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدوث اور تولّد اور تجسّم اور موت سے پاک تھا۔ بلکہ انجیل کی تعلیم کے رُو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا ہے۔ یا وُہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں اور آخری حال اُس کا پہلے حال سے کہ جو ازلی اور قدیم تھا بالکل بدل گیا۔ اور ہمیشہ قیوم اور غیر متبدّل رہ کر آخر کار تمام قیومی اُس کی خاک میں مل گئی۔ ماسوائے اِس کے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی بلکہ متّی وغیرہ نے بہت سی باتیں اُس کی لوگوں سے سُن سُنا کر لکھی ہیں اور لوکا کی انجیل میں تو خود لوکا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا اُن سے دریافت کر کے مَیں نے لکھا ہے۔ پس اِس تقریر میں خود لوقا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں۔ کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پُوچھنے کی کیا حاجت تھی۔ اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں۔ پھر وہ نبی کیونکر ہُوا۔ بہرحال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور

قدرت کو ناقص خیال کیا جائے۔ غرض جبکہ ہریک عاقل کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ پہلا ۳۳۵

اُس کی وجوہِ بے نظیری میں کسی شے کی شراکت تامہ ثابت ہونا بلاشبہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ شے بھی بے نظیر ہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی چیز اُس چیز سے بکلّی مطابق آجائے جو اپنے مقدار میں دس گز ہے۔ تو اس کی نسبت بھی بہ علم صحیح قطعی مفید یقین جازم حاصل ہوگا کہ وہ بھی دس گز ہے۔

اب ہم ان مصنوعاتِ الٰہیہ میں سے ایک لطیف مصنوع کو مثلاً گلاب کے پھول کو بطور مثال قرار دے کر اسکے وہ عجائبات ظاہری و باطنی لکھتے ہیں جن کی رُو سے وہ ایسی اعلیٰ حالت پر تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کی نظیر بنانے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ اور پھر اِس بات کو ثابت کر کے دکھلائیں گے کہ ان سب عجائبات سے سورۃ فاتحہ کے عجائبات اور کمالات ہموزن ہیں۔ بلکہ ان عجائبات کا پلّہ بھاری ہے اور اس مثال کے اختیار کرنے کا موجب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ اِس عاجز نے اپنی نظر کشفی میں سورۃ فاتحہ کو دیکھا کہ ایک ورق پر لکھی ہوئی اِس عاجز کے ہاتھ میں ہے اور ایک ایسی خوبصورت اور دلکش شکل میں ہے کہ گویا وہ کاغذ جسپر سورۃ فاتحہ لکھی ہوئی ہے سُرخ سُرخ اور ملائم گلاب کے پھولوں سے اِس قدر لدا ہوا ہے کہ جس کا کچھ انتہا نہیں۔ اور جب یہ عاجز اِس سورۃ کی کوئی آیت پڑھتا ہے۔ تو اس میں سے بہت سے گلاب کے پھول ایک خوش آواز کے ساتھ پرواز کر کے اُوپر کی طرف اُڑتے ہیں اور وہ پھول نہایت لطیف اور بڑے بڑے اور سُندر اور تر و تازہ اور خوشبودار ہیں جن کے اُوپر چڑھنے کے وقت دل و دماغ نہایت معطّر ہو جاتا ہے اور ایک ایسا عالم مستی کا پیدا کرتے ہیں کہ جو اپنی بے مثل لذتوں کی کشش سے دُنیا و مافیہا سے نہایت درجہ کی نفرت دلاتے ہیں۔ اِس مکاشفہ سے

۳۳۶

نہ اپنے سب بیان کے رُو سے الہامی ہیں۔ اور اسی وجہ سے انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کا کچھ لکھا گیا۔ غرض اِس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ پتے داری گانو کی طرح کچھ خدا کا کچھ انسان کا ہے۔ ہاں بعض ناواقف عیسائی بوجہ اپنی نہایت سادہ لوحی کے

۳۳۷

زمانہ خالص قُدرت نمائی کا زمانہ تھا اور اس میں عام طور پر قانونِ قُدرت یہی تھا کہ

معلوم ہوا کہ گلاب کے پھول کو سُورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک رُوحانی مناسبت ہے۔ سو ایسی مناسبت کے لحاظ سے اِس مثال کو اختیار کیا گیا۔ اور مناسب معلوم ہوا کہ اوّل بطور مثال گلاب کے پھول کے عجائبات کو کہ جو اسکے ظاہر و باطن میں پائے جاتے ہیں لکھا جائے۔ اور پھر بمقابلہ اُسکے عجائبات کے سورۃ فاتحہ کے عجائبات ظاہری و باطنی قلمبند ہوں۔ تا ناظرین با انصاف کو معلوم ہو کہ جو خوبیاں گلاب کے پھول میں ظاہرًا و باطنًا پائی جاتی ہیں جنکے رُو سے اُسکی نظیر بنانا عادتًا محال سمجھا گیا ہے۔ اُسی طور پر اور اُس سے بہتر خوبیاں سُورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔ اور تا اِس مثال کے لکھنے سے اشارہ کشفی پر بھی عمل ہو جائے۔ پس جاننا چاہیئے کہ یہ امر ہر یک عاقل کے نزدیک بغیر کسی تردّد اور توقّف کے مسلّم الثبوت ہے کہ گلاب کا پھول بھی مثل اور مصنوعاتِ الٰہیہ کے ایسی عمدہ خوبیاں اپنی ذات میں جمع رکھتا ہے جن کی مثل بنانے پر انسان قادر نہیں اور وہ دو طور کی خوبیاں ہیں۔ ایک وہ کہ جو

۳۳۳

اُس کی ظاہری صورت میں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کا رنگ نہایت خوشنما اور خوب ہے اور اس کی خوشبو نہایت دلآرام اور دلکش ہے اور اس کے ظاہر بدن میں نہایت درجہ کی ملائمت اور تر و تازگی اور نرمی اور نزاکت اور صفائی ہے۔ اور دوسری وہ خوبیاں ہیں کہ جو باطنی طور پر حکیم مطلق نے اس میں ڈال رکھی ہیں یعنے وہ خواص کہ جو اُس کے جوہر میں پوشیدہ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ مفرّح اور مقوّیٔ قلب اور مسکن صفرا ہے۔ اور تمام قوٰی اور ارواح کو تقویّت بخشتا ہے اور صفرا اور بلغم رقیق کا مسہل بھی ہے اور اسی طرح معدہ اور جگر اور گردہ اور امعا اور رحم اور پھیپھڑہ کو بھی قوّت بخشتا ہے اور خفقان حار اور غشی اور ضعفِ قلب کے لئے نہایت مفید ہے اور اسی طرح اور کئی امراض بدنی

۳۳۳

کبھی کبھی یہ دعوے کر بیٹھتے ہیں کہ انجیل بھی اپنی تعلیم کے رُو سے بے مثل و مانند ہے۔ یعنے انسان اس کی مثل بنانے پر قادر نہیں۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تعلیم اس کی خدا کا کلام ہے اور انجیل کی تعلیم کا بے مثل و مانند ہونا اِس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ اس میں عفو اور درگذر اور نیکی اور احسان کے لئے بہت سی تاکید ہے۔

ہریک کام بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے کیا جائے تو پھر بولیوں کو اُس عام

فائدہ مند ہے۔ پس انہیں دونوں طور کی خوبیوں کیوجہ سے اسکی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے کہ وہ ایسے مرتبۂ کمال پر واقعہ ہے کہ ہرگز کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی ایسا پھول بنا وے کہ جو اس پھول کی طرح رنگ میں خوشنما اور خوشبو میں دلکش اور بدن میں نہایت تر و تازہ اور نرم اور نازک اور مصفّا ہو۔ اور باوجود اِس کے باطنی طور پر تمام وہ خواص بھی رکھتا ہو جو گلاب کے پھول میں پائے جاتے ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیوں گلاب کے پھول کی نسبت ایسا اعتقاد کیا گیا کہ انسانی قوتیں اسکی نظیر بنانے سے عاجز ہیں اور کیوں جائز نہیں کہ کوئی انسان اُسکی نظیر بنا سکے۔ اور جو خوبیاں اسکی ظاہر و باطن میں پائی جاتی ہیں وہ مصنوعی پھول میں پیدا کر سکے۔ تو اس سوال کا جواب یہی ہے کہ ایسا پھول بنانا عادتًا ممتنع ہے اور آجتک کوئی حکیم اور فیلسوف کسی ایسی ترکیب سے کسی قسم کی ادویہ کو بہم نہیں پہنچا سکا کہ جن کے باہم مخلوط اور ممزوج کرنے سے ظاہر و باطن میں گلاب کے پھول کی سی صورت اور سیرت پیدا ہو جائے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ یہی وجہ بے نظیری کی سورۃ فاتحہ میں بلکہ قرآن شریف کے ہر یک حصہ اقلّ قلیل میں کہ جو چار آیت سے بھی کم ہو۔ پائی جاتی ہیں۔ پہلے ظاہری صورت پر نظر ڈال کر دیکھو کہ کیسی رنگینی عبارت اور خوش بیانی اور جودتِ الفاظ اور کلام میں کمال سلاست اور نرمی اور روانگی اور آب و تاب اور لطافت وغیرہ لوازمِ حُسنِ کلام اپنا کامل جلوہ دکھا رہے ہیں۔ ایسا جلوہ کہ جس پر زیادت متصوّر نہیں۔ اور وحشتِ کلمات اور تعقید ترکیبات سے بکلّی سالم اور بری ہے۔ ہر یک فقرہ اُس کا نہایت فصیح اور بلیغ ہے اور ہر یک ترکیب اس کی اپنے اپنے

ص۲۳۴

ص۲۳۴ اور ہر یک جگہ شر کے مقابلہ سے منع کیا ہے۔ بلکہ بدی کے عوض نیکی کرنا لکھا ہے۔ اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینے کا حکم ہے۔ پس اِس دلیل سے ثابت ہو گیا کہ وہ بے مثل و مانند اور انسانی طاقتوں سے برتر ہے۔ لاحول ولا قوّۃ۔ اَے حضرات! یہ نئی منطق آپ کہاں سے لائے۔ جس سے آپ یہ

۲۳۵ق قانون سے باہر نکال کر قانونِ قُدرت کو توڑنا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔

موقعہ پر واقعہ ہے اور ہر یک قسم کا التزام جس سے حُسنِ کلام بڑھتا ہے اور لطافتِ عبارت کُھلتی ہے۔ سب اُس میں پایا جاتا ہے۔ اور جس قدر حُسنِ تقریر کے لئے بلاغت اور خوش بیانی کا اعلیٰ سے درجہ ذہن میں آسکتا ہے وہ کامل طور پر اس میں موجود اور مشہود ہے۔ اور جس قدر مطلب کے دلنشین کرنے کے لئے حُسنِ بیان درکار ہے وہ سب اس میں مہیا اور موجود ہے اور باوجود اس بلاغتِ معانی اور التزامِ کمالیّتِ حُسنِ بیان کے صدق اور راستی کی خوشبو سے بھرا ہُوا ہے۔ کوئی مبالغہ ایسا نہیں جس میں جھُوٹ کی ذرا آمیزش ہو۔ کوئی رنگینی عبارت اِس قسم کی نہیں جس میں شاعروں کی طرح جھُوٹ اور ہزل اور فضول گوئی کی نجاست اور بدبو سے مدد لی گئی ہو۔ پس جیسے شاعروں کا کلام جھُوٹ اور ہزل اور فضول گوئی کی بدبو سے بھرا ہُوا ہوتا ہے۔ یہ کلام صداقت اور راستی کی لطیف خوشبو سے بھرا ہُوا ہے۔ اور پھر اس خوشبو کے ساتھ خوش بیانی اور جودتِ الفاظ اور رنگینی اور صفائی عبارت کو ایسا جمع کیا گیا ہے کہ جیسے گلاب کے پھُول میں خوشبو کے ساتھ اُس کی خوش رنگی اور صفائی بھی جمع ہوتی ہے۔ یہ خوبیاں تو باعتبار ظاہر کے ہیں۔ اور باعتبار باطن کے اُس میں یعنے سُورۃ فاتحہ میں یہ خواص ہیں کہ وہ بڑی بڑی امراضِ رُوحانی کے علاج پر مشتمل ہے اور تکمیل قوّتِ علمی اور عملی کیلئے بہت سا سامان اس میں موجود ہے اور بڑے بڑے بگاڑوں کی اصلاح کرتی ہے اور بڑے بڑے معارف اور دقائق اور لطائف کہ جو حکیموں اور فلسفیوں کی نظر سے چھُپے رہے۔ اُس میں مذکور ہیں۔ سالک کے دل کو اُس کے پڑھنے سے یقینی قوّت بڑھتی ہے اور شک اور شبہ اور ضلالت کی بیماری سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور بہت سی اعلیٰ درجہ کی صداقتیں اور

۲۳۵ق

۲۳۵ق سمجھ بیٹھے کہ جن نصیحتوں میں حلم اور درگذر کی تاکید مزید ہو۔ وہ بے نظیر ہو جایا کرتی ہیں۔ اور قوائے بشریہ ایسی نصیحتوں کے بیان کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ یہی تو سمجھ کا پھیر ہے۔ کہ اب تک آپ کو یہ بھی خبر نہیں۔ کہ بے مثل و مانند کا لفظ کسی شے کی نسبت صرف اُنہیں حالتوں میں بولا جاتا ہے کہ جب وہ شے اپنی ذات میں ایسے مرتبہ پر

اُس زمانہ کی نظیر میں اِس زمانہ کے حالات پیش کرنا درست نہیں ہے مثلاً اب کوئی

حاشیہ نمبر ۱۱

نہایت باریک حقیقتیں کہ جو تکمیلِ نفس ناطقہ کے لئے ضروری ہیں۔ اُس کے مبارک مضمون میں بھری ہوئی ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ کمالات بھی ایسے ہیں کہ گلاب کے پھول کے کمالات کی طرح ان میں بھی عادتاً ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی انسان کے کلام میں مجتمع ہوسکیں۔ اور یہ امتناع نہ نظری بلکہ بدیہی ہے کیونکہ جن دقائق و معارفِ عالیہ کو خدائے تعالیٰ نے عین ضرورتِ حقّہ کے وقت اپنے بلیغ اور فصیح کلام میں بیان فرما کر ظاہری اور باطنی خوبی کا کمال دکھلایا ہے اور بڑی نازک شرطوں کے ساتھ دونوں پہلوؤں ظاہر و باطن کو کمالیت کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچایا ہے۔ یعنے اوّل تو ایسے معارفِ عالیہ ضروریہ لکھے ہیں کہ جن کے آثار پہلی تعلیموں سے مندرس اور محو ہوگئے تھے اور کسی حکیم یا فیلسوف نے بھی اُن معارفِ عالیہ پر قدم نہیں مارا تھا۔ اور پھر اُن معارف کو غیر ضروری اور فضول طور پر نہیں لکھا بلکہ ٹھیک ٹھیک اُسوقت اور اُس زمانہ میں ان کو بیان فرمایا جسوقت حالتِ موجودہ زمانہ کی اصلاح کیلئے اُن کا بیان کرنا ازبس ضروری تھا اور بغیر انکے بیان کرنے کے زمانہ کی ہلاکت اور تباہی متصوّر تھی۔ اور پھر وہ معارفِ عالیہ ناقص اور ناتمام طور پر نہیں لکھے گئے بلکہ کمّاً و کیفاً کامل درجہ پر واقعہ ہیں اور کسی عاقل کی عقل کوئی ایسی دینی صداقت پیش نہیں کرسکتی جو اُن سے باہر رہ گئی ہو۔ اور کسی باطل پرست کا کوئی ایسا وسوسہ نہیں جس کا ازالہ اُس کلام میں موجود نہ ہو۔ ان تمام حقائق و دقائق کے التزام سے کہ جو دوسری طرف ضرورات حقّہ کے التزام کے ساتھ وابستہ ہیں فصاحت بلاغت کے اُن اعلیٰ کمالات کو ادا کرنا جن پر زیادت متصوّر نہ ہو۔ یہ تو نہایت بڑا کام ہے کہ جو بشری طاقتوں سے بہ بداہت نظر بلند تر ہے۔ مگر انسان تو ایسا بے ہنر ہے کہ اگر ادنیٰ اور ناکارہ معاملات کو کہ جو حقائق عالیہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے کسی رنگین اور فصیح عبارت میں بہ التزام راست بیانی اور حق گوئی کے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

واقعہ ہو۔ کہ جس کی نظیر پیش کرنے سے انسانی طاقتیں عاجز رہ جائیں۔ آپ اپنے دعویٰ میں بار بار اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ انجیل میں ہر جگہ اور ہر موقعہ میں عفو اور درگذر کرنے کے لئے تاکید ہے۔ اور ایسی تاکید کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ بھلا بہت

ص ۳۲۶

بچہ انسان کا بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر اُس ابتدائی

لکھنا چاہیے تو یہ بھی اُسکے لئے ممکن نہیں جیسا کہ یہ بات ہر عاقل کے نزدیک نہایت بدیہی ہے کہ اگر مثلاً ایک دوکاندار جو کامل درجہ کا شاعر اور انشا پرداز ہو۔ یہ چاہے کہ جو اپنی اُس گفتگو کو جو ہر روز اُسے رنگا رنگ کے خریداروں اور معاملہ داروں کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ کمال بلاغت اور رنگینی عبارت کے ساتھ کیا کرے اور پھر یہ بھی التزام رکھے کہ ہر محل اور ہر موقعہ میں جس قسم کی گفتگو کرنا ضروری ہے وہی کرے۔ مثلاً جہاں کم بولنا مناسب ہے وہاں کم بولے اور جہاں بہت مغز زنی مصلحت ہے وہاں بہت گفتگو کرے۔ اور جب اُس میں اور اُسکے خریدار میں کوئی بحث آپڑے تو وہ طرزِ تقریر اختیار کرے جس سے اُس بحث کو اپنے مفیدِ مطلب طے کر سکے۔ یا مثلاً ایک حاکم جس کا یہ کام ہے کہ فریقین اور گواہوں کے بیان کو ٹھیک ٹھیک قلمبند کرے اور ہر یک بیان پر جو جو واقعی اور ضروری طور پر جرح قدح کرنا چاہیئے وہی کرے۔ اور جیسا کہ تنقیح مقدمہ کے لئے شرط ہے اور تفتیش امرِ متنازعہ فیہ کے لئے قرینِ مصلحت ہے۔ سوال کے موقعہ پر سوال اور جواب کے موقعہ پر جواب لکھے۔ اور جہاں قانونی وجوہ کا بیان کرنا لازم ہو۔ اُن کو درست طور پر حسب منشاء قانون بیان کرے۔ اور جہاں واقعات کا بہ ترتیبِ تمام کھولنا واجب ہو۔ اُن کو بہ پابندی ترتیب و صحت کھولدے۔ اور پھر جو کچھ فی الواقعہ اپنی رائے اور بتائید اُس رائے کے وجوہات ہیں۔ اُنکو بہ صحتِ تمام بیان کرے۔ اور باوصف ان تمام التزامات کے فصاحت بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر اُس کا کلام ہو۔ کہ اُس سے بہتر کسی بشر کیلئے ممکن نہ ہو۔ تو اِس قسم کی بلاغت کو انجام پہنچانا بہ بداہت اُن کے لئے محال ہے۔ سو انسانی فصاحتوں کا یہی حال ہے کہ بجز فضول اور غیر ضروری اور واہیات باتوں کے قدم ہی نہیں اُٹھ سکتا۔ اور بغیر جھوٹ

خوب یوں ہی سہی۔ مگر کیا اِس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اِس قدر تاکید انسان نہیں کر سکتا۔ اور انسانی قوتیں ان تاکیدوں کے بیان سے قاصر ہیں۔ کیا رحم اور عفو کی تاکید بت پرستوں کے پُستکوں میں کچھ کم ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو آریہ قوم کے بت پرستوں نے رحم کی تاکید کو

زمانہ میں بھی انسان کا پیدا ہونا والدین کے وجود پر ہی موقوف ہوتا تو پھر کیونکر

اور ہزل کے اختیار کرنے کے کچھ بول ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کچھ بولے بھی تو ادھورا ناک ہے۔ تو کان نہیں۔ کان ہیں۔ تو آنکھ ندارد۔ سچ بولے تو فصاحت گئی۔ فصاحت کے پیچھے پڑے۔ تو جھوٹ اور فضول گوئی کے انبار کے انبار جمع کر لئے۔ پیاز کی طرح سب پوست ہی پوست اور بیچ میں کچھ بھی نہیں۔ پس جس صورت میں عقلِ سلیم صریح حکم دیتی ہے کہ ناکارہ اور خفیف معاملات اور سیدھے سادے واقعات کو بھی ضرورتِ حقّہ اور راستی کے التزام سے رنگین اور بلیغ عبارت میں ادا کرنا ممکن نہیں تو پھر اس بات کا سمجھنا کس قدر آسان ہے کہ معارفِ عالیہ کو ضرورتِ حقّہ کے التزام کے ساتھ نہایت رنگین اور فصیح عبارت میں جس سے اعلیٰ اور اصفیٰ متصوّر نہ ہو بیان کرنا بالکل خارقِ عادت اور بشری طاقتوں سے بعید ہے۔ اور جیسا کہ گلاب کے پھول کی طرح کوئی پھول کہ جو ظاہر و باطن میں اس سے مشابہ ہو۔ بنانا عادتاً محال ہے۔ ایسا ہی یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ جب ادنےٰ ادنےٰ امور میں تجربہ صحیحہ شہادت دیتا ہے اور فطرتِ سلیمہ قبول کرتی ہے کہ انسان اپنی کسی ضرورت اور راست راست بات کو خواہ وہ بات کسی معاملہ خرید و فروخت سے متعلق ہو۔ یا تحقیقاتِ عدالت وغیرہ سے تعلّق رکھتی ہو۔ جب اس کو اصلح اور انسب طور پر بجالانا چاہے۔ تو یہ بات غیر ممکن ہو جاتی ہے کہ اس کی عبارت خواہ نخواہ ہر محل میں موزون اور مقفّٰی اور فصیح اور بلیغ بلکہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر ہو۔ تو پھر ایسی تقریر کہ جو علاوہ التزام راستی اور صدق کے معارف اور حقائقِ عالیہ سے بھی بھری ہوئی اور ضرورتِ حقّہ کے رُو سے صادر ہو۔ اور تمام حقّانی صداقتوں پر محیط ہو۔ اور اپنے منصبِ اصلاح حالتِ موجودہ اور اتمامِ حجّت اور الزام منکرین میں ایک

ح ۳۲۷

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اس کمال تک پہنچا یا ہے کہ بس حد ہی کر دی۔ اُن کے ایک شاستر کا اشلوک اسوقت ہم کو یاد آیا ہے۔ جس پر تقریباً سارے ہندوؤں کا عمل ہے اور وہ یہ ہے۔ اہنسا پرمو دھرما یعنے اس سے بڑا دھرم اور کوئی نہیں کہ کسی جاندار کو تکلیف نہ دیجائے

ح ۳۲۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۳

یہ دُنیا پیدا ہو سکتی - علاوہ اس کے جو تغیّرات بولیوں میں طبعی طور پر ہوتے رہتے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ذرا فروگذاشت نہ کرتی ہو۔ اور مناظرہ اور مباحثہ کے تمام پہلوؤں کی کماحقہٗ رعایت رکھتی ہو اور تمام ضروری دلائل اور ضروری براہین اور ضروری تعلیم اور ضروری سوال اور ضروری جواب پر مشتمل ہو۔ کیونکر باوجود ان مشکلات پیچ در پیچ کے کہ جو پہلی صورت سے صدہا درجہ زیادہ ہیں۔ ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ کسی بشر کی تحریر میں جمع ہو سکتی ہے کہ وہ بلاغت بھی بے مثل و مانند ہو۔ اور اُس مضمون کو اُس سے زیادہ فصیح عبارت میں بیان کرنا ممکن نہ ہو۔

یہ تو وہ وجوہ ہیں کہ جو سورۃ فاتحہ اور قرآنِ شریف میں ایسے طور سے پائی جاتی ہیں جن کو گلاب کے پھول کی وجوہ بے نظیری سے بکلّی مطابقت ہے۔ لیکن سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف میں ایک اور خاصہ بزرگ پایا جاتا ہے کہ جو اسی کلام پاک سے خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ اُس کو توجّہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے اور ظلمانی پردوں کو اُٹھاتا ہے۔ اور سینے کو منشرح کرتا ہے۔ اور طالبِ حق کو حضرتِ احدیّت کی طرف کھینچکر ایسے انوار اور آثار کا مورد کرتا ہے کہ جو مقرّبانِ حضرتِ احدیّت میں ہونی چاہیئے۔ اور جن کو انسان کسی دوسرے حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اس رُوحانی تاثیر کا ثبوت بھی ہم اس کتاب میں دے چکے ہیں۔ اور اگر کوئی طالبِ حق ہو۔ تو بالمواجہ ہم اُس کی تسلّی کر سکتے ہیں۔ اور ہر وقت تازہ بتازہ ثبوت دینے کو طیار ہیں۔ اور نیز اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف کا اپنی کلام میں بے مثل و مانند ہونا صرف عقلی دلائل میں محصور نہیں بلکہ زمانہ دراز کا تجربہ صحیحہ بھی اس کا مؤیّد اور مصدّق ہے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف

۴۳۸

اسی اشلوک کے رُو سے ہندو لوگ کسی جاندار کو آزار دینا پسند نہیں کرتے۔ یہانتک کہ سانپوں کے شر کا بھی مقابلہ نہیں کرتے۔ بلکہ بجائے اُن کے شر کے اُن کو دُودھ پلاتے ہیں اور اُن کی پُوجا کرتے ہیں۔ اس پُوجا کا نام اُن کے مذہب میں

۴۳۹

ہیں۔ اُن تغیّرات میں اور اس دوسری صورت میں کہ جب بولی عدمِ محض سے پیدا کی جائے بڑا فرق ہے۔ کسی موجودہ بولی میں کچھ تغیّر ہونا شئے دیگر ہے۔ اور عدم محض

۲۲۸

حاشیہ نمبر ۱۱

برابر تیرہ سو برس سے اپنی تمام خوبیاں پیش کر کے هل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے۔ اور تمام دُنیا کو بآوازِ بلند کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی ظاہری صورت اور باطنی خواص میں بے مثل و مانند ہے۔ اور کسی جنّ یا انس کو اس کے مقابلہ یا معارضہ کی طاقت نہیں۔ مگر پھر بھی کسی متنفس نے اس کے مقابلہ پہ دم نہیں مارا۔ بلکہ اس کی کم سے کم کسی سورۃ مثلاً سورۃ فاتحہ کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکا۔ تو دیکھو اس سے زیادہ بدیہی اور کھلا کھلا معجزہ اور کیا ہوگا۔ کہ عقلی طور پر بھی اس پاک کلام کا بشری طاقتوں سے بلند تر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور زمانہ دراز کا تجربہ بھی اس کے مرتبۂ اعجاز پر گواہی دیتا ہے۔ اور اگر کسی کو یہ دونوں طور کی گواہی کہ جو عقل اور تجربہ زمانہ دراز کے رُو سے بہ پایۂ ثبوت پہنچ چکی ہے نامنظور ہو۔ اور اپنے علم اور ہُنر پر نازاں ہو۔ یا دُنیا میں کسی ایسے بشر کی انشا پردازی کا قائل ہو۔ کہ جو قرآنِ شریف کی طرح کوئی کلام بنا سکتا ہے۔ تو ہم جیسا کہ وعدہ کر چکے ہیں۔ کچھ بطور نمونہ حقائق دقائق سورۃ فاتحہ کے لکھتے ہیں۔ اُس کو چاہیئے کہ بمقابلہ ان ظاہری و باطنی سُورۃ فاتحہ کی خوبیوں کے کوئی اپنا کلام پیش کرے۔ لیکن قبل تفصیل حقائقِ عالیہ سورۃ فاتحہ کے ہم طولِ کلام سے کچھ اندیشہ نہ کر کے مکرّر بیان کرتے ہیں کہ شخص معارض اس بات کو خوب یاد رکھے۔ کہ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ سُورۃ فاتحہ میں تمام قرآن شریف کی طرح دو قسم کی خوبیاں ہیں کہ جو بے مثل و مانند ہیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایک ظاہری صورت میں خوبی اور ایک باطنی خوبی۔ ظاہری خوبی یہ کہ جیسا کہ

۲۲۹

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ناگ پُوجا ہے۔ بعض ہندو اِس قدر رحم دل ہوتے ہیں کہ بالوں میں جوئیں جو پڑ جاتی ہیں۔ اُن کو بھی اپنے بالوں سے نہیں نکالتے۔ بلکہ اُن کے آرام کی نظر سے اپنے تمام بدن کے بال نہیں کٹاتے۔ اور آپ دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ تا اُن کے استھان میں صورتِ

۳۳۹ سے ایک بولی کا من کل الوجوہ پیدا ہوجانا یہ اور بات ہے۔ ماسوا ان سب باتوں کے جبکہ اب بھی خدائے تعالیٰ بذریعہ اپنے الہام کے مختلف بولیوں کو اپنے

بارہا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت میں ایسی رنگینی اور آب و تاب اور نزاکت و لطافت و ملایمت اور بلاغت اور شیرینی اور روانگی اور حُسنِ بیان اور حُسنِ ترتیب پایا جاتا ہے کہ ان معانی کو اس سے بہتر یا اس سے مساوی کسی دوسری فصیح عبارت میں ادا کرنا ممکن نہیں۔ اور اگر تمام دُنیا کے انشا پرداز اور شاعر متفق ہوکر یہ چاہیں کہ اُسی مضمون کو لیکر اپنے طور سے کسی دوسری فصیح عبارت میں لکھیں کہ جو سورۃ فاتحہ کی عبارت سے مساوی یا اس سے بہتر ہو۔ تو یہ بات بالکل محال اور ممتنع ہے کہ ایسی عبارت لکھ سکیں۔ کیونکہ تیرہ سو برس سے قرآن شریف تمام دُنیا کے سامنے اپنی بے نظیری کا دعویٰ پیش کر رہا ہے۔ اگر ممکن ہوتا تو البتہ کوئی مخالف اس کا معارضہ کرکے دکھلاتا۔ حالانکہ ایسے دعوے کے معارضہ نہ کرنے میں تمام مخالفین کی رُسوائی اور ذلّت اور قرآنِ شریف کی شوکت اور عزت ثابت ہوتی ہے۔ پس چونکہ تیرہ سو برس سے اب تک کسی مخالف نے عبارت قرآنی کی مثل پیش نہیں کی۔ تو اس قدر زمانہ دراز تک تمام مخالفین کا مثل پیش کرنے سے عاجز رہنا اور اپنی نسبت اُن تمام رُسوائیوں اور ندامتوں اور لعنتوں کو روا رکھنا کہ جو جھوٹوں اور لاجواب رہنے والوں کی طرف عائد ہوتے ہیں۔ صریح اس بات پر دلیل ہے کہ فی الحقیقت اُن کی علمی طاقت مقابلہ سے عاجز رہی ہے۔ اور اگر کوئی اس امر کو تسلیم نہ کرے۔ تو یہ بارِ ثبوت اُسی کی گردن پر ہے کہ وہ آپ یا کسی اپنے مددگار سے عبارتِ قرآن کی مثل بنوا کر پیش کرے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ کے مضمون کو لیکر کوئی دوسری فصیح عبارت بنا کر دکھلاوے جو کمالِ بلاغت اور فصاحت میں اس کے برابر ہوسکے۔ اور جب تک ایسا نہ کرے۔ تب تک وہ ثبوت کہ جو مخالفین کے تیرہ سو برس خاموش اور لاجواب رہنے سے اہلِ حق ۳۴۰

۳۴۰ تفرقہ پیدا نہ ہو۔ اور بعض ہندو اپنے مُونہہ پر تھیلی چڑھا کر رکھتے ہیں اور پانی پُن کر پیتے ہیں۔ تا کوئی جیو اُن کے مُونہہ کے اندر نہ چلا جائے اور اس طرح پر وہ کسی جیو گھات کے موجب نہ ٹھہریں۔ اب دیکھئے اس کمال کا رحم اور عفو انجیل میں کہاں ہے۔ لیکن باوجود اس کے

ص۲۴۰

بندوں پر القا کرتا ہے اور ایسی زبانوں میں الہام کر سکتا ہے جن زبانوں کا اُن بندوں کو کچھ بھی علم حاصل نہیں جیسا کہ ہم حاشیہ در حاشیہ نمبر ا میں اس کا ثبوت دے چکے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کے ہاتھ میں ہے۔ کسی طور سے ضعیف الاعتبار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مخالفین کے سینکڑوں برسوں کی خاموشی اور لاجواب رہنے نے اس کو وہ کامل مرتبہ ثبوت کا بخشا ہے کہ جو گلاب کے پھول وغیرہ کو وہ ثبوت بے نظیری کا حاصل نہیں۔ کیونکہ دنیا کے حکیموں اور صنعت کاروں کو کسی دوسری چیز میں اس طور پر معارضہ کے لئے کبھی ترغیب نہیں دی گئی اور نہ اسکی مثل بنانے سے عاجز رہنے کی حالت میں کبھی اُن کو یہ خوف دلایا گیا کہ وہ طرح طرح کی تباہی اور ہلاکت میں ڈالے جائیں گے۔ پس ظاہر ہے کہ جس بداہت اور چمک اور دمک سے قرآن شریف کی بلاغت اور فصاحت کا انسانی طاقتوں سے بلند تر ہونا ثابت ہے۔ اس طرح پر گلاب کی لطافت اور رنگینی وغیرہ کا بے مثل ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ پس یہ تو سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف کی ظاہری خوبی کا بیان ہے۔ جس میں اس کا بے مثل و مانند ہونا اور بشری طاقتوں سے برتر ہونا مخالفین کے عاجز رہنے سے بہ پایۂ ثبوت پہنچ گیا ہے اب ہم باطنی خوبیوں کو بھی دوبارہ ذکر کرتے ہیں۔ تا اچھی طرح غور کرنے والوں کے ذہن میں آجائیں۔ سو جاننا چاہیئے کہ جیسا خداوند حکیم مطلق نے گلاب کے پھول میں بدنِ انسان کے لئے طرح طرح کے منافع رکھے ہیں کہ وہ دل کو قوت دیتا ہے اور قویٰ اور ارواح کو تقویت بخشتا ہے۔ اور کئی اور مرضوں کو مفید ہے۔ ایسا ہی خداوند کریم نے سورۃ فاتحہ میں تمام قرآن شریف کی طرح روحانی مرضوں کی شفا رکھی ہے۔ اور باطنی بیماریوں کا اس میں وہ علاج موجود ہے کہ جو اس کے غیر میں ہرگز نہیں پایا گیا۔ کیونکہ اس میں وہ کامل صداقتیں بھری ہوئی ہیں کہ جو روئے زمین سے نابود ہو گئی تھیں۔ اور دنیا میں ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔ پس وہ پاک کلام فضول اور بے فائدہ طور پر دنیا میں نہیں آیا۔ بلکہ وہ آسمانی نور اُس وقت تجلی فرما ہوا۔ جبکہ دنیا کو اُس

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کوئی عیسائی یہ رائے ظاہر نہیں کرتا کہ ہندو شاستر کی وہ تعلیم بے نظیر اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ پھر انجیل کی تعلیم کہ جو حلم اور عفو اور رحم کی تاکید میں اس سے کچھ بڑھ کر نہیں۔ کیونکر

ص۲۴۱

ہیں۔ تو اِس صُورت میں کس قدر حماقت ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ اِس القا کے خداوند علیم مطلق کو ابتدائی زمانہ میں قدرت حاصل نہیں تھی۔ کیونکہ جس حالت میں اُس کی

کی نہایت ضرورت تھی۔ اور اُن تعلیموں کو لایا جن کا دُنیا میں پھیلانا دُنیا کی اصلاح کے لئے نہایت ضروری تھا۔ غرض جن پاک تعلیموں کی بغایت درجہ ضرورت تھی۔ اور جن معارف حقائق کے شائع کرنے کی شدّت سے حاجت تھی۔ انہیں ضروری اور لابدی اور حقّانی صداقتوں کو عین ضرورت کے وقتوں میں اور ٹھیک ٹھیک حاجت کے موقعہ پر ایک بے مثل بلاغت اور فصاحت کے پیرایہ میں بیان فرمایا۔ اور باوصف اس التزام کے جو کچھ گمراہوں کی ہدایت کے لئے اور حالتِ موجودہ کی اصلاح کے لئے بیان کرنا واجب تھا۔ اس سے ایک ذرا ترک نہ کیا۔ اور جو کچھ غیر واجب اور فضول اور بیہودہ تھا۔ اس کا کسی فقرہ میں کچھ دخل ہونا نہ پایا۔ غرض وہ انوار اور پاک صداقتیں باوصف اس شان عالی کے کہ جو اُن کو بوجہ اعلیٰ درجہ کے معارف ہونے کے حاصل ہے۔ ایک نہایت درجہ کی عظمت اور برکت یہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ عبث اور فضول طور پر ظاہر نہیں کی گئیں۔ بلکہ جن جن اقسام انواع کی ظلمت دُنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس جس قسم کا جہل اور فساد علمی اور عملی اور اعتقادی اموربیں حالتِ زمانہ پر غالب آگیا تھا۔ اُس ہر یک قسم کے فساد کے مقابلہ پر پُورے پُورے زور سے ان سب ظلمتوں کو اُٹھانے کے لئے اور روشنی کو پھیلانے کے لئے عین ضروری وقت پر بارانِ رحمت کی طرح اُن صداقتوں کو دُنیا میں ظاہر کیا گیا۔ اور حقیقت میں وہ بارانِ رحمت ہی تھا کہ سخت پیاسوں کی جان رکھنے کے لئے آسمان سے اُترا۔ اور دُنیا کی رُوحانی حیات اسی بات پر موقوف تھی کہ وہ آبِ حیات نازل ہو۔ اور کوئی قطرہ اس کا ایسا نہ تھا کہ کسی موجود الوقت بیماری کی دوا نہ ہو۔ اور حالت موجودہ زمانہ نے صدہا سال تک اپنی معمولی گمراہی پر رہ کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ ان بیماریوں کے علاج کو خود بخود بغیر اُترنے اُس نور کے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نہ اپنی ظلمت کو آپ اُٹھا سکتا ہے۔ بلکہ ایک آسمانی نور کا

بے نظیر ہو سکتی ہے۔ افسوس حضراتِ عیسائی ذرا نہیں سوچتے کہ اخلاقی امور کو کسی قدر شدّ و مد سے بیان کرنا اِس بات کو مستلزم نہیں کہ انسان ایسی شدّ و مد سے بیان

ص۲۴۲

غیر محدود قدرت کا اب بھی بدیہی طور پر ثبوت ملتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسی بولیوں کا الہام کر دیتا ہے کہ جن بولیوں سے وہ بندے نا آشنا محض ہیں اور جن کو

محتاج ہے کہ جو اپنی سچائی کی شعاعوں سے دنیا کو روشن کرے اور انکو دکھاوے جنہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور انکو سمجھاوے جنہوں نے کبھی نہیں سمجھا۔ اُس آسمانی نور نے دنیا میں آکر صرف یہی کام نہیں کیا کہ ایسے معارفِ حقہ ضروریہ پیش کئے جن کا معقولہ زمین پر نشان باقی نہیں رہا تھا۔ بلکہ اپنے روحانی خاصہ کے زور سے ان جواہرِ حق اور حکمت کو بہت سینوں میں بھر دیا۔ اور بہت سے دلوں کو اپنے دلربا چہرہ کی طرف کھینچ لایا۔ اور اپنی قوی تاثیر سے بہتوں کو علم اور عمل کے اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔ اب یہ دونوں قسم کی خوبیاں کہ جو سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ کلام الٰہی کی بےنظیری ثابت کرنے کیلئے ایسے روشن دلائل ہیں کہ جیسی وہ خوبیاں جو گلاب کے پھول میں سب کے نزدیک انسانی طاقتوں سے اعلیٰ تسلیم کئے گئے ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر یہ خوبیاں بدیہی طور پر عادت سے خارج اور طاقتِ انسانی سے باہر ہیں۔ اس شان کی خوبیاں گلاب کے پھول میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ ان خوبیوں کی عظمت اور شوکت اور بےنظیری اُسوقت کھلتی ہے جب انسان سب کو من حیث الاجتماع اپنے خیال میں لاوے۔ اور اس اجتماعی ہیئت پر غور اور تدبر سے نظر ڈالے۔ مثلاً اوّل اس بات کے تصوّر کرنے سے کہ ایک کلام کی عبارت ایسے اعلیٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ اور ملائم اور شیریں اور سلیس اور خوش طرز اور رنگین ہو۔ کہ اگر کوئی انسان کوئی ایسی عبارت اپنی طرف سے بنانا چاہے کہ جو بتمام وکمال انہیں معانی پر مشتمل ہو کہ جو اُس بلیغ کلام میں پائی جاتی ہیں۔ تو ہرگز ممکن نہ ہو۔ کہ وہ انسانی عبارت اس پایۂ بلاغت اور رنگینی کو پہنچ سکے۔ پھر ساتھ ہی یہ دوسرا تصوّر کرنے سے کہ اس عبارت کا مضمون ایسے حقائق دقائق پر مشتمل ہو۔ کہ جو فی الحقیقت اعلیٰ درجہ کی صداقتیں ہوں۔ اور کوئی فقرہ

ص۲۴۲

نہیں کر سکتا۔ اور اگر مستلزم ہے تو کوئی برہان منطقی اس پر قائم کرنی چاہیئے۔ تا اُس برہان کے ذریعہ سے انجیل کی تعلیم اور ہندوؤں کی پستک بےنظیر بنجائیں مگر جب تک کوئی دلیل بیان نہ ہو تب تک ہم کیونکر ایسی تعلیموں کا بےنظیر ہونا تسلیم کریں جن کے استخراج کیلئے

ص۲۴۲

نہ اُنہوں نے اپنے ماں باپ سے سیکھا اور نہ کسی اُستاد سے تعلیم پائی۔ تو پھر کیا وجہ کہ ابتداء پیدائش میں جو عین حاجت کا زمانہ ہے انسان کو بولیاں تعلیم کرنا خُدائے تعالیٰ کی

۴۴۲

اور کوئی لفظ اور کوئی حرف ایسا نہ ہو کہ جو حکیمانہ بیان پہ مبنی نہ ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تیسرا تصوّر کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ حالت موجودہ زمانہ کو ان کی نہایت ضرورت ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ چوتھا تصوّر کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی بے مثل و مانند ہوں کہ کسی حکیم یا فیلسوف کا پتہ نہ مل سکتا ہو کہ ان صداقتوں کو اپنی نظر اور فکر سے دریافت کرنیوالا ہو چکا ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ پانچواں تصوّر کرنے سے کہ جس زمانہ میں وہ صداقتیں ظاہر ہوئی ہوں۔ ایک تازہ نعمت کی طرح ظاہر ہوئی ہوں اور اس زمانہ کے لوگ اُن کے ظہور سے پہلے اس راہ راست سے بکلّی بے خبر ہوں۔ پھر ساتھ ہی یہ چھٹا تصوّر کرنے سے کہ اس کلام میں ایک آسمانی برکت بھی ثابت ہو کہ جو اسکی متابعت سے طالب حق کو خداوند کریم کے ساتھ ایک سچا پیوند اور ایک حقیقی اُنس پیدا ہو جائے اور وہ انوار اس میں چمکنے لگیں کہ جو مردانِ خدا میں چمکنے چاہئیں یہ کل مجموعی ایک ایسی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ عقلِ سلیم بلا توقف و تردّد حکم دیتی ہے کہ بشری کلام کا ان تمام مراتبِ کاملہ پر مشتمل ہونا ممتنع اور محال اور خارق عادت ہے۔ اور بلاشبہ ان تمام فضائل ظاہری و باطنی کو بہ نظر یکجائی دیکھنے سے ایک رعب ناک حالت اُن میں پائی جاتی ہے کہ جو عقلمند کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ اس کل مجموعی کا انسانی طاقتوں سے انجام پذیر ہونا عقل اور قیاس سے باہر ہے۔ اور ایسی رعب ناک حالت گلاب کے پھول میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ قرآن شریف میں یہ خصوصیت زیادہ ہے کہ اس کی صفاتِ مذکورہ کہ جو بے نظیری کا مدار ہیں۔ نہایت بدیہی الثبوت ہیں۔

۴۴۳

صریحاً انسان کے نفس میں قوت پاتے ہیں۔ کیا ہم نرا دعویٰ کسی دلیل کے بغیر تسلیم کر لیں۔ یا ایک امر بدیہی البطلان کو حق محض مان لیں۔ کیا کریں؟ تو اب ظاہر ہے کہ یہ کیسا نکمّا جھگڑا اور کس درجہ کی نادانی ہے کہ ایک بے اصل اور بے ثبوت بات پر اصرار کرتے ہیں۔ اور جو راستہ صاف اور سیدھا نظر آتا ہے۔ اُس پر قدم رکھنا نہیں چاہتے۔ اور لطف

۴۴۴

قدرتِ کاملہ سے بعید خیال کیا جائے اور کیوں خدا کو کمزور اور عاجز ٹھہرا کر انسان
پر اِس قدر مصیبتیں ڈالی جائیں جن کی تفصیل میں یہ بیان کیا جائے کہ انسان

۳۴۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور اسی وجہ سے جب معارض کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک حرف بھی ایسے موقعہ پر نہیں رکھا گیا کہ جو حکمت اور مصلحت سے دُور ہو۔ اور اس کا ایک فقرہ بھی ایسا نہیں کہ جو زمانہ کی اصلاح کے لئے اشد ضروری نہ ہو۔ اور پھر بلاغت کا یہ کمال کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ اس کی ایک سطر کی عبارت تبدیل کر کے بجائے اس کے کوئی دوسری عبارت لکھ سکیں۔ تو ان بدیہی کمالات کے مشاہدہ کرنے سے معارض کے دل پر ایک بزرگ رعب پڑ جاتا ہے۔ ہاں کوئی نادان جس نے اِن باتوں میں کبھی غور نہیں کی۔ شاید بباعث نادانی سوال کرے۔ کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ یہ ساری خوبیاں سُورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں متحقق اور ثابت ہیں۔ سو واضح ہو کہ اِس بات کا یہی ثبوت ہے کہ جنہوں نے قرآن شریف کے بے مثل کمالات پر غور کی اور اس کی عبارت کو ایسے اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر پایا۔ کہ اس کی نظیر بنانے سے عاجز رہ گئے۔ اور پھر اس کے دقائق و حقائق کو ایسے مرتبہ عالیہ پر دیکھا کہ تمام زمانہ میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ اور اس میں وہ تاثیراتِ عجیبہ مشاہدہ کیں کہ جو انسانی کلمات میں ہرگز نہیں ہوا کرتیں۔ اور پھر اس میں یہ صفت پاک دیکھی کہ وہ بطور ہزل اور فضول گوئی کے نازل نہیں ہوا۔ بلکہ عین ضرورتِ حقّہ کے وقت نازل ہوا۔ تو انہوں نے ان تمام کمالات کے مشاہدہ کرنے سے بے اختیار اس کی بے مثل عظمت کو تسلیم کر لیا۔ اور ان میں سے جو لوگ بباعثِ شقاوتِ ازلی نعمتِ ایمان سے محروم رہے۔ ان کے دلوں پر بھی اس قدر ہیبت اور رُعب اس بے مثل کلام کا

۳۴۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ کہ انجیل کی تعلیم کامل بھی نہیں۔ چہ جائیکہ اس کو بے نظیر کہا جائے۔ تمام محققین کا اِس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ اخلاق کا کامل مرتبہ صرف اس میں منحصر نہیں ہو سکتا کہ ہر جگہ و ہر محل میں عفو اور درگذر کو اختیار کیا جائے۔ اگر انسان کو صرف عفو اور درگذر کا ہی حکم دیا جاتا تو صدہا کام کہ جو غضب اور انتقام پر موقوف ہیں

۳۴۴

پیدا ہو کر پھر ایک مدّت دراز تک گونگا اور بے زبان رہا۔ اور اس بدبختی کے زمانہ میں بصد دِقّت و مصیبت صرف اشارت سے کام نکالتا رہا۔ اور جو لمبی تقریریں یا

۳۴۵

پڑا کہ انہوں نے بھی مبہوت اور سراسیمہ ہو کر یہ کہا کہ یہ تو سحر مبین ہے۔ اور پھر منصف کو اس بات سے بھی قرآنِ شریف کے بےمثل و مانند ہونے پر ایک قوی دلیل ملتی ہے اور روشن ثبوت ہاتھ میں آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مخالفین کو تیرہ سو برس سے خود قرآن شریف مقابلہ کرنے کی سخت غیرت دلاتا ہے۔ اور لاجواب رہ کر مخالفت اور انکار کرنیوالوں کا نام شریر اور پلید اور لعنتی اور جہنمی رکھتا ہے۔ مگر پھر بھی مخالفین نے نامردوں اور مخنّثوں کی طرح کمال بے شرمی اور بیحیائی سے اس تمام ذلّت اور بے آبروئی اور بیعزتی کو اپنے لئے منظور کیا اور یہ روا رکھا کہ اُن کا نام جھوٹا اور ذلیل اور بیحیا اور خبیث اور پلید اور شریر اور بے ایمان اور جہنمی رکھا جاوے۔ مگر ایک قلیل المقدار سورۃ کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اور نہ ان خوبیوں اور صفتوں اور عظمتوں اور صداقتوں میں کچھ نقص نکال سکے کہ جن کو کلامِ الٰہی نے پیش کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے مخالفین پر درحالتِ انکار لازم تھا اور اب بھی لازم ہے کہ اگر وہ اپنے کفر اور بے ایمانی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو وہ قرآنِ شریف کی کسی سورۃ کی نظیر پیش کریں اور کوئی ایسا کلام بطور معارضہ ہمارے سامنے لاویں کہ جس میں یہ تمام ظاہری و باطنی خوبیاں پائی جاتی ہوں کہ جو قرآنِ شریف کی ہریک اقل قلیل سورۃ میں پائی جاتی ہیں یعنے عبارت اسکی ایسی اعلیٰ درجہ کی بلاغت پر باوصف التزام راستی اور صداقت اور باوصف التزام ضرورتِ حقّہ کے واقعہ ہو کہ ہرگز کسی بشر کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ معانی کسی دوسری ایسی ہی فصیح عبارت میں لاسکے۔ اور مضمون اس کا نہایت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

فوت ہو جاتے۔ انسان کی صورتِ فطرت کہ جس پر قائم ہو جانے سے وہ انسان کہلاتا ہے۔ یہ ہے کہ خدا نے اس کی سرشت میں جیسا عفو اور درگذر کی استعداد رکھی ہے۔ ایسا ہی غضب اور انتقام کی خواہش بھی رکھی ہے اور ان تمام قوتوں پر عقل کو بطور افسر کے مقرر کیا ہے۔ پس انسان اپنی حقیقی انسانیت تک تب پہنچتا ہے کہ جب فطرتی صورت

بقیہ حاشیہ نمبر ۲

۳۴۵

باریک باتیں اشارات سے ادا نہ ہوسکیں اُن کے ادا کرنے سے قاصر رہ کر اُن نقصانوں کو اُٹھاتا رہا کہ جو اُن تقریروں کی عدم تفہیم اور تفہم سے عائد حال

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص ۳۴۵

اعلیٰ درجہ کی صداقتوں پر مشتمل ہو۔ اور پھر وہ صداقتیں بھی ایسی ہوں کہ فضول طور پر نہ لکھی گئی ہوں بلکہ کمال درجہ کی ضرورت نے ان کا لکھنا واجب کیا ہو۔ اور نیز وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ قبل اُن کے ظہور کے تمام دُنیا اُن سے بے خبر ہو۔ اور اُن کا ظہور ایک نئی نعمت کی طرح ہو۔ اور پھر اُن تمام خوبیوں کے ساتھ ایک یہ رُوحانی خاصّہ بھی ان میں موجود ہو کہ قرآن شریف کی طرح ان میں وہ صریح تاثیریں بھی پائی جائیں جن کا ثبوت ہم نے اس کتاب میں دیدیا ہے۔ اور ہر وقت طالب حق کے لئے تازہ سے تازہ ثبوت دینے کو طیّار ہیں۔ اور جب تک کوئی معارض ایسی نظیر پیش نہ کرے۔ تب تک اُسی کا عاجز رہنا قرآن شریف کی بے نظیری کو ثابت کرتا ہے۔ اور یہ وجوہ بے نظیری قرآن شریف کی جو اس جگہ لکھی گئی۔ یہ تو ہم نے بطور تنزّل اور کفایت شعاری کے لکھی ہیں۔ اور اگر ہم قرآن شریف کی اُن تمام دوسری خوبیوں کو بھی کہ جو اس میں پائی جاتی ہیں نظیر طلب کرنے کے لئے لازمی شرط ٹھہرا دیں۔ مثلاً اپنے مخالفوں کو یہ کہیں۔ کہ جیسا قرآن شریف تمام حقائق اور معارف دینی پر محیط اور مشتمل ہے اور کوئی دینی صداقت اس سے باہر نہیں اور جیسا وہ صدہا امور غیبیہ اور پیشگوئیوں پر احاطہ رکھتا ہے۔ اور پیشگوئیاں بھی ایسی قادرانہ کہ جن میں اپنی عزت اور دشمن کی ذلّت۔ اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار۔ اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست پائی جاتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں بھی ہمراہ متذکرہ بالا خوبیوں کے اپنے معارضانہ کلام میں پیش کر کے دکھلاویں۔ تو اس شرط سے اُن کو تباہی پر تباہی اور موت پر موت آوے گی۔ مگر چونکہ جس قدر پہلے اس سے قرآن شریف کی خوبیاں لکھی گئی ہیں۔ وُہی دشمن کور باطن کے ملزم اور لاجواب اور عاجز کرنے کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص ۳۴۶

کے موافق یہ دونوں طور کی قوّتیں عقل کی تابع ہو کر چلتی رہیں۔ یعنے یہ قوّتیں مثل رعایا کے ہوں اور عقل مثل بادشاہِ عادل ان کی پرورش اور فیض رسانی اور رفع تنازعہ اور مشکل کشائی میں مشغول رہے۔ مثلاً ایک وقت غضب نمودار ہوتا ہے اور حقیقت میں

ص۳۴۶ ہوتی ضروری تھی۔ اور باوجود ان سب تکالیف کے کہ جو انسان پر پیدا ہوتی ہے۱؎ پڑگئیں خدا نے اُسکے دردوں کا کچھ علاج نہ کیا اور اُس کی حاجتوں کو پورا نہ کرسکا اور

حاشیہ نمبر ۱۱

لئے کافی ہیں۔ اور انہیں سے ہمارے مخالفوں پر وُہ حالت وارد ہوگی جس سے مُردوں سے پرلے پار ہوجائیں گے۔ اس لئے قرآن شریف کی تمام خوبیوں کو نظیر طلب کرنے کے لئے پیش کرنا غیر ضروری ہے۔ اور نیز تمام خوبیوں کے لکھنے سے کتاب میں بھی بہت سا طول ہوجائیگا۔ سو اسی قدر قتلِ مُوذی کے لئے کافی ہتھیار سمجھ کر پیش کیا گیا۔ اب باوصف ص۳۴۶ اس کے بتمامتر رعایت و تخفیف قرآنِ شریف کی کسی اقلِ قلیل سُورۃ کی نظیر مخالفوں سے طلب کی جاتی ہے مگر پھر بھی ہریک باخبر آدمی پر ظاہر ہے کہ مخالفین باوجود سخت حرص اور شدتِ عناد اور پرلے درجہ کی مخالفت اور عداوت کے مقابلہ اور معارضہ سے قدیم سے عاجز رہے ہیں۔ اور اب بھی عاجز ہیں اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں۔ اور باوجود اس بات کے کہ اس مقابلہ سے ان کا عاجز رہنا انکو ذلیل بناتا ہے۔ جہنمی ٹھہراتا ہے۔ کافر اور بے ایمان کا انکو لقب دیتا ہے۔ بیحیا اور بے شرم انکا نام رکھتا ہے۔ مگر مُردہ کی طرح اُن کے مُونہہ سے کوئی آواز نہیں نکلتی۔ پس لاجواب رہنے کی ساری ذلتوں کو قبول کرنا اور تمام ذلیل ناموں کو اپنے لئے روا رکھنا اور تمام قسم کی بیحیائی اور بے شرمی کی خس و خاشاک کو اپنے سر پر اُٹھا لینا اِس بات پر نہایت روشن دلیل ہے کہ ان ذلیل چمگادڑوں کی اس آفتابِ حقیقت کے آگے کچھ پیش نہیں جاتی۔ پس جبکہ اس آفتابِ صداقت کی اس قدر تیز شعاعیں چاروں طرف سے چھوٹ رہی ہیں کہ اُن کے سامنے ہمارے دشمن خفاش سیرت اندھے ہو رہے ہیں۔ تو اِس صورت میں یہ بالکل مکابرہ اور سخت جہالت ہے کہ گلاب کے پھول کی خوبیوں کو کہ جو بہ نسبت قرآنی خوبیوں کے ضعیف اور کمزور اور قلیل الثبوت

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اُس وقت حلم کے ظاہر ہونے موقعہ ہوتا ہے۔ پس ایسے وقت میں عقل اپنی فہمائش سے غضب کو فرو کرتی ہے اور حلم کو حرکت دیتی ہے۔ اور بعض وقت غضب کرنے کا وقت ہوتا ہے اور حلم پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ایسے وقت میں عقل غضب کو مشتعل ص۳۴۷

۱؎ نقل مطابق اصل۔ لفظ "ہیں" چاہیئے۔ مصحح

۳۴۷

اگرچہ خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انسان کو عدم محض سے بنایا۔ پھر اُس کو زبان عطا کی۔ آنکھیں دیں۔ کان دیئے۔ اور طرح طرح کی ترقیات کے لئے استعداد بخشی۔

حاشیہ نمبر ۱۱

ہیں۔ اس مرتبۂ بے نظیری پر سمجھا جائے کہ انسانی قوتیں ان کی مثل بنانے سے عاجز ہیں۔ مگر ان اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو کہ جو کئی درجہ گلاب کے پھول کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے افضل و بہتر اور قوی الثبوت ہیں۔ ایسا خیال کیا جائے کہ گویا انسان ان کی نظیر بنانے پر قادر ہے۔ حالانکہ جس حالت میں انسان میں یہ قدرت نہیں پائی جاتی۔ کہ ایک گلاب کے پھول کی جو صرف ایک ساعت تر و تازہ اور خوشنما نظر آتا ہے اور دوسری ساعت میں نہایت افسردہ اور پژمردہ اور بدنما ہو جاتا ہے۔ اور اس کا وہ لطیف رنگ اُڑ جاتا ہے۔ اور اُس کے پات ایک دوسرے سے الگ ہو کر گر پڑتے ہیں نظیر بنا سکے۔ تو پھر ایسے حقیقی پھول کا مقابلہ کیونکر ہو سکے جس کے لئے مالکِ ازلی نے بہارِ جاودان رکھی ہے اور جس کو ہمیشہ بادِ خزاں کے صدمات سے محفوظ رکھا ہے۔ اور جس کی طراوت اور ملائمت اور حسن اور نزاکت میں کبھی فرق نہیں آتا۔ اور کبھی افسردگی اور پژمردگی اس کی ذاتِ بابرکات میں راہ نہیں پاتی۔ بلکہ جس قدر پرانا ہوتا جاتا ہے۔ اُسی قدر اس کی تازگی اور طراوت زیادہ سے زیادہ کھلتی جاتی ہے۔ اور اس کے عجائبات زیادہ سے زیادہ منکشف ہوتے جاتے ہیں۔ اور اسکے حقائق دقائق لوگوں پر بکثرت ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ تو پھر ایسے حقیقی پھول کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور مراتب سے انکار کرنا پہلے درجہ کی کور باطنی ہے یا نہیں۔ بہرحال اگر کوئی ایسا ہی نابینا ہو۔ کہ جو اپنی اس کور باطنی سے ان خوبیوں کی شانِ عظیم کو نہ سمجھتا ہو۔ تو یہ بارِ ثبوت اُسی نادان کی گردن پر ہے کہ جو کچھ ہم نے بے نظیری کلامِ الٰہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور جس قدر ہم نے وجوہِ متفرقہ سے اس پاک کلام کا انسانی طاقتوں سے بلند تر ہونا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کرتی ہے اور حلم کو درمیان سے اُٹھا لیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تحقیقِ عمیق سے ثابت ہوا ہے کہ انسان اِس دُنیا میں بہت سی مختلف قوتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور اس کا کمالِ فطرتی یہ ہے کہ ہر یک قوت کو اپنے اپنے موقعہ پر استعمال میں لاوے۔

صفحہ ۳۴۴

اسی طرح اپنی قدرتِ کاملہ سے اِس قدر نعمتیں عطا فرمائیں جن کو انسان گن نہیں سکتا۔ لیکن وہی قادر خدا بولی جو انسان کے لئے نہایت ضروری تھی انسان کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

بہ پایۂ ثبوت پہنچایا ہے۔ اُن سب فضائلِ قرآنی کی نظیر پیش کرے اور کسی انسان کے کلام میں ایسے ہی کمالات ظاہری و باطنی دکھلاوے جن کا کلام الٰہی میں پایا جانا ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ اب اتمامِ حُجّت کے لئے کچھ دقائق و حقائق سورۃ فاتحہ کے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ مگر اوّل سورۃ فاتحہ کو لکھ کر پھر اس کے معارفِ عالیہ کو لکھنا شروع کریں گے۔ اور سُورۃ فاتحہ یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ[۱]۔ اِس سُورۃ کی تفسیر جس میں کسی قدر بطور نمونہ اس سورۃ کے معارف و حقائق مذکور ہیں۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ آیت سورۃ حمد و صد کی آیتوں میں سے پہلی آیت ہے اور قرآنِ شریف کی دوسری سورتوں پر بھی لکھی گئی ہے۔ اور ایک اور جگہ بھی قرآنِ شریف میں یہ آیت آئی ہے۔ اور جس قدر تکرار اِس آیت کا قرآنِ شریف میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کسی آیت میں اِس قدر تکرار نہیں پایا جاتا۔ اور چونکہ اسلام میں یہ سُنّت ٹھہر گئی ہے کہ ہر یک کام کے ابتدا میں جس میں خیر اور برکت مطلوب ہو۔ بطریق تبرّک اور استمداد اِس آیت کو پڑھ لیتے ہیں۔ اسلئے یہ آیت دشمنوں اور دوستوں اور چھوٹوں اور بڑوں میں شہرت پاگئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص تمام قرآنی آیات سے بے خبر مطلق ہو۔ تب بھی امید قوی ہے کہ اس آیت سے ہرگز اُس کو بے خبری نہیں ہوگی۔

صفحہ ۳۴۴

صفحہ ۳۴۸

حاشیہ نمبر ۱۱

غضب کی جگہ پر غضب۔ رحم کی جگہ پر رحم۔ یہ نہیں کہ نرا حلم ہی حلم ہو اور دوسری تمام قوتوں کو معطّل اور بیکار چھوڑ دے۔ ہاں منجملہ تمام اندرونی قوتوں کے قوتِ حلم کو بھی اپنے موقعہ پر ظاہر کرنا ایک انسان کی خوبی ہے۔ مگر انسان کی فطرت کا درخت جس کو خدا نے

[۱] فاتحہ : ۱-۷

سکھلا نہ سکا۔ یہاں تک کہ انسان نے مُدّت دراز تک بے زبانی کی تکلیفیں اُٹھا کر آپ بولی کو ایجاد کیا۔ کیا یہ ایسا اعتقاد ہے جس سے خُدا کی قدرتِ الوہیّت قابل

ص ۳۴۹

اب یہ آیت جن کامل صداقتوں پر مشتمل ہے ان کو بھی سُن لینا چاہیئے۔ سو منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اصل مطلب اِس آیت کے نزول سے یہ ہے کہ تا عاجز اور بیخبر بندوں کو اِس نکتہ معرفت کی تعلیم کی جائے کہ ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قرآنی ربّانی کے رُو سے ذاتِ مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ اور منزّہ عن جمیع رزائل اور معبودِ برحق اور واحد لاشریک اور مبدءِ جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔ اِس اسم اعظم کی بہت سی صفات میں سے جو دو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنے صفتِ رحمانیّت و رحیمیّت اِنہیں دو صفتوں کے تقاضا سے کلام الٰہی کا نزول اور اسکے انوار و برکات کا صدور ہے اِسکی تفصیل یہ ہے کہ خدا کے پاک کلام کا دُنیا میں اُترنا اور بندوں کو اُس سے مطلع کیا جانا۔ یہ صفتِ رحمانیّت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ صفتِ رحمانیّت کی کیفیّت (جیسا کہ آگے بھی تفصیل سے لکھا جائیگا) یہ ہے کہ وہ صفت بغیر سبقت عمل کسی عامل کے محض جود اور بخشش الٰہی کے جوش سے ظہور میں آتی ہے جیسا خدا نے سورج اور چاند اور پانی اور ہوا وغیرہ کو بندوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ تمام جود اور بخشش صفتِ رحمانیّت کے رُو سے ہے۔ اور کوئی شخص دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کہ یہ چیزیں میرے کسی عمل کی پاداش میں بنائی گئی ہیں اِسی طرح خدا کا کلام بھی کہ جو بندوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اُترا۔ وہ بھی اِس صفت کے رُو سے اُترا ہے۔ اور کوئی ایسا متنفّس نہیں کہ یہ دعویٰ کرسکے۔ کہ میرے کسی عمل یا مجاہدہ یا کسی پاک باطنی کے اجر میں خدا کا پاک کلام کہ جو اُس کی شریعت پر مشتمل ہے نازل ہؤا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ طہارت اور پاک باطنی کا دم مارنیوالے

ص ۳۴۹

کئی شاخوں پر جو اُس کی مختلف قوّتیں ہیں منقسم کیا ہے۔ صِرف ایک شاخ کے سرسبز ہونے سے کامل نہیں کہلا سکتا بلکہ وہ اُسی حالت میں کامل کہلائیگا کہ جب ساری شاخیں اُس کی سرسبز و شاداب ہوں اور کوئی شاخ حدِّ موزونیّت سے کم یا زیادہ نہ ہو۔ یہ بات

ص ۳۴۹

تعریف ٹھہر سکتی ہے۔ کیا کوئی ایماندار اُس کامل اور قادرِ مطلق کی نسبت ایسی بدظنی کر سکتا ہے کہ وہ اپنی قدرت نمائی کے پہلے زمانہ میں ہے جبکہ خدائی کی

ضـ ۳۵۰

اور زہد اور عبادت میں زندگی بسر کرنے والے اب تک ہزاروں لوگ گذرے ہیں۔ لیکن خدا کا پاک اور کامل کلام کہ جو اسکے فرائض اور احکام کو دُنیا میں لایا اور اسکے ارادوں سے خلق اللہ کو مطلع کیا۔ اُنہیں خاص وقتوں میں نازل ہوا ہے کہ جب اُسکے نازل ہونے کی ضرورت تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خدا کا پاک کلام اُنہیں لوگوں پر نازل ہو کہ جو تقدس اور پاک باطنی میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہوں۔ کیونکہ پاک کو پلید سے کچھ میل اور مناسبت نہیں۔ لیکن یہ ہرگز ضرور نہیں کہ ہر جگہ تقدّس اور پاک باطنی کلامِ الٰہی کے نازل ہونے کو مستلزم ہو۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کی حقانی شریعت اور تعلیم کا نازل ہونا ضرورات حقہ سے وابستہ ہے۔ پس جس جگہ ضروراتِ حقہ پیدا ہو گئیں اور زمانہ کی اصلاح کیلئے واجب معلوم ہوا کہ کلامِ الٰہی نازل ہو۔ اُسی زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے جو حکیم مطلق ہے اپنے کلام کو نازل کیا۔ اور کسی دوسرے زمانہ میں گو لاکھوں آدمی تقویٰ اور طہارت کی صفت سے متصف ہوں۔ اور گو کیسی ہی تقدّس اور پاک باطنی رکھتے ہوں اُنپر خدا کا وہ کامل کلام ہرگز نازل نہیں ہوتا کہ جو شریعتِ حقانی پر مشتمل ہو۔ ہاں مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت کے بعض پاک باطنوں سے ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اُسوقت کہ جب حکمتِ الٰہیہ کے نزدیک ان مکالمات اور مخاطبات کے لئے کوئی ضرورتِ حقہ پیدا ہو۔ اور ان دونوں طور کی ضرورتوں میں فرق یہ ہے کہ شریعت حقانی کا نازل ہونا اُس ضرورت کے وقت پیش آتا ہے کہ جب دُنیا کے لوگ بباعث ضلالت اور گمراہی کے جادۂ استقامت سے منحرف ہو گئے ہوں۔ اور ان کے راہِ راست پر لانے کے لئے ایک نئی شریعت کی حاجت ہو۔ کہ جو ان کی آفاتِ موجودہ کا بخوبی تدارک

ضـ ۳۵۰

یہ بداہتِ عقل ثابت ہے۔ کہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہی خلق خلو اچھا نہیں ہو سکتا۔ کہ شریر کی شرارت سے درگذر کی جائے۔ بلکہ خود قانونِ فطرت ہی اس خیال کا ناقص ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدبّر حقیقی نے انتظامِ عالم اسی میں رکھا ہے جو کبھی

طاقتیں بے خبر بندوں پر ظاہر کرنا منظور تھا۔ بعض ضروری قدرتوں کے دکھلانے

کرسکے اور اُن کی تاریکی اور ظلمت کو اپنے کامل اور شافی بیان کے نُور سے بکلّی اُٹھا سکے اور جس طور کا علاج حالتِ فاسدہ زمانہ کے لئے درکار ہے۔ وہ علاج اپنے پُرزور بیان سے کرسکے۔ لیکن جو مکالمات و مخاطبات اولیاء اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اُن کے لئے غالباً اِس ضرورتِ عظمٰی کا پیش آنا ضروری نہیں۔ بلکہ بسا اوقات صرف اُسی قدر اُن مکالمات سے مطلب ہوتا ہے کہ تا ولی کے نفس کو کسی مصیبت اور محنت کے وقت صبر اور استقامت کے لباس سے متحلّی کیا جائے یا کسی غم اور حزن کے غلبہ میں کوئی بشارت اُس کو دیجائے۔ مگر وہ کامل اور پاک کلام خدائے تعالیٰ کا کہ جو نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ وہ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ اُس ضرورتِ حقّہ کے پیش آنے پر نزول فرماتا ہے کہ جب خلق اللہ کو اُسکے نزول کی بشدّت حاجت ہو۔ غرض کلام الٰہی کے نازل ہونے کا اصل موجب ضرورتِ حقّہ ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ جب تمام رات کا اندھیرا ہو جاتا ہے اور کچھ نُور باقی نہیں رہتا۔ تو اُسی وقت تم سمجھ جاتے ہو۔ کہ اب ماہِ نَو کی آمد نزدیک ہے۔ اِسی طرح جب گمراہی کی ظلمت سخت طور پر دُنیا پر غالب آجاتی ہے۔ تو عقلِ سلیم اُس رُوحانی چاند کے نکلنے کو بہت نزدیک سمجھتی ہے ایسا ہی جب امساکِ باراں سے لوگوں کا حال تباہ ہو جاتا ہے۔ تو اُسوقت عقلمند لوگ بارانِ رحمت کا نازل ہونا بہت قریب خیال کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا نے اپنے جسمانی قانون میں بھی بعض مہینے برسات کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ یعنے وہ مہینے جن میں فی الحقیقت مخلوق اللہ کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور ان مہینوں میں جو مینہہ برستا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ خاص ان مہینوں میں لوگ زیادہ

ص۳۵۰

نرمی اور کبھی درشتی کی جائے۔ اور کبھی عفو اور کبھی سزا دیجائے۔ اور اگر صرف نرمی ہی ہو۔ یا صرف درشتی ہی ہو۔ تو پھر نظامِ عالم کی کل ہی بگڑ جاتی ہے۔ پس اِس سے

سے عاجز رہا۔ کیا قریب قیاس ہے کہ جس نے چندیں ہزار مخلوقات کو بغیر مدد مادّہ اور ہیولیٰ کے ایک حکم سے پیدا کر دکھایا۔ وہ بولیوں کی ایجاد پر قادر نہیں ہو سکتا

ص ۳۵۱

نیکی کرتے ہیں اور دوسرے مہینوں میں فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ وہ مہینے ہیں جن میں زمینداروں کو بارش کی ضرورت ہے اور جن میں بارش کا ہو جانا تمام سال کی سرسبزی کا موجب ہے ایسا ہی کلام الٰہی کا نزول فرمانا کسی شخص کی طہارت اور تقویٰ کے بہت سے نہیں ہے یعنے علّتِ موجبہ اس کلام کے نزول کی یہ نہیں ہو سکتی کہ کوئی شخص غایت درجہ کا مقدس اور پاک باطن تھا۔ یا راستی کا بھوکا اور پیاسا تھا۔ بلکہ جیسا کہ ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں۔ کتبِ آسمانی کے نزول کا اصلی موجب ضرورتِ حقّہ ہے یعنے وہ ظلمت اور تاریکی کہ جو دنیا پر طاری ہو کر ایک آسمانی نور کو چاہتی ہے کہ تا وہ نور نازل ہو کر اس تاریکی کو دور کرے۔ اور اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ[1]۔ یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کے رو سے ایک بزرگ رات ہے لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا ہی حکم رکھتی ہے۔ اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے۔ اور وہی ظلمانی حالت تھی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی۔ اور اسی ظلمانی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں پر رحم کر کے صفتِ رحمانیت نے جوش مارا اور آسمانی برکتیں زمین کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سو وہ ظلمانی حالت دنیا کے لئے مبارک ہو گئی اور دنیا نے اس سے

حاشیہ نمبر ۱۱ / حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ / ص ۳۵۱

ثابت ہے کہ ہمیشہ اور ہر محل میں عفو کرنا حقیقی نیکی نہیں ہے۔ بلکہ ایسی تعلیم کو کامل تعلیم سمجھنا ایک غلطی ہے۔ جو ان لوگوں کو لگی ہوئی ہے جن کی نگاہیں انسان کی فطرت کے پورے گہراؤ تک نہیں پہنچتیں اور جن کی نظر ان تمام قوتوں کے دیکھنے سے بند رہتی

[1] القدر : ۲

۲۵۲ ح

تھا۔ کیا کوئی عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جس نے انسان کو ایک بڑی مصلحت کے لئے پیدا کیا اور اپنے خاص ارادہ سے اس کو اشرف المخلوقات بنایا۔

ایک عظیم الشان رحمت کا حصّہ پایا۔ ایک کامل انسان اور سیّد الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ دُنیا کی ہدایت کے لئے آیا۔ اور دُنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا۔ جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ پس یہ خدا کی کمال رُحمانیت کی ایک بزرگ تجلّی تھی کہ جو اُس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نُور نازل کیا۔ جس کا نام فرقان ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔ جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا۔ وہ اُس وقت زمین پہ نازل ہُوا۔ جب زمین ایک موت رُوحانی کے ساتھ مَر چکی تھی۔ اور برّ اور بحر میں ایک بھاری فساد واقعہ ہو چکا تھا۔ پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا۔ جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔[۱] یعنے زمین مرگئی تھی اب خدا اس کو نئے سرے زندہ کرتا ہے۔ اب اِس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نزول قرآن شریف کا کہ جو زمین کے زندہ کرنے کے لئے ہُوا۔ یہ صفتِ رحمانیّت کے جوش سے ہُوا۔ وُہی صفت ہے کہ جو کبھی جسمانی طور پر جوش مار کر قحط زدوں کی خبر لیتی ہے۔ اور بارانِ رحمت خشک زمین پر برساتی ہے۔ اور وُہی صفت کبھی رُوحانی طور پر جوش مار کر اُن بھوکوں اور پیاسوں کی حالت پر رحم کرتی ہے۔ کہ جو ضلالت اور گمراہی کی موت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور حق اور صداقت کی غذا کہ جو رُوحانی زندگی کا موجب ہے۔ اُن کے پاس نہیں رہتی۔ پس رحمانِ مطلق جیسا جسم کی غذا کو اس کی حاجت کے وقت عطا فرماتا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنی رحمتِ کاملہ کے تقاضا سے رُوحانی غذا کو

۲۵۲ ح

ہے۔ جو انسان کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرنے کے لئے عطا کی گئی ہیں۔ جو شخص بے گے تار جا بجا ایک ہی قوّت کو استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری تمام اخلاقی قوّتوں کو بیکار چھوڑ دیتا ہے۔ وہ گویا اُس فطرت کو جو خدا نے عطا کی ہے۔ منقلب کرنا چاہتا ہے

۳۵۲ ح

[۱] الحدید : ۱۸

وُہ اُس کی پیدائش کو ادھورا چھوڑ دیتا۔ اور پھر انسان اتفاقی طور پر اپنے نقصان کی آپ تکمیل کرتا۔ کیا جس ذات کو اُن تمام بولیوں کا قدیم سے علم حاصل ہے۔ ﺻ۳۵۳

بھی ضرورتِ حقّہ کے وقت مہیّا کر دیتا ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ خدا کا کلام انہیں برگزیدہ لوگوں پر نازل ہوتا ہے جن سے خدا راضی ہے۔ اور انہیں سے وہ مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے جن سے وہ خوش ہے مگر یہ بات ہرگز درست نہیں کہ جس سے خدا راضی اور خوش ہو۔ اس پر خواہ نخواہ بغیر کسی ضرورتِ حقّہ کے کتابِ آسمانی نازل ہو جایا کرے۔ یا خدائے تعالیٰ یُونہی بلاضرورت حقّہ کسی کی طہارتِ لازمی کی وجہ سے لازمی اور دائمی طور پر اُس سے ہر وقت باتیں کرتا رہے۔ بلکہ خدا کی کتاب اُسی وقت نازل ہوتی ہے۔ جب فی الحقیقت اُس کے نزول کی ضرورت پیش آجائے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ وحی اللہ کے نزول کا اصل موجب خدائے تعالیٰ کی رحمانیت ہے کسی عامل کا عمل نہیں۔ اور یہ ایک بزرگ صداقت ہے جس سے ہمارے مخالف برہمو وغیرہ بے خبر ہیں۔

پھر بعد اسکے سمجھنا چاہیئے کہ کسی فرد انسانی کا کلام الٰہی کے فیض سے فی الحقیقۃ مستفیض ہو جانا اور اسکی برکات اور انوار سے متمتع ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچنا اور اپنی سعی اور کوشش کے ثمرہ کو حاصل کرنا یہ صفتِ رحیمیت کی تائید سے وقوع میں آتا ہے اور اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے بعد ذکر صفتِ رحمانیت کے صفتِ رحیمیت کو بیان فرمایا۔ تا معلوم ہو کہ کلامِ الٰہی کی تاثیریں جو نفوسِ انسانیہ میں ہوتی ہیں یہ صفتِ رحیمیت کا اثر ہے جس قدر کوئی اعراض صوری و معنوی سے پاک ہو جاتا ہے جس قدر کسی کے دِل میں خلوص اور صدق پیدا ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی جدوجہد سے

اور فعل حکیم مطلق کو اپنی کوتہ فہمی سے قابلِ اعتراض ٹھہراتا ہے۔ کیا یہ کچھ خوبی کی بات ہے کہ ہم ہر ایک وقت بغیر لحاظ موقعہ و مصلحت اپنے گناہگاروں کے گناہوں

اور جس کی نظرِ عمیق کے آگے سب موجود ہونے والی چیزیں موجود بالفعل کا حکم

متابعت اختیار کرتا ہے۔ اسی قدر کلامِ الٰہی کی تاثیر اس کے دل پر ہوتی ہے اور اسی قدر وہ اس کے انوار سے متمتع ہوتا ہے۔ اور علاماتِ خاصہ مقبولانِ الٰہی کی اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دوسری صداقت کہ جو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں مودع ہے یہ ہے کہ یہ آیت قرآن شریف کے شروع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے مدعا یہ ہے کہ تا اُس ذاتِ مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ سے مدد طلب کی جائے جس کی صفتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رحمان ہے اور طالبِ حق کے لئے محض تفضّل اور احسان سے اسباب خیر اور برکت اور رشد کے پیدا کر دیتا ہے۔ اور دُوسری صفت یہ ہے کہ وہ رحیم ہے یعنے سعی اور کوشش کرنے والوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کے جدّ و جہد پر ثمراتِ حسنہ مترتب کرتا ہے اور ان کی محنت کا پھل ان کو عطا فرماتا ہے اور یہ دونوں صفتیں یعنے رحمانیت اور رحیمیت ایسی ہیں کہ بغیر ان کے کوئی کام دُنیا کا ہو۔ یا دین کا انجام کو نہیں پہنچ سکتا اور اگر غور کر کے دیکھو تو ظاہر ہوگا کہ دُنیا کی تمام مہمات کے انجام دینے کے لئے یہ دونوں صفتیں ہر وقت اور ہر لحظہ کام میں لگی ہوئی ہیں۔ خدا کی رحمانیت اس وقت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ جب انسان ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ سو وہ رحمانیت انسان کے لئے ایسے ایسے اسباب بہم پہنچاتی ہے کہ جو اس کی طاقت سے باہر ہیں اور جن کو وہ کسی حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ اور وہ اسباب کسی عمل کی پاداش میں نہیں دیئے جاتے بلکہ تفضّل اور احسان کی راہ سے عطا ہوتے ہیں جیسے نبیوں کا آنا۔ کتابوں کا نازل ہونا بارشوں کا ہونا سورج اور چاند اور ہوا اور بادل وغیرہ کا

سے درگذر کیا کریں۔ اور کبھی اس قسم کی ہمدردی نہ کریں جس میں شریر کی شرارت کا علاج ہو کر آئندہ اس کی طبیعت سُدھر جائے۔ ظاہر ہے کہ جیسے بات بات میں سزا دینا اور انتقام لینا مذموم و خلافِ اخلاق ہے۔ اسی طرح یہ بھی خیرخواہی حقیقی کے

رکھتی ہیں۔ اور جس کی قدرتِ تامہ ہر یک طَور کی تعلیم و تفہیم کرسکتی ہے۔ وہ اِس لائق ہے کہ اُس کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ اُس نے دیدہ و دانستہ

اپنے اپنے کاموں میں لگے رہنا اور خود انسان کا طرح طرح کی قُوّتوں اور طاقتوں کے ساتھ مشرف ہوکر اس دُنیا میں آنا اور تندرستی اور امن اور فرصت اور ایک کافی مدّت تک عمر پانا۔ یہ وہ سب امور ہیں کہ جو صفتِ رحمانیت کے تقاضا سے ظہور میں آتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی رحیمیّت تب ظہور کرتی ہے کہ جب انسان سب توفیقوں کو پاکر خدا داد قُوّتوں کو کسی فعل کے انجام کے لئے حرکت دیتا ہے۔ اور جہاں تک اپنا زور اور طاقت اور قُوّت ہے خرچ کرتا ہے تو اُسوقت عادتِ الٰہیہ اس طرح پر جاری ہے کہ وہ اسکی کوششوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ ان کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مترتب کرتا ہے۔ پس یہ اس کی سراسر رحیمیّت ہے کہ جو انسان کی مُردہ محنتوں میں جان ڈالتی ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ آیتِ ممدوحہ کی تعلیم سے مطلب یہ ہے کہ قرآنِ شریف کے شروع کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ جامع صفاتِ کاملہ کی رحمانیت اور رحیمیّت سے استمداد اور برکت طلب کی جائے صفتِ رحمانیّت سے برکت طلب کرنا اِس غرض سے ہے کہ تا وہ ذاتِ کامل اپنی رحمانیّت کی وجہ سے اُن سب اسباب کو محض لطف اور احسان سے میسّر کردے کہ جو کلامِ الٰہی کی متابعت میں جدّ و جہد کرنے سے پہلے درکار ہیں۔ جیسے عمر کا وفا کرنا۔ فرصت اور فراغت کا حاصل ہونا۔ وقتِ صفا میسّر آجانا۔ طاقتوں اور قُوّتوں کا قائم ہونا۔ کوئی ایسا امر پیش نہ آجانا کہ جو آسایش اور امن میں خلل ڈالے۔ کوئی ایسا مانع نہ آپڑنا کہ جو دل کو متوجہ ہونے سے روک دے۔ غرض ہر طرح سے توفیق عطا کئے جانا۔ یہ سب امور صفتِ

برخلاف ہے کہ ہمیشہ یہی اصول ٹھہرایا جاوے کہ جب کبھی کسی سے کوئی مجرمانہ حرکت صادر ہو۔ تو جھٹ پٹ اُس کے جُرم کو معاف کیا جائے۔ جو شخص ہمیشہ مجرم کو سزا کے بغیر چھوڑ دیتا ہے وہ ایسا ہی نظامِ عالم کا دشمن ہے جیسے وہ شخص کہ ہمیشہ

۳۵۴ ۳۵۴ ۳۵۴

انسان کو بے زبانی کی حالت میں دیکھ کر پھر اُس کو زبان سکھلانے سے دریغ

رحمانیت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور صفتِ رحیمیت سے برکت طلب کرنا اس غرض سے ہے کہ تا وہ ذاتِ کامل اپنی رحیمیت کی وجہ سے انسان کی کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مترتب کرے اور انسان کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچاوے اور اسکی سعی اور جدّ وجہد کے بعد اسکے کام میں برکت ڈالے۔ پس اِس طور پر خدائے تعالیٰ کی دونوں صفتوں رحمانیت اور رحیمیت سے کلامِ الٰہی کے شروع کرنے کے وقت بلکہ ہریک ذیشان کام کے ابتدا میں تبرک اور استمداد چاہنا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صداقت ہے جس سے انسان کو حقیقت توحید کی حاصل ہوتی ہے۔ اور اپنے جہل اور بیخبری اور نادانی اور گمراہی اور عاجزی اور خواری پر یقین کامل ہو کر مبدءِ فیض کی عظمت اور جلال پر نظر جا ٹھہرتی ہے اور اپنے تئیں بکلّی مفلس اور مسکین اور ہیچ اور ناچیز سمجھ کر خداوند قادرِ مطلق سے اسکی رحمانیت اور رحیمیت کی برکتیں طلب کرتا ہے۔ اور اگرچہ خدائے تعالیٰ کی یہ صفتیں خود بخود اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں مگر اس حکیمِ مطلق نے قدیم سے انسان کے لئے یہ قانونِ قدرت مقرر کر دیا ہے کہ اسکی دُعا اور استمداد کو کامیابی میں بہت سا دخل ہے۔ جو لوگ اپنی مہمات میں دلی صدق سے دُعا مانگتے ہیں اور اُن کی دُعا پورے پورے اخلاص تک پہنچ جاتی ہے۔ تو ضرور فیضانِ الٰہی ان کی مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ ہریک انسان جو اپنی کمزوریوں پر نگاہ کرتا ہے اور اپنے قصوروں کو دیکھتا ہے۔ وہ کسی کام پر آزادی اور خود بینی سے ہاتھ نہیں ڈالتا بلکہ سچّی عبودیت اُس کو یہ سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کہ جو متصرّف مطلق ہے۔ اس سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔ یہ سچّی عبودیت کا جوش ہریک ایسے دل میں پایا جاتا ہے کہ جو اپنی فطرتی سادگی پر قائم ہے اور اپنی کمزوری پر اطلاع رکھتا ہے۔

۳۵۵

اور ہر حالت میں انتقام اور کینہ کشی پر مستعد رہتا ہے۔ نادان لوگ ہر محل میں عفو اور درگذر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ درگذر کرنے سے نظامِ عالم میں ابتری پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ فعل خود مجرم کے حق میں بھی مضر ہے کیونکہ اس سے اُس کی

۳۵۵

۲۵۵

گیا۔ یہاں تک کہ انسان اُس کی کم التفاتی کی وجہ سے مدت دراز تک حیوانوں اور وحشیوں کی طرح اپنی زندگی کو بسر کرتا رہا۔ اور پھر آخر کار اُسکو آپ ہی سوجھی کہ

پس صادق آدمی جس کے رُوح میں کسی قسم کے غرور اور عُجب نے جگہ نہیں پکڑی اور جو اپنے کمزور اور ہیچ اور بے حقیقت وجود پر خوب واقف ہے۔ اور اپنے تئیں کسی کام کے انجام دینے کے لائق نہیں پاتا۔ اور اپنے نفس میں کچھ قوت اور طاقت نہیں دیکھتا۔ جب کسی کام کو شروع کرتا ہے۔ تو بلا تصنع اُس کی کمزور رُوح آسمانی قوت کی خواستگار ہوتی ہے اور ہر وقت اس کو خدا کی مقتدر ہستی اپنے سارے کمال و جلال کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہر یک کام کے انجام کے لئے مدار دکھلائی دیتی ہے۔ پس وہ بلا ساختہ اپنا ناقص اور ناکارہ زور ظاہر کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی دُعا سے امدادِ الٰہی چاہتا ہے۔ پس اس انکسار اور فروتنی کی وجہ سے اِس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی قوت سے قوت اور خدا کی طاقت سے طاقت اور خدا کے علم سے علم پاوے اور اپنی مُرادات میں کامیابی حاصل کرے۔ اِس بات کے ثبوت کے واسطے کسی منطق یا فلسفہ کے دلائل پُر از تکلّف درکار نہیں ہیں۔ بلکہ ہر یک انسان کے رُوح میں اسکے سمجھنے کی استعداد موجود ہے اور عارف صادق کے اپنے ذاتی تجارب اسکی صحت پر بہ تواتر شہادت دیتے ہیں۔ بندہ کا خدا سے امداد چاہنا کوئی ایسا امر نہیں ہے جو صرف بیہودہ اور بناوٹ ہو۔ یا جو صرف بے اصل خیالات پر مبنی ہو اور کوئی معقول نتیجہ اسپر مترتب نہ ہو۔ بلکہ خداوند کریم کہ جو فی الحقیقۃ قیوم عالم ہے اور جس کے سہارے پر سچ مچ اِس عالم کی کشتی چل رہی ہے اسکی عادتِ قدیمہ کے رُو سے

۲۵۶

بدی کی عادت پکی ہو جاتی ہے اور شرارت کا ملکہ راسخ ہوتا جاتا ہے۔ ایک چور کو سزا کے بغیر چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کہ دوسری مرتبہ کیا رنگ دکھاتا ہے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے اپنی اُس کتاب میں جو حکمت سے بھری ہوئی ہے۔ فرمایا۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ

۲۵۷

۲۵۶ ص

کوئی بولی ایجاد کرنی چاہیئے۔ یہ خیال ایسا بدیہی البطلان ہے کہ خدا کی وہ کامل قدرتیں اور کامل رحم اور کامل تربیت کہ جو ہریک زمانہ میں مشہود چلی آئی ہے

یہ صداقت قدیم سے چلی آئی ہے کہ جو لوگ اپنے تئیں حقیر اور ذلیل سمجھ کر اپنے کاموں میں اس کا سہارا طلب کرتے ہیں۔ اور اس کے نام سے اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں۔ تو وہ اُن کو اپنا سہارا دیتا ہے۔ جب وہ ٹھیک ٹھیک اپنی عاجزی اور عبودیت سے رو بخدا ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی تائیدیں اُن کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں۔ غرض ہریک شاندار کام کے شروع میں اُس مبدءِ فیوض کے نام سے مدد چاہنا کہ جو رحمان و رحیم ہے۔ ایک نہایت ادب اور عبودیّت اور نیستی اور فقر کا طریقہ ہے۔ اور ایسا ضروری طریقہ ہے کہ جس سے توحید فی الاعمال کا پہلا زینہ شروع ہوتا ہے۔ جس کے التزام سے انسان بچّوں کی سی عاجزی اختیار کرکے ان نخوتوں سے پاک ہو جاتا ہے کہ جو دُنیا کے مغرور دانشمندوں کے دلوں میں بھری ہوتی ہیں اور پھر اپنی کمزوری اور امدادِ الٰہی پر یقین کامل کرکے اس معرفت سے حصّہ پا لیتا ہے کہ جو خاص اہل اللہ کو دیجاتی ہے۔ اور بلاشُبہ جس قدر انسان اس طریقہ کو لازم پکڑتا ہے۔ جس قدر اس پر عمل کرنا اپنا فرض ٹھہرا لیتا ہے۔ جس قدر اس کے چھوڑنے میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے۔ اُسی قدر اس کی توحید صاف ہوتی ہے۔ اور اُسی قدر عُجب اور خود بینی کی آلائشوں سے پاک ہوتا جاتا ہے۔ اور اُسی قدر تکلّف اور بناوٹ کی سیاہی اُس کے چہرہ پر سے اُٹھ جاتی ہے۔ اور سادگی اور بھولا پن کا نُور اس کے مونہہ پر چمکنے لگتا ہے۔ پس یہ وہ صداقت ہے کہ جو رفتہ رفتہ انسان کو فنا فی اللہ کے مرتبہ تک پہنچاتی ہے۔ یہانتک

حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ[1] مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا۔[2] یعنے اے دانشمندو۔ قاتل کے قتل کرنے اور موذی کی اُسی قدر ایذا دینے میں تمہاری زندگی ہے۔ جس نے ایک انسان کو ناحق

[1] بقرة : ۱۸۰ [2] مائدہ : ۳۳

۲۵۴

وہ اُس کی تکذیب کر رہے ہیں جس خدا کے عجائب الہامات اب بھی نامعلوم بولیوں کو اپنے بندوں پر منکشف کر دیتے ہیں۔ اُس کی نسبت یہ گمان کہ ایسے

۲۵۶

کہ وہ دیکھتا ہے کہ میرا کچھ بھی اپنا نہیں بلکہ سب کچھ مَیں خدا سے پاتا ہوں۔ جہاں کہیں یہ طریق کسی نے اختیار کیا۔ وہیں توحید کی خوشبو پہلی دفعہ میں ہی اُس کو پہنچنے لگتی ہے اور دل اور دماغ کا معطر ہونا شروع ہوتا جاتا ہے۔ بشرطیکہ قوتِ شامہ میں کچھ فساد نہ ہو۔ غرض اِس صداقت کے التزام میں طالبِ صادق کو اپنے ہیچ اور بے حقیقت ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ کے متصرف مطلق اور مبدء فیوض ہونے پر شہادت دینی پڑتی ہے۔ اور یہ دونوں ایسے امر ہیں کہ جو حق کے طالبوں کا مقصود ہے اور مرتبہ فنا کے حاصل کرنے کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ اس ضروری شرط کے سمجھنے کے لئے یہی مثال کافی ہے۔ کہ بارش اگرچہ عالمگیر ہو۔ مگر تاہم اُسپر پڑتی ہے کہ جو بارش کے موقعہ پر آکھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ طلب کرتے ہیں وہی پاتے ہیں۔ اور جو ڈھونڈتے ہیں۔ انہیں کو ملتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کے شروع کرنے کے وقت اپنے ہُنر یا عقل یا طاقت پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ وہ اُس ذاتِ قادرِ مطلق کا کہ جو اپنی قیّومی کے ساتھ تمام عالم پر محیط ہے کچھ قدر شناخت نہیں کرتے اور اُن کا ایمان اُس خشک ٹہنی کی طرح ہوتا ہے کہ جس کو اپنے شاداب اور سرسبز درخت سے کچھ علاقہ نہیں رہا اور جو ایسی خشک ہوگئی ہے کہ اپنے درخت کی تازگی اور پھول اور پھل سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں کر سکتے صرف ظاہری جوڑ ہے جو ذراسی جنبشِ ہوا سے یا کسی اور شخص کے ہلانے سے ٹوٹ سکتا ہے۔ پس ایسا

۲۵۷

بے موجب قتل کر دیا۔ اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور ایسا ہی فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى[1]۔ یعنے خدا حکم فرماتا ہے کہ تم عدل اور احسان اور ایتاء ذی القربیٰ اپنے اپنے محل پر کرو۔ سو

[1] النحل : ۹۱

الہامات سے ابتداء زمانہ میں جبکہ اُن کی نہایت ضرورت تھی۔ خدا نے دریغ کیا۔ سخت نادانی اور کور باطنی ہے۔ اور اگر کسی کے دِل میں یہ وہم گذرے کہ اب

صفحہ ۲۵۸

ہی خشک فلسفیوں کا ایمان ہے کہ جو قیوّمِ عالم کے سہارے پر نظر نہیں رکھتے۔ اور اُس مبدء فیوض کو جس کا نام اللہ ہے۔ ہر یک طرفۃ العین کے لئے اور ہر حال میں اپنا محتاج الیہ قرار نہیں دیتے۔ پس یہ لوگ حقیقی توحید سے ایسے دُور پڑے ہوئے ہیں جیسے نور سے ظلمت دُور ہے۔ انہیں یہ سمجھ ہی نہیں کہ اپنے تئیں ہیچ اور لاشئے سمجھ کر قادرِ مطلق کی طاقتِ عظمیٰ کے نیچے آپڑنا۔ عبودیّت کے مراتب کی آخری حد ہے اور توحید کا انتہائی مقام ہے۔ جس سے فنا اتم کا چشمہ جوش مارتا ہے اور انسان اپنے نفس اور اُس کے ارادوں سے بالکل کھویا جاتا ہے اور سچے دل سے خدا کے تصرّف پر ایمان لاتا ہے۔

صفحہ ۲۵۸

اِس جگہ اُن خشک فلسفیوں کے اِس مقولہ کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو کہتے ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے میں استمدادِ الٰہی کی کیا حاجت ہے۔ خدا نے ہماری فطرت میں پہلے سے طاقتیں ڈال رکھی ہیں۔ پس ان طاقتوں کے ہوتے ہوئے پھر دوبارہ خدا سے طاقت مانگنا تحصیلِ حاصل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ بات سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بعض افعال کے بجالانے کیلئے کچھ کچھ ہم کو طاقتیں بھی دی ہیں مگر پھر بھی اُس قیوّم عالم کی حکومت ہمارے سر پر سے دُور نہیں ہوئی۔ اور وہ ہم سے الگ نہیں ہوا۔ اور اپنے سہارے سے ہم کو جُدا کرنا نہیں چاہا اپنے اور فیوضِ غیر متناہی سے ہم کو محروم کرنا روا نہیں رکھا۔ جو کچھ ہم کو اُس نے دیا ہے وہ ایک امرِ محدود ہے۔ اور جو کچھ اُس سے مانگا جاتا ہے اُسکی نہایت نہیں علاوہ اس کے جو کام ہماری طاقت سے باہر ہیں۔ اُن کے حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی ہم کو طاقت نہیں دی گئی۔ اب اگر غور کر کے دیکھو۔ اور ذرا پوری فلسفیت کو کام میں

جاننا چاہیئے کہ انجیل کی تعلیم اس کمال کے مرتبہ سے جس سے نظامِ عالم مربوط و مضبوط ہے متنزّل و فروتر ہے۔ اور اس تعلیم کو کامل خیال کرنا بھی بھاری غلطی ہے۔ ایسی تعلیم ہرگز کامل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ اُن ایّام کی تدبیر ہے کہ جب قوم بنی اسرائیل کا اندرونی رحم

صفحہ ۲۵۸

جنگلی آدمیوں کو جو بے زبانی کی حالت میں محض اشارات سے گذارہ کرتے ہیں کیوں بذریعہ الہام کے کسی بولی سے مطلع نہیں کیا جاتا۔ اور کیوں کوئی بچہ نوزاد جنگل میں

۳۵۹

لاؤ۔ تو ظاہر ہوگا کہ کامل طور پر کوئی بھی طاقت ہم کو حاصل نہیں۔ مثلاً ہماری بدنی طاقتیں ہماری تندرستی پر موقوف ہیں۔ اور ہماری تندرستی بہت سے ایسے اسباب پر موقوف ہے کہ کچھ اُن میں سے سماوی اور کچھ ارضی ہیں۔ اور وہ سب کی سب ہماری طاقت سے بالکل باہر ہیں۔ اور یہ تو ہم نے ایک موٹی سی بات عام لوگوں کی سمجھ کے موافق کہی ہے۔ لیکن جس قدر درحقیقت وہ قیّوم عالم اپنی علّت العلل ہونے کی وجہ سے ہمارے ظاہر اور ہمارے باطن اور ہمارے اوّل اور ہمارے آخر اور ہمارے فوق اور ہمارے تحت اور ہمارے یمین اور ہمارے یسار اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہمارے رُوح کی تمام طاقتوں پر احاطہ کر رہا ہے۔ وہ ایک ایسا مسئلہ دقیق ہے جس کے کُنہ تک عقولِ بشریہ پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ اور اس کے سمجھانے کی اس جگہ ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ جس قدر ہم نے اُوپر لکھا ہے۔ وہی مخالف کے الزام اور افحام کے لئے کافی ہے۔ غرض قیّوم عالم کے فیوض حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ اپنی ساری قوّت اور زور اور طاقت سے اپنا بچاؤ طلب کیا جائے۔ اور یہ طریق کچھ نیا طریق نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہی طریق ہے جو قدیم سے بنی آدم کی فطرت کے ساتھ لگا چلا آتا ہے۔ جو شخص عبودیت کے طریقہ پر چلنا چاہتا ہے وہ اسی طریق کو اختیار کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا کے فیوض کا طالب ہے وہ اسی راستے پر قدم مارتا ہے۔ اور جو شخص موردِ رحمت ہونا چاہتا ہے۔ وہ انہیں قوانینِ قدیمہ کی تعمیل کرتا ہے۔ یہ قوانین کچھ نئے نہیں ہیں۔ یہ عیسائیوں کے خدا کی طرح کچھ مستحدث بات نہیں۔ بلکہ خدا کا یہ ایک قانونِ محکم ہے کہ جو قدیم سے بندھا ہؤا چلا آتا ہے۔ اور سُنّت اللہ ہے کہ جو ہمیشہ سے جاری ہے جس کی

۳۵۹

بہت کم ہو گیا تھا۔ اور بے رحمی اور بے مُروّتی اور سنگدلی اور قساوتِ قلبی اور کینہ کشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور خدا کو منظور تھا کہ جیسا وہ لوگ مبالغہ سے کینہ کشی کی طرف مائل تھے۔ ایسا ہی بمبالغہ تمام رحم اور درگذر کی طرف مائل کیا جائے۔ لیکن یہ رحم اور درگذر کی تعلیم ایسی

۳۵۹

رکھنے سے خدا کی طرف سے کوئی الہام نہیں پاتا۔ تو یہ خدا کے صفات کی ایک غلط فہمی ہے۔ کیونکہ اَلقا اور الہام ایسا امر نہیں ہے کہ جو ہر جگہ جا بے جا بلا لحاظ

صفحہ ۳۶۰

سچائی کثرتِ تجارب سے ہر یک طالبِ صادق پر روشن ہے اور کیونکر روشن نہ ہو۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ہم لوگ کس حالتِ ضعف اور ناتوانی میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر خدا کی مددوں کے کیسے نکمّے اور ناکارہ ہیں۔ اگر ایک ذاتِ متصرّف مطلق ہر لحظہ اور ہر دم ہماری خبرگیران نہ ہو۔ اور پھر اُس کی رحمانیّت اور رحیمیّت ہماری کارسازی نہ کرے تو ہمارے سارے کام تباہ ہو جائیں۔ بلکہ ہم آپ ہی فنا کا راستہ لیں۔ پس اپنے کاموں کو خصوصًا آسمانی کتاب کو کہ جو سب امورِ عظیمہ سے ادق اور الطف ہے۔ خداوند قادرِ مطلق کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ بہ نیّتِ تبرّک و استمداد شروع کرنا ایک ایسی بدیہی صداقت ہے کہ بلا اختیار ہم اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ کیوں کہ فی الحقیقت ہر یک برکت اسی راہ سے آتی ہے۔ کہ وہ ذات جو متصرّف مطلق اور علّت العلل اور تمام فیوض کا مبدء ہے جس کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ ہے۔ خود متوجّہ ہو کر اوّل اپنی صفتِ رحمانیت کو ظاہر کرے۔ اور جو کچھ قبل از سعی درکار ہے۔ اُس کو محض اپنے تفضّل اور احسان کے بغیر توسّطِ عمل کے ظہور میں لاوے۔ پھر جب وہ صفت رحمانیّت کی اپنے کام کو بہ تمام و کمال کر چکے اور انسان توفیق پا کر اپنی قوتوں کے ذریعہ سے محنت اور کوشش کا حق بجا لاوے۔ تو پھر دُوسرا کام اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اپنی صفتِ رحیمیّت کو ظاہر کرے۔ اور جو کچھ بندہ نے محنت اور کوشش کی ہے اُسپر نیک ثمرہ مترتب کرے اور اُس کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچا کر گوہرِ مراد عطا فرماوے۔ اِسی صفتِ ثانی کی رُو سے کہا گیا ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے۔ جو مانگتا ہے اُسکو دیا جاتا

صفحہ ۳۶۰

تعلیم نہ تھی کہ جو ہمیشہ کے لئے قائم رہ سکتی۔ کیونکہ حقیقی مرکز پر اسکی بنیاد نہ تھی۔ بلکہ اُس قانون کی طرح جو مختص المقام ہوتا ہے صرف سرکش یہودیوں کی اصلاح کیلئے ایک خاص مصلحت تھی۔ اور صرف چند روزہ انتظام تھا۔ اور مسیح کو خوب معلوم تھا کہ خدا جلد تر اس عارضی

صفحہ ۳۶۰

مادّۂ قابلہ کے ہو جایا کرے۔ بلکہ القا اور الہام کے لئے مادّۂ قابلہ کا ہونا نہایت ضروری شرط ہے۔ اور دُوسری شرط یہ بھی ہے کہ اُس الہام کیلئے ضرورت

ص۳۶۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے۔ جو کھٹکھٹاتا ہے اُسکے واسطے کھولا جاتا ہے یعنے خدائے تعالیٰ اپنی صفتِ رحیمیّت سے کسی کی محنت اور کوشش کو ضائع ہونے نہیں دیتا اور آخر جو ئندہ یابندہ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ صداقتیں ایسی بیّن الظہور ہیں کہ ہریک شخص خود تجربہ کرکے ان کی سچائی کو شناخت کرسکتا ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں کہ بشرطِ کسی قدر عقلمندی کے یہ بدیہی صداقتیں اُسپر چھپی رہیں۔ ہاں یہ بات اُن لوگوں پر نہیں کھلتی کہ جو دلوں کی سختی اور غفلت کی وجہ سے صرف اسبابِ معتادہ پر ان کی نظر ٹھہری رہتی ہے۔ اور جو ذات متصرّف فی الاسباب ہے اس کے تصرّفاتِ لطیفہ پر اُن کو علم حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ اُن کی عقل اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ جو اس بات کو سوچ لیں کہ ہزارہا بلکہ بے شمار ایسے اسبابِ سماوی و ارضی انسان کے ہریک جسم کی آرائش کے لئے درکار ہیں۔ جن کا بہم پہنچنا ہرگز انسان کے اختیار اور قدرت میں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ذات مستجمع صفاتِ کاملہ ہے کہ جو تمام اسباب کو آسمانوں کے اُوپر سے زمینوں کے نیچے تک پیدا کرتا ہے اور اُن پر بہر طور تصرّف اور قدرت رکھتا ہے مگر جو لوگ عقلمند ہیں وہ اس بات کو بلاتردّد بلکہ بدیہی طور پر سمجھتے ہیں۔ اور جو اُن سے بھی اعلیٰ اور صاحبِ تجربہ ہیں وہ اس مسئلہ میں حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ شبہ کرنا کہ یہ استعانت بعض اوقات کیوں بے فائدہ اور غیر مفید ہوتی ہے اور کیوں خدا کی رحمانیّت و رحیمیّت ہریک وقت استعانت میں تجلّی نہیں فرماتی۔ پس یہ شبہ صرف ایک صداقت کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ اُن دُعاؤں کو کہ جو خلوص کے ساتھ کی جائیں ضرور سُنتا ہے اور جس طرح مناسب ہو مدد چاہنے والوں کیلئے مدد بھی کرتا ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی استمداد اور دُعا میں خلوص نہیں ہوتا۔ نہ انسان

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تعلیم کو نیست و نابود کرکے اس کامل کتاب کو دُنیا کی تعلیم کے لئے بھیجے گا کہ جو حقیقی نیکی کی طرف تمام دُنیا کو بُلائے گی۔ اور بندگانِ خدا پر حق اور حکمت کا دروازہ کھول دے گی۔ اِس لئے اُس کو کہنا پڑا کہ ابھی بہت سی باتیں قابلِ تعلیم باقی ہیں جن کی تم ہنوز برداشت

حقہ بھی پائی جائے۔ ابتدا میں جب خدا نے انسان کو پیدا کیا۔ اُس وقت بذریعہ الہام بولیوں کی تعلیم کرنا ایسا امر تھا۔ کہ جس میں دونوں طور

دِلی عاجزی کے ساتھ امدادِ الٰہی چاہتا ہے۔ اور نہ اس کی روحانی حالت درست ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے ہونٹوں میں دُعا اور اس کے دل میں غفلت یا ریاء ہوتی ہے۔ یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا اس کی دُعا کو سُن تو لیتا ہے۔ اور اس کے لئے جو کچھ اپنی حکمتِ کاملہ کے رُو سے مناسب اور اصلح دیکھتا ہے عطا بھی فرماتا ہے لیکن نادان انسان خدا کی ان الطافِ خفیہ کو شناخت نہیں کرتا۔ اور بباعث اپنے جہل اور بے خبری کے شکوہ اور شکایت شروع کر دیتا ہے۔ اور اس آیت کے مضمون کو نہیں سمجھتا۔ عَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ[1]۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُری سمجھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے اچھی ہو اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو دوست رکھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے بُری ہو۔ اور خدا چیزوں کی اصل حقیقت کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اب ہماری اِس تمام تقریر سے واضح ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کس قدر عالی شان صداقت ہے جس میں حقیقی توحید اور عبودیت اور خلوص میں ترقی کرنے کا نہایت عمدہ سامان موجود ہے جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کسی کے زعم میں پائی جاتی ہے تو وہ اس صداقت کو معہ تمام دوسری صداقتوں کے جو ہم نیچے لکھتے ہیں نکال کر پیش کرے۔

اس جگہ بعض کوتہ اندیش اور نادان دشمنوں نے ایک اعتراض بھی بسم اللہ کی بلاغت پر کیا ہے۔ ان معترضین میں سے ایک صاحب تو پادری عماد الدین نام ہیں۔ جس نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں اعتراض مندرجہ ذیل لکھا ہے۔ دوسرے صاحب باوا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۰ — صفحہ ۳۶۱

نہیں کر سکتے۔ مگر میرے بعد ایک دوسرا آنیوالا ہے وہ سب باتیں کھول دیگا اور علم دین کو بمرتبۂ کمال پہنچائے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے اور ایک عرصہ تک وُہی ناقص کتاب لوگوں کے ہاتھ میں رہی اور پھر اسی نبی معصوم

حاشیہ نمبر ۱۱ — صفحہ ۳۶۱

[1] البقرۃ : ۲۱۷

ص۲۶۲ کی شرائط موجود تھی۔ اوّل ذاتی قابلیت پہلے انسان میں جیسا کہ چاہیئے الہام

نرائن سنگھ نام وکیل امرتسری ہیں۔ جنہوں نے پادری کے اعتراض کو سچ سمجھ کر اپنے دلی عناد کے تقاضا کی وجہ سے وُہی پوچ اعتراض اپنے رسالہ وِدّیا پرکاشک میں درج کردیا ہے۔ سو ہم اُس اعتراض کو معہ جواب اسکے کے لکھنا مناسب سمجھتے ہیں تا منصفین کو معلوم ہو کہ فرطِ تعصّب نے ہمارے مخالفین کو کس درجہ کی کور باطنی اور نابینائی تک پہنچا دیا ہے۔ کہ جو نہایت درجہ کی روشنی ہے۔ وہ اُن کو تاریکی دکھائی دیتی ہے۔ اور جو اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔ وہ اُس کو بدبو تصوّر کرتے ہیں۔ سو اب جاننا چاہیئے کہ جو اعتراض بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی بلاغت پر مذکورہ بالا لوگوں نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم جو بسم اللّٰہ میں واقع ہے یہ فصیح طرز پر نہیں۔ اگر رحیم الرحمٰن ہوتا۔ تو یہ فصیح اور صحیح طرز تھی۔ کیونکہ خدا کا نام رحمان باعتبار اُس رحمت کے ہے کہ جو اکثر اور عام ہے اور رحیم کا لفظ بہ نسبت رحمان کے اس رحمت کے لئے آتا ہے کہ جو قلیل اور خاص ہے۔ اور بلاغت کا کام یہ ہے کہ قلّت سے کثرت کی طرف انتقال ہو۔ نہ یہ کہ کثرت سے قلّت کی طرف یہ اعتراض ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے اپنی آنکھیں بند کرکے اِس کلام پر کیا ہے۔ جس کلام کی بلاغت کو عرب کے تمام اہلِ زبان جن میں بڑے بڑے شاعر بھی تھے باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کرچکے ہیں۔ بلکہ بڑے بڑے معاند اس کلام کی شانِ عظیم سے نہایت درجہ تعجب میں پڑ گئے۔ اور اکثر اُن میں سے کہ جو فصیح اور بلیغ کلام کے اسلوب کو بخوبی جاننے پہچاننے والے اور مذاقِ سخن سے عارف اور با انصاف تھے۔ وہ طرزِ قرآنی کو طاقتِ انسانی سے باہر دیکھ کر ایک معجزہ عظیم یقین کرکے ایمان لے آئے جن کی شہادتیں

ص۲۶۲ کی پیشین گوئی کے بموجب قرآن شریف کو خدا نے نازل کیا اور ایسی جامع شریعت عطا فرمائی جس میں نہ توریت کی طرح خواہ نخواہ ہر جگہ اور ہر محل میں دانت کے عوض دانت نکالنا ضروری لکھا اور نہ انجیل کی طرح یہ حکم دیا کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں دست دراز لوگوں کے طمانچے کھانے چاہیئے۔ بلکہ وہ کامل کلام عارضی خیالات سے ہٹا کر حقیقی نیکی کی طرف

پانے کے لئے موجود تھی۔ دُوسری ضرورت حقّہ بھی الہام کی مقتضی تھی کیونکہ اسوقت

جابجا قرآن شریف میں درج ہیں اور جو لوگ سخت کور باطن تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے۔ مگر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں اُن کو بھی کہنا پڑا کہ یہ سحر عظیم ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا چنانچہ اُن کا یہ بیان بھی فرقان مجید کے کئی مقام میں موجود ہے۔ اب اُسی کلام معجز نظام پر ایسے لوگ اعتراض کرنے لگے جن میں سے ایک تو وہ شخص ہے جسکو دو سطریں عربی کی بھی صحیح اور بلیغ طور پر لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اور اگر کسی اہل زبان سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہو تو بجز ٹوٹے پھوٹے اور بے ربط اور غلط فقروں کے کچھ بول نہ سکے۔ اور اگر کسی کو شک ہو تو امتحان کر کے دیکھ لے۔ اور دُوسرا وہ شخص ہے جو علم عربی سے بکلّی بے بہرہ بلکہ فارسی بھی اچھی طرح نہیں جانتا۔ اور افسوس کہ عیسائی مقدم الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ یورپ کے اہل علم کہ جو اسکے بزرگ اور پیشرو ہیں۔ جن کا بورٹ صاحب وغیرہ انگریزوں نے ذکر کیا ہے وہ خود قرآن شریف کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے قائل ہیں۔ اور پھر دانا کو زیادہ تر اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ جب ایک کتاب جو خود ایک اہل زبان پر ہی نازل ہوئی ہے اور اس کی کمال بلاغت پر تمام اہل زبان بلکہ سبعہ معلّقہ کے شعراء جیسے اتفاق کر چکے ہیں۔ تو کیا ایسا مسلّم الثبوت کلام کسی نادان اجنبی و ژولیدہ زبان والے کے انکار سے جو کہ لیاقت فن سخن سے محض بے نصیب اور توغّل علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ بلکہ کسی ادنیٰ عربی آدمی کے مقابلہ پر بولنے سے عاجز ہے قابل اعتراض ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ جو اپنی حیثیت سے بڑھ کر بات کرتے ہیں خود اپنی نادانی دکھلاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کی شہادت کے برخلاف اور بڑے بڑے نامی شاعروں کی گواہی کے مخالف کوئی نکتہ چینی کرنا حقیقت میں اپنی جہالت اور خر فطرتی دکھلانا ہے۔ بھلا عماد الدین یا دری کسی عربی آدمی کے

۳۶۳

ترغیب دیتا ہے اور جس بات میں واقعی طور پر بھلائی پیدا ہو خواہ وہ بات درشت ہو خواہ نرم۔ اُسی کے کرنے کے لئے تاکید فرماتا ہے۔ جیسا فرمایا ہے۔ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[1]۔ الجزو نمبر ۲۵ یعنے بدی کی

۳۶۳

[1] الشوریٰ : ۴۱

۲۶۳

بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی حضرتِ آدم کے لئے رفیق شفیق نہ تھا کہ جو اُن کو بولنا سکھاتا۔ پھر اپنی تعلیم سے شائستگی اور تہذیب کے مرتبہ تک پہنچاتا۔ بلکہ حضرتِ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مقابلہ پر کسی دینی یا دنیوی معاملہ میں ذرا ایک آدھ گھنٹہ تک ہم کو بول کر تو دکھاوے۔ تا اوّل یہی لوگوں پر کھلے کہ اُسکو سیدھی سادی اور بامحاورہ اہلِ عرب کے مذاق پر بات چیت کرنی آتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ اُسکو ہرگز نہیں آتی۔ اور ہم بہ یقینِ تمام جانتے ہیں کہ اگر ہم کسی عربی آدمی کو اُس کے سامنے بولنے کیلئے پیش کریں تو وہ عربوں کی طرح اور اُنکے مذاق پر ایک چھوٹا سا قصہ بھی بیان نہ کر سکے اور جہالت کے کیچڑ میں پھنسا رہ جائے۔ اور اگر شک ہے۔ تو اُس کو قسم ہے کہ آزما کر دیکھ لے۔ اور ہم خود اِس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر پادری عماد الدین صاحب ہم سے درخواست کریں تو ہم کوئی عربی آدمی بہم پہنچا کر کسی مقررہ تاریخ پر ایک جلسہ کرینگے جس میں چند لائق ہندو ہونگے اور چند مولوی مسلمان بھی ہونگے اور عماد الدین صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ بھی چند عیسائی بھائی اپنے ساتھ لے آویں اور پھر سب حاضرین کے رُوبرو اوّل عماد الدین صاحب کوئی قصہ جو اُسی وقت اُنکو بتلایا جائیگا عربی زبان میں بیان کریں۔ اور پھر وُہی قصہ وہ عربی صاحب کہ جو مقابل پر حاضر ہونگے۔ اپنی زبان میں بیان فرماویں۔ پھر اگر منصفوں نے یہ رائے دیدی کہ عماد الدین صاحب نے ٹھیک ٹھیک عربوں کے مذاق پر عمدہ اور لطیف تقریر کی ہے تو ہم تسلیم کر لینگے کہ اُنکا اہلِ زبان پر نکتہ چینی کرنا کچھ جائے تعجب نہیں بلکہ اُسی وقت پچاس روپیہ نقد بطور انعام اُنکو دیئے جائینگے۔ لیکن اگر اُسوقت عماد الدین صاحب بجائے فصیح اور بلیغ تقریر کے اپنے ژولیدہ اور غلط بیان کی بدبو پھیلانے لگے یا اپنی رُسوائی اور نالیاقتی سے ڈر کر کسی اخبار کے ذریعہ سے یہ اطلاع بھی نہ دی۔ کہ مَیں ایسے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ تو پھر ہم بجز اِس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کہیں۔

۲۶۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پاداش میں اصولِ انصاف تو یہی ہے کہ بدکُن آدمی اسی قدر بدی کا سزاوار ہے جس قدر اُس نے بدی کی ہے پر جو شخص عفو کر کے کوئی اصلاح کا کام بجالائے یعنے ایسا عفو نہ ہو جس کا نتیجہ کوئی خرابی ہو۔ سو اس کا اجر خدا پر ہے۔ اور ایسا ہی جامعیّت اور کمالِ شریعت کی طرف

۲۶۴

آدم کے لئے صرف ایک خدائے تعالیٰ تھا جس نے تمام ضروری حوائج آدم کو پُورا کیا۔ اور اُس کو آپ حُسنِ تربیت اور حُسنِ تادیب سے بمرتبۂ حقیقی انسانیت

ص۲۶۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر عماد الدین صاحب تولّد ثانی بھی پاویں۔ تب بھی وہ کسی اہلِ زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر جس حالت میں وہ عربوں کے سامنے بھی بول نہیں سکتے اور فی الفور گونگا بننے کے لئے طیّار ہیں۔ تو پھر اُن عیسائیوں اور آریوں کی ایسی سمجھ پر ہزار حیف اور دو ہزار لعنت ہے کہ جو ایسے نادان کی تالیف پر اعتماد کر کے اِس بے مثل کتاب کی بلاغت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جس نے سیّد العرب پر نازل ہو کر عرب کے تمام فصیحوں اور بلیغوں سے اپنی عظمتِ شان کا اقرار کرایا۔ اور جس کے نازل ہونے سے سبعہ معلّقہ مکّہ کے دروازہ پر سے اُتارا گیا اور معلّقہ مذکورہ کے شاعروں میں سے جو شاعر اُس وقت بقیدِ حیات تھا۔ وہ بلا توقّف اس کتاب پر ایمان لایا۔ پھر دوسرا افسوس یہ کہ اِس نادان عیسائی کو ابتک یہ بھی خبر نہیں کہ بلاغتِ حقیقی اس امر میں محدود نہیں کہ قلیل کو کثیر پر ہر جگہ اور ہر محل میں خواہ نخواہ مقدم رکھا جائے۔ بلکہ اصل قاعدہ بلاغت کا یہ ہے کہ اپنے کلام کو واقعی صُورت اور مناسب وقت کا آئینہ دار بنایا جائے۔ سو اِس جگہ بھی رحمان کو رحیم پر مقدّم کرنے میں کلام کو واقعی صُورت اور ترتیب کا آئینہ بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ترتیب طبعی کا مفصّل ذکر ابھی سُورۃ فاتحہ کی آئندہ آیتوں میں آوے گا۔ اور اب ہم سورۃ ممدوحہ کی دوسری آیتوں کو تفصیل سے لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام محامد اس ذاتِ معبودِ برحق مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اَللّٰہ اُس ذاتِ کامل کا نام ہے کہ جو معبودِ برحق اور مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ اور تمام رزائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اِس آیت میں بھی اشارہ فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ[1] یعنے آج مَیں نے علمِ دین کو مرتبۂ کمال تک

[1] المائدۃ : ۴

۳۶۵

کے پہنچایا۔ ہاں بعد اُس کے جب اولاد حضرتِ آدم کی دُنیا میں پھیل گئی۔ اور جو علوم خدائے تعالیٰ نے آدم کو سکھلائے تھے۔ وہ اُس کی اولاد میں بخوبی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اَللّٰہ کو تمام دوسرے اسماء و صفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا۔ پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیّت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے۔ جن کا وہ موصوف ہے۔ اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اسلئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفاتِ کاملہ پر مشتمل ہے۔ پس خلاصہ مطلب اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اور نیز جس قدر محامدِ صحیحہ اور کمالاتِ تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکّر کا ذہن میں لاسکتا ہے۔ وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں۔ اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے۔ مگر اللہ تعالیٰ بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو۔ بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے۔ جہانتک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اُس میں موجود ہیں اور اُسکو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے اور رزائل سے بکلّی منزّہ ہے۔ اب دیکھو یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچّا اور جھوٹا مذہب ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بجز اسلام دُنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رزائل سے منزّہ اور تمام محامدِ کاملہ سے متّصف سمجھتا ہو۔ عام ہندو اپنے دیوتاؤں کو کارخانہ ربوبیّت میں شریک سمجھتے ہیں۔

۳۶۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پہنچایا۔ اور اپنی نعمت کو اُمّتِ محمدیّہ پر پُورا کیا۔ اب اِس تمام تحقیقات سے ظاہر ہے کہ انجیل کی تعلیم کامل بھی نہیں چہ جائیکہ اس کو بینظیر اور لاثانی کہا جائے ہاں اگر انجیل لفظاً و معناً خدا کا کلام ہوتا اور اس میں ایسی خوبیاں پائی جاتیں جن کا

رواج پکڑ گئے۔ تب بعض انسان بعض انسانوں کے اُستاد اور معلّم بن بیٹھے۔ اور

اور خدا کے کاموں میں ان کو مستقل طور پر دخیل قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خدا کے ارادوں کو بدلنے والے اور اس کی تقدیروں کو زیر و زبر کرنے والے ہیں۔ اور نیز ہندو لوگ کئی انسانوں اور دوسرے جانوروں کی نسبت بلکہ بعض ناپاک اور نجاست خوار حیوانات یعنے خنزیر وغیرہ کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں اُن کا پرمیشر ایسی ایسی جونوں میں تولّد پاکر ان تمام آلائشوں اور آلودگیوں سے ملوّث ہوتا رہا ہے کہ جو ان چیزوں کے عائدِ حال ہیں۔ اور نیز انہیں چیزوں کی طرح بھوک اور پیاس اور درد اور دکھ اور خوف اور غم اور بیماری اور موت اور ذلّت اور رُسوائی اور عاجزی اور ناتوانی کی آفات میں گرفتار ہوتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام اعتقادات خدائے تعالیٰ کی خوبیوں میں بٹہ لگاتے ہیں اور اسکے ازلی و ابدی جاہ و جلال کو گھٹاتے ہیں۔ اور آریہ سماج والے جو اُنکے مہذب بھائی نکلے ہیں۔ جن کا یہ گمان ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک وید کی لکیر پر چلتے ہیں۔ وہ خدائے تعالیٰ کو خالقیّت سے ہی جواب دیتے ہیں اور تمام رُوحوں کو اس کی ذاتِ کامل کی طرح غیر مخلوق اور واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عقلِ سلیم خدائے تعالیٰ کی نسبت صریح یہ نقص سمجھتی ہے کہ وہ دُنیا کا مالک کہلا کر پھر کسی چیز کا ربّ اور خالق نہ ہو۔ اور دُنیا کی زندگی اُس کے سہارے سے نہیں۔ بلکہ اپنے ذاتی وجود کے رُو سے ہو۔ اور جب عقلِ سلیم کے آگے یہ دونوں سوال پیش کئے جائیں کہ آیا خداوند قادرِ مطلق کے محامدِ تامہ کیلئے یہ بات اصلح اور انسب ہے کہ وہ آپ ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام موجودات کو منصۂ ظہور میں لاکر ان سب کا ربّ اور خالق ہو اور تمام کائنات کا سلسلہ اسی کی ربوبیّت تک ختم ہوتا ہو۔ اور خالقیّت کی صفت

انسان کے کلام میں پائے جانا ممتنع اور محال ہے۔ تب وہ بلاشبہ بے نظیر ٹھہرتی۔ مگر وہ خوبیاں تو انجیل میں سے اسی زمانہ میں رخصت ہوگئیں جب حضرات عیسائیوں نے نفسانیت سے اس میں تصرّف کرنا شروع کیا۔ نہ وہ الفاظ رہے نہ وہ معانی رہے نہ وہ حکمت

۳۶۶
۳۶۶

ہر ایک بچہ کے لئے اُسکے والدین بولی سکھانے کے لئے رفیق شفیق نکل آئے مگر آدم کے لئے بجز ایک خدا کے اور کوئی نہ تھا جو اُسکو بولی سکھاتا اور ادبِ انسانیت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور قدرت اُس کی ذاتِ کامل میں موجود ہو۔ اور پیدائش اور موت کے نقصان سے پاک ہو۔ یا یہ باتیں اُس کی شان کے لائق ہیں کہ جس قدر مخلوقات اُسکے قبضۂ تصرّف میں ہیں یہ چیزیں اُس کی مخلوق نہیں ہیں اور نہ اُسکے سہارے سے اپنا وجود رکھتی ہیں اور نہ اپنے وجود اور بقا میں اُسکی محتاج ہیں اور نہ وہ اُنکا خالق اور ربّ ہے اور نہ خالقیت کی صفت اور قدرت اُس میں پائی جاتی ہے اور نہ پیدائش اور موت کے نقصان سے پاک ہے۔ تو ہرگز عقل یہ فتویٰ نہیں دیتی کہ وہ جو دُنیا کا مالک ہے وہ دُنیا کا پیدا کنندہ نہیں اور ہزار ہا پُرحکمت صفتیں کہ جو رُوحوں اور جسموں میں پائی جاتی ہیں وہ خود بخود ہیں اور انکا بنانے والا کوئی نہیں اور خدا جو ان سب چیزوں کا مالک کہلاتا ہے وہ فرضی طور پر مالک ہے۔ اور نہ یہ فتویٰ دیتی ہے کہ اس کو پیدا کرنے سے عاجز سمجھا جائے یا ناطاقت اور ناقص ٹھہرایا جائے یا پلیدی اور نجاست خوری کی نالائق اور قبیح عادت کو اسکی طرف منسوب کیا جائے یا موت اور درد اور دُکھ اور بے علمی اور جہالت کو اُس پر روا رکھا جائے۔ بلکہ صاف یہ شہادت دیتی ہے کہ خدائے تعالیٰ ان تمام رذیلتوں اور نقصانوں سے پاک ہونا چاہیئے اور اس میں کمالِ تام چاہیئے۔ اور کمالِ تام قدرتِ تام سے مشروط ہے۔ اور جب خدائے تعالیٰ میں قدرتِ تام نہ رہی۔ اور نہ وہ کسی دوسری چیز کو پیدا کر سکا۔ اور نہ اپنی ذات کو ہر یک قسم کے نقصان اور عیب سے بچا سکا۔ تو اس میں کمالِ تام بھی نہ رہا۔ اور جب کمالِ تام نہ رہا تو محامدِ کاملہ سے وہ بے نصیب رہا۔

یہ ہندوؤں اور آریوں کا حال ہے اور جو کچھ عیسائی لوگ خدائے تعالیٰ کا جلال ظاہر ۳۶۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور نہ وہ معرفت۔ سو اب اے حضرات آپ لوگ ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیں کہ جب ایک طرف تکمیلِ ایمان بے مثل کتاب پر موقوف ہے۔ اور دوسری طرف آپ لوگوں کا یہ حال کہ ۳۶۷ نہ قرآن شریف کو مانیں اور نہ ایسی کوئی دوسری کتاب نکال کر دکھلاویں جو بے مثل ہو۔ تو پھر

۳۶۷

سے ادب آموز کرتا۔ اُس کے لئے بجائے اُستاد اور معلّم اور ماں اور باپ کے اکیلا
خدا ہی تھا۔ جس نے اُس کو پیدا کر کے آپ سب کچھ اس کو سکھایا غرض آدم
کیلئے یہ ضرورت حقاً و وجوباً پیش آگئی تھی کہ خدا اُس کی تربیت آپ فرماتا اور اُسکے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ صرف ایک ہی سوال سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے
یعنے اگر کسی دانا سے پُوچھا جائے کہ کیا اُس ذاتِ کامل اور قدیم اور غنی اور بے نیاز کی نسبت
جائز ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام عظیم الشان کاموں میں جو قدیم سے وہ کرتا رہا ہے
آپ ہی کافی ہو۔ آپ ہی بغیر حاجت کسی باپ یا بیٹے کے تمام دُنیا کو پیدا کیا ہو۔ اور
آپ ہی تمام رُوحوں اور جسموں کو وہ قوتیں بخشی ہوں جن کی اُنہیں حاجت ہے۔ اور
آپ ہی تمام کائنات کا حافظ اور قیّوم اور مدبّر ہو۔ بلکہ ان کے وجود سے پہلے جو کچھ اُن کو
زندگی کے لئے درکار تھا۔ وہ سب اپنی صفتِ رحمانیت سے ظہور میں لایا اور بغیر انتظارِ عمل
کسی عامل کے سُورج اور چاند اور بے شمار ستارے اور زمین اور ہزارہا نعمتیں جو زمین
پر پائی جاتی ہیں محض اپنے فضل و کرم سے انسانوں کے لئے پیدا کی ہوں۔ اور ان سب
کاموں میں کسی بیٹے کا محتاج نہ ہوا ہو۔ لیکن پھر وہی کامل خدا آخری زمانہ میں اپنا
تمام جلال اور اقتدار کالعدم کر کے مغفرت اور نجات دینے کے لئے بیٹے کا محتاج
ہو جائے۔ اور پھر بیٹا بھی ایسا ناقص بیٹا جس کو باپ سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ جس نے
باپ کی طرح نہ کوئی گوشہ آسمان کا اور نہ کوئی قطعہ زمین کا پیدا کیا جس سے اُس کی الوہیت
ثابت ہو۔ بلکہ مرقس کے ۸ باب ۱۲۔ آیت میں اُسکی عاجزانہ حالت کو اس طرح بیان کیا ہے
کہ اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا کہ اِس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ مَیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آپ لوگ کمالِ ایمان و یقین کے درجہ تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں اور کیوں بےفکر بیٹھے ہیں۔
کیا کسی اور کتاب کے نازل ہونے کی انتظار ہے۔ یا برہمو جی بننے کا ارادہ ہے۔
اور ایمان اور خدا کی کچھ پرواہ نہیں۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف کی بے نظیری کے انکار

۳۶۸

۳۶۵ مایحتاج کا آپ بندوبست کرتا۔ لیکن اُسکی اولاد کے لئے یہ ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ اب کروڑہا انسان مختلف بولیاں بولتے اور اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں۔ ماسوا اِس کے جیسا کہ ہم نے ابھی اُوپر بیان کیا ہے۔ ذاتی قابلیت بھی کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۳۶۵ تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا اور اس کے مصلوب ہونے کے وقت بھی یہودیوں نے کہا کہ اگر وہ اب ہمارے رُوبرو زندہ ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ لیکن اُس نے اُن کو زندہ ہو کر نہ دکھلایا اور اپنی خدائی اور قدرتِ کاملہ کا ایک ذرہ ثبوت نہ دیا۔ اور اگر بعض معجزات بھی دکھلائے تو وہ دکھلائے کہ اس سے پہلے اور نبی بکثرت دکھلا چکے تھے۔ بلکہ اُسی زمانہ میں ایک حوض کے پانی سے بھی ایسے ہی عجائبات ظہور میں آتے تھے (دیکھو باب پنجم انجیل یوحنا) غرض وہ اپنے خدا ہونے کا کوئی نشان دکھلا نہ سکا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ بالا میں خود اُس کا اقرار موجود ہے۔ بلکہ ایک ضعیفہ عاجزہ کے پیٹ سے تولّد پاکر (بقول عیسائیوں) وہ ذلت اور رسوائی اور ناتوانی اور خواری عمر بھر دیکھی کہ جو انسانوں میں سے وہ انسان دیکھتے ہیں کہ جو بدقسمت اور بے نصیب کہلاتے ہیں۔ اور پھر مدت تک ظلمت خانہ رِحم میں قید رہ کر اور اس ناپاک راہ سے کہ جو پیشاب کی بدررو ہے پیدا ہو کر ہریک قسم کی آلودہ حالت کو اپنے اُوپر وارد کر لیا۔ اور بشری آلودگیوں اور نقصانوں میں سے کوئی ایسی آلودگی باقی نہ رہی۔ جس سے وہ بیٹا باپ کا بدنام کنندہ ملوّث نہ ہو۔ اور پھر اُس نے اپنی جہالت اور بے علمی اور بے قدرتی اور نیز اپنے نیک نہ ہونے کا اپنی کتاب میں آپ ہی اقرار کر لیا۔ اور پھر درصورتیکہ وہ عاجز بندہ کہ خواہ نخواہ خدا کا بیٹا قرار دیا گیا۔ بعض بزرگ نبیوں سے فضائلِ علمی اور عملی میں کم بھی تھا۔ اور اُس کی تعلیم بھی ایک ناقص تعلیم تھی کہ جو موسیٰ کی شریعت کی ایک فرع تھی۔ تو پھر کیونکر جائز ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نے آپ کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ اور ابھی ٹھہریئے اسی پر ختم نہیں آپکے اِس اعتقاد سے تو خدا کی ہستی کی بھی خیر نظر نہیں آتی۔ کیونکہ جیسا ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ بڑا بھاری

جو الہام پانے کے لئے ضروری شرط ہے۔ ہر یک فرد بنی آدم میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کسی میں ذاتی قابلیت پائی جائے۔ تو وہ اب بھی بذریعۂ الہام اپنے مایحتاج میں خدائے تعالیٰ سے اطلاع پاسکتا ہے اور خدا اس کو ہرگز ضائع

ص ۳۶۹

کہ خداوند قادر مطلق اور ازلی اور ابدی پر یہ بہتان باندھا جاوے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں کامل اور غنی اور قادرِ مطلق رہ کر آخر کار ایسے ناقص بیٹے کا محتاج ہوگیا۔ اور اپنے سارے جلال اور بزرگی کو بہ یکبارگی کھو دیا۔ مَیں ہرگز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذاتِ کامل کی نسبت کہ جو مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ ہے۔ ایسی ایسی ذلتیں جائز رکھے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اگر ابنِ مریم کے واقعات کو فضول اور بیہودہ تعریفوں سے الگ کر لیا جائے۔ تو انجیلوں سے اُس کے واقعی حالات کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ وہ ایک عاجز اور ضعیف اور ناقص بندہ یعنے جیسے کہ بندے ہوا کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ کے ماتحت نبیوں میں سے ایک نبی تھا۔ اور اُس بزرگ اور عظیم الشان رسول کا ایک تابع اور پس رو تھا۔ اور خود اس بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچا تھا۔ یعنے اس کی تعلیم ایک اعلیٰ تعلیم کی فرع تھی مستقل تعلیم نہ تھی۔ اور وہ خود انجیلوں میں اقرار کرتا ہے کہ مَیں نہ نیک ہوں اور نہ عالم الغیب ہوں۔ نہ قادر ہوں۔ بلکہ ایک بندہ عاجز ہوں۔ اور انجیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ اُس نے گرفتار ہونے سے پہلے کئی دفعہ رات کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے دُعا کی۔ اور چاہتا تھا کہ دُعا اس کی قبول ہو جائے۔ مگر اس کی وہ دُعا قبول نہ ہوئی۔ اور نیز جیسے عاجز بندے آزمائے جاتے ہیں وہ شیطان سے آزمایا گیا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح عاجز ہی عاجز تھا مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے تولد پاکر

ص ۳۶۹

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

(بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

نشان خدا کی ہستی کا یہی ہے کہ جو کچھ اُس کی طرف سے ہے۔ وہ ایسی حالتِ بےنظیری پر واقعہ ہے کہ اُس صانع بے مثل پر دلالت کر رہا ہے۔ اب جبکہ وہ بےنظیری انجیل میں ثابت نہ ہوئی اور قرآن شریف کو آپ لوگوں نے قبول نہ کیا تو اس صورت میں آپ لوگوں کو

ص ۳۶۹

نہیں چھوڑتا۔ خدا کی نظرِ عمیق ہر ایک انسان کی استعداد کے گہراؤ تک پہنچی ہوئی ہے وہ صاحبِ استعداد کو اپنی استعداد ظاہر کرنے سے کبھی محروم نہیں رکھتا اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص خدا کے علم میں استعدادِ معرفت اور

مدّت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دکھ اُٹھاتا رہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ بھوک کے دُکھ سے ایک انجیر کے نیچے گیا۔ مگر چونکہ انجیر پھلوں سے خالی پڑی ہوئی تھی اسلئے محروم رہا۔ اور یہ بھی نہ ہوسکا۔ کہ دو چار انجیریں اپنے کھانے کے لئے پیدا کرلیتا۔ غرض ایک مدّت تک ایسی ایسی آلودگیوں میں رہ کر اور ایسے ایسے دُکھ اُٹھاکر باقرار عیسائیوں کے مرگیا اور اس جہان سے اُٹھایا گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خداوند قادرِ مطلق کی ذات میں ایسی ہی صفاتِ ناقصہ ہونی چاہیئے۔ کیا وہ اسی سے قدوس اور ذوالجلال کہلاتا ہے کہ وہ ایسے عیبوں اور نقصانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور کیا ممکن ہے کہ ایک ہی ماں یعنے مریم کے پیٹ میں سے پانچ بچّے پیدا ہوکر ایک بچّہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بن گیا اور چار باقی جو رہے اُن بیچاروں کو خدائی سے کچھ بھی حصّہ نہ ملا۔ بلکہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جبکہ کسی مخلوق کے پیٹ سے خدا بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ آدمی سے آدمی اور گدھی سے گدھا پیدا ہو۔ تو جہاں کہیں کسی عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو تو پھر اُس پیٹ سے کوئی مخلوق پیدا نہ ہو۔ بلکہ جس قدر بچّے پیدا ہوتے جائیں وہ سب خدا ہی ہوں تا وہ پاک رِحم مخلوق کی شرکت سے منزّہ رہے اور فقط خداؤں ہی کے پیدا ہونے کی ایک کان ہو۔ پس قیاس متذکرہ بالا کے رُو سے لازم تھا کہ حضرت مسیح کے دوسرے بھائی اور بہن بھی کچھ نہ کچھ خدائی میں سے بخرہ پاتے اور ان پانچوں حضرات کی والدہ تو ربّ الارباب ہی کہلاتی۔ کیونکہ یہ پانچوں حضرات رُوحانی اور جسمانی قوّتوں میں اسی سے فیضیاب ہیں۔ عیسائیوں نے ابنِ مریم کی بیجا

یہ ماننا پڑا کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہے اُس کا بے نظیر ہونا ضروری نہیں۔ اور اس اعتقاد سے آپ لوگوں کو یہ لازم آیا کہ یہ اقرار کریں کہ جو چیزیں خدا کی طرف سے صادر ہیں اُن کے

ولایت یا نبوّت اور رسالت کی رکھتا ہے اور پھر بعض حوادث ارضی کے باعث سے یا جنگلی پیدائش ہونے کی وجہ سے وہ اُسی حالت میں مرجائے اور خدا اُس کو

ﺣﻨﺖ ۲۷

تعریفوں میں بہت سا افترا بھی کیا۔ مگر پھر بھی اُس کے نقصانوں کو چھپا نہ سکے اور اسکی آلودگیوں کا آپ اقرار کرکے پھر خواہ نخواہ اس کو خدائے تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔ یُوں تو عیسائی اور یہودی اپنی عجیب کتابوں کے رُو سے سب خدا کے بیٹے ہی ہیں۔ بلکہ ایک آیت کے رُو سے آپ ہی خدا ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدھ مت والے اپنے افترا اور اختراع میں اُن سے اچھے رہے۔ کیونکہ اُنہوں نے بُدھ کو خدا ٹھہرا کر پھر ہرگز اُس کیلئے یہ تجویز نہیں کیا کہ اُس نے پلیدی اور ناپاکی کی راہ سے تولّد پایا تھا۔ یا کسی قسم کی نجاست کھائی تھی۔ بلکہ اُن کا بُدھ کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ مُونہہ کے راستہ سے پیدا ہُوا تھا۔ پر افسوس عیسائیوں نے بہت سی جعلسازیاں تو کیں مگر یہ جعلسازی نہ سُوجھی کہ مسیح کو بھی مونہہ کے راستہ سے ہی پیدا کرتے اور اپنے خدا کو پیشاب اور پلیدی سے بچاتے۔ اور نہ یہ سوجھی کہ موت جو حقیقت الوہیت سے بکلّی منافی ہے اُس پر وارد نہ کرتے۔ اور نہ یہ خیال آیا کہ جہاں مریم کے بیٹے نے انجیلوں میں اقرار کیا ہے کہ مَیں نہ نیک ہوں اور نہ دانا مطلق ہوں نہ خود بخود آیا ہوں نہ عالم الغیب ہوں نہ قادر ہوں نہ دُعا کی قبولیت میرے ہاتھ میں ہے۔ مَیں صرف ایک عاجز بندہ اور مسکین آدم زاد ہوں کہ جو ایک مالک رب العالمین کا بھیجا ہُوا آیا ہوں۔ ان سب مقاموں کو انجیل سے نکال ڈالنا چاہیئے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو عظیم الشان صداقت الحمد للّٰہ کے مضمون میں ہے۔ وہ بجز پاک اور مقدس مذہب اسلام کے کسی دُوسرے مذہب میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ لیکن اگر برہمو لوگ کہیں کہ صداقت مذکورہ بالا کے ہم قائل ہیں۔ تو جاننا چاہیئے کہ وہ بھی اپنے اِس بیان میں جھُوٹے ہیں۔ کیونکہ ہم اسی مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ برہمو لوگ خدائے تعالیٰ کے لئے گونگا اور

بنانے میں کوئی دُوسرا بھی قادر ہے۔ تو اس قول کے بموجب معرفت صانع عالم پر کوئی نشان نہ رہا۔ گویا آپ کے مذہب کا یہ خلاصہ ہُوا کہ خدائے تعالیٰ کی ہستی پر کوئی

اُس مرتبۂ اقصیٰ تک نہ پہنچادے جس تک پہنچنے کے لئے اُس کو استعداد دی گئی تھی بلکہ جنگلی اور بے زبان اور وحشی اور جاہل وہی رہتا ہے کہ جو اپنی فطرت میں ناقص اور ناکارہ اور چارپایوں کی طرح ہے۔ ماسوا اس کے جبکہ خدا نے

غیر متکلم ہونا اور نطق پر ہرگز قادر نہ ہونا اور اپنے علوم کے القاء اور الہام سے عاجز ہونا تجویز کرتے ہیں۔ اور جو حقیقی اور کامل ہادی میں صفاتِ کاملہ ہونی چاہیئے۔ اُن صفات سے اُس کو خالی سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس قدر ایمان بھی اُنہیں نصیب نہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ اپنی ہستی اور الوہیت کو اُس نے اپنے ارادے اور اختیار سے دُنیا میں ظاہر کیا ہے۔ برخلاف اس کے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ایک مُردہ یا ایک پتھر کی طرح کسی گوشۂ گمنامی میں پڑا ہُوا تھا۔ عقلمندوں نے آپ محنتیں کرکے اُس کے وجود کا پتہ لگایا اور اُس کی خدائی کو دنیا میں مشہور کیا۔ پس ظاہر ہے کہ وہ بھی مثل اپنے اور بھائیوں کے محامدِ کاملہ حضرتِ احدیت سے منکر ہیں۔ بلکہ جن تعریفوں سے اُس کو یاد کرنا چاہیئے وہ تمام تعریفیں اپنے نفس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اس جگہ سُورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چار صفتیں بیان فرمائیں۔ یعنے ربّ العالمین۔ رحمان۔ رحیم۔ مالکِ یوم الدین۔ اور ان ہر چہار صفتوں میں سے ربّ العالمین کو سب سے مقدم رکھا اور پھر بعد اس کے صفتِ رحمان کو ذکر کیا۔ پھر صفتِ رحیم کو بیان فرمایا۔ پھر سب کے اخیر صفت مالکِ یوم الدین کو لائے۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ یہ ترتیب خدائے تعالیٰ نے کیوں اختیار کی۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ ان صفاتِ اربعہ کی ترتیب طبعی یہی ہے۔ اور اپنی واقعی صورت میں اسی ترتیب سے یہ صفتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دُنیا پر خدا کا

عقلی دلیل قائم نہیں ہوسکتی۔ تو اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کیا آپ کے دہریہ بننے میں کچھ کسر بھی رہ گئی۔ کیا آپ لوگوں میں سے ایسی کوئی بھی رُوح نہیں کہ جو اس باریک دقیقہ کو سمجھے کہ قرآن سے انکار کرنا حقیقت میں رحمان پر حملہ ہے۔ جس کتاب کے

کروڑہا انسانوں کو طرح طرح کی بولیاں عطا کرکے دوسرے لوگوں کے لئے عام تعلیم کا دروازہ کھول دیا ہے۔ تو اس صورت میں بجز اُس صورتِ خاص کے کہ جس میں کوئی نشان ظاہر کرنا منظور ہو۔ اور سب صورتوں میں بطورِ الہام

ح ۲۷۲

چار طور پر فیضان پایا جاتا ہے۔ جو غور کرنے سے ہریک عاقل اس کو سمجھ سکتا ہے۔

پہلا فیضان **فیضانِ اعم** ہے۔ یہ وہ فیضانِ مطلق ہے کہ جو بلا تمیز ذی رُوح و غیر ذی رُوح افلاک سے لیکر خاک تک تمام چیزوں پر علی الاتصال جاری ہے اور ہریک چیز کا عدم سے صورتِ وجود پکڑنا اور پھر وجود کا حدِ کمال تک پہنچنا اسی فیضان کے ذریعہ سے ہے۔ اور کوئی چیز جاندار ہو یا غیر جاندار اس سے باہر نہیں۔ اسی سے وجود تمام ارواح و اجسام ظہور پذیر ہوا اور ہوتا ہے اور ہریک چیز نے پرورش پائی اور پاتی ہے۔ یہی فیضان تمام کائنات کی جان ہے۔ اگر ایک لحہ منقطع ہو جائے۔ تو تمام عالم نابود ہو جائے۔ اور اگر نہ ہوتا۔ تو مخلوقات میں سے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس کا نام قرآنِ شریف میں **ربوبیّت** ہے۔ اور اسی کی رُو سے خدا کا نام **ربّ العالمین** ہے۔ جیسا کہ اُس نے دوسری جگہ بھی فرمایا ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ الجز ونمبر ۸ یعنے خدا ہریک چیز کا ربّ ہے۔ اور کوئی چیز عالم کی چیزوں میں سے اُس کی ربوبیّت میں سے باہر نہیں۔ سو خدا نے سورۃ فاتحہ میں سب صفاتِ فیضانی میں سے پہلے صفت ربّ العالمین کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ اس لئے کہا کہ سب فیضانی صفتوں میں سے تقدم طبعی صفت ربوبیّت کو حاصل ہے یعنے ظہور کے رُو سے بھی صفت مقدم الظہور اور تمام صفاتِ فیضانی سے اعم ہے کیونکہ ہریک چیز پر خواہ جاندار ہو خواہ غیر جاندار مشتمل ہے۔ پھر دوسرا قسم فیضان کا جو دوسرے مرتبہ پر واقعہ ہے **فیضانِ عام** ہے۔ اِس میں

ح ۲۷۲

رُو سے اُس کی صفات کا بیمثل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اُس کے وجود کا پتہ لگتا ہے۔ اُس کا منزّہ اور مقدّس ہونا مانا جاتا ہے۔ اُس کی وحدانیّت پھیلتی ہے۔ اُسکی گم گشتہ توحید پھر قائم ہوتی ہے۔ اُسی کتاب سے آپ لوگ مُونہہ پھیرتے ہیں۔ بدقسمتی ہے یا نہیں ؟

ح ۲۷۲

ص۳۷۳

بولی سیکھنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کہ جو حکیم مطلق ہے۔ بغیر ضرورت کے کوئی کام نہیں کرتا۔ اور عبث اور بے فائدہ طریقوں کو خواہ نخواہ لازم نہیں پکڑتا۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

اور فیضانِ اعم میں یہ فرق ہے کہ فیضانِ اعم تو ایک عام ربوبیّت ہے جس کے ذریعہ سے کُل کائنات کا ظہور اور وجود ہے۔ اور یہ فیضان جس کا نام فیضانِ عام ہے۔ یہ ایک خاص عنایتِ ازلیہ ہے جو جانداروں کے حال پر مبذول ہے یعنے ذی رُوح چیزوں کی طرف حضرتِ باری کی جو ایک خاص توجہ ہے، اس کا نام فیضانِ عام ہے۔ اور اس فیضان کی یہ تعریف ہے کہ یہ بلا استحقاق اور بغیر اس کے کہ کسی کا کچھ حق ہو۔ سب ذی رُوحوں پر حسبِ حاجت اُن کے جاری ہے۔ کسی کے عمل کا پاداش نہیں۔ اور اسی فیضان کی برکت سے ہر یک جاندار جیتا، جاگتا، کھاتا، پیتا اور آفات سے محفوظ اور ضروریات سے متمتّع نظر آتا ہے۔ اور ہر یک ذی رُوح کے لئے تمام اسباب زندگی کے جو اُس کے لئے یا اُس کے نوع کے بقا کے لئے مطلوب ہیں میسّر نظر آتے ہیں۔ اور یہ سب آثار اسی فیضان کے ہیں کہ جو کچھ رُوحوں کو جسمانی تربیت کے لئے درکار ہے۔ سب کچھ دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی جن رُوحوں کو علاوہ جسمانی تربیت کے رُوحانی تربیت کی بھی ضرورت ہے یعنے رُوحانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے قدیم سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں کلامِ الٰہی نازل ہوتا رہا ہے۔ غرض اسی فیضانِ رحمانیت کے ذریعہ سے انسان اپنی کروڑہا ضروریات پر کامیاب ہے۔ سکونت کے لئے سطح زمین۔ روشنی کے لئے چاند اور سورج۔ دم لینے کے لئے ہوا۔ پینے کے لئے پانی۔ کھانے کے لئے انواع اقسام کے رزق۔ اور علاجِ امراض کیلئے لاکھوں طرح کی ادویہ۔ اور پوشاک کے لئے

ص۳۷۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صاحبو!۔ اب بے نظیری و حقّانیّتِ قرآن شریف بالکل کُھل گئی ہے۔ تمہارے چُھپانے سے چُھپ نہیں سکتی۔ جیسے تم دیکھتے ہو کہ موسم کے آنے سے پھلوں کو نکلنے اور پکنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ ایسا ہی اب صداقتِ قرآنی کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے

ص۳۷۳

ص ۳۷۴

بعض نادان آریہ ایک سنسکرت کو پرمیشر کی بولی ٹھہرا کر دوسری تمام بولیاں جو
صدہا عجائب اور غرائب صنع باری سے بھری ہوئی ہیں انسان کا ایجاد قرار دیتے
ہیں۔ گویا انسان کے ہاتھ میں بھی ایک قسم کی خدائی ہے۔ کہ پرمیشر نے تو صرف

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

طرح طرح کی پوشیدنی چیزیں اور ہدایت پانے کے لئے صحفِ ربّانی موجود ہیں اور کوئی یہ دعویٰ
نہیں کر سکتا کہ یہ تمام چیزیں میرے عملوں کی برکت سے پیدا ہوگئیں ہیں اور میں نے ہی کسی پہلے
جنم میں کوئی نیک عمل کیا تھا جس کی یادداشت میں یہ بے شمار نعمتیں خدا نے بنی آدم کو
عنایت کیں پس ثابت ہے کہ یہ فیضان جو ہزارہا طور پر ذی روحوں کے آرام کے لئے ظہور پذیر ہو
رہا ہے یہ عطیہ بلا استحقاق ہے جو کسی عمل کے عوض میں نہیں فقط ربّانی رحمت کا ایک جوش ہے تا
ہر یک جاندار اپنے فطرتی مطلوب کو پہنچ جائے اور جو کچھ اسکی فطرت میں حاجتیں ڈالی گئیں وہ پوری
ہو جائیں پس اس فیضان میں عنایتِ ازلیہ کا کام یہ ہے کہ انسان اور جمیع حیوانات کی ضروریات کا
تعہد کرے اور انکی بائست اور نابائست کی خبر رکھے تا وہ ضائع نہ ہو جائیں اور انکی استعدادیں حیّز کتمان
میں نہ رہیں اور اس صفتِ فیضانی کا خدائے تعالیٰ کی ذات میں پایا جانا قانونِ قدرت کے ملاحظہ
سے نہایت بدیہی طور پر ثابت ہو رہا ہے کیونکہ کسی عاقل کو اس میں کلام نہیں کہ جو کچھ چاند اور
سورج اور زمین اور عناصر وغیرہ ضروریات دنیا میں پائی جاتی ہیں جن پر تمام ذی روحوں کی
زندگی کا مدار ہے۔ اسی فیضان کے اثر سے ظہور پذیر ہیں اور ہر یک متنفس بلا تمیز انسان و حیوان و
مومن و کافر و نیک و بد حسبِ حاجت اپنے ان فیوض مذکورہ بالا سے مستفیض ہو رہا ہے اور
کوئی ذی روح اس سے محروم نہیں اور اس فیضان کا نام قرآن شریف میں رحمانیّت ہے اور

ص ۳۷۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ سو اب تم چاند پر خاک مت ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اُلٹ
کر تمہاری ہی آنکھوں پر گر پڑے۔

بعض عیسائی انجیل کو بطور نظیر پیش کرنے سے نا اُمید ہو کر فیضی کی موارد الکلم پیش کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ فیضی کی یہ کتاب ساری بے نقط ہے اس لئے وہ بھی اپنی فصاحت بلاغت

ص ۳۷۴

ایک بولی ظاہر کی۔ مگر آدمیوں نے وہ قوّت دِکھلائی کہ بلیسیوں بولیاں اُس سے بہتر ایجاد کرلیں۔ بھلا ہم آریہ لوگوں سے پُوچھتے ہیں کہ اگر یہی سچ ہے کہ سنسکرت ہی پرمیشر کے مُونہہ سے نکلی ہے۔ اور دُوسری زبانیں انسانوں کی صنعت ہیں۔

ﺣ۳۷۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اسی کے رُو سے خدا کا نام سُورۃ فاتحہ میں بعد صفت رب العالمین رحمٰن آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ۔ اسی صفت کی طرف قرآن شریف کے کئی ایک اور مقامات میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے یہ ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا[1]۔ یعنی جب کافروں اور بے دینوں اور دہریوں کو کہا جاتا ہے کہ تم رحمان کو سجدہ کرو تو وہ رحمان کے نام سے متنفر ہو کر بطور انکار سوال کرتے ہیں کہ رحمان کیا چیز ہے (پھر بطور جواب فرمایا) رحمان وہ ذات کثیر البرکت اور مصدر خیرات دائمی ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے۔ بُرجوں میں آفتاب اور چاند کو رکھا جو کہ عامہ مخلوقات کو بغیر تفریق کافر و مومن کے روشنی پہنچاتے ہیں۔ اسی رحمان نے تمہارے لئے یعنے تمام بنی آدم کے لئے دن اور رات بنائے جو کہ ایک دوسرے کے بعد دَورہ کرتے رہتے ہیں تا جو شخص طالب معرفت ہو۔ وہ ان دقائق حکمت سے فائدہ اُٹھاوے۔ اور جہل اور غفلت کے پردہ سے خلاصی پاوے۔ اور جو شخص شکر نعمت کرنے پر

ﺣ۳۷۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

میں قرآن کی طرح بلکہ اُس سے بہتر ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ان نادانوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ یہ بیہودہ حرکت حقیقی فصاحت بلاغت کے دائرہ سے خارج ہے اور ایسا کام نہیں ہے جس کے التزام سے کوئی کتاب بےنظیر اور بےمثل بن جائے بلکہ بے نقط عبارتوں کا لکھنا نہایت درجہ سہل اور آسان ہے اور کوئی ایسی صنعت نہیں ہے جس کا انجام دینا انسان پر سخت اور

ﺣ۳۷۵

[1] فرقان: ۶۱ تا ۶۴

اور پرمیشر کے مونہہ سے دُور رہی ہوئی ہیں۔ تو ذرا بتلاؤ تو سہی کہ وہ کونسے کمالات خاصہ ہیں، جو سنسکرت میں پائے جاتے ہیں، اور دُوسری زبانیں اُن سے عاری ہیں۔

ص۳۷۶

حاشیہ نمبر ۱۱

مستعد ہو۔ وہ شکر کرے۔ رحمان کے حقیقی پرستار وہ لوگ ہیں کہ جو زمین پر بُرد باری سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے سخت کلامی سے پیش آئیں تو سلامتی اور رحمت کے لفظوں سے ان کا معاوضہ کرتے ہیں یعنے بجائے سختی کے نرمی۔ اور بجائے گالی کے دُعا دیتے ہیں۔ اور تشبہ باخلاق رحمانی کرتے ہیں کیونکہ رحمان بھی بغیر تفریق نیک و بد کے اپنے سب بندوں کو سُورج اور چاند اور زمین اور دوسری بے شمار نعمتوں سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ پس ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اچھی طرح کھول دیا کہ رحمان کا لفظ ان معنوں کر کے خدا پر بولا جاتا ہے کہ اسکی رحمتِ وسیع عام طور پر ہر یک بُرے بھلے پر محیط ہو رہی ہے۔ جیسا ایک جگہ اور بھی اسی رحمتِ عام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ[1] یعنے میں اپنا عذاب جس کو لائق اسکے دیکھتا ہوں پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر یک چیز کو گھیر رکھا ہے۔ اور پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ[2] یعنے ان کافروں اور نافرمانوں کو کہہ کہ اگر خدا میں صفت رحمانیت کی نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ تم اُسکے عذاب سے محفوظ رہ سکتے۔ یعنی اُسی کی رحمانیت کا اثر ہے کہ وہ کافروں اور بے ایمانوں کو مہلت دیتا ہے اور جلد تر نہیں پکڑتا۔ پھر ایک اور جگہ اسی رحمانیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ[3] الجزو نمبر ۲۹ یعنے کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر پرندوں کو اُڑتے ہوئے نہیں دیکھا کہ کبھی وہ بازو کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمٰن ہی ہے کہ

ص۳۷۶

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

مشکل ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے منشیوں نے اپنی عربی اور فارسی کے املاء میں اِس قسم کی بے نقطہ عبارتیں لکھی ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں۔ بلکہ بعض منشیوں کی ایسی عبارتیں بھی موجود ہیں جن کے تمام حروف نقطہ دار ہیں اور کوئی بے نقطہ حرف ان میں داخل نہیں لیکن

ص۴۷۶

[1] اعراف : ۱۵۷ [2] ابنیاء : ۴۳ [3] الملک : ۲۰

کیونکر پرمیشر کی کلام کو انسان کے مصنوع پر ضرور فضیلت ہونی چاہیئے۔ کیوں کہ وہ اسی سے خدا کہلاتا ہے کہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں، اپنے کاموں میں سب سے افضل اور بے مثل و مانند ہے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ سنسکرت پرمیشر کا کلام ہے جو

ان کو گرنے سے تھام رکھتا ہے یعنے فیضانِ رحمانیت ایسا تمام ذی روحوں پر محیط ہو رہا ہے کہ پرندے بھی جو ایک پیسہ کے دو تین مل سکتے ہیں وہ بھی اس فیضان کے وسیع دریا میں خوشی اور سرور سے تیر رہے ہیں۔ اور چونکہ ربوبیت کے بعد اسی فیضان کا مرتبہ ہے۔ اس جہت سے اللہ تعالیٰ نے سُورۃ فاتحہ میں رب العالمین کی صفت بیان فرما کر پھر اسکے رحمان ہونے کی صفت بیان فرمائی تا ترتیب طبعی انکی ملحوظ رہے۔ تیسری قسم فیضان کی **فیضانِ خاص** ہے اس میں اور فیضانِ عام میں یہ فرق ہے کہ فیضانِ عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصولِ فیض کے لئے اپنی حالت کو نیک بنائے اور اپنے نفس کو حجبِ ظلمانیہ سے باہر نکالے یا کسی قسم کا مجاہدہ اور کوشش کرے بلکہ اس فیضان میں جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں خدائے تعالیٰ آپ ہی ہر یک ذی رُوح کو اسکی ضروریات جن کا وہ حسبِ فطرت محتاج ہے عنایت فرماتا ہے۔ اور بن مانگے اور بغیر کسی کوشش کے مہیا کر دیتا ہے۔ لیکن فیضانِ خاص میں جہد اور کوشش اور تزکیۂ قلب اور دُعا اور تضرع اور توجہ الی اللہ اور دوسرا ہر طرح کا مجاہدہ جیسا کہ موقعہ ہو شرط ہے اور اس فیضان کو وُہی پاتا ہے جو ڈھونڈتا ہے اور اُسی پر وارد ہوتا ہے جو اسکے لئے محنت کرتا ہے اور اس فیضان کا وجود بھی ملاحظۂ قانونِ قدرت سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ خدا کی راہ میں سعی کرنیوالے اور غافل رہنے والے دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ بلاشبہ جو لوگ دل کی سچائی سے خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ اور ہر یک تاریکی اور فساد سے کنارہ کش

قرآن شریف کی فصاحت بلاغت جن لوازم اور خصائص سے مخصوص ہے وہ ایک ایسا امر ہے جس کو دانشمند انسان سوچتے ہی بہ یقینِ دل سمجھ سکتا ہے کہ وہ پاک کلام انسانی طاقتوں کے احاطہ سے خارج ہے کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ قرآن شریف نے اپنی فصاحت

ہندوؤں کے باپ دادوں پر نازل ہوا ہے۔ اور دوسری زبانیں دوسرے لوگوں کے باپ دادوں نے بوجہ اس کے کہ وہ ہندوؤں کے باپ دادوں سے زیادہ زیرک اور دانا تھے، آپ بنالی ہیں۔ مگر کیا ہم یہ بھی فرض کر سکتے ہیں کہ وہ لوگ ہندوؤں

ہو جاتے ہیں ایک خاص رحمت انکے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ اس فیضان کے رُو سے خدائے تعالیٰ کا نام قرآنِ شریف میں رحیم ہے اور یہ مرتبہ صفتِ رحیمیّت کا بوجہ خاص ہونے اور مشروط بشرائط ہونے کے مرتبہ صفتِ رحمانیت سے مؤخّر ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے اوّل صفتِ رحمانیّت ظہور میں آئی ہے۔ پھر بعد اسکے صفتِ رحیمیّت ظہور پذیر ہوئی۔ پس اسی ترتیب طبعی کے لحاظ سے سُورۃ فاتحہ میں صفتِ رحیمیّت کو صفتِ رحمانیّت کے بعد میں ذکر فرمایا اور کہا الرحمٰن الرحیم اور صفتِ رحیمیّت کے بیان میں کئی مقامات پر قرآنِ شریف میں ذکر موجود ہے۔ جیسا ایک جگہ فرمایا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا[1]۔ یعنے خدا کی رحیمیّت صرف ایماندارں سے خاص ہے جس سے کافر کو یعنے بے ایمان اور سرکش کو حصّہ نہیں۔
اِس جگہ دیکھنا چاہیئے کہ خدا نے کیسی صفتِ رحیمیّت کو مومن کے ساتھ خاص کر دیا لیکن رحمانیّت کو کسی جگہ مؤمنین کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ اور کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ کان بالمؤمنین رحمانًا۔ بلکہ جو مؤمنین سے رحمتِ خاص متعلق ہے ہر جگہ اس کو رحیمیّت کی صفت سے ذِکر کیا ہے۔ پھر دُوسری جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ[2] یعنے رحیمیّتِ الٰہی انہیں لوگوں سے قریب ہے جو نیکو کار ہیں پھر ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[3]۔ یعنے جو لوگ ایمان لائے اور

اور بلاغت کو حریری اور فیضی وغیرہ انشاء پردازوں کی طرح فضول بیان کے پیرایہ میں ادا نہیں کیا۔ اور نہ کسی قسم کے لغو اور ہزل یا کذب کو اس پاک کلام میں دخل ہے۔ بلکہ فرقانِ مجید نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو صداقت اور حکمت اور ضرورتِ حقّہ کے

[1] احزاب: ۴۴ [2] اعراف: ۵۷ [3] بقرۃ: ۲۱۹

کے پرمیشر سے بھی کچھ بڑھ کر تھے جن کی قدرتِ کاملہ نے صدہا عُمدہ زبانیں بنا کر دکھلادیں۔ اور پرمیشر صرف ایک ہی بولی بنا کر رہ گیا۔ جن لوگوں کی تار و پود میں شرک گھسا ہوا ہے انہوں نے اپنے پرمیشر کو بہت سی باتوں میں ایک برابر درجہ کا شخص

خدا کے لئے وطنوں سے یا نفس پرستیوں سے جُدائی اختیار کی اور خدا کی راہ میں کوشش کی، وہ خدا کی رحیمیت کے اُمیدوار ہیں اور خدا غفور اور رحیم ہے یعنے اس کا فیضانِ رحیمیت ضرور اُن لوگوں کے شاملِ حال ہو جاتا ہے کہ جو اسکے مستحق ہیں۔ کوئی ایسا نہیں جس نے اسکو طلب کیا اور نہ پایا۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ٭ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

چوتھا قسم فیضان کا فیضانِ اخص ہے۔ یہ وہ فیضان ہے کہ جو صرف محنت اور سعی پر مترتب نہیں ہوسکتی بلکہ اسکے ظہور اور بروز کیلئے اوّل شرط یہ ہے کہ یہ عالمِ اسباب کہ جو ایک تنگ و تاریک جگہ ہے۔ بکلّی معدوم اور منہدم ہو جائے۔ اور قدرتِ کاملہ حضرتِ احدیت کے بغیر آمیزش اسبابِ معتادہ کے برہنہ طور پر اپنا کامل چمکارا دکھلاوے۔ کیونکہ اس آخری فیضان میں کہ جو تمام فیوض کا خاتمہ ہے جو کچھ پہلے فیضانوں کی نسبت عند العقل زیادتی اور کمالیّت متصوّر ہوسکتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ فیضان نہایت منکشف اور صاف طور پر ہو اور کوئی اشتباہ اور خفا اور نقص باقی نہ رہے۔ یعنے نہ مفیض کے بالارادہ فیضان میں کوئی شبہ رہ جائے۔ اور نہ فیضان کے حقیقی فیضان اور رحمت خالصہ اور کاملہ ہونے میں کچھ جائے کلام ہو۔ بلکہ جس مالکِ قدیم کی طرف سے فیض ہوا ہے۔ اسکی فیّاضی اور جزا دہی روزِ روشن کی طرح کُھل جائے۔ اور شخص فیضیاب کو بطور حق الیقین یہ امر مشہود اور محسوس ہو کہ حقیقت میں وہ مالک الملک ہی اپنے ارادہ اور توجہ اور قدرتِ خاص سے ایک نعمتِ عظمیٰ اور لذّتِ کبریٰ اس کو عطا کر رہا ہے اور حقیقت میں اس کو اپنے اعمالِ صالحہ کی

التزام سے ادا کیا ہے اور کمالِ ایجاز سے تمام دینی صداقتوں پر احاطہ کرکے دکھایا ہے۔ چنانچہ اس میں ہر یک مخالف اور منکر کے ساکت کرنے کے لئے براہینِ ساطعہ بھری پڑی ہیں۔ اور مؤمنین کی تکمیل یقین کے لئے ہزارہا دقائق حقائق کا ایک دریائے عمیق د

ص ۲۷۹

سمجھ رکھا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ انادی جو ہوئے۔ خدا کے شریک جو ٹھہرے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ وہم پیدا ہو کہ خدا نے ایک بولی پر کفایت کیوں نہ کی۔ یہ وہم بھی قلتِ تدبّر سے ناشی ہے۔ اگر کوئی دانا اقالیمِ مختلفہ کے اوضاع متفاوتہ اور طبائع متفرقہ پر نظر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

ایک کامل اور دائمی جزا کہ جو نہایت اصفیٰ اور نہایت اعلیٰ اور نہایت مرغوب اور نہایت محبوب ہے مل رہی ہے۔ کسی قسم کا امتحان اور ابتلا نہیں ہے۔ اور ایسے فیضانِ اکمل اور اتم اور ابقیٰ اور اعلیٰ اور اجلیٰ سے متمتع ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ اس عالمِ ناقص اور مکدّر اور کثیف اور تنگ اور منقبض اور ناپائدار مشتبہ الحال سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرے۔ کیونکہ

ص ۲۷۹

یہ فیضان تجلیاتِ عظمیٰ کا مظہر ہے جن میں شرط ہے کہ محسنِ حقیقی کا جمال بطور عریاں اور بمرتبہ حق الیقین مشہود ہو۔ اور کوئی مرتبہ شہود اور ظہور اور یقین کا باقی نہ رہ جائے۔ اور کوئی پردہ اسبابِ معتادہ کا درمیان نہ ہو۔ اور ہر یک دقیقہ معرفتِ تامہ کا مکمن قوت سے حیزِ فعل میں آجائے۔ اور نیز فیضان بھی ایسا منکشف اور معلوم الحقیقت ہو کہ اسکی نسبت آپ خدا نے یہ ظاہر کر دیا ہو کہ وہ ہر یک امتحان اور ابتلاء کی کدورت سے پاک ہے اور نیز اس فیضان میں وہ اعلیٰ اور اکمل درجہ کی لذتیں ہوں جن کی پاک اور کامل کیفیت انسان کے دل اور روح اور ظاہر اور باطن اور جسم اور جان اور ہر یک روحانی اور بدنی قوت پر ایسا اکمل اور ابقیٰ احاطہ رکھتی ہو کہ جس پر عقلاً اور خیالاً اور وہماً زیادت متصور نہ ہو۔ اور یہ عالم کہ جو ناقص الحقیقت اور مکدّر الصورت اور ہالکۃ الذات اور مشتبہ الکیفیت اور ضیق الظرف ہے۔ ان تجلیاتِ عظمیٰ اور انوارِ اصفیٰ اور عطیاتِ دائمی کی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور وہ اشعہ تامہ کاملہ دائمہ اس میں سما نہیں سکتے۔ بلکہ اسکے ظہور کے لئے ایک دوسرا عالم درکار ہے کہ جو اسبابِ معتادہ کی ظلمت سے بکلی پاک اور منزّہ اور ذاتِ واحد قہار کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص ۲۷۹

شعاع اس میں بہتا ہوا نظر آرہا ہے۔ جن امور میں فساد دیکھتا ہے۔ انہیں کی اصلاح کے لئے زور مارا ہے۔ جس شدت سے کسی افراط یا تفریط کا غلبہ پایا ہے اسی شدت سے اُس کی مدافعت بھی کی ہے۔ جن انواع اقسام کی بیماریاں پھیلی ہوئی دیکھی ہیں اُن سب کا

کرے۔ تو بہ یقینِ کامل اُس کو معلوم ہوگا کہ ایک ہی بولی اِن سب کے مناسبِ حال نہیں تھی۔ بعض مُلکوں کے لوگ بعض طور کے حروف اور الفاظ کے بولنے پر بہ آسانی قادر ہیں اور بعض مُلکوں کے لوگوں کو اُن حروف اور الفاظ کا بولنا ایک مُصیبت ہے

اقتدارِ کامل اور خالص کا مظہر ہے۔ ہاں اِس فیضانِ اخص سے اُن کامل انسانوں کو اِسی زندگی میں کچھ حظ پہنچتا ہے کہ جو سچائی کی راہ پر کامل طور پر قدم مارتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں اور خواہشوں سے الگ ہوکر بکلّی خدا کی طرف جھک جاتے ہیں۔ کیونکہ وُہ مرنے سے پہلے مرتے ہیں۔ اور اگرچہ بظاہر صورت اس عالم میں ہیں لیکن درحقیقت وہ دوسرے عالم میں سکونت رکھتے ہیں۔ پس چونکہ وُہ اپنے دل کو اِس دُنیا کے اسباب سے منقطع کرلیتے ہیں اور عاداتِ بشریّت کو توڑ کر اور بیکبارگی غیراللہ سے مُونہہ پھیر کر وہ طریق جو خارقِ عادت ہے اختیار کرلیتے ہیں۔ اِس لئے خداوندکریم بھی انکے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے اور بطورِ خارقِ عادت ان پر اپنے وہ انوارِ خاصہ ظاہر کرتا ہے کہ جو دوسروں پر بجز مَوت کے ظاہر نہیں ہوسکتے۔ غرض بباعث امورِ متذکرۂ بالا وہ اس عالم میں بھی فیضانِ اخص کے نور سے کچھ حصہ پالیتے ہیں اور یہ فیضان ہریک فیض سے خاص تر اور خاتمہ تمام فیضانوں کا ہے۔ اور اسکو پانے والا سعادتِ عظمٰی کو پہنچ جاتا ہے اور خوشحالی دائمی کو پالیتا ہے جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جو شخص اِس سے محروم رہا۔ وہ ہمیشہ کے دوزخ میں پڑا۔ اِس فیضان کے رُو سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنا نام مالکِ یومِ الدّین بیان فرمایا ہے۔ دِین کے لفظ پر الف لام لانے سے یہ غرض ہے کہ تا یہ معنے ظاہر ہوں کہ جزا سے مُراد وہ کامل جزا ہے جس کی تفصیل فرقانِ مجید میں مندرج ہے۔ اور وہ کامل جزا بجز تجلّی مالکیّت تامہ کے کہ جو ہدم بنیان اسباب کو مستلزم ہے

علاج لکھا ہے۔ مذاہبِ باطلہ کے ہر ایک وہم کو مٹایا ہے۔ ہر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ کوئی صداقت نہیں جس کو بیان نہیں کیا۔ کوئی فرقہ ضالہ نہیں جس کا ردّ نہیں لکھا۔ اور پھر کمال یہ کہ کوئی کلمہ نہیں کہ بلاضرورت لکھا ہو۔ اور کوئی بات نہیں کہ بے موقع بیان کی ہو۔

پس کیونکر ممکن تھا کہ حکیم مطلق صرف ایک ہی بولی سے پیار کرکے قاعدہ وضع الشئ
فی موضعہ کی رعایت نہ کرتا۔ اور طبائع مختلفہ کے لئے جو مصلحت عامہ تھی، اس کو
ترک کر دیتا۔ کیا مناسب تھا کہ وہ جُدا جُدا طبیعتوں کے لوگوں کو ایک ہی بولی کے
تنگ پنجرہ میں قید کر دیتا۔ علاوہ اِس کے انواع واقسام کی بولیوں کے بنانے میں

ص ۳۸۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ظہور میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ اسی کی طرف دوسری جگہ بھی اشارہ فرما کر کہا ہے۔ لِمَنِ
الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔[1] یعنے اس دن ربوبیتِ الٰہیہ بغیر توسطِ اسباب
عادیہ کے اپنی تجلّی آپ دکھائے گی۔ اور یہی مشہود اور محسوس ہوگا کہ بجز قوتِ عظمیٰ اور
قدرتِ کاملہ حضرتِ باری تعالیٰ کے اور سب ہیچ ہیں۔ تب سارا آرام وسرور اور
سب جزا اور پاداش بنظرِ صاف وصریح خدا ہی کی طرف سے دکھلائی دیگا اور کوئی پردہ
اور حجاب درمیان نہیں رہیگا۔ اور کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہے گی۔ تب جنہوں نے
اسکے لئے اپنے تئیں منقطع کر لیا تھا۔ وہ اپنے تئیں ایک کامل سعادت میں دیکھیں گے
کہ جو اُنکے جسم اور جان اور ظاہر اور باطن پر محیط ہو جائے گی۔ اور کوئی حصہ وجود اُنکے کا
ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس سعادتِ عظمیٰ کے پانے سے بے نصیب رہا ہو۔ اور اس جگہ
مالک یوم الدّین کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس روز راحت یا عذاب اور لذّت یا
درد جو کچھ بنی آدم کو پہنچے گا۔ اس کا اصل موجب خدائے تعالیٰ کی ذات ہوگی اور مالک امر مجازات
کا حقیقی طور پر وُہی ہوگا یعنے اس کا وصل یا فصل سعادتِ ابدی یا شقاوتِ ابدی کا موجب
ٹھہرے گا۔ اِس طرح پر کہ جو لوگ اس کی ذات پر ایمان لائے تھے اور توحید اختیار کی
تھی۔ اور اس کی خالص محبّت سے اپنے دِلوں کو رنگین کر لیا تھا۔ ان پر انوارِ رحمت اُس

ص ۳۸۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۲

اور کوئی لفظ نہیں کہ لغو طور پر تحریر پایا ہو۔ اور پھر باوصف التزام ان سب امور کے
فصاحت کا وہ مرتبہ کامل دکھلایا جس سے زیادہ تر متصوّر نہیں۔ اور بلاغت کو اس کمال
تک پہنچایا کہ کمالِ حسنِ ترتیب اور موجز اور مدلّل بیان سے علمِ اوّلین اور آخرین ایک

ص ۳۸۱

[1] المؤمن : ۱۷

خداوند تعالیٰ کی زیادت قدرت ثابت ہوتی ہے۔ اور عاجز بندوں کا مختلف زبانوں میں اس کی تعریف کرنا عبودیت کے بازار کی ایک رونق ہے۔
تمہید چہارم۔ خداوند تعالیٰ کے تمام مصنوعات پر نظر کرنے سے یہ

ذات کامل کے صاف اور آشکار طور پر نازل ہوں گے۔ اور جن کو ایمان اور محبت الٰہیہ حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اس لذت اور راحت سے محروم رہیں گے۔ اور عذاب الیم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ فیوض اربعہ ہیں جن کو ہم نے تفصیل وار لکھ دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صفت رحمان کو صفت رحیم پر مقدم رکھنا نہایت ضروری اور مقتضائے بلاغت کاملہ ہے کیونکہ صحیفۂ قدرت پر جب نظر ڈالی جائے تو پہلے پہل خدائے تعالیٰ کی عام ربوبیت پر نظر پڑتی ہے۔ پھر اسکی رحمانیت پر۔ پھر اسکی رحیمیت پر۔ پھر اسکے مالک یوم الدین ہونے پر اور کمال بلاغت اسی کا نام ہے کہ جو صحیفۂ فطرت میں ترتیب ہو۔ وہی ترتیب صحیفۂ الہام میں بھی ملحوظ رہے کیونکہ کلام میں ترتیب تدرتی کا منقلب کرنا گویا قانون قدرت کو منقلب کرنا ہے اور نظام طبعی کو الٹا دینا ہی کلام بلیغ کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ نظام کلام کا نظام طبعی کے ایسا مطابق ہو کہ گویا اسی کی عکسی تصویر ہو۔ اور جو امر طبعًا اور وقوعًا مقدم ہو۔ اُسکو وضعًا بھی مقدم رکھا جائے۔ سو آیت موصوفہ میں یہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے کہ باوجود کمال فصاحت اور خوش بیانی کے واقعی ترتیب کا نقشہ کھینچ کر دکھلا دیا ہے اور وہی طرز بیان اختیار کی ہے جو کہ ہر یک صاحب نظر کو نظام عالم میں بدیہی طور پر نظر آرہی ہے۔ کیا یہ نہایت سیدھا راستہ نہیں ہے کہ جس ترتیب سے نعماء الٰہی صحیفۂ فطرت میں واقعہ ہیں۔ اسی ترتیب سے صحیفۂ الہام میں بھی واقعہ ہوں۔ سو ایسی عمدہ اور پُر حکمت ترتیب پر اعتراض کرنا حقیقت

ایک چھوٹی سی کتاب میں بھر دیا۔ تا کہ انسان جس کی عمر تھوڑی اور کام بہت ہیں بے شمار درد سر سے چھوٹ جائے۔ اور تا اسلام کو اس بلاغت سے اشاعت مسائل میں مدد پہنچے۔ اور حفظ کرنا اور یاد رکھنا آسان ہو۔ اب بمقابلہ اس فصاحت و بلاغت کے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۸۲

ص۳۸۲

اُصول ثابت ہوتا ہے کہ عجائب اور غرائب اُس نے اپنے مصنوعات میں رکھے ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو عام فہم ہیں۔ مثلاً سارے لوگ جانتے ہیں کہ انسان کی دو آنکھ اور دو کان ایک ناک اور دو پاؤں وغیرہ اعضا ہیں۔ یہ تو وہ اُمور ہیں کہ جو نظر سرسری سے معلوم ہوتے ہیں۔ دُوسرے وہ اُمور ہیں جن میں دِقّتِ نظر

میں انہیں اندھوں کا کام ہے جن کی بصیرت اور بصارت دونوں یکبارگی جاتی رہی ہیں۔

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد ＊ عیب نماید ہنرش درنظر

اب ہم پھر تقریر کو دوہرا کر اِس بات کا ذِکر کرتے ہیں کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے سُورۃ ممدوحہ میں ربّ العالمین کی صفت سے لیکر مالکِ یومِ الدّین تک بیان فرمایا ہے یہ حسب تصریحات قرآن شریف چار عالیشان صداقتیں ہیں جن کا اسجگہ کھولکر بیان کرنا قرینِ مصلحت ہے۔ پہلی صداقت یہ کہ خُدائے تعالیٰ ربّ العالمین ہے یعنے عالم کے اشیا میں سے جو کچھ موجود ہے سب کا ربّ اور مالک خدا ہے۔ اور جو کچھ عالم میں نمودار ہوچکا ہے اور دیکھا جاتا ہے یا ٹٹولا جاتا ہے یا عقل اس پر محیط ہوسکتی ہے وہ سب چیزیں مخلوق ہی ہیں اور ہستی حقیقی بجز ایک ذات حضرتِ باری تعالیٰ کے اور کسی چیز کے لئے حاصل نہیں۔ غرض عالم بجمیع اجزائہٖ مخلوق اور خدا کی پیدائش ہے اور کوئی چیز اجزائے عالم میں سے ایسی نہیں کہ جو خدا کی پیدائش نہ ہو۔ اور خدائے تعالیٰ اپنی ربوبیّت تامہ کے ساتھ عالم کے ذرّہ ذرّہ پر متصرّف اور حکمران ہے۔ اور اس کی ربوبیّت ہر وقت کام میں لگی ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ دُنیا کو بنا کر اس کے انتظام سے الگ ہو بیٹھا ہے۔ اور اسے نیچر کے قاعدہ کے ایسا سپرد کیا ہے کہ خود کسی کام میں دخل بھی نہیں دیتا۔ اور جیسے کوئی کل بعد بنائے جانے کے پھر بنانے والے سے بے علاقہ ہوجاتی

ص۳۸۲

انسانوں کی کتابوں کو دیکھنا چاہیئے کہ کیونکر وہ جھوٹ اور ہزل اور بیہودگی سے بھری ہُوئی ہیں اور کیونکر غیر ضروری اور فضول طور پر ان کی عبارتیں لکھی گئی ہیں۔ اور ان کو ہرگز میسّر نہیں آیا کہ الفاظ کو معانی مقصودہ کے تابع کریں۔ بلکہ ان کے معانی الفاظ کے پیچھے بھٹکتے پھرتے

ص ۳۸۳

درکار ہے۔ مثلاً آنکھ کی وُہ ترکیب جس کے ذریعہ سے دونوں آنکھیں شئے واحد کی طرح بالاتفاق کام کرتی ہیں اور ہریک چھوٹی بڑی چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔ یا کانوں کی بناوٹ کی وُہ طرز جس سے وہ مختلف آوازوں کو بہ حیثیت اختلاف سُن سکتے ہیں۔ یہ وہ اُمور ہیں جو سرسری نظر سے دریافت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جو لوگ ماہر فنِ طبعی و طبابت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص ۳۸۳

ہے۔ ایسا ہی مصنوعات صانع حقیقی سے بے علاقہ ہیں۔ بلکہ وہ ربّ العالمین اپنی ربوبیتِ تامہ کی آب پاشی ہر وقت برابر تمام عالم پر کر رہا ہے۔ اور اس کی ربوبیت کا مینہہ بالاتصال تمام عالم پر نازل ہو رہا ہے۔ اور کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس کے رشح فیض سے خالی ہو۔ بلکہ عالم کے بنانے کے بعد بھی اس مبدءِ فیوض کی فی الحقیقت بلا ایک ذرا تفاوت کے ایسی ہی حاجت ہے کہ گویا ابھی تک اُس نے کچھ بھی نہیں بنایا۔ اور جیسا دنیا اپنے وجود اور نمود کے لئے اس کی ربوبیّت کی محتاج تھی۔ ایسا ہی اپنے بقا اور قیام کے لئے اس کی ربوبیّت کی حاجتمند ہے وُہی ہے جو ہر دم دُنیا کو سنبھالے ہوئی ہے اور دُنیا کا ہر ذرّہ اسی سے تر و تازہ ہے اور وہ اپنی مرضی اور ارادہ کے موافق ہر چیز کی ربوبیت کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ بلا ارادہ کسی شئے کے ربوبیّت کا موجب ہو۔ غرض آیاتِ قرآنی کی رُو سے جن کا خلاصہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ اِس صداقت کا یہ منشا ہے کہ ہریک چیز کہ جو عالم میں پائی جاتی ہے۔ وہ مخلوق ہے۔ اور اپنے تمام کمالات اور اپنے تمام حالات اور اپنے تمام اوقات میں خدائے تعالیٰ کی ربوبیّت کی محتاج ہے۔ اور کوئی روحانی یا جسمانی ایسا کمال نہیں ہے جس کو کوئی مخلوق خود بخود اور بغیر ارادہ خاص اُس متصرّف مطلق کے حاصل کر سکتا ہو۔ اور نیز حسب توضیح اسی کلام پاک کے اس صداقت اور ایسا ہی دوسری

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص ۳۸۲

ہیں۔ اور رعایتِ حق اور حکمت اور ضرورت و مصلحت سے بکلّی عاری اور خالی ہیں۔ اور جب انہوں نے صداقت اور ضرورتِ حقّہ کے التزام کو چھوڑ دیا۔ اور ہر ہر لفظ میں جھوٹ بولنا یا بیہودہ گوئی اختیار کرنا۔ یا لغو اور غیر ضروری طور پر الفاظ کو مُونہہ سے نکالنا۔

ہیں۔ انہوں نے زمانہ دراز تک تدبّر اور تفکّر کر کے ان صداقتوں کو دریافت کیا ہے
اور ابھی صدہا دقائق اور حقائق ترکیبِ انسان کے ایسے بھی مخفی ہیں جن پر کسی حکیم کا
ذہن آجتک محیط نہیں ہوا۔ اور کچھ شک نہیں کہ ان دقائق اور حقائق سے اعلیٰ
غرض یہ ہے کہ انسان اُس حکیم علی الاطلاق کی قدرتِ کاملہ کا اعتراف کرے

۳۸۴

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

صداقتوں میں یہ معنے بھی ملحوظ ہیں کہ ربّ العالمین وغیرہ صفتیں جو خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں
یہ اسی کی ذاتِ واحد لاشریک سے خاص ہیں اور کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں۔ جیسا کہ اس
سُورۃ کے پہلے فقرہ میں یعنے الحمد للّٰہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ تمام محامد خدا ہی سے خاص
ہیں۔ دُوسری صداقت رحمٰن ہے کہ جو بعد ربّ العالمین بیان فرمایا گیا۔ اور رحمٰن کے معنے جیسا کہ
ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں یہ ہیں کہ جس قدر جاندار ہیں خواہ ذی شعور اور خواہ غیر ذی شعور اور
خواہ نیک اور خواہ بد۔ ان سب کے قیام اور بقاء وجود اور بقائے نوع کیلئے اُنکی تکمیل کے لئے
خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمتِ عامہ کے رُو سے ہر یک قسم کے اسبابِ مطلوبہ میسّر کر دیئے ہیں اور ہمیشہ
میسّر کرتا رہتا ہے اور یہ عطیہ محض ہے کہ جو کسی عامل کے عمل پر موقوف نہیں۔ تیسری صداقت
رحیم ہے کہ جو بعد رحمٰن کے مذکور ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ سعی کرنے والوں
کی سعی پر بمقتضائے رحمتِ خاصہ ثمراتِ حسنہ مترتب کرتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کے گناہ
بخشتا ہے۔ مانگنے والوں کو دیتا ہے۔ کھٹکھٹانے والوں کیلئے کھولتا ہے۔ چوتھی صداقت جو
سُورۃ فاتحہ میں مندرج ہے۔ مالکِ یوم الدّین ہے یعنی باکمال و کامل جزا سزا کہ جو ہر یک قسم
کے امتحان و ابتلا اور توسطِ اسباب غفلت افترا سے منزّہ ہے۔ اور ہر یک کدورت
اور کثافت اور شک اور شبہ اور نقصان سے پاک ہے۔ اور تجلّیاتِ عظمیٰ کا مظہر

۳۸۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اختیار کر لیا۔ تو پھر ان کو قرآن شریف کی بلاغت سے کیا نسبت۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا
چاہیئے۔ کہ چونکہ قرآنی فصاحت بلاغت فضول طریقوں سے بکلّی پاک اور منزّہ ہے۔ پس
اس صورت میں حکیم مطلق کی شانِ مقدّس سے بالکل دُور تھا کہ وہ فضول گو شاعروں

۳۸۴

جس نے اس کی پیدائش میں ایسے عجائب غرائب کام کئے ہیں لیکن اِس جگہ کوئی بے سمجھ آدمی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ خدا نے اِس کام کو جس کی غرض معرفتِ الٰہی تھی۔ ایسا ادقّ اور باریک کیوں بنایا۔ جس کی سمجھ کے لئے ایک زمانۂ دراز تک

۳۸۵

ہے۔ اُس کا مالک بھی وہی اللہ قادرِ مطلق ہے اور وہ اِس بات سے ہرگز عاجز نہیں کہ اپنی کامل جزاء کو جو دِن کی طرح روشن ہے ظہور میں لاوے۔ اور اِس صداقتِ عظمٰی کے ظاہر کرنے سے حضرتِ احدیت کا یہ مطلب ہے کہ تا ہر یک نفس پر بطورِ حق الیقین امورِ مفصّلۂ ذیل کھل جائیں۔ اوّل یہ امر کہ جزا سزا ایک واقعی اور یقینی امر ہے کہ جو مالکِ حقیقی کی طرف سے اور اُسی کے ارادۂ خاص سے بندوں پر وارد ہوتا ہے اور ایسا کھل جانا دُنیا میں ممکن نہیں کیونکہ اس عالم میں یہ بات عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی کہ جو کچھ خیر و شر و راحت و رنج پہنچ رہا ہے وہ کیوں پہنچ رہا ہے اور کس کے حکم و اختیار سے پہنچ رہا ہے۔ اور کسی کو ان میں سے یہ آواز نہیں آتی کہ وہ اپنی جزا پا رہا ہے۔ اور کسی پر بطور مشہود و محسوس منکشف نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ بھگت رہا ہے حقیقت میں وہ اُسکے عملوں کا بدلہ ہے۔ دوسرے اس صداقت میں اس امر کا کھلنا مطلوب ہے کہ اسبابِ عادیہ کچھ چیز نہیں ہیں اور فاعلِ حقیقی خدا ہے اور وہی ایک ذاتِ عظمٰی ہے کہ جو جمیع فیوض کا مبدء اور ہر یک جزا سزا کا مالک ہے۔ تیسرے اس صداقت میں اِس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ سعادتِ عظمٰی اور شقاوتِ عظمٰی کیا چیز ہے یعنے سعادتِ عظمٰی وہ فوزِ عظیم کی حالت ہے کہ جب نور اور سرور اور لذّت اور راحت انسان کے تمام ظاہر و باطن اور تن اور جان پر محیط ہو جائے اور کوئی عضو اور قوّت اُس سے باہر نہ رہے۔ اور شقاوتِ عظمٰی وہ عذاب الیم ہے کہ جو بباعث نافرمانی اور ناپاکی اور بُعد

۳۸۵

کی طرح بے نقط یا با نقط عبارت میں اپنا کلام نازل کرتا۔ کیونکہ یہ سب لغو حرکتیں ہیں۔ جن میں کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اور حکیمِ مطلق کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ کوئی لغو حرکت اختیار کرے۔ جس صورت میں اُس نے آپ ہی فرمایا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ

۳۸۵

فکر اور نظر کی ورزش بیکار ہے۔ اور پھر بھی یہ توقع نہیں کہ تمام اسرار حکمیہ باستیفاء تمام حاصل ہو جائیں گے۔ اور اسی دقّت کے باعث سے اب تک انسان کو گویا دریا میں سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں ہؤا۔ چاہیئے تھا کہ سب عجائب اور ۳۸۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور دُوری کے دلوں سے مشتعل ہو کر بدنوں پر مستولی ہو جائے اور تمام وجود فی النّار والسقر معلوم ہو۔ اور یہ تجلیاتِ عظمٰی اِس عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اس تنگ اور منقبض اور مکدّر عالم کو جوڑ و پوش اسباب ہو کر ایک ناقص حالت میں پڑا ہے۔ اُن کے ظہور کی برداشت نہیں۔ بلکہ اِس عالم پہ ابتلاء اور آزمائش غالب ہے۔ اور اس کی راحت اور رنج دونوں ناپائدار اور ناقص ہیں۔ اور نیز اس عالم میں جو کچھ انسان پہ وارد ہوتا ہے۔ وہ زیر پردہ اسباب ہے جس سے مالک الجزاء کا چہرہ محجوب اور مکتوم ہو رہا ہے۔ اِسلئے یہ خالص اور کامل اور منکشف طور پر یوم الجزاء نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خالص اور کامل اور منکشف طور پر یوم الدّین یعنے یوم الجزاء وہ عالم ہوگا کہ جو اس عالم کے ختم ہونے کے بعد آوے گا۔ اور وُہی عالم تجلیات کا عظمٰی مظہر اور جلال اور جمال کے پُوری ظہور کی جگہ ہے۔ اور چونکہ یہ عالم دُنیوی اپنی اصل وضع کے رُو سے دارُ الجزاء نہیں بلکہ دارُ الابتلاء ہے۔ اِسلئے جو کچھ عُسر و یُسر و راحت و تکلیف اور غم اور خوشی اِس عالم میں لوگوں پہ وارد ہوتی ہے۔ اس کو خدائے تعالیٰ کے لُطف یا قہر پہ دلالت قطعی نہیں۔ مثلاً کسی کا دولتمند ہو جانا اِس بات پہ دلالت قطعی نہیں کرتا کہ خدائے تعالیٰ اس پہ خوش ہے۔ اور نہ کسی کا مفلس اور نادار ہونا اِس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اس پہ ناراض ہے۔ بلکہ یہ دونوں طور کے ابتلاء ہیں۔ تا دولتمند کو اس کی دولت میں اور مفلس کو اس کی مفلسی میں جانچا جائے۔ یہ چار صداقتیں ہیں جن کا قرآنِ شریف میں مفصّل بیان موجود ہے۔ ۳۸۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ[۱] یعنے ایماندار وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنا وقت بیہودہ کاموں میں نہیں کھوتے۔ تو پھر آپ ہی کیونکر بیہودہ کام کرتا جس حالت میں اپنی کتاب کی اس نے یہ تعریف کی ہے کہ اس کی شان میں فرمایا ہے وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ[۲]۔ ۳۸۶

۱ے المؤمنون : ۴ ۲ے یٰسٓ : ۳

غرائب واضح ہوتے۔ تاکہ جس غرض کے لئے حکیم مطلق نے بدن انسان میں موزع کئے تھے وہ غرض حاصل ہو جاتی۔ سو اِس وہم کا جواب اور اِسی قسم کے اور وہموں کا جواب جو مصنوعاتِ الٰہیّہ کے عجائبات اور خواص دقیقہ اور مخفیہّ کی نسبت کسی کے دل میں خلجان کریں۔ یہ ہے کہ بلاشبہ خدا کا اپنے تمام

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ان صداقتوں کی تفصیل میں آیاتِ قرآنی ایک دریا کی طرح بہتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ اور اگر ہم اس جگہ مفصل طور پر ان تمام آیات کو لکھتے۔ تو بہت سے اجزاء کتاب کے اس میں خرچ ہو جاتے۔ سو ہم نے اس نظر سے کہ انشاءاللہ عنقریب براہین قرآنی کے موقعہ پر وہ تمام آیات بہ تفصیل لکھے جائیں گے۔ اِن تمہیدی مباحث میں صرف سورۃ فاتحہ کے قل و دل کلمات پر کفایت کی۔

اب بعد اسکے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ چاروں صداقتیں کہ جو بیّن الثبوت اور بدیہی الصدق ہیں۔ ایسے بے نظیر اور اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ یہ بات دلائل قطعیّہ سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور فرمانے کے وقت یہ چاروں صداقتیں گم ہو چکی تھیں اور کوئی قوم پردۂ زمین پر ایسی موجود نہیں تھی کہ جو بغیر آمیزش افراط یا تفریط کے اِن صداقتوں کی پابند ہو۔ پھر جب قرآن شریف نازل ہوا۔ تو اس کلام مقدّس نے نئے سرے ان گمشدہ صداقتوں کو زاویہ گمنامی سے باہر نکالا۔ اور گمراہوں کو ان کے حقّانی وجود سے اطلاع دی اور دُنیا میں ان کو پھیلایا۔ اور ایک عالم کو اِن کے نور سے منوّر کیا۔ لیکن اِس بات کے ثبوت کے لئے کہ کیونکر تمام قومیں ان صداقتوں سے بے خبر اور ناواقف محض تھیں۔ یہی ایک کافی دلیل ہے کہ اب بھی دُنیا میں کوئی قوم بجز دینِ حق اسلام کی ٹھیک ٹھیک اور کامل طور پر

ص۳۸۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ [1]۔ یعنے قرآن حکمت سے پُر ہے۔ باطل کو اِسکے آگے پیچھے سے گذر نہیں۔ تو اِس صورت میں وہ کیونکر آپ ہی باطل کو اِس میں بھر دیتا۔ اِس کام کے لئے تو فیضی جیسا ہی کوئی نادان فضول گو چاہیئے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ۔

ص۳۸۷

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۴۳ ۲۴ نور : ۲۷

۳۸۶

مصنوعات میں اور ہر یک چیز میں جو اُس کی طرف سے صادر ہو۔ قانونِ قدرت یہی ہے کہ اُس نے عجائبات بدیہہ پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ ہر یک چیز میں (جو اُس کے دستِ قدرت سے ظہور پذیر ہے) عجائبات دقیقہ بھی (جو نہایت گہرے اور عمیق ہیں) مخفی رکھے ہیں۔ مگر خدا کے اِس کام کو عبث اور بے سُود سمجھنا سراسر نادانی ہے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ان صداقتوں پر قائم نہیں۔ اور جو شخص کسی ایسی قوم کے وجود کا دعویٰ کرے تو بارِ ثبوت اُسی کے ذمہ ہے۔ ماسوا اس کے قرآنی شہادت کہ جو ہر یک دوست و دشمن میں شائع ہونے کی وجہ سے ہر یک مخاصم پر حجّت ہے اِس بات کے لئے ثبوت کافی ہے اور وہ شہادتیں جابجا فرقانِ مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ اور خود کسی تاریخ دان اور واقفِ حقیقت کو اِس سے بیخبری نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور کے وقت تک ہر یک قوم کی ضلالت اور گمراہی کمال کے درجہ تک پہنچ چکی تھی اور کسی صداقت پر کامل طور پر ان کا قیام نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اگر اوّل یہودیوں ہی کے حال پر نظر کریں تو ظاہر ہوگا کہ اُنکو خدائے تعالیٰ کی ربوبیتِ تامہ میں بہت سے شک اور شبہات پیدا ہوگئے تھے اور انہوں نے ایک ذات ربّ العالمین پر کفایت نہ کر کے صدہا ارباب متفرقہ اپنے لئے بنا رکھے تھے یعنے مخلوق پرستی اور دیوتا پرستی کا بغایت درجہ اُن میں بازار گرم تھا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ حال قرآن شریف میں بیان کر کے فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[1]۔ یعنے یہودیوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو کہ جو مخلوق اور غیر خدا ہیں، اپنے ربّ اور قاضی الحاجات ٹھہرا رکھے ہیں۔ اور نیز اکثروں کا یہودیوں میں سے بعض نیچریوں کی طرح یہ اعتقاد ہوگیا تھا۔ کہ انتظام دُنیا کا قوانینِ منضبطہ متعیّنہ پر چل رہا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ[2] خدا کے کلام کو اِس طرح پر بے نقط سمجھنا چاہیئے کہ وہ لغو اور جھوٹ اور بیہودہ گوئی کے نقطوں سے منزّہ اور معرّا ہے اور اُس کی فصاحت بلاغت وہ بے بہا جوہر ہے جس سے دُنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ روحانی بیماریوں سے

[1] توبہ : ۳۱ [2] نور : ۲۷

ص۳۸۸

جاننا چاہیئے کہ خدا نے انسان کو دُوسرے حیوانات کی طرح اِس وضع فطرت پر پیدا نہیں کیا۔ کہ اُس کا علم چند بدیہی اور محسوس باتوں میں محصور اور محدود رہے۔ بلکہ اس کو یہ استعداد بخشی ہے کہ وہ نظر اور فکر سے غیر متناہی علوم میں ترقیات کرتا رہے۔ اور اِسی غرض سے اُس کو عقل کا گوہر شب چراغ جو دوسرے حیوانات

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور اُس قانون میں مختارانہ تصرف کرنے سے خدائے تعالیٰ قاصر اور عاجز ہے۔ گویا اُس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں نہ اس قاعدہ کے برخلاف کچھ ایجاد کرسکتا ہے اور نہ فنا کرسکتا ہے بلکہ جب سے کہ اُس نے اِس عالم کا ایک خاص طور پر شیرازہ باندھ کر اسکی پیدائش سے فراغت پائی ہے تب سے یہ کل اپنے ہی پُرزوں کی صلاحیت کی وجہ سے خود بخود چل رہی ہے اور ربّ العالمین کسی قسم کا تصرف اور دخل اِس کل کے چلنے میں نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی کے موافق اور اپنی خوشنودی ناخوشنودی کے رُو سے اپنی ربوبیّت کو بہ تفاوتِ مراتب ظاہر کرے یا اپنے ارادۂ خاص سے کسی طور کا تغیّر اور تبدّل کرے۔ بلکہ یہودی لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور مجسّم قرار دے کر عالم جسمانی کی طرح اور اس کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔ اور اُنکی نظر ناقص میں یہ سمایا ہوا ہے کہ بہت سی باتیں کہ جو مخلوق پر جائز ہیں وہ خدا پر بھی جائز ہیں۔ اور اسکو من کل الوجوہ منزّہ خیال نہیں کرتے۔ اور انکی توریت میں جو محرّف اور مبدّل ہے خدائے تعالیٰ کی نسبت کئی طور کی بے ادبیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیدائش کے ۳۲ باب میں لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ یعقوب سے تمام رات صبح تک کشتی لڑا کیا۔ اور اُس پر غالب نہ ہوا۔ اِسی طرح برخلاف اِس اُصول کے کہ خدائے تعالیٰ ہر یک ما فی العالم کا ربّ ہے۔ بعض مردوں کو انہوں نے خدا کے بیٹے قرار دے رکھا ہے۔ اور کسی جگہ

ص۳۸۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

شفا حاصل ہوتی ہے۔ حقائق اور دقائق کا جاننا حق کے طالبوں پر آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا فصیح کلام معارفِ حقّہ کو کمال ایجاز سے، کمال ترتیب سے، کمال صفائی اور خوش بیانی سے لکھتا ہے اور وہ طریق اختیار کرتا ہے جس سے دِلوں پر

ح ۳۸۹ کو نہیں ملا عطا ہوا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ تمام عجائب غرائب الٰہی بدیہی طور پر واضح اور لائح ہوتے جن میں نظر اور فکر کی کچھ بھی حاجت نہ ہوتی تو پھر انسان جس کا کمال اس کی قوتِ نظریہ کی تکمیل پر موقوف ہے۔ کن چیزوں میں نظر اور فکر کرتا۔ اور اگر نظر اور فکر نہ کرتا تو پھر کیونکر اپنے کمال کو پہنچتا۔ سو چونکہ تمام انسانیت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عورتوں کو خدا کی بیٹیاں لکھا گیا ہے اور کسی جگہ بائیبل میں یہ بھی فرمادیا ہے کہ تم سب خدا ہی ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بھی انہیں تعلیموں سے مخلوق پرستی کا سبق سیکھا ہے کیونکہ جب عیسائیوں نے معلوم کیا کہ بائیبل کی تعلیم بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے اور خدا کی بیٹیاں بلکہ خدا ہی بناتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آؤ ہم بھی اپنے ابن مریم کو انہیں میں داخل کریں تا وہ دوسرے بیٹوں سے کم نہ رہ جائے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ عیسائیوں نے ابنِ مریم کو ابن اللہ بنا کر کوئی نئی بات نہیں نکالی بلکہ ح ۳۸۹ پہلے بے ایمانوں اور مشرکوں کے قدم پر قدم مارا ہے۔ غرض حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ مخلوق پرستی بدرجۂ غایت ان پر آگئی تھی اور عقائد حقّہ سے بہت دور جا پڑی تھی یہانتک کہ بعض ان کے ہندوؤں کی طرح تناسخ کے بھی قائل تھے اور بعض جزا سزا کے قطعاً منکر تھے۔ اور بعض مجازات کو صرف دنیا میں محصور سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل نہ تھے۔ اور بعض یونانیوں کے نقشِ قدم پر چل کر مادہ اور روحوں کو قدیم اور غیر مخلوق خیال کرتے تھے۔ اور بعض دہریوں کی طرح روح کو فانی سمجھتے تھے اور بعض کا فلسفیوں کی طرح یہ مذہب تھا کہ خدائے تعالیٰ ربّ العالمین اور مدبّر بالارادہ نہیں ہے۔ غرض مجذوم کے بدن کی طرح تمام

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اعلیٰ درجہ کا اثر پڑے اور تھوڑی عبارت میں وہ علومِ الٰہیہ سما جائیں جن پر دنیا کی ابتدا سے کسی کتاب یا دفتر نے احاطہ نہیں کیا۔ یہی حقیقی فصاحت بلاغت ہے جو تکمیلِ نفسِ انسانی کے لئے ممد و معاون ہے جس کے ذریعہ سے حق کے طالب

انسان کے استعمال قوّتِ نظریّہ سے وابستہ ہے۔ اِس لئے اُس حکیمِ مطلق نے اکثر دقائق اور حقائق کو ایسے طور پر مخفی رکھا ہے کہ جبتک انسان اپنی خداداد قوّت کو بکمال اجتہاد استعمال میں نہ لاوے۔ ان دقائق کا انکشاف نہیں ہوتا۔ اس حکیمِ مطلق کا یہ ارادہ ہے کہ ترقی کرنے کا راستہ کُھلا رہے۔ اور جس سعادت کے لئے

ص۴۹۰

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خیالات اُنکے فاسد ہو گئے تھے اور خدائے تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ ربوبیّت و رحمانیت و رحیمیّت اور مالکِ یوم الدّین ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے نہ ان صفتوں کو اسکی ذات سے مخصوص سمجھتے تھے اور نہ ان صفتوں کا کامل طور پر خدائے تعالیٰ میں پایا جانا یقین رکھتے تھے۔ بلکہ بہت سی بدگمانیاں اور بے ایمانیاں اور آلودگیاں اُن کے اعتقادوں میں بھر گئی تھیں اور توریت کی تعلیم کو انہوں نے نہایت بدشکل چیز کی طرح بنا کر شرک اور بدی کی بدبُو کو پھیلانا شروع کر رکھا تھا۔ پس وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور جسم قرار دینے میں اور اسکی ربوبیّت اور رحمانیّت اور رحیمیّت وغیرہ صفات کے معطّل جاننے میں اور ان صفتوں میں دُوسری چیزوں کو شریک گرداننے میں اکثر مُشرکین کے پیشوا اور سابقین اوّلین میں سے ہیں۔

یہ تو یہودیوں کا حال ہوا۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں نے تھوڑے ہی دِنوں میں اُس سے بدتر اپنا حال بنالیا۔ اور مذکورہ بالا صداقتوں میں سے کسی صداقت پر قائم

ص۴۹۰

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کمالِ مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور یہی وہ صفتِ ربّانی ہے جس کا انجام پذیر ہونا بجز الٰہی طاقت اور اس کے علم وسیع کے ممکن نہیں۔ خدائے تعالیٰ اپنے کلام کے ایک ایک فقرہ کی سچائی کا ذمہ دار ہے اور جو کچھ اسکی تقریر میں واقعہ ہے۔ خواہ وہ اخبار اور آثار گذشتہ ہیں خواہ وہ آئندہ کی خبریں اور پیشگوئیاں ہیں اور خواہ وہ علمی اور دینی صداقتیں ہیں۔ وہ تمام کذب اور ہزل اور بیہودہ گوئی کے داغ سے منزّہ ہیں۔ اور اگر ایک ذرّہ بھی خلاف گوئی یا فضولی اور لاف وگذاف ان میں پایا جاوے۔

ص۴۹۰

انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اس سعادت تک وہ پہنچ جائے۔ غرض خدا کے جتنے کام ہیں۔ وہ صرف موٹی صنعت پر ختم نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان میں جس قدر کھودتے جاؤ۔ زیادہ سے زیادہ باریکیاں نکلتی ہیں۔ پس جبکہ اُن تمام چیزوں کی نسبت جو خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ عام قانون ثابت ہو چکا۔ کہ وہ سب نکاتِ دقیقہ اور اسرارِ عمیقہ سے پُر

۳۹۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہ رہے۔ اور جو خدا کی صفاتِ کاملہ تھی وہ سب ابن مریم پر تھاپ دی۔ اور اُنکے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ جمیع ما فی العالم کا رب نہیں ہے بلکہ مسیح اسکی ربوبیت سے باہر ہے بلکہ مسیح آپ ہی رب ہے۔ اور جو کچھ عالم میں پیدا ہوا۔ وہ بزعم باطل اُنکے بطور قاعدۂ کلیہ مخلوق اور حادث نہیں بلکہ ابن مریم عالم کے اندر حدوث پاکر اور صریح مخلوق ہوکر پھر غیر مخلوق اور خدا کے برابر بلکہ آپ ہی خدا ہے۔ اور اُسکی عجیب ذات میں ایک ایسا اعجوبہ ہے کہ باوجود حادث ہونے کے قدیم ہے۔ اور باوجود اِسکے کہ خود اپنے اقرار سے ایک واجب الوجود کے ماتحت اور اُس کا محکوم ہے۔ مگر پھر بھی آپ ہی واجب الوجود اور آزاد مطلق اور کسی کا ماتحت نہیں۔ اور باوجود اِس کے کہ خود اپنے اقرار سے عاجز اور ناتوان ہے۔ مگر پھر بھی عیسائیوں کے بے بنیاد زعم میں قادر مطلق ہے اور عاجز نہیں۔ اور باوجود اِس کے کہ خود اپنے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

تو پھر وہ خدا کا کلام ہی نہیں رہتا۔ اِس لئے وہ خود اپنے تمام بیانات کو بہ پایۂ ثبوت پہنچاتا ہے۔ لیکن کوئی شاعر اس بات کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس کا کلام ہریک قسم کے کذب اور ہزل اور غیر ضروری باتوں سے پاک اور ضروری اور لابدی امور پر احاطہ رکھتا ہے۔ پھر جبکہ شاعروں کی فضول باتوں کو وہ مراتب حاصل نہیں ہیں کہ جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام کو حاصل ہیں اور نہ اِس بارے میں شاعر کچھ دم مارتے ہیں اور نہ ذمہ وار بنتے ہیں۔ بلکہ اپنے عجز کے آپ ہی اقراری ہیں۔ تو کلامِ الٰہی کے مقابلہ پر اُن کا ناچیز کلام پیش کرنا کیسی سفاہت اور نادانی ہے۔ شاعر تو اگر مر بھی جاویں تو صداقت اور راستی و ضرورتِ حقّہ کا اپنے کلام میں التزام

۳۹۱

ہیں۔ تو اسے قانونِ قدرت کی متابعت سے یہ بھی ہر یک عاقل کو ماننا پڑا کہ خدا کا کلام بھی نکاتِ دقیقہ سے خالی نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اُس میں سب سے زیادہ لطائف چاہیئے۔ کیونکہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور حکیم مطلق کے علوم قدیم کا مخزن ہے جس کو خدا نے اس بات کا آلہ بنایا ہے کہ تمام قوانینِ قدرتیہ جو

۴۹۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اقرار سے اُمورِ غیبیہ کے بارہ میں نادان محض ہے یہانتک کہ قیامت کی بھی خبر نہیں کہ کب آئیگی۔ مگر پھر بھی نصرانیوں کے خوش عقیدہ کے رُو سے عالم الغیب ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے اور نیز صحف انبیاء کی گواہی سے ایک مسکین بندہ ہے۔ مگر پھر بھی حضراتِ مسیحیوں کی نظر میں خدا ہے۔ اور باوجود اسکے کہ خود اپنے اقرار سے نیک اور بے گناہ نہیں ہے مگر پھر بھی عیسائیوں کے خیال میں نیک اور بے گناہ ہے۔ غرض عیسائی قوم بھی ایک عجیب قوم ہے جنہوں نے ضدین کو جمع کر دکھایا اور تناقض کو جائز سمجھ لیا۔ اور گو اُن کے اعتقاد کے قائم ہونے سے مسیح کا دروغگو ہونا لازم آیا مگر انہوں نے اپنے اعتقاد کو نہ چھوڑا۔ ایک ذلیل اور عاجز بندہ کو ربّ العالمین قرار دیا۔ اور ربّ العالمین پر ہر طرح کی ذلّت اور موت اور درد اور دُکھ اور تجسّم اور حلول اور تغیّر اور تبدّل اور حدوث اور توَلّد کو روا رکھا ہے۔ نادانوں نے خدا کو بھی ایک کھیل بنا لیا ہے۔ عیسائیوں پر کیا حصر ہے اُن سے پہلے کئی عاجز بندے خدا قرار دیئے گئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے رام چندر خدا ہے۔ کوئی کہتا ہے

۴۹۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نہ کرسکیں۔ وہ تو بغیر فضول گوئی کے بول ہی نہیں سکتے۔ اور اُن کی ساری کل فضول اور جھوٹ پر ہی چلتی ہے۔ اگر جھوٹ نہیں یا فضول گوئی نہیں تو پھر شعر بھی نہیں۔ اگر تم اُن کا فقرہ فقرہ تلاش کرو کہ کس قدر حقائق دقائق ان میں جمع ہیں۔ کس قدر راستی اور صداقت کا التزام ہے۔ کس قدر حق اور حکمت پر قیام ہے۔ کس ضرورتِ حقّہ سے وہ باتیں اُن کے مُونہہ سے نکلی ہیں اور کیا کیا اسرار بےمثل و مانند اُن میں لپٹے ہوئے ہیں تو تمہیں معلوم ہو کہ ان تمام خوبیوں میں سے کوئی بھی خوبی اُنکی مُردہ عبارات میں پائی نہیں جاتی۔ اُن کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ جس طرف قافیہ ردیف ملتا نظر آیا۔ اُسی طرف جھک

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پائے جاتے ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے اُس میں سامان موجود ہو۔ پس اگر وہ ناقص ہو تو اتنے بڑے کام اس سے کیونکر انصرام ہو سکیں۔ اگر وہ تمام غلطیوں سے انسان کو پاک نہ کر سکتا تو پھر صرف بعض غلطیوں سے پاک

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں کرشن کی خدائی اُس سے قوی تر ہے۔ اسی طرح کوئی بدھ کو کوئی کسی کو کوئی کسی کو خدا ٹھہراتا ہے۔ ایسا ہی آخری زمانہ کے ان سادہ لوحوں نے بھی پہلے مشرکوں کی ریس کر کے ابن مریم کو بھی خدا اور خدا کا فرزند ٹھہرالیا۔ غرض عیسائی لوگ نہ خداوند حقیقی کو رب العالمین سمجھتے ہیں نہ اُسے رحمان اور رحیم خیال کرتے ہیں اور نہ جزا سزا اُسکے ہاتھ میں یقین رکھتے ہیں، بلکہ اُن کے گمان میں حقیقی خدا کے وجود سے زمین اور آسمان خالی پڑا ہوا ہے اور جو کچھ ہے ابن مریم ہی ہے۔ اگر رب ہے تو وہی ہے۔ اگر رحمان ہے تو وہی ہے۔ اگر رحیم ہے تو وہی ہے۔ اگر مالک یوم الدین ہے تو وہی ہے۔ ایسا ہی عام ہندو اور آریہ بھی ان صداقتوں سے منحرف ہیں۔ کیونکہ ان میں سے جو آریہ ہیں۔ وہ تو خدائے تعالیٰ کو خالق ہی نہیں سمجھتے۔ اور اپنی رُوحوں کا رب اُس کو قرار نہیں دیتے۔ اور جو اُن میں سے بُت پرست

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

گئے اور جو مضمون دل کو اچھا لگا وہی جھک ماری۔ نہ حق اور حکمت کی پابندی ہے اور نہ فضول گوئی سے پرہیز ہے اور نہ یہ خیال ہے کہ اس کلام کے بولنے کیلئے کونسی سخت ضرورت درپیش ہے اور اسکے ترک کرنے میں کونسا سخت نقصان عائد حال ہے ناحق بے فائدہ فقرہ سے فقرہ ملاتے ہیں۔ سر کی جگہ پاؤں پاؤں کی جگہ سر لگاتے ہیں۔ سراب کی طرح چمک تو بہت ہے پر حقیقت دیکھو تو خاک بھی نہیں۔ شعبدہ باز کی طرح صرف کھیل ہی کھیل اصلیت دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔ نادار۔ ناطاقت اور ناتوان اور گئے گذرے ہیں آنکھیں اندھی اور اسیر عشوہ گری ان کی نسبت نہایت ہی نرمی کیجئے تو یہ کہئے کہ وہ سب ضعیف اور ہیچ ہونے کی وجہ سے عنکبوت کی طرح ہیں اور ان کے اشعار بیت عنکبوت ہیں۔ اُن کی نسبت خداوند کریم نے خوب فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ

کرنا حقیقت میں ایسا تھا کہ گویا منزل تک پہنچانے سے پہلے راستہ میں ہی چھوڑ دیتا۔ غرض جب خدا کا قانونِ قدرت (ہریک چیز میں جو اُس کی طرف سے صادر ہے) یہی ثابت ہوا کہ اُن سب میں خداوند تعالیٰ نے دقائق عمیقہ بھی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۳۹۱

ہیں وہ صفتِ ربوبیّت کو اِس ربّ العالمین سے خاص نہیں سمجھتے اور تینتیس کروڑ دیوتا ربوبیّت کے کاروبار میں خدائے تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اُن سے مُرادیں مانگتے ہیں اور یہ ہر دو فریق خدائے تعالیٰ کی رحمانیت کے بھی انکاری ہیں اور اپنے وید کے رُو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رحمانیت کی صفت ہرگز خدائے تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی اور جو کچھ دُنیا کیلئے خدا نے بنایا ہے یہ خود دُنیا کے نیک عملوں کی وجہ سے خدا کو بنانا پڑا۔ ورنہ پرمیشر خود اپنے ارادہ سے کسی سے نیکی نہیں کرسکتا اور نہ کبھی کی۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کو کامل طور پر رحیم بھی نہیں سمجھتے کیونکہ اُن لوگوں کا اعتقاد ہے کہ کوئی گنہگار خواہ کیسا ہی سچے دل سے توبہ کرے اور خواہ وہ سالہا سال تضرّع اور زاری اور اعمالِ صالح میں مشغول رہے۔ خدا اُس کے گناہوں کو جو اُس سے صادر ہو چکے ہیں۔ ہرگز نہیں بخشے گا۔ جب تک وہ کئی لاکھ جُونوں کو بھگت کر اپنی سزا نہ پالے۔ جب ہی کسی نے ایک گناہ کیا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص۳۹۲

يَتَّبِعُهُمُ الۡغَاوٗنَ[1] ۔ الجزو نمبر ۱۹ یعنے شاعروں کے پیچھے وُہی لوگ چلتے ہیں جنہوں نے حق اور حکمت کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ کیا تُو نہیں دیکھتا شاعر تو وُہ لوگ ہیں جو قافیہ اور ردیف اور مضمون کی تلاش میں ہریک جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں حقّانی باتوں پر اُنکا قدم نہیں جمتا اور جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ سو ظالم لوگ جو خدا کے حقّانی کلام کو شاعروں کے کلام سے تشبیہہ دیتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو گا کہ کس طرف پھرینگے۔ اب دانا کو سوچنا چاہیئے کہ کیا اس سے زیادہ تر ناانصافی کوئی اور بھی ہوگی کہ حقِّ محض کو لغو محض سے تشبیہہ دیجائے یا ظلمت کو نور سے برابر ٹھہرایا جائے۔ کیا ایسی کتابیں اس کتابِ مقدس سے کچھ نسبت رکھتی ہیں جنکے چہرہ پر فضول گوئی کا داغ اور جھوٹ اور بیہودہ درائی کا دھبّہ اس قدر پھیل گیا ہے جس کو دیکھ کر ہریک پاک دل آدمی کو نفرت اور کراہت آتی ہے۔ کیا ایسی کتابیں اُن صحفِ مطہّرہ سے مشابہ کہلائیں گی جن کتابوں کا مادہ مجذوم کے

[1] الشعراء : ۲۲۵-۲۲۸

ضرور رکھے ہیں۔ صرف موٹی باتوں پر ختم نہیں کیا۔ تو اس تحقیق سے جھوٹ اُن لوگوں کا کھل گیا۔ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا کے کلام میں صرف چند احکام سریع الفہم چاہیئے۔ اور لطائف دقیقہ اُس میں نہیں چاہیئے اور نہ ہیں اِسجگہ اُنہوں نے اپنے اِس وہم کے مضبوط کرنے کی غرض سے ایک دلیل بنائی ہوئی ہے

صفحہ ۳۹۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پھر نہ وہاں توبہ کام آوے نہ بندگی نہ خوفِ الٰہی نہ عشقِ الٰہی نہ اور کوئی عمل صالح گویا وہ جیتے جی ہی مرگیا۔ اور خدائے تعالیٰ کی رحیمیت سے بکلّی نا اُمید ہوگیا۔ علیٰ ہذا القیاس یہ لوگ یوم الجزاء پر جس کے رُو سے خدائے تعالیٰ مالکِ یوم الدّین کہلاتا ہے صحیح طور پر ایمان نہیں رکھتے اور جن طریقوں متذکرہ بالا کے رُو سے انسان اپنی سعادتِ عظمیٰ تک پہنچتا ہے یا شقاوتِ عظمیٰ میں پڑتا ہے اُس کامل سعادت اور شقاوت کے ظہور سے انکاری ہیں اور نجاتِ اُخروی کو صرف ایک خیالی اور وہمی طور پر سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ وہ نجاتِ ابدی کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور اُن کا مقولہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ کے لئے نہ اِس جگہ آرام ہے اور نہ اُس جگہ۔ اور نیز اُن کے زُعم باطل میں دُنیا بھی آخرت کی طرح ایک کامل دار الجزاء ہے جس کو دُنیا میں بہت سی دولت دی گئی۔ وہ اُس کے نیک عملوں کے عوض میں کہ جو کسی پہلے جنم میں اُس نے کئے ہوں گے دی گئی ہے اور اِس بات کا مستحق ہی کہ

صفحہ ۳۹۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نعلن کی طرح بگڑا ہوا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگرچہ تعصب وہ سخت بلا ہے کہ جو نہ عقل کو چھوڑتا ہے اور نہ سمجھ کو۔ اور نہ قوّتِ سامعہ اس سے سلیم رہتی ہے اور نہ قوّتِ باصرہ۔ لیکن انسان کو یہ بھی تو سوچ لینا چاہیئے کہ جن دو چیزوں میں کچھ بھی مشابہت اور مناسبت نہیں۔ ان کو خواہ نخواہ ایک دوسرے کا شبیہ قرار دینے کا آخری نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ ایسے شخصوں کو دانشمند لوگ پاگل اور دیوانہ کہنے لگتے ہیں۔ اے حضرات عیسائیاں! آپ لوگ ہندوؤں کی چال نہ چلیں۔ آپ لوگوں میں سے قرآن شریف ہی کے اُترنے کے زمانہ میں ایسے نیک سرشت پادری بہت گذرے ہیں۔ جن کے آنسو قرآنِ شریف کو سُنکر نہیں تھمتے تھے۔ اُن بزرگ قسیسیوں کو یاد کرو جنکی شہادتیں قرآن شریف میں درج ہیں اور جو فرقانِ مجید کو سُنکر ٹھوڑیوں پر گر کر روتے تھے۔ قرآن ہی کی عظمتِ شان نے اُن سے کلمہ بھروایا۔ تمام کُتبِ الہامیہ پر اپنی فضیلت کا

صفحہ ۳۹۴

اور وہ یہ ہے کہ کُتب الہامیہ کم علموں اور کم فہموں یا اُمّیوں اور بدوؤں کے لئے نازل ہُوئی ہیں۔ پس اُن کی تعلیم ویسی ہی چاہیئے جو کہ بقدر عقول اُن لوگوں کے ہو کیونکہ اُمّی اور ناخواندہ آدمی نکاتِ دقیقہ سے منتفع نہیں ہوسکتے۔ اور نہ اُن پر مطلع ہوسکتے ہیں۔ لیکن واضح ہو کہ یہ وہم محض کوتہ اندیشی سے اُن کے دِلوں کو

۴۹۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اسی دُنیا میں اپنے نفسِ امّارہ کی خواہشوں کے پُورا کرنے میں اُس دولت کو خرچ کرے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اسی جہان میں خدائے تعالیٰ کا کسی کو اِس غرض سے دولت دینا کہ وہ اُس دولت کو فی الحقیقت اپنے اعمال کی جزا سمجھ کر کھانے پینے اور ہر طرح کی عیّاشی کیلئے آلہ بناوے۔ یہ ایک ایسا ناجائز فعل ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا نہایت درجہ کی بے ادبی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گویا ہندوؤں کا پرمیشر آپ ہی لوگوں کو بدفعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور قبل اِس کے جو اُن کا نفس پاک ہو۔ نفسانی لذّات کے وسیع دروازے اُن پر کھولتا ہے۔ اور پہلے جنموں کے نیک عملوں کا اجر اُن کو یہ دیتا ہے کہ پچھلے جنم میں وہ ہر طرح کے اسبابِ تنعّم پاکر اور نفسِ امّارہ کے پُورے پُورے تابع بن کر پھر تحت الثریٰ میں

۴۹۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اقرار کروایا۔ اب آپ لوگوں کی آنکھوں میں وُہی قرآن حریری اور فیضی کے واہیات کلام سے برابر نہیں۔ یہ بڑا کفر خدا کو نہیں بھاتا۔ اگر آپ لوگ کوئی نظیر قرآن شریف کی اسکے ظاہری و باطنی کمالات میں ثابت کر دکھاتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ پر آپ تو ایسی نظیر پیش کرنے سے بکلّی عاجز اور ساکت ہیں پھر معلوم نہیں کہ تم آنکھیں رکھتے ہوئے کیوں نہیں دیکھتے۔ کان رکھتے ہوئے کیوں نہیں سنتے۔ دل رکھتے ہوئے کیوں نہیں سمجھتے۔ اگر حریری اور فیضی تم سے ہی عاقل ہوتے تو وہ آپ ہی دعویٰ کرتے کہ ہم نے قرآن شریف کی نظیر بنالی ہے۔ پر خدا نہ کرے کہ کسی لکھے پڑھے آدمی کی ایسی پست عقل ہو۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ کہ وہ کونسا کلام تمہارے بغل میں ہے جس میں قرآن شریف کی طرح یہ دعویٰ موجود ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ

پکڑتا ہے اور اس پست اور ناچیز خیال سے بغایت درجہ سفاہت اور جہالت کی بدبو آتی ہے۔ کاش کہ وہ کلامِ الٰہی کو غور سے دیکھتے۔ تا کہ انہیں معلوم ہوتا کہ خدا کی مقدس اور کامل کلام پر ایسا گمان کرنا گویا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ اور اب بھی ایسے لوگ اگر اس کتاب کو ذرا آنکھ کھول کر پڑھیں اور وہ صدہا دقائق عمیقہ

ص ۲۹۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جا پڑیں اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے خیال میں یہ بھرا ہوا ہے کہ میرے ہاتھ میں جس قدر دولت اور مال اور حشمت اور حکومت ہے۔ یہ میرے ہی اعمالِ سابقہ کا بدلہ ہے۔ وہ کیا کچھ نفسِ امارہ کی پیروی نہیں کریگا لیکن اگر وہ یہ سمجھتا کہ دُنیا دار الجزاء نہیں ہے بلکہ دار الابتلاء ہے اور جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے وہ بطور ابتلاء اور آزمائش کے دیا گیا ہے تا یہ ظاہر کیا جائے کہ مَیں کس طور پر اس میں تصرّف کرتا ہوں۔ کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو میری ملکیت یا میرا حق ہو۔ تو ایسا سمجھنے سے وہ اپنی نجات اِس بات میں دیکھتا کہ اپنا تمام مال نیک مصارف میں خرچ کرے اور نیز وہ غایت درجہ کا شکر بھی کرتا کیونکہ وُہی شخص دلی اخلاص اور محبت سے شکر کر سکتا ہے کہ جو سمجھتا ہے کہ مَیں نے مُفت پایا اور بغیر کسی استحقاق کے مجھ کو ملا ہے۔ غرض آریہ لوگوں کے نزدیک خدائے تعالیٰ نہ ربّ العالمین ہے نہ رحمان نہ رحیم اور نہ ابدی اور

ص ۲۹۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [1]۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ [2]۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ [3] الجزو نمبر ۱۔ یعنے اُن کو کہہ دے کہ اگر تمام جنّ اور آدمی اِس بات پر اتفاق کرلیں کہ قرآن کی مثل کوئی کلام لاویں، تو یہ بات اُن کے لئے ممکن نہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جاویں۔ اور اگر تم کو قرآن کے منزّل من اللہ ہونے میں شک ہے۔ تو تم بھی کوئی ایک سُورۃ اس کی مانند بناکر دکھلاؤ۔ اور اگر نہ بناؤ۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز نہیں بناسکوگے۔ تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو

ص ۲۹۶

[1] بنی اسرائیل: ۸۹ [2] بقرہ: ۲۴ [3] بقرہ: ۲۵

اور حقائقِ دقیقہ کلامِ الٰہی کے جو ہم نے اِس کتاب میں اپنے موقعہ پر کمال
وضاحت سے لکھے ہیں بنظرِ تامّل و تیقظ مشاہدہ کریں تو اُن کا خیالِ فاسد
ایسا دُور ہو جائیگا جیسا کہ آفتاب کے نکلنے سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور ص۳۹۷
ظاہر ہے کہ امرِ محسوس اور مشہود کے مقابلہ پر کسی قیاس کی پیش نہیں جاتی۔ جب

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دائمی اور کامل جزا دینے پر قادر ہے۔
اب ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ برہمو سماج والوں کا معارف مذکورہ بالا کی نسبت کیا
حال ہے یعنے وہ ہر چہار صداقتیں کہ جو ابھی مذکور ہوئی ہیں۔ برہمو لوگ ان پر ثابت قدم
ہیں یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ برہمو لوگ ان چاروں صداقتوں پر جیسا کہ چاہیئے ثبات اور ص۳۹۷
قیام نہیں رکھتے بلکہ ان معارفِ عالیہ کے کامل مفہوم پر اُن کو اطلاع ہی نہیں۔ اوّل

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کافروں کے لئے طیّار کی گئی ہے۔ پھر مَیں مکرّر کہتا ہوں کہ قبل اسکے جو تم لوگ اِس فکر میں پڑو کہ
قرآنِ شریف کے مثل و مانند کوئی دوسرا کلام تلاش کیا جائے۔ اوّل تم کو اِس بات کا دیکھ لینا
نہایت ضروری ہے کہ اُس دوسری کلام نے وہ دعویٰ بھی کیا ہے یا نہیں جس دعویٰ کو
آیاتِ مذکورہ بالا میں ابھی تم سُن چکے ہو۔ کیونکہ اگر کسی متکلّم نے ایسا دعویٰ ہی نہیں کیا کہ میرا کلام
بیمثل و مانند ہے جس کے مقابلہ اور معارضہ سے فی الحقیقت تمام جنّ و انس عاجز و ساکت ہیں تو
ایسے متکلّم کے کلام کو خواہ نخواہ بے مثل و مانند سمجھ لینا حقیقت میں اُسی مثل مشہور کا مصداق
ہے کہ مدعی سست و گواہ چست۔ ماسوا اِسکے کسی کلام کو قرآنِ شریف کی نظیر اور شبیہ
ٹھہرانے میں اِس بات کا ثبوت بھی پیدا کر لینا چاہیئے کہ جن کمالاتِ ظاہری و باطنی پر
قرآنِ شریف مشتمل ہے۔ اُنہیں کمالات پر وہ کلام بھی اشتمال رکھتا ہے جس کو بطور نظیر پیش کیا
گیا ہے۔ کیونکہ اگر نظیر پیش کردہ کو کمالاتِ قرآنیہ سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں تو پھر ایسی
نظیر پیش کرنا بجز اپنی جہالت اور حماقت دکھلانے کے کس غرض پر مبنی ہوگا۔ یہ بات ص۳۹۷
خوب یاد رکھو کہ جیسے ان تمام چیزوں کی نظیر اور شبیہ بنانا کہ جو صادر من اللہ ہیں
غیر ممکن اور ممتنع ہے۔ ایسا ہی قرآنِ شریف کی نظیر بنانا بھی حدِّ امکان سے

متواتر تجربہ سے ایک چیز کی کوئی خاصیت معلوم ہوگئی تو پھر مجرّد قیاس کو اپنی دستاویز بنا کر اس امرِ واقعی سے جو بہ پایۂ ثبوت پہنچ چکا ہے۔ انکار کرنا اسی کا نام جنون اور سودا ہے۔ اگر یہ لوگ عقلِ خداداد کو ذرا کام میں لاویں۔ تو ان پر

حاشیہ نمبر ۱۱

خدا کا ربّ العالمین ہونا کہ جو ربوبیّتِ تامہ سے مراد ہے برہمو لوگوں کی سمجھ اور عقل سے اب تک چھپا ہوا ہے اور وہ لوگ ربوبیّتِ الٰہیہ کا دنیا پر اس سے زیادہ اثر نہیں سمجھتے کہ اُس نے کسی وقت بیک تمام عالم معہ اس کی تمام قوّتوں اور طاقتوں کے پیدا کیا ہے۔ لیکن اب وہ تمام قوّتیں اور طاقتیں مستقل طور پر اپنے اپنے کام میں لگی

۳۹۸ ص

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے عرب کے نامی شاعروں کو کہ جن کی عربی مادری زبان تھی اور جو طبعی طور پر اور نیز کسبی طور پر مذاقِ کلام سے خوب واقف تھے ماننا پڑا کہ قرآنِ شریف انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے اور کچھ عرب پر موقوف نہیں بلکہ خود تم میں سے کئی اندھے تھے کہ جو اُس کامل روشنی سے بینا ہوگئے اور کئی بہرے تھے کہ اس سے سُننے لگ گئے اور اب بھی وہ روشنی چاروں طرف سے تاریکی کو اُٹھاتی جاتی ہے اور قرآنِ شریف کے انوارِ حقّہ دلوں کو منوّر کرتے جاتے ہیں۔ واقعی یہ حال ہو رہا ہے کہ جس قدر لوگوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں۔ اُسی قدر قرآنِ شریف کی عظمت کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے متعصّب انگریزوں میں سے جو کہ حکیم اور فلاسفر کہلاتے تھے خود بول اُٹھے کہ قرآن شریف اپنی فصاحت اور بلاغت میں بے نظیر ہے یہانتک کہ گاوفری ہیگنس صاحب جیسے سرگرم عیسائی کو اپنی کتاب کی دفعہ ۲۲۱ میں لکھنا پڑا کہ حقیقت میں جیسی عالی عبارتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ غالباً دنیا بھر میں نہیں مل سکتیں۔ اور ایسا ہی پوٹ صاحب کو بمجبوری اپنی کتاب میں یہی گواہی دینی پڑی۔

آریہ سماج والے جو خدا کے الہام اور کلام کو وید پر ختم کئے بیٹھے ہیں۔ وہ بھی عیسائیوں کی طرح قرآنِ شریف کی بے نظیری سے انکار کر کے اپنے وید کی نسبت

۳۹۸ ص

۳۹۸

ظاہر ہو کہ خود وہ قیاس ہی فاسد ہے اور بعینہٖ وہ ایسا مقولہ ہے جیسے کوئی نباتات کے
خواص دقیقہ سے انکار کر کے یہ کہے کہ اگر خدا نے بالارادہ خلق اللہ کی نفع رسانی کی
غرض سے یہ کام کیا ہے کہ انسان کی شفا کے لئے نباتات و جمادات وغیرہ میں
طرح طرح کے خواص رکھے ہیں تو پھر اُن خواص کو اِس قدر تہ در تہ کیوں چھپایا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہوئی ہیں اور خدائے تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے کہ اُن میں کچھ تصرف کرے یا کچھ تغیر اور تبدل
ظہور میں لاوے۔ اور ان کے زعمِ باطل میں قوانینِ نیچریہ کی مستحکم اور پائیدار بنیاد
نے قادرِ مطلق کو معطل اور بیکار کی طرح کر دیا ہے۔ اور ان میں تصرف کرنے کے لئے
کوئی راہ اُس پر کھلا نہیں۔ اور ایسی کوئی تدبیر اُس کو یاد نہیں۔ جس سے وہ مثلاً

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

فصاحت بلاغت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس امر کو بار بار غافل لوگوں پر ظاہر کرنا فرض سمجھتے
ہیں کہ قرآنِ شریف کی بے نظیری سے صرف وہ شخص انکار کر سکتا ہے جس کو یہ طاقت ہو کہ
جو کچھ قرآنِ شریف کی وجوہِ بے نظیری اس کتاب میں بطور نمونہ درج کی گئی ہیں کسی دوسری
کتاب سے نکال کر دکھلا سکے۔ سو اگر آریہ سماج والوں کو اپنے وید پر یہ اُمید ہے کہ وہ قرآنِ شریف
کا مقابلہ کر سکے گا۔ تو انہیں بھی اختیار ہے کہ وید کا زور دکھلاویں۔ مگر صرف دعویٰ ہی دعویٰ
کرنا اور اوباشانہ باتیں مونہہ پر لانا نیک طینت آدمیوں کا کام نہیں۔ انسان کی ساری
شرافت اور عقل اس میں ہے کہ اگر اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل ہو تو پیش کرے۔ ورنہ ایسا دعویٰ
کرنے سے ہی زبان بند رکھے۔ جس کا ماحصل بجز فضول گوئی و ژاژخائی اور کچھ بھی
نہیں۔ سمجھنا چاہیئے کہ قرآنِ شریف کی بلاغت ایک پاک اور مقدس بلاغت ہے۔ جس کا
مقصدِ اعلیٰ یہ ہے کہ حکمت اور راستی کی روشنی کو فصیح کلام میں بیان کر کے تمام
حقائق اور دقائق علمِ دین ایک موجز اور مدلل عبارت میں بھر دیئے جائیں۔ اور جہاں
تفصیل کی اشد ضرورت ہو۔ وہاں تفصیل ہو۔ اور جہاں اجمال کافی ہو۔ وہاں اجمال ہو
اور کوئی صداقتِ دینی ایسی نہ ہو۔ جس کا مفصلاً یا مجملاً ذکر نہ کیا جائے۔ اور

ص ۳۴۹

کہ اُن کی ناواقفیت سے ایک زمانۂ دراز تک لوگ بے علاج ہی مرتے رہے اور اب تک جمیع خواصِ مخفیہ پر احاطہ نہ ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ بعد تحقیق خدا کے عام قانون کے (جو کہ زمین و آسمان میں ایک ہی طرز پر پایا جاتا ہے)

ص ۳۴۹

حاشیہ نمبر ۱۱

کسی مادہ حار کو اس کی تاثیر حرارت سے روک سکے یا کسی مادہ بارد کو اس کی برودت کے اثروں سے بند کر سکے یا آگ میں اُس کی خاصیت احراق کی ظاہر نہ ہونے دے۔ اور اگر اُس کو کوئی تدبیر یاد بھی ہے۔ تو صرف انہیں حدود تک جن پر علم انسان کا محیط ہے اس سے زیادہ نہیں یعنے جو کچھ محدود اور محصور طور پر کوائف و خواص

ص ۳۴۹

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

باوصف اِسکے ضرورتِ حقّہ کے تقاضا سے ذکر ہو نہ غیر ضروری طَور پر اور پھر کلام بھی ایسا فصیح اور سلیس اور متین ہو کہ جس سے بہتر بنانا ہرگز کسی کیلئے ممکن نہ ہو۔ اور پھر وہ کلام روحانی برکات بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہو۔ یہی قرآنِ شریف کا دعویٰ ہے۔ جس کو اسنے آپ ثابت کر دیا ہے۔ اور اور جابجا فرما بھی دیا ہے کہ کسی مخلوق کیلئے ممکن نہیں کہ اسکی نظیر بنا سکے۔ اب جو شخص منصفانہ طور پر بحث کرنا چاہتا ہے۔ اُسپر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ قرآنِ شریف کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ایسی کتاب کا پیش کرنا ضروری ہے جس میں وہی خوبیاں پائی جائیں جو اس میں پائی جاتی ہیں۔ سچ ہے کہ وید میں شاعرانہ تلازمات پائے جاتے ہیں اور شاعروں کی طرح انواع اقسام کے استعارات بھی موجود ہیں۔ مثلاً رِگ وید میں ایک جگہ آگ کو ایک دولتمند فرض کر لیا ہے جس کے پاس بہت سے جواہرات ہیں اور اسکی روشنی کو جوہرِ تابان سے تشبیہ دی ہے۔ بعض جگہ اسکو ایک سپہ سالار مقرر کیا ہے جسکی کالی جھنڈی ہے۔ اور دھوئیں کو جو آگ پر اُٹھتا ہے ایک علم سیہ ٹھہرا لیا ہے۔ ایک جگہ اس حرارت کو جو بخارات مائی کو اُٹھاتی ہے چور مقرر کیا ہے اور اس کا نام بلحاظ قوتِ ماسکہ ورترا رکھا ہے اور بخارات کو گوین ٹھہرایا ہے اور اندر جس سے وید میں آسمان کا فضا اور خاص کر کے کُرّۂ زمہریر مُراد ہے۔ اُس کو اِس مثال میں قصاب سے تشبیہ دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جس طرح قصاب گائے کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے

ایسے ایسے شبہات میں مبتلا ہونا انہیں لوگوں کا کام ہے جو قوانین قدرتیہ میں ذرہ غور نہیں کرتے۔ اور قبل اِسکے کہ خدا کی صفات اور عادات کو (جس طرز سے وہ آئینۂ فطرت میں ظاہر ہو رہی ہیں) بخوبی دریافت کریں پہلے ہی اُس کی ذات

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عالم کے متعلق انسان نے دریافت کیا ہے اور جو کچھ تا دمِ حال بشری تجارب کے احاطہ میں آچکا ہے یہیں تک خدا کی قُدرتوں کی حدبست ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی قُدرتِ تامہ اور ربوبیّتِ عامہ کوئی کام نہیں کرسکتی گویا خدا کی قدرتیں اور حکمتیں ہمگی تمامی یہی ہیں جن کو انسان دریافت کرچکا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ربوبیّتِ تامہ اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

اسی طرح اندر نے ورترا کے سر پر ایسا بجر مارا جو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور پانی قطرہ قطرہ ہو کر بہ نکلا لیکن ظاہر ہے کہ اِس قسم کے تلازمات کو قرآن شریف سے کچھ بھی مناسبت نہیں صرف شاعرانہ خیالات ہیں اور پھر بھی ایسے قابلِ تعریف و با وقعت نہیں بلکہ اکثر مقامات سخت نکتہ چینی کے لائق ہیں۔ مثلاً استعارۂ مذکورہ بالا جس میں اندر کو ایک بوچڑ سے تشبیہ دی ہے جس کا کام گائے کا گوشت فروخت کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ جو لطیف طبع شاعروں کے کلام میں ہرگز نہیں آسکتا کیونکہ شاعر کو یہ بھی خیال کر لینا لازم ہے کہ میرے اِس مضمون سے عام لوگ کراہت تو نہیں کرینگے مگر اِس شرتی میں یہ خیال نظر انداز ہوگیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہندو لوگ جو وید کے مخاطب ہیں وہ گائے کے گوشت کا نام سُننے سے متنفر ہیں اور اُنکی طبیعتوں پر ایسا ذکر سخت گراں گذرتا ہے۔ اور پھر اندر کو جو وید میں ایک بزرگ دیوتا مقرر ہو چکا ہے بوچڑ سے تشبیہ دینا اور بعد بزرگ قرار دینے کے پھر اُسکی ہجو ملیح کرنا شائستگی کلام سے بعید اور ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ ماسوا اِسکے اِس تشبیہ میں ایک اور بھی نقص ہے۔ وہ یہ ہے کہ تشبّہ اُس امر میں چاہیئے کہ مشہور اور معروف ہو۔ پس یہ کہنا کہ اندر نے ورترا کو ایسا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جیسے بوچڑ گائے کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ یہ تشبیہ فنِ بلاغت کے رُو سے تب درست بیٹھتی ہے کہ جب یہ ثابت ہو کہ وید کے زمانہ میں عام طور پر گائے کا گوشت بازاروں میں بکتا تھا اور بوچڑ لوگ ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہ گوشت آریہ

اور اُسکی صفات کا حُلیہ لکھنے کو بیٹھ جاتے ہیں۔ ورنہ اگر انسان ذرا بھی آنکھ کھولکر ہریک طرف نظر ڈالے تو عادت اللہ کسی ایک یا دو چیز میں محصور نہیں اور نہ ایسی پوشیدہ ہے جس کا سمجھنا مشکل ہو۔ بلکہ یہ بات اجلیٰ بدیہات ہے کہ جواہر لطیفہ اور مصنوعات عالیہ

صفحہ ۴۰۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

قدرتِ کاملہ کے مفہوم سے بکلّی منافی ہے۔ کیونکہ ربوبیّت تامہ اور قدرتِ کاملہ وہ ہے کہ جو اُس ذاتِ غیر محدود کی طرح غیر محدود ہے اور کوئی انسانی قاعدہ اور قانون اس پر احاطہ نہیں کرسکتا۔

صفحہ ۴۰۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

لوگوں کو دیتے تھے مگر حال کے آریہ لوگ ہرگز اسکے قائل نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ کلام میں ایسی تشبیہ بیان کرنا جس کا خارج میں وجود ہی نہیں بلکہ جس سے لوگ متنفر ہیں دائرہ فصاحت بلاغت سے بالکل خارج ہے۔ اگر ایک لڑکا بھی اپنے کلام میں ایسی تشبیہ بیان کرے تو وہ دانشمندوں کے نزدیک قابلِ ملامت اور سادہ لوح ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ تشبیہ کا لطف تب ہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب مشابہت ایسی ظاہر ہو کہ جس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے سامعین اُس سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں اور انکی نظر میں وہ چیز بدیہی الظہور اور مسلّم الوجود ہو۔ اور نیز اُن کی طبیعتیں بھی اُسکے ذکر سے کراہت نہ کرتی ہوں۔ لیکن کون ثابت کرسکتا ہے کہ وید کے زمانہ میں ہندوؤں میں گائے کا گوشت بیچنا اور خریدنا اور کھانا ایک عام رواج تھا جس سے آریہ قوم کو نفرت نہ تھی۔ اور اگر یہ بھی خیال کیا جائے کہ خود وید کا ہی ذکر کرنا اس رواج پر ثبوت ہے تو ایسا خیال کرنے سے بھی بکلّی اعتراض مرتفع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گائے کے لہو اور گوشت سے پانی کو عمدہ مشابہت حاصل نہیں۔ ہاں گائے کے دودھ کو مصفّا پانی سے مشابہت حاصل ہے۔ سو اگر مثلاً رگ وید سنتھا اشتک اوّل سکت ۱۶۱ کی یہ شرتی جس میں یہ لکھا ہے اے اندر ور ترا پر اپنا بجر چلا اور اُسے ایسا ٹکڑے ٹکڑے کر جیسے لوچڑ گائے کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ اس طرح پر ہوتے کہ جب آندر نے اپنے بجر سے ور ترا کو دبایا۔ تو اُس میں

صفحہ ۴۰۱

تو یک طرف رہے۔ ایک ادنیٰ مکھی بھی (جو حقیر اور ذلیل اور مکروہ جانور ہے) اِس قانونِ قُدرت سے باہر نہیں۔ تو پھر نعوذ باللہ کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ خدا کا کلام کہ جو اُس کی ذات کی طرح مقدّس اور کمال رنگ سے رنگین چاہیئے۔ ایسا

۴۰۲

نہیں محصُور ہر گز راستہ قدرت نمائی کا ؛ خدا کی قُدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

جاننا چاہیئے کہ جو امر غیر محدود اور غیر محصور ہے وہ کسی قانون کے اندر آ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جو چیز اوّل سے آخر تک قواعدِ معلولہ مفہومہ کے سلسلہ کے اندر داخل ہو۔ اور کوئی جُز

۴۰۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سے اِس طرح پر پانی بہہ نکلا جیسے شیردار گائے کا پستان دبانے سے دُودھ بہہ نکلتا ہے۔ تو وہ تلازم جس کا بیان کرنا مقصود تھا۔ وہ بھی قائم رہتا اور تشبیہ بھی نہایت مطابق آجاتی۔ ماسوا اِس کے کسی طبیعت کو اِس تشبیہ سے نفرت بھی نہیں۔ کیونکہ ہندو لوگ بھی بلا دغدغہ گائے کا دُودھ پی لیتے ہیں۔

قطع نظر ان سب باتوں کے ایسے شاعرانہ تلازمات میں ہماری بحث ہی نہیں اور قرآن شریف کے سامنے اِن لغویات کا ذکر کرنا ایک بیہودہ حرکت اور ناحق کی دردسر ہے۔ جس بلاغتِ حقیقی کو قرآن شریف پیش کرتا ہے وہ تو ایک دُوسرا ہی عالم ہے جس سے لغو اور جھوٹ اور بیہودہ باتوں کو کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ حکمت اور معرفت کے بے انتہا دریا کو اقلّ اور اَدل عبارت میں بالتزامِ فصاحت و بلاغت بیان کیا ہے اور جمیع دقائقِ الٰہیات پر احاطہ کرکے ایسا کمال دکھلایا ہے جس سے انسانی قوتیں عاجز ہیں۔ لیکن وید کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں جس میں بجائے حقائق و معارف کے طرح طرح کے گمراہ کرنے والے مضمون موجود ہیں۔ کروڑہا بندگانِ خدا کو مخلوق پرستی کی طرف کس نے جھکایا؟ وید نے۔ آریوں کو صدہا دیوتاؤں کا پرستار کس نے بنایا؟ وید نے۔ کیا اس میں کوئی ایسی شرتی بھی ہے جو کہ صاف صاف اور واشگاف طور پر مخلوق پرستی سے منع کرے، اور سُورج چاند وغیرہ کی پرستش سے روکے اور اُن تمام شرتیوں کو جو مخلوق پرستی کی تعلیم پر مشتمل ہیں محلِ اعتراض ٹھہراوے۔ کوئی بھی نہیں۔ پھر وہ بلاغت

۴۰۲

ادنیٰ اور ارذل ہے کہ دقائقِ مخفیہ میں ایک مکھی کے مرتبہ تک بھی نہیں پہنچتا۔
اور اِس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ خدا نے ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کا
اخفا نہیں کیا۔ اور دقائقِ عمیقہ وہ دقائق ہیں جو ماسوا اصل اعتقاد کے بالائی اُمور

ص۴۰۳

حاشیہ نمبر ۱۱

اُس کا اس سلسلہ سے باہر نہ ہو اور نہ غیر معلوم اور نامفہوم ہو۔ تو وہ چیز محدود ہوتی
ہے۔ اب اگر خدائے تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ و ربوبیتِ تامہ کو قوانینِ محدودہ محصورہ
ہیں ہی منحصر سمجھا جائے۔ تو جس چیز کو غیر محدود تسلیم کیا گیا ہے۔ اُس کا محدود

ص۴۰۳

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جو حق اور حکمت کی روشنی دکھلانے پر منحصر ہے کیونکر اسکو نصیب ہو سکتی ہے۔ کیا ہم ایسے کلام کو
بلیغ کہہ سکتے ہیں جسکی نسبت دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ اُس کا مقصودِ اصلی شرک کا مٹانا اور توحید
کا قائم کرنا ہے۔ لیکن وہ گونگوں کی طرح اُس دعویٰ کو بہ پایۂ صداقت پہنچانے سے عاجز رہا ہے
ہر ایک عاقل جانتا ہے کہ وجوہِ بلاغت میں سے نہایت ضروری ایک یہ وجہ ہے کہ جس بات کا
ظاہر کرنا اور کھولنا مقصود ہو۔ اسکو اس طرح کھول کر بتلایا جائے کہ طالبِ حق کی تسلی کے لئے
کافی ہو۔ اور سب کو معلوم ہے کہ وہی شخص فصیح کہلاتا ہے جو کہ اپنے مطلب کو ایسے عمدہ طور پر
ادا کرے کہ گویا اپنے مافی الضمیر کا نقشہ کھینچکر دکھلا دے۔ اب اگر آریہ صاحبوں کا دعوےٰ
یہ ہوتا کہ وید کا اصلی مطلب مخلوق پرستی کی تعلیم ہے۔ تو شاید اس کی نسبت گمان ہو سکتا
کہ وہ بلاغت کے درجہ سے بکلی ساقط نہیں کیونکہ گو وید نے حقیقی بلاغت کے مذاق پر
مخلوق پرستی پر کوئی دلیل بیان نہیں کی اور اس کو ثابت کر کے نہیں دکھلایا۔ مگر تاہم
واضح کلام سے کہ بلاغت کی ایک جُز ہے اپنا منشاء دیوتاؤں کی پوجا کی نسبت کھول کر
بیان کر دیا۔ اور اگنی اور وایو اور اندر وغیرہ کی تعریف میں صدہا منتر جنتر بنا ڈالے۔ اور اُن
چیزوں سے گوئیں اور گھوڑے اور بہت مال بھی مانگا۔ لیکن اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ وید نے
اپنی قوتِ بیانی اور کمال بلاغت سے توحید کے بیان کرنے میں زور لگایا ہے اور مشرکین کے
اوہام اور وساوس کو دلائلِ واضحہ سے مٹایا ہے اور جو جو براہین اقامتِ توحید اور ازالۂ شرک

ص۴۰۴

ہیں - اور اُن نفوس کے لئے مقرر کئے گئے ہیں جن میں صلاحیت اور استعداد تحصیل کمالاتِ فاضلہ کی پائی جاتی ہے۔ اور جو لوگ ہریک غبی اور بلید کی طرح اس مسائل پر کفایت کرنا نہیں چاہتے وہ بذریعہ اُن دقائق کے

ص۴۰۴

ہونا لازم آجائے گا۔ پس برہمو سماج والوں کی یہی بھاری غلطی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں اور ربوبیّتوں کو اپنے تنگ اور منقبض تجارب کے دائرہ میں گھسیٹرنا چاہتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ جو اُمور ایک قانون مشخص مقرر کے نیچے

کے لئے ضروری ہیں۔ وہ سب بیان کئے ہیں اور وحدانیتِ الٰہی کو ثابت کرکے دکھلایا ہے۔ اور آگ وغیرہ کی پرستش سے منع کیا ہے تو یہ دعویٰ کسی طرح سرسبز نہیں ہوسکتا۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ وید کے مضمون اسی کی طرف جھکے ہوئے ہیں کہ تم آگ کی پرستش کرو۔ اِندر کے بھجن گاؤ۔ سورج کے آگے ہاتھ جوڑو۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں بقول تمہارے وید کا یہ منشاء تھا کہ توحید کو بیان کرے اور سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے روکے اور مشرکوں کو توحید کے درجہ تک پہنچاوے اور بگڑے ہوئے لوگوں کو اصلاح پر لاوے۔ اور مخلوق پرستوں کو خدا پرست بناوے اور اہلِ شرک کے تمام وساوس مٹاوے۔ لیکن بجائے اسکے کہ وہ اپنے اس منشاء کو پورا کرتا۔ جا بجا اسکے بیان سے مخلوق پرستی کی تعلیم جمتی گئی، جس تعلیم نے کروڑوں کی کشتی کو ڈبویا۔ لاکھوں کو ورطۂ شرک و کفر میں غرق کیا۔ ایک جگہ بھی مونہہ کھول کر وید نے بیان نہ کیا کہ مخلوق پرستی سے باز آجاؤ۔ آگ وغیرہ کی پوجا مت کرو۔ بجز خدا کے اور کسی چیز سے مُرادیں مت مانگو۔ خدا کو بےمثل و مانند سمجھو۔ اِس صورت میں ہریک عاقل آپ ہی انصاف کرے کہ کیا فصیح کلام کی یہی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ مافی الضمیر کچھ ہے اور مونہہ سے کچھ اور ہی نکلتا جاتا ہے۔ اِسقدر لغو بیانی تو مجانین اور مسلوب الحواسوں کے کلام میں بھی نہیں ہوتی۔ وہ بھی اِسقدر قوّتِ بیانی رکھتے ہیں کہ اپنا دِلی منشاء ظاہر کردیتے ہیں۔ جب پانی کی خواہش ہو آگ نہیں مانگتے۔ اور اگر روٹی کی طلب ہو تو پتھر نہیں طلب کرتے۔ مگر میں حیران ہوں کہ وید کی

ص۴۰۴

حکمت اور معرفت میں ترقی کرتے ہیں اور حق الیقین کے اُس بلند مینار تک پہنچ جاتے ہیں جو انسانی استعدادوں کے لئے اقصیٰ مراتب سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اسرارِ علمیّہ سارے کے سارے بدیہات ہی ہوتے تو پھر دانا اور

حاشیہ نمبر ۱۱

آجائیں۔ اُن کا مفہوم محدود ہونے کو لازم پڑا ہوا ہے۔ اور جو حکمتیں اور قدرتیں ذاتِ غیر محدود میں پائی جاتی ہیں۔ اُن کا غیر محدود ہونا واجب ہے۔ کیا کوئی دانا کہہ سکتا ہے کہ اُس ذاتِ قادرِ مطلق کو اِس اِس طور پر بنانا یاد ہے اور اِس سے زیادہ نہیں۔ کیا اُس کی غیر متناہی قدرتیں انسانی قیاس کے پیمانہ سے وزن کی جاسکتی ہیں یا اُس کی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بلاغت کس قسم کی بلاغت ہے جس کا منشاء تو توحید تھا مگر برخلاف اِسکے صدہا دیوتاؤں کا جھگڑا شروع کر دیا جو کلام اپنا منشاء ظاہر کرنے سے بھی عاجز ہے خدا نہ کرے کہ وہ فصیح بلیغ ہو۔ کلام بلیغ میں ایسی خرابی کب پڑسکتی ہے کہ جو امر اصل مقصود بالذات ہو۔ وہی صفائی اور شائستگی سے بیان نہ ہوسکے۔ بلاغت کی اوّل شرط یہی ہے کہ متکلّم اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے پر بخوبی قادر ہو۔ اور جس امر کو ظاہر کرنا چاہے۔ ایسا صفائی سے ظاہر کرے کہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔ گونگوں کی طرح مبہم اور بے سروپا بات نہ کہے۔ ہاں جس بات کو مخفی رکھنا اور بطور اسرار بیان کرنا مصلحت ہو۔ اُسکو مخفی طور پر بیان کرنا ہی بلاغت ہے۔ مگر توحید جس سے کُل معاملہ نجات کا وابستہ ہے ایسا امر نہیں ہے جسکو مخفی رکھنا جائز ہو۔ پس یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ وید نے بالارادہ مضمونِ توحید کو چیستوں اور پہیلیوں کی طرح بیان کیا ہے اور دانستہ دھوکا دینے والی عبارتیں درج کی ہیں۔ کیونکہ اِس سے یہ ماننا پڑیگا کہ وید نے عمدًا چندیں کروڑ آدمیوں کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالنا چاہا اور جان بُوجھ کر ایسی عبارتیں لکھی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مخلوق پرستی کی تعلیم پھیلتی ہے۔ بلکہ اس صورت میں عام ہندوؤں کی یہ رائے درست ہوگی کہ وید کا دِلی منشاء یہی تھا کہ آریہ قوم کو دیوتاؤں کا پجاری بنادے۔ اور اگر وید کا دِلی ارادہ مخلوق پرستی کے برخلاف سمجھیں

صفحہ ۴۰۴

نادان میں فرق کیا ہوتا۔ اِس طور سے تو سارے علم ہی برباد ہو جاتے۔ اور جو عمدہ معیار استعدادوں کی شناخت کیلئے ہے اور جس ذریعہ سے انسان کی قُوّتِ نظریّہ بڑھتی ہے اور استکمالِ نفس ہوتا ہے وُہ مفقود ہو جاتا۔ اور جب وہ

صفحہ ۴۰۵

قادرانہ اور غیر متناہی حکمتیں تصرّف فی العالم سے کسی وقت عاجز ہو سکتی ہیں۔ بلاشبہ اُس کا پُر زور ہاتھ ذرہ ذرہ پر قابض ہے اور کسی مخلوق کا قیام اور بقا اپنی مستحکم پیدائش کے موجب نہیں۔ بلکہ اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے اور اُس کی ربّانی طاقتوں

صفحہ ۴۰۵

تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اُس کو بات کرنے کا سلیقہ بالکل یاد نہیں اور اُس میں یہ لیاقت ہی نہیں کہ اپنے منشاء کو مخاطبین پر اچھی طرح ظاہر کر سکے تو اِس صُورت میں ویّد کا بلاغت کے مرتبہ سے ساقط ہونا ایسا ظاہر ہے کہ حاجتِ بیان نہیں۔ ایسے کلام کسی عاقل کے نزدیک بلیغ و فصیح نہیں کہلا سکتے جس کے الفاظ معانی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ برخلاف مُراد اور اور مفاسد کی طرف کھینچتے ہیں۔ جس شرتی پر نظر ڈال کر دیکھو بجائے رہبری کے رہزنی کر رہی ہے۔ یہ خوب بلاغت ہے اور عجب فصاحت مافی الضمیر۔ سمجھانے کا طریق بھی ویّد ہی پر ختم ہے۔ یُوں تو کسی صاحب کو شاید یقین نہ آئے۔ مگر ہم بطور نمونہ رگ ویّد میں سے جو کہ سب ویدوں میں اعلیٰ اور افضل شمار کیا جاتا ہے۔ کسی قدر ایسی شرتیاں لکھتے ہیں جنکی نسبت آریاؤں کا خیال ہے کہ اُن میں توحید کی تعلیم ہے۔ اور پھر بعد اسکے کسی قدر بطور نمونہ وہ آیات لکھیں گے جو کہ قرآن شریف نے توحید کے بارے میں لکھی ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ ویّد اور فرقان میں سے کس نے مسئلہ توحید کو صفائی اور شائستگی و پُر زور بیان اور بلیغ تقریر میں بیان کیا ہے اور کس کا بیان مہمل اور بے سروپا اور طرح طرح کے شکوک و شبہات میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ بلاغت کے آزمانے کے لئے یہی سہل طریق ہے کہ جن دو کلاموں کا موازنہ و مقابلہ منظور ہو۔ اُن کی قوّتِ بیانی کو دیکھا جائے کہ کس مرتبہ تک ہے اور اپنے فرضِ منصبی کے

ص۲۰۶

ذریعہ ہی مفقود ہو جاتا تو پھر انسان کن اُمور میں نظر اور فکر کرتا۔ اور اگر وہ نظر اور فکر نہ کرتا تو ایک حد معلوم اور محدود پر اُس کو بھی مثل اور جانداروں کے ٹھہرنا پڑتا اور ترقیاتِ غیر متناہی کی قابلیت نہ رکھتا۔ پس اِس صورت میں

حاشیہ نمبر ۱۱

ص۲۰۶

کے آگے بے شمار میدان قدرتوں کے پڑے ہیں۔ نہ اندرونی طور پر کسی جگہ انتہا ہے۔ اور نہ بیرونی طور پر کوئی کنارہ ہے۔ جس طرح یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک مشتعل آگ کی تیزی فرو کرنے کے لئے خارج میں کوئی ایسے اسباب پیدا کرے جن سے اُس آگ کی تیزی جاتی رہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اُس آگ کی خاصیت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ادا کرنے کیلئے کیسی کیسی مُوشگافی و دقیقہ رسی انہوں نے کی ہے اور کہاں تک اپنے مدلّل و موجز بیان سے جہل کی تاریکی کو اُٹھانے کیلئے علم کی روشنی دکھلائی ہے اور وحدانیتِ الٰہی کی خوبیاں اور شرک کی قباحتیں ظاہر کی ہیں۔ لیکن اگر کسی کو یہ شک ہو کہ شاید رگ وید میں ایسی شرتیاں بھی ہونگی، جو کہ بیانِ توحید میں قرآنِ شریف کا مقابلہ کر سکیں۔ تو اُسے اختیار ہے کہ وہی شرتیاں بید مذکور سے بیان کرے تا آریہ لوگ جو رگوید رگوید کر رہے ہیں سب ویدوں سے پہلے اسی کا فیصلہ ہو جائے۔ اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف کی بے نظیر بلاغت اور اُس کے ہزارہا

ص۲۰۶

دقائق و حقائق جن کے مقابلہ پر انسانی قوتیں ساقط و عاجز ہیں اپنے موقعہ پر ذکر کئے جائیں گے اِس جگہ صرف بعض آریوں کے اصرار سے جو کہ بمقابلہ قرآنِ شریف وید کی بلاغت کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ کسی قدر آیاتِ قرآنی اِس غرض سے لکھی جاتی ہیں تا کہ اُنکی زبان درازی کو ایسے آسان طور پر روکا جائے جس سے منصفین پر وید کا بالکل ہیچ اور ناچیز ہونا کُھل جائے۔ اور یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وید میں اِس قدر قوتِ بیانی بھی نہیں کہ وہ اپنے منشاء مُراد کو صفائی سے بیان کر سکے چہ جائیکہ اُس کو قرآنِ شریف کی اعلیٰ بلاغتوں کے ساتھ دم مارنے کی طاقت ہو۔ کیونکہ اِس موقعہ سے ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ جو کتاب اپنے مطلب کو صفائی سے بھی بیان نہیں کر سکتی اُسپر اور مراتب بلاغت و فصاحت

جس سعادت کیلئے وہ پیدا کیا گیا تھا اُس سعادت سے محروم رہ جاتا۔ سو جس خدا نے انسان کو نظر اور فکر کرنے کی قوتیں عنایت کیں ہیں اور اُس کو ایک کمال حاصل کرنے کی استعداد بخشی ہے۔ اس کی نسبت یہ کیونکر بدگمان کیا جائے

احراق دُور کرنے کے لئے اُسی کے وجود میں کوئی ایسے اسباب پیدا کر دے۔ جن سے خاصیت احراق دُور ہو جائے۔ کیونکہ اُس کی غیر متناہی حکمتوں اور قدرتوں کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ اور جب ہم اُس کی حکمتوں اور قدرتوں کو غیر متناہی

کی توقع رکھنا کمال حماقت ہے۔ اگر وید اِس سہل اور آسان طریق میں مقابلہ قرآن شریف کر سکیگا تو پھر شاید وہ اُن دقائق قرآنیہ میں بھی مقابلہ کر سکے جن میں قرآن شریف کا یہ دعویٰ ہے کہ اُسکے مقابلہ سے دوسری تمام کتابیں عاجز ہیں۔ لیکن اگر اسی جگہ آریہ صاحبوں کا وید مُردہ کی طرح بے حس و حرکت رہ گیا اور ایک ذرہ سی بات میں بھی قرآن شریف کے سامنے دم نہ مار سکا تو پھر ایسے وید پر ناز کر کے یہ خیال کرنا کہ وہ قرآن شریف کے اعلیٰ حقائق و دقائق کا مقابلہ کر لے گا۔ کمال درجہ کی نادانی ہے۔ اور اسجگہ یہ بھی ناظرین پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ چونکہ محققین ہنود نے اُپنشدوں کو ویدوں میں داخل نہیں سمجھا اور نہ اپنے پرمیشر کا کلام اُنکو قرار دیا ہے۔ بلکہ صاف صاف یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ بعض لوگوں کے اپنے ہی خیالات ہیں جیسا کہ پنڈت دیانند کی بھی یہی رائے ہے اور تمام نامی اور لائق فائق پنڈت اسی رائے پر متفق ہیں۔ اِس لئے غیر ضروری معلوم ہوا کہ اُپنشدوں کے مضامین کی تفتیش کی جائے۔ کیونکہ جب وہ عبارتیں وید میں داخل ہی نہیں ہیں۔ بلکہ باقرار پنڈت دیانند اور دُوسرے محققوں کے وید کی تعلیم کے مطابق بھی نہیں۔ ایک فضول اور بے تعلّق حواشی ہیں کہ جو بعض ناسمجھ برہمنوں نے پیچھے سے چڑھا دیئے ہیں۔ تو اِس صُورت میں گو اُپنشدوں میں کیسی ہی غلطیاں کیوں نہ ہوں۔ مگر اس جگہ اُن کا بیان کرنا محض طول بلا طائل ہے۔ ہاں خالص ویدوں میں سے جن کو آریہ لوگ اپنے پرمیشر کا کلام اور ست وِدیاؤں کا پستک سمجھ رہے ہیں۔

کہ وہ اپنی کتاب نازل کرکے انسان کو کسی کمال تک پہنچانا نہیں چاہتا بلکہ کمال سے روکتا ہے۔ کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ خدا نے اپنے کلام کو اسی لئے بھیجا ہے کہ تا انسانوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ پس اگر خدا کی کتاب ظلمتوں

ص۲۰۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مان چکے۔ تو ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم اس بات کو بھی مان لیں کہ اس کی تمام حکمتوں اور قدرتوں پر ہم کو علم حاصل ہونا ممتنع اور محال ہے۔ سو ہم اس کی نا پیدا کنار حکمتوں اور قدرتوں کے لئے کوئی قانون نہیں بنا سکتے۔ اور جس چیز کی حدود ہمیں معلوم ہی نہیں اُس کی پیمائش کرنے سے ہم عاجز ہیں۔ ہم بنی آدم کی دنیا کا نہایت ہی تنگ اور

ص۲۰۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

کسی قدر شرتیاں بطور نمونہ بیان کرنا قرینِ مصلحت ہے۔ سو ہم رِگوید میں سے کئی ایک شرتیاں جن کی نسبت آریوں کا خیال ہے کہ توحید کی تعلیم دیتے ہیں ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

مَیں اگنی دیوتا کے جو ہوم کا بڑا گرد کارکن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا اور بڑا ثروت والا ہے مہما کرتا ہوں۔ ایسا ہو کہ اگنی جس کا مہما زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے رشی کرتے چلے آئے ہیں دیوتاؤں کو اس طرف متوجہ کرے۔ اے اگنی جو کہ دو لکڑیوں کے باہم رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے اس پاک کٹے ہوئے کشا پر دیوتاؤں کو لا تو ہماری جانب سے اُن کا بلانے والا ہے اور تیری پرستش ہوتی ہے۔ اے اگنی آج ہماری خوش ذائقہ قربانی دیوتاؤں کو اُن کے کھانے کے واسطے پیش کر۔ اے اگنی وایو سورج وغیرہ دیوتاؤں کو ہماری نذر پیش کر۔ اے بے عیب اگنی تو منجملہ اور دیوتاؤں کے ایک ہوشیار دیوتا ہے تو اپنے والدین کے پاس رہتا ہے اور ہمیں اولاد عطا کرتا ہے تمام دولتوں کا تو ہی بخشنے والا ہے۔ اگنی کا مبارک نام لیکر پکارو جو کہ سب سے پہلا دیوتا ہے۔ اے اگنی سُرخ گھوڑوں کے سوامی ہمارے استت سے پرسن ہو تینتیس دیوتاؤں کو یہاں لا۔ اے اگنی جیسا کہ تو ہم لوگ اپنے گھروں میں تجھے محفوظ جگہ میں ہمیشہ روشن کرتے ہیں۔ تو جو سب کی زندگانی کا باعث ہے ہمارے فائدہ کے لئے دولت والا ہو جا۔ اے عاقل اگنی تو نہایت

ص۲۰۸

سے نہیں نکال سکتی بلکہ ارسطو اور افلاطون کی کتابیں نکال سکتی ہیں۔ تو پھر کیا خدا کا
یہ فرمانا کہ ساری تاریکیوں سے میری کتاب ہی نجات دیتی ہے نرا دعویٰ ہی ہوا۔
جب ایک بات کی سچائی تجربہ اور قیاس سے بالکل کھل جائے تو اُس کے سامنے ۴۰۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

چھوٹا سا دائرہ ہیں اور پھر اس دائرہ کا بھی پورا پورا ہمیں علم حاصل نہیں۔ پس اس صورت
میں ہماری نہایت ہی کم ظرفی اور سفاہت ہے کہ ہم اس اقل قلیل پیمانہ سے خدائے تعالیٰ
کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں۔ غرض خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تامہ اور ۴۰۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہے یعنے اپنے جسم کا آپ جلانے والا ہے آج ہماری خوش ذائقہ قربانی دیوتاؤں کو اُن کے
کھانے کے لئے پیش کر۔ اگنی دیوتا جو کہ ہمیشہ جوان رہتا ہے بڑا عاقل ہے۔ اور یگ کرنیوالے
کے گھر کا محافظ ہے اور نذروں کا لیجانے والا ہے جس کا مونہہ دیوتاؤں تک نذریں پہنچانے کا
وسیلہ ہے اور گھر کی آگ سے روشن ہوا ہے۔ لازوال اگنی اپنی خوراک کو اپنی لاٹ سے ملا کر
اور اُس کو جلدی سے تناول کر کے خشک لکڑی پر چڑھ گئی ہے جلانے والے عنصر کا شعلہ چالاک
گھوڑے کی مانند پھلتا ہے اور بادل کی مانند بلند ہو کر گرجتا ہے۔ اے اگنی یگ جس کو کوئی
نہیں روک سکتا اور جس کی تو ہر طرف سے رکشا کرنے والا ہے دیوتاؤں کو پہنچتا ہے۔
اے اگنی جس قدر تیرے سے ہو سکے اپنی نذر دینے والے کو فائدہ پہنچا۔ وہ یقیناً
تیرے ہی پاس اے اینگرا واپس آویگا۔ اگنی کے وسیلہ سے پوجاری کو ایسی آسودگی
حاصل ہوتی ہے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جو شہرت کا چشمہ اور انسان کی نسل بڑھانے
والی ہے۔ اے اندر اے وایو یہ ارگ تمہارے واسطے چھڑکا گیا ہے ہمارے واسطے
کھانا لیکر ادھر آؤ۔ اے اندر جس کی استت سب کرتے ہیں ایسا ہو کہ پھیلنے والے
سوم کا رس تیرے میں سرایت کرے اور تجھے فہم برتر حاصل کرنے کے لئے موافق ہو۔ جو کچھ
عمدہ تعریفیں اور دیوتاؤں کی ہوسکتی ہیں۔ اُن سب کا اندر بھی مستحق ہے۔ جو لوگ
اندر کا دھیان کرتے ہیں خواہ لڑائی میں یا حصول اولاد کے لئے اور عاقل جو فہم کے طالب

کس کی پیش جا سکتی ہے۔ ہم نے جس قدر صداقتیں کہ نہایت نازک اور اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ قرآن شریف سے نکال کر اس کتاب میں لکھی ہیں۔ اِس کا دیکھنا

حاشیہ نمبر ۱۱

قدرتِ کاملہ کہ جو ذرّہ ذرّہ کے وجود اور بقا کے لئے ہر دم اور ہر لحظہ آبپاشی کر رہی ہے۔ اور جس کے عمیق در عمیق تصرفات تعداد اور شمار سے باہر ہیں۔ اُس ربوبیّت تامہ سے برہمو سماج والے منکر ہیں۔ ماسوا اس کے برہمو سماج والے ربوبیّتِ الٰہیّہ کو رُوحانی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہیں۔ سب کی آرزو پوری ہوتی ہے۔ اِندر کا شکم سوم کا رس کثرت سے پینے کے باعث سمندر کی مانند پھولتا ہے اور تالو کی نمی کی مانند ہمیشہ تر رہتا ہے۔ اندر سب دیوتاؤں سے طاقت میں زیادہ ہے اور تمام دیوتاؤں پر اسکو فوقیت حاصل ہے۔ بڑے دیوتاؤں کو نمشکار، چھوٹے دیوتاؤں کو نمشکار، نوجوان دیوتاؤں کو نمشکار، بوڑھے دیوتاؤں کو نمشکار۔ ہم سب دیوتاؤں کی حتی المقدور پوجا کرتے ہیں۔ اے اندر کوسیکا رشی کے پوتر جلد آ اور مجھ رشی کو بڑا مالدار کردے۔ (تمام پرانوں کے شجرہ میں لکھا ہے کہ کوسیکا کا بیٹا وشوامتر تھا اور سیانا وید کا بھاشیکار اسکی وجہ بیان کرنے کو کہ اندر کوسیکا کا کیونکر پوتر ہوگیا۔ یہ قصہ بیان کرتا ہے جو کہ وید کے تتمہ انوکرامنکا میں درج ہے کہ کوسیکا اشرا تھا کے پوتر نے یہ دل میں خواہش کرکے کہ اندر کی توجہ سے میرا بیٹا ہو۔ تپ جپ اختیار کیا تھا۔ جس تپ کی جلد وہیں خود اندر ہی نے اُسکے گھر جنم لے لیا۔ اور آپ ہی اُس کا بیٹا بن گیا) اندر نے جس کی بہت انسان تعریف کرتے ہیں متحرک ہواؤں کی ہمراہ وسیوں اور رمیوں پر یعنے راکشوں پر حملہ آور ہوکر اپنے بجر سے اُنکو قتل کیا۔ من بعد اُس نے اپنے گورے ہمراہیوں پر کھیت تقسیم کردی اور سُورج اور پانی کو رہا کیا۔ (اِس جگہ گورے ہمراہیوں سے مُراد جیسا کہ طرز وید کے تلازمات کی ہے پانی کے قطرے ہیں) اور مطلب اِس شُرتی کا یہ ہے کہ کرۂ زمہریر کی تاثیر سے قطراتِ پانی جو شکل میں گورے گورے معلوم ہوتے ہیں بادل سے مترشح ہوکر کھیتوں پر گر پڑے۔ بعض کسی کھیت پر اور بعض کسی کھیت پر اور سب پانی بہہ گیا اور سُورج نکل آیا۔ فرنگستانی مفسروں نے

۴۰۹

ص ۴۱۴

ہمارے اِس بیان کے لئے شاہد ناطق اور قولِ فیصل ہے اور اُن سب دقائق حقائق قرآنیہ پر مطلع ہونے سے ہریک شخص کو بشرطیکہ نرا اندھا نہ ہو۔ یہ ماننا پڑیگا کہ صدہا حقائق اور معارف جو افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے خواب میں بھی نہیں

ص ۴۱۵

طور پر بھی تام اور کامل نہیں سمجھتے اور خدائے تعالیٰ کو اس قدرت سے عاجز اور درماندہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی ربوبیّتِ تامہ کے تقاضا سے اپنا روشن اور لاریب فیہ کلام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کرتا۔

ص ۴۱۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ معنے کئے ہیں کہ اندر نے بزعم آریا لوگوں کے آریا قوم پر جو بہ نسبت قدیم باشندوں کے گورے رنگ کے تھے کھیت اُن قدیم لوگوں کی تقسیم کردی مگر یہ معنے درست نہیں ہیں۔ وید کا سیاق سباق صریح اِن کے برخلاف ہے۔ اے اندر تیرے ہی سبب سے خوراک کی ہر جگہ کثرت ہے اور وہ بآسانی دستیاب ہوسکتی ہے۔ اے بجر کے گھمانے والے چراگاہوں کو سرسبز کردے اور بہت دولت عطا کر۔ ہم **اندر** کی طرف اسکی شفقت اور دولت اور کامل طاقت حاصل کرنے کیلئے رجوع ہوتے ہیں کیونکہ وہ طاقتور اندر دولت بخش کر ہماری رکشا کرنے کے قابل ہے۔ اے **سورج** اور **چاند** ہمارے یگ کو کامیاب کرو اور ہماری قوّت زیادہ کرو تم بہت آدمیوں کے فائدہ کے واسطے پیدا ہوئے ہو۔ بہتوں کو تمہارا ہی آسرا ہے۔ سُورج کے نکلنے پر ستارے معہ رات کے چوروں کی مانند بھاگ جاتے ہیں ہم **سُورج دیوتا** کے پاس جاتے ہیں جو **دیوتاؤں** کے درمیان نہایت عمدہ دیوتا ہے۔ اے چاند ہمیں تہمت سے بچا گناہ سے محفوظ رکھ۔ ہماری توکّل سے خوش ہوکر ہمارا دوست ہو جا۔ ایسا ہو کہ تیری قُوّت زیادہ ہو۔ اے چاند تُو **دولت کا بخشنے والا** ہے اور مشکلوں سے نجات دینے والا ہمارے مکان پر دلیر بہادروں کے ہمراہ آ۔ اے چاند اور **اگنی** تم مرتبہ میں برابر ہو ہماری تعریفوں کو آپس میں بانٹ لو۔ کیونکہ تم ہمیشہ **دیوتاؤں** کے سردار ہی ہو۔ میں **جل دیوتا** کو جس میں ہمارے مویشی پانی پیتے ہیں بُلاتا ہوں۔ دریا جو بہہ رہے ہیں اُن کو نذریں چڑھانی چاہئیں۔

آئے تھے۔ ان سب پر قرآن شریف محیط ہے۔ پس کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا کا کلام جامع دقائق دینیہ ہے اور میں اس بات کو مکرر لکھتا ہوں کہ خدا نے اس طرز کے اختیار کرنے میں انسان پر کوئی مصیبت نہیں ڈالی بلکہ اوّل اس کو

ص۴۱۱

حاشیہ نمبر ۱۱

اسی طرح وہ خدائے تعالیٰ کی رحمانیت پر بھی کامل طور پر ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ کامل رحمانیت یہ ہے کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے ابدان کی تکمیل اور تربیت کے لئے تمام اسباب اپنے خاص دستِ قدرت سے ظاہر فرمائے ہیں۔ اور اس چند روزہ

ص۴۱۱

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ایسا ہو کہ وہ جل جو سورج کے قریب ہیں اور وہ جو سورج کے شریک رہتے ہیں۔ ہماری اس ریت پر مہربان ہوں۔ اے **دھرتی دیوتا** ایسا ہو کہ تو بہت وسیع ہو جائے۔ تجھ پر کانٹے نہ رہیں اور تو ہمارے رہنے کی جگہ ہو جائے اور ہمیں بڑی خوشی دے۔ ایسا ہو کہ **ورونا دیوتا** ہمارا خاص مہربان ہو جائے۔ ایسا ہو کہ **مترا دیوتا** ہماری نگہبانی کرے۔ ایسا ہو کہ یہ دونوں مل کر ہمیں نہایت دولتمند کر دیں۔ اے **نشتری دیوتا** تو اور تیری بی بی یگ کے **دیوتاؤں** سے ہماری سفارش کرو۔ اے **اگنی دیوتاؤں** کو یہاں لا۔ انکو تین جگہ بٹھا اور انہیں آراستہ کر۔ اور تو **رتو دیوتا** کا ہم پیالہ ہو۔ اے **اگنی** سرخ گھوڑوں کے سوامی یعنے لال لاٹوں والے ہم سے خوش کر تینتیس **دیوتاؤں** کو یہاں لا۔ ہم **اگنی** کے جو مذہبی رسوم میں روشن کی جاتی ہے پرستش کرتے ہیں۔ عاقلوں نے اے اگنی تجھے **دیوتاؤں** کا بلانے والا کارکن پروہت بڑی دولت بخشنے والا جلد سُننے والا اور بہت مشہور پاکر اپنے یگوں میں رکھا ہے۔ **اگنی** ہوا سے بھڑک کر اور مشتعل ہو کر بڑی بڑی لکڑیوں میں بآسانی گھس جاتی ہے۔ اے اگنی جب تو سانڈھ کی طرح بن میں گھس جاتی ہے تب تو جس طرف جائے تیرا راستہ سیاہ ہوتا جاتا ہے یعنی لکڑیوں کو جلا کر بھسم کرتی جاتی ہے اور سب چیزوں کو جو آگے آتی ہیں خواہ ساکن ہوں یا متحرک جلا دیتی ہے میں اگنی کی جو ہر قسم کی دولت کا دینے والا ہے پوجا کرتا ہوں۔ اگنی جس میں ایسی روشنی ہے جو کہ اور کو حاصل نہیں ہو سکتی وہ یگ کے مکان میں سب کی زیبائش ہے جیسے گھر کی زیبائش عورت

ص۴۱۱

قوّتِ نظریہ عنایت کی اور پھر نظر کرنے کا سامان بھی عطا فرمایا۔ یہی عطیاتِ الٰہی ہیں جن سے انسان کا ستارۂ اقبال چمکتا ہے اور انسان اور حیوان میں امتیاز حاصل ہوتی ہے حیوانات کو خدا نے سوچنے کی طاقت نہیں دی اور نہ انہوں نے کچھ سوچا پھر

ص۴۱۲

بقیہ حاشیہ

جسمانی آسائش کے لئے سورج اور چاند اور ہوا اور بادل وغیرہ صدہا چیزیں اپنے ہاتھ سے بنا دی ہیں۔ اِسی طرح اُس نے رُوحانی تکمیل اور تربیت کے لئے اور اُس عالم کی آسائش کے لئے جس کی شقاوت اور سعادتِ ابدی اور دائمی ہے۔ رُوحانی نور

ص۴۱۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

ہوتی ہے۔ اگنی جو بَن میں پیدا ہوا ہے اور انسان کا دوست ہے اپنے پوجاری کی اِس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے راجہ لئیق آدمی پر مہربانی کرتا ہے ایسا ہو کہ وہ ہم پر مہربان ہو۔ جب اے اگنی دیوتا تو خشک لکڑی کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے تب تمام تیرے پوجاری پاک رسم ادا کرتے ہیں ایسا ہو کہ وہ اگنی جو رنگ برنگ روشنی کی مالک ہے اِس اپنے پوجاری کی خواہشوں کو غور سے سُنے۔ ہمیشہ انگلیاں پیاری اگنی سے ایسی محبت کرتی ہیں جیسی عورتیں اپنے خاوندوں سے کرتی ہیں۔ اے اگنی جب کہ پوجاری تجھے اپنے گھر میں روشن کرتا ہے اور تجھے بھوک لگاتا ہے جس کی وہ ہر روز خواہش رکھتا ہے۔ تو اے اگنی دو طرح سے زیادہ ہو کر اسکی اوقات بسری کے لوازم زیادہ کرتی ہے۔ ایسا ہو کہ قوّتِ ہاضمہ کی اگنی جو خوراک سے تعلق رکھتی ہے بھگتوں اور نامور پروہتوں کی خدمت کرنے والے کو بطور چشمہ حرارت مردی کے دی جاوے اور ایسا ہو کہ اگنی سے اُس کا مضبوط اور بے عیب اور جوان اور فہیم لڑکا پیدا ہو۔ ایسا ہو کہ اے اگنی تیرے دولتمند پوجاری بہت خوراک حاصل کریں۔ ایسا ہو کہ وہ بدیا وان جو تیری تعریف کرتے ہیں اور تجھے روشن کرتے ہیں اُنکی عمر دراز ہو۔ ایسا ہو کہ ہم لڑائیوں میں اپنے دشمنوں سے لُوٹ حاصل کریں۔ جل میں بُوٹیاں ہیں اِسواسطے اے برہمچاری جل کی تعریف کرنے میں مستعد ہو۔ اے جل تمام بیماریوں کے کھونے والی بُوٹیوں کو میرے بدن کے فائدہ کے واسطے پکا۔ اندر کا ہتھیار اُسکے مخالفوں پر پڑا۔ اپنے تیز اور عمدہ تیر سے اُس نے اُن کے شہر غارت کئے تب اندر اپنا بجر لے کر ورترا کی جانب

ص۴۱۲

دیکھو کہ وُہ ویسے کے ویسے رہے یا نہیں۔ اور یہ وسواس کہ خدا نے اپنی کتاب اُمّیوں اور بدّوؤں کے لئے بھیجی ہے (اُن کی سمجھ کے موافق چاہیئے) ٹھیک نہیں ہے۔ اوّل تو اِس میں یہ جھوٹ ہے کہ وُہ کلام نرا اُمّیوں کی تعلیم کے لئے نازل ہوا

ص۴۱۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

یعنے اپنا پاک اور روشن کلام دُنیا کے انجام کے لئے بھیجا ہو۔ اور جس علم کی مستعد رُوحوں کو ضرورت ہے وہ سب علم آپ عطا فرمایا ہو۔ اور جن شکوک اور شبہات میں اُن کی ہلاکت ہے۔ اِن سب شکوک سے آپ نجات بخشی ہو۔ لیکن اِس کامل رحمانیّت کو برہمو سماج والے تسلیم نہیں کرتے۔ اور اُن کے زعم میں گو خدا نے انسان کے شکم

ص۴۱۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

متوجّہ ہوا۔ اور اُس کو مار کر اپنی طبیعت خوش کی۔ اے جنگل کے مالکو پسندیدہ صورت والو تم دونوں ہمارا شیریں سوم کا رس دل پسند ارگون سمیت اندر کے واسطے طیار کرو۔ سوم کے رس کا بقیّہ کر چھیوں میں لاؤ اور اُس کو کشا کے پتہیوں پر چھڑکو اور جو باقی بچے اُسکو گائے کی کھال پر رکھ دو یعنے ہتھیلی پر جو کہ گائے کی کھال کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ اے سوم کی رس کے پینے والے اندر گو ہم مستحق نہ ہوں پر تو ہمیں ہزارہا عمدہ گوئیں اور گھوڑے دیکر مالا مال کر۔ اے خوبصورت اور طاقتور اندر خوراک کے مالک تیری شفقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گوئیں دے۔ ہر ایک کو جو ہمیں گالی دیتا ہے غارت کر۔ ہر ایک جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے قتل کر اور ہمیں ہزاروں گھوڑے اور گوئیں دے۔ اے اندر جو ہماری بہتری میں راضی ہوتا ہے۔ ایسا کر کہ ہمیں خوراک بافراط ملے۔ اور مضبوط اور بہت دُودھ پینے والی گوئیں ہمارے ہاتھ آویں جن کے باعث سے ہم عیش و عشرت

ص۴۱۴

میں مشغول رہیں۔ اے اندر اور اگنی مَیں جو دولت کا خواہشمند ہوں تم دونوں کو اپنے دِل میں رشتہ دار اور قرابتی تصوّر کرتا ہوں۔ اور اک جو تم نے مجھے عطا کیا ہے کسی دُوسرے نے کبھی نہیں دیا۔ اور اِس طرح بہرہ مند ہو کر مَیں نے یہ منتر جس میں مَیں نے اپنی خوراک کی خواہش ظاہر کی ہے تمہاری تعریف میں بنایا ہے۔ اے اندر اور اگنی نعمتوں کے عطا کرنے والو خواہ پاتال لوگ یا سرگ لوگ جہاں کہیں

ہے۔ خدانے تو آپ ہی فرمادیا ہے کہ تمام دُنیا اور مختلف طبائع کی اصلاح کے لئے یہ کتاب نازل ہوئی ہے جیسے اُمّی اِس کتاب میں مخاطب ہیں ایسے ہی عیسائی اور یہودی اور مجوسی اور صابئین اور لا مذہب اور دہریہ وغیرہ تمام

ص۴۱۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پُر کرنے کے لئے ہریک طرح کی مدد کی اور کوئی دقیقہ تائید کا اُٹھا نہ رکھا۔ مگر وہ مدد رُوحانی تربیت میں نہ کر سکا۔ گویا خدانے رُوحانی تربیت کے بارے میں جو اصلی اور حقیقی تربیت تھی دانستہ دریغ کیا اور اُس کے لئے ایسے زبردست اور قوی اور خاص اسباب پیدا نہ کئے جیسے اُس نے بدنی تربیت کے لئے پیدا کئے بلکہ انسان کو صرف

ص۴۱۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تم ہو۔ وہاں سے یہاں آؤ اور ارگ پیو۔ اے اندر اور اگنی نعمتوں کے عطا کرنے والو۔ خواہ سرگ لوگ یا پاتال لوگ یا مرت لوگ جہاں کہیں تم ہو۔ وہاں سے یہاں آؤ۔ اور کچلا ہوا ارگ پیو۔ اے اندر اور اگنی بجر گھمانے والو۔ شہروں کے غارت کرنے والو۔ ہمیں دولت عطا کرو لڑائیوں میں ہماری مدد کرو۔ ایسا ہو کہ مترا دیوتا۔ ورن دیوتا۔ ادتی دیوی۔ سمندر دیوتا دھرتی دیوی۔ آسمان دیوتا۔ یہ سب مل کر ہماری اِس دُعا پر متوجہ ہوں۔ اے انسانوں پر مہربانی کرنے والے اندر تو بھی مخلوق ہی ہے۔ پر پیدائش کے وقت سے آج تک کوئی تیرا نظیر نہیں ہوا۔ تو تینوں لوگ اور تینوں کرّہ آتش اور تمام اِس عالم کا جو مخلوقات سے پُر ہے۔ سہارا دینے والا ہے۔ اے اندر جو سب دیوتاؤں میں اوّل درجہ کا دیوتا ہے۔ ہم تجھے بُلاتے ہیں تو نے لڑائیوں میں فتوحات حاصل کی ہیں۔ ایسا ہو کہ اندر جو کہ کارساز ہے اور تمام مانع چیزوں کا جڑھ سے اُکھاڑنے والا ہے ہمارے رتبہ کو لڑائیوں میں سب سے آگے رکھے۔ تو اے اندر فتح کرتا ہے لیکن لوٹ کو نہیں روکتا۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں اور بڑی سخت لڑائیوں میں ہم تجھے اے خونخوار میگواہن اپنی حفاظت کے لئے تیز کرتے ہیں۔ ایسا ہو کہ اندر ہمارا ساتھی ہو۔ اور ایسا ہو کہ ہم سیدھے راستہ سے خوراک کثیر حاصل کریں۔ اور ایسا ہو کہ مترا دیوتا۔ ورن دیوتا۔ ادتی دیوی۔ سمندر دیوتا۔ دھرتی دیوی۔ اکاس دیوتا ہمارے واسطے خوراک کی حفاظت کریں۔ ہم سوم کا ارگ اُس کو جو

ص۴۱۴

فرقے مخاطب ہیں اور سب کے خیالاتِ فاسدہ کا اُس میں ردّ موجود ہے سب کو سُنایا گیا ہے قُلْ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔[1] الجزو نمبر ۹۔ پھر جبکہ ثابت ہے کہ قرآن شریف کو تمام دُنیا کے طبائع

اُسی کی عقلِ ناقص کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور کوئی ایسا کامل نور اپنی طرف سے اُس کی عقل کی امداد کے لئے پیدا نہ کیا جس سے عقل کی پُرغبار آنکھ روشن ہو کر سیدھا راستہ اختیار کرتی اور سہو اور غلطی کے مُہلک خطرات سے بچ جاتی۔ اِسی طرح

بہت سی مُہمّات کا سر کرنے والا سب دیوتاؤں سے اچھا دیوتا نعمتوں کا عطا کرنے والا۔ سچّی طاقت والا بہادر اندر ہے۔ جو دولت کا لحاظ کرتا ہے اور اُس شخص سے دولت چھین لیتا ہے جو یُگ نہیں کرتا جیسے رہزن مسافر سے چھین لیتا ہے اور اُسے یُگ کرنیوالے کو دیتا ہے چُھڑاتے ہیں۔ اے اندر تیری سب تعریف کرتے ہیں ایسی کرپا کر کہ اور لوگوں سے ہمیں نقصان نہ پہنچے تو بڑا طاقت والا ہے زیادتی و تعدّی سے ہمیں محفوظ رکھ۔ اے انسانوں تمہاری ہر روزہ زندگی کا باعث وہ اندر ہے جو صبح کی کرنوں کے ساتھ بے عقل کو عقل دیتا ہے اور بے شکل کو شکل عطا کرتا ہے۔ تو نے اے اندر بہمراہی مروت دیوتا یعنے ہوا جو ہر چیز کو اُڑا لے جاتی ہے اور دُشوار گذار مقاموں میں پہنچ سکتی ہے گوؤں کا کھوج لگایا جو غار میں چوروں نے چُھپا رکھی ہیں ایسا ہو کہ اے مروت دیوتا تم دلیر اندر کے ہمراہ دونوں خوشی مناتے ہوئے اور یکساں شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہو۔ اے اجیت اندر ایسی لڑائیوں میں ہماری حفاظت کر جہاں سے بہت لوٹ ہمارے ہاتھ آوے۔ ہم اندر کو جو ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں بجر کو گُھماتا ہے اور جو ہمارا مددگار ہے بہت فارغ البالی اور بیشمار دولت حاصل کرنے کے لئے بُلاتے ہیں۔ اے مینہہ کے برسانے والے تمام خواہشوں کے پُورا کرنے والے اِس بادل کو کھولدے تو ہمیشہ ہماری درخواستیں قبول کرتا رہا ہے مینہہ کے برسانے والا طاقتور مالک اندر ہمیشہ درخواستیں قبول کرنے والا انسانوں کو

[1] اعراف : ۱۵۹

۴۱۵ سے کام پڑا تو تم خود ہی سوچو کہ اِس صورت میں لازم تھا یا نہیں کہ وہ ہر یک طور کی طبیعت پر اپنی عظمت اور حقانیت کو ظاہر کرتا اور ہر یک طور کے شبہات کو مٹاتا۔ ماسوا اِسکے اگرچہ اِس کلام میں اُمّی بھی مخاطب ہیں مگر یہ تو نہیں کہ

۴۱۵ برہمو سماج والے خدائے تعالےٰ کی رحیمیّت پر بھی کامل طور پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیونکہ کامل رحیمیّت یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ مستعد رُوحوں کو اُن کے فطرتی جوشوں کے مطابق اور اُن کے پُرجوش اخلاص کے اندازہ پر اور اُن کے صدق سے بھری ہوئی

۴۱۵ اپنی طاقت عطا کرتا ہے جیسی سانڈھ گووں کی ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے۔ ہم اے اندر جو کہ ہر جگہ انسانوں میں موجود ہے تجھے بُلاتے ہیں۔ ایسا ہو کہ تو صرف ہمارا ہی ہو جائے۔ اے اندر تیری حمایت کا ہمارے پاس ایک ذاتی ہتھیار ہے جس کے وسیلہ سے ہم اپنے مخالفوں پر ظفریاب ہوسکتے ہیں۔ اندر دیوتا بڑا طاقت والا اور عالی رتبہ ہے ایسا ہو کہ قدر و منزلت ہمیشہ بجلی بردار کے قبضہ میں رہے۔ اُسکی جرار فوجیں آسمان کی مانند ہمیشہ عظیم ہوں۔ حقیقت میں اندر کے گانے کے لائق یا پڑھنے کے لائق تعریف بار بار کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہ سوما کا رس پیوے۔ اے اندر دیوتا یہاں آؤ اور اقسام اقسام کے ارگوں سے اور کھانوں سے سیر ہو کر اور قوت حاصل کر کر اپنے دشمنوں پر ظفریاب ہو۔ اے اندر نعمتوں کے بخشنے والے اور اپنے پوجاریوں کی رکشا کرنے والے میں نے تیری تعریف کی ہے جو تجھ تک پہنچ گئی ہے اور جسکو تو نے منظور کیا ہے۔ اے متمول اندر اِس رسم میں ہمیں دولت حاصل کرنے کے لئے دلیر کر کیونکہ ہم محنتی اور مشہور ہیں۔ اے اندر ہمیں بے اندازہ بے شمار اور لازوال دولت بخش جو مویشی اور خوراک اور زندگانی کا چشمہ ہے۔ اے اندر ہمیں نامور کر اور ایسی دولت دے جو ہزاروں طریقوں سے حاصل ہو۔ اور وہ کھانے کی چیزیں جو کھیتوں سے چھکڑوں میں آتی ہیں عطا کر۔ ہم اندر کو اپنے مال کی حفاظت کے واسطے مدح کر کر بلاتے ہیں۔ ایسا اندر جو دولت کا مالک ہے اور جس کی لوگ تعریف کرتے ہیں اور جو یگ کرنے کی جگہ آمد و رفت رکھتا ہے۔ اے ستاکر تو اندر شام وید کے پڑھنے والے

صـ ۲۱۶

خدا اُمیوں کو اُمی ہی رکھنا چاہتا تھا۔ بلکہ وُہ یہ چاہتا تھا کہ جو طاقتیں انسانیّت
اورعقل کی اُن کی فطرت میں موجود ہیں۔ وہ مکمنِ قوّت سے حیّزِ فعل میں آجائیں۔
اگر نادان کو ہمیشہ کے لئے نادان ہی رکھنا ہے تو پھر تعلیم کا کیا فائدہ ہوُا۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صـ ۲۱۶

کوششوں کے مقدار پر معارف صافیہ غیر محجوبہ سے اُن کو ملبب کرے اور جس قدر وُہ اپنے
دلوں کو کھولیں اُسی قدر اُن کے لئے آسمانی دروازے کھولے جائیں۔ اور جس قدر اُن کی
پیاس بڑھتی جائے۔ اُسی قدر اُن کو پانی بھی دیا جائے یہاں تک کہ وہ حق الیقین کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

صـ ۲۱۶

تیری اُستت کرتے ہیں۔ رگوید کے پڑھنے والے تیری تعریف کرتے ہیں جوکہ تعریف کے لائق
ہے اور برہمن تجھے بانس کی مانند بلند کرتے ہیں۔ اندر نعمتیں بخشنے والا اپنے پوجاری کے مطلب سے
واقف ہے جس نے پہاڑ کی چوٹیوں پر سوم کا پودہ لاکر بہت پرستش کی ہے۔ اِس واسطے
اندر مروت کی فوج کے ہمراہ آتا ہے۔ اے سوم کی رس پینے والے اندر اپنے بڑے
ایال والے مضبوط اور خوبصورت گھوڑوں کو جوت کر ہماری تعریفیں سُننے کے لئے یہاں آ۔
اے باسو دیوتا ہماری اِس پوجا میں آکر شامل ہو۔ ہماری منتر اور تعریف اور دُعا قبل کو
قبول کر۔ ہمارے یگ پر مہربان ہو۔ اور بہت خوراک دے۔ منتر جوکہ ترقی کا باعث ہے
اندر کی مہما میں بار بار پڑھنا چاہیئے۔ جوکہ بہت سے دشمنوں کو پراگندہ کرنیوالا ہے تاکہ یہ طاقتور
دیوتا ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے دوستوں سے شفقت سے بولے۔ ہم اندر کی طرف
اس کی شفقت اور دولت اور کامل طاقت حاصل کرنے کے لئے رجوع ہوتے ہیں کیونکہ
وہ طاقتور اندر دولت بخش کر ہماری رکشا کرنے کے قابل ہے۔ اے اندر جبکہ تو
اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے اُس وقت آسمان اور زمین تجھے سہارا نہیں دے سکتے
مینہہ برسانا تیرے اختیار میں ہے۔ ہمیں بڑی فیاضی سے گائیں عطا کر۔ اے
تعریف کے مستحق اندر ایسا ہو کہ ہم ہمیشہ تیری تعریف کرتے رہیں۔ ایسا ہو کہ
اِس تعریف سے اے بڑی عمر والے تیری قوت زیادہ ہو۔ اور ایسا ہو کہ یہ ہماری تعریف

خدا نے تو علم اور حکمت کی طرف آپ ہی رغبت دیدی ہے۔ دیکھو اِس آیت میں علم اور حکمت کی کیسی تاکید ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔[1] یعنے خدا جس کو چاہتا ہے حکمت عنایت کرتا ہے

ص۴۱۷

حاشیہ نمبر ۱۱

شربت خوشگوار سے سیراب ہو جائیں اور شک اور شُبہ کی موت سے بکلّی نجات حاصل ہو۔ لیکن برہمو سماج والے اِس صداقت سے انکاری ہیں۔ اور بقول اُن کے انسان کچھ ایسا بدقسمت ہے کہ گو کیسا ہی دلبرِ حقیقی کے وصال کے لئے تڑپا کرے اور گو

ص۴۱۷

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تجھے پسند آوے تاکہ ہمیں خوشی حاصل ہو۔ ہم اگنی کو جو دیوتاؤں کا پیغمبر اور اُن کے بُلانے والا اور بہت ثروت والا اور اس یُگ کا سمپورن کرنے والا ہے منتخب کرتے ہیں۔ اے روشن اگنی ہم نے تجھے کبھی کا ہوم کرکے بُلایا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو جلادے جن کے محافظ ناپاک ارواح ہیں۔ اُس اگنی کے یُگ میں تعریف کرو کہ جو بڑا عاقل صادق اور روشن ہے اور بیماری کا کھونے والا ہے۔ اے روشن اگنی دیوتاؤں کے پیغمبر اُس نذریں پیش کرنے والے کی حفاظت کر جو کہ تیری پُوجا کرتا ہے۔ اے صاف کرنے والے اُس شخص پر مہربان ہو جو دیوتاؤں کے خوش کرنے کے واسطے اگنی کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اے روشن اور صاف کرنے والے اگنی ہمارے یُگ اور ہمارے بھوگ میں دیوتاؤں کو لا۔ ہم نے تیری تعریف وہ منتر پڑھ کر کی ہے جو سب سے آخر تصنیف ہُوا ہے ہمیں خوراک عطا کر اور دولت جو اولاد کا چشمہ ہے عنایت فرما۔ اے اگنی دیوتا ہمارا بھوگ دیوتاؤں کو چھڑا اور ایسا ہو کہ نذریں دینے والے کو یعنے اگنی کو اس کے عوض میں علم نصیب ہُوا۔ اے اگنی معہ تمام دیوتاؤں کے سوم کا رس پینے کو ہماری پُوجا میں آ اور نذر پیش کر۔ اے دانا اگنی کانوا یعنے رشی لوگ تجھے بُلاتے ہیں اور تیرے گن گاتے ہیں۔ اے اگنی معہ دیوتاؤں کے آ۔ اے اگنی نیک کاموں کے ترقی دینے والوں کو یعنے دیوتاؤں کو جن کی ہم پُوجا کرتے ہیں۔ اِس نذر میں معہ اُن کی بی بیوں کے شریک کر۔ اے روشن زبان والے انہیں سوم کا رس پینے کو دے۔ اُن

ص۴۱۸

[1] البقرۃ : ۲۷۰

اور جس کو حکمت دی گئی اُس کو بہت سا مال دیا گیا۔ اور پھر فرمایا ہے۔ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[1] الجزو نمبر ۲ یعنے رسولؐ تم کو کتاب اور حکمت اور وہ تمام حقائق اور معارف سکھاتا ہے۔ ص۴۱۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اُس کی آنکھوں سے دریا بہہ نکلے اور گو اُس یار عزیز کے لئے خاک میں مل جائے مگر وہ ہرگز نہ ملے۔ اور اُن کے نزدیک وہ کچھ ایسا سخت دل ہے کہ جس کو اپنے طالبوں پر رحم ہی نہیں اور اپنے خاص نشانوں سے ڈھونڈھنے والوں کو تسلّی نہیں بخشتا اور اپنے ص۴۱۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دیوتاؤں کو جن کی ہم پرستش اور تعریف کرتے ہیں سوم کا رس ارگ چرچنی کے وقت پلا۔ اے اگنی دیوتا اپنی چالاک اور طاقتور گھوڑیاں جن کو بنام رُوہت نامزد کرتے ہیں اپنی رتھ میں جوت اور ان کے وسیلہ سے یہاں دیوتاؤں کو لا۔ اے اگنی انعام کے دینے والے اور رتّو دیوتا کے ساتھ یگ میں حصّہ لینے والے گھر کی آگ ہو کر پُوجاری کی خاطر دیوتاؤں کی پرستش کر تجھے اے اگنی سوم کا رس پینے کو شوق سے بُلایا ہے۔ مروت کو ساتھ لے کر آ۔ نہ کسی دیوتا کو اور نہ انسان کو اس یُگ میں کچھ اختیار حاصل ہے جو کہ تیرے واسطے اے طاقت والے حاصل ہوا ہے۔ اے اگنی مروت کو ساتھ لے کر آ۔ اے اگنی دیوتاؤں کی خوبصورت رانیوں کو اور نواشتری کو سوم کا رس پینے کے واسطے یہاں لا۔ اے اگنی ہمارے اِس بھوگ کی اور اِن نئے منتروں کے دیوتاؤں کو خبر کر۔ اے اگنی تو سب سے پہلے اینگرا رشی تھا۔ تو دیوتا اور دیوتاؤں کا مددگار دوست تھا۔ تیرے ہی یُگ میں عاقل فہیم اور روشن ہتھیار والی مروت پیدا ہوئی تھی۔ اے اگنی تو جو سب سے پہلا اور سب اینگرا ون کا سردار ہے دیوتاؤں کی پُوجا کو تیرے ہی باعث سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ تو دانا ہے رنگ برنگ رنگوں والا ہے۔ تمام دُنیا کے فائدے کے واسطے ہی فہیم ہے۔ وِدّیا یوں کی اولاد ہے اور انسان کے فائدہ کے واسطے انیک رُوپ دھارن کر رکھے ہیں۔ اے ہوا پر فوقیت رکھنے والے اگنی اپنے پوجاری کو درشن دے

[1] بقرہ : ۱۵۲

جن کا خود بخود معلوم کر لینا تمہارے لئے ممکن نہ تھا۔ اور پھر فرمایا ہے۔
اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا الجزو نمبر ۲۲[1] یعنے خدا سے وہی لوگ
ڈرتے ہیں جو اہلِ علم ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا الجزو نمبر ۱۶[2]

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دلبرانہ تجلّیات سے دردمندوں کا کچھ علاج نہیں کرتا۔ بلکہ اُن کو انہیں کے خیالات میں
آوارہ چھوڑتا ہے۔ اور اس سے زیادہ اُن کو کچھ بھی معرفت عطا نہیں کرتا کہ صرف
اپنی اٹکلیں دوڑایا کریں۔ اور انہیں اٹکلوں میں ہی ساری عمر کھو کر اپنی ظلمانی حالت
میں ہی مرجائیں۔ مگر کیا یہ سچ ہے کہ خداوند کریم ایسا ہی سخت دل ہے یا ایسا ہی

ص ۴۱۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تا کہ اُس کو معلوم ہو کہ میری پُوجا قبول ہوئی۔ تیرے بَل سے اکاش اور دھرتی لرزاں ہے۔
تُو نے اُس بوجھ کو اُٹھایا ہے جس کے لئے پروہت مقرر کیا گیا تھا۔ تو نے بزرگ دیوتاؤں
کی پرستش کی ہے۔ تُو اے اگنی خواہشوں کی پُورا کرنے والی ہے۔ اپنے پُوجاریوں کی
دولت کی زیادہ کرنے والی ہے۔ اے اگنی دولت کی خاطر ہم تیری پُوجا کرتے ہیں۔ اِس
ہوم کے کرنے والے کا نام کر دے۔ ایسا ہو کہ تیری کرپا سے جو ہماری اولاد ہو تو پھر
ہم یہ رسم ادا کریں۔ دھرتی اکاش اور تمام دیوتاؤں سمیت ہمیں بچا۔ اے اگنی اِس
ہماری غلطی کو اور اِس طریق کو جس میں ہم گمراہ ہوگئے معاف کر تیری تعریف کرنی چاہیئے۔
کیونکہ تو اُن لوگوں کی جو تجھ کو تیرے لائق ارگ دیتے ہیں حفاظت کرنے والی ہے۔ اے
پاک اگنی جو بھوگ لینے ہر طرف جاتی ہے یگ کے کمرہ میں جو تیرے رہ بروہے جا جیسے پہلے
زمانہ میں منش انگرا اور نیاتی یعنے راجگان سلف جاتے تھے اور دیوتاؤں کو یہاں لا۔ اور
انہیں پاک کشا پر بٹھا۔ اور اُن میں ایسا بلدان پیش کر جس سے وہ مشکور ہوں۔ اے اگنی
تو ہماری اِس منتر سے جو ہم اپنی لیاقت اور اپنی آگاہی کے موافق پڑھتے ہیں ترقی پا۔ اور
ہمیں دولتمند کر اور ہمیں نیک سمجھ دے اور بہت خوراک دے۔ ہم منتر پڑھ کر
طاقتور اگنی کو جس کی اور رشی بھی تعریف کرتے ہیں۔ بہت آدمیوں کے فائدہ کے

ص ۴۱۹

[1] فاطر: ۲۹ [2] طٰہٰ: ۱۱۵

ص۴۱۹

دعا کر کہ خدایا مجھے مراتبِ علمیہ میں ترقی بخش۔ اور پھر فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔[1] الجزو نمبر ۱۵ یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا رہا۔ اور علمِ الٰہی میں بصیرت پیدا نہ کی۔ وہ

[illegible]

بے رحم اور بخیل ہے یا ایسا ہی کمزور اور ناتوان ہے کہ ڈھونڈھنے والوں کو سراسیمہ اور حیران چھوڑتا ہے اور کھٹکھٹانے والوں پر اپنا دروازہ بند رکھتا ہے۔ اور جو صدق سے اُس کی طرف دَوڑتے ہیں۔ اُن کی کمزوری پر رحم نہیں کرتا۔ اور اُن کا ہاتھ

[illegible]

واسطے جو دیوتاؤں کے پرستار ہیں مناتے ہیں۔ آدمی اُس اگنی کی طرف رجوع لاتے ہیں جو بل کے زیادہ کرنے والی ہے۔ ہم اے اگنی نذریں چڑھا کر تیری پوجا کرتے ہیں۔ اے بہت خوراک دینے والے ہم پر آج مہربان ہو۔ اے اگنی تو خوشی کی دینے والی۔ دیوتاؤں کے بلانیوالی اور اُن کے پیغمبر اور انسان کی محافظ ہے۔ وہ نیک اور دیرپا کام جو دیوتا کرتے ہیں سب تیرے میں جمع ہیں۔ اے نوجوان اور نیک فال اگنی جو کچھ کہ ہم تجھ کو پیش کریں تو ہم پر مہربان ہو کر یا تو اب یا کسی اور وقت طاقتور دیوتاؤں کے پاس لیجا۔ اے اگنی اس طور پر تیرا پُوجاری تیری پُوجا کرتا ہے اور تُو اپنی روشنی سے آپ روشن ہے۔ آدمی بمدد سات کاروبار کرنے والے پروہتوں کی ہوم کر کر اُس اگنی کو جو اُن کے دشمنوں پر فتحیاب ہے روشن کرتے ہیں۔ اے اگنی جو کہ فنا کرنے والی ہے تو نے اور دوسرے دیوتاؤں نے مل کر ورترا کو قتل کیا ہے۔ دیوتاؤں نے دھرتی اور سُرگ اور اکاس کو مخلوقات کے واسطے فراخ رہنے کی جگہ بنایا ہے ایسا ہو کہ دولت والا اگنی بروقت ضرورت کے کانوا پر اس طرح مہربان ہو جیسا کہ لڑائی میں گھوڑا مویشی کے واسطے ہنہناتا ہے۔ اُس اگنی کی کرنیں جس کو کانوا نے سُورج سے زیادہ روشن کر دیا ہے سرفرازی سے چمکتے ہیں ہم اُس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ ہم اس کو بلند کرتے ہیں۔ اے اگنی خوراک کے بخشنے والی ہمارے خزانے پُر کر دے۔ کیونکہ دیوتاؤں کی دوستی تیرے ذریعہ سے

[1] بنی اسرائیل : ۷۳

اُس دُوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بدتر ہوگا۔ اور پھر یہ دُعا سکھاتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الجزو نمبرا یعنے اے باری تعالیٰ ہم پر وُہ صراطِ مستقیم ظاہر کر جو تو نے

نہیں پکڑتا اور اُن سچے طالبوں کو گڑھے میں گرنے دیتا ہے اور خود لطف فرما کر چند قدم آگے نہیں آتا۔ اور اپنے جلوۂ خاص سے مشکلات کے ملیے قصہ کو کوتاہ نہیں کرتا سبحانہٗ وَتعالیٰ عمّا یصفون۔ اِسی طرح برہمو سماج والے خدائے تعالیٰ کے مالکِ یوم الدّین ہونے سے بھی بے خبر ہیں۔ کیونکہ یوم الجزاء کے مالک ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ

حاصل ہو سکتی ہے تو طرح طرح کی خوراکوں کی مالک ہے ہمیں خوش کر کیونکہ تو بزرگ ہے۔ اے اگنی ہماری حفاظت کیلئے سُورج دیوتا کی مانند ہو۔ سیدھی کھڑی ہو جا۔ تو خوراک کی دینے والی ہے جس کے کارن ہم تجھے مرہم چھڑا کر بُلاتے ہیں اور پروہت تجھے نذریں چڑھاتے ہیں۔ اے جوان اور چمکدار اگنی ہمیں ناپاک رُوحوں سے اور کینہ ور آدمی سے جو بخشش نہیں کرتا اور موذی جانوروں سے اور اُن لوگوں سے جو ہمارے مارنے کی فکر میں ہیں بچا۔ اے اگنی تجھے منو نے انسان کی بہت سی نسلوں پر روشنی کرنے کیلئے روکا تھا۔ تو جوگ کیلئے پیدا ہوئی ہے اور چڑھاوے سے سیر ہوتی ہے تو جسکو سب آدمی نمشکار کرتے ہیں روشن ہوگئی ہے۔ اگنی کے شعلے روشن طاقتور اور خوفناک ہیں ان کا اعتماد نہ کرنا چاہیئے وہ طاقتور ناپاک رُوحوں کو اور دیگر ہمارے مخالفوں کو ہمیشہ ضرور بالکل جلا دیتے ہیں۔ اے اگنی جو امیر ہے اور جو کہ تمام مخلوقات کی فریاد رسی کرنیوالی ہے صبح سے نذریں دینے والے کے پاس بہت قسم کی دولت معہ عمدہ گھر کے لا۔ آج یہاں دیوتاؤں کو اُٹھتے ہی لا۔ آج ہم اگنی کو جو پیغمبر مکانوں کے دینے والی ہر دلعزیز دھوئیں کے جھنڈے والی روشنی بخشنے والی اور علی الصباح جو پوجاری پُوجا کرتا ہے اُسکی حفاظت کرنیوالی ہے منتخب کرتے ہیں۔ مَیں اگنی کے جو سب دیوتاؤں سے بہتر اور کم عمر کا دیوتا ہے انسان کا مہمان ہے جسکو سب بُلاتے ہیں اور جو چڑھاوا چڑھانے والے کا رفیق ہے سب مخلوقات کو جانتا ہے۔ پرات کال مہما

؎ فاتحہ : ۶-۷

اُن تمام اہلِ کمال لوگوں پر ظاہر کیا جن پر تیرا فضل اور کرم تھا۔ چونکہ اہلِ کمال لوگوں کا صراطِ مستقیم یہی ہے کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت حقائق کو معلوم کرتے ہیں نہ اندھوں کی طرح۔ پس اِس دُعا کا ماحصل تو یہی ہوا کہ خداوندا وہ تمام

ص ۴۲۱

بقیہ حاشیہ

خدائے تعالیٰ کی ملکیتِ تامہ کہ جو تجلیاتِ عظمیٰ پر موقوف ہے ظہور میں آکر پھر اُس ملکیتِ تامہ کی شان کے موافق پُوری پُوری جزا بندوں کو دیجائے۔ یعنی اوّل اُس مالکِ حقیقی کی ملکیتِ تامہ کا ثبوت ایسے کامل الظہور مرتبہ پر ہوجائے کہ

ص ۴۲۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کرتا ہوں تاکہ وُہ اور دیوتاؤں کو لینے جائے۔ اے یگ کرنے والی اور سُرب گیانی اگنی سب آدمی تجھے روشن کرتے ہیں بہت لوگ بُلاتے ہیں عاقل دیوتاؤں کو جلدی سے یہاں لا۔ تُو اے اگنی انسانوں کے یگوں کی حفاظت کرنیوالی ہے اور دیوتاؤں کی پیغمبر ہے۔ آج یہاں دیوتاؤں کو جو صبح اُٹھتے ہیں اور سُورج کا دھیان کرتے ہیں لا۔ اے اسونون دیوتاؤ تم صبح کے یگ کے واسطے جاگو۔ ایسا ہو کہ وہ دونوں دیوتا سوم کا رس پینے کیلئے یہاں آویں۔ ہم دونوں اسونوں کو جو دونوں دیوتا ہیں اور نہایت اچھے رتھ بان ہیں اور ایک عمدہ گاڑی میں سوار ہوتے ہیں اور سُرگ تک پہنچتے ہیں بُلاتے ہیں۔ اے اسونون دیوتاؤ اپنی چابک سے جو کہ تمہارے گھوڑوں کی جھاگوں سے تر ہے اور اُسکی پھٹکار سے بڑی آواز ہوتی ہے سوم کے ارگ کو ہلا دو۔ اے اسونون دیوتاؤ ارگ چڑھنے والے کے رہنے کی جگہ جہاں تم اپنی رتھ میں سوار ہو کر جاتے ہو تم سے دُور نہیں ہے۔ مَیں سونے کے ہاتھ والے سُورج کو اپنی حفاظت کیلئے بُلاتا ہوں وہ پُوجاریوں کا درجہ مقرر کرتا ہے۔ سورج کی جو پانی کا مددگار نہیں ہے ہماری حفاظت کیلئے تعریف کرو۔ ہم اُس کی پُوجا کرنے کیلئے آرزو رکھتے ہیں۔ دوستو بیٹھ جاؤ۔ درحقیقت ہم سُورج کی تعریف کریں گے۔ کیونکہ وہ درحقیقت دولت کا بخشنے والا ہے۔ عاقل ہمیشہ سُورج کے اس بڑے درجہ کا دھیان کرتے ہیں جب سے آنکھ آسمان کی سیر کرتی ہے۔ دانا آدمی جو کہ ہوشیار رہتے ہیں اور تعریف کرنے میں بڑے سرگرم

علومِ حقّہ اور معارفِ صحیحہ اور اسرارِ عمیقہ اور حقائقِ دقیقہ جو دُنیا کے تمام اہلِ کمال لوگوں کو متفرق طور پر وقتاً فوقتاً تو عنایت کرتا رہا ہے۔ اب وہ سب ہم میں جمع کر۔ سو دیکھئے کہ اِس دُعا میں بھی علم اور حکمت ہی خدا سے

تمام اسباب معتادہ بکلّی درمیان سے اُٹھ جائیں اور زید و عمر کا دخل درمیان نہ رہے۔ اور مالک واحد قہار کا وجود عریاں طور پر نظر آوے۔ اور جب یہ معرفتِ کاملہ اپنا جلوہ دکھا چکی۔ تو پھر جزا بھی بطورِ کامل ظہور میں آوے۔ یعنے من حیث الورود بھی کامل ہو۔ اور من حیث الوجود بھی۔ من حیث الورود اِس طرح پر کہ ہر یک

ہیں۔ سُورج کے اعلیٰ درجہ کی ہم تعریف کرتے ہیں۔ سرب گیانی سورج دیوتا کو اُس کے گھوڑے بلندی پر لیجاتے ہیں تاکہ وہ تمام دُنیا کو دکھائی دے۔ تو اے سُورج سب سے زیادہ چلتا ہے تو سب کو دکھائی دیتا ہے تو چشمہ روشنی کا ہے تو تمام آسمان پر چمکتا ہے۔ تو اے سورج مارت دیوتا کے سامنے نکلتا ہے تو انسان کے رُوبرو نکلتا ہے اور تو اِس طرح نکلتا ہے کہ تمام دیولوگ تجھے دیکھ سکے۔ تو اُس روشنی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے جس کے ساتھ تو صاف کرنیوالا بُرائی سے بچانیوالا ہے۔ تو فراخ آسمان کو دن اور رات کا اندازہ کرتا ہوا اور سب مخلوقات کو دیکھتا ہوا طے کرتا ہے۔ تو اے سورج آرام دہندہ روشنی سے چمکتا ہوا نمودار ہو کر اور سب سے بلند آسمان پر چڑھ کر میرے دل کی بیماری اور میرے بدن کی زردی کھو دے۔ روشنی کو تاریکی کے پرے دیکھ کر ہم سُورج دیوتا کے پاس جاتے ہیں جو دیوتاؤں کے درمیان ایک چیدہ دیوتا ہے۔ اے چاند دیوتا تو ہردم کے کام کرنے سے نیکی کا کرنے والا ہے۔ تو اپنی قوّتوں کے باعث سے صاحبِ طاقت اور سرب بیاپی ہے۔ تو اپنی بخششوں کے باعث نعمتوں کا دینے والا اور اپنی بزرگی سے بزرگ ہے۔ تو نے اے انسان کے رہنما مُگ کے چڑھاؤں سے خوب پرورش پائی ہے۔ تیرے کام ورن راجہ کے مانند ہیں۔ تیرا کلام اے چاند بڑا ہے۔ تو عزیز مترا دیوتا کی مانند سب کا صاف کرنے والا ہے۔ تو

چاہی ہے اور وہ علم مانگا ہے جو تمام دُنیا میں متفرق تھا۔ خلاصہ یہ کہ گو خدائے تعالیٰ نے اُصولِ نجات کو بہت واضح اور آسان طور پر اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ جس کے معلوم کرنے اور جاننے میں کسی نوع کی دقّت اور ابہام نہیں اور

ص ۴۲۳

حاشیہ نمبر ۱۱

جزا یاب کو جزا کے وارد ہونے کے ساتھ ہی یہ بات معلوم اور متحقق ہو کہ یہ فی الحقیقت اُس کے اعمال کی جزا ہے اور نیز یہ بھی متحقق ہو کہ اِس جزا کا وارد کنندہ فی الحقیقت کریم ہی ہے۔ جو ربّ العالمین ہے کوئی دوسرا نہیں۔ اور ان دونوں باتوں میں

ص ۴۲۳

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اریمان دیوتا کی مانند سب کا بڑھانے والا ہے۔ چونکہ تیرے میں وہ سب کلیں ہیں جو تیرے سبب سے آسمان زمین پہاڑیوں اور پانی سب میں پرگٹ ہے۔ اِس لئے اے چاند راجہ ہم سے اچھی طرح پیش آ۔ اور بلا خفگی ہماری نذریں قبول کر۔ تو اے چاند جو تعریف کا شائق اور پودوں کا گورو ہے ہماری جان ہے۔ اگر تو چاہے گا۔ تو ہم نہیں مریں گے۔ تو اے چاند اُس شخص کو جو تیری پوجا کرتا ہے خواہ وہ جوان ہو۔ یا بوڑھا دولت دیتا ہے تاکہ وہ اُس سے حظ اُٹھاوے اور زندہ رہے۔ اے چاند راجا ہمیں اُس سے جو نقصان پہنچانے کی فکر میں ہے محفوظ رکھ تجھ جیسے دیوتا کا دوست کبھی نہیں مر سکتا۔ اے چاند دیوتا ہماری ایسی مدد کر کر رکشا کر جس سے بھوگ لگانے والے کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ہماری اِس بلدان کو اور تعریف کو قبول فرما کر اے چاند دیوتا ہمارے پاس آ۔ اور ہماری رسم کا ترقی دینے والا ہو۔ چونکہ ہم منتروں سے واقف ہیں اِس سبب سے ہم تیری تعریف کر کر تیرا رُتبہ بڑھاتے ہیں۔ اے کرپا ندھان چاند ادھر آ۔ اے دولت بخشنے والے ہماری کھونے والی دولت سے آگاہ خوراک کے بڑھانے والے چاند دیوتا ہمارا ایک لائق مددگار ہو۔ اے چاند دیوتا ہمارے دلوں میں ایسا خوش رہ جیسے مویشی سبزہ زاروں میں یا انسان اپنے گھروں میں خوش رہتا ہے۔ اے چاند دیوتا ایسا ہو کہ قوت تیرے میں ہر طرف سے آوے ہمارے واسطے خوراک مہیا کرنے میں سرگرم ہو۔ اے خوش چاند

ص ۴۲۳

سب خواندہ اور ناخواندہ اُس میں برابر ہیں۔ لیکن اُس حکیم مطلق نے علم الٰہی کے دقائق اور اسرارِ عالیہ میں یہ چاہا ہے کہ انسان محنت کرکے اُن کو دریافت کرے تا یہی محنت اُس کے لئے موجبِ تکمیلِ نفس ہو جائے کیونکہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ایسا تحقق ہو کہ کوئی اشتباہ درمیان نہ رہ جائے۔ اور من حیث الوجوہ اس طرح پر کامل ہو کہ انسان کے دل اور روح اور ظاہر اور باطن اور جسم اور جان اور ہر یک رُوحانی اور بدنی قوت پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو جائے۔ اور نیز دائمی اور لازوال اور غیر منقطع ہو۔ تا وہ شخص جو نیکیوں میں سبقت لے گیا ہے۔ اپنی اُس سعادتِ عظمٰی کو کہ جو تمام سعادتوں کا انتہائی مرتبہ ہے اور وہ شخص کہ جو بدیوں میں سبقت لے گیا ہے

۴۲۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دیوتا سب بیلوں کے ساتھ بڑھتا جا۔ ہمارا دوست ہو۔ خوراک کی طرف سے آسودہ حالی بخش تا ہم پھلیں پھولیں۔ چاند دیوتا اُس شخص کو جو کہ نذریں چڑھاتا ہے۔ دُودھ والی گائے۔ چالاک گھوڑا اور ایک بیٹا جو کہ کاروبار میں ہوشیار۔ خانگی تعلقات میں ہنرمند۔ پُوجا میں سرگرم۔ مجلس میں لائق اور جو اپنے باپ کی عزت کا باعث ہو دیتا ہے۔ ہم اے چاند دیوتا تجھے رن میں اٹل ہزاروں آدمیوں کے گروہوں میں لڑکر فتحیاب ہونے والا۔ طاقت زائل نہ ہونے دینے والا۔ یگوں کے درمیان پیدا اور روشن مکان میں رہنے والا مشہور اور بہادر جانکر خوش ہوتے ہیں۔ تو نے اے چاند دیوتا یہ پودے پانی کے اور گوویں پیدا کی ہیں۔ تو نے کشادہ آسمان کو پھیلایا ہے۔ تو نے تاریکی کو روشنی سے پراگندہ کر دیا ہے۔ اے طاقتور چاند دیوتا اپنی روشن دماغی کے ساتھ اپنی دولت کا ایک حصہ دے ایسا ہو کہ کوئی مخالف تجھے دق نہ کرسکے۔ تو کسی دو برابر کے مخالفوں کی بہادری پر فوقیت رکھتا ہے ہمیں رن میں ہمارے دشمنوں سے بچا۔ سُورج روشن صبح کے اس طرح ساتھ آتا ہے۔ جیسے مرد نوجوان خوبصورت عورت کے پیچھے چلتا ہے۔ اُس وقت دھرم آتما لوگ مقرری وقت کی رسموں کو کرتے ہیں اور مبارک سُورج کو اچھے انعام کی خاطر پُوجتے ہیں۔

۴۲۴

تمام قویٰ انسانیہ کا قیام اور بقا محنت اور ورزش پر ہی موقوف ہے۔ اگر انسان ہمیشہ آنکھ بند رکھے اور کبھی اُس سے دیکھنے کا کام نہ لے (تو جیسا کہ تجارب طبّیہ سے ثابت ہوگیا ہے) تھوڑے ہی دنوں کے بعد اندھا ہو جائیگا اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اپنی اُس شقاوتِ عظمیٰ کو کہ جو تمام شقاوتوں کی آخری حد ہے پہنچ جائے اور تا ہر یک فریق اُس اعلیٰ درجہ کے مکافات کو پالے جو اُس کے لئے ممکن ہے یعنے اُس کامل اور دائمی مکافات کو پالے کہ جو اِس عالمِ بے بقا اور زوال پذیر میں جس کا تمام رنج و راحت موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بمنصّۂ ظہور نہیں آسکتی۔ بلکہ اُسکے کامل ظہور کیلئے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۷

یعنے اُس کی پرستش کرتے ہیں۔ سورج کی تیز رفتار ہمایون فال ہاتھ پاؤں کے مضبوط راستہ طے کرنے والے گھوڑے جن کی ہم نے پرستش کی ہے اور جو تعریف کئے جانے کے مستحق ہیں آسمان کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں اور جلد زمین اور آسمان کے گرد پھر آئے ہیں۔ ایسا دیوتاپن اور جلال سورج کا ہے کہ جب وہ غروب ہو جاتا ہے وہ پھیلی ہوئی روشنی کو جو ادھورے کام پر پھیلی ہوئی تھی اپنے میں چھپا لیتا ہے۔ جب وہ اپنے گھوڑوں کو کھول دیتا ہے۔ اُسوقت رات کی تاریکی سب پر چھا جاتی ہے۔ آفتاب مترا دیوتا اور ورن دیوتا کے سامنے اپنی روشن صورت آسمان کے درمیان ظاہر کرتا ہے اور اُس کی کرنیں ایک تو اُس کی بیحد روشن طاقت کو پھیلاتی ہیں اور دوسری جب وہ چلی جاتی ہیں تب رات کی تاریکی لاتی ہیں۔ آج دیوتاؤ سورج کے نکلتے ہی ہمیں نالائق باتوں سے بچاؤ۔ اور ایسا ہو کہ مترا دیوتا ورن دیوتا ادتی دیوتا سمندر دیوتا دھرتی دیوی اکاس دیوتا اِس ہماری دعا کو متوجہ ہو کر سنیں۔

اب ناظرین اِس کتاب کے خود خیال فرماویں کہ اِس قدر شرتیوں سے جن کا ایک ذخیرۂ کلاں یہاں لکھ کر کئی صفحے ہم نے سیاہ کئے ہیں۔ کیا کچھ خدا کا بھی پتہ مل سکتا ہے۔ اور حضرات آریہ سماج والے انصافاً ہم کو بتلادیں کہ رگوید نے ان

۴۲۵ اگر کان بند رکھے تو بہرہ ہو جائے گا۔ اور اگر ہاتھ پاؤں حرکت سے بند رکھے تو آخر یہ نتیجہ ہوگا کہ اُن میں نہ حِسّ باقی رہے گی اور نہ حرکت۔ اِسی طرح اگر قوّتِ حافظہ سے کبھی کام نہ لے تو حافظہ میں فتور پڑے گا۔ اور اگر قوّتِ متفکّرہ

۴۲۵ مالکِ حقیقی نے اپنے لطفِ کامل اور قہرِ عظیم کے دکھلانے کی غرض سے یعنے جمالی و جلالی صفتوں کی پُوری پُوری تجلّی ظاہر کرنے کے قصد سے ایک اور عالم جو ابدی اور لازوال ہے مقرّر کر رکھا ہے تا خدائے تعالیٰ میں جو صفتِ مجازات ہے جس کا کامل طور پر اِس منقبض اور فانی عالم میں ظہور نہیں ہو سکتا۔ وہ اس ابدی اور

۴۲۵ شُرتیوں میں اپنا منشاء ظاہر کرنے میں کونسی بلاغت دکھلائی ہے۔ اور آپ ہی بولیں کہ کیا اس کی تقریر فصیح تقریروں کی طرح پُر زور اور مُدلّل ہے یا پوچ اور لچر ہے منصفین پر پوشیدہ نہیں کہ اِن شُرتیوں میں بجائے اِسکے کہ حق الامر کو اپنی خوش بیانی کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا اور راستی کے پھیلانے کے لئے کوشش کی جاتی۔ خود مضمون شرتیوں کا ایسا بے سر و پا اور مہمل ہے جس سے سامع اس کا ایک دُبدہا میں پڑ جاتا ہے۔ کبھی ایک چیز کو خالق ٹھہراتا ہے اور اُس سے مُرادیں مانگتا ہے۔ کبھی اُسی کو مخلوق بناتا ہے اور دُوسرے کی محتاج قرار دیتا ہے۔ کبھی کسی کے لئے خدا کی صفتیں قائم کرتا ہے۔ اور پھر اُسی کی طرف فانی چیزوں کی صفتیں منسوب کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس نے اس قدر کلام کو طول دیا۔ اور پھر ماحصل اُس کا خاک بھی نہیں۔ نہ توحید کا مدعی ہو کر توحید کو بیان کیا ہے۔ نہ مخلوق پرستی کا مدعی ہو کر مخلوق پرستی کو بہ پایۂ ثبوت پہنچایا ہے۔ بلکہ سراسیمہ اور مختبط الحواس آدمی کی طرح ایسی تقریر بے بنیاد اور متناقض ہے کہ جس سے ہندو مذہب میں عجب طرح کی گڑبڑ پڑ گئی ہے۔ اور کوئی کسی دیوتا کا پوجاری اور کوئی کسی دیوتا کا بھجن گا رہا ہے۔ کیا ایسی تقریر سراپا فضول و مہمل اِس لائق ہو سکتی ہے کہ کوئی دانا اسکو بلیغ و فصیح کہے۔ شاید بعض ہندو صاحب جنہوں نے فقط وید کا نام سُن رکھا ہے

(حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ / بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ / بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

کو بیکار چھوڑ دے تو وہ بھی گھٹتے گھٹتے کالعدم ہو جائے گی۔ سو یہ اُس کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے بندوں کو اُس طریقہ پر چلانا چاہا جس پر اُن کی قوتِ نظریہ کا کمال موقوف ہے۔ اور اگر خدائے تعالیٰ محنت کرنے سے

ص۴۲۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وسیع عالم میں ظہور پذیر ہو جائے۔ اور تا اُن تجلیاتِ تامہ اور کاملہ سے انسان اُس اعلیٰ درجہ کے شہودِ تام تک بھی پہنچ جائے کہ جو اُس کی بشری طاقتوں کے لئے حدِّ امکان میں داخل ہے اور چونکہ اعلیٰ درجہ کی مکافات عند العقل اسی میں منحصر ہے کہ جو امر بطور جزا وارد ہے۔ وہ انسان کے ظاہر و باطن و جسم و جان پر بتمام و کمال دائمی و لازمی طور پر محیط

ص۴۲۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اور کبھی اُس مقدس کتاب کا درشن نہیں کیا۔ وہ دل میں یہ وسوسہ کریں کہ یہ شُرتیاں جو رگوید میں سے لکھی گئی ہیں وہ صحیح طور پر نہیں لکھی گئیں یا شاید اُن سے بہتر وید مذکور میں اور شُرتیاں ہوں گی۔ جن میں وید نے وحدانیتِ الٰہی کے بیان کرنے میں دادِ فصاحت دی ہوگی یا مخلوق پرستی کو فصیح اور مدلّل تقریر میں جو لازمہ فصاحت و بلاغت ہے عطا کیا ہوگا۔ سو ایسے وسواسی آدمیوں کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ تمام شُرتیاں رگوید سنتھا استک اوّل سکت سے ۱۱۵ سکت تک بطور نمونہ منتخب کر کے لکھی ہیں۔ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ وہ شُرتیاں صحیح نہیں ہیں تو اُس پر لازم ہے کہ جو اُس کی دانست میں صحیح ترجمہ ہو وہ پیش کرے تا منصف لوگ آپ دیکھ لیں کہ یہ شُرتیاں صحیح ہیں یا اُس کی پیش کردہ صحیح ہیں۔ اور اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ اگرچہ یہ شُرتیاں مہمل اور بے سرو پا ہیں۔ مگر اُسی رگوید میں ایسی شُرتیاں بھی پائی جاتی ہیں جن میں وحدانیتِ الٰہی کا بیان نہایت صفائی اور شائستگی سے موجود ہے تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ ہمراہ ان شُرتیوں کے اُن شُرتیوں کو بھی پیش کرے تا کہ اگر کسی طرح ہاتھ پاؤں مار کر وید کی بلاغت و خوش بیانی ثابت ہو سکے تو ثابت ہو جائے ہم کو کسی صاحب سے ناحق کی ضد نہیں ہے۔ ہم اپنے سچے دل سے کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی غور اور تدبّر سے وید پر نظر کر کے اُس کو طریقہ شائستہ بیانی سے بالکل دُور اور مہجور پایا ہے۔ اور ہم بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ ایسی پراگندہ باتیں کیونکر

ص۴۲۶

بکلی آزاد رکھنا چاہتا۔ تو پھر یہ بھی مناسب نہ تھا کہ اپنی آخری کتاب کو تمام لوگوں کے لئے (جو مختلف زبانیں رکھتے ہیں) ایک ہی زبان میں جس سے وہ ناآشنا ہیں بھیجتا۔ کیونکہ غیر زبان کا دریافت کرنا بھی بغیر محنت کے گو تھوڑی ہی ہو۔

ص۴۲۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہو جائے اور نیز اعلیٰ درجہ کا یقین مالکِ حقیقی کے وجود کی نسبت اسی بات پر موقوف ہے کہ وہ مالکِ حقیقی اسبابِ معتادہ کو بکلّی نیست و نابود کر کے عُریاں طور پر جلوہ گر ہو۔ اسلئے بہ صداقت قصوی جس سے مطلب انتہائی معرفت اور انتہائی مکافات ہے تبھی متحقق ہوگی کہ جب وہ تمام باتیں مذکورہ بالا متحقق ہو جائیں کہ جو عند العقل اسکی تعریف میں داخل ہیں کیونکہ انتہائی معرفت بجز اسکے عند العقل ممکن نہیں کہ مالکِ حقیقی کا جمال بطور حق الیقین مشہود ہو یعنے ظہور اور بروز تام ہو جس پر

ص۴۲۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آریہ سماج والوں کے دلوں کو بھا رہی ہیں اور کیوں وہ ایسے کچے اور پست خیالات پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر وید کا کلام باوجود اس فضول طوالت اور مہمل بیانی اور خبط مضمون کے پھر بھی فصیح اور بلیغ ہی ہے تو پھر غیر فصیح کلام دُنیا میں کس کو کہنا چاہیئے۔ اور اگر آریہ سماج والوں کو یہ معلوم نہیں کہ کلام فصیح کسے کہتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ ذرا آنکھ کھول کر بمقابلہ طول طویل وید کے کلام کے جو اُوپر تحریر ہو چکا ہے قرآنِ شریف کی چند آیات پر نظر ڈالیں کہ کس لطافت و ایجاز سے مسائل کثیرہ وحدانیت کو قلّ و دلّ عبارت میں بیان کرتا ہے اور کس جہد و کوشش سے مسئلہ توحید کو دل میں بٹھاتا ہے اور کیسی فصیح اور مدلّل تقریر سے توحیدِ الٰہی کو قلوبِ صافیہ میں منقش کرتا ہے۔ اگر اُس کی مانند وید مذکور میں شرتیاں موجود ہوں تو پیش کرنی چاہئیں ورنہ بیہودہ بک بک کرنا اور لاجواب رہ کر پھر خُبث اور شَر سے باز نہ آنا اُن لوگوں کا کام ہے جن لوگوں کو خدا اور ایمانداری سے کچھ بھی غرض نہیں اور نہ حیا اور شرم سے کچھ سروکار ہے۔ اب یہاں ہم بطور نمونہ بمقابلہ وید کی شرتیوں کے کسی قدر آیاتِ قرآنِ شریف جو وحدانیتِ الٰہی کو بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو جائے کہ وید اور قرآنِ شریف میں سے کس کی عبارت میں لطافت اور ایجاز اور

ص۴۲۷

ممکن نہیں۔

تمہید پنجم۔ جس معجزہ کو عقل شناخت کرکے اسکے منجانب اللہ ہونے

۴۲۸

(حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲)

زیادت متصوّر نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس انتہائی مکافات بھی بجز اس کے عند العقل غیر ممکن ہے کہ جیسے جسم اور جان دونوں دُنیا کی زندگی میں مل کر فرمانبردار یا نافرمان اور سرکش تھی۔ ایسا ہی مکافات کے وقت وہ دونوں موردِ انعام ہوں یا دونوں سزا

۴۲۸

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

زورِ بیان پایا جاتا ہے اور کس کی عبارت طرح طرح کے شکوک اور شبہات میں ڈالتی ہے اور فضول اور طول طویل ہے۔ اور آیات محدودحصریہ ہیں:۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ[1] قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[2] لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا[3] مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[4] قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا[5] قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۔ اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ[6] تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ[7] قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِیُّ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[8] اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا[9] وَیَجْعَلُوْنَ ‌ ‌ ‌ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا

۴۲۸

[1] بقرہ: ۲۵۶ [2] اخلاص: ۲-۵ [3] انبیاء: ۲۳ [4] مومنون: ۹۲ [5] بنی اسرائیل: ۵۷ [6] اعراف: ۱۹۸-۱۹۷ [7] بنی اسرائیل: ۴۵ [8] یونس: ۶۹ [9] نساء: ۱۷۲

پرگواہی دی۔ وہ اُن معجزات سے ہزارہا درجہ افضل ہوتا ہے کہ جو صرف بطور کتھا یا قصّہ کے مدّ منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اس ترجیح کے دو

ح ۴۲۹

میں پکڑے جائیں اور مکافاتِ کاملہ کا بحرِ موّاج یکساں ظاہر و باطن پر اپنے احاطۂ تام سے محیط اور مشتمل ہو جائے۔ لیکن برہمو سماج والے اس صداقت سے بھی انکاری ہیں۔ بلکہ اِس صدّاقت قصوٰی کا وجود اُن کے نزدیک متحقّق ہی نہیں۔ اور

يَشْتَهُوْنَ [1] اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى [2] يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ [3] هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ [4] هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ [5] لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ [6] لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [7] خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا [8] لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [9] اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ [10] فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا [11] لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ [12] وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [13] وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [14] وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا [15] اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ [16] لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ

[1] نحل: ۵۸ [2] النجم: ۲۲، ۲۳ [3] بقرہ: ۲۲، ۲۳ [4] زخرف: ۸۵ [5] الحدید: ۴ [6] انعام: ۱۰۴ [7] شوریٰ: ۱۲ [8] فرقان: ۳ [9] قصص: ۷۱ [10] نساء: ۴۹ [11] کہف: ۱۱۱ [12] لقمان: ۱۴ [13] قصص: ۸۹ [14] بنی اسرائیل: ۲۴ [15] لقمان: ۱۶ [16] انعام: ۱۸-۱۹

باعث ہیں۔ ایک تو یہ کہ منقولی معجزات ہمارے لئے جو صدہا سال اُس زمانہ سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں جب معجزات دکھلائے گئے تھے مشہود

ض۴۳۰

بزعم اُن کے انسان کی قسمت میں نہ انتہائی معرفت کا پانا مقدر ہے نہ انتہائی مکافات کا۔ اور مکافات اُن کے نزدیک فقط ایک خیالی پلاؤ ہے۔ جو صرف اپنے ہی بے بنیاد

ض۴۳۱

لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ[1] مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ[2] وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ[3] وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ[4] اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا[5] فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ[6] اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا[7] لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ[8] لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ[9] اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا[10] وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ[11] فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ[12] يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ[13] اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا[14]

ض۴۲۹

[1] رعد: ۱۵ [2] بقرۃ ۲۵۶ [3] انبیاء: ۲۹ [4] اعراف: ۱۸۱ [5] عنکبوت: ۱۸ [6] حج: ۳۱ [7] اعراف: ۱۹۶
[8] حٰم سجدہ: ۳۸ [9] یٰس: ۴۱ [10] مریم: ۹۴ [11] انبیاء: ۳۰ [12] نساء: ۱۷۲ [13] حج: ۷۴-۷۵ [14] بقرۃ: ۱۶۶

اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے اور اخبار منقولہ ہونے کے باعث سے وہ درجہ اُن کو حاصل بھی نہیں ہوسکتا جو مشاہدات اور مرئیات کو حاصل ہوتا ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تصوّرات سے پکایا جائے گا۔ نہ حقیقی طور پر کوئی جزا خدائے تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر وارد ہوگی۔ نہ کوئی سزا بلکہ خود تراشیدہ خیالات ہی خوشحالی یا بدحالی

حاشیہ نمبر ۱۱

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ [۱] وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ [۲] مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [۳] اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ [۴]۔ **ترجمہ:۔** اللہ جو جامع صفاتِ کاملہ اور مستحق عبادت ہے اُس کا وجود بدیہی الثبوت ہے کیونکہ وہ حیّ بالذات اور قائم بالذات ہے بجز اُس کے کوئی چیز حیّ بالذات اور قائم بالذات نہیں یعنے اُس کے بغیر کسی چیز میں یہ صفت پائی نہیں جاتی کہ بغیر کسی علّتِ موجدہ کے آپ ہی موجود اور قائم رہ سکے یا کہ اِس عالم کی جو کمال حکمت اور ترتیب محکم اور موزون سے بنایا گیا ہے علّتِ موجبہ ہوسکے اور یہ امر اس صانع عالم جامع صفاتِ کاملہ کی ہستی کو

ص ۴۳۰

[۱] الانعام: ۱۰۱ [۲] توبہ: ۳۰، ۳۱ [۳] مریم: ۳۶ [۴] الحج: ۱۸-۱۹

ص۴۳۱ دُوسرے یہ کہ جن لوگوں نے منقولی معجزات کو جو تصرفِ عقل سے بالاتر ہیں مشاہدہ کیا ہے اُن کے لئے بھی وہ تسلی تام کا موجب نہیں ٹھہر سکتی کیونکہ

ص۴۳۱ کے موجب ہو جائیں گے اور کوئی ایسا ظاہری و باطنی امر نہیں ہوگا کہ جو خاص خدائے تعالیٰ کے ارادہ سے نیک بندوں پر بصورتِ نعمت اور بد بندوں پر

ثابت کرنے والا ہے۔ تفصیل اس استدلال لطیف کی یہ ہے کہ یہ بات بہ بداہت ثابت ہے کہ عالم کے اشیاء میں سے ہر یک موجود جو نظر آتا ہے اُس کا وجود اور قیام نظراً علیٰ ذاتہٖ ضروری نہیں مثلاً زمین کروی الشکل ہے اور قطر اس کا بعض کے گمان کے موافق تخمیناً چار ہزار کوس پختہ ہے مگر اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں یہی شکل اور یہی مقدار اُس کے لئے ضروری ہے اور کیوں جائز نہیں کہ اس سے زیادہ یا اس سے کم ہو یا برخلاف شکل حاصل کے کسی اور شکل سے متشکل ہو۔ اور جب اس پر کوئی دلیل قائم نہ ہوئی تو یہ شکل اور یہ مقدار جس کے مجموعہ کا نام وجود ہے زمین کے لئے ضروری نہ ہوا اور علیٰ ہذا القیاس عالم کی تمام اشیاء کا وجود اور قیام غیر ضروری ٹھہرا۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ وجود ہر یک ممکن کا نظراً علیٰ ذاتہٖ غیر ضروری ہے۔ بلکہ بعض صورتیں ایسی نظر آتی ہیں کہ اکثر چیزوں کے معدوم ہونے کے اسباب بھی قائم ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ چیزیں معدوم نہیں ہوتیں مثلاً باوجود اسکے کہ سخت سخت قحط اور وبا پڑتی ہیں مگر پھر بھی ابتداء زمانہ سے تخم ہر یک چیز کا بچتا چلا آیا ہے حالانکہ عند العقل جائز بلکہ واجب تھا کہ ہزارہا شدائد اور حوادث میں سے جو ابتدا سے دُنیا پر نازل ہوتی رہی کبھی کسی دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ شدّتِ قحط کے وقت غلّہ جو کہ خوراک انسان کی ہے بالکل مفقود ہو جاتا یا کوئی قسم غلّہ کی مفقود ہو جاتی یا کبھی شدّتِ وبا کے وقت نوع انسان کا نام و نشان باقی نہ رہتا یا کوئی اور انواع حیوانات میں سے مفقود ہو جاتے یا کبھی اتفاقی طور پر سُورج یا چاند کی کل بگڑ جاتی یا دُوسری بے شمار چیزوں سے جو عالم کی درستی نظام کے لئے ضروری ہیں کسی چیز کے وجود میں

ص۴۳۱

۴۳۲

بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ اربابِ شعبدہ بازی اُنکو دکھلاتے پھرتے

حاشیہ نمبر ۱۱

بصورتِ عذاب اُترے گا۔ پس اُن کا یہ مذہب نہیں ہے کہ امرِ مجازات کا خدا مالک ہے۔ اور وہی اپنے نیک بندوں پر اپنے خاص ارادہ سے خوشحالی اور لذّتِ دائمی کا

۴۳۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خلل راہ پاجاتا کیونکہ کروڑہا چیزوں کا اختلال اور فساد سے سالم رہنا اور کبھی اُن پر آفت نازل نہ ہونا قیاس سے بعید ہے۔ پس جو چیزیں نہ ضروری الوجود ہیں نہ ضروری القیام بلکہ اُن کا کبھی نہ کبھی بگڑ جانا اُن کے باقی رہنے سے زیادہ تر قرینِ قیاس ہے اُن پر کبھی زوال نہ آنا اور احسن طور پر بہ ترتیبِ محکم اور ترکیبِ ابلغ اُن کا وجود اور قیام پایا جانا اور کروڑہا ضروریاتِ عالم میں سے کبھی کسی چیز کا مفقود نہ ہونا صریح اِس بات پر نشان ہے کہ اُن سب کے لئے ایک محیی اور محافظ اور قیوّم ہے جو جامع صفاتِ کاملہ یعنے مدبّر اور حکیم اور رحمان اور رحیم اور اپنی ذات میں ازلی ابدی اور ہریک نقصان سے پاک ہے جس پر کبھی موت اور فنا طاری نہیں ہوتی بلکہ اُونگھ اور نیند سے بھی جو فی الجملہ موت سے مشابہ ہے پاک ہے سو وُہی ذات جامع صفاتِ کاملہ ہے جس نے اِس عالمِ امکانی کو برعایتِ کمال حکمت و موزونیّت وجود عطا کیا اور ہستی کو نیستی پر ترجیح بخشی اور وُہی بوجہ اپنی کمالیت اور خالقیت اور ربوبیّت اور قیوّمیت کے مستحق عبادت ہے۔ یہانتک تو ترجمہ اِس آیت کا ہُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ[1]۔ اب بنظرِ انصاف دیکھنا چاہیئے کہ کس بلاغت اور لطافت اور متانت اور حکمت سے اِس آیت میں وجودِ صانعِ عالم پر دلیل بیان فرمائی ہے۔ اور کس قدر تھوڑے لفظوں میں معانی کثیرہ اور لطائفِ حکمیہ کو کُوٹ کُوٹ کر بھر دیا ہے اور مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ کے لئے ایسی محکم دلیل سے وجود ایک خالق کامل الصفات کا ثابت کر دکھایا ہے جس کے کامل اور محیط بیان کے برابر کسی حکیم نے آجتک کوئی تقریر بیان نہیں کی بلکہ حکماء ناقص الفہم نے ارواح اور اجسام کو حادث بھی نہیں سمجھا اور اِس

۴۳۳

[1] البقرۃ : ۲۵۶

ہیں۔ گو وُہ مکر اور فریب ہی ہیں مگر اب مخالف بداندیش پر کیونکر ثابت کرکے

فیضان کرے گا۔ جس لذّتِ کاملہ کو سعید لوگ نہ صرف باطنی طور پر بلکہ صورِ مشہودہ اور محسوسہ میں بھی مشاہدہ کریں گے۔ اور قویٰ انسانیہ میں سے کوئی

راز دقیق سے بیخبر ہے کہ حیاتِ حقیقی اور ہستی حقیقی اور قیامِ حقیقی صرف خدا ہی کیلئے مسلّم ہے یہ عمیق معرفت اسی آیت سے انسان کو حاصل ہوتی ہے جس میں خدا نے فرمایا کہ حقیقی طور پر زندگی اور بقاء زندگی صرف اللہ کے لئے حاصل ہے جو جامع صفاتِ کاملہ ہے اُس کے بغیر کسی دُوسری چیز کو وجودِ حقیقی اور قیامِ حقیقی حاصل نہیں اور اسی بات کو صانع عالم کی ضرورت کے لئے دلیل ٹھہرایا اور فرمایا لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ یعنے جبکہ عالم کے لئے نہ حیاتِ حقیقی حاصل ہے نہ قیامِ حقیقی تو بالضرور اس کو ایک علّتِ موجبہ کی حاجت ہے جس کے ذریعہ سے اُس کو حیات اور قیام حاصل ہوا۔ اور ضرور ہے کہ ایسی علّتِ موجبہ جامع صفاتِ کاملہ اور مُدبّر بالارادہ اور حکیم اور عالم الغیب ہو۔ سو وُہی اللہ ہے۔ کیونکہ اللہ بموجب اصطلاح قرآنِ شریف کے اُس ذات کا نام ہے جو مستجمع کمالات تامہ ہے۔ اسی وجہ سے قرآنِ شریف میں اللہ کے اسم کو جمیع صفاتِ کاملہ کا موصوف ٹھہرایا ہے اور جابجا فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جو کہ ربّ العالمین ہے رحمان ہے رحیم ہے مُدبّر بالارادہ ہے حکیم ہے۔ عالم الغیب ہے قادر مطلق ہے ازلی ابدی ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ قرآنِ شریف کی ایک اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ اللہ ایک ذات جامع جمیع صفاتِ کاملہ کا نام ہے اسی جہت سے اس آیت کے سر پر بھی اللہ کا اسم لائے اور فرمایا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنے اِس عالمِ بے ثبات کا قیّوم ذاتِ جامع الکمالات ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ عالم جس ترتیبِ محکم اور ترکیبِ ابلغ سے موجود اور مترتب ہے اُس کے لئے یہ گمان کرنا باطل ہے کہ انہیں چیزوں میں سے بعض چیزیں بعض کے لئے علّتِ موجبہ ہوسکتی ہیں بلکہ اس حکیمانہ کام کے لئے جو سراسر حکمت سے بھرا

۴۴۳ دکھلادیں کہ انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوئے ہیں کہ کسی نے سانپ

۴۴۳ قوتِ ظاہری ہو یا باطنی اپنے مناسب حال لذت اٹھانے سے محروم نہیں رہے گی اور جسم اور جان دونوں راحت یا عذاب اخروی میں یعنی جیسی کہ صورت ہو شریک ہو جائینگے

ہوا ہے ایک ایسے صانع کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں مدبّر بالارادہ اور حکیم اور علیم اور رحیم اور غیر فانی اور تمام صفاتِ کاملہ سے متّصف ہو۔ سو وہی اللہ ہے جس کو اپنی ذات میں کمالِ تام حاصل ہے۔ پھر بعد ثبوت وجودِ صانعِ عالم کے طالبِ حق کو اس بات کا سمجھنا ضروری تھا کہ وہ صانع ہر یک طور کی شرکت سے پاک ہے۔ سو اس کی طرف اشارہ فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ الخ[1]۔ اس اقل عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہیئے کہ کس لطافت اور عمدگی سے ہر یک قسم کی شراکت سے وجودِ حضرتِ باری کا منزّہ ہونا بیان فرمایا ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ شرکت از روئے حصرِ عقلی چار قسم پر ہے کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل میں اور تاثیر میں۔ سو اس سورۃ میں اُن چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلا دیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں اور وہ صمد ہے یعنے اپنے مرتبۂ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اُس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذات ہیں جو اُس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لَمْ يَلِدْ ہے یعنے اُس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اُس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لَمْ يُوْلَدْ ہے یعنے اُس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اُس کا کوئی شریک بن جائے اور وہ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا ہے یعنے اُس کے کاموں میں کوئی اُس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اُس کا کوئی شریک قرار پاوے۔ سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزّہ ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ پھر بعد اس کے اُس کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا[2]۔ وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ الخ[3]۔ یعنے اگر زمین و آسمان میں بجز اُس

[1] اخلاص : ۲ تا ۵ [2] انبیاء : ۲۳ [3] مومنون : ۹۲

بناکر دکھلا دیا اور کسی نے مُردہ کو زندہ کرکے دکھلا دیا۔ یہ اِس قسم کی دست بازیوں سے مُنزّہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں یہ مشکلات کچھ ہمارے ہی زمانہ میں

۴۳۴

غرض برہمو سماج والوں کا اعتقاد بالکل اِس صداقت کے برخلاف اور اِس کے مفہوم کامل کے منافی ہے یہانتک کہ وُہ اپنی کور باطنی سے نجاتِ اُخروی کے جسمانی سامان کو کہ جو ظاہری

۴۳۴

ایک ذات جامع صفاتِ کاملہ کے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو وُہ دونوں بگڑ جاتے۔ کیونکہ ضرور تھا کہ کبھی وہ جماعت خدائیوں کی ایک دُوسرے کے برخلاف کام کرتے۔ پس اسی پھوٹ اور اختلاف سے عالم میں فساد راہ پاتا اور نیز اگر الگ الگ خالق ہوتے تو ہر واحد اُن میں سے اپنی ہی مخلوق کی بھلائی چاہتا اور اُن کے آرام کے لئے دُوسروں کا برباد کرنا روا رکھتا۔ پس یہ بھی موجبِ فسادِ عالم ٹھہرتا۔ یہانتک تو دلیل لمّی سے خدا کا واحد لاشریک ہونا ثابت کیا۔ پھر بعد اِس کے خدا کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلیل اِنّی بیان فرمائی اور کہا۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔[1] یعنے مشرکین اور منکرین وجودِ حضرتِ باری کو کہہ کہ اگر خدا کے کارخانہ میں کوئی اور لوگ بھی شریک ہیں یا اسبابِ موجودہ ہی کافی ہیں تو اِس وقت کہ تم اسلام کے دلائلِ حقیّت اور اُس کی شوکت اور قوّت کے مقابلہ پر مقہور ہو رہے ہو اُن اپنے شرکاء کو مدد کے لئے بلاؤ۔ اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز تمہاری مشکل کشائی نہ کریں گے۔ اور نہ بلا کو تمہارے سر پر سے ٹال سکیں گے۔ اے رسول ان مشرکین کو کہہ کہ تم اپنے شرکاء کو جن کی پرستش کرتے ہو۔ میرے مقابلہ پر بُلاؤ۔ اور جو تدبیر میرے مغلوب کرنے کے لئے کرسکتے ہو وہ سب تدبیریں کرو۔ اور مجھے ذرہ مُہلت مت دو۔ اور یہ بات سمجھ رکھو کہ میرا حامی اور ناصر اور کارساز وُہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا ہے اور وُہ اپنے سچّے اور صالح رسولوں کی آپ کارسازی کرتا ہے مگر جن چیزوں کو تم لوگ اپنی مدد کیلئے پکارتے ہو۔ وہ ممکن نہیں ہے جو تمہاری مدد کرسکیں۔ اور نہ کچھ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔ پھر بعد اس کے خدا کا ہر یک نقصان اور عیب سے پاک ہونا قانونِ قدرت کے رُو سے ثابت کیا۔ اور فرمایا

۴۳۴

[1] بنی اسرائیل : ۵۷

پَیدا نہیں ہُوئیں بلکہ ممکن ہے کہ اُنہیں زمانوں میں یہ مشکلات پَیدا ہوگئی ہوں مثلاً جب ہم یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب کی دُوسری آیت سے پانچویں آیت

ص۴۲۵

قوتوں کے مناسب حال سعادتِ عظمیٰ کی تکمیل کے لئے قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے اور اسی طرح عذابِ اُخروی کے جسمانی سامان کو کہ جو ظاہری قوتوں کے

ص۴۲۵

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ الخ[1] یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن میں ہے خدا کی تقدیس کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اُس کی تقدیس نہیں کرتی پر تم اُن کی تقدیسوں کو سمجھتے نہیں یعنے زمین آسمان پر نظر غور کرنے سے خدا کا کامل اور مقدس ہونا اور بیٹوں اور شریکوں سے پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے مگر اُن کیلئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ پھر بعد اِسکے جزئی طور پر مخلوق پرستوں کو ملزم کیا اور اُنکا خطا پر ہونا ظاہر فرمایا اور کہا قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ الخ[2] یعنے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے حالانکہ بیٹے کا محتاج ہونا ایک نقصان ہے اور خدا ہر یک نقصان سے پاک ہے وہ تو غنی اور بے نیاز ہے جس کو کسی کی حاجت نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اُسی کا ہے۔ کیا تم خدا پر ایسا بہتان لگاتے ہو جس کی تائید میں تمہارے پاس کسی نوع کا علم نہیں۔ خدا کیوں بیٹوں کا محتاج ہونے لگا۔ وُہ کامل ہے اور فرائضِ الُوہیت کے ادا کرنے کیلئے وُہ ہی اکیلا کافی ہے کسی اور منصوبہ کی حاجت نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹیاں رکھتا ہے حالانکہ وُہ اِن سب نقصانوں سے پاک ہے کیا تمہارے لئے بیٹے اور اُسکے لئے بیٹیاں یہ تو ٹھیک ٹھیک تقسیم نہ ہوئی۔ اے لوگو! تم اُس خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرو جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پَیدا کیا چاہیئے کہ تم اُس قادرِ توانا سے ڈرو جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنایا اور آسمان سے پانی اُتار کر طرح طرح کے رزق تمہارے لئے پھلوں میں سے پَیدا کئے۔ سو تم دیدہ دانستہ اُنہیں چیزوں کو خدا کا شریک مت ٹھہراؤ جو تمہارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ خدا ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں وُہی آسمان میں خدا ہے

ص۴۲۵

[1] بنی اسرائیل : ۴۵ [2] یونس : ۶۹

تک دیکھتے ہیں تو اُس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں اور اورشلیم میں باب الضان کے پاس ایک حوض ہے جو عبرانی میں بیتِ حدا کہلاتا ہے۔ اُس کے پانچ اُسارے ہیں۔ اُن میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں

ص ۴۳۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مناسبِ حال شقاوتِ عظمٰی کی تکمیل کے لئے فرقانِ مجید میں مندرج ہے موردِ اعتراض سمجھتے ہیں مگر ایسی سمجھ پر پتھر پڑیں کہ جو ایک بدیہی اور کامل صداقت کو عیب کی صورت میں تصوّر کیا جائے۔ افسوس یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے کہ سعادتِ عظمٰی یا شقاوتِ عظمٰی

ص ۴۳۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور وُہی زمین میں خدا۔ وُہی اوّل ہے اور وُہی آخر۔ وُہی ظاہر ہے وُہی باطن۔ آنکھیں اُس کی کنہ دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور اُس کو آنکھوں کی کنہ معلوم ہے وُہ سب کا خالق ہے اور کوئی چیز اُس کی مانند نہیں اور اُس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہریک چیز کو ایک اندازۂ مقرری میں محصُور اور محدود پیدا کیا ہے جس سے وجود اُس ایک حاصر اور محدّد کا ثابت ہوتا ہے اُس کیلئے تمام محامد ثابت ہیں اور دُنیا و آخرت میں وُہی منعمِ حقیقی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہریک حکم ہے اور وُہی تمام چیزوں کا مرجع و مآب ہے۔ خدا ہریک گناہ کو بخش دیگا جس کے لئے چاہے گا۔ پر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ سو جو شخص خدا کی ملاقات کا طالب ہے اُسے لازم ہے کہ ایسا عمل اختیار کرے جس میں کسی نوع کا فساد نہ ہو اور کسی چیز کو خدا کی بندگی میں شریک نہ کرے۔ تو خدا کے ساتھ کسی دُوسری چیز کو ہرگز شریک مت ٹھہراؤ خدا کا شریک ٹھہرانا سخت ظلم ہے۔ تو بجز خدا کے کسی اور سے مُرادیں مت مانگ سب ہلاک ہوجائینگے ایک اُسی کی ذات باقی رہ جاویگی۔ اُسی کے ہاتھ میں حکم ہے اور وہی تمہارا مرجع ہے۔ تیرے خدا نے یہ چاہا ہے کہ تُو فقط اُسی کی بندگی کر اور اپنے ماں باپ سے احسان کرتا رہ اور اگر تجھے اِس بات کی طرف بہکاویں کہ تو میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراوے تو اُنکا کہا مت مان۔ اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو بجز خدا اور کوئی تیرا یار نہیں کہ اِس تکلیف کو دُور کرے۔ اور اگر تجھے کچھ بھلائی پہنچے تو ہریک بھلائی کے پہنچانے پر

ص ۴۳۶

اور پژمُردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کی مُنتظر تھی
کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اُس حوض میں اُتر کر پانی کو ہلاتا تھا اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کے پانے کے لئے یہی ایک طریق ہے کہ خدائے تعالیٰ توجہ خاص فرما کر امرِ مکافات کو کامل
طور پر نازل کرے اور کامل طور پر نازل ہونے کے یہی معنے ہیں کہ وہ مکافات تمام
ظاہر و باطن پر مستولی ہو جائے اور کوئی ایسی ظاہری یا باطنی قوت باقی نہ رہے جسکو اس مکافات

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خدا ہی قادر ہے کوئی دُوسرا نہیں۔ اُسی کا تمام بندوں پر تسلّط اور تصرّف ہے اور
وُہی صاحبِ حکمتِ کاملہ اور ہر ایک چیز کی حقیقت سے آگاہ ہے تمام حاجتوں کو اُس سے
مانگنا چاہیئے۔ اور جو لوگ بجز اُسکے اَور اَور چیزوں سے اپنی حاجت مانگتے ہیں وُہ چیزیں
اُن کی دُعاؤں کا کچھ جواب نہیں دیتیں۔ ایسے لوگوں کی یہ مثال ہے جیسے کوئی پانی کی طرف
دونوں ہاتھ پھیلا کر کہے کہ اے پانی میرے موہنہ میں آجا۔ سو ظاہر ہے کہ پانی میں یہ
طاقت نہیں کہ کسی کی آواز سُنے اور خود بخود اُس کے مُونہہ میں پہنچ جائے۔ اِسی طرح
مُشرک لوگ بھی اپنے معبودوں سے عبث طور پر مدد طلب کرتے ہیں جس پر کوئی
فائدہ مترتب نہیں ہوسکتا۔ گو کوئی مقربِ الٰہی ہو مگر کسی کی مجال نہیں کہ خواہ نخواہ
سفارش کر کے کسی مجرم کو رہا کرا دے۔ خدا کا علم اُن کے پیش و پس پر محیط ہو رہا ہے۔
اور اُن کو خدا کے علوم سے صرف اُسی قدر اطلاع ہوتی ہے جن باتوں پر وُہ آپ مطلع
کرے اِس سے زیادہ نہیں اور وُہ خدائے تعالےٰ سے ڈرتے ہیں اور خدا کے
تمام کامل نام اسی سے مخصوص ہیں اور ان میں شرکت غیر کی جائز نہیں۔ سو خدا کو
اُنہیں ناموں سے پکارو جو بلا شرکتِ غیرے ہیں یعنی نہ مخلوقاتِ ارضی و سماوی کے
نام خدا کے لئے وضع کرو۔ اور نہ خدا کے نام مخلوق چیزوں پر اطلاق کرو۔ اور اُن
لوگوں سے جُدا رہو جو کہ خدا کے ناموں میں شرکتِ غیر جائز رکھتے ہیں عنقریب وُہ

۴۲۷

پانی ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اُس میں اُترتا کیسی ہی بیماری میں کیوں نہ ہو اُس سے چنگا ہو جاتا تھا اور وہاں ایک شخص تھا کہ جو اٹھتیس برس سے بیمار تھا یسوع نے

۴۲۷

سے حصہ نہ پہنچا ہو۔ یہ وہی مکافاتِ عظیمہ کا انتہائی مرتبہ ہے جس کو فرقانِ مجید نے دوسرے لفظوں میں بہشت اور دوزخ کے نام سے تعبیر کیا ہے اور اپنی کامل اور روشن کتاب میں بتلا دیا ہے کہ وہ بہشت اور دوزخ رُوحانی اور جسمانی دونوں قسم کے مکافات پر

۴۲۷

اپنے کاموں کا بدلہ پائیں گے۔ تم اے مُشرکو بجُز خدا کے صرف بیجان بُتوں کی پرستش کرتے ہو اور سراسر جھُوٹ پر جم رہے ہو۔ سو اس پلیدی سے جو بُت ہیں پرہیز کرو اور دروغگوئی سے باز آؤ۔ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں کیا اُنکے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں کیا اُنکی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں کیا اُنکے کان ہیں جن سے وہ سُنتے ہیں اور تم سُورج اور چاند کو بھی مت سجدہ کرو اور اُس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر حقیقی طور پر خدا کے پرستار ہو تو اسی خالق کی پرستش کرو نہ مخلوق کی۔ سُورج کو یہ طاقت نہیں کہ چاند کی جگہ پہنچ جائے اور نہ رات دن پر سبقت کرسکتی ہے کوئی ستارہ اپنے فلک مقرری سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ زمین آسمان میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو مخلوق اور بندۂ خدا ہونے سے باہر ہو اور اگر کوئی کہے کہ مَیں بھی بمقابلۂ خدائے تعالیٰ ایک خدا ہوں تو ایسے شخص کو ہم واصلِ جہنم کریں اور ظالموں کو ہم یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ سو تم خدا اور اُسکے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ تین ہیں باز آجاؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اے لوگو ایک مثال ہے تم غور کرکے سُنو جن چیزوں سے تم مرادیں مانگتے ہو وہ چیزیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتیں اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین لے تو اس سے چھوڑا نہیں سکتیں۔ طالب بھی ضعیف ہیں اور مطلوب بھی ضعیف یعنے مخلوق چیزوں سے مرادیں مانگنے والے ضعیف العقل ہیں اور مخلوق چیزیں جو معبود ٹھہرائی گئیں وہ ضعیف القدرت ہیں۔ مشرک لوگوں نے جیسا چاہیئے تھا خدا کو شناخت نہیں کیا وُہ ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا خدا کا کارخانہ بغیر دُوسرے شرکاء کے چل نہیں سکتا حالانکہ خدا اپنی ذات میں صاحبِ قوتِ تامہ

ص ۴۳۸

جب اُسے پڑے ہوئے دیکھا اور جانا کہ وہ بڑی مدّت سے اس حالت میں ہے۔ تو اُس سے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ چنگا ہو جائے۔ بیمار نے اُسے جواب دیا کہ اے

ص ۴۳۸

کامل طور پر مشتمل ہے اور اُن دونوں قسموں کو کتاب ممدوح میں مفصل طور پہ بیان فرما دیا ہے اور سعادتِ عظمیٰ اور شقاوتِ عظمیٰ کی حقیقت کو بخوبی کھول دیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اِس صداقتِ قصویٰ اور نیز دُوسری گذشتہ بالا صداقتوں سے برہمو سماج والے ناآشنا محض ہیں۔

ص ۴۳۸

اور غلبہ کاملہ ہے تمام قوتیں اسی کیلئے خاص ہیں اور مشرک لوگ ایسے نادان ہیں کہ جنّات کو خدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور اُس کیلئے بغیر کسی علم اور اطلاع حقیقتِ حال کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور یہود کہتے ہیں کہ عُزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ مسیح کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں یہ سب اُن کے مُونہہ کی باتیں ہیں جن کی صداقت پر کوئی حُجّت قائم نہیں کر سکتے بلکہ صرف پہلے زمانہ کے مشرکوں کی ریس کر رہے ہیں ملعونوں نے سچائی کا راستہ کیسا چھوڑ دیا اپنے فقیہوں اور درویشوں اور مریم کے بیٹے کو خدا ٹھہرا لیا ہے حالانکہ حکم یہ تھا کہ فقط خدائے واحد کی پرستش کرو خدا اپنی ذات میں کامل ہے اس کو کچھ حاجت نہیں کہ بیٹا بناوے کونسی کسر اس کی ذات میں رہ گئی تھی جو بیٹے کے وجود سے پوری ہو گئی اور اگر کوئی کسر نہیں تھی تو پھر کیا بیٹا بنانے میں خدا ایک فضول حرکت کرتا جس کی اس کو کچھ ضرورت نہ تھی وہ تو ہر یک عبث کام اور ہر یک حالتِ ناتمام سے پاک ہے جب کسی بات کو کہتا ہے ہو تو ہو جاتی ہے۔ اہلِ اسلام جو ایمان لائے ہیں جنہوں نے توحید خالص اختیار کی اور یہود جنہوں نے اولیاء اور انبیاء کو اپنا قاضی الحاجات ٹھہرا دیا اور مخلوق چیزوں کو کارخانۂ خدائی میں شریک مقرر کیا اور صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور نصاریٰ جنہوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اور مجوس جو آگ اور سُورج کے پرستار ہیں اور باقی تمام مشرک جو طرح طرح کے شرک میں گرفتار ہیں خدا اُن سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دیگا خدا ہر یک چیز پر شاہد ہے اور خود مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا کچھ

ص ۴۳۹

خداوند مجھ پاس آدمی نہیں کہ جب پانی ملے تو مجھے اُس میں ڈال دے اور جب تک مَیں آپ سے آؤں دُوسرا مجھ سے پہلے اُتر پڑتا ہے۔ اَب ظاہر ہے کہ وہ شخص جو

ص ۴۳۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

چھٹی صداقت جو سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ اے صاحبِ صفاتِ کاملہ اور مبدءِ فیوضِ اربعہ ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور پرستش وغیرہ ضرورتوں اور حاجتوں میں مدد بھی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر [illegible]

پوشیدہ بات نہیں یہ بات نہایت بدیہی ہے اور ہریک شخص ذاتی توجہ سے دیکھ سکتا ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں اجرام فلکی اور اجسام ارضی و نباتات اور جمادات اور حیوانات اور عناصر اور چاند اور سُورج اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور طرح طرح کے جاندار اور انسان ہیں جنکی مشرک لوگ پُوجا کرتے ہیں یہ سب چیزیں خدا کو سجدہ کرتی ہیں یعنی اپنی ہستی اور بقاء اور وجود میں اسکی محتاج پڑی ہوئی ہیں اور بہ تذلل تمام اُسکی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ایک دم اس سے بے نیاز نہیں پس انہیں چیزوں سے جو آپ ہی حاجتمند ہیں حاجتیں مانگنا صریح گمراہی ہے

ص ۴۳۹

اور بعض انسان جو سرکش ہو جاتے ہیں وہ بھی تذلل سے خالی نہیں کیونکہ اسی دُنیا میں طرح طرح کے آلام اور اسقام اور افکار اور ہموم کا عذاب اُن پر نازل ہوتا رہتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی اُن کیلئے طیار ہے پھر بجز خدا کے کونسی چیز ہے جسکے وجود پر نظر کرنے سے صرف غنی اور بے نیاز ہونے کی اُس میں پائی جاتی ہے تا کوئی اُسکو اپنا معبود ٹھہراوے اور جبکہ کوئی چیز بجز خدا کے غنی اور بے نیاز نہیں تو تمام مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا ثابت ہے یہ چند آیاتِ قرآن شریف ہیں جنکو رگ وید کی طول طویل شرتیوں کے مقابلہ پر ہم نے اِس جگہ بیان کیا ہے اب وید کی شرتیوں میں جس قدر بے فائدہ طوالت اور فضول تقریر اور بے سروپا اور دھوکا دینے والا مضمون اور غیر معقول باتیں ہیں بمقابلہ اُسکے دیکھنا چاہیئے کہ کیونکر قرآن شریف کی آیات میں بکمال ایجاز و لطافت توحید کے ایک عظیم الشان دریا کو معہ دلائل حکمیہ و براہینِ فلسفیہ اقل قلیل الفاظ میں بھر دیا ہے اور کیونکر مدلل اور موجز عبارت میں تمام ضروریات توحید کا ثبوت دیکر طالبینِ حق پر معرفتِ الٰہی کا دروازہ کھول دیا ہے اور کیونکہ ہر یک

ص۴۴

حضرت عیسیٰ کی نبوّت کا منکر ہے اور اُن کے معجزات کا انکاری ہے جب یوحنّا کی یہ عبارت پڑھے گا اور ایسے حوض کے وجود پر اطلاع پائیگا کہ جو حضرت

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

تجھ سے ہی چاہتے ہیں یعنے خالصًا معبود ہمارا تو ہی ہے اور تیرے تک پہنچنے کے لئے کوئی اور دیوتا ہم اپنا ذریعہ قرار نہیں دیتے نہ کسی انسان کو نہ کسی بُت کو نہ اپنی عقل اور

ص۴۴

علم کو کچھ حقیقت سمجھتے ہیں اور ہر بات میں تیری ذات قادرِ مطلق سے مدد چاہتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آیت اپنے پُر زور بیان سے مستعد دلوں پر پُورا پُورا اثر ڈال رہی ہے اور اندرونی تاریکیوں کو دُور کرنے کیلئے اعلیٰ درجہ کی روشنی دکھلا رہی ہے اسی جگہ سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے کہ کس کتاب میں بلاغت اور خوش بیانی اور زورِ تقریر پایا جاتا ہے اور کونسی کتاب کلام بلیغ اور فصیح سے محروم ہے۔ نیک دل اور منصف انسان جب بہ نیّت مقابلہ و موازنہ وید اور قرآن شریف کی عبارت پر نظر ڈالے گا۔ تو اُسے فی الفور یہ دکھائی دیگا کہ وید اپنی عبارت میں ایسا کچا اور ناتمام ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں طرح طرح کے شکوک پیدا کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی نسبت انواع اقسام کی بدگمانیوں میں ڈالتا ہے اور کسی جگہ اپنے دعویٰ کو طاقتِ بیانی

ص۴۴

سے واضح کر کے نہیں دکھلاتا اور نہ پایۂ ثبوت تک پہنچاتا ہے بلکہ یہ خود معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کا دعویٰ کیا ہے اور اگر کچھ معلوم بھی ہوتا ہے تو بس یہی کہ وہ اگنی اور سورج اور اندر وغیرہ کی پرستش کرانا چاہتا ہے اور اس پر بھی کوئی حجت اور دلیل پیش نہیں کرتا کہ کب سے اور کیونکر ان چیزوں کو خدائی کا مرتبہ حاصل ہوگیا۔ اور پھر باوجود اس مہمل بیانی کے چاروں وید اس قدر لمبی اور طول طویل عبارت میں لکھے گئے ہیں جن کا مطالعہ شاید کوئی بڑا محنتی آدمی بشرطیکہ اُسکی عمر بھی دراز ہو کر سکے۔ اور بمقابلہ اسکے جب منصف آدمی قرآن شریف کو دیکھے تو فی الفور اُسے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں ایجاز کلام اور قَلَّ وَدَلَّ بیان میں جو لازمہ ضروریہ بلاغت ہے وہ کمال دکھلایا ہے کہ وہ باوجود احاطہ جمیع ضروریات دین اور استیفا تمام دلائل و براہین کے اس قدر حجم میں قلیل المقدار ہے کہ انسان

ص ۴۱۲

عیسیٰ کے مُلک میں قدیم سے چلا آتا تھا اور جس میں قدیم سے یہ خاصیت تھی کہ اُس میں ایک ہی غوطہ لگانا ہر یک قسم کی بیماری کو گو وہ کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص ۴۱۲

یہ صداقت بھی ہمارے مخالفین کی نظر سے چھپی ہوئی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ بُت پرست لوگ بجز ذاتِ واحد خدائے تعالےٰ کے اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور آریہ سماج والے اپنی رُوحانی طاقتوں کو غیر مخلوق سمجھ کر اُن کے زور سے مکتی حاصل

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

صرف تین چار پہر کے عرصہ میں ابتدا سے انتہا تک بفراغ خاطر اس کو پڑھ سکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ بلاغت قرآنی کس قدر بھارا معجزہ ہے کہ علم کے ایک بحرِ ذخار کو تین چار جُز میں لپیٹ کر دکھلا دیا ہے اور حکمت کے ایک جہان کو صرف چند صفحات میں بھر دیا ہے کیا کبھی کسی نے دیکھا یا سُنا کہ اِس قدر قلیل الحجم کتاب تمام زمانہ کی صداقتوں پر مشتمل ہو کیا عقل کسی عاقل کی انسان کیلئے یہ مرتبہ عالیہ تجویز کر سکتی ہے کہ وہ تھوڑے سے لفظوں میں ایک دریا حکمت کا بھر دے جس سے علمِ دین کی کوئی صداقت باہر نہ ہو یہ واقعی اور سچی باتیں ہیں جنکو ہم لکھتے ہیں جسے انکار ہو وہ بمقابلہ ہمارے امتحان کرلے۔ اِس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وید کا کلام ایک اور ضروری نشانی سے جو کلامِ الٰہی کیلئے لابدی و لازمی ہے خالی ہے اور وہ یہ ہے کہ وید میں پیشگوئیوں کا نام و نشان نہیں اور وید ہرگز اخبارِ غیبیہ پر مشتمل نہیں ہے حالانکہ جو کتاب خدا کا کلام کہلاتی ہے اُس کیلئے یہ ضروری بات ہے کہ خدا کے انوار اُس میں ظاہر ہوں یعنے

ص ۴۱۳

جیسے خدائے تعالیٰ عالم الغیب اور قادرِ مطلق بے مثل و بے ہمتا ہے ویسا ہی لازم ہے کہ اُس کا کلام جو اُسکی صفاتِ کاملہ کا آئینہ ہے صفاتِ مذکورہ کو اپنی صُورتِ حالی میں ثابت کرتا ہو ظاہر ہے کہ خدا کے کلام سے یہی علّتِ غائی ہے کہ تا اُسکے ذریعہ سے کامل طور پر خدا کی ذات اور صفات کا علم حاصل ہو اور تا انسان وجوہاتِ قیاسی سے ترقی کرکے عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ علمی تب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ جب خدا کا کلام طالبِ حقیقت کو صرف عقل کے حوالہ نہ کرے بلکہ اپنی ذاتی تجلیات سے

دُور کر دیتا تھا تو خواہ نخواہ اُس کے دل میں ایک قوی خیال پیدا ہو گا کہ
اگر حضرت مسیح نے کچھ خوارقِ عجیبہ دکھلائے ہیں تو بلاشبہ اُن کا یہی موجب

ص۴۴۴

حاشیہ نمبر ۱۱

کرنا چاہتے ہیں۔ برہمو سماج والے الہام کی روشنی سے مونہہ پھیر کر اپنی عقل کو ایک
دیوی قرار دے بیٹھے ہیں جو کہ اُن کے زعمِ باطل میں خدا تک پہنچانے میں اختیار
کُلّی رکھتی ہے اور سب الٰہی اسرار پر محیط اور متصرف ہے سو وہ لوگ بجائے خدا کے

ص۴۴۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہر یک عقیدہ کو کھولدے مثلاً بہت سی پیشگوئیاں اور اخبارِ غیبیہ بیان کر کے اور پھر اُنکا پورا ہونا
دِکھلا کر صفتِ عالم الغیبی کی جو خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہے طالبِ حق پر ثابت کرے
علیٰ ہذا القیاس اپنے تابعین کو پُوری پُوری مدد کا وعدہ دیکر اور پھر اُن وعدوں کو پُورا
کر کے اپنا قادر اور صادق اور ناصر ہونا بہ پایۂ ثبوت پہنچاوے لیکن اِن باتوں میں سے
وید میں کوئی بھی نہیں بشرطیکہ کوئی انصاف پر آوے اور غور اور فکر سے نگاہ کرے تو اُس پر
ظاہر ہو گا کہ وید میں اِن نشانیوں میں سے کوئی نشانی پائی نہیں جاتی اور جس تکمیل علمی کے لئے
کلامِ الٰہی نازل ہوتا ہے اُس تکمیل کا سامان وید کے پاس موجود نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر
عقلی طور پر ایک عقلمند آدمی معرفت الٰہی کیلئے سامان طیار کرتا ہے اور حتی الوسع والطاقت
اپنے قدم کو غلطی اور خطا سے بچاتا ہے وہ مرتبہ بھی وید کو حاصل نہیں اور وید کے اصول ایسے
فاسد اور بدیہی البطلان ہیں کہ دس برس کا بچہ بھی بشرطیکہ تعصّب اور ضد نہ کرے اُن کی غلطی
اور بے راہی پر شہادت دے سکتا ہے۔ پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جن رُوحانی تاثیرات پر
فرقانِ مجید مشتمل ہے اُن سے بھی وید بکلّی محروم اور تہیدست ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ فرقانِ مجید
باوجود اُن تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک رُوحانی تاثیر
اپنی ذاتِ بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اُس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور
منوّر الباطن اور منشرح الصدر اور مقبولِ الٰہی اور قابلِ خطاب حضرتِ عزت بنا دیتا ہے اور
اُس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوضِ غیبی اور تائیداتِ لاریبی اُس کے شاملِ حال کر

ص۴۴۲

ہوگا کہ حضرتِ ممدوح اُسی حوض کے پانی میں کچھ تصرّف کرکے ایسے ایسے خوارق دکھلاتے ہوں گے کیونکہ اِس قسم کے اقتباس کی ہمیشہ دُنیا میں بہت سی

پرستش اور استمداد کے اُسی سے اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن کا خطاب کر رہے ہیں اور شرک خفی میں گرفتار اور مبتلا ہیں اور جب منع کیا جائے تو کہتے ہیں عقل عطیاتِ الٰہیّہ سے ہے اور اسی غرض سے بخشی ہے کہ تا انسان اپنی معاش اور مہمات میں اُسکو استعمال میں لاوے۔ پس عطیۂ الٰہیہ کا استعمال میں لانا شرک نہیں بن سکتا۔ سو واضح ہو کہ یہ اُنکی غلطی ہے اور بارہا یہ امر معرضِ بیان میں آ لیا ہے کہ جس یقین کامل اور جن معارفِ حقّہ پر ہماری نجات موقوف ہے اُن مقاصدِ عالیہ کے حصول کے لئے عقل

دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں اور حضرتِ احدیّت کی طرف سے وہ لذیذ اور دلآرام کلام اُسپر نازل ہوتا ہے جس سے اُسپر دمبدم کھلتا جاتا ہے کہ وہ فرقانِ مجید کی سچی متابعت سے اور حضرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی پیروی سے اُن مقامات تک پہنچایا گیا ہے کہ جو محبوبانِ الٰہی کیلئے خاص ہیں اور اُن ربّانی خوشنودیوں اور مہربانیوں سے بہرہ یاب ہوگیا ہے جن سے وہ کامل ایماندار بہرہ یاب تھے جو اُس سے پہلے گذر چکے ہیں اور نہ صرف مقال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر بھی اُن تمام محبتوں کا ایک صافی چشمہ اپنے پر صدق دل میں بہتا ہوا دیکھتا ہے اور ایک ایسی کیفیت تعلّق باللہ کی اپنے منشرح سینہ میں مشاہدہ کرتا ہے جسکو نہ الفاظ کے ذریعہ سے اور نہ کسی مثال کے پیرایہ میں بیان کرسکتا ہے اور انوارِ الٰہی کو اپنے نفس پر بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ انوار کبھی اخبارِ غیبیہ کے رنگ میں اور کبھی علوم و معارف کی صُورت میں اور کبھی اخلاقِ فاضلہ کے پیرایہ میں اُسپر اپنا پرتوہ ڈالتے رہتے ہیں یہ تاثیرات فرقانِ مجید کی سلسلہ وار چلی آتی ہیں اور جب سے کہ آفتابِ صداقت ذاتِ بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں آیا اُسی دم سے آجتک ہزار ہا نفوس جو استعداد اور قابلیّت رکھتے تھے متابعت کلامِ الٰہی اور اتباعِ رسولِ مقبول سے مدارجِ عالیہ مذکورۂ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اِس قدر ان پر پے در پے اور علی الاتصال تلطفات و تفضّلات وارد کرتا ہے اور

نظیریں پائی گئی ہیں اور اب بھی ہیں اور عند العقل یہ بات نہایت صحیح اور قرینِ قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ذریعہ نہیں بن سکتی ہاں اُن معارف کے حاصل کرنے کے بعد اُنکی صداقت اور سچائی کو سمجھ سکتی ہے لیکن وہ انکشاف صحیح اور کامل فقط اُس پاک اور صاف روشنی سے ہوتا ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کی ذات میں موجود ہے اور عقل کی دُود آمیز اور ناقص روشنی جو انسان میں موجود ہے اُس جگہ عاجز ہے سو شرک اسی طرح لازم آتا ہے کہ برہمو سماج والے خدا کے اُس روشن کلام سے کہ جو انکشافِ صحیح اور کامل کا مدار ہے مونہہ پھیر کر اور اُس سے بکلّی بے نیازی ظاہر کر کے اپنی ہی عقلِ ناقص کو رہبرِ مطلق ٹھہراتے ہیں اور بنائے کار بناتے ہیں۔ سو اُنکا دلِ بیمار اس دھوکہ میں پڑا ہوا ہے کہ جس منزلِ عالی تک الٰہی توفیتیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اپنی حمایتیں اور عنایتیں دکھلاتا ہے کہ صافی نگاہوں کی نظر میں ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ منظورانِ نظرِ احدیّت سے ہیں جن پر لطفِ ربّانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضلِ یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا ہے کہ وہ انعاماتِ خارقِ عادت سے سرفراز ہیں اور کراماتِ عجیب اور غریب سے ممتاز ہیں اور محبوبیّت کے عطر سے معطّر ہیں اور مقبولیّت کے فخروں سے مفتخر ہیں اور قادرِ مطلق کا نور اُنکی صحبت میں اُنکی توجّہ میں اُنکی ہمت میں اُنکی دُعا میں اُنکی نظر میں اُنکے اخلاق میں اُنکی طرزِ معیشت میں اُنکی خوشنودی میں اُنکے غضب میں اُنکی رغبت میں اُنکی نفرت میں اُنکی حرکت میں اُنکے سکون میں اُنکے نطق میں اُنکی خاموشی میں اُن کے ظاہر میں اُنکے باطن میں ایسا بھرا ہُوا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک لطیف اور مصفّا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہُوا ہوتا ہے اور اُن کے فیضِ صحبت اور ارتباط اور محبت سے وہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ جو ریاضاتِ شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور اُن کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کر لیتی ہے اور نیک اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور شوریدگی اور امارگیٔ نفس کی روبکمی ہونے لگتی ہے۔ اور

اندھوں لنگڑوں وغیرہ کو شفا حاصل ہوئی ہے تو بالیقین یہ نسخہ حضرتِ مسیح نے اُسی حوض سے اُڑایا ہوگا اور پھر نادانوں اور سادہ لوحوں میں کہ جو بات کی تہ تک ۴۴۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور ربّانی تجلیات پہنچا سکتے ہیں اُس منزل تک اُنکی اپنی ہی عقل پہنچا دیگی۔ اب ظاہر ہے کہ اِس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا کہ اپنی عقل کی طاقت کو ربّانی طاقت کے مساوی بلکہ اس سے عمدہ تر خیال کر رہے ہیں۔ سو دیکھئے وہی بات سچ نکلی یا نہیں کہ وہ بجائے خدا کے عقل سے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پکار رہے ہیں عیسائیوں کا حال بیان کرنا کچھ ضرورت ہی نہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ حضراتِ عیسائی بجائے اسکے ۴۴۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اطمینان اور حلاوت پیدا ہوتی جاتی ہے اور بقدر استعداد اور مناسبت ذوقِ ایمانی جوش مارتا ہے اور اُنس اور شوق ظاہر ہوتا ہے اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے اور اُنکی صُحبتِ طویلہ سے بضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع عن الدنیا میں توجہ الی اللہ میں اور محبتِ الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد میں اور وفا اور رضا اور استقامت میں اُس عالی مرتبہ پر ہیں جس کی نظیر دُنیا میں نہیں دیکھی گئی اور عقلِ سلیم فی الفور معلوم کر لیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر اُن کے پاؤں سے اُتارے گئے ہیں جن میں دُوسرے لوگ گرفتار ہیں اور وہ تنگی اور انقباض اُن کے سینہ سے دُور کیا گیا ہے جس کے باعث سے دُوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں۔ ایسا ہی وہ لوگ تحدیث اور مکالمات حضرتِ احدیّت سے بکثرت مشرف ہوتے ہیں اور متواتر اور دائمی خطابات کے قابل ٹھہر جاتے ہیں اور حق جلّ وعلا اور اُس کے مستعد بندوں میں ارشاد اور ہدایت کے لئے واسطہ گردانے جاتے ہیں۔ اُن کی نورانیت دوسرے دلوں کو منور کر دیتی ہے اور جیسے موسم بہار کے آنے سے نباتی قوتیں جوش زن ہو جاتی ہیں ایسا ہی اُن کے ظہور سے فطرتی نور طبائع سلیمہ میں جوش مارتے ہیں اور خود بخود ہر یک سعید کا دل یہی چاہتا ہے کہ اپنی سعادتمندی کی استعدادوں کو بکوشش تمام منصۂ ظہور میں لاوے اور خوابِ غفلت کے پردوں سے خلاصی پاوے اور معصیت اور فسق و فجور ۴۴۵

۵۴۴ نہیں پہنچتے اور اصل حقیقت کو نہیں شناخت کر سکتے یہ مشہور کر دیا کہ ایک رُوح کی مدد سے ایسے ایسے کام کرتا ہوں بالخصوص جبکہ یہ بھی ثابت ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ خداوند تعالیٰ کی خالص طور پر پرستش کریں مسیح کی پرستش میں مشغول ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے کاروبار میں خدا سے مدد چاہیں مسیح سے مدد مانگتے رہتے ہیں۔ اور اُن کی زبانوں پر ہر وقت ربّنا المسیح ربّنا المسیح جاری ہے۔ سو وہ لوگ ۵۴۵ مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر عمل کرنے سے محروم اور راندہ درگاہِ الٰہی ہیں۔ ساتویں صداقت جو سُورۂ فاتحہ میں درج ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کے داغوں سے اور جہالت اور بیخبری کی ظلمتوں سے نجات حاصل کرے۔ سو اُنکے مبارک عہد میں کچھ ایسی خاصیت ہوتی ہے اور کچھ اس قسم کا انتشار نُورانیت ہو جاتا ہے کہ ہریک مومن اور طالبِ حق بقدر طاقتِ ایمانی اپنے نفس میں بغیر کسی ظاہری موجب کے انشراح اور شوق دینداری کا پاتا ہے اور ہمّت کو زیادت اور قوت میں دیکھتا ہے۔ غرض اُن کے اُس عطر لطیف سے جو اُن کو کامل متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے ہریک مخلص کو بقدر اپنے اخلاص کے حظ پہنچتا ہے ہاں جو لوگ شقی ازلی ہیں وہ اُس سے کچھ حصہ نہیں پاتے بلکہ اور بھی عناد اور حسد اور شقاوت میں بڑھ کر ہاویہ جہنم میں گرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ[1] پھر ہم اسی تقریر کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی غرض سے دُوسرے لفظوں میں دوہرا کر ۵۴۵ یہ تفصیل لکھتے ہیں کہ متبعین قرآن شریف کو جو انعامات ملتے ہیں اور جو مواہب خاصہ اُن کے نصیب ہوتے ہیں اگرچہ وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں مگر اُن میں سے کئی ایک ایسے انعاماتِ عظیمہ ہیں جن کو اس جگہ مفصّل طور پر بغرض ہدایت طالبین بطور نمونہ لکھنا قرینِ مصلحت ہے۔ چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

از انجملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوانِ نعمت فرقانیہ سے حاصل ہوتے

[1] بقرہ : ۸

۴۴۶

کہ حضرت مسیح اُسی حوض پر اکثر جایا بھی کرتے تھے تو اس خیال کو اور بھی قوّت حاصل ہوتی ہے۔ غرض مخالف کی نظر میں ایسے معجزوں سے کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جسکے معنے یہ ہیں کہ ہم کو وُہ راستہ دکھلا اور اُس راستہ پر ہم کو ثابت اور قائم کر کہ جو سیدھا ہے جس میں کسی نوع کی کجی نہیں۔ اِس صداقت کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی حقیقی دُعا یہی ہے کہ وہ خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ طلب کرے کیونکہ ہر یک مطلوب کے حاصل کرنے کیلئے طبعی قاعدہ یہ ہے کہ اُن وسائل کو حاصل کیا جائے جنکے ذریعہ سے وہ مطلب ملتا ہے اور خدا نے ہر یک امر کی تحصیل کیلئے یہی قانونِ قدرت ٹھہرا رکھا ہے کہ جو اُسکے حصول کے وسائل ہیں وہ حاصل کئے جائیں اور جن

۴۴۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہیں۔ جب انسان فُرقانِ مجید کی سچّی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اُسکے امر و نہی کے بکلّی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبّت اور اخلاص سے اُس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے اور کوئی اعراضِ صوری یا معنوی باقی نہیں رہتا۔ تب اُس کی نظر اور فکر کو حضرتِ فیاضِ مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اُس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب غریب لطائف اور نکاتِ علمِ الٰہی کے جو کلامِ الٰہی میں پوشیدہ ہیں اُسپر کُھلتے ہیں اور ابرِ نیساں کے رنگ میں معارفِ دقیقہ اُس کے دل پر برستے ہیں۔ وُہی معارفِ دقیقہ ہیں جن کو فُرقانِ مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا[۵]۔ یعنے خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اُس کو خیر کثیر دی گئی ہے یعنے حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اُس نے خیر کثیر کو پالیا۔ سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحرِ محیط کے رنگ میں ہیں جو کلامِ الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور اُن کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حقائقِ حقّہ اُن کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں۔ اور تائیداتِ الٰہیہ

۴۴۶

۵ بقرہ : ۲۷۰

جو قدیم سے حوص دکھلاتا رہا ہے حضرتِ عیسٰی کی نسبت بہت سے شکوک

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

راہوں پہ چلنے سے وہ مطلب مل سکتا ہے۔ وہ راہیں اختیار کی جائیں اور جب انسان صراطِ مستقیم پر ٹھیک ٹھیک قدم مارے اور جو حصولِ مطلب کی راہیں ہیں اُن پر چلنا اختیار کرے تو پھر مطلب خود بخود حاصل ہو جاتا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اُن راہوں کے چھوڑ دینے سے جو کسی مطلب کے حصول کے لئے بطور وسائل کے ہیں یونہی مطلب حاصل ہو جائے بلکہ قدیم سے یہی قانونِ قدرت بندھا ہوا چلا آتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہریک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان اُن کیلئے میسّر کر دیتی ہیں جس سے بیان اُنکا ادھورا اور ناقص نہیں رہتا اور نہ کچھ غلطی واقعہ ہوتی ہے۔ سو جو جو علوم و معارف و دقائق حقائق و لطائف و نکات و ادلّہ و براہین اُن کو سُوجھتے ہیں وہ اپنی کمیّت اور کیفیت میں ایسے مرتبۂ کاملہ پر واقع ہوتے ہیں کہ جو خارقِ عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دُوسرے لوگوں سے ممکن نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ ہی نہیں بلکہ تفہیمِ غیبی اور تائیدِ صمدی اُنکی پیش رَو ہوتی ہے۔ اور اُسی تفہیم کی طاقت سے وہ اسرار اور انوارِ قرآنی اُن پر کھلتے ہیں کہ جو صرف عقل کی دُود آمیز روشنی سے کھل نہیں سکتے۔ اور یہ علوم و معارف جو اُن کو عطا ہوتے ہیں جن سے ذات اور صفاتِ الٰہی کے متعلق اور عالمِ معاد کی نسبت لطیف اور باریک باتیں اور نہایت عمیق حقیقتیں اُن پر ظاہر ہوتی ہیں یہ ایک رُوحانی خوارق ہیں کہ جو بالغ نظروں کی نگاہوں میں جسمانی خوارق سے اعلیٰ اور الطف ہیں بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عارفین اور اہل اللہ کا قدر و منزلت دانشمندوں کی نظر میں انہیں خوارق سے معلوم ہوتا ہے اور وہی خوارق اُن کی منزلت عالیہ کی زینت اور آرائش اور اُن کے چہرہ صلاحیت کی زیبائی اور خوبصورتی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ علوم و معارفِ حقّہ کی ہیبت سب سے زیادہ اُس پر اثر

اور شبہات پیدا ہوتے ہیں اور اس بات کے ثبوت میں بہت سی مشکلات پڑتی ہیں کہ یہودیوں کی رائے کے موافق مسیح مکار اور شعبدہ باز نہیں تھا اور نیک چلن

ہر یک مقصد کے حصول کے لئے ایک مقرری طریقہ ہے جب تک انسان اس طریقہ مقررہ پر قدم نہیں مارتا تب تک وہ امر اس کو حاصل نہیں ہوتا۔ پس وہ شے جس کو محنت اور کوشش اور دعا اور تضرع سے حاصل کرنا چاہیئے صراطِ مستقیم ہے۔ جو شخص صراطِ مستقیم

ڈالتی ہے اور صداقت اور معرفت ہر یک چیز سے زیادہ اسکو پیاری ہے اور اگر ایک زاہد عابد ایسا فرض کیا جائے کہ صاحب مکاشفات ہے اور اخبارِ غیبیہ بھی اسے معلوم ہوتے ہیں اور ریاضاتِ شاقہ بھی بجالاتا ہے اور کئی اور قسم کے خوارق بھی اُس سے ظہور میں آتے ہیں۔ مگر علمِ الٰہی کے بارہ میں سخت جاہل ہے۔ یہاں تک کہ حق اور باطل میں تمیز ہی نہیں کرسکتا بلکہ خیالاتِ فاسدہ میں گرفتار اور عقائدِ غیر صحیحہ میں مبتلا ہے ہر یک بات میں خام اور ہر یک رائے میں فاش غلطی کرتا ہے تو ایسا شخص طبائع سلیمہ کی نظر میں نہایت حقیر اور ذلیل معلوم ہوگا۔ اسکی یہی وجہ ہے کہ جس شخص سے دانا انسان کو جہالت کی بدبُو آتی ہے اور کوئی احمقانہ کلمہ اسکے منہ سے سُن لیتا ہے تو فی الفور اسکی طرف سے دل متنفر ہو جاتا ہے اور پھر وہ شخص عاقل کی نظر میں کسی طور سے قابلِ تعظیم نہیں ٹھہر سکتا اور گو کیسا ہی زاہد عابد کیوں نہ ہو کچھ حقیر سا معلوم ہوتا ہے پس انسان کی اس فطرتی عادت سے ظاہر ہے کہ خوارقِ روحانی یعنے علوم و معارف اس کی نظر میں اہل اللہ کیلئے شرط لازمی اور اکابر دین کی شناخت کے لئے علاماتِ خاصہ اور ضروریہ ہیں۔ پس یہ علامتیں فرقانِ شریف کی کامل تابعین کو اکمل اور اتم طور پر عطا ہوتی ہیں اور باوجودیکہ ان میں سے اکثروں کی سرشت پر امیت غالب ہوتی ہے اور علوم رسمیہ کو باستیفا حاصل نہیں کیا ہوتا لیکن نکات اور لطائف علمِ الٰہی میں اس قدر اپنے ہمعصروں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے مخالف ان کی تقریروں کو سُنکر یا اُن کی تحریروں کو پڑھ کر اور دریائے حیرت

ص۴۴۷

آدمی تھا جس نے اپنے عجائبات کے دکھلانے میں اس قدیمی حوض سے کچھ مدد نہیں لی اور سچ مچ معجزات ہی دکھائے ہیں اور اگرچہ قرآن شریف

ص۴۴۷

کی طلب میں کوشش نہیں کرتا اور نہ اُس کی کچھ پرواہ رکھتا ہے وہ خدا کے نزدیک ایک کجرو آدمی ہے اور اگر وہ خدا سے بہشت اور عالم ثانی کی راحتوں کا طالب ہو تو حکمتِ الٰہی اُسے یہی جواب دیتی ہے کہ اے نادان اوّل صراطِ مستقیم کو

میں پڑکر بلا اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ اُن کے علوم و معارف ایک دوسرے عالم سے ہیں جو تائیداتِ الٰہی کے رنگ خاص سے رنگین ہیں اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اگر کوئی منکر بطور مقابلہ کے الٰہیات کے مباحث میں سے کسی بحث میں اُن کی محققانہ اور عارفانہ تقریروں کے ساتھ کسی تقریر کا مقابلہ کرنا چاہے تو اخیر پر بشرطِ انصاف و دیانت اسکو اقرار کرنا پڑیگا کہ صداقتِ حقہ اُسی تقریر میں تھی جو اُن کے منہ سے نکلی تھی اور جیسے جیسے بحث عمیق ہوتی جائیگی بہت سے لطیف اور دقیق براہین ایسے نکلتے آئیں گے جن سے روز روشن کی طرح اُن کا سچا ہونا کھلتا جائیگا چنانچہ ہریک طالبِ حق پر اُس کا ثبوت ظاہر کرنے کیلئے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ ازاں جملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظِ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور

ص۴۴۸

یہ عصمت بھی فرقانِ مجید کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے۔ اور اسجگہ عصمت سے مراد ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی لغزش بھی ہو جائے تو رحمتِ الٰہیہ جلد تر اُن کا تدارک کرلیتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفس امارہ کے مقتضیات سے نہایت دور پڑا ہوا ہے جس کا حاصل ہونا بجز توجہ خاص الٰہی کے ممکن نہیں مثلاً اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ صرف ایک کذب اور دروغگوئی کی عادت سے اپنے جمیع معاملات اور بیانات اور حرفوں اور پیشوں میں قطعی طور پر باز رہے تو یہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع

پر ایمان لانے کے بعد ان وساوس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر
جو شخص ابھی قرآن شریف پر ایمان نہیں لایا اور یہودی یا ہندو یا عیسائی

ص۴۴۹

بقیہ حاشیہ

طلب کر پھر یہ سب کچھ تجھے آسانی سے مل جائے گا۔ سو سب دعاؤں سے مقدم دعا
جس کی طالب حق کو اشد ضرورت ہے طلب صراطِ مستقیم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے
مخالفین اس صداقت پر قدم مارنے سے بھی محروم ہیں۔ عیسائی لوگ تو اپنی ہر

ص۴۴۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس کام کے کرنے کیلئے کوشش اور سعی بھی کرے تو اس قدر موانع اور عوائق
اس کو پیش آتے ہیں کہ بالآخر خود اُس کا یہ اصول ہو جاتا ہے کہ دُنیا داری میں جھوٹ اور
خلاف گوئی سے پرہیز کرنا ناممکن ہے۔ مگر ان سعید لوگوں کیلئے کہ جو سچی محبت اور پرجوش
ارادت سے فرقانِ مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں۔ صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا
کہ وہ دروغگوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہر ناکردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادرِ مطلق
سے توفیق پاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ایسی تقریبات شنیعہ سے اُن کو
محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاکت کے ورطوں میں پڑیں۔ کیونکہ وہ دنیا کا نور ہوتے ہیں اور
ان کی سلامتی میں دنیا کی سلامتی اور انکی ہلاکت میں دُنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اسی جہت سے
وہ اپنے ہریک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور
خوشی اور غمی اور عُسر اور یُسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز
عملوں اور بیجا فہموں اور ہریک افراط اور تفریط نفسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم
بات پر ٹھہرنا نہیں پاتے کیوں کہ خود خداوند کریم ان کی تربیت کا متکفل ہوتا ہے۔ اور
جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیّبہ میں خشک دیکھتا ہے۔ اُس کو فی الفور اپنے مربیانہ
ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایتِ الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔
اور یہ نعمت محفوظیت کی جو ان کو عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی بغیر ثبوت نہیں
بلکہ زیرک انسان کسی قدر صحبت سے اپنی پوری تسلی سے اس کو معلوم کر سکتا

ص۴۴۹

ہے وہ کیونکر ایسے وساوس سے نجات پاسکتا ہے اور کیونکر اس کا دل اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ باوجود ایسے عجیب حوض کے جس میں ہزاروں لنگڑے اور لولے

دعائیں روٹی ہی مانگا کرتے ہیں۔ اور اگر کھاپی کر اور پیٹ بھر کر بھی گرجا میں آویں پھر بھی جھوٹ موٹ اپنے تئیں بھوکے ظاہر کرکے روٹی مانگتے رہتے ہیں۔ گویا ان کا مطلوب اعظم روٹی ہی ہے و بس۔ آریہ سماج والے اور دوسرے ان کے

ہے۔ از انجملہ ایک مقام توکل ہے۔ جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمۂ صافی ہرگز میسّر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نورِ معرفت ایسا انکو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہوکر اور اسباب عادیہ سے بکلی اپنے تئیں دُور پاکر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراحِ خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دِنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزارہا خزائن ہیں۔ اُن کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحبِ دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ دلی اور یقینِ کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سیرتِ ایثار اُنکا مشرب ہوتا ہے اور خدمتِ خلق ان کی عادت ہوتی ہے اور کبھی انقباض ان کی حالت میں راہ نہیں پاتا اگرچہ سارا جہان اُن کا عیال ہو جائے اور فی الحقیقت خدائے تعالیٰ کی ستّاری مستوجب شکر ہے جو ہر جگہ اُن کی پردہ پوشی کرتی ہے اور قبل اس کے جو کوئی آفت فوق الطاقت نازل ہو اُن کو دامنِ عاطفت میں لے لیتی ہے کیونکہ ان کے تمام کاموں کا خدا متولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے آپ ہی فرمایا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ[1] لیکن دوسروں کو دنیاداری کے دل آزار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے اور وہ خارقِ عادت سیرت جو خاص ان لوگوں کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہے کسی دوسرے کے ساتھ ظاہر نہیں کی جاتی۔ اور یہ خاصہ انکا بھی صحبت سے بہت

[1] الاعراف : ۱۹۷

اور مادر زاد اندھے ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے اور جو صدہا سال سے اپنے خواص عجیبہ کے ساتھ یہودیوں اور اس ملک کے تمام لوگوں میں مشہور اور

۴۵۱

بُت پرست بھائی اپنی دُعاؤں میں جنم مرن سے بچنے کے لئے یعنی اواگون سے جو ان کے زعم باطل میں ٹھیک اور درست ہے طرح طرح کے اشلوک پڑھا کرتے ہیں اور صراطِ مستقیم کو خدا سے نہیں مانگتے۔ علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ نے تو اس جگہ جمع کا لفظ بیان

جلد ثابت ہو سکتا ہے۔ ازانجملہ ایک مقام محبّت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور انکے رگ و ریشہ میں اس قدر محبّتِ الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ انکی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوبِ حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار اُن کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارقِ عادت انس اور شوق ان کے قلوبِ صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلّی منقطع اور گسستہ کر دیتا ہے اور آتشِ عشقِ الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقاتِ خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبانِ صادق اس جوشِ محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ ان کیلئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسے عشاق مجازی کیلئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کیلئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چھپائے رکھیں بلکہ وہ عشق جو اُنکے کلام اور اُنکی صورت اور اُنکی آنکھ اور اُنکی وضع اور انکی فطرت میں گھس گیا ہے اور انکے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ انکے چھپانے سے ہرگز چھپ ہی نہیں سکتا۔ اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے اور سب سے بزرگ تر انکے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر آلام اُسکی طرف سے پہنچیں تو محبّتِ ذاتی کے غلبہ سے برنگِ انعام انکو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور عذاب کو شربت عذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تلوار کی تیز دھار ان میں اور انکے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتے اور کوئی بلیہ عظمیٰ اُنکو اپنے اس پیارے کی یاد داشت سے روک نہیں سکتے اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذات پاتے اور اُسی کی ہستی کو ہستی

زبان زد ہو رہا تھا اور بے شمار آدمی اس میں غوطہ مارنے سے شفا پا چکے تھے اور ہر روز نہ پاتے تھے اور ہر وقت ایک میلہ اسپر لگا رہتا تھا اور مسیح

کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کوئی انسان ہدایت طلب کرنے اور انعام الٰہی پانے سے ممنوع نہیں ہے۔ مگر بموجب اصول آریہ سماج کے ہدایت طلب کرنا گنہگار کے لئے ناجائز ہے اور خدا اس کو ضرور سزا دے گا۔ اور ہدایت پانا نہ پانا اسکے لئے برابر ہے۔ برہمو سماج والوں کا دعاؤں پر کچھ ایسا اعتقاد ہی نہیں وہ ہر وقت اپنی

خیال کرتے ہیں اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اسی کو۔ اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اسی کیلئے جیتے ہیں۔ اسی کیلئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر پھر بیخود ہیں نہ عزت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کیلئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لایدرک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں۔ اور تفہیم اور تفہم سے صُمٌّ بُکمٌ ہوتے ہیں اور ہریک مصیبت اور ہریک رسوائی کے سہنے کو طیار رہتے ہیں اور اس سے لذت پاتے ہیں۔

عشق است کہ برخاک مذلت غلطاند — عشق است کہ بر آتش سوزاں بنشاند
کس بہر کسے سرندہد جان نہ فشاند — عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

ازانجملہ اخلاقِ فاضلہ ہیں جیسے سخاوت شجاعت ایثار علو ہمت وفورِ شفقت حلم حیا مودت یہ تمام اخلاق بھی بوجہ احسن اور انسب انہیں سے صادر ہوتے ہیں اور وہی لوگ بہ یمن متابعتِ قرآنِ شریف وفاداری سے اخیر عمر تک ہریک حالت میں انکو بخوبی و شائستگی انجام دیتے ہیں اور کوئی انقباضِ خاطر انکو ایسا پیش نہیں آتا کہ جو اخلاقِ حسنہ کی کماینبغی صادر ہونے سے انکو روک سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ خوبی علمی یا عملی یا اخلاقی انسان سے صادر ہو سکتی ہے وہ صرف انسانی طاقتوں سے صادر نہیں ہو سکتی بلکہ اصل موجب اسکے صدور کا فضل الٰہی ہی ہے پس چونکہ یہ لوگ سب سے زیادہ مورد فضل الٰہی ہوتے ہیں اسلئے خود خداوند کریم اپنے تفضلات نامتناہی سے تمام خوبیوں سے انکو متمتع کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو

بھی اکثر اُس حوض پر جایا کرتا تھا اور اُس کی ان عجیب و غریب خاصیتوں سے
باخبر تھا مگر پھر بھی مسیح نے ان معجزات کے دکھلانے میں جنکو قدیم سے حوض

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عقل کے گھمنڈ میں رہتے ہیں اور نیز ان کا یہ بھی مقولہ ہے کہ کسی خاص دعا کو بندگی اور
عبادت کے لئے خاص کرنا ضروری نہیں۔ انسان کو اختیار ہے جو چاہے دُعا مانگے مگر یہ
اُن کی سراسر نادانی ہے اور ظاہر ہے کہ اگرچہ جزوی حاجات صدہا انسان کو لگی ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۵۲

کہ حقیقی طور پر بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں تمام اخلاق فاضلہ اور تمام نیکیاں اسی کے
لئے مسلّم ہیں۔ پھر جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہو کر اس ذاتِ خیر محض کا قرب حاصل
کرتا ہے اُسی قدر اخلاقِ الٰہیہ اس کے نفس پر منعکس ہوتی ہیں۔ پس بندہ کو جو جو خوبیاں اور سچی
تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قرب سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ
مخلوق فی ذاتہٖ کچھ چیز نہیں ہے سو اخلاقِ فاضلہ الٰہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر پڑتا ہے
کہ جو لوگ قرآنِ شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشرب
صافی اور رُوحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اخلاق فاضلہ ان سے صادر ہوتے
ہیں اسکی نظیر دُنیا میں نہیں پائی جاتی اگرچہ منہ سے ہر یک شخص دعویٰ کر سکتا ہے اور لاف و گزاف
کے طور پر ہر یک کی زبان چل سکتی ہے مگر جو تجربہ صحیحہ کا تنگ دروازہ ہے اس دروازہ سے
سلامت نکلنے والے یہی لوگ ہیں اور دوسرے لوگ اگر کچھ اخلاقِ فاضلہ ظاہر کرتے بھی ہیں تو
تکلف اور تصنع سے ظاہر کرتے ہیں اور اپنی آلودگیوں کو پوشیدہ رکھ کر اور اپنی بیماریوں کو چھپا کر اپنی
جھوٹی تہذیب دکھلاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ امتحانوں میں انکی قلعی کھل جاتی ہے اور تکلف اور تصنع
اخلاقِ فاضلہ کے ادا کرنے میں اکثر وہ اسلئے کرتے ہیں کہ اپنی دُنیا اور معاشرت کا حسن انتظام
وہ اسی میں دیکھتے ہیں اور اگر اپنی اندرونی آلائشوں کی ہر جگہ پیروی کریں تو پھر مہماتِ معاشرت میں
خلل پڑتا ہے۔ اور اگرچہ بقدر استعداد فطرتی کے کچھ تخم اخلاق کا ان میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اکثر نفسانی
خواہشوں کے کانٹوں کے نیچے دبا رہتا ہے اور بغیر آمیزش اغراضِ نفسانی کے خالصاً للہ

دکھلا رہا تھا اُسی حوض کی مٹی یا پانی سے کچھ مدد نہیں لی اور اسی میں کچھ تصرف کرکے اپنا نیا نسخہ نہیں نکالا۔ بلاشبہ ایسا خیال بے دلیل بات ہے کہ جو

حاشیہ نمبر ۱۱

مگر حاجتِ اعظم جس کا دن رات اور ہر یک دم فکر کرنا چاہیئے صرف ایک ہی ہے یعنی یہ کہ انسان ان طرح طرح کے حجب ظلمانیہ سے نجات پاکر معرفتِ کامل کے درجہ تک پہنچ جائے اور کسی طرح کی نابینائی اور کور باطنی اور بے مہری اور بیوفائی باقی نہ رہے بلکہ خدا کو کامل طور پر شناخت کرکے اور اسکی خالص محبت سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ظاہر نہیں ہوتا چہ جائیکہ اپنے کمال کو پہنچے اور خالصاً للہ انہیں میں وہ تخم کمال کو پہنچتا ہے کہ جو خدا کے ہو رہتے ہیں اور جن کے نفوس کو خدائے تعالیٰ غیریت کی لوث سے بکلی خالی پاکر خود اپنے پاک اخلاق سے بھر دیتا ہے اور اُنکے دلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ اُسکو آپ پیارے ہیں پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلق باخلاق اللہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کی توسط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور انکو بھوکے اور پیاسے پاکر وہ آبِ زلال انکو اپنے اس خاص چشمہ سے پلاتا ہے جس میں کسی مخلوق کو علی وجہ الاصالت اسکے ساتھ شرکت نہیں۔ اور منجملہ ان عطیات کے ایک کمالِ عظیم جو قرآنِ شریف کے کامل تابعین کو دیا جاتا ہے عبودیت ہے یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصانِ ذاتی اپنا پیشِ نظر رکھتے ہیں اور بشہود کبریائی حضرتِ باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت کو ذلت اور مفلسی اور ناداری اور پر تقصیری و خطا داری سمجھتے ہیں۔ اور ان تمام کمالات کو جو انکو دیئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح معرضِ زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اسی کی ذاتِ کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفاتِ الٰہیہ کے کامل شہود سے ان کے دل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں۔ یہانتک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں اور عظمتِ الٰہی کا پُرجوش دریا ان کے

مخالف کے رُوبرو کارگر نہیں اور بلاریب اس حوض عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عاید ہوتے ہیں جو کسی طرح

۴۵۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پُر ہو کر مرتبۂ وصالِ الٰہی کا جس میں اس کی سعادتِ تامہ ہے پالیوے یہی ایک دُعا ہے۔ جس کی انسان کو سخت حاجت ہے اور جس پر اس کی ساری سعادت موقوف ہے۔ سو اس کے حصول کا سیدھا راستہ یہی ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہے کیونکہ انسان کیلئے ہر یک مطلب کے پانے کا یہی ایک طریق ہے کہ جن راہوں پر چلنے سے وُہ مطلب حاصل ہوتا ہے۔ ان راہوں پر مضبوطی سے قدم مارے اور وہی راستہ اختیار کرے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزارہا طور کی نیستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خفی کے ہر یک رگ و ریشہ سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں اور منجملہ ان عطیّات کے ایک یہ ہے کہ ان کی معرفت اور خداشناسی بذریعہ کشوفِ صادقہ اور علومِ لدنیہ و الہامات صریحہ و مکالماتِ و مخاطباتِ حضرتِ احدیت و دیگر خوارق عادت بدرجۂ اکمل و اتم پہنچائی جاتی ہے۔ یہانتک کہ ان میں اور عالمِ ثانی میں ایک نہایت رقیق اور شفاف حجاب باقی رہ جاتا ہے جس میں سے انکی نظر عبور کر کے واقعاتِ اُخروی کو اسی عالم میں دیکھ لیتی ہے برخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جو بباعث پُر ظلمت ہونے اپنی کتابوں کے اس مرتبۂ کاملہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے بلکہ انکی کج تعلیم کتابیں انکے حجابوں پر اور بھی صدہا حجاب ڈالتے ہیں اور بیماری کو آگے سے آگے بڑھا کر موت تک پہنچاتے ہیں۔ اور فلسفی جن کے قدموں پر آجکل برہمو سماج والے چلتے ہیں اور جن کے مذہب کا سارا مدار عقلی خیالات پر ہے وہ خود اپنے طریق میں ناقص ہیں اور انکے نقصان پر یہی دلیل کافی ہے کہ اُنکی معرفت باوجود صدہا طرح کی غلطیوں کی نظری وجوہ سے تجاوز نہیں کرتی اور قیاسی اٹکلوں سے آگے نہیں بڑھتی اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی معرفت صرف نظری طور پر محدود ہے اور وہ بھی کئی طرح کی خطائی آلودگیوں سے ملوث۔ وہ شخص بمقابلہ اس شخص کے جس کا عرفان بداہت کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے اپنی علمی حالت میں بغایت درجہ پست اور متنزل ہے۔ ظاہر ہے کہ نظر اور

۴۵۴

۴۵۵

اُٹھ نہیں سکتے اور جس قدر غور کرو اُسی قدر دار و گیر بڑھتی ہے اور مسیحی جماعت کیلئے کوئی راستہ مخلصی کا نظر نہیں آتا کیونکہ دُنیا کی موجودہ حالت کو دیکھ کر یہ وساوس اور

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ جو سیدھا منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔ اور بے راہیوں کو چھوڑ دے اور یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ ہر شیئے کے حصول کے لئے خدا نے اپنے قانونِ قدرت میں صرف ایک ہی راستہ ایسا رکھا ہے جس کو سیدھا کہنا چاہیئے اور جب تک ٹھیک ٹھیک وہی راستہ اختیار نہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

فکر کے مرتبہ کے آگے ایک مرتبہ بداہت اور شہود کا باقی ہے یعنی جو اُمور نظری اور فکری طور پر معلوم ہوتے ہیں وہ ممکن ہیں کہ کسی اور ذریعہ سے بدیہی اور مشہود طور پر معلوم ہوں سو یہ مرتبہ بداہت کا عند العقل ممکن الوجود ہے اور گو برہمو سماج والے اس مرتبہ کے وجود فی الخارج سے انکار ہی کریں پر اس بات سے اُنہیں انکار نہیں کہ وہ مرتبہ اگر خارج میں پایا جائے تو بلاشبہ اعلیٰ و اکمل ہے اور جو نظر اور فکر میں خفایا باقی رہ جاتے ہیں اُنکا ظہور اور بروز اُسی مرتبہ پر موقوف ہے اور خود اس بات کو کون نہیں سمجھ سکتا کہ ایک امر کا بدیہی طور پر کُھل جانا نظری طور سے اعلیٰ اور اکمل ہے مثلاً اگرچہ مصنوعات کو دیکھ کر دانا اور سلیم الطبع انسان کا اس طرف خیال آسکتا ہے کہ ان چیزوں کا کوئی صانع ہوگا مگر نہایت بدیہی اور روشن طریق معرفتِ الٰہی کا جو اُسکے وجود پر بڑی ہی مضبوط دلیل ہے یہ ہے کہ اُسکے بندوں کو الہام ملتا ہے اور قبل اسکے جو حقائقِ اشیا کا انجام کُھلے اُن پر کھولا جاتا ہے اور وہ اپنے معروضات میں حضرت احدیّت سے جوابات پاتے ہیں اور اُن سے مکالمات اور

۴۵۵

مخاطبات ہوتے ہیں اور بہ نظرِ کشفی اُنکو عالمِ ثانی کے واقعات دکھلائے جاتے ہیں اور جزا سزا کی حقیقت پر مطلع کیا جاتا ہے اور دُوسرے کئی طور کے اسرارِ اُخروی اُن پر کھولے جاتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ یہ تمام اُمور علم الیقین کو اتم اور اکمل مرتبہ تک پہنچاتے ہیں اور نظری ہونے کے عمیق نشیب سے بداہت کے بلند مینار تک لے جاتے ہیں بالخصوص مکالمات اور مخاطبات حضرتِ احدیّت ان سب اقسام سے اعلیٰ ہیں کیونکہ اُنکے ذریعہ سے صرف اخبارِ غیبیہ ہی معلوم نہیں ہوتے بلکہ عاجز بندہ پر جو جو مولیٰ کریم کی عنایتیں ہیں اُن سے بھی اطلاع دی جاتی ہے اور ایک لذیذ اور

بھی زیادہ تقویت پکڑتے ہیں اور بہت سی نظیریں ایسے ہی مکروں اور فریبوں کے
اپنی ہی قوتِ حافظہ پیش کرتی ہے بلکہ ہر یک انسان ان مکروں کے بارے میں

کیا جائے ممکن نہیں کہ وہ چیز حاصل ہو سکے۔ جس طرح خدا کے تمام قواعد قدیم سے مقرر اور
منضبط ہیں ایسا ہی نجات اور سعادتِ اُخروی کی تحصیل کے لئے ایک خاص طریق مقرر
ہے جو مستقیم اور سیدھا ہے۔ سو دُعا میں وضع استقامت یہی ہے کہ اُسی طریقِ مستقیم کو
خدا سے مانگا جائے۔ آٹھویں اور نویں اور دسویں صداقت جو سُورۃ فاتحہ میں درج ہے۔

مبارک کلام سے ایسی تسلی اور تشفی اُس کو عطا ہوتی ہے اور خوشنودی حضرتِ باری تعالیٰ
سے مطلع کیا جاتا ہے جس سے بندہ مکروہاتِ دُنیا کا مقابلہ کرنے کیلئے بڑی قوت پاتا ہے گویا
صبر اور استقامت کے پہاڑ اُس کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح بذریعہ کلام اعلیٰ درجہ کے
علوم اور معارف بھی بندہ کو سکھلائے جاتے ہیں اور وہ اسرارِ خفیہ و دقائقِ عمیقہ بتلائے
جاتے ہیں کہ جو بغیر تعلیم خاص ربانی کے کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور اگر کوئی یہ شبہ پیش
کرے کہ یہ تمام اُمور جن کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن شریف کے کامل اتباع سے حاصل
ہوتے ہیں کیونکر اسلام میں اُن کا متحقق فی الخارج ہونا بہ پایۂ ثبوت پہنچ سکتا ہے تو اس وہم کا
جواب یہ ہے کہ صحبت سے۔ اور اگرچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں لیکن بغیر اندیشۂ طول کے پھر مکرر ہر یک
مخالف پر ظاہر کرتے ہیں کہ فی الحقیقت یہ دولتِ عظمیٰ اسلام میں پائی جاتی ہے کسی دوسرے
مذہب میں ہرگز پائی نہیں جاتی اور طالبِ حق کیلئے اس کے ثبوت کے بارے میں ہم آپ ہی
ذمہ دار ہیں۔ بشرط صحبت و حسن ارادت و تحقق مناسبت اور صبر اور ثبات کے یہ اُمور ہر یک
طالب پر بقدر استعداد اور لیاقت ذاتی اُسکی کے کُھل سکتے ہیں اور اُن اُمور میں سے جو اخبارِ
غیبیہ ہیں اُن کی نسبت یہ شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے جو اس کام میں رمال و منجم بھی
شریک ہیں۔ کیونکہ یہ قوم کسی خاص فن یا قواعد کے ذریعہ سے اخبارِ غیبیہ کو نہیں بتلاتی۔
اور نہ غیب دان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے بلکہ خداوند کریم جو اُن پر مہربان ہے اور اُن کے
حال پر ایک خاص عنایات و توجہات رکھتا ہے وہ بعض مصالح کے لحاظ سے بعض امور

۴۵۷

چشم دید باتوں کا ایک ذخیرہ رکھتا ہے اور خود اس قسم کے مکر جیسے سادہ لوحوں اور جاہلوں کے سامنے چل جاتے ہیں اور زیر پردہ رہتے ہیں یہ ایک ایسا امر ہے جو مکّاروں کو

۴۵۷

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو اُن سالکین کا راستہ بتلا جنہوں نے ایسی راہیں اختیار کیں کہ جن سے اُن پر تیرا انعام وارد ہوا اور اُن لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے لاپرواہی سے سیدھی راہ پر قدم مارنے کے لئے کوشش نہ کی۔ اور اس باعث سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پیش از وقوع اُن کو بتلا دیتا ہے تا جس کام کا اُس نے ارادہ کیا ہے بوجہ احسن انجام کو پہنچ جائے۔ مثلاً وہ خلق اللہ پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ فلاں بندہ مؤیّد من اللہ ہے اور جو کچھ انعامات اور اکرامات وہ پاتا ہے وہ معمولی اور اتفاقی طور پر نہیں بلکہ خاص ارادہ و توجہ الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ اسی طرح جو کچھ فتح و نصرت اور اقبال و عزت اسکو ملتی ہے وہ کسی تدبیر اور حیلہ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خدا ہی نے چاہا ہے کہ اُس کو غلبہ بخشے اور اپنی تائیدات اُس کے شامل حال کرے۔ پس وہ کریم اور رحیم اس مقصود کے ثابت کرنے کی غرض سے ان انعامات اور فتوح سے پہلے بطور پیشگوئی ان نعمتوں کے عطا کرنے کی بشارت دے دیتا ہے۔ سو ان پیشگوئیوں سے مقصود بالذات اخبارِ غیبیہ نہیں ہوتیں بلکہ مقصود بالذات یہ ہوتا ہے کہ تا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ شخص مؤیّد من اللہ اور اُن خاص لوگوں میں سے ہے جن کی تائید کے لئے عنایاتِ حضرتِ عزّت خاص طور پر تجلّی کرتی ہیں۔ اب اس تقریر سے ظاہر ہے کہ اس مؤیّد من اللہ کو منجم وغیرہ سے کچھ بھی نسبت نہیں اور اس کی پیشگوئیاں اصل مقصود نہیں ہے بلکہ اصل مقصود کی شناخت کیلئے علامات و آثار ہیں۔ ماسوا اس کے جن لوگوں کو خدائے تعالیٰ خاص اپنے لئے چن لیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنے گروہ میں داخل کرتا ہے اُن میں صرف یہی علامت نہیں کہ وہ پوشیدہ چیزیں بتلاتے ہیں۔ تا اُنکا حال نجومیوں اور جوتشیوں اور رمالوں اور کاہنوں کے حال سے مشتبہ ہو جائے اور کچھ مابہ الامتیاز باقی نہ رہے بلکہ اُن کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے جس کے مشاہدہ

۴۵۸

اُن کی کارسازیوں پر دلیر کرتا ہے۔ عوام النّاس کو جو اکثر چارپایوں کی طرح ہوتے ہیں اس طرف خیال بھی نہیں ہوتا کہ لمبی چوڑی تفتیش کریں اور بات کی تہہ تک

۴۵۵

تیری تائید سے محروم رہ کر گمراہ رہے۔ یہ تین صداقتیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ بنی آدم اپنے اقوال اور افعال اور اعمال اور نیات کے رُو سے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض سچے دل سے خدا کے طالب ہوتے ہیں اور صدق اور عاجزی سے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۴۵۷

کے سبب سے طالبِ صادق بدیہی طور پر انکو شناخت کر سکتا ہے اور حقیقت میں وہی ایک نور ہے جو اُن کے ہر یک قول اور فعل اور حال اور قال اور عقل اور فہم اور ظاہر اور باطن پر محیط ہو جاتا ہے اور صدہا شاخیں اسکی نمودار ہو جاتی ہیں اور رنگارنگ کی صورتوں میں جلوہ فرماتا ہے وہی نور شدائد اور مصائب کے وقتوں میں صبر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور استقامت اور رضا کے پیرایہ میں اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ تب یہ لوگ جو اُس نور کے مورد ہیں آفاتِ عظیمہ کے مقابلہ پر جبال راسیات کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور جن صدمات کی ادنیٰ مس سے ناآشنا لوگ روتے اور چلاتے ہیں بلکہ قریب بمرگ ہو جاتے ہیں ان صدمات کے سخت زور آور حملوں کو یہ لوگ کچھ چیز نہیں سمجھتے اور فی الفور حمایتِ الٰہی کنارِ عاطفت میں انکو کھینچ لیتی ہے اور کوئی خامی اور بےصبری اُن سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ محبوبِ حقیقی کے ایلام کو برنگ انعام دیکھتے ہیں اور بکشادگی سینہ و انشراحِ خاطر اسکو قبول کرتے ہیں بلکہ اس سے متلذذ ہوتے ہیں کیونکہ طاقتوں اور قوتوں اور صبروں کے پہاڑ اُنکی طرف روان کئے جاتے ہیں اور محبتِ الٰہیہ کی پُرجوش موجیں غیر کی یادداشت سے اُن کو روک لیتی ہیں۔ پس اُن سے ایک ایسی برداشت ظہور میں آتی ہے کہ جو خارق عادت ہے اور جو کسی بشر سے بلا تائیدِ الٰہی ممکن نہیں۔ اور ایسا ہی وہ نور حاجات کے وقتوں میں قناعت کی صورت میں اُن پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ سو دُنیا کی خواہشوں سے ایک عجیب طور کی برودت اُنکے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ بدبودار چیز کی طرح دُنیا کو سمجھتے ہیں اور یہی دُنیوی لذّات جن کے حظوظ پر دُنیادار لوگ فریفتہ ہیں و بشوقِ تمام اُنکے جویان اور اُنکے زوال سے سخت ہراسان ہیں یہ اُن کی نظر میں بغایت درجہ ناچیز ہو جاتے ہیں اور تمام سرور اپنا

صفحہ ۴۵۹

پہنچ جائیں اور ایسے تماشوں کے دکھلانے کا عرصہ بھی نہایت ہی تھوڑا ہوتا ہے جس میں غور و فکر کرنے کیلئے کافی فرصت نہیں مل سکتی اس لئے مکّاروں کے لئے

صفحہ ۴۵۹

پس خدا بھی اُن کا طالب ہو جاتا ہے اور رحمت اور انعام کے ساتھ اُن پر رجوع کرتا ہے۔ اِس حالت کا نام انعامِ الٰہی ہے۔ اِسی کی طرف آیتِ ممدوحہ میں اشارہ فرمایا اور کہا۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یعنی وہ لوگ ایسا صفا اور سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں جس سے فیضانِ رحمتِ الٰہی کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں اور بباعث اِس کے

صفحہ ۴۵۸

اِسی میں پاتے ہیں کہ مولیٰ حقیقی کی وفا او محبت اور رضا سے دل بھرا ہے اور اُسی کے ذوق اور شوق اور اُنس سے اوقات معمور ہیں۔ اُس دولت سے بیزار ہیں کہ جو اُسکی خلافِ مرضی ہے اور اس عزت پر خاک ڈالتے ہیں جس میں مولیٰ کریم کی ارادت نہیں اور ایسا ہی وہ نور کبھی فراست کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی قوتِ نظریہ کی بلند پروازی میں اور کبھی قوّتِ عملیہ کی حیرت انگیز کارگذاری میں کبھی حلم اور رفق کے لباس میں اور کبھی درشتی اور غیرت کے لباس میں۔ کبھی سخاوت اور ایثار کے لباس میں کبھی شجاعت اور استقامت کے لباس میں۔ کبھی کسی خُلق کے لباس میں اور کبھی کسی خُلق کے لباس میں۔ اور کبھی مخاطبات حضرتِ احدیت کے پیرایہ میں اور کبھی کشوفِ صادقہ اور اعلاماتِ واضحہ کے رنگ میں یعنی جیسا موقعہ پیش آتا ہے اس موقعہ کے مناسب حال وہ نور حضرتِ واہب الخیر کی طرف سے جوش مارتا ہے۔ نور ایک ہی ہے اور یہ تمام اسکی شاخیں ہیں۔ جو شخص فقط ایک شاخ کو دیکھتا ہے اور صرف ایک ٹہنی پر نظر رکھتا ہے اُسکی نظر محدود رہتی ہے۔ اِسلئے بسا اوقات وہ دھوکا کھالیتا ہے لیکن جو شخص یکجائی نگاہ سے اس شجرۂ طیبہ کی تمام شاخوں پر نظر ڈالتا ہے اور اُنکے انواع واقسام کے پھلوں اور شگوفوں کی کیفیت معلوم کرتا ہے وہ روز روشن کی طرح اُن نوروں کو دیکھ لیتا ہے اور نورانی جلال کی کھینچی ہوئی تلواریں اُسکے تمام گھمنڈوں کو توڑ ڈالتی ہیں۔ شاید اس جگہ بعض طبائع پر یہ اشکال پیش آوے کہ کیونکر ان کمالات کو وہ لوگ بھی پالیتے ہیں کہ جو نہ نبی ہیں اور نہ رسول۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں یہ اشکال ایک

ضہ۴۶۱

دست بازی کی بہت گنجائش رہتی ہے اور اُن کے پوشیدہ بھیدوں پر اطّلاع پانے کا کم موقع ملتا ہے۔ علاوہ اِس کے عوام بیچارے علوم طبعی وغیرہ فنون

ضہ۴۶۰

کہ ان میں اور خدا میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اور بالکل رحمتِ الٰہی کے محاذی آپڑتے ہیں۔ اس جہت سے انوارِ فیضانِ الٰہی کے ان پر وارد ہوتے ہیں۔ دُوسری قسم وہ لوگ ہیں نہ جو دیدہ و دانستہ مخالفت کا طریق اختیار کر لیتے ہیں اور دشمنوں کی طرح خدا سے مُنہ

ط۴۵۹

ناچیز وہم ہے کہ جو ان لوگوں کے دلوں کو پکڑتا ہے کہ جو اسلام کی اصل حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اگر نبیوں کے تابعین کو اُنکے کمالات اور علوم اور معارف میں علٰی وجہ التبعیت شرکت نہ ہو تو بابِ وراثت کا بکلّی مسدود ہو جاتا ہے یا بہت ہی تنگ اور منقبض رہ جاتا ہے کیونکہ یہ معنے بکلّی منافی وراثت ہے کہ جو کچھ فیوض حضرتِ مبدءِ فیاض سے اُسکے رسولوں اور نبیوں کو ملتے ہیں اور جس نورانیت یقین اور معرفت تک ان مقدسوں کو پہنچایا جاتا ہے اس شربت سے ان کے تابعین کے حلق محض ناآشنا رہیں اور صرف خشک اور ظاہری باتوں سے ہی اُن کے آنسو پونچھے جائیں۔ ایسی تجویز سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ حضرتِ فیاض مطلق کی ذات میں بھی ایک قسم کا بخل ہو۔ اور نیز اِس سے کلامِ الٰہی اور رسولِ مقبول کی عظمت اور بزرگی کی کسرِ شان لازم آتی ہے کیونکہ کلامِ الٰہی کی اعلیٰ تاثیر اور نبی معصوم کی قوّت قدسیہ کے کمالات اِسی میں ہیں کہ انوارِ دائمہ کلامِ الٰہی کے ہمیشہ قلوبِ صافیہ اور مستعدہ کو روشن کرتے رہیں نہ یہ کہ تاثیر انکی بکلّی معطل ہو۔ یا صرف معدودے چند تک ہو کر پھر ہمیشہ کیلئے باطل ہو جائے اور زائل القُوّت دوا کی طرح فقط نام ہی تاثیر کا باقی رہ جائے۔ ماسوا اِسکے جبکہ ایک حقیقت واقعی طور پر ہر عہد اور ہر زمانہ میں خارج میں متحقق الوجود چلی آئی ہے اور اب بھی متحقق الوجود ہے اور شہاداتِ متکاثرہ سے اس کا ثبوت بدیہی طور پر مل سکتا ہے تو پھر ایسی روشن صداقت سے کیونکر کوئی منصف انکار کر سکتا ہے اور ایسی کھلا کھلی سچائی کیونکر اور کہاں چھپ سکتی ہے حالانکہ قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ جبتک درخت قائم ہو اُسکو پھل بھی لگتے رہیں۔ ہاں جو درخت خشک ہو جائے یا جڑ سے کاٹا جائے اُس کے پھلوں کی توقع

۴۶۱ فلاسفہ سے کچھ خبر نہیں رکھتے اور جو کائنات میں حکیم مطلق نے طرح طرح کے عجیب خواص رکھے ہیں ان خواص کی انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس وہ ہریک وقت

۴۶۱ پھیر لیتے ہیں سو خدا بھی اُن سے مُنہ پھیر لیتا ہے اور رحمت کے ساتھ اُن پر رجوع نہیں کرتا۔ اِس کا باعث یہی ہوتا ہے کہ وُہ عداوت اور بیزاری اور غضب اور غیظ اور ناراضامندی جو خدا کی نسبت اُن کے دلوں میں چُھپی ہوئی ہوتی ہے وُہی اُن میں اور خدا میں حجاب ہوجاتی ہے

رکھنا محض نادانی ہے پس جس حالت میں فرقانِ مجید و عظیم الشّان وہ سرسبز و شاداب درخت ہے جس کی جڑھیں زمین کے نیچے تک اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں تو پھر ایسے شجرہ طیبہ کے پھلوں سے کیونکر انکار ہوسکتا ہے۔ اسکے پھل بدیہی الظہور ہیں جن کو ہمیشہ لوگ کھاتے رہے ہیں اور اب بھی کھاتے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے اور یہ بات بعض نادانوں کی بالکل بیہودہ اور غلط ہے کہ اِس زمانہ میں کسی کو ان پھلوں تک گذر ہی نہیں بلکہ اُن کا کھانا پہلے لوگوں کے ہی حصّہ میں تھا اور وُہی خوش نصیب لوگ تھے جنہوں نے وہ پھل کھائے اور اُن ۴۶۱ سے متمتع ہوئے اور اُن کے بعد بدنصیب لوگ پیدا ہوئے جن کو مالک نے باغ کے اندر سے روک دیا۔ خدا کسی ذی استعداد کی استعداد کو ضائع نہیں کرتا اور کسی سچے طالب پر اُسکے فیض کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی کے خیال باطل میں یہ سمایا ہوا ہے کہ کسی وقت کسی زمانہ میں فیوضِ الٰہی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور ذی استعداد لوگوں کی کوششیں اور محنتیں ضائع جاتی ہیں تو اُس نے اب تک خدا تعالیٰ کا قدر شناخت نہیں کیا۔ اور ایسا آدمی انہیں لوگوں میں داخل ہے جن کی نسبت خدائے تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ[1] لیکن اگر یہ عذر پیش کیا جائے کہ جن علوم و معارف و کشوفِ صادقہ و مخاطباتِ حضرتِ احدیّت کے تحققِ وجود کا ذکر کیا جاتا ہے وہ اب کہاں ہیں اور کیونکر بہ پایۂ ثبوت پہنچ سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اُمور اِسی کتاب میں ثابت کئے گئے ہیں اور طالب حق کے لئے ان کے امتحان کا نہایت سیدھا اور آسان راستہ کُھلا ہے کیونکہ وہ علوم و معارف کو خود اِس کتاب میں دیکھ سکتا ہے۔ اور جو کشوفِ صادقہ اور اخبارِ غیبیہ اور دُوسرے خوارق ہیں۔

[1] الانعام : ۹۲

اور ہر زمانہ میں دھوکا کھانے کو طیار ہیں۔ اور کیونکر دھوکہ نہ کھاویں خواص اشیاء
کے ایسے ہی حیرت افزا ہیں اور بے خبری کی حالت میں موجب زیادتِ حیرت

حاشیہ نمبر ۱۱

اس حالت کا نام غضبِ الٰہی ہے۔ اسی کی طرف خدائے تعالیٰ نے اشارہ فرما کر کہا۔
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ جو خدا سے لاپرواہ رہتے
ہیں اور سعی اور کوشش سے اُس کو طلب نہیں کرتے۔ خدا بھی اُن کے ساتھ لاپرواہی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

وہ غیر مذہب والوں کی شہادت سے اُسپر ثابت ہو سکتے ہیں یا وہ آپ ہی ایک عرصہ تک صحبت میں
رہ کر یقین کامل کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور جو دوسرے لوازم اور خصوصیاتِ اسلام ہیں۔
وہ بھی سب صحبت سے کھل سکتے ہیں۔ لیکن اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ عجائب و غرائب
اہلِ حق پر منکشف ہوتے ہیں اور جو کچھ برکات اُن میں پائے جاتے ہیں وہ کسی طالب پر تب کھولے
جاتے ہیں کہ جب وہ طالب کمال صدق اور اخلاص سے بہ نیت ہدایت پانے کے رجوع کرتا ہے اور
جب وہ ایسے طور سے رجوع کرتا ہے تو تب جس قدر اور جس طور سے انکشاف مقدر ہوتا ہے وہ
بارادہ خالص الٰہی ظہور میں آتا ہے مگر جس جگہ سائل کے صدق اور نیت میں کچھ فتور ہوتا ہے اور
سینہ خلوص سے خالی ہوتا ہے تو پھر ایسے سائل کو کوئی نشان دکھلایا نہیں جاتا۔ یہی عادت
خداء تعالیٰ کی انبیاء کرام سے ہے۔ جیسا کہ یہ بات انجیل کے مطالعہ سے نہایت ظاہر ہے کہ
کئی مرتبہ یہودیوں نے مسیح سے کچھ معجزہ دیکھنا چاہا۔ تو اُس نے معجزہ دکھلانے سے صاف
انکار کیا اور کسی گذشتہ معجزہ کا بھی حوالہ نہ دیا۔ چنانچہ مرقس کی انجیل کے آٹھ باب و بارہ آیت
میں بھی اسی کی تصریح ہے اور عبارتِ مذکور یہ ہے۔ تب فریسی نکلے اور اُس سے (یعنے مسیح
سے) حجت کرنے اُس کے امتحان کے لئے آسمان سے کوئی نشان چاہا۔ اُس نے اپنے دل میں
آہ کھینچکر کہا اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس
زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔ سو اگرچہ بظاہر دلالتِ عبارت اسی پر ہے۔ کہ
مسیح سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا لیکن اصلی معنے اسکے یہی ہیں کہ اُس وقت تک مسیح
سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا تھا تب ہی اُس نے کسی گذشتہ معجزہ کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ

ہوتے ہیں۔ مثلاً مکھی اور دوسرے بعض جانوروں میں یہ خاصیت ہے کہ اگر ایسے طور پر مرجائیں کہ اُن کے اعضا میں کچھ زیادہ تفرّقِ اتصال واقع نہ ہو اور اعضا

حاشیہ نمبر ۱۱

کرتا ہے اور اُن کو اپنا راستہ نہیں دکھلاتا۔ کیونکہ وہ لوگ راستہ طلب کرنے میں آپ سُستی کرتے ہیں اور اپنے تئیں اُس فیض کے لائق نہیں بناتے کہ جو خدا کے قانونِ قدیم میں محنت اور کوشش کرنے والوں کے لئے مقرّر ہے۔ اس حالت کا نام اضلالِ الٰہی ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہود میں صاحبِ صدق اور اخلاص کم تھے تاکسی کے حسنِ ارادت کے لحاظ سے کوئی معجزہ ظہور میں آتا۔ لیکن اُسکے بعد جب لوگ صاحبِ صدق اور ارادت پیدا ہوگئے اور طالبِ حق بنکر مسیح کے پاس آئے تو وہ معجزات دیکھنے سے محروم نہیں رہے چنانچہ یہودا اسکریوطی کی خراب نیّت پر مسیح کا مطلع ہوجانا یہ اُسکا ایک معجزہ ہی تھا جو اُس نے اپنے شاگردوں اور صادق الاعتقاد لوگوں کو دکھلایا۔ اگرچہ اُسکے دوسرے سب عجیب کام بباعث قصّۂ حوض اور بوجہ آیتِ مذکورۂ بالا کے مخالف کی نظر میں قابلِ انکار اور محلِ اعتراض ٹھہر گئے اور اب بطور حجّتِ مستقل نہیں ہوسکتے لیکن معجزۂ مذکورۂ بالا منصف مخالف کی نظر میں بھی ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو۔ غرض معجزات اور خوارق کے ظہور کیلئے طالب کا صدق اور اخلاص شرط ہے اور صدق اور اخلاص کے یہی آثار و علامات ہیں کہ کینہ اور مکابرہ درمیان نہ ہو۔ اور صبر اور ثبات اور غربت اور تذلّل سے بہ نیّت ہدایت پانے کے کوئی نشان طلب کیا جائے اور پھر اس نشان کے ظہور تک صبر اور ادب سے انتظار کیا جائے تا خداوند کریم وہ بات ظاہر کرے جس سے طالبِ صادق یقین کامل کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ غرض ادب اور صدق اور صبر برکاتِ الٰہیہ کے ظہور کے لئے شرطِ اعظم ہے جو شخص فیضِ الٰہی سے مستفیض ہونا چاہتا ہے۔ اُسکے حال کے یہی مناسب ہے کہ وہ سراپا ادب ہوکر بہ تمام تر غربت و صبر اس نعمت کو اُس کے اہل کے دروازہ سے طلب کرے اور جہاں معرفتِ الٰہیہ کا چشمہ دیکھے آپ اُفتاں و خیزاں اُس چشمہ کی طرف دوڑے اور پھر صبر اور ادب سے کچھ دنوں تک ٹھہرا رہے لیکن جو لوگ خدائے تعالیٰ کی طرف سے صاحبِ خوارق ہیں اُن کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ

اپنی اصلی ہیئت اور وضع پر سلامت رہیں اور متعفّن ہونے بھی نہ پاویں بلکہ ابھی تازہ ہی ہوں اور موت پر دو تین گھنٹہ سے زیادہ عرصہ نہ گذرا ہو جیسے پانی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اُن کو گمراہ کیا یعنے جبکہ انہوں نے ہدایت پانے کے طریقوں کو بجد و جہد طلب نہ کیا۔ تو خدا نے بہ پابندی اپنے قانونِ قدیم کے اُن کو ہدایت بھی نہ دی اور اپنی تائید سے محروم رکھا۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا۔ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ۔ غرض

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

شعبدہ بازوں کی طرح بازاروں اور مجالس میں تماشا دکھلاتے پھریں اور نہ یہ اُمور اُن کے اختیار میں ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اُن کے پتھر میں آگ تو بلاشُبہ ہے لیکن صادقوں اور صابروں اور مخلصوں کی پُر ارادت ضرب پر اس آگ کا ظہور اور بروز موقوف ہے اور ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے کشوف اور الہامات کو فقط اخبارِ غیبیہ کا ہی خطاب دینا غلطی ہے بلکہ وہ کشوف اور الہامات تائیداتِ الٰہیّہ کے باغ کی خوشبوئیں ہیں جو دُور سے ہی اُس باغ کا وجود بتلاتے ہیں اور عظمت اور شان اُن کشوف اور الہامات کے اس شخص پر کماحقہٗ کھُلتی ہے جس کی نظر تائیداتِ الٰہیّہ کی تلاش میں ہو یعنے وہ اصل نشان تائیداتِ الٰہیّہ کو ٹھہرا کر پیشگوئیوں کو اُن تائیدوں کے لوازم سمجھتا ہو جو بغرض ثابت کرنے تائیدوں کے استعمال میں لائے گئے ہیں۔ غرض مدار مقرب اللہ ہونے کا تائیداتِ الٰہیّہ ہیں اور پیشگوئیاں روشن ثبوت سے اُن تائیدات کا واقعی طور پر پایا جانا ہر یک عام اور خاص کو دکھلاتے ہیں۔ پس تائیدات اصل ہیں اور پیشگوئیاں اُنکی فرع اور تائیدات قرص آفتاب کی طرح ہیں اور پیشگوئیاں اُس آفتاب کی شعاعیں اور کرنیں ہیں۔ تائیدات کو پیشگوئیوں کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ تا ہر یک کو معلوم ہو کہ وہ حقیقت میں خاص تائیدیں ہیں معمولی اتفاقات سے نہیں اور بخت اور اتفاق پر محمول نہیں ہو سکتیں اور پیشگوئیوں کو تائیدات کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ اس بزرگ پیوند سے اُن کی شان بڑھتی ہے اور ایک بے مثل خصوصیت اُن میں پیدا ہو جاتی ہے کہ جو مؤیدانِ الٰہی کے غیر میں نہیں پائی جاتی۔ سو یہی خصوصیت عام پیشگوئیوں اور اُن جلیل الشان پیشگوئیوں میں مابہ الامتیاز ٹھہر جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ

میں مَری ہوئی مکھیاں ہوتی ہیں تو اِس صُورت میں اگر نمک باریک پیس کر اُس مکھی وغیرہ کو اُسکے نیچے دبایا جاوے اور پھر اسی قدر خاکستر بھی اسپر ڈالی جاوے تو وہ مکھی زندہ ہو کر اُڑ جاتی ہے اور یہ خاصیت مشہور و معروف ہے جس کو اکثر لڑکے بھی جانتے ہیں لیکن اگر کسی سادہ لوح کو اِس نسخہ پر اطلاع نہ ہو اور کوئی مکّار

ص۴۶۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ماحصل اور خلاصہ ان تینوں صداقتوں کا یہ ہے کہ جیسے انسان کی خدا کے ساتھ تین حالتیں ہیں ایسا ہی خدا بھی ہر یک حالت کے موافق اُنکے ساتھ جُدا جُدا معاملہ کرتا ہے جو لوگ اُسپر راضی ہوتے ہیں اور دلی محبت اور صدق سے اُسکے خواہاں ہو جاتے ہیں خدا بھی اُن پر راضی ہو جاتا ہے اور اپنی رضامندی کے انوار اُنپر نازل کرتا ہے۔ اور جو لوگ

ص۴۶۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اِس قوم کی عظمت اور بزرگی کے سمجھنے کے لئے جو پیشگوئیوں اور تائیداتِ کاملہ میں ایک پیوند ہے اس کو خیال میں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ پیوند دُوسرے لوگوں کی پیش گوئیوں میں غیر ممکن اور ممتنع ہے۔ اور نیز اُن کی پیشگوئیوں میں ایسی فاش غلطیاں نکل آتی ہیں جن سے ہر یک ذلت اُن کی ظاہر ہوتی ہے مگر خدا کے لوگ جو ہوتے ہیں اُن کی روشن پیشگوئیاں ہمیشہ سچائی کے نور سے منوّر ہوتی ہیں ماسوا اس کے وہ مبارک پیشگوئیاں ایک عجیب طور کی عجیب تائید سے لازم ملزوم ہوتی ہیں۔ خدا اپنے بندوں کے کاموں کا آپ متوّلی ہو کر ایک حیرت انگیز طور پر اُن کی تائید کرتا ہے اور کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر ہر دم اور ہر لحظہ اُن کی مدد میں رہتا ہے اور اُن سے اُسکی یہی عادت ہے کہ اُن کو اپنی تائیدات کی خبریں پیش از وقوع بتلاتا ہے اور اُن کے تردّد و تفکّر کے وقت میں اپنے پُر نُور کلام سے اُن کو تسلّی اور تشفّی بخشتا ہے اور پھر ایک ایسے عجیب طور پر اُن کی مدد کرتا ہے کہ جو خیال اور گمان میں نہیں ہوتی اور جو شخص اُن کی صحبت میں رہ کر ان باتوں کو عمیق نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے اور صاف اور پاک نظر سے ان کی عظمت اور بزرگی پر غور کرتا ہے۔ اُس کو بلا اختیار ایک ضروری اور جازم یقین سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ مؤیّد من اللہ ہیں اور حضرت احدیّت کو اُن کی طرف ایک خاص توجہ ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب ایک آدھ دفعہ نہیں بلکہ بیسیوں دفعہ کسی انسان کو اتفاق پڑے کہ وہ کسی تائید کا وعدہ

ص۴۶۴

اُس نادان اور بے خبر کے سامنے مگس مسیح ہونے کا دعویٰ کرے اور اسی حکمتِ عملی سے مکھیوں کو زندہ کرے اور بظاہر کوئی منتر جنتر پڑھتا رہے جس سے یہ جتلانا منظور ہو کہ گویا وہ اُسی منتر کے ذریعہ سے مکھیوں کو زندہ کرتا ہے تو پھر اُس سادہ لوح کو اس قدر عقل اور فرصت کہاں ہے کہ تحقیقاتیں کرتا پھرے۔ کیا تم

حاشیہ نمبر ۱۱

اُس سے مونہہ پھیر لیتے ہیں اور عمداً مخالفت اختیار کرتے ہیں۔ خدا بھی مخالف کی طرح اُن سے معاملہ کرتا ہے۔ اور جو لوگ اُسکی طلب میں سستی اور لاپروائی کرتے ہیں۔ خدا بھی اُن سے لاپروائی کرتا ہے اور اُن کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ غرض جس طرح آئینہ میں انسان کو وُہی شکل نظر آتی ہے کہ جو حقیقت میں شکل رکھتا ہے۔ اِسی طرح حضرتِ احدیت کہ جو ہر یک

۴۶۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۶۵

قبل از وقوع سُنکر پھر اُس تائید کو ظہور میں آتے ہوئے بچشمِ خود دیکھ لے تو کوئی انسان ایسا پاگل اور دیوانہ نہیں کہ پھر بھی ان صحیح پیشگوئیوں اور قوی تائیدوں پر یقین کامل نہ کرسکے۔ ہاں اگر فرطِ تعصب اور بے ایمانی سے کسی چشم دید ماجرا کا دانستہ انکار کرے تو یہ اور بات ہے۔ لیکن پھر بھی اُس کا دل انکار نہیں کرسکتا اور ہر وقت اُس کو ملزم کرتا ہے کہ تو شریر اور سرکش آدمی ہے۔ اب چند کشوف اور الہامات نو وارده بغرض افادۂ طالبینِ حق لکھے جاتے ہیں اور اِسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اگر خدا نے چاہا تو جو کچھ مواہب لدنیہ سے اِس احقر عباد پر ظاہر کیا جائے گا۔ وہ اِس کتاب میں درج ہوتا رہے گا۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ اور اِس سے غرض یہ ہے کہ تا یقین اور معرفت کے سچے طالب فائدہ حاصل کریں اور اپنی حالت میں کشائش پاویں اور اُنکے دل پر سے وہ پردے اُٹھیں جن سے اُنکی ہمت نہایت پست اور اُن کے خیالات نہایت پُرظلمت ہو رہے ہیں۔ اور اِس جگہ ہم مکرّراً یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں جن کا ثبوت دینے سے یہ خاکسار عاجز ہو۔ یا جنکے ثبوت میں اپنے ہی ہم مذہبوں کو پلیش کیا جائے بلکہ یہ وہ بدیہی الصدق باتیں ہیں جن کی صداقت پر مخالف المذہب لوگ گواہ ہیں اور جن کی سچائی پر وہ لوگ شہادت دے سکتے ہیں جو ہمارے دینی دشمن ہیں۔ اور یہ سب اہتمام اِس لئے کیا گیا کہ تا جو لوگ فی الحقیقة راہِ راست کے خواہاں اور جویاں

۴۶۶

ص۴۶۵

دیکھتے نہیں کہ مکّار لوگ اسی زمانے میں دُنیا کو ہلاک کر رہے ہیں۔ کوئی سونا بنا کر
دکھلاتا ہے اور کیمیا گری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور کوئی آپ ہی زمین کے نیچے پتھر دبا کر
پھر ہندوؤں کے سامنے دیوی نکالتا ہے۔ بعض نے ایسا بھی کیا ہے کہ جمال گوٹہ کا
روغن اپنی دوات کی سیاہی میں ملایا اور پھر اُس سیاہی سے کسی سادہ لوح کو تعویذ لکھ کر دیا
تا دست آنے پر تعویذ کا اثر ظاہر ہو۔ ایسے ہی ہزاروں اَور مکر اور فریب ہیں کہ جو اسی
زمانہ میں ہو رہے ہیں اور بعض مکر ایسے عمیق ہیں جن سے بڑے بڑے دانشمند

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کدورت سے مصفّٰی اور پاک ہے محبت والوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ غضب والوں پر غضب ناک ہے
لاپرواہوں کے ساتھ لاپرواہی۔ رُکنے والوں سے رُک جاتا ہے اور جھکنے والوں کیطرف جھکتا
ہے۔ چاہنے والوں کو چاہتا ہے اور نفرت کرنیوالوں سے نفرت کرتا ہے اور جس طرح آئینہ کے سامنے جو
انداز اپنا بناؤ گے وُہی انداز آئینہ میں بھی نظر آئے گا۔ ایسا ہی خداوند تعالیٰ کے رُوبرو جس انداز سے
کوئی چلتا ہے۔ وُہی انداز خدا کیطرف سے اُس کیلئے موجود ہے۔ اور جن لباسوں کو بندہ اپنے لئے آپ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہیں اُن پر بکمال انکشاف ظاہر ہو جائے کہ تمام برکات اور انوار اسلام میں محدود اور محصور ہیں
اور تا جو اس زمانہ کے ملحد ذرّیت ہے اُس پر خدائے تعالیٰ کی حجّتِ قاطعہ اتمام کو پہنچے اور تا اُن
لوگوں کی فطرتی شیطنت ہر یک منصف پر ظاہر ہو کہ جو ظلمت سے دوستی اور نُور سے دشمنی رکھ کر
حضرتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتبِ عالیہ سے انکار کر کے اُس عالی جناب کی شان کی
نسبت پُرخبث کلمات مُونہہ پر لاتے ہیں اور اس افضل البشر پر ناحق کی تہمتیں لگاتے ہیں اور
بباعث غایت درجہ کی کور باطنی کے اور بوجہ نہایت درجہ کی بے ایمانی کے اس بات سے بے خبر
ہو رہے ہیں کہ دُنیا میں وُہی ایک کامل انسان آیا ہے جس کا نُور آفتاب کی طرح ہمیشہ دُنیا پر اپنی
شعاعیں ڈالتا رہا ہے اور ہمیشہ ڈالتا رہیگا۔ اور تا اِن تحریرات حقّہ اسلام کی شان و شوکت
خود مخالفوں کے اقرار سے ظاہر ہو جائے۔ اور تا جو شخص سچی طلب رکھتا ہو۔ اُس کے لئے
ثبوت کا راستہ کھل جائے۔ اور جو اپنے میں کچھ دماغ رکھتا ہو۔ اُس کی دماغ شکنی

ص۴۶۶ دھوکا کھا جاتے ہیں اور علومِ طبعی کے دقائقِ عمیقہ اور جسمی تراکیب اور قوتوں کے خواصِ عجیبہ جو حال کے زمانہ میں نئے تجارب کے ذریعہ سے روز بروز پھیلتے جاتے ہیں یہ جدید باتیں ہیں جن سے جھوٹے معجزے دکھلانے والے نئے نئے مکر اور فریب دکھا سکتے ہیں۔ سو اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ جو معجزات بظاہر صورت ان مکروں سے متشابہ ہیں۔ گو وہ سچے بھی ہوں تب بھی محجوب الحقیقت ہیں اور اُن کے ثبوت کے بارے میں بڑی بڑی دقّتیں ہیں۔

ص۴۶۶ **بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱**

اختیار کر لیتا ہے وہی تخم بو یا ہوا اُس کا اُس کو دیا جاتا ہے۔ جب انسان ہر یک طرح کے حجابوں اور کدورتوں اور آلائشوں سے اپنے دل کو پاک کر لیتا ہے اور صحن سینہ اُس کے کا موادِ ردّیہ ماسوائے اللہ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ تو اُس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی اپنے مکان کا دروازہ جو آفتاب کی طرف ہو کھول دیتا ہے اور سورج کی کرنیں اُس کے گھر کے اندر چلی آتی ہیں۔ لیکن جب بندہ ناراستی اور دروغ اور طرح طرح کی آلائشوں کو آپ اختیار کر لیتا ہے اور خدا کو حقیر چیز کی طرح خیال کر کے چھوڑ دیتا

ص۴۶۷ **بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳**

ہو جائے اور نیز ان کشوف اور الہامات کے لکھنے کا یہ بھی ایک باعث ہے کہ تا اس سے مومنوں کی قوّتِ ایمانی بڑھے اور اُن کے دِلوں کو تثبت اور تسلّی حاصل ہو۔ اور وہ اِس حقیقتِ حقّہ کو بہ یقینِ کامل سمجھ لیں کہ صراطِ مستقیم فقط دینِ اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقّانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک

ح۴۶۷

تمہید ششم۔ جس طرح محجوب الحقیقت معجزاتِ عقلی معجزات سے برابری نہیں کرسکتے۔ ایسا ہی پیشین گوئیاں اور اخبار ازمنہ گذشتہ جو نجومیوں اور رمّالوں اور کاہنوں اور مورّخوں کے طریقۂ بیان سے مشابہ ہیں اُن پیشین گوئیوں اور اخبارِ غیبیہ سے مساوی نہیں ہوسکتیں کہ جو محض اخبار نہیں ہیں بلکہ اُن کے ساتھ قُدرتِ الوہیت بھی شامل ہے کیونکہ دُنیا میں بجز انبیاء کے اور بھی ایسے لوگ بہت نظر آتے ہیں کہ ایسی ایسی خبریں پیش از وقوع بتلایا کرتے ہیں کہ زلزلے

ح۴۶۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے تو اُسکی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی روشنی کو ناپسند کرکے اور اُس سے بُغض رکھ کر اپنے گھر کے تمام دروازے بند کردے تا ایسا نہ ہو کہ کسی طرف سے آفتاب کی شعاعیں اسکے گھر کے اندر آجائیں۔ اور جب انسان بباعثِ جذباتِ نفسانی یا ننگ و ناموس یا تقلید قوم وغیرہ طرح طرح کی غلطیوں اور آلائشوں میں گرفتار ہو اور سُستی اور تکاسل اور لاپروائی سے اُن آلائشوں سے پاک ہونے کیلئے کچھ سعی اور کوشش نہ کرے تو اُسکی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی اپنے گھر کے دروازوں کو بند پاوے۔ اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پہنچ جاتا ہے اور ایک باعث ان کشوف اور الہامات کی تحریر پر اور پھر غیر مذہب والوں کی شہادتوں سے اسکے ثابت کرنے پر یہ بھی ہے کہ تا ہمیشہ کیلئے ایک قوی حُجّت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے اور جو سفلہ اور ناخداترس اور سیاہ دل آدمی ناحق کا مقابلہ اور مکابرہ مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ اُن کا مغلوب اور لاجواب ہونا ہمیشہ لوگوں پر ثابت اور آشکار ہوتا رہے اور جو ضلالت اور گمراہی کی ایک زہرناک ہوا آجکل چل رہی ہے اسکی زہر سے زمانہ حال کے طالبِ حق اور نیز آئندہ کی نسلیں محفوظ رہیں۔ کیونکہ ان الہامات میں ایسی بہت سی باتیں آئیں گی جن کا ظہور آئندہ زمانوں پر موقوف ہے۔ پس جب یہ زمانہ گذر جائے گا اور ایک نئی دُنیا نقاب پوشیدگی سے اپنا چہرہ دکھلائے گی۔ اور ان باتوں کی صداقت کو جو اس کتاب میں درج ہے بچشمِ خود دیکھے گی۔ تو اُن کی تقویتِ ایمان کے لئے یہ پیشین گوئیاں بہت فائدہ دیں گی انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔ سو اِس وقت جو پیشگوئیاں خداوند کریم کی طرف سے ظاہر ہوئی ہیں۔

ح۴۶۸

ص۴۶۸

آوینگے وبا پڑے گی لڑائیاں ہونگی قحط پڑیگا ایک قوم دُوسری قوم پر چڑھائی کریگی یہ ہوگا وُہ ہوگا اور بارہا کوئی نہ کوئی اُن کی خبر بھی سچّی نکل آتی ہے پس ان شبہات کے مٹانے کیلئے وہ پیشین گوئیاں اور اخبارِ غیبیہ زبردست اور کامل متصوّر ہونگے جن کے ساتھ ایسے نشان قُدرتِ الٰہیہ کے ہوں جن میں رمّالوں اور خواب بینوں اور نجومیوں وغیرہ کا شریک ہونا ممتنع اور محال ہو یعنی اُن میں خداوندِ تعالیٰ کے کامل جلال کا جوش اور اُسکی

ص۴۶۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تمام گھر میں اندھیرا بھرا ہوا دیکھے اور پھر اُٹھ کر دروازوں کو نہ کھولے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھا رہے اور دل میں یہ کہے کہ اب اس وقت کون اُٹھے اور کون اتنی تکلیف اُٹھاوے۔ یہ تینوں مثالیں ان تینوں حالتوں کی ہیں جو انسان کے اپنے ہی فعل یا اپنی ہی سُستی سے پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے پہلی حالت کا نام حسبِ تصریح گذشتہ کے انعامِ الٰہی اور دُوسری حالت کا نام غضبِ الٰہی اور تیسری حالت کا نام اضلالِ الٰہی ہے ان تینوں صداقتوں سے بھی ہمارے مخالفین بے خبر ہیں۔ کیونکہ برہمو سماج والوں کو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بعض ان میں سے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ گذرا ہے کہ ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی۔ جس ضرورت کا ہمارے اس جگہ کے آریہ ہمنشینوں کو بخوبی علم تھا اور یہ بھی اُن کو خوب معلوم تھا کہ بظاہر کوئی ایسی تقریب پیش نہیں ہے جو جائے اُمید ہو سکے بلکہ اس معاملہ میں اُن کو ذاتی طور پر واقفیّت تھی۔ جس کی وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ پس جبکہ وہ ایسے مشکل اور فقدان اسباب حلِّ مشکل سے کامل طور پر مطلع تھے

ص۴۶۹

اِسلئے بلا اختیار دل میں اِس خواہش نے جوش مارا کہ مشکل کُشائی کیلئے حضرتِ احدیّت میں دُعا کی جائے تا اُس دُعا کی قبولیّت سے ایک تو اپنی مشکل حل ہو جائے اور دوسری مخالفین کے لئے تائیدِ الٰہی کا نشان پیدا ہو۔ ایسا نشان کہ اُسکی سچائی پر وُہ لوگ گواہ ہو جائیں۔ سو اُسی دن دُعا کی گئی اور خدائے تعالیٰ سے یہ مانگا گیا کہ وُہ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطّلاع بخشے۔ تب یہ الہام ہوا۔ دس دن کے بعد مَیں موج دکھاتا ہوں۔ الا انّ نصر اللّٰہ قریب[1] فی شائل مقیاس۔ دن وِل یُو گو ٹُو امرت سر۔ یعنے دس دن کے بعد روپیہ

[1] بقرہ : ۲۱۵

۴۶۹

تائیدات کا ایسا بزرگ چمکار نظر آتا ہو۔ جو بدیہی طور پر اُسکی توجہاتِ خاصہ پر دلالت کرتا ہو اور نیز وُہ ایک ایسی نصرت کی خبر پر مشتمل ہوں جس میں اپنی فتح اور مخالف کی شکست اور اپنی عزّت اور مخالف کی ذلّت اور اپنا اقبال اور مخالف کا زوال بہ تفصیلِ تمام ظاہر کیا گیا ہو۔ اور ہم اپنے موقعہ پر بیان کریں گے اور کچھ بیان بھی کر چکے ہیں کہ یہ اعلیٰ درجہ کی پیشین گوئیاں صرف قرآنِ شریف سے مخصوص ہیں کہ جن کے پڑھنے سے جلالِ الٰہی کا ایک عالم نظر آتا ہے۔

۴۶۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اُس صداقت سے بالکل اطلاع نہیں ہے جس کے رُو سے خدائے تعالیٰ سرکش اور غضبناک بندوں کے ساتھ غضبناک کا معاملہ کرتا ہے۔ چنانچہ برہمو صاحبوں میں سے ایک صاحب نے اِس بارہ میں انہیں دنوں میں ایک رسالہ بھی چھاپا ہے جس میں صاحب موصوف خدا کی کتابوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اُن میں غضب کی صفت خدائے تعالیٰ کی طرف کیونکر منسوب کی گئی ہے کیا خدا ہماری کمزوریوں کو چڑتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر صاحبِ راقم کو اِس صداقت کی کچھ بھی خبر ہوتی تو کیوں وُہ ناحق اپنے اوقات ضائع کر کے ایک ایسا رسالہ چھپواتے جس سے اُن کی کم فہمی ہر ایک پر کُھل گئی۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آئے گا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کیلئے اُونٹنی دُم اُٹھاتی ہے تب اُس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے ایسا ہی مددِ الٰہی بھی قریب ہے اور پھر انگریزی فقرہ میں یہ فرمایا کہ دس دن کے بعد جب روپیہ آئیگا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے تو جیسا اِس پیشگوئی میں فرمایا تھا ایسا ہی ہندوؤں یعنے آریوں مذکورہ بالا کے رُوبرو وقوع میں آیا۔ یعنے حسبِ منشاء پیشگوئی دس دن تک ایک خرمہرہ نہ آیا اور دس دن کے بعد یعنے گیارھویں روز محمد افضل خان صاحب سپرنٹنڈنٹ بند وبست راولپنڈی نے ایک سو دس روپیہ بھیجے اور بیست روپیہ ایک اور جگہ سے آئے اور پھر برابر روپیہ آنے کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ جس کی اُمید نہ تھی۔ اور اُسی روز کہ جب دس دن کے گذرنے کے بعد محمد افضل خان صاحب وغیرہ کا روپیہ آیا۔ امرتسر بھی جانا پڑا۔ کیونکہ عدالتِ خفیفہ امرتسر سے ایک شہادت کے ادا کرنے کے لئے اِس عاجز کے نام اُسی روز ایک سمن

صفحہ ۴

ضمیمہ

تمہید ہفتم ۔ قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علمِ دین کی اور علومِ دقیقہ الٰہیات کے اور براہینِ قاطعہ اُصولِ حقّہ کے معہ دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حدِّ ذاتہا ایسے ہیں کہ قویٰ بشریّہ اُن کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل اُن کے دریافت کرنے کے لئے بطورِ خود سبقت نہیں کر سکتی کیونکہ پہلے زمانوں پر نظرِ استقراری ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف اُن علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گذرا۔

ضمیمہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے اور اُن کو باوجود دعوئے عقل کے یہ بات سمجھ نہ آئی کہ خدا کا غضب بندہ کی حالت کا ایک عکس ہے جب انسان کسی مخالفانہ شر سے محجوب ہو جائے اور خدا سے دُوسری طرف مُونہہ پھیر لے تو کیا وہ اِس لائق رہ سکتا ہے کہ جو سچّے محبّوں اور صادقوں پر فیضانِ رحمت ہوتا ہے اُس پر بھی وُہی فیضان ہو جائے ہرگز نہیں بلکہ خدا کا قانونِ قدیم جو ابتدا سے چلا آیا ہے جس کو ہمیشہ راستباز اور صادق آدمی تجربہ کرتے رہے ہیں اور اب بھی صحیح تجارب سے اُس کی سچائیوں کو مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہی قانون ہے کہ جو شخص ظلماتی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

آگیا۔ سو یہ وہ عظیم الشّان پیشگوئی ہے جس کی مفصّل حقیقت پر اس جگہ کے چند آریوں کو بخوبی اطلاع ہے اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس پیشگوئی سے پہلے سخت ضرورت پیش آنے کی وجہ سے دُعا کی گئی اور اور پھر اُس دُعا کا قبول ہونا اور دس دن کے بعد ہی روپیہ آنے کی بشارت دیا جانا اور ساتھ ہی روپیہ آنے کے بعد امرتسر جانے کی اطلاع دیا جانا یہ سب واقعاتِ حقّہ اور صحیحہ ہیں اور پھر اُنہیں کے رُوبرو اِس پیشگوئی کا پُورا ہونا بھی اُن کو معلوم ہے اور اگرچہ وہ لوگ بباعثِ ظلمت کُفر کے خُبث اور عناد سے خالی نہیں ہیں اور اپنے دُوسرے بھائیوں کی طرح بغض اور کینہٗ اسلام پر کمر بستہ اور جیفہٗ دُنیا پر گرے ہوئے اور حق اور راستی سے بکلّی بے غرض ہیں لیکن اگر شہادت کے وقت اُن کو قسم دیجائے تو بحالتِ قسم وُہ سچ سچ بیان کرنے سے کسی طرف گریز نہیں کر سکتے اور اگر خدا سے نہیں تو رُسوائی اور وبالِ قسم سے ڈر کر ضرور سچّی گواہی دیویں گے۔

ص۴۷۷

لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب اور بات ہے یعنے یہ کہ وُہ علوم اور معارف ایک ایسے اُمّی کو عطا کی گئی کہ جو لکھنے پڑھنے سے نا آشنا محض تھا جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہلِ علم یا حکیم کی صُحبت میسّر آئی تھی بلکہ تمام عمر جنگلیوں اور وحشیوں میں سکونت رہی اُنہیں میں پرورش پائی اور اُنہیں میں سے پَیدا ہُوئے اور اُنہیں کے ساتھ اختلاط رہا۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُمّی اور اَن پڑھ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ

ص۴۷۱ — بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

حجابوں سے نکل کر سیدھا خدائے تعالیٰ کی طرف اپنے رُوح کا مُونہہ پھیر کر اُسکے آستانہ پر گر پڑتا ہے اُسی پر فیضانِ رحمت خاصّہ ایزدی کا ہوتا ہے اور جو شخص اِس طریق کے برخلاف کوئی دُوسرا طریق اختیار کر لیتا ہے تو بالضرور جو امر رحمت کے برخلاف ہے یعنے غضب الٰہی اُسپر وارد ہو جاتا ہے۔ اور غضب کی اصل حقیقت یہی ہے کہ جب ایک شخص اُس طریق مستقیم کو چھوڑ دیتا ہے کہ جو قانونِ الٰہی میں افاضۂ رحمتِ الٰہی کا طریق ہے تو فیضانِ رحمت سے محروم رہ جاتا ہے۔ اِسی محرومی کی حالت کا نام غضبِ الٰہی ہے۔ اور چُونکہ انسان کی زندگی اور آرام اور راحت خدا کے فیض سے ہی ہے۔ اِس

ص۴۷۱ — بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

از انجملہ ایک یہ ہے کہ مولوی ابوعبد اللّٰہ غلام علی صاحب قصوری جن کا ذکرِ خیر حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ میں درج ہے الہام اولیاء اللہ کی عظمتِ شان میں کچھ شک رکھتے تھے اور یہ شک اُنکی بالمواجہ تقریر سے نہیں بلکہ اُنکے رسالہ کی بعض عبارتوں سے مترشح ہوتا تھا سو کچھ عرصہ ہُوا اُنکے شاگردوں میں سے ایک صاحب نور احمد نامی جو حافظ اور حاجی بھی ہیں بلکہ شاید کچھ عربی دان بھی ہیں اور واعظ قرآن ہیں اور خاص امرتسر میں رہتے ہیں اتفاقاً اپنی درویشانہ حالت میں سیر کرتے کرتے یہاں بھی آگئے اُن کا خیال الہام کے انکار میں مولوی صاحب کے انکار سے کچھ بڑھکر معلوم ہوتا تھا۔ اور برہمو سماج والوں کی طرح صرف انسانی خیالات کا نام الہام رکھتے تھے چُونکہ وُہ ہمارے ہی یہاں ٹھہرے اور اِس عاجز پر اُنہوں نے خود آپ ہی یہ غلط رائے جو الہام کے بارہ میں اُن کے دل میں تھی مدعیانہ طور پر ظاہر بھی کر دی اسلئے دل میں بہت رنج گذرا ہر چند معقولی

ح۴۷۲

کوئی تاریخ دان اسلام کا اُس سے بےخبر نہیں لیکن چونکہ یہ امر آئندہ فصلوں کیلئے بہت کارآمد ہے اسلئے ہم کسی قدر آیاتِ قرآنی لکھ کر اُمیت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ثابت کرتے ہیں سو واضح ہو کہ وُہ آیات بہ تفصیلِ ذیل ہیں :-

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ سُورۂ جمعہ الجزو نمبر ۲۸

وُہ خدا ہے جسنے اُن پڑھوں میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا اُن پر وُہ اُسکی آیتیں پڑھتا ہے اور اُنکو پاک کرتا ہے اور اُنہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وُہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہُوئے تھے۔

ح۴۷۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جہت سے جو لوگ فیضانِ رحمت کے طریق کو چھوڑ دیتے ہیں وُہ خدا کی طرف سے اِسی جہان میں یا دُوسرے جہان میں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ جس کے شامل حال رحمتِ الٰہی نہیں ہے ضرور ہے کہ انواع اقسام کے عذاب رُوحانی و بدنی اُسکی طرف مُتوجہ کریں اور چونکہ خدا کے قانون میں یہی انتظام مقرر ہے کہ رحمتِ خاصہ اُنہیں کے شامل حال ہوتی ہے کہ جو رحمت کے طریق کو یعنے دُعا اور توحید کو اختیار کرتے ہیں۔ اِس باعث سے جو لوگ اِس طریق کو چھوڑ دیتے ہیں وہ طرح طرح کی آفات میں گرفتار

ص۴۷۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

طور پر سمجھایا گیا کچھ اثر مترتب نہ ہُوا آخر توجہ الی اللہ تک نوبت پہنچی اور اُنکو قبل از ظہورِ پیشگوئی بتلایا گیا کہ خداوندِ کریم کی حضرت میں دُعا کی جائے گی کچھ تعجب نہیں کہ وُہ دُعا بہ پایۂ اجابت پہنچکر کوئی ایسی پیشگوئی خداوندکریم ظاہر فرماوے جسکو تم بچشمِ خود دیکھ جاؤ۔ سو اُس رات اِس مطلب کے لئے قادرِ مطلق کی جناب میں دُعا کی گئی علی الصباح بہ نظرِ کشفی ایک خط دکھلایا گیا جو ایک شخص نے ڈاک میں بھیجا ہے اُس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہُوا ہے آئی ایم کوررلر اور عربی میں یہ لکھا ہُوا ہے هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ اور یہی الہام حکایتاً عن الکاتب القا کیا گیا اور پھر وُہ حالت جاتی رہی۔ چونکہ یہ خاکسار انگریزی زبان سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا۔ اِس جہت سے پہلے علی الصباح میاں نور احمد صاحب کو اُس کشف اور الہام کی اطلاع دیکر اور اُس آنے والے خط سے مطلع کر کے پھر اُسی وقت ایک انگریزی خوان سے اُس انگریزی فقرہ کے معنے دریافت کئے گئے تو معلوم ہُوا کہ اُس کے

ص۴۷۱

عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

مَیں جس کو چاہتا ہوں عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز پر احاطہ کر رکھا ہے سو مَیں اُن کیلئے جو ہر یک طرح کے شرک اور کفر اور فواحش سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیز اُن کیلئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان کامل لاتے ہیں اپنی رحمت لکھوں گا وہ وہی لوگ ہیں جو اُس رسول نبی پر ایمان لاتے ہیں کہ جس میں ہماری قدرتِ کاملہ کی دو نشانیاں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۴۷۲

ہو جاتے ہیں اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ[1] فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ[2]۔ یعنے اِن کو کہدے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم دُعا نہ کرو اور اُسکے فیضان کے خواہاں نہ ہو خدا کو تو کسی کی زندگی اور وجود کی حاجت نہیں وہ تو بے نیاز مطلق ہے۔ اور آریہ سماج والے اور عیسائی بھی اِن تینوں صداقتوں میں سے پہلی اور تیسری صداقت سے بیخبر ہیں۔ کوئی اُن میں سے یہ اعتراض کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سب

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

ص۴۷۳

یہ معنے ہیں کہ مَیں جھگڑنے والا ہوں سو اِس مختصر فقرہ سے یقیناً یہ معلوم ہو گیا کہ کسی جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا ہے۔ اور ھٰذَا شَاھِدٌ نَزَّاغٌ کہ جو کاتب کی طرف سے دوسرا فقرہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اُسکے یہ معنے کھلے کہ کاتب خط نے کسی مقدمہ کی شہادت کے بارہ میں وہ خط لکھا ہے۔ اُس دن حافظ نور احمد صاحب بباعثِ بارش باران امرتسر جانے سے رہ کے گئے اور درحقیقت ایک سماوی سبب سے اُنکا رہ کا جانا بھی قبولیتِ دُعا کی ایک خبر تھی تا وہ جیسا کہ اُن کیلئے خدائے تعالیٰ سے درخواست کی گئی تھی پیشگوئی کے ظہور کو بچشم خود دیکھ لیں۔ غرض اس تمام پیشگوئی کا مضمون اُنکو سُنا دیا گیا۔ شام کو اُن کے رُوبرو پادری رجب علی صاحب مہتمم و مالک مطبع سفیر ہند کا ایک خط رجسٹری شدہ امرتسر سے آیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے اپنے کاتب پر جو اِسی کتاب کا کاتب ہے عدالتِ خفیفہ میں نالش کی ہے اور اِس عاجز کو ایک واقعہ کا گواہ ٹھہرایا ہے اور ساتھ اُس کے ایک سرکاری سمن بھی آیا اور اِس خط کے آنے کے بعد وہ فقرہ الہامی یعنی ھٰذَا شَاھِدٌ نَزَّاغٌ جس کے یہ معنے ہیں کہ یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے۔ اِن

[1] فرقان: ۷۸ [2] آلِ عمران: ۹۸

ص۴۷۴

فِی التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ

ہیں۔ ایک تو بیرونی نشانی کہ توریت اور انجیل میں اُس کی نسبت پیشین گوئیاں موجود ہیں جن کو وہ آپ بھی اپنی کتابوں میں موجود پاتے ہیں دوسری وہ نشانی کہ خود اُس نبی کی ذات میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ باوجود اُمّی اور ناخواندہ ہونے کے ایسی ہدایت کامل لایا ہے کہ ہریک قسم کی حقیقی صداقتیں جن کی سچائی کو عقل شرح تسلیم کرتی ہے اور جو صفحہ دُنیا پر باقی نہیں رہی تھیں لوگوں کی ہدایت کے لئے بیان فرماتا ہے اور اُنکو اسکے بجالانے کیلئے حکم کرتا ہے اور ہریک

ص۴۷۴ — بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

لوگوں کو کیوں ہدایت نہیں دیتا۔ اور کوئی یہ اعتراض کر رہا ہے کہ خدا میں صفت اضلال کیونکر پائی جاتی ہے جو لوگ خدائے تعالیٰ کی ہدایت کی نسبت معترض ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہدایت الٰہی اُنہیں کے شامل حال ہوتی ہے کہ جو ہدایت پانے کیلئے کوشش کرتے ہیں اور اُن راہوں پر چلتے ہیں جن راہوں پر چلنا فیضانِ رحمت کے لئے ضروری ہے اور جو لوگ اضلالِ الٰہی کی نسبت معترض ہیں اُنکو یہ خیال نہیں آتا کہ خدائے تعالیٰ اپنے قواعد مقررہ کے ساتھ ہریک انسان سے مناسبِ حال معاملہ کرتا ہے اور جو شخص سستی اور تکاسل

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

معنوں پر محمول معلوم ہوا کہ مہتمم مطبع سفیر ہند کے دل میں بہ یقین کامل یہ مرکوز تھا کہ اس عاجز کی شہادت جو ٹھیک ٹھیک اور مطابق واقعہ ہوگی بباعث وثاقت اور صداقت اور نیز بااعتبار اور قابلِ قدر ہونے کی وجہ سے فریق ثانی پر تباہی ڈالے گی اور اسی نیت سے مہتمم مذکور نے اس عاجز کو ادائے شہادت کیلئے تکلیف بھی دی اور سمن جاری کرایا۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ جس دن یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور امرتسر جانے کا سفر پیش آیا۔ وہی دن پہلی پیشگوئی کے پورے ہونے کا دن تھا سو وہ پہلی پیشگوئی بھی میاں نور احمد صاحب کے رُوبرو پوری ہوگئی یعنے اُسی دن جو دس دن کے بعد کا دن تھا۔ روپیہ آگیا اور امرتسر بھی جانا پڑا۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔ ص۴۷۴

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے یہ پیشگوئی بھی بدستورِ معمول اُسی وقت چند آریوں کو بتلائی گئی۔ اور یہ قرار پایا کہ اُنہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاکخانہ میں جاوے چنانچہ ایک آریہ ملاوامل نامی اُس وقت ڈاکخانہ میں گیا اور یہ خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ

۴۷۵

وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا نِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	نامعقول بات سے کہ جسکی سچائی سے عقل و شرع انکار کرتی ہے منع کرتا ہے اور پاک چیزوں کو پاک اور پلید چیزوں کو پلید ٹھہراتا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے سر پر سے وہ بھاری بوجھ اُتارتا ہے جو اُن پر پڑی ہوئی تھی اور جن طوقوں میں وہ گرفتار تھے اُن سے خلاصی بخشتا ہے۔ سو جو لوگ اسپر ایمان لاویں اور اُسکو قوّت دیں اور اُسکی مدد کریں اور اُس نور کی کلّی متابعت اختیار کریں جو اُسکے ساتھ نازل ہوا ہے وُہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔ لوگوں کو کہہ کہ میں

۴۷۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

سے اُس کے لئے کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں قدیم سے اُس کا یہی قاعدہ مقرر ہے کہ وُہ اپنی تائید سے اُن کو محروم رکھتا ہے اور اُنہیں کو اپنی راہیں دکھلاتا ہے جو اُن راہوں کے لئے بدل و جان سعی کرتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ جو شخص نہایت ناپروائی سے سُستی کر رہا ہے وُہ ایسا ہی خدا کے فیض سے مستفیض ہو جائے جیسے وہ شخص کہ جو تمام عقل اور تمام زور اور تمام اخلاص سے اُس کو ڈھونڈتا ہے۔ اِسی کی طرف ایک دُوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ

۴۷۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

آئے ہیں اور ایک خط لایا جس میں لکھا تھا کہ یہ دس روپیہ ارباب سرور خان نے بھیجے ہیں۔ چونکہ ارباب کے لفظ سے اتحادِ قومی مفہوم ہوتا تھا اِسلئے اُن آریوں کو کہا گیا کہ ارباب کے لفظ میں دونوں صاحبوں کی شراکت ہونا پیشگوئی کی صداقت کے لئے کافی ہے مگر بعض نے ان میں سے اِس بات کو قبول نہ کیا اور کہا کہ اتحادِ قومی شیے دیگر ہے اور قرابت شیے دیگر۔ اور اِس انکار پر بہت ضد کی ناچار اُنکے اصرار پر خط لکھنا پڑا! اور وہاں سے یعنے ہوتی مردان سے کئی روز کے بعد ایک دوست منشی الٰہی بخش نامی نے جو اُن دنوں میں ہوتی مردان میں اکونٹنٹ تھے۔ خط کے جواب میں لکھا کہ ارباب سرور خان ارباب محمد لشکر خان کا بیٹا ہے۔ چنانچہ اُس خط کے آنے پر سب مخالفین لاجواب اور عاجز رہ گئے۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک

يُحْيِي وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔[1] سورۂ اعراف الجزو نمبر ۹ ۔	خدا کی طرف سے تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ وہ خدا جو بلا شرکت الغیری آسمان اور زمین کا مالک ہے جس کے سوا اور کوئی خدا اور قابلِ پرستش نہیں زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس اُس خدا پر اور اُس کے رسول پر جو نبی اُمّی ہے ایمان لاؤ۔ وہ نبی جو اللہ اور اُس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے اور تم اُسکی پیروی کرو تا تم ہدایت پاؤ۔

ص ۴۷۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[2] یعنے جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اُنکو بالضرور اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ دس صداقتیں جو سورۂ فاتحہ میں درج ہیں کس قدر عالی اور بے نظیر صداقتیں ہیں جنکے دریافت کرنے سے ہمارے تمام مخالفین قاصر رہے اور پھر دیکھنا چاہیئے کہ کس ایجاز اور لطافت سے اتنی قلیل عبارت میں اُنکو خدائے تعالیٰ نے بھر دیا ہے اور پھر اس طرف خیال کرنا چاہیئے کہ علاوہ ان سچائیوں کے اور اس کمال ایجاز کے دوسرے کیا کیا لطائف ہیں جو اس سورہ مبارکہ میں بھرے ہوئے ہیں اگر ہم اسجگہ ان سب لطائف کو بیان کریں تو یہ مضمون ایک

ص ۴۷۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

از انجملہ ایک یہ ہے کہ ایکدفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری ہی میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی اور اس بات سے اسجگہ کے آریوں کو جن میں سے بعض خود جاکر ڈاکخانہ میں خبر لیتے تھے بخوبی اطلاع تھی کہ اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارہ میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاکخانہ سے خط وغیرہ آتا تھا اُسکو خود بعض آریہ ڈاکخانہ سے لے آتے تھے اور ہر روز ہریک بات سے بخوبی مطلع رہتے تھے۔ اور خود ابتک ڈاکخانہ کا ڈاک منشی بھی ایک ہندو ہی ہے۔ غرض جب یہ الہام ہوا تو اُن دنوں میں ایک پنڈت کا بیٹا شام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روزنامہ نویس کے نوکر رکھا ہوا تھا اور بعض اُمورِ غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اُس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اُس پر دستخط کرائے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی بھی بدستور اُس سے لکھائی گئی اور اُس وقت کئی آریوں

ص ۵۰۶

[1] اعراف: ۱۵۷-۱۵۹　[2] عنکبوت: ۷۰

ص۴۷۷

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1]۔ سورۃ الشوریٰ الجزو نمبر ۲۵۔	اور اسی طرح ہم نے اپنے امر سے تیری طرف ایک روح نازل کی ہے تجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب اور ایمان کسے کہتے ہیں پر ہم نے اسکو ایک نور بنایا ہے جس کو ہم چاہتے ہیں بذریعہ اسکے ہدایت دیتے ہیں اور بہ تحقیق سیدھے راستہ کی طرف تو ہدایت دیتا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۴۷۷

دفتر پہنچائیگا صرف چند لطیفہ بطور نمونہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اوّل یہ لطیفہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اِس سورۃ فاتحہ میں دُعا کرنے کا ایسا طریقہ حسنہ بتلایا ہے جس سے خوب تر طریقہ پیدا ہونا ممکن نہیں اور جس میں وہ تمام اُمور جمع ہیں جو دُعا میں دِلی جوش پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہیں تفصیل اِس کی یہ ہے کہ قبولیت دُعا کے لئے ضرور ہے کہ اُس میں ایک جوش ہو۔ کیونکہ جس دُعا میں جوش نہ ہو۔ وہ صرف لفظی بڑ بڑ ہے حقیقی دُعا نہیں۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ دُعا میں جوش پیدا ہونا ہر یک وقت انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ انسان کیلئے اشد ضرورت ہے کہ دُعا کرنے کے وقت جو اُمور دِلی جوش کے محرک ہیں وہ اُسکے خیال میں حاضر ہوں اور یہ بات ہر یک عاقل پر روشن ہے کہ دِلی جوش پیدا کرنیوالی صرف دو ہی چیزیں ہیں ایک خدا کو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص۴۷۷

کو بھی خبر دی گئی۔ اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو پینتالیس روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آگیا۔ اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک اُسی دن منی آرڈر روانہ ہُوا تھا جس دن خداوند عالم الغیب نے اُس کے روانہ ہونے کی خبر دی تھی۔ اور یہ پیشگوئی بھی اُسی طور پر ظہور میں آئی جس سے یہ تمام تر انکشاف مخالفین پر اُسکی صداقت کُھل گئی اور اُس کے قبول کرنے سے کچھ چارہ نہ رہا کیونکہ اُن کو اپنی ذاتی واقفیت سے بخوبی معلوم تھا کہ اِس روپیہ کا اِس مہینہ میں جہلم سے روانہ ہونا بے نشان محض تھا جس سے پہلے کوئی اطلاعی خط نہیں آیا تھا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہُوا ہے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدرآباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اُس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ

[1] شوریٰ : ۵۳

ص۴۷۸

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بَلْ هُوَ اٰيَاتٌۢ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيَاتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ[1] ۔سورۃ العنکبوت الجزو نمبر ۲۱ -	اور اس سے پہلے تو کسی کتاب کو نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا' تا باطل پرستوں کو شک کرنے کی کوئی وجہ بھی ہوتی بلکہ وہ آیات بیّنات ہیں جو اہلِ علم لوگوں کے سینوں میں ہیں اور اُن سے انکار وُہی لوگ کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔

ص۴۷۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کامل اور قادر اور جامع صفاتِ کاملہ خیال کر کے اسکی رحمتوں اور کرموں کو ابتداء سے انتہا تک اپنے وجود اور بقا کے لئے ضروری دیکھنا اور تمام فیوض کا مبدء اسی کو خیال کرنا۔ دُوسرے اپنے تئیں اور اپنے تمام ہمجنسوں کو عاجز اور مفلس اور خدا کی مدد کا محتاج یقین کرنا یہی دو امر ہیں جن سے دُعاؤں میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور جو جوش دلانے کیلئے کامل ذریعہ ہیں۔ وجہ یہ کہ انسان کی دُعائیں تب ہی جوش پیدا ہوتا ہے کہ جب وُہ اپنے تئیں سراسر ضعیف اور ناتوان اور مددِ الٰہی کا محتاج دیکھتا ہے اور خدا کی نسبت نہایت قوی اعتقاد سے یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ بغایت درجہ کامل القدرت اور رب العالمین اور رحمان اور رحیم اور مالک امر مجازات ہے، اور جو کچھ انسانی حاجتیں ہیں سب کا پُورا کرنا اُسی کے ہاتھ میں ہے سو سُورۃ فاتحہ کے ابتداء میں

ص۴۷۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

لکھا ہے یہ خواب بھی بدستور روز نامہ مذکورہ بالا میں اُسی ہندو کے ہاتھ سے لکھائی گئی اور کئی آریوں کو اطلاع دی گئی۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد حیدر آباد سے خط آگیا اور نواب صاحب موصوف نے سو روپیہ بھیجا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دوست نے بڑی مشکل کے وقت لکھا کہ اُس کا ایک عزیز کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہے اور کوئی صُورت نجات کی نظر نہیں آتی اور کوئی سبیل رہائی کی دکھائی نہیں دیتی۔ سو اُس دوست نے یہ پُردرد ماجرا لکھ کر دُعا کیلئے درخواست کی۔ چونکہ اُسکی بھلائی مقدر تھی اور تقدیر معلق تھی اسلئے اُسی رات وقت صافی میسر آگیا جو ایک مدت تک میسر نہیں آیا تھا۔ دُعا کی گئی اور وقت صافی قبولیت کی اُمید دیتا تھا۔ چنانچہ قبولیت کے آثار سے ایک آریہ کو اطلاع دیگئی

[1] عنکبوت : ۴۹-۵۰

ص۴۷۹

اِن تمام آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا بکمال وضاحت ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت فی الحقیقت اُمّی اور ناخواندہ نہ ہوتے۔ تو بہت سے لوگ اِس دعویٰ اُمیّت کی تکذیب کرنیوالے پیدا ہوجاتے کیونکہ آنحضرت نے کسی ایسے ملک میں یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ جس مُلک کے لوگوں کو آنحضرت کے حالات

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جو اللہ تعالیٰ کی نسبت بیان فرمایا گیا ہے کہ وُہی ایک ذات ہے کہ جو تمام محامد کاملہ سے متّصف اور تمام خوبیوں کی جامع ہے اور وُہی ایک ذات ہے جو تمام عالموں کی ربّ اور تمام رحمتوں کا چشمہ اور سب کو اُنکے عملوں کا بدلہ دینے والی ہے پس اِن صفات کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بخوبی ظاہر فرما دیا کہ سب قُدرت اُسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر یک فیض اُسی کی طرف سے ہے

ص۴۷۹

اور اپنی اِس قدر عظمت بیان کی کہ دُنیا اور آخرت کے کاموں کا قاضی الحاجات اور ہر یک چیز کا علّت العلل اور ہر یک فیض کا مبدء اپنی ذات کو ٹھہرایا جس میں یہ بھی اشارہ فرما دیا ہے کہ اُسکی ذات کے بغیر اور اُسکی رحمت کے بدوں کسی زندہ کی زندگی اور آرام اور راحت ممکن نہیں اور پھر بندہ کو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پھر چند روز کے بعد خبر ملی کہ مدعی ایک ناگہانی موت سے مرگیا اور اِس طرح پر شخص ماخوذ نے خلاصی پائی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

ماسوا اِسکے کبھی کبھی دُوسری زبان میں الہام ہونا جس سے یہ خاکسار ناآشنا محض ہے اور پھر وُہ الہام کسی پیشگوئی پر مشتمل ہونا عجائباتِ غریبہ میں سے ہے جو قادرِ مطلق کی وسیع قدرتوں پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ بیگانہ زبان کے تمام الفاظ محفوظ نہیں رہتے اور اُنکے تلفّظ میں بعض وقت

ص۴۷۹

بباعث سرعتِ ورودِ الہام اور ناآشنائی لہجۂ زبان کچھ فرق آجاتا ہے مگر اکثر صاف صاف اور غیر ثقیل فقرات میں کم فرق آتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جلدی جلدی القا ہونے کی وجہ سے بعض الفاظ یادداشت سے باہر رہ جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی فقرہ کا القا مکرّر سہ کرّر ہو تو پھر وہ الفاظ اچھی طرح سے یاد رہتے ہیں۔ الہام کے وقت میں قادرِ مطلق اپنے اُس تصرّف بحت سے کام کرتا ہے جس میں اسباب اندرونی یا بیرونی کی کچھ آمیزش نہیں ہوتی اُسوقت

اور واقعات سے بیخبر اور ناواقف قرار دے سکیں۔ بلکہ وہ تمام لوگ ایسے تھے جن میں آنحضرت نے ابتداءِ عمر سے نشو و نما پایا تھا اور ایک حصّۂ کلاں عُمر اپنی کا اُن کی مخالطت اور مصاحبت میں بسر کیا تھا پس اگر فی الواقعہ جناب ممدُوح اُمّی نہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اپنے اُمّی ہونے کا اُن لوگوں کے سامنے نام بھی لے سکتے

ص۴۸۰

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ — 3

تذلّل کی تعلیم دی اور فرمایا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ اے مبدءِ تمام فیوض ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ یعنی ہم عاجز ہیں آپ سے کچھ بھی نہیں کرسکتے جبتک تیری توفیق اور تائید شاملِ حال نہ ہو پس خدائے تعالیٰ نے دُعا میں جوش دلانے کیلئے دو محرّک بیان فرمائے۔ ایک اپنی عظمت اور رحمتِ شاملہ دُوسرے بندوں کا عاجز اور ذلیل ہونا۔ اب جاننا چاہیئے کہ یہی دو محرّک ہیں جن کا دُعا کے وقت خیال میں لانا دُعا کرنیوالوں کیلئے نہایت ضروری ہے جو لوگ دُعا کی کیفیت سے کسی قدر چاشنی حاصل رکھتے ہیں اُنہیں خوب معلوم ہے کہ بغیر پیش ہونے ان دونوں محرّکوں کی دُعا ہو ہی نہیں سکتی اور بجز اُن کے آتشِ شوقِ الٰہی دُعا میں اپنے شعلوں کو بلند نہیں کرتے یہ بات نہایت ظاہر ہے

ص۴۸۰

بقیہ حاشیہ — 3 — بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

زبان خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ ہوتا ہے جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے اُس آلہ کو یعنے زبان کو پھیرتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ الفاظ زور کے ساتھ اور ایک جلدی سے نکلتے آتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی لطف اور ناز سے قدم رکھتا ہے اور ایک قدم پر ٹھہر کر پھر دُوسرا قدم اُٹھاتا ہے اور چلنے میں اپنی خوش وضع دکھلاتا ہے اور ان دونوں اندازوں کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تا ربّانی الہام کو نفسانی اور شیطانی خیالات سے امتیاز کلّی حاصل رہے اور خداوندِ مطلق کا الہام اپنی جلالی اور جمالی برکت سے فی الفور شناخت کیا جائے۔ ایک دفعہ کی حالت یاد آئی ہے کہ انگریزی میں اوّل یہ الہام ہوا۔ آئی لَوْ یُو یعنے مَیں تم سے محبّت رکھتا ہوں۔ پھر یہ الہام ہوا۔ آئی ایم وِدْ یُو یعنے مَیں تمہارے ساتھ ہوں پھر الہام ہُوا۔ آئی شیل ہیلپ یُو یعنے مَیں تمہاری مدد کرونگا۔ پھر الہام ہوا

ص۴۸۰

جن پر کوئی حال اُن کا پوشیدہ نہ تھا اور جو ہر وقت اِس گھات میں لگے ہُوئے تھے کہ
کوئی خلاف گوئی ثابت کریں اور اُس کو مُشتہر کردیں۔ جن کا عناد اِس درجہ تک
پہنچ چکا تھا کہ اگر بس چل سکتا تو کچھ جھُوٹ مُوٹ سے ہی ثبوت بنا کر پیش
کردیتے اور اِسی جہت سے اُن کو اُن کی ہر یک بدظنّی پر ایسا مسکت جواب
دیا جاتا تھا کہ وُہ ساکت اور لاجواب رہ جاتے تھے مثلاً جب مکّہ کے بعض

ص۴۸۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ جو شخص خدا کی عظمت اور رحمت اور قدرتِ کاملہ کو یاد نہیں رکھتا وہ کسی طرح سے خدا کی طرف
رجوع نہیں کرسکتا۔ اور جو شخص اپنی عاجزی اور درماندگی اور مسکینی کا اقراری نہیں اُس کی
رُوح اس مولیٰ کریم کی طرف ہرگز جھک نہیں سکتی۔ غرض یہ ایسی صداقت ہے جس کے سمجھنے کیلئے
کوئی عمیق فلسفہ درکار نہیں بلکہ جب خدا کی عظمت اور اپنی ذلت اور عاجزی متحقق طور پر دل
میں منقّش ہو تو وُہ حالتِ خاصہ خود انسان کو سمجھا دیتی ہے کہ خالص دُعا کرنے کا وہی ذریعہ ہے
سچے پرستار خوب سمجھتے ہیں کہ حقیقت میں انہیں دو چیزوں کا تصوّر دُعا کیلئے ضروری ہے یعنے
اوّل اس بات کا تصوّر کہ خدائے تعالیٰ ہر یک قسم کی ربوبیّت اور پرورش اور رحمت اور
بدلہ دینے پر قادر ہے اور اُس کی یہ صفاتِ کاملہ ہمیشہ اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔

ص۴۸۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آئی کین ویٹ آئی وِل ڈُو۔ یعنے مَیں کرسکتا ہُوں جو چاہُوں گا۔ پھر بعد اِسکے بہت ہی
زور سے جس سے بدن کانپ گیا یہ الہام ہوُا۔ وِی کین ویٹ وِی وِل ڈُو۔ یعنے ہم
کرسکتے ہیں جو چاہیں گے۔ اور اُسوقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوُا کہ گویا ایک انگریز ہے جو
سر پر کھڑا ہوُا بول رہا ہے اور باوجود پُردہشت ہونے کے پھر اس میں ایک لذت تھی
جس سے رُوح کو معنے معلوم کرنے سے پہلے ہی ایک تسلّی اور تشفّی ملتی تھی۔ اور یہ انگریزی
زبان کا الہام اکثر ہوتا رہا ہے۔ ایک دفعہ ایک طالب العلم انگریزی خوان ملنے کو آیا۔ اس
کے رُوبرو ہی یہ الہام ہوُا۔ دِس اِز مائی اینیمی۔ یعنے یہ میرا دشمن ہے۔ اگرچہ
معلوم ہوگیا تھا کہ یہ الہام اُسی کی نسبت ہے۔ مگر اُسی سے یہ معنی بھی دریافت

ص۴۸۱

نادانوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی توحید ہمیں پسند نہیں آتی کوئی ایسا قرآن لاؤ
جس میں بتوں کی تعظیم اور پرستش کا ذکر ہو یا اسی میں کچھ تبدّل تغیّر کر کے بجائے توحید
کے شرک بھر دو تب ہم قبول کر لیں گے اور ایمان لے آئیں گے۔ تو خدا نے
اُن کے سوال کا جواب اپنے نبی کو وہ تعلیم کیا جو آنحضرت کے واقعاتِ عمری
پر نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے:۔

دوسرے اِس بات کا تصوّر کہ انسان بغیر توفیق اور تائید الٰہی کے کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتا۔
اور بلاشبہ یہ دونوں تصوّر ایسے ہیں کہ جب دُعا کرنے کے وقت دِل میں جم جاتے ہیں تو یکایک
انسان کی حالت کو ایسا تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک متکبّر اُن سے متاثّر ہو کر روتا ہوا زمین پر
گر پڑتا ہے اور ایک گردن کش سخت دل کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی کل ہے جس سے
ایک غافل مُردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ انہیں دو باتوں کے تصوّر سے ہریک دل دُعا کرنے
کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ غرض یہی وہ رُوحانی وسیلہ ہے جس سے انسان کی رُوح رُو بخدا ہوتی
ہے اور اپنی کمزوری اور امدادِ ربّانی پر نظر پڑتی ہے اسی کے ذریعہ سے انسان ایک ایسے عالمِ
بیخودی میں پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی مکدّر ہستی کا نشان باقی نہیں رہتا اور صرف ایک ذاتِ عظمیٰ
کا جلال چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور وُہی ذاتِ رحمتِ کُل اور ہریک ہستی کا ستون اور ہر ایک
درد کا چارہ اور ہریک فیض کا مبدء دکھائی دیتی ہے آخر اس سے ایک صورت فنا فی اللہ کی
ظہور پذیر ہو جاتی ہے جس کے ظہور سے نہ انسان مخلوق کی طرف مائل رہتا ہے نہ اپنے
نفس کی طرف نہ اپنے ارادہ کی طرف اور بالکل خدا کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور اُس ہستی

صہ ۴۸۲

کیے گئے اور آخر وُہ ایسا ہی آدمی نکلا اور اُس کے باطن میں طرح طرح کے خبث پائے
گئے۔ ایک دفعہ صبح کے وقت بہ نظر کشفی چند ورق چھپے ہوئے دکھائے گئے کہ جو
ڈاکخانہ سے آئے ہیں اور اخیر پر اُن کے لکھّا تھا۔ آئی ایم بائی عیسٰی۔ یعنے میں
عیسٰی کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ وُہ مضمون کسی انگریزی خوان سے دریافت کر کے دو ہندو

صہ ۴۸۲

ص۴۸۲

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ	وہ لوگ جو ہماری ملاقات سے نا اُمید ہیں یعنی ہماری طرف سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے برخلاف کوئی اور قرآن لا جسکی تعلیم اسکی تعلیم سے مغایر اور منافی ہو یا اسی میں تبدیل کر انکو جواب دے کہ مجھے یہ قدرت نہیں اور نہ روا ہے کہ مَیں خدا کے کلام میں اپنی طرف سے کچھ تبدیل کروں۔ مَیں تو صرف اُس وحی کا تابع ہوں جو میرے پر نازل ہوتی ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

حقیقی کی شہود سے اپنی اور دُوسری مخلوق چیزوں کی ہستی کالعدم معلوم ہوتی ہے اس حالت کا نام خدا نے صراطِ مستقیم رکھا ہے جسکی طلب کے لئے بندہ کو تعلیم فرمایا اور کہا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنے وُہ راستہ فنا اور توحید اور محبّتِ الٰہی کا جو آیاتِ مذکورہ بالا سے مفہوم ہو رہا ہے وہ ہمیں عطا فرما اور اپنے غیر سے بکلّی منقطع کر۔ خلاصہ یہ کہ خدائے تعالیٰ نے دُعا میں جوش پیدا کرنے کیلئے وُہ اسبابِ حقّہ انسان کو عطا فرمائے کہ جو اِس قدر دِلی جوش پیدا کرتے ہیں کہ دُعا کرنیوالے کو خودی کے عالم سے بیخودی اور نیستی کے عالم میں پہنچا دیتے ہیں۔ اِس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بات ہرگز نہیں کہ سُورۃ فاتحہ دُعا کے کئی طریقوں میں سے ہدایت مانگنے کا ایک طریقہ ہے بلکہ جیسا کہ دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے درحقیقت صرف یہی ایک طریقہ ہے جسپر جوشِ دل سے دُعا کا صادر ہونا موقوف ہے اور جسپر طبیعتِ انسانی بمقتضاء اپنے فطرتی تقاضا کے چلنا چاہتی ہے حقیقت یہ ہے کہ جیسے خدا نے دُوسرے اُمور میں قواعد مقررہ ٹھہرا رکھے ہیں ایسا ہی دُعا کیلئے بھی ایک قاعدہ خاص ہے اور وُہ قاعدہ وُہی محرک ہیں جو سُورۃ فاتحہ میں لکھے گئے ہیں اور

ص۴۸۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آریہ کو بتلایا گیا جس سے یہ سمجھا گیا تھا کہ کوئی شخص عیسائی یا عیسائیوں کی طرز پر دینِ اسلام کی نسبت کچھ اعتراض چھپوا کر بھیجے گا۔ چنانچہ اُسی روز ایک آریہ کو ڈاک آنے کے وقت ڈاکخانہ میں بھیجا گیا تو وُہ چند چھپے ہُوئے ورق لایا جس میں عیسائیوں کی طرز پر ایک صاحب خام خیال نے اعتراضات لکھے تھے۔ ایک دفعہ کسی امر میں جو دریافت طلب تھا خواب میں ایک درم نقرہ جو بشکل بادامی تھا اِس عاجز کے ہاتھ میں دیا

ص۴۸۴

ص۴۸۳

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ[1] ۔ سورۃ یُونس الجزو نمبر ۱۱۔

اور اپنے خداوند کی نافرمانی سے ڈرتا ہوں اگر خدا چاہتا تو مَیں تم کو یہ کلام نہ سُناتا اور خدا تم کو اُسپر مطلع بھی نہ کرتا پہلے اس سے اتنی عمر یعنی چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں پھر کیا تم کو عقل نہیں یعنے کیا تم کو بخوبی معلوم نہیں کہ افترا کرنا میرا کام نہیں اور جھوٹ بولنا میری عادت میں نہیں اور پھر آگے فرمایا کہ اُس شخص سے زیادہ تر اَور کون ظالم ہوگا جو خدا پر افترا باندھے یا خدا کے کلام کو کہے کہ یہ انسان کا افترا ہے بلاشبہ مجرم نجات نہیں پائیں گے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ممکن نہیں کہ جب تک وہ دونوں محرک کسی کے خیال میں نہ ہوں تب تک اُس کی دُعا میں جوش پیدا ہوسکے۔ سو طبعی راستہ دُعا مانگنے کا وہی ہے جو سورۃ فاتحہ میں ذکر ہوچکا ہے۔ پس سورہ ممدوحہ کے لطائف میں سے یہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ ہے کہ دعا کو معہ محرکات اُسکے کے بیان کیا ہے۔ فتدبّر۔

پھر ایک دُوسرا لطیفہ اِس سورۃ میں یہ ہے کہ ہدایت کے قبول کرنے کے لئے پُورے پُورے اسباب ترغیب بیان فرمائے ہیں کیونکہ ترغیب کامل جو معقول طور پر دیجائے ایک زبردست کشش ہے اور حصر عقلی کے رُو سے ترغیب کامل اُس ترغیب کا نام ہے جس میں تین جُزیں موجود ہوں۔ ایک یہ کہ جس شَے کی طرف ترغیب دینا منظور ہو اُس کی ذاتی خوبی بیان کی جائے۔ سو اِس خبر کو اِس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنے ہم کو وہ راستہ بتلا جو اپنی ذات میں صفتِ استقامت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

گیا۔ اُس میں دو سطریں تھیں۔ اوّل سطر میں یہ انگریزی فقرہ لکھا تھا۔ لیس آئی ایم ہیپی اور دوسری سطر جو خطِ فارق ڈال کر نیچے لکھی ہوئی تھی۔ وہ اُسی پہلی سطر کا ترجمہ تھا یعنے یہ لکھا تھا کہ ہاں مَیں خوش ہوں۔ ایک دفعہ کچھ حُزن اور غم کے دن آنے والے تھے کہ ایک کاغذ پر بہ نظرِ کشفی یہ فقرہ انگریزی میں لکھا ہوا دکھایا گیا۔ لائف آف پین۔ یعنے زندگی دُکھ کی۔ ایک دفعہ بعض مخالفوں کے بارہ میں جنہوں نے

[1] یونس : ۱۶-۱۸

۴۸۴

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا عربوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی نظر میں ایسا بدیہی اور یقینی امر تھا کہ اس کے انکار میں کچھ دم نہیں مار سکتے تھے بلکہ اسی جہت سے وہ توریت کے اکثر قصے جو کسی خواندہ آدمی پر مخفی نہیں رہ سکتے بطور امتحان نبوت آنحضرت پوچھتے تھے اور پھر جواب صحیح اور درست پاکر اُن فاش غلطیوں سے مُبرّا دیکھ کر جو توریت کے قصوں میں پڑ گئے ہیں وہ لوگ جو اُن میں راسخ فی العلم تھے بصدق دلی ایمان لے آتے تھے جن کا ذکر قرآن شریف میں اس طرح پر درج ہے:۔

ح۴۸۴

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور راستی سے موصوف ہے جس میں ذرا کجی نہیں سو اس آیت میں ذاتی خوبی اُس راستہ کی بیان فرما کر اُسکے حصول کیلئے ترغیب دی۔ دُوسری جزء ترغیب کی یہ ہے کہ جس شئے کی طرف ترغیب دینا منظور ہو اُس شئے کے فوائد بیان کئے جائیں۔ سو اس جزء کو اس آیت میں بیان فرمایا۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اُس راستہ پر ہم کو چلا جس پر چلنے سے پہلے سالکوں پر انعام اور کرم ہو چکا ہے۔ سو اس آیت میں راستہ چلنے والوں کا کامیاب ہونا ذکر فرما کر اُس راستہ کا شوق دلایا۔ تیسری جزء ترغیب کی یہ ہے کہ جس شئے کی طرف ترغیب دینا منظور ہو اُس شئے کے چھوڑنے والوں کی خرابی اور بدحالی بیان کی جائے سو اس جزء کو اس آیت میں بیان فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ یعنے اُن لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے صراطِ مستقیم کو چھوڑا اور دُوسری راہیں اختیار کیں اور غضب الٰہی میں پڑے اور گمراہ ہوئے۔ سو اس آیت میں اُس سیدھا راستہ چھوڑنے پر جو ضرر مترتب ہوتا ہے اُس سے آگاہ کیا۔ غرض سورۃ فاتحہ میں ترغیب کی

۴۸۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عنادِ دلی سے خواہ نخواہ قرآنِ شریف کی توہین کی تھی اور عداوتِ ذاتی سے جس کا کچھ چارہ نہیں دینِ متین اسلام پر بیجا اعتراضات اور بیہودہ تعرضات کئے تھے یہ دو فقرے انگریزی میں الہام ہوئے۔ گوڈ اِز کمنگ بائی ہز آرمی۔ ہی اِز وِدْ یُو ٹُو کِل اینیمی۔ یعنے خدائے تعالیٰ دلائل اور براہین کا لشکر لیکر چلا آتا ہے وہ دشمن کو

۴۸۵

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ[1]۔ سورۃ المائدہ الجزو نمبر ۷

سب فرقوں میں سے مسلمانوں کی طرف زیادہ تر رغبت کرنیوالے عیسائی ہیں کیونکہ اُن میں بعض بعض اہلِ علم اور راہب بھی ہیں جو تکبّر نہیں کرتے اور جب خدا کے کلام کو جو اُسکے رسول پر نازل ہوا ہے سُنتے ہیں تب تو دیکھتا ہے کہ اُنکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ حقانیتِ کلام الٰہی کو پہچان جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدایا ہم ایمان لائے ہم کو اُن لوگوں میں لکھ لے جو تیرے دین کی سچائی کے گواہ ہیں اور کیوں ہم خدا اور خدا کے سچے کلام پر ایمان نہ لاویں۔ حالانکہ ہماری آرزو ہے کہ خدا ہم کو اُن بندوں میں داخل کرے جو نیکوکار ہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تینوں چیزوں کو لطیف طور پر بیان کیا۔ ذاتی خوبی بھی بیان کی۔ فوائد بھی بیان کئے اور پھر اُس راہ کے چھوڑنے والوں کی ناکامی اور بدحالی بھی بیان فرمائی تا ذاتی خوبی کو سُنکر طبائع سلیمہ اُسکی طرف میل کریں اور فوائد پر اطلاع پاکر جو لوگ فوائد کے خواہاں ہیں اُنکے دِلوں میں شوق پیدا ہو اور ترک کرنے کی خرابیاں معلوم کرکے اُس وبال سے ڈریں جو کہ ترک کرنے پر عائد حال ہوگا۔ پس یہ بھی ایک کامل لطیفہ ہے جس کا التزام اس صورت میں کیا گیا۔ پھر تیسرا لطیفہ اس سورۃ میں یہ ہے کہ باوجود التزام فصاحت و بلاغت یہ کمال دکھلایا ہے کہ محامدِ الٰہیہ کے ذکر کرنے کے بعد جو فقرات دُعا وغیرہ کے بارہ میں لکھے ہیں اُنکو ایسے عمدہ طور پر بطور لف ونشر مرتب کے بیان کیا ہے جس کا صفائی سے بیان کرنا باوجود رعایت تمام مدارج

۴۸۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

مغلوب اور ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے اِسی طرح اور بھی بہت سے فقرات تھے جن میں سے کچھ تو یاد ہیں اور کچھ بھول گئے۔ لیکن سب سے زیادہ عربی زبان میں الہام ہوتا ہے خصوصًا آیاتِ فرقانیہ میں بکثرت اور بہ تواتر ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی قدر عربی الہامات جو بعض عظیم الشان پیشگوئیوں اور احساناتِ الٰہیہ پر مشتمل ہیں ذیل میں معہ ترجمہ لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اگر خدا چاہے تو طالب صادق کو ان سے فائدہ ہو۔

[1] مائدہ : ۸۳ - ۸۵

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا۔ سورۃ بنی اسرائیل الجزو نمبر ۱۵۔	جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں میں سے صاحب علم ہیں جب اُنپر قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ کرتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خدا تخلف وعدہ سے پاک ہے ایک دن ہمارے خداوند کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور روتے ہوئے مونہہ پر گر پڑتے ہیں اور خدا کا کلام اُن میں فروتنی اور عاجزی کو بڑھاتا ہے

حاشیہ ۴۸۶: پس یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو عیسائیوں اور یہودیوں میں اہل علم اور صاحب الصواب تھے کہ جب وہ ایک طرف آنحضرت کی حالت پر نظر ڈال کر دیکھتے تھے کہ محض اُمّی ہیں کہ تربیت اور تعلیم کا ایک نقطہ بھی نہیں سیکھا اور نہ کسی مہذب قوم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

حاشیہ ۴۸۶: فصاحت و بلاغت کے بہت مشکل ہوتا ہے اور جو لوگ سخن میں صاحبِ مذاق ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے لف و نشر کیسا نازک اور دقیق کام ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اوّل محامدِ الٰہیہ میں فیوضِ اربعہ کا ذکر فرمایا کہ وہ ربّ العالمین ہے۔ رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔ مالکِ یوم الدین ہے۔ اور پھر بعد اسکے فقراتِ تعبّد اور استعانت اور دعا اور طلبِ جزا کو انہیں کے ذیل میں اس لطافت سے لکھا ہے کہ جس فقرہ کو کسی قسم فیض سے نہایت مناسبت تھی اُسی کے نیچے وہ فقرہ درج کیا۔ چنانچہ ربّ العالمین کے مقابلہ پر اِیَّاکَ نَعْبُدُ لکھا۔ کیونکہ ربوبیت سے استحقاق عبادت شروع ہو جاتا ہے پس اسی کے نیچے اور اسی کے محاذات میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

حاشیہ ۴۸۶: اور تا مخالفوں کو بھی معلوم ہو کہ جس قوم پر خداوند کریم کی نظرِ عنایت ہوتی ہے۔ اور جو لوگ راہِ راست پر ہوتے ہیں اُن سے کیونکر خداوند کریم اپنے مکالمات اور مخاطبات میں بہ مہربانی پیش آتا ہے اور کیونکر اُن تفضّلات سے پیش از وقوع اطلاع دیتا ہے جن کو اُس نے لطف محض سے اپنے وقتوں پر طیار رکھا ہے اور وہ الہامات یہ ہیں:۔

ؔ۱ بنی اسرائیل : ۱۰۸ - ۱۱۰

۴۸۷

میں بُود و باش رہی اور نہ مجالسِ علمیہ دیکھنے کا اتّفاق ہؤا۔ اور دُوسری طرف وُہ قرآن شریف میں صرف پہلی کتابوں کے قصّے نہیں بلکہ صدہا باریک صداقتیں دیکھتے تھے جو پہلی کتابوں کی مکمل اور متمم تھیں تو آنحضرت کی حالتِ اُمّیّت کو سوچنے سے اور پھر اُس تاریخی کے زمانہ میں ان کمالاتِ علمیہ کو دیکھنے سے نیز انوارِ ظاہری و باطنی کے مشاہدہ سے نبوّت آنحضرتؐ کی اُنکو اظہر من الشمس معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اگر اُن مسیحی فاضلوں کو آنحضرتؐ کے اُمّی اور مؤیّد من اللہ ہونے پر یقینِ کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وُہ ایک ایسے دین سے جسکی حمایت میں ایک بڑی سلطنت قیصرِ روم کی قائم تھی اور جو نہ صرف ایشیا میں بلکہ بعض حصّوں یورپ میں بھی پھیل چکا تھا اور بوجہ اپنی مُشرکانہ تعلیم کے دُنیا پرستوں کو عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا صرف شک اور شُبہ کی حالت میں الگ ہو کر ایسے مذہب کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

۴۸۷

کا لکھنا نہایت موزون اور مناسب ہے اور رحمان کے مقابلہ پر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ لکھا. کیونکہ بندہ کے لئے اعانتِ الٰہی جو توفیقِ عبادت اور ہر یک اُس کے مطلوب میں ہوتی ہے جس پر اُس کی دُنیا اور آخرت کی صلاحیّت موقوف ہے یہ اُس کے کسی عمل کا پاداش نہیں بلکہ محض صفتِ رحمانیّت کا اثر ہے۔ پس استعانت کو صفتِ رحمانیّت سے بشدّت مناسبت ہے۔ اور رحیم کے مقابلہ پر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ لکھا کیونکہ دُعا ایک مجاہدہ اور کوشش ہے اور کوششوں پر جو ثمرہ مترتب ہوتا ہے وُہ صفتِ رحیمیّت کا اثر ہے۔ اور مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے مقابلہ پر صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۸۸

بُورِکْتَ یَا اَحْمَدُ وَکَانَ مَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ حَقًّا فِیْکَ۔ اے احمد تُو مبارک کیا گیا اور خدا نے جو تجھ میں برکت رکھی ہے وُہ حقّانی طور پر رکھی ہے۔ شَاْنُکَ عَجِیْبٌ وَ اَجْرُکَ قَرِیْبٌ۔ تیری شان عجیب ہے اور تیرا بدلہ نزدیک ہے۔ اِنِّیْ رَاضٍ مِّنْکَ۔ اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ۔ اَلْاَرْضُ وَ السَّمَآءُ مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ۔ مَیں تجھ سے راضی ہوں۔ مَیں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔ زمین اور آسمان تیرے

قبول کرلیتے جو بباعثِ تعلیم توحید کے تمام مشرکین کو بُرا معلوم ہوتا تھا اور اُس کے قبول کرنے والے ہر وقت چاروں طرف سے معرضِ ہلاکت اور بلا میں تھے پس جس چیز نے اُن کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرا وہ یہی بات تھی جو انہوں نے آنحضرتؐ کو محض اُمّی اور سراپا مؤیّد من اللہ پایا اور قرآنِ شریف کو بشری طاقتوں سے بالاتر دیکھا اور پہلی کتابوں میں اِس آخری نبی کے آنے کے لئے خود بشارتیں پڑھتے تھے سو خدا نے اُن کے سینوں کو ایمان لانے کے لئے کھول دیا۔ اور ایسے ایماندار نکلے جو خدا کی راہ میں اپنے خونوں کو بہایا اور جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں اور عربوں میں سے نہایت درجہ کے جاہل اور شریر اور

ص۴۸۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ لکھا۔ کیونکہ امر مجازات مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے متعلق ہے۔ سو ایسا فقرہ جس میں طلب انعام اور عذاب سے بچنے کی درخواست ہے اُسی کے نیچے رکھنا موزون ہے۔

چوتھا لطیفہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ مجمل طور پر تمام مقاصدِ قرآن شریف پر مشتمل ہے گویا یہ سورۃ مقاصدِ قرآنیہ کا ایک ایجاز لطیف ہے۔ اِسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ[1]۔ یعنے ہم نے تجھے اے رسول سات آیتیں سورۃ فاتحہ کی عطا کی ہیں جو مجمل طور پر تمام مقاصد قرآنیہ پر مشتمل ہیں اور اُن کے مقابلہ پر قرآنِ عظیم بھی عطا فرمایا ہے جو مفصّل طور پر مقاصدِ دینیہ کو ظاہر کرتا ہے اور اِسی جہت سے اِس سورۃ کا نام

ص۴۸۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ساتھ ہیں جیسے وہ میرے ساتھ ہیں۔ ھُوَ کا ضمیر واحد بتاویل مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ اور ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکاتِ الٰہیہ ہیں جو حضرتِ خیر الرسل کی متابعت کی برکت سے ہر یک کامل مومن کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں اور حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے سب طفیلی ہیں۔ اور اِس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر یک مدح و ثناء جو کسی مومن کے

ص۴۸۸

[1] حجر : ۸۸

بدباطن تھے اُن کے حالات پر بھی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی بہ یقین کامل آنحضرت کو اُمّی جانتے تھے اور اسی لئے جب وہ بائبل کے بعض قصّے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور امتحانِ نبوت پوچھ کر اُن کا ٹھیک ٹھیک جواب پاتے تھے تو یہ بات اُن کو زبان پر لانے کی مجال نہ تھی کہ آنحضرت کچھ پڑھے لکھے ہیں۔ آپ ہی کتابوں کو دیکھ کر جواب بتلا دیتے ہیں بلکہ جیسے کوئی لاجواب رہ کر اور گھسیانا بنکر کچھ عذر پیش کرتا ہے ایسا ہی نہایت ندامت سے یہ کہتے تھے کہ شاید در پردہ کسی

۴۸۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ام الکتاب اور سورۃ الجامع ہے۔ اُم الکتاب اس جہت سے کہ جمیع مقاصد قرآنیہ اس سے مستخرج ہوتے ہیں۔ اور سورۃ الجامع اس جہت سے کہ علوم قرآنیہ کے جمیع انواع پر بصورت اجمالی مشتمل ہے اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جس نے سورۃ فاتحہ کو پڑھا گویا اُس نے سارے قرآن کو پڑھ لیا۔ غرض قرآن شریف اور احادیث نبوی سے ثابت ہے کہ سورۃ فاتحہ ممدوحہ ایک آئینہ قرآن نما ہے۔ اسکی تصریح یہ ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمام محامد کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے اور اُس کی ذات کیلئے جو کمال تام حاصل ہے اُس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے۔ سو یہ مقصد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں بطور اجمال آ گیا۔ کیونکہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ تمام محامد کاملہ اللہ کے لئے ثابت ہیں جو مستجمع جمیع کمالات اور مستحق

۴۸۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصّہ حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بھی محض خدائے تعالیٰ کے لطف اور احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت اور خوبی سے۔ بعد اس کے فرمایا اَنْتَ وَجِیْہٌ فِیْ حَضْرَتِیْ اِخْتَرْتُکَ لِنَفْسِیْ۔ تُو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے اختیار کیا۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسا میری توحید اور تفرید سو وہ وقت آ گیا جو تیری مدد کی جائے اور تجھ کو لوگوں میں معروف و مشہور کیا

۴۸۹

عیسائی یا یہودی عالم بائیبل نے یہ قصے بتلا دیئے ہوں گے۔ پس ظاہر ہے اگر آنحضرت کا اُمّی ہونا اُن کے دلوں میں بہ یقین کامل متمکن نہ ہوتا تو اسی بات کے ثابت کرنے کے لئے نہایت کوشش کرتے کہ آنحضرت اُمّی نہیں ہیں فلاں مکتب یا مدرسہ میں انہوں نے تعلیم پائی ہے۔ واہیات باتیں کرنا جن سے ان کی حماقت ثابت ہوتی تھی کیا ضرور تھا۔ کیونکہ یہ الزام لگانا کہ بعض عالم یہودی اور عیسائی در پردہ آنحضرت کے رفیق اور معاون ہیں بدیہی البطلان تھا۔ اس وجہ سے کہ قرآن تو جا بجا اہلِ کتاب کی وحی کو ناقص اور ان کی کتابوں کو محرّف اور مبدّل اور ان کے عقائد کو فاسد اور باطل اور خود اُن کو بشرطیکہ بے ایمان مریں ملعون اور جہنمی بتلاتا ہے۔ اور اُن کے اصولِ مصنوعہ کو دلائلِ قویّہ سے توڑتا ہے تو پھر کس طرح

صفحہ ۴۹۰

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ — صفحہ ۴۹۰

جمیع عبادات ہے۔ دُوسرا مقصد قرآن شریف کا یہ ہے کہ وُہ خدا کا صانع کامل ہونا اور خالق العالمین ہونا ظاہر کرتا ہے اور عالم کے ابتداء کا حال بیان فرماتا ہے اور جو دائرۂ عالم میں داخل ہو چکا اسکو مخلوق ٹھہراتا ہے اور اُن اُمور کے جو لوگ مخالف ہیں اُنکا کذب ثابت کرتا ہے۔ سو یہ مقصد ربّ العٰلمین میں بطور اجمال آ گیا۔ تیسرا مقصد قرآن شریف کا خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا اور اسکی رحمتِ عامہ کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد لفظِ رحمان میں بطور اجمال آ گیا۔ چوتھا مقصد قرآنِ شریف کا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ — صفحہ ۴۹۲

جائے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا[1]۔ کیا انسان پر یعنے تجھ پر وُہ وقت نہیں گذرا کہ تیرا دُنیا میں کچھ بھی ذکر و تذکرہ نہ تھا۔ یعنے تجھ کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ تُو کون ہے اور کیا چیز ہے اور کسی شمار و حساب میں نہ تھا۔ یعنے کچھ بھی نہ تھا۔ یہ گذشتہ تلطفات اور احسانات کا حوالہ ہے تا محسنِ حقیقی کے آئندہ فضلوں کیلئے ایک نمونہ ٹھہرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى زَادَ مَجْدَكَ۔ يَنْقَطِعُ اٰبَاءُكَ وَ يُبْدَءُ مِنْكَ۔ سب پاکیاں خدا کیلئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔ اُس نے تیرے مجد کو زیادہ کیا۔ تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع ہو جائے گا۔ یعنے بطور مستقل اُن کا

[1] الدھر : ۲

ممکن تھا کہ وہ لوگ قرآن شریف سے اپنے مذہب کی آپ ہی مذمّت کرواتے۔ اور اپنی کتابوں کا آپ ہی رَدّ لکھاتے اور اپنے مذہب کی بیخکنی کے آپ ہی موجب بنجاتے پس یہ سُست اور نادرست باتیں اس لئے دُنیا پرستوں کو بکنی پڑیں کہ اُنکو عاقلانہ طور پر قدم مارنے کا کسی طرف راستہ نظر نہیں آتا تھا اور آفتاب صداقت کا ایسی پُرزور روشنی سے اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا تھا کہ وہ اُس سے چمگاڈر کی طرح بچھپتے پھرتے تھے اور کسی ایک بات پر اُنکو ہرگز ثبات وقیام نہ تھا بلکہ تعصب اور شدّت عناد نے اُنکو سودائیوں اور پاگلوں کی طرح بنا رکھا تھا۔ پہلے تو قرآن کے قصّوں کو سُنکر جن میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا ذکر تھا۔ اِس وہم میں پڑے کہ شاید ایک شخص اہل کتاب میں سے پوشیدہ طور پر یہ قصّے سکھاتا ہوگا جیسا اُن کا یہ مقولہ قرآن شریف میں درج ہے اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ[1] سورۃ النحل الجزو نمبر ۱۴۔　　۴۹۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خدا کا وہ فیضان ثابت کرتا ہے جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے۔ سو یہ مقصد لفظِ رحیم میں آگیا۔ پانچواں مقصد قرآن شریف کا عالم معاد کی حقیقت بیان کرتا ہے۔ سو یہ مقصد مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن میں آگیا۔ چھٹا مقصد قرآن شریف کا اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراضِ رُوحانی اور اصلاح اخلاق ردّیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں بطور اجمال آگیا۔ ساتواں مقصد قرآن شریف کا ہریک کام میں فاعلِ حقیقی خدا کو ٹھہرانا اور تمام توفیق اور　　۴۹۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تام نہیں رہے گا۔ اور خدا تجھ سے ابتدا شرف اور مجد کا کریگا۔ نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَاُحْيِيْتَ بِالصِّدْقِ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ۔ نُصِرْتَ وَقَالُوْا لَاتَ حِيْنَ مَنَاص۔ تو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا۔ اے صدیق تو مدد کیا گیا اور مخالفوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں یعنے امدادِ الٰہی اُس حد تک پہنچ جائے گی کہ مخالفوں کے دل ٹوٹ جائیں گے اور اُنکے دلوں پر یاس مستولی ہو جائیگی اور حق آشکارا ہو جائیگا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ كَ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ　　۴۹۱

[1] نحل : ۱۰۴

اور پھر جب دیکھا کہ قرآن شریف میں صرف قصے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے حقائق ہیں تو پھر یہ دوسری رائے ظاہر کی وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ[1] سورۃ الفرقان الجزو نمبر ۱۸۔ یعنے ایک بڑی جماعت نے متفق ہوکر قرآن شریف کو تالیف کیا ہے ایک آدمی کا کام نہیں۔ پھر جب قرآن شریف میں اُن کو یہ جواب دیا گیا کہ اگر قرآن کو کسی جماعت علماء فضلا اور شعرا نے اکٹھے ہوکر بنایا ہے تو تم بھی کسی ایسی جماعت سے مدد لیکر قرآن کی نظیر بنا کر دکھلاؤ تا تمہارا سچا ہونا ثابت ہو۔ تو پھر لاجواب ہوکر اس رائے کو بھی جانے دیا اور ایک تیسری رائے ظاہر کی اور وہ یہ کہ قرآن کو جنّات کی مدد سے بنایا ہے یہ آدمی کا کام نہیں پھر خدا نے اِس کا جواب بھی ایسا دیا کہ جس کے سامنے وہ چون وچرا کرنے سے عاجز ہوگئے جیسا فرمایا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

لطف اور نصرت اور ثبات علی الطاعت اور عصمت عن العصیان اور حصول جمیع اسبابِ خیر اور صلاحیت دُنیا و دین اُسی کی طرف اُسے قرار دینا اور اُن تمام اُمور میں اُسی سے مدد چاہنے کے لئے تاکید کرنا سو یہ مقصد اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں بطور اجمال آگیا۔ آٹھواں[۸] مقصد قرآن شریف کا صِرَاطِ مُسْتَقِيْم کے دقائق کو بیان کرنا ہے اور پھر اس کی طلب کے لئے تاکید کرنا کہ دُعا اور تضرّع سے اُس کو طلب کریں سو یہ مقصد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم میں بطور اجمال کے آگیا۔ نواں[۹] مقصد قرآنِ شریف کا

۴۹۲ص

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

مِنَ الطَّيِّبِ۔ اور خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے جب تک وہ خبیث اور طیّب میں صریح فرق نہ کرلے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[2]۔ اور خدا اپنے امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی اور تیرے ربّ کی

---

[1] فرقان: ۵ [2] یوسف: ۲۲

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ[۵]۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ سورۃ بنی اسرائیل الجزو نمبر ۱۵۔	یعنے قرآن ہر یک قسم کے اُمور غیبیہ پر مشتمل ہے۔ اور اس قدر بتلانا جنات کا کام نہیں۔ اُن کو کہدے کہ اگر تمام جنّ متفق ہو جائیں اور ساتھ ہی بنی آدم بھی اتفاق کر لیں اور سب مل کر یہ چاہیں کہ مثل اس قرآن کے کوئی اور قرآن بنادیں تو اُن کیلئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

صہ ۴۹۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اُن لوگوں کا طریق و خلق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا تا طالبین حق کے دل جمعیت پکڑیں سو یہ مقصد صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں آگیا۔ دسواں مقصد قرآن شریف کا اُن لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا غضب ہوا۔ یا جو راستہ بھول کر انواع اقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے۔ تا حق کے طالب اُن کی راہوں سے ڈریں۔ سو یہ مقصد غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں بطور اجمال آگیا ہے یہ مقاصد عشرہ ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہیں جو تمام صداقتوں کا اصل الاصول ہیں۔ سو یہ تمام مقاصد سورۂ فاتحہ میں بطور اجمال آگئے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

بات پوری ہو جائیگی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھہرینگے کہ یہ وہی بات ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے۔ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ۔ یعنی میں نے اپنی طرف سے خلیفہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ میں زمین پر کرنے والا ہوں یہ اختصاری کلمہ ہے یعنی اسکو قائم کرنیوالا ہوں۔ اِسجگہ خلیفہ کے لفظ سے ایسا شخص مراد ہے کہ جو ارشاد اور ہدایت کیلئے بین اللہ و بین الخلق واسطہ ہو۔ خلافت ظاہری کہ جو سلطنت اور حکمرانی پر اطلاق پاتی ہے مُراد نہیں ہے اور نہ وہ بجز قریش کے کسی دوسرے کیلئے خدا کی طرف سے شریعتِ اسلام میں مسلّم ہو سکتی ہے بلکہ یہ محض رُوحانی مراتب اور رُوحانی نیابت کا ذکر ہے اور آدم کے لفظ سے بھی وہ آدم جو ابو البشر ہے مُراد نہیں بلکہ ایسا شخص مُراد ہے جس سے

صہ ۴۹۲

صہ ۴۹۳

۵ سورۃ تکویر: ۲۵-۲۷ ۶ بنی اسرائیل: ۸۹

پھر جب ان بدبختوں پر اپنے تمام خیالات کا جھوٹ ہونا کھل گیا اور کوئی بات بنتی نظر نہ آئی تو آخر کار کمال بیحیائی سے کمینہ لوگوں کی طرح اس بات پر آگئے کہ ہر طرح پر اس تعلیم کو شائع ہونے سے روکنا چاہیئے جیسا اس کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے:۔

۴۹۳ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ[1] وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ[2]	یعنے کافروں نے یہ کہا کہ اس قرآن کو مت سُنو اور جب تمہارے سامنے پڑھا جاوے تو تم شور ڈال دیا کرو۔ تا شاید اسی طرح غالب آجاؤ۔ اور بعضوں نے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے یہ کہا کہ یُوں کرو کہ اوّل صبح کے وقت جا کر قرآن پر ایمان لے آؤ۔ پھر شام کو اپنا ہی دین اختیار کر لو۔ تا شاید اس طور سے لوگ شک میں پڑ جائیں اور دینِ اسلام کو چھوڑ دیں۔

۴۹۴ پانچواں لطیفہ سُورۃ فاتحہ میں یہ ہے کہ وہ اُس اتمّ اور اکمل تعلیم پر مشتمل ہے کہ جو طالبِ حق کے لئے ضروری ہے۔ اور جو ترقیاتِ قربت اور معرفت کے لئے کامل دستور العمل ہے۔ کیونکہ ترقیاتِ قربت کا شروع اس نقطہ سیر سے ہے کہ جب سالک اپنے نفس پر ایک موت قبول کر کے اور سختی اور آزار کشی کو روا رکھ کر (بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

(بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳) سلسلۂ ارشاد اور ہدایت کا قائم ہو کر روحانی پیدائش کی بُنیاد ڈالی جائے گویا وہ رُوحانی زندگی کے رُو سے حق کے طالبوں کا باپ ہے۔ اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں رُوحانی سلسلہ کے قائم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ اُس سلسلہ کا نام و نشان نہیں۔ پھر بعد اس کے اس رُوحانی آدم کا رُوحانی مرتبہ بیان فرمایا اور کہا۔ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى[3]۔ جب یہ آیت شریفہ جو قرآن شریف کی آیت ہے الہام ہوئی تو اس کے معنے کی تشخیص اور تعیین میں تامّل تھا۔ اور اسی تامّل میں کچھ خفیف سی خواب آگئی اور اس خواب میں اس کے معنے حل کئے گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دنوّ سے مراد قربِ الٰہی ہے

[1] حٰمٓ سجدہ: ۲۷ [2] آلِ عمران: ۷۳ [3] نجم: ۹-۱۰

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا۔[1] سورۃ النساء الجزو نمبر ۵۔	کیا تو نے دیکھا نہیں کہ یہ عیسائی اور یہودی جنہوں نے انجیل اور توریت کو کچھ ادھورا سا پڑھ لیا ہے ایمان اُن کا دیوتوں اور بتوں پر ہے اور مشرکوں کو کہتے ہیں کہ اُن کا مذہب جو بُت پرستی ہے وہ بہت اچھا ہے اور توحید کا مذہب جو مسلمان رکھتے ہیں یہ کچھ نہیں یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے اُس کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

اُن تمام نفسانی خواہشوں سے خالصًا للہ دست کش ہو جائے کہ جو اُسمیں اور اُسکے مولیٰ کریم میں جُدائی ڈالتے ہیں اور اُسکے مونہہ کو خدا کی طرف سے پھیر کر اپنی نفسانی لذّات اور جذبات اور عادات اور خیالات اور ارادات اور نیز مخلوق کی طرف پھیرتے ہیں اور اُنکے خوفوں اور اُمیدوں میں گرفتار کرتے ہیں وہ ترقیات کا اوسط درجہ

اور قرب کسی حرکت مکانی کا نام نہیں بلکہ اس وقت انسان کو مقرب الٰہی بولا جاتا ہے کہ جب وہ ارادہ اور نفس اور خلق اور تمام اضداد اور اغیار سے بکلّی الگ ہو کر طاعت اور محبتِ الٰہی میں سراپا محو ہو جاوے اور ہر یک ماسوا اللہ سے پُوری دُوری حاصل کر لیوے اور محبتِ الٰہی کے دریا میں ایسا ڈوبے کہ کچھ اثر وجود اور انانیت کا باقی نہ رہے۔ اور جب تک اپنی ہستی کے لوث سے مبرا نہیں اور بقا باللہ کے پیرایہ سے متحلّی نہیں تب تک اس قرب کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اور بقا باللہ کا مرتبہ تب حاصل ہوتا ہے کہ جب خدا کی محبت ہی انسان کی غذا ہو جائے اور ایسی حالت ہو جائے کہ بغیر اُسکی یاد کے جی ہی نہیں سکتا۔ اور اُس کے غیر کا دل میں سمانا موت کی طرح دکھائی دے اور صریح مشہود ہو کہ وہ اسی کے ساتھ جیتا ہے اور ایسا خدا کی طرف کھینچا جاوے جو دل اُس کا ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق اور اُسکے درد سے دردمند رہے۔ اور ماسوا سے اِس قدر نفرت پیدا ہو جائے کہ گویا غیر اللہ سے اسکی عداوتِ ذاتی ہے جن کی طرف میل کرنے سے بالطبع دُکھ اُٹھاتا ہے۔ جب یہ حالت متحقق ہو گی تو دل جو موردِ انوارِ الٰہی ہے خوب صاف ہو گا اور اسماء اور صفاتِ الٰہی کا اُس میں

[1] النساء : ۵۲-۵۳

ص۴۹۵

اَب خلاصہ اِس تقریر کا یہ ہے کہ اگر آنحضرت اُمّی نہ ہوتے مخالفینِ اسلام بالخصوص یہودی اور عیسائی جن کو علاوہ اعتقادی مخالفت کے یہ بھی حسد اور بُغض دامنگیر تھا کہ بنی اسرائیل میں سے رسول نہیں آیا بلکہ اُن کے بھائیوں میں سے جو بنی اسماعیل ہیں آیا وہ کیونکر ایک صریح امر خلافِ واقعہ پاکر خاموش رہتے

ص۴۹۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وہ ہے کہ جو جو ابتدائی درجہ میں نفس کشی کے لئے تکالیف اٹھائی جاتی ہیں۔ اور حالت معتادہ کو چھوڑ کر طرح طرح کے دُکھ سہنے پڑتے ہیں وہ سب آلام صورتِ انعام میں ظاہر ہو جائیں اور بجائے مشقت کے لذّت اور بجائے رنج کے راحت اور بجائے تنگی کے انشراح اور بشاشت نمودار ہو۔ اور ترقیات کا اعلیٰ درجہ وہ ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

انعکاس ہو کر ایک دُوسرا کمال جو تدلّی ہے عارف کے لئے پیش آئیگا۔ اور تدلّی سے مراد وہ ہبوط اور نزول ہے کہ جب انسان تخلق باخلاق اللہ حاصل کر کے اُس ذاتِ رحمان و رحیم کی طرح شفقتًا علی العباد عالمِ خلق کی طرف رجوع کرے۔ اور چونکہ کمالاتِ دنوّ کے کمالاتِ تدلّی سے لازم ملزوم ہیں۔ پس تدلّی اسی قدر ہو گی جس قدر دنوّ ہے اور دنوّ کی کمالیت اس میں ہے کہ اسماء اور صفاتِ الٰہی کے عکوس کا سالک کے قلب میں ظہور ہو۔ اور محبوب حقیقی بے شائبہ ظلیت اور بے توہم حالیت و محلیت اپنے تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ اس میں ظہور فرمائے اور یہی استخلاف کی حقیقت اور رُوح اللہ کی نفخ کی ماہیت ہے اور یہی تخلق باخلاق اللہ کی اصل بنیاد ہے۔ اور جبکہ تدلّی کی حقیقت کو تخلق باخلاق اللہ لازم ہوا اور کمالیت فی التخلق اِس بات کو چاہتی ہے کہ شفقت علی العباد اور اُن کے لئے بمقام نصیحت کھڑے ہونا اور اُن کی بھلائی کے لئے بدل و جان مصروف ہو جانا اِس حد تک پہنچ جائے جس پر زیادہ متصوّر نہیں اِس لئے واصلِ تام کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رُو بخدا بھی ہو اور پھر کامل طور پر رُو بخلق بھی۔ پس وُہ ان دونوں قوسوں الوہیت و انسانیت میں ایک وتر کی طرح

ص۴۹۵

بلاشبہ اُن پر یہ بات بکمال درجہ ثابت ہو چکی تھی کہ جو کچھ آنحضرت کے مونہہ سے نکلتا ہے وہ کسی اُمّی اور ناخواندہ کا کام نہیں اور نہ دس بیس آدمیوں کا کام ہے تب ہی تو وہ اپنی جہالت سے اَعَانَہٗ عَلَیۡہِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ[1] کہتے تھے اور جو اُن میں سے دانا اور واقعی اہلِ علم تھے وہ بخوبی معلوم کرچکے تھے کہ قرآن انسانی طاقتوں سے باہر ہے

ح۴۹۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ سالک اس قدر خدا اور اُس کے ارادوں اور خواہشوں سے اتحاد اور محبت اور یک جہتی پیدا کرلے کہ اُس کا تمام اپنا عین و اثر جاتا رہے۔ اور ذات اور صفاتِ الٰہیّہ بلا شائبہ ظلمت اور بلا توہم حالیّت و محلیّت اُس کے وجود آئینہ صفت میں منعکس ہوجائیں اور

ح۴۹۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

واقعہ ہے جو دونوں سے تعلق کامل رکھتا ہے۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ وصول کامل کے لئے دنوّ اور تدلّی دونوں لازم ہیں دنوّ اُس قُربِ تام کا نام ہے کہ جب کامل تزکیہ کے ذریعہ سے انسان کامل سیر الی اللہ سے سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہوجائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل ناپدید ہوکر اور غرق دریائے بیچون و بیچگون ہوکر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بیگانگی اور دوئی اور جہل اور نادانی نہیں ہے اور صبغۃ اللہ کے پاک رنگ سے کامل رنگینی میسّر ہے اور تدلّی انسان کی اُس حالت کا نام ہے کہ جب وہ تخلّق باخلاق اللہ کے بعد ربّانی شفقتوں اور رحمتوں سے رنگین ہوکر خدا کے بندوں کی طرف اصلاح اور فائدہ رسانی کے لئے رجوع کرے۔ پس جاننا چاہیئے کہ اِس جگہ ایک ہی دِل میں ایک ہی حالت اور نیّت کے ساتھ دو قسم کا رجوع پایا گیا۔ ایک خدائے تعالیٰ کی طرف جو وجودِ قدیم ہے اور ایک اُس کے بندوں کی طرف جو وجودِ محدث ہے۔ اور دونوں قسم کا وجود یعنے قدیم اور حادث ایک دائرہ کی طرح ہے جس کی طرف اعلیٰ وجوب اور طرف اسفل امکان ہے۔ اب اُس دائرہ کے درمیان میں انسان کامل بوجہ دنوّ اور تدلّی کی دونوں طرف سے اتصال محکم کرکے یُوں مثالی طور پر صُورت پیدا کرلیتا ہے۔ جیسے ایک وتر دائرہ کے دو قوسوں میں ہوتا ہے یعنے حق اور خلق میں واسطہ ٹھہر جاتا ہے پہلے اُس کو دنوّ اور قُربِ الٰہی

ح۴۹۶

[1] فرقان : ۵

اور اُن پر یقین کا دروازہ ایسا کُھل گیا تھا کہ اُن کے حق میں خدا نے فرمایا یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ[1] یعنے اُس نبی کو ایسا شناخت کرتے ہیں کہ جیسا اپنے بیٹوں کو شناخت کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ دروازہ یقین اور معرفت کا کچھ اُن کے لئے ہی نہیں کُھلا بلکہ اِس زمانہ میں بھی سب کے لئے کُھلا ہے کیونکہ

ص۴۹۷ — بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

فنا اتم کے آئینہ کے ذریعہ سے جس نے سالک میں اور اُس کی نفسانی خواہشوں میں غایت درجہ کا بُعد ڈال دیا ہے۔ انعکاسِ ربّانی ذات اور صفات کا نہایت صفائی سے دکھائی دے۔ اِس تقریر میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس میں وجودیوں یا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کی خلعتِ خاص عطا کی جاتی ہے۔ اور قرب کے اعلیٰ مقام تک صعود کرتا ہے۔ اور پھر خلقت کی طرف اُس کو لایا جاتا ہے۔ پس اُس کا وہ صعود اور نزول دو قوس کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے اور نفس جامع التعلقین انسانِ کامل کا اُن دونوں قوسوں میں قابِ قوسین کی طرح ہوتا ہے اور قاب عرب کے محاورہ میں کمان کے چلّہ پر اطلاق پاتا ہے۔ پس آیت کے بطور تحت اللفظ یہ معنے ہوئے کہ نزدیک ہوا۔ یعنے خدا سے پھر اُترا یعنے خلقت پر۔ پس اپنے اِس صعود اور نزول کی وجہ سے دو قوسوں کیلئے ایک ہی وتر ہوگیا۔ اور چونکہ اُس رُو بخلق ہونا چشمۂ صافیہ تخلّق باخلاق اللہ ہے۔ اِسلئے اُسکی توجہ بمخلوق توجہ بخالق کے عین ہے۔ یا یُوں سمجھو کہ چونکہ مالکِ حقیقی اپنی غایت شفقت علی العباد کی وجہ سے اِس قدر بندوں کی طرف رجوع رکھتا ہے کہ گویا وہ بندوں کے پاس ہی خیمہ زن ہے۔ پس جبکہ سالک سیر الی اللہ کرتا کرتا اپنی کمال سیر کو پہنچ گیا۔ تو جہاں خدا تھا وہیں اُس کو لوٹ کر آنا پڑا۔ پس اِس کمال دنوّ یعنے قُربِ تام اُس کی تدلّی یعنے ہبوط کا موجب ہوگیا۔ یُحْیِ الدِّیْنَ وَیُقِیْمُ الشَّرِیْعَۃَ۔ زندہ کریگا دین کو اور قائم کرے گا شریعت کو۔ یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ یَا اَحْمَدُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ

[1] البقرۃ : ۱۴۷

قرآن شریف کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے اب بھی وُہی معجزاتِ قرآنیہ اور وُہی تاثیراتِ فرقانیہ اور وُہی تائیداتِ غیبی اور وُہی آیاتِ لاریبی موجود ہیں جو اُس زمانہ میں موجود تھی خدا نے اس دینِ قویم کو قائم رکھنا تھا اِسلئے اُس کی سب برکات اور سب آیات قائم رکھیں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کے ادیان

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ویدانتیوں کے باطل خیال کی تائید ہو۔ کیونکہ انہوں نے خالق اور مخلوق میں جو ابدی امتیاز ہے شناخت نہیں کیا۔ اور اپنے کشوفِ مشتبہ کے دھوکہ سے کہ جو سلوک ناتمام کی حالت میں اکثر پیش آجاتے ہیں یا جو سوداانگیز ریاضتوں کا ایک نتیجہ ہوتا ہے سخت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

الْجَنَّةَ نَفَخْتُ فِیْکَ مِنْ لَّدُنِّیْ رُوْحَ الصِّدْقِ۔ اے آدم اے مریم اے احمد تُو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنے نجاتِ حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ مَیں نے اپنی طرف سے سچائی کی رُوح تجھ میں پھونک دی ہے۔ اِس آیت میں بھی رُوحانی آدم کا وجہ تسمیہ بیان کیا گیا یعنے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش بلاتوسطِ اسباب ہے ایسا ہی رُوحانی آدم میں بلاتوسطِ اسباب ظاہریہ نفخِ رُوح ہوتا ہے اور یہ نفخِ رُوح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السّلام سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیّت اور وراثت کے بعض افرادِ خاصہ اُمّتِ محمدیّہ کو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے اور اِن کلمات میں بھی جس قدر پیشگوئیاں ہیں وہ ظاہر ہیں۔ پھر بعد اسکے فرمایا۔ نُصِرْتَ وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۔ تُو مدد دیا گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ اب کوئی گریز کی جگہ نہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ رَدَّ عَلَیْھِمْ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ۔ جن لوگوں نے کُفر اختیار کیا اور خدا تعالیٰ کی راہ کے مزاحم ہوئے اُن کا ایک مرد فارسی الاصل نے ردّ لکھا ہے۔ اُسکی سعی کا خدا شاکر ہے۔ کِتَابُ الْوَلِیِّ ذُوالْفَقَارِ عَلِیٍّ۔ ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنے مخالف کو نیست و نابود کرنے والی ہے۔ اور جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں نمایاں کار دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائے گی۔ اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو

محرّفہ اور باطلہ اور ناقصہ کا استیصال منظور تھا اس جہت سے اُنکے ہاتھ صرف قصّے ہی قصّے رہ گئے اور برکتِ حقّانیت اور تائیدات سماویہ کا نام و نشان نہ رہا۔ اُنکی کتابیں ایسے نشان بتلا رہی ہیں جن کے ثبوت کا ایک ذرا نشان اُنکے ہاتھ میں نہیں صرف گذشتہ قصّوں کا حوالہ دیا جاتا ہے مگر قرآن شریف ایسے نشان پیش کرتا ہے جن کو ہر یک شخص دیکھ سکتا ہے۔

۴۹۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

مغالطات کے بیچ میں پڑگئے یا کسی نے سُکر اور بے خودی کی حالت میں جو ایک قسم کا جنون ہے۔ اِس فرق کو نظر سے ساقط کر دیا کہ جو خدا کی رُوح اور انسان کی رُوح میں باعتبار طاقتوں اور قوّتوں اور کمالات اور تقدّسات کے ہے ورنہ ظاہر ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کتاب کی تاثیراتِ عظیمہ اور برکاتِ عمیمہ پر دلالت کرتی ہے۔ پھر بعد اسکے فرمایا لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ۔ اگر ایمان ثریا سے لٹکتا ہوتا یعنے زمین سے بالکل اُٹھ جاتا تب بھی شخص مقدوم الذکر اُسکو پالیتا۔ یَکَادُ زَیْتُهٗ یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ عنقریب ہے کہ اُس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ آگ اُسکو چھو بھی نہ جائے۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ عَلَیْهِمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ۔ کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔ عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائے گی اور پیٹھ پھیر لینگے اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے حالانکہ اُن کے دِل اُن نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دِلوں میں اُنہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو اُن پر نرم ہوا۔ اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔ اگرچہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔ یہ آیات اُن بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القا ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور حال تھا۔ اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آویں جو اِس قسم کی باتیں کریں اور

تمہید ہشتم۔ جو امر خارق عادت کسی ولی سے صادر ہوتا ہے۔ وہ حقیقت میں اُس متبوع کا معجزہ ہے جس کی وہ اُمّت ہے اور یہ بدیہی اور

۴۹۹

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ قادر مطلق کہ جس کے علم قدیم سے ایک ذرہ مخفی نہیں اور جس کی طرف کوئی نقصان اور خسران عاید نہیں ہوسکتا۔ اور جو ہر یک قسم کے جہل اور آلودگی اور ناتوانی اور غم اور حزن اور درد اور رنج اور گرفتاری سے پاک ہے وہ کیونکر اُس چیز کا عین ہوسکتا ہے کہ جو

۴۹۹

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بدرجۂ یقین کامل پہنچکر پھر منکر رہیں۔ پھر بعد اسکے فرمایا۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ۔ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاہُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔ یعنے ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پُر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اُتارا ہے اور ضرورت حقّہ کے ساتھ اُتارا ہے اور بضرورت حقّہ اُترا ہے۔ خدا اور اُسکے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کیلئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث متذکرۂ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ[1]۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اِس دُنیا میں تشریف لائینگے تو

۴۹۹

اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اِس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اِس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر

[1] الصف : ۱۰

ظاہر ہے کیونکہ جب کسی امر کا ظاہر ہونا کسی شخص اور کسی خاص کتاب کی متابعت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اُن سب بلاؤں میں مبتلاء ہے۔ کیا انسان جس کی رُوحانی ترقیات کے لئے اِس قدر حالات منتظرہ ہیں جن کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا۔ وہ اُس ذات صاحب کمال تام سے مشابہ یا اس کا عین ہو سکتا ہے جس کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں؟ کیا جس کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بھی ایک مشابہت ہے اور وُہ یُوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنے موسیٰ کا تابع اور خادمِ دین تھا۔ اور اُس کی انجیل توریت کی فرع ہے۔ اور یہ عاجز بھی اُس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سیّد الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے۔ اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اِسلئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اِس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنے حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز رُوحانی اور معقولی طور پر اُس کا محل اور مورد ہے یعنے رُوحانی طور پر دینِ اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اِس عاجز کے ذریعہ سے مقدّر ہے۔ گو اِسکی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ اور اگرچہ دینِ اسلام اپنے دلائل حقّہ کے رُو سے قدیم سے غالب چلا آیا ہے اور ابتداء سے اِسکے مخالف رُسوا اور ذلیل ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اِس غلبہ کا مختلف فرقوں اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانہ کے آنے پر موقوف تھا کہ جو بباعث کُھل جانے راہوں کے تمام دنیا کو ممالکِ متحدہ کی طرح بناتا ہو اور ایک ہی قوم کے حکم میں داخل کرتا ہو۔ اور تمام اسبابِ اشاعتِ تعلیم اور تمام وسائل اشاعتِ دین کے بتمامتر سہولت و آسانی پیش کرتا ہو۔ اور اندرونی اور بیرونی طور پر تعلیم حقّانی کے لئے نہایت مناسب اور موزون ہو۔ سو اَب وُہی زمانہ ہے کیونکہ بباعث کُھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دُوسری قوم سے اور ایک مُلک کے دُوسرے مُلک سے سامان تبلیغ کا بوجہ احسن میسر آگیا ہے اور بوجہ انتظام ڈاک و ریل و تار و جہاز و وسائل متفرقہ اخبار وغیرہ کے دینی تالیفات کی اشاعت کے لئے بہت سی آسانیاں ہوگئی ہیں۔ غرض

سے وابستہ ہے اور بدون متابعت کے وہ ظہور میں آہی نہیں سکتا۔ ۵۰۱

حاشیہ نمبر ۱۱

ہستی فانی اور جس کی رُوح میں صریح مخلوقیت کے نقصان پائے جاتے ہیں۔ وُہ باوجود اپنی تمام آلائشوں اور کمزوریوں اور ناپاکیوں اور عیبوں اور نقصانوں کے اُس ذاتِ جلیل الصفات سے برابر ہوسکتا ہے جو اپنی خوبیوں اور پاک صفتوں میں ازلی ابدی طور ۵۰۱

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بلاشُبہ اب وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ جس میں تمام دُنیا ایک ہی ملک کا حکم پیدا کرتی جاتی ہے۔ اور بباعث شائع اور رائج ہونے کئی زبانوں کے تفہیم تفہم کے بہت سے ذریعے نکل آئے ہیں اور غیریّت اور اجنبیّت کی مشکلات سے بہت سی سُبکدوشی ہوگئی ہے۔ اور بوجہ میل ملاپ دائمی اور اختلاط شبا روزی کی وحشت اور نفرت بھی کہ جو بالطبع ایک قوم کو دُوسری قوم سے تھی بہت سی گھٹ گئی ہے۔ چنانچہ اب ہندو بھی جن کی دُنیا ہمیشہ ہمالہ پہاڑ کے اندر ہی اندر رہتی اور جن کو سمندر کا سفر کرنا مذہب سے خارج کر دیتا تھا۔ لنڈن اور امریکہ تک سیر کر آتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اِس زمانہ میں ہریک ذریعہ اشاعتِ دین کا اپنی وسعتِ تامہ کو پہنچ گیا ہے اور گو دُنیا پر بہت سی ظلمت اور تاریکی چھا رہی ہے مگر پھر بھی ضلالت کا دَورہ اختتام پر پہنچا ہؤا معلوم ہوتا ہے اور گمراہی کا کمال رُو بزوال نظر آتا ہے کچھ خدا کی طرف سے ہی طبائع سلیمہ صراطِ مستقیم کی تلاش میں لگ گئے ہیں اور نیک اور پاکیزہ فطرتیں طریقہ حقّہ کے مناسب حال ہوتی جاتی ہیں اور توحید کے قدرتی جوش نے مستعد دِلوں کو وحدانیّت کے چشمۂ صافی کی طرف مائل کر دیا ہے اور مخلوق پرستی کی عمارت کا بودہ ہونا دانشمند لوگوں پر کُھلتا جاتا ہے اور مصنوعی خدا پھر دوبارہ عقلمندوں کی نظر میں انسانیّت کا جامہ پہنتے جاتے ہیں اور بااینہمہ آسمانی مدد دینِ حق کی تائید کے لئے ایسے جوش میں ہیں کہ وہ نشان اور خوارق جن کی سماعت سے عاجز اور ناقص بندے خدا بنائے گئے تھے۔ اب وہ حضرت سیّد الرسل کے ادنیٰ خادموں اور چاکروں سے مشہود اور محسوس ہو رہے ہیں اور جو پہلے زمانہ کے بعض نبی صرف اپنے حواریوں کو چُھپ چُھپ کر کچھ نشان دکھلاتے تھے۔ اب وہ نشان حضرت سیّد الرسل کے ۵۰۱

تو بہ بداہت ثابت ہے کہ اگرچہ وُہ امر بظاہر صُورت کسی تابع سے ظہور میں

پر اتم اور اکمل ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ بلکہ اس
تیسرے قسم کی ترقی سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ سالک خدا کی محبت میں ایسا
فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے اور اس قدر ذاتِ بیچون و بیچگون اپنی تمام صفاتِ

احقر توابع سے دشمنوں کے رُوبرو ظاہر ہوتے ہیں اور انہیں دشمنوں کی شہادتوں سے حقیقتِ
اسلام کا آفتاب تمام عالم کیلئے طلوع کرتا جاتا ہے۔ ماسوا اسکے یہ زمانہ اشاعتِ دین کیلئے
ایسا مددگار ہے کہ جو امر پہلے زمانوں میں سَو سال تک دُنیا میں شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ اب
اس زمانہ میں وہ صرف ایک سال میں تمام مُلکوں میں پھیل سکتا ہے۔ اس لئے اسلامی
ہدایت اور ربّانی نشانوں کا نقارہ بجانے کیلئے اس قدر اس زمانہ میں طاقت و قوت پائی
جاتی ہے جو کسی زمانہ میں اسکی نظیر نہیں پائی جاتی۔ صدہا وسائل جیسے ریل و تار و اخبار
وغیرہ اسی خدمت کے لئے ہر وقت طیار ہیں کہ تا ایک مُلک کے واقعات دُوسرے مُلک
میں پہنچاویں۔ سو بلاشبہ معقولی اور رُوحانی طور پر دینِ اسلام کے دلائل حقیت کا تمام
دُنیا میں پھیلنا ایسے ہی زمانہ پر موقوف تھا اور یہی باسامان زمانہ اس مہمانِ عزیز
کی خدمت کرنے کیلئے من کلّ الوجوہ اسباب مہیا رکھتا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس
احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف و
حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات
حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر مُلک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حُجت اُن پر پُوری
کرے! اور اسی ارادہ کی وجہ سے خداوند کریم نے اس عاجز کو یہ توفیق دی کہ اتماماً للحجۃ
دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا اور دشمنوں اور مخالفوں کی
شہادت سے آسمانی نشانی پیش کی گئی۔ اور ان کے معارضہ اور مقابلہ کے لئے
تمام مخالفین کو مخاطب کیا گیا۔ تا کوئی دقیقہ اتمام حُجت کا باقی نہ رہے اور

آیا ہو۔ لیکن درحقیقت مظہر اُس امر کا نبی متبوع ہے جس کی متابعت سے ظہور　صـ۵۰۲

کاملہ کے ساتھ اُس سے قریب ہوجاتی ہے کہ الوہیت کے تجلیات اُس کے نفسانی جذبات
پر ایسے غالب آجاتے ہیں اور ایسے اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جو اُس کو اپنے
نفسانی جذبات سے بلکہ ہر یک سے جو نفسانی جذبات کا تابع ہو۔ مغائرت کلّی اور

ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔ غرض خداوند کریم نے
جو اسباب اور وسائل اشاعتِ دین کے اور دلائل اور براہین اتمام حجّت کے محض اپنے
فضل اور کرم سے اِس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ اُمم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا
نہیں فرمائے۔ اور جو کچھ اِس بارے میں توفیقاتِ غیبیہ اِس عاجز کو دی گئی ہیں وہ　صـ۵۰۳
اُن میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ سو
چونکہ خداوند کریم نے اسبابِ خاصہ سے اِس عاجز کو مخصوص کیا ہے اور ایسے زمانہ میں
اِس خاکسار کو پیدا کیا ہے کہ جو اتمام خدمت تبلیغ کیلئے نہایت ہی معین و مددگار ہے۔
اِسلئے اُس نے اپنے تفضّلات و عنایات سے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ روز ازل سے یہی
قرار یافتہ ہے کہ آیت کریمہ متذکرہ بالا اور نیز آیت وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ کا روحانی طور پر
مصداق یہ عاجز ہے اور خدائے تعالیٰ ان دلائل و براہین کو اُن سب باتوں کو کہ جو اِس عاجز
نے مخالفوں کیلئے لکھے ہیں خود مخالفوں تک پہنچا دے گا اور اُنکا عاجز اور لاجواب اور مغلوب
ہونا دُنیا میں ظاہر کر کے مفہوم آیت متذکرہ بالا کا پورا کرے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ
پھر بعد اس کے جو الہام ہے وہ یہ ہے۔ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ
اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ اور درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے
بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ
سب مراتب اور تفضّلات اور عنایات اُسی کے طفیل سے ہیں اور اُسی سے محبت کرنے
کا یہ صلہ ہے۔ سبحان اللہ اُس سرورِ کائنات کے حضرتِ احدیّت میں کیا ہی اعلیٰ
مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اُس کا محب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اُس کا

۵۰۲

اُس کا مشروط ہے اور سِرّ اِس بات کا کہ کیوں معجزہ نبی کا دُوسرے کے توسّط

۵۰۳

عداوتِ ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں اور قسمِ دوئم کی ترقی میں فرق یہ ہے کہ گو قسمِ دوئم میں بھی اپنے ربّ کی مرضی سے موافقت تامہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا ایلام بصورت انعام نظر آتا ہے۔ مگر ہنوز اُس میں ایسا تعلّق باللہ نہیں ہوتا کہ جو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خادم ایک دُنیا کا مخدوم بنایا جاتا ہے۔

ہیچ محبوبے نماند ہمچو یارِ دلبرم، مہر و مہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم
آں کجا رُوئے کہ دارد ہمچو رُویش آب و تاب واں کجا باغے کہ مے دارد بہارِ دلبرم

اِس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اِس عاجز نے اِس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطّر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اِس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے اُن میں سے کہا کہ یہ وُہی برکات ہیں جو تُو نے محمّد کی طرف بھیجی تھی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصّہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہُوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنے ارادۂ الٰہی احیاءِ دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص مُحیی کے تعیّن ظاہر نہیں ہوئی اِس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اِسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اِس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا هٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنے یہ وُہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبّت رکھتا ہے۔ اور اِس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اِس عہدہ کی محبّتِ رسول ہے۔ سو وُہ اِس شخص میں متحقّق ہے۔ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آلِ رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اِس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضہ انوارِ الٰہی میں محبّت اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم

۵۰۴

دخل ہے۔ اور جو شخص حضرتِ احدیّت کے مقرّبین میں داخل ہوتا ہے۔ وُہ اِنہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں اُن کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اِس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وُہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ

سے ظہور پذیر ہو جاتا ہے یہ ہے کہ جب ایک شخص وہی امر بجا لاتا ہے کہ جو اُسکے　صفحہ ۵۰۴

ماسوی اللہ کے ساتھ عداوتِ ذاتی پیدا ہو جانے کا موجب ہو اور جس سے محبتِ الٰہی صرف دِل کا مقصد ہی نہ رہے بلکہ دِل کی سرشت بھی ہو جائے۔ غرض قسم دوئم کی ترقی میں خدا سے موافقتِ تامہ کرنا اور اُس کے غیر سے علاوت رکھنا سالک کا مقصد ہوتا ہے۔ اور　صفحہ ۵۰۴

نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبتِ حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی، جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اُسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے یعنے جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علیؓ و حسنینؓ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے اُن میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اِس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اِس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیرِ قرآن ہے جس کو علیؓ نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علیؓ وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ پھر بعد اِس کے یہ الہام ہوا۔ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ تُو سیدھی راہ پر ہے۔ پس جو حکم کیا جاتا ہے اُس کو کھول کر سُنا اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ وَ قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ قَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ وَ قَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا۔ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ۔ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ اور کہیں گے کہ کیوں نہیں یہ اُترا کسی بڑے عالم فاضل پر جو اِن شہروں میں سے۔[۱] اور کہیں گے کہ یہ مرتبہ تجھ کو کہاں سے ملا یہ تو ایک مکر ہے جو تم نے شہر میں باہم مل کر بنا لیا ہے تیری طرف دیکھتے ہیں اور نہیں دیکھتے۔ یعنے تُو انہیں نظر نہیں آتا۔　صفحہ ۵۰۴

[۱] سہو کاتب ہے۔ لفظ "دو شہروں میں" ہونا چاہیئے۔ (مصحح)

۵۰۵	شارع نے فرمایا ہے اور اُس امر سے پرہیز کرتا ہے کہ جو اُس کے شارع
	اُس مقصد کے حصول سے وہ لذّت پاتا ہے لیکن قسمِ سوم کی ترقی میں خدا سے موافقتِ تامہ اور اُس کے غیر سے عداوت خود سالک کی سرشت ہو جاتی ہے جس سرشت کو وُہ کسی حالت میں چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ انفکاک الشیئ عن نفسہٖ محال ہے۔
	تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ۔ ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے اُمّتِ محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے پر شیطان نے اُن کی توابع کی راہ کو بگاڑ دیا۔ یعنے طرح طرح کی بدعات مخلوط ہو گئیں اور سیدھا قرآنی راہ اُن میں محفوظ نہ رہا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ وَمَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامٌ شَدِيْدٌ۔ کہہ اگر تم خدا سے محبّت رکھتے ہو سو میری پیروی کرو۔ یعنے اتباعِ رسولِ مقبول کرو تا خدا بھی تم سے محبّت رکھے۔ اور یہ بات جان لو کہ اللہ تعالےٰ نئے سرے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا کے لئے ہو جائے خدا اُس کے لئے ہو جاتا ہے۔ کہہ اگر مَیں نے یہ افتراء کیا ہے تو میرے پر جُرم شدید ہے۔ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔ وَاِنَّ عَلَيْكَ رَحْمَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ۔ وَاِنَّكَ مِنَ الْمَنْصُوْرِيْنَ آج تو میرے نزدیک بامرتبہ اور امین ہے اور تیرے پر میری رحمت دُنیا اور دین میں ہے اور تُو مدد دیا گیا ہے۔ يَحْمَدُكَ اللّٰهُ وَيَمْشِيْ اِلَيْكَ۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ خبردار ہو خدا کی مدد نزدیک ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔ پاک ہے وُہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنے ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے مقاماتِ معرفت اور یقین تک لدُنّی طور سے پہنچایا۔

نے منع کیا ہے اور اُسی کتاب کا پابند رہتا ہے جو اُس کے شارع نے دی ہے تو

برخلاف قسمِ دوم کے کہ اُس میں انفکاک جائز ہے اور جبتک ولایت کسی ولی کی قسمِ سوم تک نہیں پہنچتی عارضی ہے اور خطرات سے امن میں نہیں۔ وجہ یہ کہ جبتک انسان کی سرشت میں خدا کی محبت اور اُسکے غیر کی عداوت داخل نہیں تب تک کچھ رگ و ریشہ ظلم کا اُسمیں باقی ہے کیونکہ اُس نے حقِ ربوبیت کو

ص۵۰۵

خَلَقَ اٰدَمَ فَاَکْرَمَہٗ۔ پیدا کیا آدم کو پس اکرام کیا اُس کا۔ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ جری اللہ نبیوں کے حُلّوں میں۔ اِس فقرہ الہامی کے یہ معنے ہیں کہ منصب ارشاد و ہدایت اور موردِ وحیٔ الٰہی ہونے کا دراصل حُلّہ انبیاء ہے اور اُن کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حُلّہ انبیاء اُمّتِ محمدیّہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیلِ ناقصین عطا ہوتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ پس یہ لوگ اگرچہ نبی نہیں پر نبیوں کا کام اُن کو سپرد کیا جاتا ہے۔ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔ اور تھے تم ایک گڑھے کے کنارہ پر سو اُس سے تم کو خلاصی بخشی یعنے خلاصی کا سامان عطا فرمایا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَ عَلَیْکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَھَنَّمَ لِلْکَافِرِیْنَ حَصِیْرًا۔ خدائے تعالیٰ کا ارادہ اِس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنّم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اِس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریقِ رفق اور نرمی اور لُطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حقِّ محض جو دلائلِ واضحہ اور آیاتِ بیّنہ سے کُھل گیا ہے۔ اُس سے سرکش رہیں گے۔ تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مُجرمین کے لئے شدّت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرتِ مسیح علیہ السّلام نہایت جلالیت کے ساتھ دُنیا پر اُتریں گے اور تمام راہوں اور

ص۵۰۵

صفحہ ۵۰۶

وہ اِس صُورت میں بالکل اپنے نفس سے محو ہو کر اپنے شارع کی ذمّہ داری

جیساکہ چاہیئے تھا ادا نہیں کیا۔ اور لقاءِ تام حاصل کرنے سے ہنوز قاصر ہے۔ لیکن جب اس کی سرشت میں محبتِ الٰہی اور موافقت باللہ بخوبی داخل ہوگئی۔ یہاں تک کہ خدا اُس کے کان ہوگیا جن سے وہ سُنتا ہے۔ اور اُس کی آنکھیں ہوگیا

سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کردیں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اور جلالِ الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلّی قہری سے نیست و نابود کردے گا۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہُوا ہے یعنے اسوقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اتمامِ حُجّت کریگا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمامِ حُجّت کر رہا ہے۔ تُوْبُوْا وَاَصْلِحُوْا وَاِلَى اللّٰهِ تَوَجَّهُوْا وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ توبہ کرو اور فسق اور فجور اور کفر اور معصیت سے باز آؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو اور خدا کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور اُسپر توکل کرو اور صبر اور صلوٰة کے ساتھ اُس سے مدد چاہو۔ کیونکہ نیکیوں سے بدیاں دُور ہوجاتی ہیں۔ بُشْرٰى لَكَ يَا اَحْمَدِىْ۔ اَنْتَ مُرَادِىْ وَمَعِىْ۔ غَرَسْتُ كَرَامَتَكَ بِيَدِىْ۔ خوشخبری ہو تجھے اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ مَیں نے تیری کرامت کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ مؤمنین کو کہدے کہ اپنی آنکھیں نامحرموں سے بند رکھیں اور اپنی ستر گاہوں کو اور کانوں کو نالائق اُمور سے بچادیں۔ یہی اُن کی پاکیزگی کیلئے ضروری اور لازم ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہریک مومن کے لئے منہیات سے پرہیز کرنا اور اپنے اعضاء کو ناجائز افعال سے محفوظ رکھنا لازم ہے اور یہی طریق اس کی پاکیزگی کا مدار ہے۔

چشم و گوش و دیدہ بند اے حق گزین　　یاد کُن فرمانِ قل للمومنین

صفحہ ۵۰۶

۵۰۷

میں جا پڑتا ہے۔ پس اگر شارع طبیب حاذق کی طرح ٹھیک ٹھیک صراطِ مستقیم

۵۰۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کا ہاتھ ہوگیا جس سے وُہ پکڑتا ہے۔ اور اُس کا پاؤں ہوگیا جس سے وہ چلتا ہے تو پھر کوئی ظلم اس میں باقی نہ رہا اور ہر یک خطرہ سے امن میں آگیا۔ اِسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔[۱] اب سمجھنا چاہیئے کہ یہ ترقیاتِ ثلاثہ کہ جو تمام علوم و معارف کا اصل الاصول بلکہ تمام

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خاطرِ خود زین و آن یکسر برآر	تا شود بر خاطرت حق آشکار
زیرِ پا کُن دلبرانِ ایں جہان	تا نماید چہرۂ آں محبوبِ جان
کاملانِ حیّ اند ہم زیرِ زمین	تو بگوری با حیاتِ ایں چنیں
سالہا باید کہ خُونِ دل خوری	تا بکوئے دلستانے رہبری
کے بآسانی رہے بکشایدت	صد جنوں باید کہ تا ہوش آیدت

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دُعا کرنیوالے کی دُعا قبول کرتا ہوں اور مَیں نے تجھے اسلئے بھیجا ہے کہ تا سب لوگوں کیلئے رحمت کا سامان پیش کروں۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ وَكَانَ كَيْدُهُمْ عَظِيْمًا۔ اور جو لوگ اہلِ کتاب اور مُشرکوں میں سے کافر ہوگئے ہیں یعنے کُفر پر سخت اصرار اختیار کرلیا ہے وُہ اپنے کُفر سے بجُز اسکے باز آنیوالے نہیں تھے کہ اُنکو کُھلی نشانی دکھلائی جاتی اور اُن کا مکر ایک بھارا مکر تھا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے آیاتِ سماوی اور دلائلِ عقلی سے اِس عاجز کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے وُہ اتمامِ حجّت کیلئے نہایت ضروری تھا اور اِس زمانہ کے سیاہ باطن جن کو جہل اور خبث کے کیڑے نے اندر ہی اندر کھا لیا

[۱] الانعام : ۸۳

ص۵۰۸

کا رہنما ہے اور وہ مبارک کتاب لایا ہے جس میں شخص پیرو کی امراضِ روحانی

ص۵۰۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دین کا لبّ لباب ہے سورۃ فاتحہ میں بتمامتر خوبی و رعایت ایجاز و خوشی اسلوبی بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پہلی ترقی کہ جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے اوّل قدم ہے اِس آیت میں تعلیم کی گئی ہے جو فرمایا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ کیونکہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہے ایسے نہیں تھے جو بجز آیاتِ صریحہ و براہینِ قطعیہ اپنے کفر سے باز آجاتے بلکہ وہ اُس مکر میں لگے ہوئے تھے کہ تا کسی طرح باغِ اسلام کو صفحۂ زمین سے نیست و نابود کر دیں۔ اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دُنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے جو دُنیا کو ان آیاتِ بیّنات کی نہایت ضرورت تھی اور دُنیا کے لوگ جو اپنے کفر اور خُبث کی بیماری سے مجذوم کی طرح گداز ہو گئے ہیں وہ بجز اِس آسمانی دوا کے جو حقیقت میں حق کے طالبوں کے لئے آبِ حیات تھی تندرستی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ اور جب اُنکو کہا جائے کہ تم زمین میں فساد مت کرو۔ اور کفر اور شرک اور بد عقیدگی کو مت پھیلاؤ۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ہی راستہ ٹھیک ہے اور ہم مفسد نہیں ہیں بلکہ مصلح اور ریفارمر ہیں۔ خبردار رہو۔ یہی لوگ مفسد ہیں جو زمین میں فساد کر رہے ہیں۔ کہہ مَیں شریر مخلوقات کی شرارتوں سے خدا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات سے خدا کی پناہ میں آتا ہوں یعنے یہ زمانہ اپنے فسادِ عظیم کے رُو سے اندھیری رات کی مانند ہے۔ سو الٰہی قوتیں اور طاقتیں اِس زمانہ کی تنویر کیلئے درکار ہیں۔ انسانی طاقتوں سے یہ کام انجام ہونا محال ہے۔ اِنِّیْ نَاصِرُکَ۔ اِنِّیْ حَافِظُکَ۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ عَجِیْبٌ۔ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔ مَیں تیری مدد کروں گا۔ مَیں تیری حفاظت کرونگا۔ مَیں تجھے لوگوں کے لئے پیشرو بناؤں گا۔ کیا لوگوں

ص۵۰۷

کا علاج ہے اور اس کی علمی اور عملی تکمیل کے لئے پورا سامان موجود ہے۔

ہریک قسم کی کجی اور بے راہی سے باز آکر اور بالکل رُو بخدا ہو کر راہِ راست کو اختیار کرنا یہ وہی سخت
گھاٹی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں فنا سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اُمورِ مالوفہ اور معتادہ کو یکلخت چھوڑ دینا ۵۰۵
اور نفسانی خواہشوں کو جو ایک عمر سے عادت ہو چکی ہیں یکدفعہ ترک کرنا اور ہریک ننگ اور ناموس اور عُجب

کو تعجب ہوا کہ خدا ذوالعجائب ہے ہمیشہ عجیب کام ظہور میں لاتا ہے جسکو چاہتا ہے اپنے
بندوں میں سے چن لیتا ہے وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا اور لوگ
پوچھے جاتے ہیں اور ہم یہ دن لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں یعنے کبھی کسی کی نوبت آتی ہے اور
کبھی کسی کی اور عنایاتِ الٰہیہ نوبت بہ نوبت اُمّتِ محمدیہ کے مختلف افراد پر وارد ہوتے
رہتے ہیں۔ وَقَالُوْا اَنّٰی لَکَ ھٰذَا۔ وَقَالُوْا اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ اِذَا نَصَرَ اللّٰہُ
الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَہٗ الْحَاسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ فَالنَّارُ مَوْعِدُھُمْ۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ
ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ۔ اور کہیں گے کہ یہ تجھ کو کہاں سے۔ اور یہ تو ایک بناوٹ ہے
خدائے تعالیٰ جب مومن کی مدد کرتا ہے تو زمین پر کئی اُسکے حاسد بنا دیتا ہے سو جو لوگ حسد
پر اصرار کریں اور باز نہ آویں تو جہنّم اُن کا وعدہ گاہ ہے۔ کہہ یہ سب کاروبار خدا کی طرف سے
ہیں۔ پھر اُنکو چھوڑ دے تا اپنے بیجا خوض میں کھیلتے رہیں۔ تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ وَتَرَحَّمْ
عَلَیْھِمْ اَنْتَ فِیْھِمْ بِمَنْزِلَۃِ مُوْسٰی وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ۔ لوگوں کے ساتھ ۵۰۵
رفق اور نرمی سے پیش آ اور اُن پر رحم کر۔ تو اُن میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔ اور اُن کی باتوں پر
صبر کر۔ حضرت موسیٰ بُردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے
تھے اور بنی اسرائیل میں نہ مسیح اور نہ کوئی دوسرا نبی ایسا نہیں ہوا جو حضرتِ موسیٰ کے
مرتبہ عالیہ تک پہنچ سکے۔ توریت سے ثابت ہے جو حضرت موسیٰ رفق اور حلم اور اخلاقِ فاضلہ
میں سب اسرائیلی نبیوں سے بہتر اور فائق تر تھے جیسا کہ گنتی باب دوازدہم آیت سوم
توریت میں لکھا ہے کہ موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بُردبار تھا

اور پھر اُس کے پیرو نے بغیر کسی اعراض صوری یا معنوی کے اُن تعلیمات کو

۵۰۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور ریاء سے مُونہہ پھیر کر اور تمام ماسوا اللہ کو کالعدم سمجھ کر سیدھا خدا کی طرف رُخ کر لینا حقیقت میں ایک ایسا کام ہے جو موت کے برابر ہے اور یہ موت رُوحانی پیدائش کا مدار ہے۔ اور جیسے دانہ جب تک خاک میں نہیں ملتا اور اپنی صُورت کو نہیں چھوڑتا تب تک نیا دانہ وجود میں آنا غیر ممکن ہے۔ اسی طرح رُوحانی پیدائش کا جسم

۵۰۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سو خدا نے توریت میں موسیٰ کی بُرد باری کی ایسی تعریف کی جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں کلمات بیان نہیں فرمائے۔ ہاں جو اخلاقِ فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآنِ شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاقِ فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1]۔ تو خلقِ عظیم پر ہے۔ اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہانتک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اِس آیت کا مفہوم ہے کہ جہانتک اخلاقِ فاضلہ و شمائل حسنہ نفسِ انسانی کو حاصل ہوسکتے ہیں وہ تمام اخلاقِ کاملہ تامّہ نفسِ محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دُوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا۔ اور چونکہ اُمّتِ محمدیہ کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اِس لئے

[1] القلم : ۵

بصدقِ دل قبول کر لیا ہے۔ تو جو کچھ انوار و آثار بعد متابعت کامل کے مترتّب

ضا۵۱

اِس فنا سے طیّار ہوتا ہے۔ جوں جوں بندہ کا نفس شکست پکڑتا جاتا ہے اور اُس کا فعل اور ارادت اور رُو بخلق ہونا فنا ہوتا جاتا ہے توں توں پیدائشِ رُوحانی کے اعضاء بنتے جاتے ہیں یہانتک کہ جب فناء اتم حاصل ہو جاتی ہے تو وجودِ ثانی کی خلعت عطا کی جاتی ہے

ح۵۰۹

الہام متذکرہ بالا میں اِس عاجز کی تشبیہہ حضرت موسیٰ سے دی گئی۔ اور یہ تمام برکات حضرت سیّد الرسل کے ہیں جو خداوند کریم اُسکی عاجز اُمّت کو اپنے کمال لُطف اور احسان سے ایسے ایسے مخاطباتِ شریفہ سے یاد فرماتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اور پھر بعد اِسکے یہ الہامی عبارت ہے۔ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ وَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تُدْهِنُوْنَ۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ قِيْلَ ارْجِعُوْا اِلَى اللّٰهِ فَلَا تَرْجِعُوْنَ۔ وَقِيْلَ اسْتَحْوِذُوْا فَلَا تَسْتَحْوِذُوْنَ۔ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ مِّنْ خَرْجٍ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۔ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ فَهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ وَلَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ خَافِيَةٌ۔ وَلَا يَصْلُحُ شَيْءٌ قَبْلَ اِصْلَاحِهٖ۔ وَمَنْ رُّدَّ مِنْ مَّطْبَعِهٖ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ۔ اور جب اُنکو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں۔ تو وُہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ہی ایمان لاویں جیسے بیوقوف ایمان لائے ہیں۔ خبردار ہو وُہی بیوقوف ہیں مگر جانتے نہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تم اُن سے مداہنہ کرو۔ کہہ اے کافرو مَیں اُس چیز کی پرستش نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو۔ تم کو کہا گیا کہ خدا کی طرف رجوع کرو۔ سو تم رجوع نہیں کرتے۔ اور تم کو کہا گیا جو تم اپنے نفسوں پر غالب آجاؤ سو تم غالب نہیں آتے۔ کیا تُو اِن لوگوں سے کچھ مزدوری مانگتا ہے۔ پس وُہ اِس تاوان کی وجہ سے حق کو قبول کرنا ایک پہاڑ سمجھتے ہیں بلکہ اُنکو مُفت حق دیا جاتا ہے اور وُہ حق سے کراہت کر رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُن عیبوں سے

ہوں گے۔ وہ حقیقت میں اُس نبی متبوع کے فیوض ہیں۔ سو اسی جہت سے اگر

ص۵۱۱

اور ثم انشأناہ خلقاً آخر کا وقت آجاتا ہے۔ اور چونکہ یہ فناء اتم بغیر نصرت و توفیق و توجہ خاص قادرِ مطلق کے ممکن نہیں۔ اس لئے یہ دُعا تعلیم کی یعنے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ جس کے یہ معنے ہیں کہ اے خدا ہم کو راہِ راست پر قائم کر

ص۵۱۰

پاک و برتر ہے جو وہ لوگ اُسکی ذات پر لگاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بے امتحان کئے صرف زبانی ایمان کے دعویٰ سے چھوٹ جاوینگے۔ چاہتے ہیں جو ایسے کاموں سے تعریف کئے جائیں جن کو اُنہوں نے کیا نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ اور جبتک وہ کسی شئے کی اصلاح نہ کرے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص اُسکے مطبع سے ردّ کیا جائے۔ اُسکو کوئی واپس نہیں لاسکتا۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ عَبْدٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ وَّمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ۔ کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ جس چیز کا تجھے علم نہیں اُسکے پیچھے مت پڑ اور اُن لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ غرق کئے جائینگے۔ اے ابراہیم اِس سے کنارہ کر یہ صالح آدمی نہیں۔ تو صرف نصیحت دہندہ ہے ان پر داروغہ نہیں۔ یہ چند آیات جو بطور الہام القا ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔ پھر آگے اِسکے یہ الہام ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ اور صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد چاہو۔ اور ابراہیم کے مقام سے نماز کی جگہ پکڑو۔ اِس جگہ مقام ابراہیم سے اخلاق مرضیہ و معاملہ باللہ مُراد ہے یعنے محبتِ الٰہیہ اور تفویض اور رضا اور وفا یہی حقیقی مقام ابراہیم کا ہے جو اُمّتِ محمدیہ کو بطور تبعیت و وراثت عطا ہوتا ہے اور جو شخص قلبِ ابراہیم پر مخلوق ہے اُس کی اتباع بھی اِسی میں ہے۔ يَظِلُّ رَبُّكَ عَلَيْكَ وَيُغِيْثُكَ وَ

ص۵۱۰

ولی سے کوئی امر خارقِ عادت ظاہر ہو تو اُس نبی متبوع کا معجزہ ہوگا۔ اب

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور ہریک طور کی کجی اور بے راہی سے نجات بخش۔ اور یہ کامل استقامت اور راست روی جس کو طلب کرنے کا حکم ہے نہایت سخت کام ہے اور اوّل دفعہ میں اس کا حملہ سالک پر ایک شیر ببر کی طرح ہے جس کے سامنے موت نظر آتی ہے پس اگر سالک ٹھہر گیا۔ اور اس موت کو قبول کر لیا تو پھر بعد اس کے کوئی اسے سخت موت نہیں اور خدا اس سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

یَرْحَمُكَ۔ وَاِنْ لَّمْ یَعْصِمْكَ النَّاسُ فَیَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ۔ یَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ۔ وَاِنْ لَّمْ یَعْصِمْكَ النَّاسُ۔ خدائے تعالیٰ اپنی رحمت کا تجھ پر سایہ کریگا اور نیز تیرا فریادرس ہوگا اور تجھ پر رحم کریگا۔ اور اگر تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائیگا اور خدا تجھے ضرور اپنی مدد سے بچائیگا اگرچہ تمام لوگ دریغ کریں۔ یعنے خدا تجھے آپ مدد دیگا اور تیری سعی کے ضائع ہونے سے تجھے محفوظ رکھے گا۔ اور اُسکی تائیدیں تیرے شامل حال رہیں گی۔ وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْ كَفَرَ۔ اَوْقِدْ لِیْ یَا هَامَانُ لَعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكَاذِبِیْنَ۔ یاد کر جب منکر نے بغرض کسی مکر کے اپنے رفیق کو کہا کہ کسی فتنہ یا آزمائش کی آگ بھڑکا تا میں موسیٰ کے خدا پر یعنے اُس شخص کے خدا پر مطلع ہو جاؤں کہ کیونکر وہ اُسکی مدد کرتا ہے اور اُسکے ساتھ ہے یا نہیں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ یہ کسی واقعہ آئندہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو بصورت گذشتہ بیان کیا گیا ہے۔ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مَا كَانَ لَهٗٓ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهَآ اِلَّا خَآئِفًا وَّمَآ اَصَابَكَ فَمِنَ اللّٰهِ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بھی ہلاک ہوا۔ اور اُسکو لائق نہ تھا کہ اس کام میں بجز خائف اور ترسان ہونے کے یوں ہی دلیری سے داخل ہو جاتا اور جو تجھ کو پہنچے وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ یہ کسی شخص کے شر کی طرف اشارہ ہے جو بذریعہ تحریر یا بذریعہ کسی اور فعل کے اُس سے ظہور میں آوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ۔ اَلَآ اِنَّهَا فِتْنَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِیُحِبَّ حُبًّا جَمًّا۔

ص۵۱۱

ص۵۱۲

اِن تمہیدات کے بعد دلائلِ حقیّت قرآن شریف کے لکھے جاتے ہیں۔ ونسئل اللہ التوفیق والنصرۃ ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

ص۵۱۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

زیادہ تر کریم ہے کہ پھر اُس کو یہ جلتا ہوا دوزخ دکھاوے۔ غرض یہ کامل استقامت وہ فنا ہے کہ جس سے کارخانہ وجود بندہ کو بکلّی شکست پہنچتی ہے اور ہوا اور شہوت اور ارادت اور ہر یک خودروی کے فعل سے بیکبارگی دستکش ہونا پڑتا ہے اور یہ مرتبہ سیر و سلوک کے مراتب میں سے وہ مرتبہ ہے جس میں انسانی کوششوں کا بہت کچھ دخل ہے اور بشری مجاہدات کی بخوبی پیش رفت ہے اور اسی حد تک اولیاء اللہ کی کوششیں اور سالکین کی محنتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور پھر بعد اس کے خاص مواہب سماوی

ص۵۱۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

حُبًّا مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْاَکْرَمِ عَطَاءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔ اس جگہ فتنہ ہے پس صبر کر جیسے اولوالعزم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ خبردار ہو۔ یہ فتنہ خدا کی طرف سے ہے تا وہ ایسی محبت کرے جو کامل محبت ہے۔ اُس خدا کی محبت جو نہایت عزت والا اور نہایت بزرگ ہے وہ بخشش جس کا کبھی انقطاع نہیں۔ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ۔ وَکُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائیگا۔ یعنے ہر یک کے لئے قضاء و قدر درپیش ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں۔ کوئی چار روز پہلے اِس دنیا کو چھوڑ گیا اور کوئی پیچھے اُسے جا ملا۔

ہمیں مرگ است کز یاراں ہو شد رُوئے یاراں را ٭ بیکدم می کند وقتِ خزاں فصلِ بہاراں را

وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا۔ اور سُست مت ہو اور غم مت کرو۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اور خدا اُن لوگوں پر تجھ کو گواہ لائے گا۔ اَوْفَی اللّٰہُ اَجْرَکَ وَیَرْضٰی عَنْکَ رَبُّکَ وَیُتِمُّ اِسْمَکَ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاللّٰہُ

بابِ اوّل

اُن براہین کے بیان میں جو قرآنِ شریف کی حقّیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں

برہان اوّل۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ

ہیں۔ جن میں بشری کوششوں کو کچھ دخل نہیں بلکہ خود خدائے تعالیٰ کی طرف سے عجائباتِ سماوی کی سیر کرانے کے لئے غیبی سواری اور آسمانی براق عطا ہوتا ہے۔
اور دُوسری ترقی کہ جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے دُوسرا قدم ہے اِس آیت

یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ خدا تیرا بدلہ پُورا دے گا اور تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اِسم کو پُورا کریگا۔ اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو دوست رکھو اور اصل میں وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُری سمجھو اور اصل میں وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور خدائے تعالیٰ عواقبِ امور کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ اِنَّ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاھُمَا۔ وَاِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا۔ اَھٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰہُ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖٓ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ مَیں ایک خزانہ پوشیدہ تھا سو مَیں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں آسمان اور زمین دونوں بند تھے سو ہم نے اِن دونوں کو کھول دیا اور تیرے ساتھ ہنسی سے ہی پیش آئیں گے اور ٹھٹھا مار کر کہیں گے کیا یہی ہے جس کو خدا نے

مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ ص۵۱۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۵۱۳ میں تعلیم کی گئی ہے جو فرمایا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یعنے ہم کو اُن لوگوں کی راہ دِکھلا جن پر تیرا انعام اکرام ہے۔ اسجگہ واضح رہے کہ جو لوگ منعم علیہم ہیں اور خدا سے ظاہری و باطنی نعمتیں پاتے ہیں شدائد سے خالی نہیں ہیں بلکہ اس دارالابتلاء میں ایسی ایسی شدتیں اور صعوبتیں اُن کو پہنچتی ہیں کہ اگر وہ کسی دوسرے کو پہنچتیں تو مدد ایمانی اُسکی منقطع ہو جاتی لیکن اس جہت سے اُنکا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اصلاح خلق کے لئے مقرر کیا یعنے جن کا مادہ ہی خبث ہے اُن سے صلاحیت کی اُمید مت رکھ۔ اور پھر فرمایا۔ کہہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالےٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں وُہی اکیلا معبود ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا نہیں چاہیئے۔ اور تمام خیر اور بھلائی قرآن میں ہے۔ بجز اس کے اور کسی جگہ سے بھلائی نہیں مل سکتی اور قرآنی حقائق صرف اُنہیں لوگوں پر کُھلتے ہیں جن کو خدائے تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف اور پاک کرتا ہے اور مَیں ایک عمر تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا تم کو عقل نہیں۔ ص۵۱۳

هست فرقانِ مبارک از خدا طیّب شجر		نونهال و نیک بُو و سایه‌دار و پُرزبر
میوه گر خواهی بیا زیر درختِ میوه دار		گر خردمندی مجنبان بیدرا بهرِ ثمر
در نیاید باورت در وصفِ فرقانِ مجید		حسنِ آں شاهد ببرپس از شاهداں یا خود نگر
وانکه او نامد پے تحقیق و درکیں مبتلاست		آدمی هرگز نباشد هست او بدتر ز خر

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ اِنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ ايلى ايلى لما سبقتنى ايلى آوس۔ کہہ ہدایت وُہی ہے جو خدا کی ہدایت ہے اور میرے ساتھ میرا ربّ ہے

إِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ الجزو نمبر ۱۴ سورہ النحل وَهُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤى إِذَاۤ أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ - وَالْبَلَدُ ۵۱۴ح

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نام منعم علیہم رکھا گیا ہے کہ وہ بباعث غلبۂ محبت آلام کو برنگ انعام دیکھتے ہیں اور ہریک رنج یا راحت جو دوست حقیقی کی طرف سے انکو پہنچتی ہے بوجہ مستی عشق اُس سے لذت اُٹھاتے ہیں پس یہ ترقی فی القرب کی دوسری قسم ہے جس میں اپنے محبوب کے جمیع افعال سے لذت آتی ہے اور جو کچھ اُسکی طرف سے پہنچے انعام ہی انعام نظر آتا ہے اور اصل موجب اِس حالت کا ایک محبتِ کامل اور تعلقِ صادق ہوتا ہے جو اپنے محبوب سے ہو جاتا ہے اور یہ ایک موہبت خاص ہوتی ہے جس میں ۵۱۴ح

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

عنقریب وہ میرا راہ کھول دیگا۔ اے میرے خدا آسمان سے رحم اور مغفرت کر۔ میں مغلوب ہوں میری طرف سے مقابلہ کر۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا آخری فقرہ اِس الہام کا یعنے ایلی اوس بباعث سُرعتِ وردو مشتبہ رہا ہے اور نہ اسکے کچھ معنے کھلے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۵۱۴ح

اے خالقِ ارض و سما برمن درِ رحمت کشا ۔۔۔ دانی نواں دردِ مرا کز دیگراں پنہاں کنم

از بس لطیفی دلبرا در ہر رگ و تارم درا ۔۔۔ تا چوں بجویابم ترا دِل خوشتر از بستاں کنم

در سر کشی اے پاک خُو جاں بر کنم در ہجر تو ۔۔۔ زانساں ہمی گریم کزو یک عالمے گریاں کنم

خواہی بقہرم کن جدا خواہی بلطفم رو نما ۔۔۔ خواہی بکش یا کن رہا کے ترک آں داماں کنم

یہ سب اشارات مختص المقامات ہیں جن کی تشریح اِس جگہ ضروری نہیں۔ يَا عَبْدَ الْقَادِرِ إِنِّیْ مَعَكَ أَسْمَعُ وَأَرٰى غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِیْ رَحْمَتِیْ وَقُدْرَتِیْ وَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُوْنًا۔ لَيَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

۱ النحل : ۶۶-۶۴

الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ۔ الجزو نمبر ۸ سورہ الاعراف۔[1]

اَللّٰهُ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

حیلہ اور تدبیر کو کچھ دخل نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے آتی ہے۔ اور جب آتی ہے۔ تو پھر سالک ایک دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور تمام بوجھ اُس کے سر سے اُتارے جاتے ہیں اور ہر یک ایلام انعام ہی معلوم ہوتا ہے اور شکوہ اور شکایت کا نشان نہیں ہوتا۔ پس یہ حالت ایسی ہوتی ہے کہ گویا انسان بعد موت کے زندہ کیا گیا ہے کیونکہ اُن تلخیوں سے نکل آتا ہے جو پہلے درجہ میں تھیں۔ جن سے ہر یک وقت موت کا

۵۱۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ اے عبد القادر میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ تیرے لئے میں نے رحمت اور قدرت کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور تجھ کو غم سے نجات دی اور تجھ کو خالص کیا۔ اور تم کو میری طرف سے مدد آئے گی۔ خبردار ہو لشکر خدا کا ہی غالب ہوتا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں جو اُنکو عذاب پہنچاوے جبتک تو اُنکے درمیان ہے یا جب وہ استغفار کریں۔ اَنَا بُدُّكَ اللَّازِمُ اَنَا مُحْيِيْكَ نَفَخْتُ فِيْكَ مِنْ لَّدُنِّیْ رُوْحَ الصِّدْقِ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِیْ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ۔ میں تیرا چارہ لازمی ہوں۔ میں تیرا زندہ کرنیوالا ہوں میں نے تجھ میں سچائی کی رُوح پھونکی ہے اور اپنی طرف سے تجھ میں محبت ڈالدی ہے تاکہ میرے رُوبرو تجھ سے نیکی کی جائے۔ سو تو اُس بیج کی طرح ہے جس نے اپنا سبزہ نکالا پھر موٹا ہوتا گیا یہانتک کہ اپنے ساقوں پر قائم ہو گیا۔ ان آیات میں خدائے تعالیٰ کی ان تائیدات اور احسانات کی طرف اشارہ ہے اور نیز اُس عروج اور اقبال اور عزت اور عظمت کی خبر دی گئی ہے کہ جو آہستہ آہستہ اپنے کمال کو پہنچے گی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا

۵۱۵

[1] اعراف: ۵۸-۵۹

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

ص۵۱۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سامنا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اب چاروں طرف سے انعام ہی انعام پاتا ہے اور اسی جہت سے اُس کی حالت کے مناسب حال یہی تھا کہ اُس کا نام منعم علیہ رکھا جاتا اور دُوسرے لفظوں میں اِس حالت کا نام بقا ہے۔ کیونکہ سالک اِس حالت میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہے کہ گویا وُہ مرا ہُوا تھا اور اب زندہ ہو گیا۔ اور اپنے نفس میں بڑی

ص۵۱۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ ہم نے تجھ کو کُھلی کُھلی فتح عطا فرمائی ہے۔ یعنے عطا فرمائیں گے۔ اور درمیان میں جو بعض مکروہات و شدائد ہیں وُہ اِس لئے ہیں تا خدائے تعالےٰ تیرے پہلے اور پچھلے گناہ معاف فرماوے۔ یعنے اگر خدائے تعالیٰ چاہتا تو قادر تھا کہ جو کام مدِّ نظر ہے وہ بغیر پیش آنے کسی نوع کی تکلیف کے اپنے انجام کو پہنچ جاتا اور بآسانی فتح عظیم حاصل ہو جاتی۔ لیکن تکالیف اِس جہت سے ہیں کہ تا وُہ تکالیف موجب ترقی مراتب و مغفرت خطایا ہوں۔ آج اِس موقع کے اثناء میں جبکہ یہ عاجز بغرضِ تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا۔ بعالمِ کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے۔ اور اُن پر لکھا ہُوا تھا کہ فتح کا نقارہ بجے۔ پھر ایک نے مُسکرا کر اُن ورقوں کی دُوسری طرف ایک تصویر دکھلائی اور کہا کہ دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری۔ جب اِس عاجز نے دیکھا تو وُہ اِسی عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رُعبناک جیسے سپہ سالار مسلّح فتحیاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین و یسار میں حُجّت اللّٰہ القادر و سُلطانِ احمد مختار لکھا تھا۔ اور یہ سوموار کا روز اُنیسویں ذوالحجہ سن ۱۳۰۰ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۸۸۳ء اور ۶ کاتک سمت ۱۹۴۰ بکرم ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا۔ وَ اللّٰهُ

قَدِیْرٌ[1] الجزو نمبر ۲۱ سورہ الروم۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا[2] الجزو نمبر ۱۳ سورہ الرعد۔ ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ ۵۱۶

خوشحالی اور انشراح صدر دیکھتا ہے اور بشریت کے انقباض سب دور ہو جاتے ہیں اور الوہیت کے مربیانہ انوار نعمت کی طرح برستے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی مرتبہ میں سالک پر ہر یک نعمت کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور عنایات الٰہیہ کامل طور پر متوجہ ہوتی

مُوْھِنُ کَیْدِ الْکَافِرِیْنَ بَعْدَ الْعُسْرِ یُسْرٌ وَلِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ تَمْتَرُوْنَ۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں۔ پس خدا نے اُس کو اُن الزامات سے بری کیا جو اُس پر لگائے گئے تھے اور خدا کے نزدیک وہ وجیہ ہے۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں۔ پس جبکہ خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو اُسکو پاش پاش کر دیا یعنے مشکلات کے پہاڑ آسان ہوئے اور خدائے تعالیٰ کافروں کے مکر کو سُست کر دیگا اور اُنکو مغلوب اور ذلیل کر کے دکھلائیگا۔ تنگی کے بعد فراخی ہے۔ اور پہلے بھی خدا کا حکم ہے اور پیچھے بھی خدا کا ہی حکم ہے۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں۔ اور ہم اسکو لوگوں کیلئے رحمت کا نشان بنائینگے اور یہ امر پہلے ہی سے قرار پایا ہوا تھا۔ یہ وہ سچی بات ہے جس میں تم شک کرتے ہو۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِبَرَکَاتِھِمْ۔ فَانْظُرُوْا اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ۔ وَاَنْبِئُوْنِیْ مِنْ مِّثْلِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا لَّنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسول ہے۔ اور جو ۵۱۷

[1] الروم : ۵۱-۴۹ [2] الرعد : ۱۸

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ۔ [2] الجزو نمبر ۲۱ سورہ سجدہ۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً [3] اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ

۵۱۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہیں اور اس مرتبہ کا نام سیر فی اللہ ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ میں ربوبیت کے عجائبات سالک پر کھولے جاتے ہیں اور جو ربانی نعمتیں دوسروں سے مخفی ہیں اُن کا اُس کو سیر کرایا جاتا ہے کشوفِ صادقہ سے متمتع ہوتا ہے اور مخاطباتِ حضرتِ احدیّت سے سرفرازی پاتا ہے۔ اور عالمِ ثانی کے باریک بھیدوں سے مطلع کیا جاتا ہے اور علوم اور معارف سے وافر حصہ دیا جاتا ہے۔ غرض ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہت کچھ اُس کو عطا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

لوگ اُسکے ساتھ ہیں وہ کفّار پر سخت ہیں یعنے کفّار اُنکے سامنے لاجواب اور عاجز ہیں اور اُنکی حقانیّت کی ہیبت کافروں کے دلوں پر مستولی ہے اور وہ لوگ آپس میں رحم کرتے ہیں وہ ایسے مرد ہیں کہ انکو یادِ الٰہی سے نہ تجارت روک سکتی ہے اور نہ بیع مانع ہوتی ہے۔ یعنے محبّتِ الٰہیہ میں ایسا کمالِ تام رکھتے ہیں کہ دُنیوی مشغولیاں گو کیسی ہی کثرت سے پیش آویں اُن کے حال میں خلل انداز نہیں ہوسکتیں۔ خدائے تعالیٰ اُن کے برکات سے مسلمانوں کو متمتع کریگا۔ سو اُنکا ظہور رحمتِ الٰہیہ کے آثار ہیں۔ سو اُن آثار کو دیکھو۔ اور اگر ان لوگوں کی کوئی نظیر تمہارے پاس ہے یعنی اگر تمہارے ہم مشربوں اور ہم مذہبوں میں سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جو اِسی طرح تائیداتِ الٰہیہ سے مؤیّد ہوں۔ سو تم اگر سچّے ہو تو ایسے لوگوں کو پیش کرو۔ اور جو شخص بجز دینِ اسلام کے کسی اور دین کا خواہاں اور جویاں ہوگا۔ وہ دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور آخرت میں وہ زیان کاروں میں سے ہوگا۔ يَآ اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ۔ اَنْتَ مَعِىْ وَاَنَا مَعَكَ۔ سِرُّكَ سِرِّىْ۔

[1] روم : ۴۲ [2] سجدہ : ۲۸ [3] بنی اسرائیل : ۱۳

فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ[1]۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا[2]۔ وَ بِالْحَقِّ

ص۵۱۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کیاجاتا ہے یہانتک کہ وہ اُس درجۂ یقینِ کامل تک پہنچتا ہے کہ گویا مدبّرِ حقیقی کو بچشمِ خود دیکھتا ہے۔ سو اِس طور کی اطلاع کامل جو اسرارِ سماوی میں اُس کو بخشے جاتے ہیں۔ اُس کا نام سیر فی اللہ ہے۔ لیکن یہ وہ مرتبہ ہے جس میں محبّتِ الٰہی انسان کو دی تو جاتی ہے لیکن بطریق طبعیت اُس میں قائم نہیں کی جاتی یعنے اُسکی سرشت

ص۵۱۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔
اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی ہے ہم نے تجھ کو معارفِ کثیرہ عطا فرمائے ہیں۔ سو اسکے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے اور میری یاد کیلئے نماز کو قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ ہم نے تیرا وہ بوجھ جس نے تیری کمر توڑ دی اُتار دیا ہے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔ تو سیدھی راہ پر ہے۔ دُنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرّبین میں سے ہے۔ حَمَاکَ اللّٰہُ۔ نَصَرَکَ اللّٰہُ۔ رَفَعَ اللّٰہُ حُجَّۃَ الْاِسْلَامِ۔ جَمَالٌ۔ ھُوَ الَّذِیْ اَمْشَاکُمْ فِیْ کُلِّ حَالٍ۔ لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ الْاَوْلِیَآءِ۔

ص۵۱۹

خدا تیری حمایت کریگا۔ خدا تجھ کو مدد دیگا۔ خدا حجّتِ اسلام کو بلند کریگا۔ جمالِ الٰہی ہے جس نے ہر حال میں تمہارا تنقیہ کیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کو جو اپنے ولیوں میں اسرار ہیں۔ وہ احاطہ سے باہر ہیں۔ کوئی کسی راہ سے اُسکی طرف کھینچا جاتا ہے اور کوئی کسی راہ سے۔ یعقوب نے وہ مرتبہ گرفتاری سے پایا جو دوسرے ترک ماسوا سے پاتے ہیں۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدائے تعالےٰ میں دو صفتیں ہیں جو تربیت

[1] سورۃ القدر ۲-۶ [2] سورۃ المزمل : ۱۶

اَنْزَلْنَاہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ[1]۔ یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَ نَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[2]۔ الجزو نمبر ۶ سورۃ مائدہ۔ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ

ص۵۱۸
ص۵۱۹

(بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

میں داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس میں محفوظ ہوتی ہے۔

اور تیسری ترقی جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے انتہائی قدم ہے۔ اِس

ص۵۱۹

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

عباد میں مصروف ہیں۔ ایک صفت رفق اور لطف اور احسان ہے اِس کا نام جمال ہے۔ اور دُوسری صفت قہر اور سختی ہے اس کا نام جلال ہے۔ سو عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جو لوگ اُسکی درگاہِ عالی میں بلائے جاتے ہیں اُنکی تربیت کبھی جمالی صفت سے اور کبھی جلالی صفت سے ہوتی ہے اور جہاں حضرتِ احدیت کے تلطفات عظیمہ مبذول ہوتے ہیں وہاں ہمیشہ صفتِ جمالی کے تجلّیات کا غلبہ رہتا ہے مگر کبھی کبھی بندگانِ خاص کی صفاتِ جلالیہ سے بھی تادیب اور تربیت منظور ہوتی ہے۔ جیسے انبیاء کرام کے ساتھ بھی خدائے تعالیٰ کا یہی معاملہ رہا ہے کہ ہمیشہ صفاتِ جمالیہ حضرتِ احدیت کے اُنکی تربیت میں مصروف رہے ہیں لیکن کبھی کبھی اُن کی استقامت اور اخلاقِ فاضلہ کے ظاہر کرنے کیلئے جلالی صفتیں بھی ظاہر ہوتی رہی ہیں اور اُن کو شریر لوگوں کے ہاتھ سے انواع اقسام کے دُکھ ملتے رہے ہیں تا اُن کے وہ اخلاقِ فاضلہ جو بغیر تکالیفِ شاقہ کے پیش آنے کے ظاہر نہیں ہو سکتے وہ سب ظاہر ہو جائیں اور دُنیا کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کچے نہیں ہیں بلکہ سچے وفادار ہیں۔ وَقَالُوْا اَنّٰی لَکَ ھٰذَا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً۔ لَا یُصَدِّقُ السَّفِیْہُ اِلَّا سَیْفَۃَ الْھَلَاکِ۔ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّکَ قُلْ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔ اور کہیں گے یہ تجھے کہاں سے حاصل ہوا۔ یہ تو ایک سحر ہے جو اختیار کیا جاتا ہے۔ ہم

ص۵۱۹

[1] سورۃ بنی اسرائیل : ۱۰۶ [2] مائدہ : ۲۰

اٰیَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[1]۔ الجزو نمبر ۴ سورۃ آل عمران۔ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيَاتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[2]۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ

ض۵۲

آیت میں تعلیم کی گئی ہے۔ جو فرمایا ہے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ یہ وُہ مرتبہ ہے جس میں انسان کو خدا کی محبت اور اُس کے غیر کی عداوت سرشت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور بطرزِ طبعیت اُس میں قیام پکڑتی ہے۔

ض۵۲

ہرگز نہیں مانینگے جبتک خدا کو بچشم خود دیکھ نہ لیں۔ سفیہ بجز ضربۂ ہلاکت کے کسی چیز کو باور نہیں کرتا میرا اور تیرا دشمن ہے۔ کہہ خدا کا امر آیا ہے سو تم جلدی مت کرو۔ جب خدا کی مدد آئیگی تو کہا جائیگا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں۔ کہیں گے کہ کیوں نہیں۔ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُمْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ تَمُوْتُ وَاَنَا رَاضٍ مِّنْكَ فَادْخُلُوا الْجَنَّةَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا اٰمِنِيْنَ۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ جُعِلْتَ مُبَارَكًا۔ سَمِعَ اللّٰهُ اِنَّهٗ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ اَنْتَ مُبَارَكٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اَمْرَاضُ النَّاسِ وَبَرَكَاتُهٗ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ اُذْكُرْ نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكَ وَاِنِّيْ فَضَّلْتُكَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ مَنَّ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ وَاَحْسَنَ اِلٰٓى اَحْبَابِكُمْ وَعَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ مَیں تجھ کو پُوری نعمت دُونگا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا۔ اور جو لوگ تیری متابعت اختیار کریں۔ یعنی حقیقی طور پر اللہ و رسول کے متبعین میں داخل ہو جائیں۔ اُن کو اُن کے مخالفوں پر کہ جو انکاری ہیں۔ قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ یعنے

[1] آل عمران: ۱۰۴　[2] القصص: ۴۸

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تِلْكَ اٰيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝[۱] وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ[۲] لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآءُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ ۝[۳] اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ

ص۵۲۱

اور صاحب اس مرتبہ کا اخلاقِ الٰہیّہ سے ایسا ہی بالطبع پیار کرتا ہے کہ جیسے وُہ اخلاق حضرتِ احدیّت میں محبوب ہیں اور محبّتِ ذاتی حضرتِ خداوندِ کریم کی اِس قدر

وُہ لوگ حُجّت اور دلیل کے رُو سے اپنے مخالفوں پر غالب رہیں گے۔ اور صدق اور راستی کے انوارِ ساطعہ اُنہیں کے شاملِ حال رہیں گے۔ اور سُست مت ہو اور غم مت کرو۔ خدا تم پر بہت ہی مہربان ہے۔ خبردار ہو بتحقیق جو لوگ مقربانِ الٰہی ہوتے ہیں اُن پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم کرتے ہیں۔ تو اُس حالت میں مریگا کہ خدا تجھ پر راضی ہوگا۔ پس بہشت میں داخل ہو انشاء اللہ امن کے ساتھ تم پر سلام تم شرک سے پاک ہوگئے۔ سو تم امن کے ساتھ بہشت میں داخل ہو تجھ پر سلام تُو مبارک کیا گیا۔ خدا نے دُعا سُن لی وہ دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ تُو دنیا اور آخرت میں مبارک ہے۔ یہ اِس طرف اشارہ فرمایا کہ پہلے اِس سے چند مرتبہ الہامی طور پر خدائے تعالیٰ نے اِس عاجز کی زبان پر یہ دُعا جاری کی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَكًا حَيْثُ مَا كُنْتُ یعنے اے میرے ربّ مجھے ایسا مبارک کر کہ ہر جگہ مَیں بود و باش کروں برکت میرے ساتھ رہے پھر خدا نے اپنے لطف و احسان سے وُہی دُعا کہ جو آپ ہی فرمائی تھی قبول فرمائی۔ اور یہ عجیب بندہ نوازی ہے کہ اوّل آپ ہی الہامی طور پر زبان پر سوال جاری کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ تیرا سوال منظور کیا گیا ہے اور اِس برکت کے بارہ میں ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں بھی ایک عجیب الہام اُردو میں ہُوا تھا جس کو اِسی جگہ لکھنا مناسب ہے۔ اور تقریب اِس الہام کی یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اِس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے۔ جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالیوں کو اُن کے خیالات گراں گذرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے اِس ناچیز کو بہت مجبور کیا چنانچہ اُس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اُس شخص

ص۵۲۲

[۱] بقرہ: ۲۵۲-۲۵۳ [۲] انبیاء: ۱۰۸ [۳] یٰسٓ: ۷

ص۵۲۵ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ؑ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ؑ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِنُحْيِيَ بِهٖ

ص۵۲۶ اُس کے دل میں آمیزش کرجاتی ہے کہ اُس کے دل سے محبت الٰہی کا منفک ہونا مستحیل اور ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اُس کے دل کو اور اُس کی جان کو بڑے بڑے امتحانوں اور ابتلاؤں

کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ اُنکے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اُسوقت کی تقریر کو سُنکر معلوم کرلیا کہ انکی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابلِ اعتراض ہو اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اُسے ترک بحث کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اِس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دیگا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اُسکے عالمِ کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پہ سوار تھے۔ چونکہ خالصًا خدا اور اُسکے رسول کیلئے انکسار اور تذلّل اختیار کیا گیا اِس لئے اُس محسنِ مطلق نے نہ چاہا کہ اُسکو بغیر اجر کے چھوڑے۔ فتدبّروا وتفکّروا۔ ص۵۲۷

پھر بعد اسکے فرمایا کہ لوگوں کی بیماریاں اور خدا کی برکتیں یعنے مبارک کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اِس سے لوگوں کی رُوحانی بیماریاں دُور ہونگی اور جن کے نفس سعید ہیں وہ تیری باتوں کے ذریعہ سے رُشد اور ہدایت پاجائیں گے اور ایسا ہی جسمانی بیماریاں اور تکالیف جن میں تقدیر مبرم نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ تیرا رب بڑا ہی قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا کی نعمت کو یاد رکھ اور مَیں نے تجھ کو تیرے وقت کے تمام عالموں پر فضیلت دی ہے۔ اِسجگہ جاننا چاہیئے کہ یہ تفضیل طفیلی اور جزوی ہے یعنے جو شخص حضرتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کی کامل طور پر متابعت کرتا ہے۔ اُس کا مرتبہ خدا کے نزدیک اُس کے تمام ہمعصروں سے برتر و اعلیٰ ہے۔ پس حقیقی اور کُلّی طور پر تمام فضیلتیں حضرت خاتم الانبیاء کو جناب احدیت کی طرف سے ثابت ہیں۔ اور

ؔ ۱ سُورۃ الفرقان: ۴۵ ۲ سُورۃ فاطر: ۴۶

بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝ وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ

مـ۵۲۲

کے سخت صدمات کے بیچ میں دے کر کوفتہ کیا جائے اور نچوڑا جائے۔ تو بجز محبتِ الٰہیّہ کے اور کچھ اس کے دل اور جان سے نہیں نکلتا۔ اُسی کے درد سے لذّت پاتا

دُوسرے تمام لوگ اُسکی متابعت اور اُسکی محبّت کی طفیل سے علیٰ قدرِ متابعت و محبّت مراتب پاتے ہیں۔ فما اعظم شان کمالہ اللّٰھم صلّ علیہ و اٰلہٖ۔ اَب بعد اسکے بقیّہ ترجمہ الہام یہ ہے۔ اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ پر راضی اور تو اُسپر راضی۔ پھر میرے بندوں میں داخل ہو اور میری بہشت میں اندر آجا۔ خدا نے تجھ پر احسان کیا اور تیرے دوستوں سے نیکی کی اور تجھ کو وہ علم بخشا جسکو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا۔ اور اگر تو خدا کی نعمتوں کو گِننا چاہے تو یہ تیرے لئے غیر ممکن ہے۔ پھر ان الہامات کے بعد چند الہام فارسی اور اُردو میں اور ایک انگریزی میں ہُوا۔ وہ بھی بغرض افادۂ طالبین لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کردیگا اور تیری ساری مُرادیں تجھے دیگا۔ ربّ الافواج اِس طرف توجّہ کریگا۔ اِس نشان کا مُدّعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مونہہ کی باتیں ہیں۔ جنابِ الٰہی کے احسانات کا دروازہ کھُلا ہے اور اُس کی پاک رحمتیں اِس طرف متوجّہ ہیں۔ دی ڈیز شَل کم وہن گاڈ شیل ہیلپ یُو گلوری بی ٹو دِس لارڈ گوڈ میکر اوف ارتھ اینڈ ہیون۔ وہ دِن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ خدائے ذوالجلال آفرینندۂ زمین و آسمان اِن الہامات کے بعد ایک ایسی پیشگوئی چند آریوں کے رُو برو جو پنڈت دیانند کے توابع ہیں پُوری ہُوئی کہ جس کی کیفیت پر مطلع ہونا ناظرین کیلئے خالی فائدہ سے نہیں۔ سو اگرچہ اِس کے لکھنے سے کسی قدر طول ہی ہو لیکن بہ نظرِ خیر خواہی

مـ۵۲۲

سورۃ الفرقان : ۴۹-۵۰ و ۵۲-۵۳

اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا[1] وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا ؕ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا[2] اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰہُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا

ص۵۲۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے۔ اور اُسی کو واقعی اور حقیقی طور پر اپنا دلآرام سمجھتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں تمام ترقیاتِ قرب ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے اُس انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے کہ جو فطرتِ بشری کیلئے مقدّر ہے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اُن لوگوں کے جو عظمتِ اسلام سے بے خبر ہیں لکھی جاتی ہے اور اِس پیشگوئی کے پُورے ہونے سے پہلے ایک عجیب طور کی مشکلات اور مکروہات پیش آئے۔ آخر خداوند کریم نے اُن سب مشکلات کو دُور کر کے بتاریخ دہم ستمبر ۱۸۸۳ء روز دوشنبہ اُس پیشگوئی کو پورا کیا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ بتاریخ ۶ ستمبر ۱۸۸۳ء روز پنجشنبہ خداوندِ کریم نے عین ضرورت کے وقت میں اِس عاجز کی تسلّی کے لئے اپنے کلام مبارک کے ذریعہ سے یہ بشارت دی کہ بست و یک روپیہ آنیوالے ہیں۔ چونکہ اِس بشارت میں ایک عجیب بات یہ تھی کہ آنیوالے روپیہ کی تعداد سے اطلاع دی گئی۔ اور کسی خاص تعداد سے مطلع کرنا ذاتِ غیب دان کا خاصہ ہے کسی اور کا کام نہیں ہے۔ دُوسری عجیب بر عجیب یہ بات تھی کہ یہ تعداد غیر معہود طرز پر تھی کیونکہ قیمت مقررہ کتاب سے اِس تعداد کو کچھ تعلّق نہیں۔ پس انہیں عجائبات کی وجہ سے یہ الہام قبل از وقوع بعض آریوں کو بتلایا گیا۔ پھر ۱۰ ستمبر ۱۸۸۳ء کو تاکیدی طور پر ۲ بارہ الہام ہوا کہ بست و یک روپیہ آئے ہیں۔ جس الہام سے سمجھا گیا کہ آج اِس پیشگوئی کا ظہور ہو جائیگا۔ چنانچہ ابھی الہام پر شاید تین منٹ سے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہوگا کہ ایک شخص وزیر سنگھ نامی بیمار دار آیا اور اُس نے آتے ہی ایک روپیہ نذر کیا۔ ہر چند علاج معالجہ اِس عاجز کا پیشہ نہیں۔ اور اگر اتفاقاً کوئی بیمار آجاوے تو اگر اس کی دوا یاد ہو تو محض ثواب کی غرض سے لِلّٰہ فی اللّٰہ دی جاتی ہے۔ لیکن وہ روپیہ اُس سے لیا گیا۔ کیونکہ فی الفور خیال آیا کہ یہ اُس پیشگوئی

ص۵۲۳

[1] سورۃ الفرقان: ۶۳ [2] سورۃ الفرقان: ۵۵

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝[1] اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝[2] الجزو نمبر ۲۷ سورہ الحدید یعنے ہم کو اپنی ذاتِ الوہیّت کی قسم ہے جو مبدء فیضان ہدایت و پرورش اور جامع تمام صفاتِ کاملہ ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے دُنیا کے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۵۲۴

یہ لطائف خمسہ ہیں کہ جو بطور نمونہ مُشتے از خروارے ہم نے لکھے ہیں مگر عجائباتِ معنوی اِس صورت میں اور نیز دُوسرے حقائق و معارف اِس قدر ہیں کہ اگر اُن کا عشرِ عشیر بھی لِکھا جائے تو اُس کے لکھنے کے لئے ایک بڑی کتاب چاہیئے۔ اور جو اِس سورۂ مبارکہ میں خواصِ رُوحانی ہیں وہ بھی ایسے اعلیٰ و حیرت انگیز ہیں جن کو طالب حق

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کی ایک جُز ہے۔ پھر بعد اس کے ڈاکخانہ میں ایک اپنا معتبر بھیجا گیا اِس خیال سے کہ شاید دُوسری جُز بذریعہ ڈاکخانہ پُوری ہو۔ ڈاکخانہ سے ڈاک منشی نے جو ایک ہندو ہے جواب میں یہ کہا کہ میرے پاس صرف ایک منی آرڈر پانچ روپیہ کا جس کے ساتھ ایک کارڈ بھی نتھی ہے ڈیرہ غازیخان سے آیا ہے سو ابھی تک میرے پاس روپیہ موجود نہیں جب آئیگا تو دُونگا۔ اِس خبر کے سُننے سے سخت حیرانی ہُوئی اور وہ اضطراب پیش آیا جو بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ عاجز اِسی تردّد میں سر بزانو تھا اور اِس تصوّر میں تھا کہ پانچ اور ایک ملکر چھ ہوئے اب

۵۲۴

اکیس کیونکر ہونگے یا الٰہی یہ کیا ہوا۔ سو اِسی استغراق میں تھا کہ یکدفعہ یہ الہام ہوا بست و یک آئے ہیں اِس میں شک نہیں۔ اِس الہام پر دو پہر نہیں گذرے ہونگے کہ اُسی روز ایک آریہ کہ جو ڈاک منشی کے پہلے بیان کی خبر سُن چکا تھا ڈاکخانہ میں گیا اور اُس کو ڈاک منشی نے کسی بات کی تقریب سے خبر دی کہ در اصل بست روپیہ آئے ہیں اور پہلے یُوں ہی مُونہہ سے نکل گیا تھا جو میں نے پانچ روپیہ کہہ دیا۔ چنانچہ وُہی آریہ بیس روپیہ معہ ایک کارڈ کے جو منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کی طرف سے تھا لے آیا اور معلوم ہوا کہ وہ کارڈ بھی منی آرڈر کے کاغذ سے نتھی نہ تھا اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ روپیہ آیا ہوا تھا۔ اور نیز منشی الٰہی بخش صاحب کی تحریر سے جو بحوالہ ڈاکخانہ کے رسید کی تھی یہ بھی

[1] سورۃ الفرقان : ۴۹-۴۸ [2] حدید : ۱۸

۵۲۵

کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے اور بُرے کام اُن کو اچھے دکھائی دینے لگے سو وہی شیطان آج ان سب کا رفیق ہے جو اُن کو جادۂ استقامت سے منحرف کر رہا ہے اور یہ کتاب اِسلئے نازل کی گئی ہے کہ تا اُن لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور تا مومنوں کے لئے وہ ہدایتیں

۵۲۵

دیکھ کر اِس بات کے اقرار کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ قادرِ مطلق کا کلام ہے۔ چنانچہ منجملہ اُن خواصِ عالیہ کے ایک خاصہ رُوحانی سورۂ فاتحہ میں یہ ہے کہ دِلی حضور

معلوم ہوا کہ منی آرڈر ۶ر ستمبر ۱۸۸۳ء کو یعنے اُسی روز جب الہام ہوا قادیان میں پہنچ گیا تھا۔ پس ڈاک منشی کا سارا اِملاء اِنشاء غلط نکلا اور حضرتِ عالم الغیب کا سارا بیان صحیح ثابت ہوا پس اِس مبارک دن کی یادداشت کے لئے ایک روپیہ کی شیرینی لیکر بعض آریوں کو بھی دی گئی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ آلائہ ونعمآئہ ظاھرھا و باطنھا۔

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما ۔۔۔ اے علاجِ گریہ ہائے زارِ ما

اے تو مرہم بخشِ جانِ ریشِ ما ۔۔۔ اے تو دلدارِ دلِ غم کیشِ ما

از کرم بر داشتی ہر بارِ ما ۔۔۔ واز تو ہر بار و برِ اشجارِ ما

حافظ و ستاری از جود و کرم ۔۔۔ بیکساں را یاری از لطفِ اتم

بندۂ درماندہ باشد دل طپاں ۔۔۔ ناگہاں درماں برآری از میاں

عاجزے را ظلمتے گیرد براہ ۔۔۔ ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ

حسن و خلقِ دلبری بر تو تمام ۔۔۔ صحبتے بعد از لقائے تو حرام

آں خردمندے کہ او دیوانہ ات ۔۔۔ شمعِ بزم است آنکہ او پروانہ ات

ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد ۔۔۔ ناگہاں جانے در ایمانش فتد

عشقِ تو گردد عیاں بر روئے او ۔۔۔ بُوئے تو آید ز بام و کُوئے او

صد ہزاراں نعمتش بخشی ز جود ۔۔۔ مہر و مہ را پیشش آری در سجود

خود نشینی از پئے تائیدِ او ۔۔۔ رُوئے تو یاد او فتد از دیدِ او

جو پہلے کتابوں میں ناقص رہ گئی تھیں کامل طور پر بیان کی جائیں تاوہ کامل رحمت کا موجب ہو اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مرگئی تھی خدا نے آسمان سے پانی اُتارا اور نئے سرے اِس مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشانِ صداقت

۵۲۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

سے اپنی نماز میں اس کو ورد کرلینا اور اُس کی تعلیم کو فی الحقیقت سچ سمجھ کر اپنے دل میں قائم کرلینا تنویرِ باطن میں نہایت دخل رکھتا ہے۔ یعنے اس سے انشراحِ خاطر ہوتا ہے اور بشریت کی ظلمت دُور ہوتی ہے اور حضرتِ مبدءِ فیوض کے فیوض انسان پر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بس نمایاں کارہا کاندر جہاں — می نمائی بہرِ اکرامش عیاں
خود کنی و خود کنانی کار را — خود دہی رونق تو آں بازار را
خاک را در یکدمے چیزے کنی — کز ظہورش خلق گیرد روشنی
برکسے چوں مہربانی میکنی — از زمینی آسمانی میکنی
صد شعاعِ عشق می دہی چوں آفتاب — تانماند طالبِ دیں در حجاب
تا ز تاریکی بر آید عالمے — تانشاں یابند از کویت ہمے
زیں نشانہا بدرگاں کور و کراند — صد نشاں بینند و غافل بگذرند
عشق ظلمت دشمنی با آفتاب — شب پرانِ سرمدی جاں در حجاب
آں شہِ عالم کہ نامش مصطفٰے — سیدِ عشاق حق شمس الضحٰے
آنکہ ہر نورے طفیلِ نورِ اوست — آنکہ منظورِ خدا منظورِ اوست
آنکہ بہرِ زندگی آبِ رواں — در معارف ہمچو بحرِ بیکراں
آنکہ بر صدق و کمالش در جہاں — صد دلیل و حجّتِ روشن عیاں
آنکہ انوارِ خدا بر رُوئے او — مظہرِ کارِ خدائے کُوئے او
آنکہ جملہ انبیاء و راستاں — خادمانش ہمچو خاکِ آستاں
آنکہ مہرش میرساند تا سما — میکند چوں ماہِ تاباں در صفا
میدہد فرعونیاں را ہر زماں — چوں یدِ بیضائے موسٰی صد نشاں
آں نبی در چشمِ ایں کورانِ زار — ہست یک شہوت پرست و کیں شعار

۵۲۶

شرمت آید اے سگِ ناچیز و پست — می نہی نامِ یلاں شہوت پرست

اُس کتاب کا ہے پر اُن لوگوں کیلئے جو سُنتے ہیں یعنے طالب حق ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ وُہ ذاتِ کریم و رحیم ہے جس کا قدیم سے یہ قانونِ قدرت ہے کہ وُہ ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے یعنے بارش سے پہلے چلاتا ہے یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بدلیوں کو اُٹھا لاتی ہیں تو ہم کسی مُردہ شہر کیطرف

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۵۲۶

وارد ہونے شروع ہوجاتے ہیں اور قبولیتِ الٰہی کے انوار اُس پر احاطہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ترقی کرتا کرتا مخاطباتِ الٰہیّہ سے سرفراز ہوجاتا ہے۔ اور کشوفِ صادقہ اور الہاماتِ واضحہ سے تمتع تام حاصل کرتا ہے اور حضرتِ اُلوہیت کے مقربین میں دخل پالیتا ہے اور وہ وہ عجائبات القائے غیبی اور کلامِ لاریبی اور استجاباتِ ادعیہ اور کشفِ مغیبات

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ایں نشانِ شہوتی مست اے لئیم — کز رخش رخشاں بود نورِ قدیم
در شبے پیدا شود روزش کند — در خزاں آید دل افروزش کند
مظہرِ انوارِ آں بیچوں بود — در خرد از ہر بشر افزوں بود
اتباعش آں دہد دل را کشاد — کش نہ بیند کس بعد سالہ جہاد
اتباعش دل فروزد جاں دہد — جلوۂ از طاقتِ یزداں دہد
اتباعش سینہ نورانی کند — باخبر از یار پنہانی کند
منطقِ او از معارف پُر بود — ہر بیانِ او سراسر دُر بود
از کمالِ حکمت و تکمیلِ دین — پا نہد بر اوّلین و آخرین
و از کمالِ صورت و احسنِ اتم — جملہ خوباں را کند زیرِ قدم
تابعش چوں انبیا گردد زِ نور — نورش افتد بر ہمہ نزدیک و دُور
شیرِ حق پُر ہیبت از ربِّ جلیل — دشمناں پیشش چو رُوباہ ذلیل
ایں چنیں شیرے بود شہوت پرست — ہوش کُن اے رُوبہے ناچیز و پست
چیستی اے کورکِ فطرت تباہ — طعنہ بر خُوباں بدیں رُوئے سیاہ
شہوتِ شاں از سرِ آزادی است — نے اسیرِ آں چو تو آں قومِ مست
خود نگہ کُن آں یکے زندانی است — واں دگر داروغۂ سلطانی است
گرچہ در یکجاست ہر دو را قرار — لیک فرقے ہست دُوری آشکار

یعنی جس ضلع میں بباعثِ امساکِ باران زمین مُردہ کی طرح خشک ہوگئی ہو۔ ان ہواؤں کو ہانک دیتے ہیں پھر اُس سے پانی اُتارتے ہیں اور اُسکے ذریعہ سے قسم قسم کے میوے پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح روحانی مُردوں کو مُدت کے گڑھے سے نکالا کرتے ہیں اور یہ مثال اسلئے بیان کیگئی تو کہ تم دھیان کرو اور اس بات کو سمجھ جاؤ کہ جیسا کہ ہم امساکِ باران کی شدت کے وقت مُردہ زمین کو

ص۵۲۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور تائیدِ حضرتِ قاضی الحاجات اُس سے ظہور میں آتی ہیں کہ جس کی نظیر اُس کے غیر میں نہیں پائی جاتی۔ اگر مخالفین اس سے انکار کریں اور غالباً انکار ہی کریں گے۔ تو اس کا ثبوت اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اور یہ احقر ہر یک طالبِ حق کی تسلی کرنے کو طیار ہے۔ اور نہ صرف مخالفین کو بلکہ اسمی اور رسمی موافقین کو بھی کہ جو بظاہر مسلمان ہیں مگر محجوب

ص۵۲۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کارِ پاکان بر بداں کردن قیاس — کارِ ناپاکاں بود اے بدحواس
کاملاں کز شوق دلبر می روند — با دو صد بارے سبکتر می روند
ایں کمال آمد کہ با فرزند و زن — از ہمہ فرزند و زن یکسو شدن
در جہان و باز بیروں از جہان — بس ہمیں آمد نشانِ کاملان
چوں ستورے زیرِ بار افتد بسر — در تہی رفتن سریع و تیز تر
ایں چنیں اسپے کجا آید بکار — تا بکار ست ایں در اسپانش مدار
اسپ آں اسپ است کو بارِ گران — می کشد ہم میرود بس خوش عنان
کاملے گر زن بدارد صد ہزار — صد کنیزک صد ہزاراں کاروبار
پس گر افتد در حضورِ او فتور — نیست آں کامل ز قربت ہست دُور
نیست آں کامل نہ مردے زندہ جان — گر خردمندی ز مردانش مخواں
کامل آں باشد کہ با فرزند و زن — با عیال و جملہ مشغولیٔ تن
با تجارت با ہمہ بیع و شرا — یک زماں غافل نگردد از خدا
ایں نشانِ قوّتِ مردانہ است — کاملاں را بس ہمیں پیمانہ است
سوختہ جانے ز عشقِ دلبرے — کے فراموشش کند با دیگرے

ص۵۲۷

زندہ کر دیا کرتے ہیں ایسا ہی ہمارا قاعدہ ہے کہ جب سخت درجہ پر گمراہی پھیل جاتی ہے اور دِل جو زمین سے مشابہ ہیں مرجاتے ہیں تو ہم اُن میں زندگی کی رُوح ڈال دیتے ہیں اور جو زمین پاکیزہ ہے اس کی تو کھیتی اللہ کے اذن سے جیسی کہ چاہیئے نکلتی ہے اور جو خراب زمین ہے اُسکی صرف تھوڑی سی کھیتی نکلتی ہے اور عمدہ

۵۲۷ح

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

مسلمان اور قالبِ بے جان ہیں جن کو اِس پُرظلمت زمانہ میں آیاتِ سماویہ پر یقین نہیں رہا اور الہاماتِ حضرتِ احدیّت کو محال خیال کرتے ہیں اور از قبیل اوہام اور وساوس قرار دیتے ہیں جنہوں نے انسان کی ترقیات کا نہایت تنگ اور منقبض دائرہ

۵۲۸ح

حاشیہ نمبر ۱۱

او نظر دارد بغیر و دل بہ یار　　دست در کار و خیال اندر نگار
دل طپاں در فرقتِ محبوبِ خویش　　سینہ از ہجران یارے ریش ریش
اوفتادہ دُور از رُوئے کسے　　دل دوان ہر لحظہ در کُوئے کسے
غم شدہ از غم چو ابروئے کسے　　ہر زماں پیچاں چو گیسوئے کسے
دلبرش در شد بجان و مغز و پوست　　راحتِ جانش بیاد رُوئے اوست
جاں شد او کے جان فراموشش شود　　ہر زماں آید ہم آغوشش شود
دیدہ چوں بر دلبرِ مست اوفتد　　ہر چہ غیرِ اوست از دست اوفتد
غیر گو در بر بود دُور است دُور　　یارِ دُور اُفتادہ ہر دم در حضور
کار و بارِ عاشقاں کارے جُدا است　　برتر از فکر و قیاساتِ شما ست
قوم عیارست دل در دلبرے　　چشمِ ظاہر بیں بدیوار و درے
جاں فروشاں از پئے مہ پیکرے　　بر زباں صد قصّہا از دیگرے
فانیاں را مانعے از یار نیست　　بچہ او زن بر سرِ شان بار نیست
باد و صد زنجیر ہر دم پیشِ یار　　خار با او گُل گُل اندر ہجر خار
تو بیک خارے برآری صد فغان　　عاشقاں خنداں بپائے جاں فشاں
عاشقاں در عظمتِ مولیٰ فنا　　غرقۂ دریائے توحید از وفا
کین و مہرِ شان ہمہ بہرِ خدا ست　　قہرِ شان گر ہست آں قہرِ خدا ست

کھیتی نہیں نکلتی اسی طرح سے ہم پھیر پھیر کر بتاتے ہیں تا جو شکر کرنے والے ہیں شکر کریں۔ اور پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ وہ ذاتِ کریم و رحیم ہے کہ جو بروقت ضرورت ایسی ہوائیں چلاتا ہے جو بدلی کو ابھارتی ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ اس بدلی کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اسکو تہہ بہ تہہ رکھتا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بنا رکھا ہے کہ جو صرف عقلی اٹکلوں اور قیاسی ڈھکوسلوں پر ختم ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف خدائے تعالیٰ کو بھی نہایت درجہ کا کمزور اور ضعیف سا خیال کر رہے ہیں۔ سو یہ عاجز اُن سب صاحبوں کی خدمت میں بادب تمام عرض کرتا ہے کہ اگر ابتک تاثیراتِ قرآنی سے انکار ہے اور اپنے جہل قدیم پر اصرار ہے تو اب نہایت نیک موقعہ ہے کہ یہ احقر خادمین

۵۲۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۲۸

آنکہ در عشقِ احد محو و فناست
هرچہ زو آید ز ذاتِ کبریاست

فانی است و تیرِ او تیرِ حق است
صیدِ او در اصل نخچیرِ حق است

آنچہ می باشد خدا را از صفات
خود دمد در فانیاں آں پاک ذات

خوئے حق گردد دراِیشاں آشکار
از جمال و از جلالِ کردگار

لطفِ شاں لطفِ خدا ہم قہرِ شاں
قہرِ حق گردد نہ ہمچو دیگراں

فانیاں ہستند از خود دُور تر
چُوں ملائک کارکن از دادگر

گر فرشتہ قبضِ جانے میکند
یا کرم بر ناتوانے میکند

ایں ہمہ سختی و نرمی از خُداست
وز خواہشہائے نفسِ خود جُداست

ہمچنیں میداں مقامِ انبیاء
واصلان و فاصلاں از ما سواء

فانی اند و آلۂ ربّانی اند
نُورِ حق در جامۂ انسانی اند

سخت پنہاں در قبابِ حضرت اند
گم ز خود در رنگ و آبِ حضرت اند

اختراںِ آسمانِ زیب و فر
رفتہ از چشمِ خلائق دُور تر

کس ز قدرِ نُورِ شاں آگاہ نیست
زانکہ ادنیٰ را باعلیٰ راہ نیست

کور کورانہ زند رائے دُنی
چشمِ کورش بیخبر زاں روشنی

ہمچنیں تو اے عدوِّ مُصطفےٰ
می نمائی کوریٔ خود را بما

بر قمر عوعو کنی از سگ رگے
نُورِ مہ کمتر نہ گردد زیں سگے

پھر تُو دیکھتا ہے کہ اُسکے بیچ میں سے مینہہ نکلتا ہے پھر جن بندوں کو اپنے بندوں میں سے اس مینہہ کا پانی پہنچاتا ہے تو وُہ خوش وقت ہو جاتے ہیں اور ناگہانی طور پر خدا اُن کے غم کو خوشی کے ساتھ مبدّل کر دیتا ہے اور مینہہ کے اُترنے سے پہلے ان کو بباعث نہایت سختی کے کچھ امید باقی نہیں رہتی پھر یکدفعہ خدائے تعالیٰ اُن کی دستگیری فرماتا ہے یعنے ایسے وقت میں بارانِ رحمت نازل ہوتا ہے جب

۵۲۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اپنے ذاتی تجارب سے ہریک منکر کی پوری پوری اطمینان کر سکتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ طالب حق بنکر اس احقر کی طرف رجوع کریں اور جو جو خواص کلام الٰہی کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے اسکو بچشمِ خود دیکھ لیں اور تاریکی اور ظلمت میں سے نکل کر نورِ حقیقی میں داخل ہو جائیں۔ ابتک تو یہ عاجز زندہ ہے مگر وجودِ خاکی کی کیا بنیاد اور جسمِ فانی کا کیا اعتماد۔ پس مناسب ہے کہ اس عام اعلان کو سُنتے ہی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی طرف توجّہ کریں۔ تا اگر دعویٰ اِس احقر کا بہ پایۂ ثبوت نہ پہنچ سکے۔ تو منکر اور رُوگردان رہنے کیلئے ایک وجہ موجہ پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر اس عاجز کے قول کی صداقت جیسا کہ چاہیئے بہ پایۂ ثبوت پہنچ جائے تو خدا سے ڈر کر اپنے باطل خیالات سے باز آئیں اور طریقۂ حقّۂ اسلام پر قدم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

مصطفٰے آئینۂ رُوئے خداست — منعکس در وے ہماں خُوئے خداست

گر ندیدستی خدا او را بہ بیں — من رأنی قد رأی الحق ایں یقیں

آنکہ او یزد دبستانِ خُدا — خصمِ او گردد جنابِ کبریا

دستِ حق تائیدِ ایں مستاں کُند — چُوں کسے با دستِ حق دستاں کُند

منزلِ شاں برتر از صد آسماں — بس نہاں اندر نہاں اندر نہاں

پا فشردہ در وفائے دلبرے — وز سرش بر خاک افتادہ سرے

جانِ خود را سوختہ بہرِ نگار — زندہ گشتہ بعد مرگِ صد ہزار

صاحبِ چشم اند آنجا بے تمیز — چشمِ کوراں خود نباشد ہیچ چیز

لوگوں کے دل ٹوٹ جاتے ہیں اور مینہہ برسنے کی کوئی اُمّید باقی نہیں رہتی اور پھر فرمایا کہ تو خدا کی رحمت کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ اور اُس کی رحمت کی نشانیوں پر غور کر کہ وہ کیونکر زمین کو اُس کے مرنے کے پیچھے زندہ کرتا ہے بیشک وُہی خدا ہے جس کی یہ بھی عادت ہے کہ جب لوگ رُوحانی طور پر مرجاتے ہیں اور سختی اپنی نہایت کو پہنچ جاتی ہے تو اسی طرح وُہ اُن کو بھی زندہ کرتا ہے اور وُہ ہر چیز پر قادر اور توانا ہے اُسی نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہریک وادی اپنے اپنے اندازہ اور قدر کے موافق بہ نکلا یعنے ہریک شخص نے اپنی استعداد کے موافق فائدہ اُٹھایا۔ اور پھر فرمایا کہ وُہ رسول اُس وقت آیا کہ جب جنگل اور دریا میں فساد ظاہر ہوگیا یعنے تمام رُوئے زمین پر ظلمت اور ضلالت پھیل گئی اور کیا اُمّی لوگ اور کیا اہلِ کتاب اور اہلِ علم سب کے سب بگڑ گئے اور کوئی حق پر قائم نہ رہا اور یہ سب فساد اس لئے ہوا کہ لوگوں کے دلوں سے خلوص اور صدق اُٹھ گیا اور اُن کے اعمال خدا کیلئے نہ رہے بلکہ اُن میں

۵۲۹ح

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جماویں تا اس جہان میں ذلت اور رُسوائی سے اور دُوسرے جہان میں عذاب اور عقوبت سے نجات پاویں۔ سو دیکھو اے بھائیو اے عزیزو اے فلاسفرو اے پنڈتو اے پادریو اے آریو اے نیچریو اے براہم دھرم والو کہ میں اِسوقت صاف صاف اور علانیہ کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی کو شک ہو اور خاصۂ مذکورۂ بالا کے ماننے میں کچھ تامّل ہو تو وُہ بلاتوقف اِس عاجز کی طرف رجوع کریں اور صبوری اور صدق دلی سے کچھ عرصہ تک صحبت میں رہ کر بیاناتِ مذکورۂ بالا کی حقیقت کو بچشمِ خود دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ اِس ناچیز کے گذرنے

۵۳۰ح

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

رُوئے شان آں آفتابے کاندراں — چشمِ مرداں خیرہ ہم چوں شپّراں
تو خودی زن رائے تو ہمچوں زناں — ناقص ابنِ ناقص ابنِ ناقصاں
خوب گر نزدِ تو زشت و تباہ — پس چہ خوانم نام تو اے رُوسیاہ
کوریت صد پردہ ہا بر تو فگند — واں تعصبہائے تو بیخت بکند

۵۲۹ح

بہت سا خلل واقعہ ہوگیا اور وہ سب رُو بدنیا ہوگئے اور رُو بحق نہ رہے اِس لئے امدادِ الٰہی اُن سے منقطع ہوگئی۔ سو خدا نے اپنی حجّت پُوری کرنے کے لئے اُن کے لئے اپنا رسول بھیجا تا اُن کو اُن کے بعض عملوں کا مزہ چکھاوے اور تا ایسا ہو کہ وہ رجوع کریں۔ کہہ زمین پر سیر کرو پھر دیکھو کہ جو تم سے پہلے کافر اور سرکش گذر چکے ہیں اُن کا کیا انجام ہوا اور اکثر اُن میں سے مشرک ہی تھے کیا انہوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ہمارا یہی دستور اور طریق ہے کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی روانہ کردیا کرتے ہیں پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں تا اُن کے چارپائے اور خود وہ کھیتی کو کھاویں اور مرنے سے بچ جائیں سو تم کیوں نظرِ غور سے ملاحظہ نہیں کرتے تا تم اِس بات کو سمجھ جاؤ کہ وُہ کریم و رحیم خدا کہ جو تم کو جسمانی موت سے بچانے کے لئے شدّتِ قحط اور امساکِ باراں کے وقت بارانِ رحمت نازل کرتا ہے وہ کیونکر شدّتِ ضلالت کے وقت جو رُوحانی قحط ہے زندگی کا پانی نازل کرنے سے جو اس کا کلام ہے تم سے دریغ کرے

ضـــ۵۳

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کے بعد کوئی نامنصف کہے کہ کب مجھ کو کھول کر کہا گیا کہ تا میں اس جستجو میں پڑتا۔ کب کسی نے اپنی ذمہ داری سے دعویٰ کیا تا میں ایسے دعویٰ کا ثبوت اس سے مانگتا۔ سو اے بھائیو۔ اے حق کے طالبو اِدھر دیکھو کہ یہ عاجز کھول کر کہتا ہے اور اپنے خدا پر توکّل کرکے جس کے انوار دن رات دیکھ رہا ہے اِس بات کا ذمہ وار بنتا ہے کہ اگر تم دِلی صدق اور صفائی سے حق کے جویاں اور خواہاں ہوکر صبر اور ارادت سے کچھ مدت تک اِس احقر کی صحبت میں زندگی بسر کروگے۔ تو یہ بات تم پر بدیہی طور پر

ضـــ۵۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اے بسا محبوبِ آں ربِّ جلیل	پشت از کوری حقیر است و ذلیل
اے بسا کس خوردہ صد جامِ فنا	پیش ایں چشمت پُر از حرص و ہوا
گر نماندے از وجودِ تو نشاں	نیک بودے زیں حیاتِ چوں سگاں
زاغ گر زادے بجایت مادرت	نیک بود از فطرتِ بدگوہرت

اور پھر فرمایا کہ ہم نے رات اور دن دو نشانیاں بنائی ہیں یعنی انتشارِ ضلالت جو رات سے مشابہ ہے اور انتشارِ ہدایت جو دن سے مشابہ ہے۔ رات جب اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو دن کے چڑھنے پہ دلالت کرتی ہے اور دن جب اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو رات کے آنے کی خبر دیتا ہے سو ہم نے رات کا نشان محو کر کے دن کا نشان رہنما بنایا یعنے جب دن چڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اندھیرا تھا۔ سو دِن کا نشان ایسا روشن ہے کہ رات کی حقیقت بھی اُسی سے کھلتی ہے اور رات کا نشان یعنی ضلالت کا زمانہ اِس لئے مقرر کیا گیا کہ دن کے نشان یعنی انتشارِ ہدایت

ص۵۳۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کھل جائے گی کہ فی الحقیقت وہ خواصِ رُوحانی جن کا اس جگہ ذکر کیا گیا ہے سورۂ فاتحہ اور قرآنِ شریف میں پائے جاتے ہیں سو کیا مبارک وہ شخص ہے کہ جو اپنے دل کو تعصّب اور عناد سے خالی کر کے اور اسلام کے قبول کرنے پر مستعد ہو کر اس مطلب کے حصول کے لئے بصدق و ارادت توجّہ کرے اور کیا بدقسمت وہ آدمی ہے کہ اس قدر واشگاف باتیں سُنکر پھر بھی نظر اُٹھا کر نہ دیکھے اور دیدہ و دانستہ خدائے تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مورد بن جاوے۔ مرگ نہایت نزدیک ہے اور بازی اجل سر پر ہے۔ اگر جلد تر خدا سے ڈر کر اِس عاجز کی باتوں کی طرف نظر نہیں کرو گے اور اپنی تسلّی اور تشفّی حاصل کرنے کے لئے صدق اور ارادت سے قدم نہیں اُٹھاؤ گے تو مَیں ڈرتا ہوں کہ آپ لوگوں کا ایسا ہی انجام نہ ہو جیسا پنڈت دیانند آریوں کے سرگروہ کا انجام ہُوا۔ کیونکہ اِس احقر نے اُن کو اُن کی وفات سے ایک مدّت پہلے راہِ راست کی

ص۵۳۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

زانکہ کذب و فسق و کفرت در سر است ۔ و ایں نجاست خواریت زاں بدتر است
تو ہلاکی اے شقیٔ سرمدی ۔ زانکہ از جانِ جہاں سرکش شدی
اے در انکار و شکے از شاہِ دیں ۔ خادمان و چاکرانش را بہ بیں
کس ندیدہ از بزرگانت نشاں ۔ نیست در دستِ تو بیش از داستاں

کی خوبی اور زیبائی اُسی سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ خوبصورت کا قدر و منزلت بدصورت سے ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے حکمتِ الٰہیہ نے یہی چاہا کہ ظلمت اور نور علیٰ سبیل التبادل دُنیا میں دَور کرتے رہیں۔ جب نُور اپنے کمال کو پہنچ جائے تو ظلمت قدم بڑھاوے اور جب ظلمت اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ جائے تو پھر نُور اپنا پیارا چہرہ دکھاوے سو استیلا ظلمت کا نُور کے ظہور پر ایک دلیل ہے اور استیلا نُور کا ظلمت کے آنے کا ایک سبیل ہے۔ ہر کمال را زوالے مثل مشہور ہے سو اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب ظلمت اپنے کمال کو پہنچ گئی اور برّ و بحر ظلمت

طرف دعوت کی اور آخرت کی رُسوائی یاد دلائی اور اُن کے مذہب اور اعتقاد کا سراسر باطل ہونا براہین قطعیہ سے اُن پر ظاہر کیا اور نہایت عمدہ اور کامل دلائل سے بادب تمام اُن پر ثابت کر دیا کہ دہریوں کے بعد تمام دُنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں کیونکہ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کی سخت درجہ پر تحقیر کرتے ہیں کہ اس کو خالق اور رب العالمین نہیں سمجھتے اور تمام عالم کو یہاں تک کہ دُنیا کے ذرّہ ذرّہ کو اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور صفتِ قدامت اور ہستی حقیقی میں اُس کے برابر سمجھتے ہیں اگر اُن کو کہو کہ کیا تمہارا پرمیشر کوئی رُوح پیدا کر سکتا ہے یا کوئی ذرّہ جسم کا وجود میں لاسکتا ہے یا ایسا ہی کوئی اور زمین و آسمان بھی بنا سکتا ہے یا کسی اپنے عاشقِ صادق کو نجاتِ ابدی دے سکتا ہے اور بار بار کُتّا بِلّا بننے سے بچا سکتا ہے یا اپنے کسی محبِ خالص کی توبہ قبول کر سکتا ہے تو ان سب باتوں کا یہی جواب ہے کہ ہرگز نہیں۔ اس کو یہ قُدرت ہی

لیک گر خواہی بیا بنگر زما	صد نشانِ صدق شانِ مصطفےٰ
ہاں بیا اے دیدہ بستہ از حسد	تا شعاعش پردۂ تو بر درد
صادقاں را نورِ حق تا ابد مدام	کاذباں مردند و شد ترکے تمام
مصطفےٰ مہرِ درخشانِ خدا است	بر عدوش لعنتِ ارض و سما است

سے بھر گئے تو ہم نے مطابق اپنے قانونِ قدیم کے نُور کے نشان کو ظاہر کیا تا دانشمند لوگ قادرِ مطلق کی قُدرتِ نمایاں کو ملاحظہ کر کے اپنے یقین اور معرفت کو زیادہ کریں۔ اور پھر بعد اسکے فرمایا اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ [1] الخ اِس سُورۃ کا حقیقی مطلب جو ایک بھاری صداقت پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اس قاعدۂ کلّی کا بیان فرمانا ہے کہ دُنیا میں کب اور کس وقت میں کوئی کتاب اور پیغمبر بھیجا جاتا ہے۔ سو وُہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دِلوں پر ایک ایسی غلیظ ظلمت طاری ہو جاتی ہے کہ

تتمہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں کہ ایک ذرّہ اپنی طرف سے پیدا کر سکے اور نہ اس میں یہ رحیمیّت ہے کہ کسی اوتار یا کسی رکھی یا مُنی کو یا کسی ایسے کو بھی کہ جس پر وید اُترا ہو ہمیشہ کیلئے نجات دے اور پھر اس کا مرتبہ ملحوظ رکھکر مکتی خانہ سے باہر دفعہ نہ کرے اور اپنے اُس پیارے کو جس کے دل میں پرمیشر کی پریت اور محبّت رچ گئی ہے بار بار کُتّا بِلّا بننے سے بچاوے۔ ص۵۳۳

مگر افسوس کہ پنڈت صاحب نے اِس نہایت ذلیل اعتقاد سے دست کشی اختیار نہ کی اور اپنے تمام بزرگوں اور اوتاروں وغیرہ کی اہانت اور ذلّت جائز رکھی مگر اس ناپاک اعتقاد کو نہ چھوڑا۔ اور مَرتے دم تک یہی اُن کا ظنّ رہا کہ گو کیسا ہی اوتار ہو رام چندر ہو یا کرشن ہو۔ یا خود وُہی ہو جس پر وید اُترا ہے پرمیشور کو ہرگز منظور ہی نہیں کہ اُس پر دائمی فضل کرے۔ بلکہ وُہ اوتار بنا کر پھر بھی اُنہیں کو کیڑے مکوڑے ہی بناتا رہے گا۔ وُہ کچھ ایسا سخت دل ہے کہ عشق اور محبّت کا اُس کو ذرا پاس نہیں۔ اور ایسا ضعیف ہے کہ اُس میں خود بخود بنانے کی ذرہ طاقت نہیں۔

تتمہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

ص۵۲۳

ایں نشانِ لعنت آمد کایں خساں ماندہ اندر ظلمتے چوں شپراں
نے دلے صافی نہ عقلے راہ بیں راندۂ درگاہِ ربّ العالمیں
جاں کنی صد کن بکینِ مصطفٰے رہ نہ بینی جُز بدینِ مصطفٰے
تا نہ نُورِ احمد آید چارہ گر کس نمی گیرد ز تاریکی بدر

[1] القدر : ۲

یکبارگی تمام دل رُو بدُنیا ہو جاتے ہیں اور پھر رُو بدُنیا ہونے کی شامت سے اُن کے تمام عقائد و اعمال و افعال و اخلاق و آداب اور نیّتوں اور ہمّتوں میں اختلالِ کلّی راہ پا جاتا ہے اور محبتِ الٰہیہ دلوں سے بکلّی اُٹھ جاتی ہے اور یہ عام وبا ایسا پھیلتا ہے کہ تمام زمانہ پر رات کی طرح اندھیرا چھا جاتا ہے تو ایسے وقت میں یعنی جب وہ اندھیرا اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے رحمتِ الٰہیہ اس طرف متوجہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اُس اندھیری سے خلاصی بخشے اور جن طریقوں سے اُن کی اصلاح قرینِ مصلحت ہے ان طریقوں کو اپنے کلام میں بیان فرماوے۔ سو اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے

۵۳۳

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ پنڈت صاحب کا خوش عقیدہ تھا جس کو پُر زور دلائل سے ردّ کر کے پنڈت صاحب پر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ خدائے تعالیٰ ہرگز ادھورا اور ناقص نہیں بلکہ مبدء ہے تمام فیضوں کا اور جامع ہے تمام خوبیوں کا اور مستجمع ہے جمیع صفاتِ کاملہ کا اور وہ احد لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور معبودیت میں اور پھر اس کے بعد دو دفعہ بذریعہ خط رجسٹری شدہ حقیّتِ دینِ اسلام سے بدلائلِ واضحہ اُن کو متنبہ کیا گیا۔ اور دُوسرے خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ اسلام وُہ دین ہے جو اپنی حقیّت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے ایک معقولی دلائل جن سے اصولِ حقّہ اسلام کی دیوار رُوئیں کی طرح مضبوط اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں۔ دُوسری آسمانی آیات و ربّانی تائیدات اور غیبی مکاشفات اور رحمانی الہامات و مخاطبات اور دیگر خوارق عادات جو اسلام کے کامل متبعین سے ظہور میں آتے ہیں جن سے حقیقی نجات ایسے جہان میں سچّے ایماندار کو

۵۳۴

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

۵۳۵

از طفیلِ اوست نُورِ ہر نبی	نامِ ہر مُرسل بنامش او جلی
آں کتابے ہمچو خور دادش خدا	کز رُخش روشن شد ایں ظلمت سرا
ہست فرقاں طیّب و طاہر شجر	از نشانہا میدہد ہردم ثمر
صد نشانِ راستی در وے پدید	نے چو دینِ تو بنالش بر شنید

آیت ممدوحہ میں اشارہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو ایک ایسی رات میں نازل کیا ہے
جس میں بندوں کی اصلاح اور بھلائی کے لئے صراطِ مستقیم کی کیفیت بیان کرنا
اور شریعت اور دین کی حدود کو بتلانا ازبس ضروری تھا۔ یعنی جب گمراہی کی تاریکی
اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جیسی سخت اندھیری رات ہوتی ہے تو اُسوقت رحمتِ الٰہی
اس طرف متوجہ ہوئی کہ اس سخت اندھیری کے اُٹھانے کے لئے ایسا قوی نُور نازل
کیا جائے کہ جو اس اندھیری کو دُور کر سکے۔ سو خدا نے قرآن شریف کو نازل کر کے اپنے
بندوں کو وہ عظیم الشان نور عطا کیا کہ جو شکوک اور شبہات کی اندھیری کو دُور کرتا ہے
اور روشنی کو پھیلاتا ہے۔ اِس جگہ جاننا چاہیئے کہ اِس باطنی لیلۃ القدر کو ظاہری ۵۳۴
لیلۃ القدر سے کہ جو عندالعوام مشہور ہے کچھ منافات نہیں بلکہ عادت اللہ اسی طرح
پر جاری ہے کہ وُہ ہر یک کام مناسبت سے کرتا ہے اور حقیقتِ باطنی کے لئے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ملتی ہے۔ یہ دونوں قسم کے ثبوت اسلام کے غیر میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ
اُن کو طاقت ہے کہ اس کے مقابلہ پر کچھ دم مار سکیں۔ لیکن اسلام میں وجود اس کا
متحقق ہے۔ سو اگر ان دونوں قسم کے ثبوت میں سے کسی قسم کے ثبوت میں شک ہو
تو اسی جگہ قادیان میں آکر اپنی تسلّی کر لینی چاہیئے۔ اور یہ بھی پنڈت صاحب کو ۵۳۵
لکھا گیا کہ معمولی خرچ آپ کی آمد و رفت کا اور نیز واجبی خرچ خوراک ہمارے ذمہ
رہے گا۔ اور وہ خط ان کے بعض آریوں کو بھی دکھلایا گیا۔ اور دونوں رجسٹریوں
کی اُن کی دستخطی رسید بھی آگئی پر اُنہوں نے حُبِّ دُنیا اور ناموسِ دنیوی کے باعث سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۳۵

پُر ز اعجاز است آں عالی کلام | نُورِ یزدانی درو رخشند تمام
از خدائی ہا نمودہ کار را | بر دریدہ پردۂ کفّار را
آفتاب است و کند چوں آفتاب | گر نہ کوری بیا بنگر شتاب
اے مزوّر گر بیائی سوئے ما | وازو فارغت افگنی در کُوئے ما

جو ظاہری صورت مناسب ہو وہ اُسکو عطا فرماتا ہے۔ سو چُونکہ لیلۃ القدر کی حقیقتِ باطنی وہ کمال ضلالت کا وقت ہے جس میں عنایت الٰہیہ اصلاحِ عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ سو خدائے تعالیٰ نے بغرض تحقّق مناسبت اس زمانہ ضلالت کی آخری جُز کو جس میں ضلالت اپنے نکتہ کمال تک پہنچ گئی تھی خارجی طور پر ایک رات میں مقرر کیا اور یہ رات وہ رات تھی جس میں خداوند تعالیٰ نے دُنیا کو کمال ضلالت میں پاکر اپنے پاک کلام کو اپنے نبی پر اُتارنا ارادہ فرمایا۔ سو اِس جہت سے نہایت درجہ کی برکات اُس رات میں پیدا ہوگئی یا یُوں کہو کہ قدیم سے اِسی ارادہ قدیم کے رُو سے پیدا تھی اور پھر اس خاص رات میں وہ قبولیت اور برکت ہمیشہ کے لئے باقی رہی اور پھر بعد اسکے فرمایا کہ وُہ ظلمت کا وقت کہ جو اندھیری رات سے مشابہ تھا جس کی تنویر کے لئے کلام الٰہی کا نُور اُترا۔ اُس میں بباعثِ نزولِ قرآن　۵۲۵

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اس طرف ذرا بھی توجہ نہ کی یہاں تک کہ جس دُنیا سے انہوں نے پیار کیا اور ربط بڑھایا تھا آخر بصد حسرت اس کو چھوڑ کر اور تمام درہم و دینار سے مجبوری جدا ہوکر اِس دارالفنا سے کُوچ کر گئے اور بہت سی غفلت اور ظلمت اور ضلالت اور کفر کے پہاڑ اپنے سر پر لے گئے اور اُن کے سفرِ آخرت کی خبر بھی کہ جو اُن کو تیس ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں پیش آیا تخمیناً تین ماہ پہلے خداوند کریم نے اِس عاجز کو دیدی تھی چنانچہ یہ خبر بعض آریہ کو بتلائی بھی گئی تھی۔ خیر یہ سفر تو ہر یک کو درپیش ہی ہے اور کوئی آگے اور کوئی پیچھے اِس مسافر خانہ کو چھوڑنے والا ہے مگر یہ افسوس ایک بڑا افسوس ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳　۵۲۶

دار اگر صدق و ثبات و غم خوری　　روزگارے در حضورِ ما بری
عالمے بینی ز ربانی نشاں　　سُوئے رحماں خلق و عالم را کشاں
گر خلافِ واقعہ گفتم سخن　　راضیم گر تو سرم بُری ز تن
راضیم گر خلق بردارم کشند　　از سرِ کیں باصد آزارم کشند

کی ایک رات ہزار مہینہ سے بہتر بنائی گئی۔ اور اگر معقولی طور پر نظر کریں تب بھی ظاہر ہے کہ ضلالت کا زمانہ عبادت اور طاعتِ الٰہی کے لئے دُوسرے زمانہ سے زیادہ تر موجبِ قربت و ثواب ہے پس وہ دوسرے زمانوں سے زیادہ تر افضل ہے۔ اور اس کی عبادتیں بباعثِ شدّت وصعوبت اپنی قبولیت سے قریب ہیں اور اس زمانہ کے عابد رحمتِ الٰہی کے زیادہ تر مستحق ہیں کیونکہ سچے عابدوں اور ایمانداروں کا مرتبہ ایسے ہی وقت میں عند اللہ متحقق ہوتا ہے کہ جب تمام زمانہ پر دُنیا پرستی کی ظلمت طاری ہو اور سچ کی طرف نظر ڈالنے سے جان جانے کا اندیشہ ہو۔ اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ جب دِل افسردہ اور مُردہ ہو جائیں اور سب کسی کو جیفۂ دُنیا ہی پیارا دِکھائی دیتا ہو اور ہر طرف اس رُوحانی مَوت کی زہر ناک ہوا چل رہی

۵۳۶

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

کہ پنڈت صاحب کو خدا نے ایسا موقع ہدایت پانے کا دیا کہ اس عاجز کو انکے زمانہ میں پیدا کیا مگر وہ باوصف ہر طور کے اعلام کی ہدایت پانے سے بے نصیب گئے۔ روشنی کی طرف انکو بُلایا گیا مگر اُنہوں نے کم بختِ دُنیا کی محبت سے اُس روشنی کو قبول نہ کیا اور سر سے پاؤں تک تاریکی میں پھنسے رہے۔ ایک بندۂ خدا نے بارہا اُنکو اُنکی بھلائی کیلئے اپنی طرف بُلایا مگر انہوں نے اس طرف قدم بھی نہ اٹھایا اور یونہی عمر کو بیجا تعصبوں اور نخوتوں میں ضائع کر کے حباب کی طرح ناپدید ہو گئے۔ حالانکہ اِس عاجز کے دسہزار روپیہ کے اشتہار کا اوّل نشانہ وُہی تھے اور اِسی وجہ سے ایک مرتبہ رسالہ برادرِ ہند میں بھی اُن کیلئے اعلان چھپوایا گیا تھا مگر اُنکی طرف سے کبھی صدا نہ اُٹھی یہاں تک کہ خاک میں یا راکھ میں جا ملے۔

۵۳۷

بقیہ حاشیہ نمبر ۳

راضیم گر باشدم ایں کیفرے — خوں رواں برخاک افتادہ سرے

راضیم گر مال و جان و تن رود — وآنچہ از قسمِ بلا بر من رود

گر دروغم رفتہ باشد بر زباں — راضیم بر ہر سزائے کاذباں

لیک گر تو زیں سخن پیچی سرے — بر تو ہم نفرین ربّ اکبرے

ہو۔ اور محبت الٰہیہ یک لخت دلوں سے اُٹھ گئی ہو اور رُو بحق ہونے میں اور وفادار بندہ بننے میں کئی نوع کے ضرر متصوّر ہوں نہ کوئی اس راہ کا رفیق نظر آوے اور نہ کوئی اس طریق کا ہمدم ملے بلکہ اس راہ کی خواہش کرنے والے پر موت تک پہنچانے والی مصیبتیں دکھائی دیں اور لوگوں کی نظر میں ذلیل اور حقیر ٹھہرتا ہو تو ایسے وقت میں ثابت قدم ہو کر اپنے محبوبِ حقیقی کی طرف رُخ کر لینا اور ناہموار عزیزوں اور دوستوں اور خویشوں اور اقارب کی رفاقت چھوڑ دینا اور غربت اور بیکسی اور تنہائی کی تکلیفوں کو اپنے سر پر قبول کر لینا اور دُکھ پانے اور ذلیل ہونے اور مرنے کی کچھ پرواہ نہ کرنا حقیقت میں ایسا کام ہے کہ بجز اولوالعزم مُرسلوں اور نبیوں اور صدیقوں کے جن پر فضلِ احدیت کی بارشیں ہوتی ہیں اور جو اپنے محبوب

سو اے بھائیو انہیں پنڈت صاحب کے حال سے نصیحت پکڑو اور اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو سچی نجات کو ڈھونڈو تا اسی جہان میں اس کی برکتیں پاؤ۔ سچی اور حقیقی نجات وہی ہے جس کی اس جہان میں برکتیں ظاہر ہوتی ہیں اور قادر قوی کا وہی پاک کلام ہے کہ جو اسی جگہ طالبوں پر آسمانی راہ کھولتا ہے سو اپنے آپکو دھوکا مت دو۔ اور جس دین کی حقیت اسی دنیا میں نظر آرہی ہے اس پاک دین سے رُوگردان ہو کر اپنے دل پہ تاریکی کا دھبہ مت لگاؤ۔ ہاں اگر مقابلہ اور معارضہ کرنے کی طاقت ہے تو اسی سورۂ فاتحہ کے کمالات کے مساوی کوئی دوسرا کلام پیش کرو اور جو کچھ سورۂ فاتحہ کے خواص رُوحانی کی بابت اس عاجز نے لکھا ہے وہ کوئی سماعی بات نہیں ہے بلکہ یہ عاجز اپنے ذاتی تجربہ

زیں سخنہا ہر کہ روگرداں بود | آں نہ مردے رہزنِ مرداں بود
اے خدا بیخِ خبیثانے برار | کز جفا باحق نمیدانند کار
دل نمیدارند و چشم و گوش ہم | باز سر پیچاں ازاں بدبد الم
دینِ شاں بر قصہ ہا دار و مدار | گفتگو ہا بر زباں دل بے قرار

کی طرف بلا اختیار کھینچے جاتے ہیں اور کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا اور حقیقت میں ایسے وقت کی ثابت قدمی اور صبر اور عبادتِ الٰہی کا ثواب بھی وُہ ملتا ہے کہ جو کسی دوسرے وقت میں ہرگز نہیں مل سکتا۔ سو اسی جہت سے لیلۃ القدر کے ایسے ہی زمانہ میں بناڈالی گئی کہ جس میں بباعث سخت ضلالت کے نیکی پر قائم ہو نا کسی بڑے جوانمرد کا کام تھا یہی زمانہ ہے جس میں جوانمردوں کی قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے اور نامردوں کی ذلت بہ پایۂ ثبوت پہنچتی ہے یہی پُر ظلمت زمانہ ہے جو اندھیری رات کی طرح ایک خوفناک صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سو اس طغیانی کی حالت میں کہ جو بڑے ابتلاء کا وقت ہے وہی لوگ ہلاکت سے بچتے ہیں جن پر عنایاتِ الٰہیہ کا ایک خاص سایہ ہوتا ہے پس انہی موجبات سے خدائے تعالیٰ نے اسی زمانہ کی ایک جز کو جس میں ضلالت کی تاریکی غایت درجہ تک پہنچ چکی تھی لیلۃ القدر مقرر کیا اور پھر بعد اس کے جس سماوی برکات سے اس ضلالت کا تدارک کیا جاتا ہے

۵۳۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

سے بیان کرتا ہے کہ فی الحقیقت سورۂ فاتحہ مظہرِ انوارِ الٰہی ہے اس قدر عجائبات اس سورۃ کے پڑھنے کے وقت دیکھے گئے ہیں کہ جن سے خدا کے پاک کلام کا قدر و منزلت معلوم ہوتا ہے اس سورۂ مبارکہ کی برکت سے اور اس کے تلاوت کے التزام سے کشفِ مغیبات اس درجہ تک پہنچ گیا کہ صدہا اخبارِ غیبیہ قبل از وقوع منکشف ہوئیں اور ہر یک مشکل کے وقت اُس کے پڑھنے کی حالت میں عجیب طور پہ رفع حجاب کیا گیا اور قریب تین ہزار کے کشفِ صحیح اور رؤیا صادقہ یاد ہے کہ جو اب تک اس عاجز

۵۳۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

فرق بسیار است در دید و شنید — خاک بر فرقِ کسے کیں را ندید
دید را کن جستجو اے ناتمام — ورنہ در کارِ خودی بس سرد خام
بہ سماعت چوں ہمہ باشد بنا — آں نیفزاید جوئے صدق و صفا
صد ہزاراں قصہ از رُوئے شنید — نیست یکساں با جوئے گاں ہست دید

اُس کی کیفیت ظاہر فرمائی اور بیان فرمایا کہ اُس ارحم الراحمین کی یوں عادت ہے کہ جب ظلمت اپنے کمال تک پہنچ جاتی ہے اور خط تاریکی کا اپنے انتہائی نقطہ پر جا ٹھہرتا ہے یعنے اس غایت درجہ پر جس کا نام باطنی طور پر لیلۃ القدر ہے۔ تب خداوند تعالیٰ رات کے وقت میں کہ جس کی ظلمت باطنی ظلمت سے مشابہ ہے عالمِ ظلمانی کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اسکے اذنِ خاص سے ملائکہ اور رُوح القدس زمین پر اُترتے ہیں اور خلق اللہ کی اصلاح کے لئے خدائے تعالیٰ کا نبی ظہور فرماتا ہے تب وہ نبی آسمانی نور پا کر خلق اللہ کو ظلمت سے باہر نکالتا ہے اور جب تک وہ نور اپنے کمال تک نہ پہنچ جائے تب تک ترقی پر ترقی کرتا جاتا ہے اور اسی قانون کے مطابق وہ اولیاء بھی پیدا ہوتے ہیں کہ جو ارشاد اور ہدایتِ خلق کیلئے بھیجے جاتے ہیں کیونکہ وُہ انبیا کے وارث ہیں سو انکے نقشِ قدم پر چلائے جاتے ہیں

۵۳۸

سے ظہور میں آچکے اور صبح صادق کے کھلنے کی طرح پوری بھی ہوچکی ہیں۔ اور دو سو جگہ سے زیادہ قبولیت دُعا کے آثار نمایاں ایسے نازک موقعوں پر دیکھے گئے جن میں بظاہر کوئی صورت مشکل کشائی کی نظر نہیں آتی تھی اور اسی طرح کشفِ قبور اور دُوسرے انواع اقسام کے عجائبات اسی سورہ کے التزام ورد سے ایسے ظہور میں آتے گئے کہ اگر ایک ادنےٰ پرتوہ اُن کا کسی پادری یا پنڈت کے دل پر پڑ جائے تو یک دفعہ حُبِّ دُنیا سے قطع تعلق کر کے اسلام کے قبول کرنے کے لئے مرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اسی طرح بذریعہ الہاماتِ صادقہ کے جو پیشگوئیاں اِس عاجز پر ظاہر ہوتی

۵۳۹

دیں ہمہ باشد کہ نورش باقی است	واز شراب دید ہر دم ساقی است
دل مدہ اِلّا بخوبی کز جمال	وانماید بر تو آیاتِ کمال
کورئ خود ترک کن ماہے بہ بیں	اے گدا برخیز واں شاہے بہ بیں
رہ بہ بیں و قد بہ بیں و خد بہ بیں	واز محاسنہائے خوباں صد بہ بیں

۵۴۰

اب جاننا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے اس بات کو بڑے پُر زور الفاظ سے قرآن شریف میں بیان کیا ہے کہ دُنیا کی حالت میں قدیم سے ایک مدّ و جزر واقعہ ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا ہے تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ[1] یعنے اے خدا کبھی تُو رات کو دِن میں اور کبھی دِن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنے ضلالت کے غلبہ پر ہدایت اور ہدایت کے غلبہ پر ضلالت کو پیدا کرتا ہے۔ اور حقیقت اِس مدّ و جزر کی یہ ہے کہ کبھی بامر اللہ تعالیٰ انسانوں کے دِلوں میں ایک صُورت انقباض اور محجوبیّت کے پَیدا ہو جاتی ہے اور دُنیا کی آرائشیں اُن کو عزیز معلوم ہونے لگتی ہیں اور تمام ہمّتیں اُن کی اپنی دُنیا کے درست کرنے میں اور اُس کے عیش حاصل کرنے کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ ظلمت کا زمانہ ہے جس کے انتہائی نقطہ کی رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے اور وہ لیلۃ القدر ہمیشہ آتی ۵۳۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

رہی ہیں جن میں سے بعض پیشگوئیاں مخالفوں کے سامنے پُوری ہو گئی ہیں۔ اور پُوری ہوتی جاتی ہیں اِس قدر ہیں کہ اِس عاجز کے خیال میں دو انجیلوں کی ضخامت سے کم نہیں۔ اور یہ عاجز بطفیل متابعت حضرت رسولِ کریم مخاطباتِ حضرتِ احدیّت میں اِس قدر عنایات پاتا ہے کہ جس کا کچھ تھوڑا سا نمونہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ کے عربی الہامات وغیرہ میں لکھا گیا ہے۔ خداء کریم نے اُسی رسولِ مقبول کی متابعت اور محبّت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اِس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علومِ لدُنّیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ ۵۴۰

بقیہ ترجمہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۴۱

یکدم از خود دُور شو بہرِ خدا	تا مگر نوشی تو کاساتِ لقا
دینِ حق شہرِ خدائے امجد است	داخلِ او در امانِ ایزد است
در دمے نیک و خوش اسلوبی کند	ہم چو خود زیبا و محبوبی کند
جانبِ اہلِ سعادت پے بزن	تا شوی روزے سعید اے جانِ من

[1] آل عمران : ۲۸

ہے مگر کامل طور پر اُس وقت آئی تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا دن آپہنچا تھا کیونکہ اُس وقت تمام دُنیا پر ایسی کامل گمراہی کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ جس کی مانند کبھی نہیں پھیلی تھی اور نہ آئندہ کبھی پھیلے گی جب تک قیامت نہ آوے۔ غرض جب یہ ظلمت اپنے اُس انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے کہ جو اُس کے لئے مقدر ہے تو عنایتِ الٰہیہ تنویرِ عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کوئی صاحبِ نور دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اور جب وہ آتا ہے تو اُس کی طرف مستعد رُوحیں کھینچی چلی آتی ہیں اور پاک فطرتیں خود بخود رُو بحق ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور جیسا کہ ہرگز ممکن نہیں کہ شمع کے روشن ہونے سے پروانہ اُس طرف رُخ نہ کرے۔ ایسا ہی یہ بھی غیر ممکن ہے کہ بروقت ظہور کسی صاحبِ نور کے صاحبِ فطرت سلیمہ کا اس کی طرف بارادت متوجہ نہ ہو۔ ان آیات میں جو خدائے تعالیٰ نے بیان

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور بہت سے اسرارِ مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ۵۴۱

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد　　　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اب وہ واعظانِ انجیل اور پادریانِ گم کردہ سبیل کہاں اور کدھر ہیں کہ جو پہلے درجہ کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲ ۵۴۲

اے بصد انکار وکیں از کودنی　　　　رُو درِ حق زن چرا سر می زنی

نالہا کُن کے خداوند یگاں　　　　بگسلاں از پائے من بندِ گراں

تا مگر زاں نالہائے دردناک　　　　دستِ غیبی گیردت ناگہ ز خاک

بے عنایاتِ خدا کار است خام　　　　پختہ داند ایں سخن را والسلام

منہ

فرمایا ہے جو بنیاد دعویٰ ہے اُس کا خلاصہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ایک ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا کہ جو آفتاب صداقت کے ظاہر ہونے کے متقاضی تھے اِسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا بار بار یہی کام بیان کیا ہے کہ اس نے زمانہ کو سخت ظلمت میں پایا اور پھر ظلمت سے اُنکو باہر نکالا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[1] الجزو نمبر ۱۳ سورہ ابراہیم۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[2] الجزو نمبر ۳۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[3] الجزو نمبر ۲۲۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[4] الجزو نمبر ۶ سورہ مائدہ۔

صفحہ ۵۴۰

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

ہٹ دھرمی کو اختیار کر کے محض کینہ اور عناد اور شیطانی سیرت کی راہ سے عوام کالانعام کو یہ کہہ کر بہکاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی سو آپ منصفانِ حق پسند خود سوچ سکتے ہیں کہ جس حالت میں حضرت خاتم الانبیاء کے ادنیٰ خادموں اور کمترین چاکروں سے ہزارہا پیشگوئیاں ظہور میں آتی ہیں اور خوارقِ عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں تو پھر کس قدر بے حیائی اور بے شرمی ہے کہ کوئی کور باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے انکار کرے اور پادریوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے بارہ میں اس وجہ سے فکر پڑی کہ توریت کتاب استثنا باب ہژدہم[۱۸] آیت بست و دوم[۲۲] میں سچے نبی کی یہ نشانی لکھی ہے کہ اُس کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ سو جب پادریوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزارہا خبریں قبل از وقوع بطور پیشگوئی فرمائی ہیں اور اکثر پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھی بھرا ہوا ہے اور وہ سب پیشگوئیاں اپنے وقتوں پر پوری بھی ہوگئیں تو اُن کے دل کو یہ دھڑکا شروع ہوا کہ ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے

ص ۵۴۲

[1] ابراہیم : ۲ [2] بقرہ : ۲۵۸ [3] احزاب : ۴۴ [4] مائدہ : ۱۶-۱۷

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[1]۔ الجزو نمبر ۲۸

یعنے یہ ہماری کتاب ہے جس کو ہم نے تیرے پر اس غرض سے نازل کیا ہے کہ تا تُو لوگوں کو کہ جو ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں نور کی طرف نکالے سو خدا نے اُس زمانہ کا نام ظلمانی زمانہ رکھا اور پھر فرمایا کہ خدا مومنوں کا کارساز ہے اُن کو ظلمات سے نور کی طرف نکال رہا ہے اور پھر فرمایا کہ خدا اور اُس کے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تا خدا اُن کو ظلمت سے نور کی طرف نکالے۔ اور پھر فرمایا کہ ظلمانی زمانہ کے تدارک کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے نور آتا ہے۔ وہ نور اُس کا رسُول اور اُس کی کتاب ہے خدا اس نور سے اُن لوگوں کو راہ دکھلاتا ہے کہ جو اُس کی خوشنودی کے خواہاں ہیں سو اُن کو خدا ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدیہی طور پر ثابت ہوتی ہے اور یا یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ توریت میں یعنے کتاب استثناء ۱۸ باب ۲۱ و ۲۲ آیت میں سچے نبی کی نشانی لکھی ہے وہ نشانی صحیح نہیں ہے سو اس پیچ میں آکر نہایت ہٹ دھرمی سے اُن کو یہ کہنا پڑا کہ وہ پیشگوئیاں اصل میں فراستیں ہیں کہ اتفاقاً پوری ہوگئی ہیں لیکن چونکہ جس درخت کی بیخ مضبوط اور طاقتیں قائم ہیں وہ ہمیشہ پھل لاتا ہے۔ اس جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اور دیگر خوارق صرف اُسی زمانہ تک محدود نہیں تھے بلکہ اب بھی اُن کا برابر سلسلہ جاری ہے۔ اگر کسی پادری وغیرہ کو شک و شبہ ہو تو اسپر لازم و فرض ہے کہ وہ صدق اور ارادت سے اس طرف توجہ کرے پھر دیکھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں کس قدر ابتک بارش کی طرح برس رہی ہیں لیکن اس زمانہ کے متعصب پادری اگر خودکشی کا ارادہ کریں تو کریں مگر یہ امید اُن پر بہت ہی کم ہے کہ وہ طالب صادق بنکر کمال ارادت اور صدق سے اس نشان کے جویاں ہوں۔ بہرحال دوسرے

[1] الطلاق : ۱۱-۱۲

ہدایت دیتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا نے اپنی کتاب اور اپنا رسول بھیجا وہ تم پر کلام الٰہی پڑھتا ہے تا وہ ایمانداروں اور نیک کرداروں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے پس خدائے تعالیٰ نے اِن تمام آیات میں کھلا کھلا بیان فرمادیا کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے اور قرآن شریف نازل کیا گیا اُس زمانہ پر ضلالت اور گمراہی کی ظلمت طاری ہورہی تھی اور کوئی ایسی قوم نہیں تھی کہ جو اُس ظلمت سے بچی ہوئی ہو پھر بقیہ ترجمہ آیاتِ ممدوحہ بالا کا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے کہ تمہاری حالت معصیت اور ضلالت پر شاہد ہے اور یہ رسول اُسی رسول کی مانند ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا اور ہم نے اِس کلام کو ضرورتِ حقّہ کے ساتھ اُتارا ہے اور ضرورتِ حقّہ کے ساتھ یہ اُترا ہے یعنے یہ کلام فی حدِّ ذاتہٖ حق اور راست ہے اور اُس کا آنا بھی حقًّا وضرورتًا ہے

ح۵۴۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

لوگوں پر یہ بات واضح رہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اب بھی آفتاب کی طرح روشن ہیں اور دُوسرے کسی نبی کی برکات کا نشان نہیں ملتا۔ تو اس صورت میں لازم ہے کہ اگر ایسے متعصب اور دنیا پرست پادری کسی بازار یا کسی شہر یا کسی گاؤں میں کسی کو برخلاف اِس حق الامر کے بہکاتے نظر آویں تو یہی موقعہ اِس کتاب کا انکے سامنے کھول کر رکھدیا جائے۔ کیونکہ یہ کتاب دس ہزار روپیہ کے اشتہار پر تالیف کیگئی ہے اور اس سے معارضہ کرنیوالا دس ہزار روپیہ پاسکتا ہے۔ پس شرم اور حیا سے نہایت بعید ہے کہ جو لوگ نبوتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں وہ پنڈت ہوں یا پادری آریہ ہوں یا برہمو۔ وہ صرف زبان سے طریق فضول گوئی کا اختیار رکھیں اور جو دلائل قطعیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ناطق ہورہی ہیں ان کے جواب کا کچھ فکر نہ کریں یہ عاجز خواہ نخواہ ان کو دینِ اسلام کے قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر مقابلہ ومعارضہ سے عاجز رہیں اور جو کچھ آسمانی نشان اور عقلی دلائل حقیّتِ اسلام

یہ نہیں کہ فضول اور بے فائدہ اور بے وقت نازل ہوا ہے۔ اے اہلِ کتاب تمہارے پاس ایسے وقت میں ہمارا رسول آیا ہے کہ جبکہ ایک مدت سے رسولوں کا آنا منقطع ہو رہا تھا۔ سو وہ رسول فترت کے زمانہ میں آکر تم کو وہ راہِ راست بتلاتا ہے جس کو تم بھول گئے تھے تا تم یہ نہ کہو کہ ہم یونہی گمراہ رہے اور خدا کی طرف سے کوئی بشیر و نذیر نہ آیا جو ہم کو متنبہ کرتا۔ سو اب سمجھو کہ وہ بشیر و نذیر جس کی ضرورت تھی آگیا اور خدا جو ہر چیز پر قادر ہے اُس نے تم کو گمراہ پاکر اپنا کلام اور اپنا رسول بھیج دیا۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارہ تک پہنچ چکے تھے سو خدا نے تم کو اے ایماندارو نجات دی۔ اسی طرح وہ اپنے نشان کو بیان فرماتا ہے تا تم ہدایت پاجاؤ اور تا عذاب کے نازل ہونے پر گمراہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اے خدا تو نے قبل از عذاب اپنا رسول کیوں نہ بھیجا تا ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور مومن بن جاتے اور

۵۴۳

۵۴۴

پر دلالت کر رہے ہیں اُن کی نظیر اپنے مذہب میں پیش نہ کر سکیں تو پھر یہی لازم ہے کہ جھوٹ کو چھوڑ کر سچے مذہب کو قبول کر لیں۔

اب پھر ہم اپنی اصل تقریر کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ جس قدر میں نے ابتک لطائف و معارف و خواص سورۃ فاتحہ لکھے ہیں۔ وہ بدیہی طور پر بے مثل و مانند ہیں مثلاً جو شخص ذرا منصف بن کر اوّل اُن صداقتوں کے اعلیٰ مرتبہ پر غور کرے جو کہ سورۃ فاتحہ میں جمع ہیں اور پھر ان لطائف اور نکات پر نظر ڈالے جن پر سورہ ممدوحہ مشتمل ہے اور پھر حُسنِ بیان اور ایجازِ کلام کو مشاہدہ کرے کہ کیسے معانی کثیرہ کو الفاظِ قلیلہ میں بھرا ہوا ہے اور پھر عبارت کو دیکھے کہ کیسی آب و تاب رکھتی ہے اور کس قدر روانگی اور صفائی اور ملائمت اس میں پائی جاتی ہے کہ گویا ایک نہایت مصفّٰی اور شفاف پانی ہے کہ بہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کی روحانی تاثیروں کو دل میں سوچے کہ جو بطور خارقِ عادت دلوں کو ظلمات بشریت سے صاف کر کے موردِ انوارِ حضرت الوہیت بناتی ہیں جن کو ہم اِس کتاب کے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

اگر خدا صالح لوگوں کے ذریعہ سے گمراہوں کا تدارک نہ فرماتا اور بعض کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین بگڑ جاتی۔ پر یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ گمراہی کے پھیلنے کے وقت اپنی طرف سے ہادی بھیجتا ہے کیونکہ تفضّل اور احسان اُسکی عادت ہے اور تجھ کو ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمام عالم پر نظر رحمت کریں اور نجات کا راستہ اُن پر کھول دیں اور تا تُو لوگوں کو کہ غفلت کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں حق کی طرف توجہ دلاوے اور اُن کو خبردار کرے۔ کیا تُو یہ خیال کرتا ہے کہ اکثر لوگ اُن میں سے سُنتے اور سمجھتے ہیں نہیں یہ تو چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ اور اگر خدا ان لوگوں سے

ص۵۴۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہر موقعہ پر ثابت کرتے چلے جاتے ہیں ✽ تو اُس پر قرآن شریف کی شانِ بلند جس سے انسانی طاقتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ایسی وضاحت سے کُھل سکتی ہے جس پر زیادت متصوّر نہیں۔ اور اگر باوجود مشاہدہ اِن کمالات کے پھر بھی کسی کور باطن پر عدیم المثالی اُس کلامِ مقدس کی مشتبہ رہے تو اُس کا علاج قرآن شریف نے آپ ہی ایسا کیا

ص۵۴۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

✽ یہ عاجز اس مقام تک لکھ چکا تھا کہ شہاب الدین نامی ایک شخص موحّد ساکن تھہ غلام نبی نے آکر بیان کیا کہ مولوی غلام علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور بعض دوسرے مولوی صاحبان اس قسم کے الہام سے کہ جو رسولوں کے وحی سے مشابہ ہے باصرار تمام انکار کر رہے ہیں بلکہ ان میں سے بعض مولوی صاحبان مجانین کے خیالات سے اُسکو منسوب کرتے ہیں۔ اور اُن کی اِس بارہ میں حجّت یہ ہے کہ اگر یہ الہام حق اور صحیح ہے تو صحابہ جناب پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اِسکے پانے کیلئے احق اور اولیٰ تھے حالانکہ اُن کا پانا متحقّق نہیں۔ اب یہ احقر عباد عرض کرتا ہے کہ اگر یہ اعتراض جو شہاب الدین موحّد نے مولوی صاحبوں کی طرف سے بیان کیا ہے حقیقت میں اُنہیں کے مونہہ سے نکلا ہے تو بجواب اس کے ہریک طالبِ صادق کو اور نیز حضرات ممدوحہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عدم علم سے عدم شَے لازم نہیں آتا۔ کیا ممکن نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اِس قسم کے

ص۵۴۴
ص۵۴۵

اِن کے گناہوں کا مؤاخذہ کرتا تو زمین پر ایک بھی زندہ نہ چھوڑتا اور خدا وہ ذات کریم رحیم ہے کہ جو بارش سے پہلے ہواؤں کو چھوڑتا ہے۔ پھر ہم ایک پاک پانی آسمان سے اُتارتے ہیں تا اُس سے مری ہوئی بستی کو زندہ کریں اور پھر بہت سے آدمیوں اور اُن کے چارپایوں کو پانی پلاویں اور ہم پھیر پھیر کر مثالیں بتلاتے ہیں تا لوگ یاد کرلیں کہ نبیوں کے بھیجنے کا یہی اصول ہے اور اگر ہم چاہتے تو ہر یک بستی کے لئے جُدا جُدا رسول بھیجتے مگر یہ اِس لئے کیا گیا کہ تا تجھ سے بھاری کوششیں ظہور میں آویں یعنے جب ایک مرد ہزاروں کا کام کریگا تو بلاشبہ وہ بڑا اجر پائیگا اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے جس کے کامل طور پر منکرین پر اپنی حجت کو پورا کر دیا ہے اور وہ یہ ہے وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ[۱]۔ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

الہامات پائے ہوں مگر مصلحتِ وقت سے عام طور پر اُنکو شائع نہیں کیا۔ اور خدائے تعالیٰ کو ہر یک نئے زمانہ میں نئے نئے مصالحہ ہیں۔ پس نبوت کے عہد میں مصلحتِ ربانی کا یہی تقاضا تھا کہ جو غیر نبی ہے اُسکے الہامات نبی کے وحی کی طرح قلمبند نہ ہوں تا غیر نبی کا نبی کے کلام سے تداخل واقعہ نہ ہو جائے لیکن اس زمانہ کے بعد جس قدر اولیاء اور صاحب کمالاتِ باطنیہ گذرے ہیں اُن سب کے الہامات مشہور و متعارف ہیں کہ جو ہر یک عصر میں قلمبند ہوتے چلے آئے ہیں۔ اِس کی تصدیق کے لئے شیخ عبد القادر جیلانی اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں کہ کس کثرت سے اُن کے الہامات پائے جاتے ہیں بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے اُس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرتِ احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدّث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اُس کا مرتبہ قریب واقعہ ہوتا ہے ایسا ہی شیخ عبد القادر جیلانی

[۱] سورہ بقرہ : ۲۴

ص۵۴۶
ص۵۴۶

یہ امر اُس کی افضلیت کا موجب ہوگا سو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگتر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت اپنے ذاتی جوہر کے رُو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رُو سے بھی اُن کا سب سے فائق اور برتر ہونا دُنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کافہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔ موسیٰ اور ابن مریم کی طرح ایک خاص

ص۵۴۵

اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔[۵۱] یعنے اگر تمہیں اِس کلام کے منجانب اللہ ہونے میں کچھ شک ہے تو تم اُس کے کسی سورۃ کی مانند کوئی کلام بنا کر دکھاؤ۔ اور اگر تم بنا نہ سکو اور

ص۵۴۷

صاحب نے فتوح الغیب کے کئی مقامات میں اِسکی تصریح کی ہے۔ اور اگر اولیاء اللہ کے ملفوظات اور مکتوبات کا تجسس کیا جائے تو اس قسم کے بیانات اُن کے کلمات میں بہت سے پائے جائیں گے اور اُمتِ محمدیہ میں محدثیت کا منصب اِس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے۔ اِس اُمت میں آج تک ہزارہا اولیاء اللہ صاحبِ کمال گذرے ہیں جن کی خوارق اور کرامات بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ثابت اور متحقق ہو چکی ہیں اور جو شخص تفتیش کرے اُس کو معلوم ہوگا کہ حضرتِ احدیت نے جیسا کہ اِس اُمت کا خیر الامم نام رکھا ہے ایسا ہی اِس اُمت کے اکابر کو سب سے زیادہ کمالات بھی بخشے ہیں جو کسی طرح چھپ نہیں سکتے اور ان سے انکار کرنا ایک سخت درجہ کی حق پوشی ہے۔ اور نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ الزام کہ صحابہ کرام سے ایسے الہامات ثابت نہیں ہوئے بالکل بیجا اور غلط ہے۔ کیونکہ احادیثِ صحیحہ کے رُو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الہامات اور خوارق بکثرت ثابت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساریہ کے لشکر کی خطرناک حالت سے باعلامِ الٰہی مطلع ہو جانا جس کو بیہقی نے ابن عمر سے

ص۵۴۷

[۵۱] سورہ بقرہ : ۲۵

قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیفِ شاقہ اُٹھا کر اُس اجرِ عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دُوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔ اور پھر فرمایا کہ خدا وہ ہے کہ جو رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے تا جس نے یاد کرنا ہو وُہ یاد کرے یا شکر کرنا ہو تو شکر کرے یعنے دن کے بعد رات کا آنا اور رات کے بعد دن کا آنا اِس بات پر ایک نشان ہے کہ جیسے ہدایت کے بعد ضلالت اور غفلت کا زمانہ آجاتا ہے ایسا ہی خدا کی طرف سے یہ بھی مقرر ہے کہ ضلالت اور غفلت کے بعد ہدایت کا زمانہ آتا ہے اور پھر فرمایا کہ خدا وہ ذات قادرِ مطلق ہے جس نے بشر کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا پھر اُس کے لئے نسل اور رشتہ مقرر کر دیا

۵۴۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

یاد رکھو کہ ہرگز بنا نہ سکو گے۔ سو اُس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے طیار رہے۔ جس کا ایندھن کافر آدمی اور اُن کے بُت ہیں جو نارِ جہنم کو اپنے گُت ہوں اور شرارتوں سے افروختہ کر رہے ہیں یہ قول فیصل ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے منکرین

۵۴۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

روایت کیا ہے اگر الہام نہیں تھا تو اور کیا تھا اور پھر اُنکی یہ آواز کہ یا ساریۃ الجبل الجبل مدینہ میں بیٹھے ہوئے مونہہ سے نکلنا اور وُہی آواز قدرتِ غیبی سے ساریہ اور اُسکے لشکر کو دُور دراز مسافت سے سُنائی دینا اگر خارق عادت نہیں تھی تو اور کیا چیز تھی۔ اِسی طرح جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے بعض الہامات وکشوف مشہور و معروف ہیں ماسوا اِس کے میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدائے تعالیٰ کا قرآنِ شریف میں اِس بارہ میں شہادت دینا تسلّی بخش امر نہیں ہے۔ کیا اُس نے صحابہ کرام کے حق میں نہیں فرمایا کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1]۔ پھر جس حالت میں خدائے تعالےٰ اپنے نبی کریم کے اصحاب کو اُمم سابقہ سے جمیع کمالات میں بہتر و بزرگتر ٹھہراتا ہے اور دُوسری طرف بطور مُشتے نمونہ از خروارے پہلی اُمتوں کے کاملین کا حال بیان کرکے کہتا ہے کہ مریم صدیقہ والدہ عیسےٰ اور ایسا ہی والدہ حضرت موسیٰ اور نیز حضرت مسیح کے حواری اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا یہ سب ملہم من اللہ تھے اور بذریعہ وحی اعلام اسرارِ غیبیہ سے مطلع کئے جاتے تھے۔

۵۴۹

[1] آل عمران : ۱۱۱

۵۴۷

اسی طرح وہ انسان کی رُوحانی پیدائش پر بھی قادر تھا یعنے اُس کا قانونِ قدرت رُوحانی پیدائش میں بعینہٖ جسمانی پیدائش کی طرح ہے کہ اوّل وہ ضلالت کے وقت میں کہ جو عدم کا حکم رکھتا ہے کسی انسان کو رُوحانی طور پر اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا ہے اور پھر اس کے متبعین کو کہ جو اُس کی ذرّیت کا حکم رکھتے ہیں بہ برکت متابعت اُس کی کے رُوحانی زندگی عطا فرماتا ہے سو تمام مُرسل رُوحانی آدم ہیں اور اُن کی اُمت کے نیک لوگ اُن کی رُوحانی نسلیں ہیں اور رُوحانی اور جسمانی سلسلہ بالکل آپس میں تطابق رکھتا ہے اور خدا کے ظاہری اور باطنی قوانین میں کسی نوع کا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اعجازِ قرآنی کے ملزم کرنے کے لئے آپ فرما دیا ہے۔ اب اگر کوئی ملزم اور لاجواب رہ کر پھر بھی قرآنِ شریف کی بلاغتِ بے مثل سے منکر رہے اور بیہودہ گوئی اور ژاژ خائی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

سو اب سوچنا چاہیئے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُمتِ محمدیّہ کے کامل متبعین اُن لوگوں کی نسبت بوجہٴ اولیٰ ملہم و محدّث ہونی چاہیئے کیونکہ وہ حسبِ تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں۔ آپ لوگ کیوں قرآنِ شریف میں غور نہیں کرتے۔ اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس اُمت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اِس اُمت میں بھی پہلی اُمتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے اور محدّث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطباتِ الٰہیہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ابنِ عباس کی قراءت میں آیا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ۔ پس اِس آیت کے رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر خضر اور موسےٰ کی

اختلاف نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تو خدا کی طرف دیکھتا نہیں کہ وُہ کیونکر سایہ کو لمبا کھینچتا ہے یہانتک کہ تمام زمین پر تاریکی ہی دکھائی دیتی ہے اور اگر وہ چاہتا تو ہمیشہ تاریکی رکھتا اور کبھی روشنی نہ ہوتی لیکن ہم آفتاب کو اس لئے نکالتے ہیں کہ تا اس بات پر دلیل قائم ہو کہ اس سے پہلے تاریکی تھی یعنے تا بذریعہ روشنی کے تاریکی کا وجود شناخت کیا جائے کیونکہ ضد کے ذریعہ سے ضد کا پہچاننا بہت آسان ہو جاتا ہے اور روشنی کا قدر و منزلت اُسی پر کُھلتا ہے کہ جو تاریکی کے وجود پر علم رکھتا ہو۔ اور پھر فرمایا کہ ہم تاریکی کو روشنی کے ذریعہ سے تھوڑا تھوڑا دُور کرتے جاتے ہیں تا

[۵۴۸]

سے باز نہ آوے تو ایسے بیحیا منقلب الفطرت کا اس دُنیا میں علاج نہیں ہو سکتا۔ اسکے لئے وہی علاج ہے جس کا خدا نے اپنے قول فیصل میں وعدہ فرمایا ہے۔

[۵۴۹]

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

والدہ کا الہام صرف شکوک اور شبہات کا ذخیرہ تھا اور قطعی اور یقینی نہ تھا۔ تو اُن کو کب جائز تھا کہ وہ کسی بے گناہ کی جان کو خطرہ میں ڈالتے یا ہلاکت تک پہنچاتے۔ یا کوئی دُوسرا ایسا کام کرتے جو شرعًا و عقلًا جائز نہیں ہے۔ آخر یقینی علم ہی تھا جس کے باعث سے وہ کام کرنا اُن پر فرض ہو گیا تھا۔ اور وُہ اُمور اُن کے لئے روا ہو گئے کہ جو دُوسروں کے لئے ہرگز روا نہیں۔ پھر ماسوا اس کے ذرا انصافًا سوچنا چاہیئے کہ کوئی امر مشہود و موجود کہ جو بپایۂ صداقت پہنچ چکا ہو۔ اور تجارب صحیحہ کے رُو سے راست راست ثابت ہوتا ہو صرف ظنّی خیالات سے متزلزل نہیں ہو سکتا وَالظَّنُّ لَا یُغْنِیْ عَنِ الْحَقِّ شَیْئًا۔ سو اس عاجز کے الہامات میں کوئی ایسا امر نہیں ہے جو زیر پردہ اور مخفی ہو بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ جو صدہا امتحانوں کی بوتہ میں داخل ہو کر سلامت نکلی ہے اور خداوند کریم نے بڑے بڑے تنازعات میں فتح نمایاں بخشی ہے اس مقام میں یاد آیا کہ جو رؤیا صادقہ حصّہ سوم میں ایک ہندو کے مقدمہ کے بارہ میں لکھی گئی ہے اس میں بھی ایک عجیب نزاع و انکار کے موقع پر الہام ہُوا تھا جس سے ایک بڑا فلق اور

[۵۴۹]

اندھیرے میں بیٹھنے والے اس روشنی سے آہستہ آہستہ منتفع ہو جائیں اور جو یکدفعی
انتقال میں حیرت و وحشت متصوّر ہے وہ بھی نہ ہو سو اسی طرح جب دُنیا پر رُوحانی
تاریکی طاری ہوتی ہے تو خلقت کو روشنی سے منتفع کرنے کے لئے اور نیز روشنی اور
تاریکی میں جو فرق ہے وہ فرق ظاہر کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے آفتابِ
صداقت نکلتا ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ دُنیا پر طلوع کرتا جاتا ہے۔ اور
پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قانونِ قُدرت ہے کہ جب زمین مرجاتی ہے تو وہ
نئے سرے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ ہم نے کھول کر یہ نشان بتلائے ہیں تا ہو کہ لوگ

ص۵۴۹

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بعض شریر اور کینہ پرور آدمی جنہوں نے ضد اور نفسانیت پر مضبوطی سے قدم مار رکھا
ہے۔ اور جن کو تعصب کی تُند اندھیری نے بالکل اندھا کر دیا ہے وہ لوگوں کو یہ کہہ کر
بہکاتے ہیں کہ جس قدر لطائف و نکات قرآن کے مسلمان لوگ ذکر کرتے ہیں۔ اور جس قدر

ص۵۵۰

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کرب دُور ہوا تفصیل اِسکی یہ ہے کہ اس رُویا صادقہ میں کہ ایک کشفِ صریح کی قسم تھی۔ یہ معلوم کرایا گیا
تھا کہ ایک کھتری ہندو بسمبرداس نامی جو ابتک قادیان میں بقیدِ حیات موجود ہے مقدمہ فوجداری
سے بری نہیں ہوگا مگر آدھی قید تخفیف ہو جائے گی لیکن اس کا دُوسرا ہم قید خوشحال نامی کہ
وہ بھی اب تک قادیان میں زندہ موجود ہے ساری قید بُھگتے گا۔ سو اِس جزو کشف کی نسبت
یہ ابتلا پیش آیا کہ جب چیف کورٹ سے حسب پیشگوئی این عاجز مثل مقدمہ مذکورہ
واپس آئی۔ تو متعلقین مقدمہ نے اُس واپسی کو بریّت پر حمل کر کے گاؤں میں یہ مشہور کر
دیا کہ دونوں مُلزم جُرم سے بَری ہو گئے ہیں مجھ کو یاد ہے کہ رات کے وقت میں یہ خبر مشہور
ہوئی اور یہ عاجز مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے کو طیار تھا کہ ایک نے نمازیوں میں سے
بیان کیا کہ یہ خبر بازار میں پھیل رہی ہے اور مُلزمان گاؤں میں آگئے ہیں۔ سو چونکہ یہ
عاجز علانیہ لوگوں میں کہہ چکا تھا کہ دونوں مجرم ہرگز جُرم سے بَری نہیں ہونگے اس لئے
جو کچھ غم اور قلق اور کرب اُس وقت گذرا سو گذرا۔ تب خدا نے کہ جو اِس عاجز بندہ

ص۵۵۰

سوچیں اور سمجھیں۔
اِن آیات میں خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف کی ضرورت نزول کی اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن شریف ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب تمام اُمتوں نے اُصولِ حقّہ کو چھوڑ دیا تھا اور کوئی دین روئے زمین پر ایسا نہ تھا کہ جو خدا شناسی اور پاک اعتقادی اور نیک عملی پر قائم اور بحال ہوتا بلکہ سارے دین بگڑ گئے تھے۔ اور ہر یک مذہب میں طرح طرح کا فساد دخل کر گیا تھا اور خود لوگوں کے طبائع میں دنیا پرستی کی محبت اِس قدر بھر گئی تھی کہ بجز دُنیا اور دُنیا کے ناموں اور دُنیا کے آراموں

بقیہ حاشیہ

خواصِ عجیبہ اس کے مسلمانوں کی کتابوں میں اندراج پائے ہیں یہ سب اُنہیں کے فہم کی تیزی ہے اور اُنہیں کی طبیعتوں کے ایجادات ہیں ورنہ دراصل قرآن لطائف و نکات و خواصِ عجیبہ سے خالی ہے مگر ایسے لوگ بجز اِس کے کہ اپنا ہی حمق اور خبث

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کا ہر یک حال میں حامی ہے نماز کے اوّل یا عین نماز میں بذریعہ الہام یہ بشارت دی لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اور پھر فجر کو ظاہر ہو گیا کہ وہ خبر بری ہونے کی سراسر جھوٹی تھی اور انجام کار وہی ظہور میں آیا کہ جو اِس عاجز کو خبر دی گئی تھی جس کو شرمپت نامی ایک آریہ اور چند دوسرے لوگوں کے پاس قبل از وقوع بیان کیا گیا تھا کہ جو اب تک **قادیان** میں موجود ہیں۔ پھر ایک اور ایسا ہی پُر وحشت ماجرا گذرا جس کا قصہ اِس سے بھی عجیب تر ہے۔ اور تفصیل اِس کی یہ ہے کہ ایک مقدمہ میں کہ اِس عاجز کے والد مرحوم کی طرف سے اپنی زمینداری حقوق کے متعلق کسی رعیت پر دائر تھا اس خاکسار پر خواب میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اِس مقدمہ میں ڈگری ہو جائے گی۔ چنانچہ اِس عاجز نے وہ خواب ایک آریہ کو کہ جو قادیان میں موجود ہے بتلا دی۔ پھر بعد اِس کے ایسا اتفاق ہوا کہ اخیر تاریخ پر صرف مدعا علیہ معہ اپنے چند گواہوں کے عدالت میں حاضر ہوا اور اس طرف سے کوئی مختار وغیرہ حاضر نہ ہوا۔ شام کو مدعا علیہ اور سب گواہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ مقدمہ خارج ہو گیا۔ اُس خبر کو سُنتے ہی

ص۵۵۱
ص۵۵۱
ص۵۵۲

اور دُنیا کی عزّتوں اور دُنیا کی راحتوں اور دُنیا کے مال و متاع کے اور کچھ اُن کا مقصد نہیں رہا تھا اور خدائے تعالیٰ کی محبت اور اُس کے ذوق اور شوق سے بکلّی بے بہرہ [صفحہ ۵۵۰] اور بے نصیب ہوگئے تھے اور رسوم اور عادت کو مذہب سمجھا گیا تھا۔ پس خدا نے جس کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ وہ شدّتوں اور صعوبتوں کے وقت اپنے عاجز بندوں کی خبر لیتا ہے اور جب کسی سختی سے جیسے امساکِ باران وغیرہ سے اُسکے بندے قریب ہلاکت کے ہوجاتے ہیں بارانِ رحمت سے اُنکی مشکل کشائی کرتا ہے نہ چاہا کہ خلق اللہ ایسی بلاؤں میں مبتلا رہے جس کا نتیجہ ہلاکت دائمی اور ابدی ہو۔ سو اُس نے بہ تعمیل اپنے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ظاہر کریں انوارِ قرآنی پر پردہ ڈال نہیں سکتے اُن کے جواب میں یہی کہنا کافی ہے کہ اگر مسلمانوں نے خود اپنی ہی زیرکی سے قرآن شریف میں انواع و اقسام کے لطائف و نکات و خواص ایجاد کر لئے ہیں اور اصل میں موجود نہیں تو تم بھی اُن کے مقابلہ پر کسی اپنے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

وہ آریہ تکذیب اور استہزاء سے پیش آیا۔ اُس وقت جس قدر قلق اور کرب گذرا بیان میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ قریب قیاس معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ایک گروہ کثیر کا بیان جن میں بے تعلق آدمی بھی تھے خلافِ واقعہ ہو۔ اِس سخت حزن اور غم کی حالت میں نہایت شدّت سے الہام ہوا کہ جو آہنی میخ کی طرح دل کے اندر داخل ہوگیا اور وہ یہ تھا۔ ڈگری ہوگئی ہے مسلمان ہے۔ یعنے کیا تو باور نہیں کرتا اور باوجود مسلمان ہونے کے شک کو دخل دیتا ہے۔ آخر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت ڈگری ہی ہوئی تھی اور فریق ثانی نے حکم کے سُننے میں دھوکا کھایا تھا۔ اِسی طرح فی الواقعہ [صفحہ ۵۵۲] بلا مبالغہ صدہا الہام ہیں کہ جو فلق صبح کی طرح پُورے ہوگئے اور بہت سے الہامات بطور اسرار ہیں جن کو یہ عاجز بیان نہیں کرسکتا۔ بارہا عین مخالفوں کی حاضری کے وقت میں ایسا کُھلا کُھلا الہام ہوا ہے جس کے پُورا ہونے سے مخالفوں کو بجز اقرار کے اور کوئی راہ نظر نہیں آیا۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ یکدفعہ بعض امور میں تین طرح

قانونِ قدیم کے کہ جو جسمانی اور رُوحانی طور پر ابتدا سے چلا آتا ہے قرآن شریف کو خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نازل کیا اور ضرور تھا کہ ایسے وقت میں قرآن شریف نازل ہوتا کیونکہ اِس پُر ظلمت زمانہ کی حالتِ موجودہ گو ایسی عظیم الشان کتاب اور ایسے عظیم الشان رسول کی حاجت تھی اور ضرورتِ حقّہ اس بات کی متقاضی ہو رہی تھی کہ اِس تاریکی کے وقت میں جو تمام دُنیا پر چھا گئی تھی اور اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ چکی تھی آفتابِ صداقت کا طلوع کرے کیونکہ بجز طلوع اُس آفتاب کے ہرگز ممکن نہ تھا کہ ایسی اندھیری رات خود بخود روزِ روشن کی صُورت پکڑ جائے اور اسی کی طرف ایک دُوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔

۵۵۱

حاشیہ نمبر ۱۱

الہامی کتاب یا کسی دُوسری کتاب سے اسی قدر لطائف و نکات و خواص ایجاد کر کے دکھلاؤ اور اگر تمام قرآن شریف کے مقابلہ پر نہیں تو صرف بطور نمونہ سورۃ فاتحہ کے مقابلہ پر جس کے کمالات کسی قدر اِسی حاشیہ میں بیان کئے گئے ہیں کسی اور کتاب سے نکال کر پیش کرو

۵۵۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کا غم پیش آگیا تھا جس کے تدارک کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اور بجز حرج و نقصان اُٹھانے کے اور کوئی سبیل نمودار نہ تھی۔ اُسی روز شام کے قریب یہ عاجز اپنے معمول کے مطابق جنگل میں سیر کو گیا اور اُسوقت ہمراہ ایک آریہ ملاوا مل نامی تھا جب واپس آیا تو گاؤں کے دروازہ کے نزدیک یہ الہام ہوا نُنَجِّیْکَ مِنَ الْغَمِّ۔ پھر دوبارہ الہام ہوا نُنَجِّیْکَ مِنَ الْغَمِّ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنے ہم تجھے اِس غم سے نجات دینگے ضرور نجات دینگے کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ اُسی قدم پر جہاں الہام ہوا تھا۔ اُس آریہ کو اِس الہام سے اطلاع دی گئی تھی اور پھر خدا نے وہ تینوں طور کا غم دُور کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

۵۵۳

اور ایک اتفاقاتِ عجیبہ سے یہ بات ہے کہ جس وقت شہاب الدین موحد نے مولوی صاحبان ممدوحین کی رائے بیان کی اُسی رات انگریزی میں ایک الہام ہوا کہ جو شہاب الدین کو سُنا یا گیا۔ اور وہ یہ ہے۔ دوہ آل مین شُڈ بی اینگری بٹ گوڈ از وِد یُو۔ ہی شیل

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ[1]۔ یعنے جو لوگ اہلِ کتاب اور مُشرکین میں سے کافر ہوگئے اُن کا راہِ راست پر آنا بجُز اِسکے ہرگز ممکن نہ تھا کہ اُنکی طرف ایسا عظیم الشان نبی بھیجا جاوے جو ایسی عظیم الشان کتاب لایا ہے کہ جو سب الٰہی کتابوں کے معارف اور صداقتوں پر محیط اور ہریک غلطی اور نقصان سے پاک اور منزّہ ہے۔ اَب اِس دلیل کا ثبوت ص۵۵۲ دو مقدموں کے ثبوت پر موقوف ہے اوّل یہ کہ خدائے تعالیٰ کا یہی قانونِ قدیم ہے کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۵۵۳ افسوس کہاں سے یہ مادر زاد اندھے پیدا ہوگئے کہ جو اِس قدر روشنی کو دیکھ کر پھر بھی اُن کی تاریکی دُور نہیں ہوتی۔ ان کی باطنی بیماریوں کے مواد کس قدر ردّی اور متعفّن ہو رہے ہیں جنہوں نے ان کے تمام حواس ظاہری و باطنی کو بیکار کر دیا ہے ذرا نہیں سوچتے کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہیلپ یُو۔ وارڈس اوف گوڈ کین ناٹ ایکس چینج۔ یعنے اگر تمام آدمی ناراض ہوں گے مگر خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ پھر ماسوا اس کے اور بھی چند الہامات ہوئے جو نیچے لکھے جاتے ہیں۔ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کِتَابِ اللّٰہِ الرَّحْمَانِ۔ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ۔ یعنے تمام بھلائی قرآن میں ہے جو اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ وُہی اللہ جو ص۵۵۵ رحمان ہے اُسی رحمان کی طرف کلماتِ طیّبہ صعود کرتے ہیں۔ ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَہٗ۔ اللہ وہ ذاتِ کریم ہے کہ جو نااُمیدی کے پیچھے مینہہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کو دُنیا میں پھیلاتا ہے یعنی عین ضرورت کے وقت تجدید دین کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ جس کو چاہتا ہے بندوں میں سے چُن لیتا ہے۔ وَکَذَالِکَ مَنَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ وَلِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ

[1] سورۃ البیّنۃ: ۲-۴

وہ جسمانی یا رُوحانی حاجتوں کے وقت مدد فرماتا ہے یعنی جسمانی صعوبتوں کے وقت بارش وغیرہ سے اور رُوحانی صعوبتوں کے وقت اپنا شفا بخش کلام نازل کرنے سے عاجز بندوں کی دستگیری کرتا ہے۔

سو یہ مقدمہ بدیہی الصداقت ہے کیونکہ کسی عاقل کو اِس سے انکار نہیں کہ یہ دونوں سلسلے رُوحانی اور جسمانی اِسی وجہ سے ابتک صحیح و سالم چلے آتے ہیں کہ خداوند کریم نیست و نابود ہونے سے اُنکو محفوظ رکھتا ہے مثلاً اگر خدائے تعالیٰ جسمانی سلسلہ کی حفاظت نہ کرتا اور سخت سخت قحطوں کے وقت میں بارانِ رحمت سے دستگیری نہ فرماتا تو بالآخر نتیجہ اِس کا یہی ہوتا کہ لوگ پہلی فصلوں کی جس قدر پیداوار تھی سب کی سب کھا لیتے اور پھر آگے اناج کے نہ ہونے سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے اور نوعِ انسان کا ۵۵۳

(حاشیہ در حاشیہ) قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوارِ رُوحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اُس کی خوبیوں کو قرار دیدیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور ۵۵۴ =

(بقیہ حاشیہ در حاشیہ) آبَاءُ هُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ۔ اور اسی طرح ہم نے یوسفؑ پر احسان کیا۔ تا ہم اس سے بدی اور فحش کو روک دیں اور تا تو اُن لوگوں کو ڈراوے۔ جن کے باپ دادوں کو کسی نے نہیں ڈرایا۔ سو وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اِس جگہ یوسفؑ کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے کہ جو باعتبار کسی رُوحانی مناسبت کے اطلاق پایا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ بعد اس کے فرمایا۔ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَاءِ رَبَّنَا عَاجٌ۔ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ۔ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنْ غَمِّیْ۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ کرمہائے تو مارا کرد گستاخ۔

خاتمہ ہو جاتا یا اگر خدائے تعالیٰ عین وقتوں پر رات اور دن اور سورج اور چاند اور ہوا اور بادل کو خدماتِ مقررہ میں نہ لگاتا تو تمام سلسلہ عالم کا درہم برہم ہو جاتا اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔[1] وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۔[2] الجزو نمبر ۲۵- یعنے کیا یہ منکر لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں اور خدا پر جھوٹ باندھا ہے- اگر خدا چاہے تو اس کا اُترنا بند کر دے پر وہ بند نہیں کرتا کیونکہ اُس کی عادت اسی پر جاری ہے کہ وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اپنے کلمات سے کرتا ہے- اور یہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اپنے بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے هل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اُس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اُس کے دقائق تو بحرِ زخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں- کوئی صداقت　　ص۵۵۵

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے- پس کیا تم ایمان نہیں لاتے- یعنے خدائے تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرارِ غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایماندار کا فرض ہے- پھر بقیۃ الہامات بالا کا یہ ہے کہ بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائیگا- اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ہمارا رب عاجی ہے (اسکے معنے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں اُن سے اے میرے رب مجھے زندان بہتر ہے- اے میرے خدا مجھ کو میرے غم سے نجات بخش اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا-　　ص۵۵۶

[1] الشوریٰ : ۲۵ [2] الشوریٰ : ۲۹

منصب اُسی کو پہنچتا ہی کیونکہ امراضِ رُوحانی پر اُسی کو اِطّلاع ہی اور ازالۂ مرض اور استرداد صحت پر وُہی قادر ہی۔ پھر بعد اِسکے بطور استدلال کے فرمایا کہ اللہ وُہ ذات کامل الرحمت ہے کہ اُس کا قدیم سے یہی قانونِ قُدرت ہے کہ اُس تنگ حالت میں وہ ضرور مینہہ برساتا ہی کہ جب لوگ ناامید ہوچکتے ہیں۔ پھر زمین پر اپنی رحمت پھیلا دیتا ہی اور وُہی کارسازِ حقیقی اور ظاہراً و باطناً قابلِ تعریف ہے یعنے جب سختی اپنی نہایت کو پہنچ جاتی ہی اور کوئی صُورت مخلصی کی نظر نہیں آتی تو اِس صورت میں اُس کا یہی قانونِ قدیم ہے کہ وہ ضرور عاجز بندوں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں جو اُس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اُس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اُس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔ اور یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے اور ہم نے بھی اِس صداقت کو اپنی اِس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارفِ قرآنی کو اِس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالبِ صادق کی تسلّی اور تشفّی کے لئے بحرِ عظیم کی طرح

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ یہ سب اسرار ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہی پھر بعد اِسکے فرمایا ھوشعنا نعسا۔ یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور اِن کے معنے ابھی تک اِس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اِسکے دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وُہ یہ ہیں آئی لَوْ یُو۔ آئی شَیل گِویُو ءِ لارج پارٹی اوف اسلام۔ چونکہ اِس وقت یعنے آج کے دن اِس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اِسکے پُورے پُورے معنے کھلے ہیں اِسلئے بغیر معنوں کے لکھا گیا ہے۔ پھر بعد اِسکے یہ الہام ہی۔ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ (وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا)[1] وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔ اے عیسیٰ میں تجھے

[1] یہ فقرہ سہوِ کاتب سے براہین میں رہ گیا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۳۷ حاشیہ)

کی خبر لیتا ہی اور اُنکو ہلاکت سے بچاتا ہی اور جیسے وہ جسمانی سختی کے وقت رحم فرماتا ہی اسی طرح جب رُوحانی سختی یعنے ضلالت اور گمراہی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہی اور لوگ راہِ راست پر قائم نہیں رہتے تو اِس حالت میں بھی وہ ضرور اپنی طرف سے کسی کو مشرّف بوحی کرکے اور اپنے نور خاص کی روشنی عطا فرماکر ضلالت کی مہلک تاریکی کو اسکے ذریعہ سے اُٹھاتا ہی اور چونکہ جسمانی رحمتیں عام لوگوں کی نگاہ میں ایک واضح امر ہی اسلئے اللہ تعالیٰ نے آیت ممدوحہ میں اوّل ضرورت فرقان مجید

۵۵۵

بقیہ حاشیہ

جوش مار رہے ہیں اب یہ کیونکر ہوسکے کہ کوئی شخص صرف مونہہ کی واہیات باتوں سے اِس نُورِ بزرگ کی کسرِ شان کرے۔ ہاں اگر کسی کے دِل کو یہ وہم پکڑتا ہے کہ یہ تمام دقائق و معارف و لطائف و خواص کہ جو قرآن شریف میں ثابت کرکے دکھلائے گئے ہیں کسی دُوسری

۵۵۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کامل اجر بخشوں گا یا وفات دُونگا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا یعنے رفع درجات کروں گا یا دُنیا سے اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو اُن پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا یعنے تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور بُرہان اور برکات کے رُو سے دُوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھونگا۔ پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے اور پھر بعد اسکے اُردو میں الہام فرمایا۔ میں اپنی چمکار دِکھلاؤنگا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کردے گا۔ اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ۔ اِس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر کر۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا۔ جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلّی کریگا تو اُنہیں پاش پاش کردے گا۔ قُوَّۃُ الرَّحْمَانِ لِعَبَیْدِ اللّٰہِ الصَّمَدِ۔ یہ خدا کی قوّت ہے کہ جو اپنے بندہ کے لئے وہ غنی مطلق ظاہر کرے گا مَقَامٌ لَّا تَتَرَقَّی الْعَبْدُ فِیْہِ بِسَعْیِ الْاَعْمَالِ۔ یعنی عبداللہ الصمد ہونا ایک مقام ہی کہ جو بطریق موہبت خاص عطا ہوتا ہے کوششوں سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ یَادَاؤُدُ عَامِلْ بِالنَّاسِ رِفْقًا وَّ اِحْسَانًا وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

۵۵۸

کی نازل ہونے کی بیان کرکے پھر بطور توضیح جسمانی قانون کا حوالہ دیا تا دانشمند آدمی جسمانی قانون کو دیکھ کر کہ ایک واضحہ اور بدیہی امر ہے خدائے تعالیٰ کے رُوحانی قانون کو بآسانی سمجھ سکے اور اِس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو لوگ بعض کتابوں کا منزل من اللہ ہونا مانتے ہیں اُنکو تو خود اقرار کرنا پڑتا ہی کہ وہ کتابیں ایسے وقتوں میں نازل ہوئی ہیں کہ جب اُنکے نزول کی ضرورت تھی پس اِسی اقرار کے ضمن میں اُنکو یہ دُوسرا اقرار کرنا بھی لازم آیا کہ ضرورت کے وقتوں میں کتابوں کا نازل کرنا خدائے تعالیٰ کی عادت ہے۔ لیکن ایسے لوگ کہ جو ضرورتِ کتبِ الٰہیہ سے مُنکر ہیں

ص۵۵۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۳

کتاب سے بھی مستخرج ہو سکتے ہیں۔ تو مناظرہ کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ وہ شرائط مذکورہ بالا کی رعایت سے اس کتاب کے لطائف و معارف و خواص پیش کرے اور جس طرح قرآن تمام عقائدِ باطلہ کی رَدّ پر مشتمل ہے اور جس طرح وہ پاک کلام ہریک عقیدہ صحیحہ کو دلائلِ عقلیہ سے

ص۵۵۹

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یُو مسٹ ڈُو وہاٹ آئی ٹولڈ یو۔ تم کو وہ کرنا چاہیئے جو میں نے فرمایا ہے۔ اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَأَیْتَ خَدِیْجَتِیْ۔ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔ اَنْتَ مُحَدَّثُ اللّٰہِ فِیْکَ مَادَّۃٌ فَارُوْقِیَّۃٌ۔ اے داؤد خلق اللہ کے ساتھ رفق اور احسان کے ساتھ معاملہ کر اور سلام کا جواب احسن طور پر دے۔ اور اپنے رب کی نعمت کا لوگوں کے پاس ذکر کر میری نعمت کا شکر کر کہ تُو نے اسکو قبل از وقت پایا آج تجھے حظ عظیم ہے تُو محدّث اللہ ہے تجھ میں مادّہ فاروقی ہے۔ سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ۔ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ۔ ذُوْ عَقْلٍ مَّتِیْنٍ۔ حِبُّ اللّٰہِ خَلِیْلُ اللّٰہِ اَسَدُ اللّٰہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّکَ سُھُوْلَۃً فِیْ کُلِّ اَمْرٍ بَیْتُ الْفِکْرِ وَ بَیْتُ الذِّکْرِ۔ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ تیرے پر سلام ہو اے ابراہیم تُو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانتدار اور قوی العقل ہے اور دوست خدا ہے خلیل اللہ ہے اسد اللہ ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) پر درود بھیج۔ یعنی یہ اُس نبی کریم کی متابعت کا نتیجہ ہے اور بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر

جیسے برہمو سماج والے سو اُنکے ملزم کرنے کیلئے اگرچہ بہت کچھ ہم لکھ چکے ہیں لیکن اگر ان میں ایک ذرا انصاف ہو تو اُنکو وہی ایک دلیل کافی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آیات گذشتہ بالا میں آپ بیان فرمائی ہے کیونکہ جس حالت میں وہ لوگ مانتے ہیں کہ حیاتِ ظاہری کا تمام انتظام خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی اپنی آسمانی روشنی اور بارانی پانی کے ذریعہ سے دُنیا کو تاریکی اور ہلاکت سے بچاتا ہے تو پھر وہ اِس اقرار سے کہاں بھاگ سکتے ہیں کہ حیاتِ باطنی کے وسائل بھی آسمان ہی سے

ص۵۵۷

ثابت کرتا ہے اور جس طرح اُن صحف مقدسہ میں معارف و حقائق الٰہیہ مندرج ہیں اور جس طرح اُن میں تنویرِ قلب کے متعلق خواصِ عجیبہ اور تاثیراتِ غریبہ پائے جاتے ہیں جن کو ہم نے اِس کتاب میں ثابت کر دیا ہے وہ سب اپنی کتاب میں پیش کرکے دکھلاوے۔ اور جبتک

ص۵۵۸

عطا کیا۔ اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد تعبد و صحتِ نیّت و حسنِ ایمان داخل ہوگا وہ سُوئے خاتمہ سے امن میں آجائیگا۔ بَیت الفکر سے مُراد اِس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مُراد وہ مسجد ہے کہ جو اُس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے جس کے حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وُہ یہ ہے۔ مُبَارِکٌ وَّمُبَارَکٌ وَّ کُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَکٍ یُّجْعَلُ فِیْهِ یعنے یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائیگا۔ پھر بعد اسکے اِس عاجز کی نسبت فرمایا۔ رُفِعْتَ وَجُعِلْتَ مُبَارَکًا۔ تُو اُونچا کیا گیا اور مبارک بنایا گیا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ یعنی جو لوگ ان برکات و انوار پر ایمان لائینگے کہ جو تجھ کو خدائے تعالیٰ نے عطا کئے ہیں اور ایمان اُنکا خالص اور وفاداری سے ہوگا تو ضلالت کی راہوں سے امن میں آجائینگے اور وہی ہیں جو خدا کے نزدیک ہدایت یافتہ ہیں۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ۔ قُلِ اللّٰهُ حَافِظُهٗ۔ عِنَایَتُ اللّٰهِ حَافِظُکَ۔ نَحْنُ نَزَّلْنَاهُ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اَللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ وَیُخَوِّفُوْنَکَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ اَئِمَّةُ الْکُفْرِ۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی یَنْصُرُکَ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ۔ اِنَّ یَوْمِیْ لَفَصْلٌ عَظِیْمٌ۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِهٖ

ص۵۵۹

ص۵۶۰

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ / حاشیہ نمبر ۱۱ / حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

نازل ہوتے ہیں اور خود یہ نہایت کوتہ اندیشی اور قلّتِ معرفت ہے کہ ناپائیدار حیات کا اہتمام تصرّفِ خاص الٰہی سے تسلیم کرلیا جاوے لیکن جو حقیقی حیات اور لازوال زندگی ہے یعنی معرفتِ الٰہی اور نورِ باطنی یہ صرف اپنی ہی عقلوں کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ کیا وُہ خدا جس نے جسمانی سلسلہ کے برپا رکھنے کے لئے اپنی الوہیت کی قوی طاقتوں کو ظاہر کیا ہے اور بغیر وسیلہ انسانی ہاتھوں کے زبردست قدرتیں دکھائی ہیں وہ رُوحانی طور پر اپنی طاقت ظاہر کرنیکے وقت ضعیف اور کمزور خیال

ص۵۵۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ص۵۶۱

ایسا نہ کرے تب تک کسی کے عوعو کرنے سے چاند کے نور میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ ایسے شخص کی حالت نہایت افسوس کے لائق ہے کہ جو ابتک بدیہی صداقت سے بدنصیب اور محروم رہنے کیلئے دانستہ ضلالت کی راہوں میں قدم رکھتا ہے۔ ہمارے مخالفوں میں سے کئی صاحب مشہور و نامور ہیں اور جہانتک ہم خیال کرتے ہیں اُن کے علم اور فہم کی نسبت ہمارا یہی یقین ہے کہ اگر انصاف پر آویں تو ان صداقتوں کو بدیہی طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری نیّت میں ہرگز نفسانیت کا جھگڑا نہیں اور بجز اسکے کہ دُنیا میں سچائی اور نیکی پھیلائی جاوے اور کوئی غرض نہیں اس لئے منصف مزاج ذی علم لوگوں سے یہی درخواست ہے کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ۔ نَصَرْتُکَ مِنْ لَّدُنِّیْ۔ اِنِّیْ مُنَجِّیْکَ مِنَ الْغَمِّ۔ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا۔ اَنْتَ مَعِیَ وَ اَنَا مَعَکَ۔ خَلَقْتُ لَکَ لَیْلًا وَّ نَہَارًا۔ اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَّا یَعْلَمُہَا الْخَلْقُ۔ مخالف لوگ ارادہ کرینگے کہ تا خدا کے نور کو بجھا دیں۔ خدا اس نور کا آپ حافظ ہے۔ عنایتِ الٰہیہ تیری نگہبان ہے ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی محافظ ہیں۔ خدا خیر الحافظین ہے اور وُہ ارحم الراحمین ہے اور تجھ کو اور اور چیزوں سے ڈرائینگے۔ یہی پیشوایانِ کفر ہیں۔ مت خوف کر تجھی کو غلبہ ہے یعنے حجت اور بُرہان اور قبولیت اور برکت کے رُو سے تو ہی غالب ہے۔ خدا کئی میدانوں میں تیری مدد کرے گا۔ یعنے مناظرات و مجادلات بحث میں تجھ کو غلبہ رہے گا۔ پھر فرمایا کہ میرا دن حق اور باطل میں

کیا جاسکتا ہے کیا ایسا خیال کرنے سے وہ کامل رہ سکتا ہے یا اُسکی رُوحانی طاقتوں کا ثبوت میسّر آسکتا ہے حقیقی تسلّی جسکی بنیاد ایک محکم یقین پر ہونی چاہیئے صرف قیاسی خیالات سے ممکن نہیں بلکہ خیالات قیاسی کی بڑی سے بڑی ترقی ظنِّ غالب تک ہے اور وہ بھی اِس حالت میں کہ جب قیاس انکار کی طرف جُھک نہ جائے غرض عقلی وجوہ بالکل غیر تسلّی بخش اور آخری حدِ عرفان سے پیچھے رہے ہوئے ہیں اور اُنکی اعلیٰ سے اعلیٰ پہنچ صرف ظاہری

حاشیہ نمبر ۱۱

وہ بھی ایک ساعت کے لئے صادقانہ نیّت کو استعمال میں لاویں۔ جس حالت میں ان کی فراخ دِلی اور نیک طینتی اُن کی قوم میں مسلّم الثبوت ہے تو ہم کیونکر نا امید ہوسکتے ہیں یا کیونکر گمان کرسکتے ہیں کہ اُس نیک منشی کا اس سے زیادہ وسیع ہونا ممکن نہیں۔ اِسلئے گو مَیں نے ابتک کسی صاحب مخالف کو منصفانہ قدم اُٹھاتے نہیں پایا لیکن تاہم ابھی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۶۱

فرق بیّن کرے گا۔ خدا لکھ چکا ہے کہ غلبہ مجھ کو اور میرے رسولوں کو ہے۔ کوئی نہیں کہ جو خدا کی باتوں کو ٹال دے۔ یہ خدا کے کام دین کی سچائی کے لئے حُجّت ہیں۔ مَیں اپنی طرف سے تجھے مدد دُونگا مَیں خود تیرا غم دُور کروں گا۔ اور تیرا خدا قادر ہے۔ تُو میرے ساتھ اور مَیں تیرے ساتھ ہوں تیرے لئے مَیں نے رات اور دن پیدا کیا جو کچھ تُو چاہے کر کہ میں نے تجھے بخشا۔ تُو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں۔ اِس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں بلکہ اِسکے یہ معنے ہیں کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمالِ صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندہ کی مرضی بنائی گئی اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئی۔ وَ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ قَالُوْا اِنْ هُوَ اِلَّا اِفْتَرٰى۔ وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآءِنَا الْاَوَّلِيْنَ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اِجْتَبَيْنَاهُمْ وَ اصْطَفَيْنَاهُمْ كَذَالِكَ لِيَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِيْبٌ۔

۵۵۹

اُنکلوں تک ہے جن سے رُشح کو حقیقی انشراح اور عرفان حاصل نہیں ہوتا اور اندرونی آلائشوں سے پاکیزگی میسر نہیں آتی بلکہ ایسا انسان فقط سفلی خیالات کا بندہ بنکر مقامات حریری کے ابوزید کی طرح اپنے علوم وفنون کو مکرو فریب کا آلہ بناتا ہے اور سب لسّانی اور خوش بیانی اسکی دامِ تزویر ہی ہوتی ہے۔ کیا انسان کی کمزور عقل اپنی تنہائی کی حالت میں اس کو اس مجلس سے نکال سکتی ہے کہ جو جذباتِ نفس اور جہل اور غفلت کیوجہ سے اسکے نصیب ہو رہا ہے کیا انسانی خیالات میں کوئی ایسی طاقت بھی موجود ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کے علم اور قوت سے

تک رائے میری ایک محکم یقین پر قائم ہے اور بہت مضبوط امید سے میں خیال رکھتا ہوں کہ جب ہمارے منصف مزاج مخالفین نہایت غائر اور عمیق نظر سے اس طرف متوجہ ہوں گے تو خود اُن کی اپنی نگاہیں اُن کے وساوس دُور کرنے کے لئے کافی ہوں گی۔ مجھے اُمید تھی

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ۔ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ۔ قُلْ جَآءَكُمْ نُوْرٌ مِّنَ اللّٰهِ فَلَا تَكْفُرُوْا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ سَلَامٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ صَافَيْنَاهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ تَفَرَّدْنَا بِذٰلِكَ۔ فَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ اور کہیں گے کہ یہ جھوٹ بنالیا ہے ہم نے اپنے بزرگوں میں یعنے اولیاء سلف میں یہ نہیں سُنا۔ حالانکہ بنی آدم یکساں پیدا نہیں کئے گئے۔ بعض کو بعض پر خدا نے بزرگی دی ہے اور اُنکو دُوسروں میں سے چُن لیا ہے یہی سچ ہے تا مومنوں کیلئے نشان ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہمارے عجیب کام فقط اصحابِ کہف تک ہی ختم ہیں نہیں بلکہ خدا تو ہمیشہ صاحبِ عجائب ہے اور اُسکے عجائبات کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ ہر ایک دن میں وہ ایک شان میں ہے پس ہم نے وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنے اِس عاجز کو اور لوگوں نے محض ظلم کی راہ سے انکار کیا حالانکہ اُنکے دِل یقین کر گئے سو عنقریب ہم اُنکے دِلوں میں رعب ڈالدینگے۔ کہہ خدا کی طرف سے نُور اُترا ہے سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔ ابراہیم پر سلام ہم نے اُسکو خالص کیا اور غم سے نجات دی۔ ہم نے ہی یہ کام کیا سو تم ابراہیم کے نقشِ قدم پر چلو۔ یعنے رسولِ کریم کا طریقہ حقّہ کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح

۵۶۳

برابر ہوسکے کیا خدا کے پاک انوار جو جو رُوح پر اثر ڈال سکتے ہیں اور عمیق شکوک سے نجات بخش سکتے ہیں یہ بات خدا کے غیر کو بھی حاصل ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایسے دھوکے اُن لوگوں کو لگے ہوئے ہیں جنہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ہماری حقیقی نجات کس درجہ عرفان پر موقوف ہے اور طاقتِ الٰہی ہمارے رُوح پر کہاں تک کام کرسکتی ہے اور خدا کے بے غایت فضل سے کس درجہ قربت اور شناخت پر ہم پہنچ سکتے ہیں اور وہ کس درجہ تک ہمارے آگے سے حجاب اُٹھا سکتا ہے۔ ان کی معرفت

ص ۵۶

ص ۵۶

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ اس کتاب کے حصّہ سوم کے شائع ہونے سے برہمو سماج اور آریہ سماج کے دانشمند اپنی غلطی پر متنبہ ہوکر صداقتِ حقّہ کی طرف ایک پیاسہ کی طرح دوڑیں گے۔ مگر افسوس کہ اب میں دیکھتا ہوں کہ میری فراست نے خطا کی اور مجھے اِس بات کے سُننے سے نہایت ہی دِل شکنی ہوئی کہ برہمو صاحبوں اور آریوں نے میری کتاب کو غور سے نہیں پڑھا۔ بالخصوص مجھ کو پنڈت شیو نرائن صاحب کے ریویو کے دیکھنے سے ایک عالم تعصّب کا برہمو صاحبوں کی طبیعت میں نظر آیا (خدا رحم کرے) افسوس کہ پنڈت صاحب نے ان حقانی صداقتوں سے کہ جو آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا اور اِس قدر قوی اور مضبوط دلائل کی روشنی سے پنڈت صاحب کی تعصّب کی تاریکی کچھ بھی دُور بکلی نہ ہوئی۔ یہ امر یقیناً سخت حیرت کے لائق ہے کہ ایسے فہیم اور ذی علم لوگ ایسے کامل ثبوت کو دیکھ کر اُس کے قبول کرنے میں دیر کریں۔ پنڈت صاحب نے اِس انکار سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اِس عاجز بندہ سے دریافت کرلیں اور اُس پر چلیں۔

ز سم آں قوم کہ بر دُرد کشاں مے خندند　　　　در سرِ کار خرابات کنند ایماں را

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ۔

دوستاں عیب کنندم کہ چرا دِل بتو دادم　　　　باید اوّل بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

وَالفضل من اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ منہ

صِرف ناکارہ وہموں تک ختم ہے اور جو معرفت یقینی اور قطعی اور انسان کی نجات کے لئے ازبس ضروری ہے وہ اُن کی عقلِ عجیب کے نزدیک محال اور ممتنع ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ یہ اُن کی سخت غلطی ہے کہ جو عقلی خیالات پر قناعت کر رہے ہیں۔ حقانی معرفت کی راہ میں بے شمار راز ہیں جن کو انسان کی کمزور اور دُود آمیز عقل دریافت نہیں کر سکتی اور قیاسی طاقت بباعث اپنی نہایت ضعف کی الوہیت کے بلند اسرار تک ہرگز پہنچ نہیں سکتی۔ سو اُس بلندی تک پہنچنے کے لئے بجز خدا کے عالی کلام کے اور کوئی زینہ نہیں جو شخص دلی سچائی سے خدا کا طالب ہے اُسکو اسی زینہ کی حاجت پڑتی ہے اور تاوقتیکہ وہ محکم اور بلند زینہ اپنی ترقیات کا ذریعہ نہ ٹھہرایا جاوے تب تک انسان حقانی معرفت کے بلند مینار تک ہرگز پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ ایسے تاریک اور پُرظلمت خیالات میں گرفتار رہتا ہے کہ جو غیر تسلی بخش اور بعید از حقیقت ہیں اور بباعث فقدان اس حقانی معرفت کے اُسکے سب معلومات بھی ناقص اور ادھورے رہتے ہیں اور جیسی سُوئی بغیر دھاگہ کے نکمّی اور ناکارہ ہے اور کوئی کام سینے کا اس سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عقلی فلسفہ بغیر تائید خدا کی کلام کے نہایت متزلزل اور غیر مستحکم اور بے ثبات اور بے بنیاد ہے۔

ص۵۶۱

ص۵۶۲

پائے استدلالیاں چوبیں بود — پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱ — بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نہ صرف حدِّ انصاف سے ہی تجاوز کیا ہے بلکہ حق پوشی کر کے اپنی قوم کی ہمدردی سے بلکہ خدا سے بھی فارغ ہو بیٹھے ہیں اور مجھے اِس بات کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کہ پنڈت صاحب کا انکار کِس قدر ناانصافی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بات خود اس شخص پر کھل سکتی ہے کہ جو اوّل میری کتاب کو دیکھے کہ میں نے کیونکر ضرورتِ وحی اللہ اور نیز اس کی وجود کا ثبوت دیا ہے اور پھر پنڈت صاحب کی تحریر پر نظر ڈالے کہ انہوں نے میرے مقابلہ پر کیا لکھا ہے اور میرے دلائل کا کیا جواب دیا ہے۔ جو لوگ پنڈت صاحب کی قوم میں سے اس کتاب کو غور سے پڑھیں گے اُنکی رُوحوں پر ہرگز پنڈت صاحب پردہ نہیں ڈال سکتے۔ بشرطیکہ کوئی فطرتی پردہ نہ ہو۔

ہم اور ہماری کتاب

ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اُسوقت اسکی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اسکے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی سو اَب اِس کتاب کا متولّی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اسکو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اُس نے جلد چہارم تک انوار حقیّتِ اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمام حُجت کیلئے کافی ہیں۔ اور اُسکے فضل و کرم سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک اور شبہات کی ظلمت کو بکلّی دُور نہ کرے اپنی تائیدات غیبیہ سے مددگار رہیگا اگرچہ اس عاجز کو اپنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں لیکن اس سے نہایت خوشی ہے کہ وہ حیّ و قیوم کہ جو فنا اور موت سے پاک ہے ہمیشہ تا قیامت دین اسلام کی نصرت میں ہے اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ ایسا اُس کا فضل ہے کہ جو اس سے پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا۔ اس جگہ اُن نیک دل ایمانداروں کا شکر کرنا لازم ہے جنہوں نے اس کتاب کے طبع ہونے کے لئے آجتک مدد دی ہے خداتعالیٰ اُن سب پر رحم کرے اور جیسا اُنہوں نے اُسکے دین کی حمایت میں اپنی دلی محبّت سے ہر یک دقیقہ کوشش کے بجالانے میں زور لگایا ہے خداوند کریم ایسا ہی اُن پر فضل کرے۔ بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھولدیا اور صدق اور ارادت کو اُنکے دلوں میں قائم کر دیا ہے۔ لیکن مؤخر الذکر ہنوز وہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سُنّت اللہ اپنے پاک نبیوں سے بھی یہی رہی ہے کہ اوّل اوّل ضعفاء اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کھولدیگا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔